سلسلۂ نصابات عمرانیات جامعۂ عثمانیہ

شخصی قانون بین الاقوام

تصنیف

جان ویسٹلیک۔ کے۔ سی، ایل ایل۔ ڈی

ترجمہ

مولوی مسعود علی صاحب بی۔ اے (علیگ)
سابق سشن جج سرکار عالی، حال رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ
جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی

سنہ ۱۳۴۹ھ م سنہ ۱۳۳۹ف م سنہ ۱۹۳۰ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

یہ کتاب مسرز سویٹ اینڈ میکسویل پبلشرز کی
اجازت سے اُردو میں ترجمہ کرکے طبع و شائع
کی گئی ہے

فہرست مضامین

شخصی قانون بین الاقوام

صفحات کتاب انگریزی مندرجہ حاشیہ

صفحات کتاب انگریزی متذکرہ حاشیہ

فصل دوازدہم

فصل سیزدہم

فصل چہاردہم

فصل پانزدہم

صفحات کتاب انگریزی مندرجہ حاشیہ

فصل شانزدہم

فصل ہفدہم

فصل ہیجدہم

فصل نوزدہم

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ



شخصی قانون بین الاقوام

فصل اوّل

تمہید

شخصی قانون بینُ الاقوام قومی قانون کا ایک شُعبہ ہے اور اس کے وجود میں آنے کی بُنیاد 1
یہ ہے کہ دنیا میں مختلف حدود وارضی ہیں اور اِن میں مختلف قوانین کا رواج ہے[1]۔ اس امر کی مزید توضیح کے لئے کہ دائرۂ قوانین میں شخصی قانون بین الاقوام کی کیا حیثیت ہے، ہم کو دائرۂ مذکور پر وسیع تر نظر ڈالنی پڑتی ہے۔ لفظ "قانون" قوانین فطرت اور انسانی قوانین دونوں کے متعلق مستعمل ہوتا ہے اگر ہم قومی قانون کے کسی معمولی شعبہ مثلاً رہن یا سرقہ سے بحث کرتے ہوتے تو ہم کو سوائے انسانی قوانین کے کسی اور قانون کے تذکرہ کی

---

[1] ایک ہی ملک میں مختلف نظامہائے قانون کے رواج کی وجہ سے مختلف قوانین کا نفاذ (جیسے برٹش انڈیا میں ہندو۔ اہل اسلام اور اینگلو انڈین کے ذاتی قوانین کا رواج) بھی ہی بحث میں آجاتا ہے ۔

ضرورت نہ تھی۔ لیکن فطری قانون یا قانون فطرت کے نظریات قانون بین الاقوام میں اس طرح مخلوط ہو گئے ہیں کہ ہمارا موجودہ مضمون لفظ قانون کے ہر معنے سے بحث کئے بغیر تشنہ رہجاتا ہے۔ قوانین فطرت غیر متبدل اور ہمیشہ یکساں رہنے والے امور ہیں (Invariable Uniformities) اگر ان میں کوئی تبدل یا تغیر ثابت ہو تو اس سے یہہ نتیجہ نہیں نکالا جائے گا کہ وہ قانون ٹوٹ گیا بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ خود اس قانون کا جو فرض کر لیا گیا تھا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ برخلاف اس کے قوانین انسانی برابر ٹوٹتے رہتے ہیں اور انھیں کی اصلاح اور درستی کے لئے عدالتیں اور فوجیں جہاں تک کہ ان کا تعلق بطریق مناسب اندفاع سے ہے مہیا اور تیار کی جاتی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اگر ہم کسی انسانی قانون کے مقرر کردہ قاعدہ کی تعمیل پر نہیں بلکہ خود ذات قاعدہ پر نظر ڈالیں تو اس کی وحدت، (Singleness) بمقابلہ ان مواقع کی کثرت کے جن میں اس کے استعمال کی ضرورت واقع ہوتی ہے ہم کو فطرت کی غیر متبدل اور ہمیشہ یکساں رہنے والے امور (Uniformities) کا پتہ دیتی ہے اور غالبًا یہی تشابہ تھا جسکی وجہہ سے لفظ قانون قوانین انسانی سے منتقل ہو کر فطری قوانین کے لئے بھی مستعمل ہونے لگا۔ اس توسیع کے بعد بعض اوقات یہ کوشش کی گئی کہ اس کی صحت کا فلسفیانہ ثبوت اس بیان کے ساتھ دیا جائے کہ قوانین انسانی یقینًا مضر اور غالبًا غیر دیرپا ثابت ہوں گے، اگر وہ بلا لحاظ ان قوانین فطرت کے مرتب ہوئے ہیں جو ان معاملات میں جاری ہیں جن سے قوانین انسانی بحث کرتے ہیں۔ اس طور سے قانون تعمیر کی غایت فوت ہو جائے گی اگر اس کے ساتھ صحت کے فطری قوانین کا لحاظ نہ ہوگا اور قانون مسکرات بیکار ثابت ہوگا اگر اس میں انسانی عادت کی رعایت نہ کی جائے گی۔ اب ان تعلقات کا اظہار ان الفاظ میں کیا جاسکتا ہے کہ انسانی قوانین کو فطری قوانین کے مطابق ہونا چاہئے؛ مگر اس کے بعد اول تو اس فرق کا بھولنا بہت آسان ہے "جو مطابق ہونا چاہیئے اور مطابق ہو" میں ہے۔ دوسری ایسی حالت میں بھی کہ انسانی قانون، فطری قانون کے مطابق ہو، یہ امر بہ آسانی نظر انداز ہو سکتا ہے کہ ان کا جنسی تطابق اس تطابق سے بڑھکر نہیں ہوتا جو ایک نشانہ انداز کے نشانہ اور اس کی گولی کی رفتار کے قانون اور نشانہ لگانے کے فعل اور گولی کی رفتار میں پایا جاتا ہے اصل یہ ہے کہ کوئی ایسا قضیہ قائم کرنا جس میں لفظ قانون آئے اور وہ قانون فطرت

اور انسانی قانون دونوں کے لحاظ سے صحیح ہو نہایت دشوار ہے؛ البتہ وہ ایک مجرد بیان ہوسکتا ہے جس میں کم وبیش یہ امر مضمر ہو کہ ان میں سے ہر ایک قانون ایک لحاظ سے غیر متبدل اور یکساں رہنے والے امور (Uniformities) ہیں اور اس طور سے قانون فطرت اور انسانی قانون کا شکلی اشتراک؛ اتفاقی سے کچھ ہی زیادہ وقعت دیئے جانے کے قابل ہے۔

اگر یہ صحیح ہے تو قانون انسانی کسی شعبہ کے قانون فطرت کا جز مشترک نہیں قرار پاسکتا بلکہ وہ ایسا مضمون ہے جو کسی وسیع تر عنوان کے تحت میں بھی داخل نہیں ہوسکتا۔ اس امر کے فرض کرلینے سے پہلے کہ تمام انسانی ادارات (Institutions) جو قانون کے نام سے موسوم ہیں صحیح طور سے کسی ایک عام عنوان کے تحت میں داخل ہوسکتے ہیں ہم کو بہت کچھ لکھنا پڑے گا کیونکہ قانون بین الاقوام ان معنی میں قانون سمجھے جانے کا مستحق ہی نہیں خیال کیا جاتا جن معنی میں قومی قانون؛ قانون سمجھا جاتا ہے۔

قومی قانون کی ممیز خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایسے قواعد کا مجموعہ ہے جو یکساں طور سے ان تمام صورتوں میں مستعمل ہوتے ہیں جو اس کے دائرہ میں داخل ہوتی ہیں اور جن کی خلاف ورزی کی دادرسی یا سزا؛ ایسی طاقت کے ذریعہ سے عمل میں آتی ہے جس کا مقابلہ رعایا کا کوئی فرد نہیں کرسکتا اور جس کا باضابطہ نفاذ عدالتوں کے ذریعہ سے کرایا جاتا ہے۔

یہی دادرسی اور سزا جو عموماً تعمیل قانون کے نام سے موسوم کی جاتی ہے (حالانکہ اس اصطلاح کا زیادہ تر صحیح استعمال تعمیل مختص کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا) ایسے امور ہیں جو قانون اور رواج میں ما بہ الامتیاز اور اہم فرق ظاہر کرتے ہیں؛ اکثر قوانین کا پتہ رسم و رواج سے چلتا ہے؛ اس طور سے کہ جو امر ایک زمانہ میں صرف رسم ورواج تھا اس نے آگے چلکر؛ بلا کسی قاعدہ کے وضع کئے جانے کے؛ قانون کی صورت اختیار کرلی۔ اس کی مثالیں اکثر ممالک کی قانونی تاریخوں میں اشخاص متوفی کے ترکہ کی تقسیم اور ازدواج سے زوجین کی جائداد کے متاثر ہونے کی متعلق موجود ہیں۔ ایسی صورتوں میں رسم ورواج کا قانونی شکل اختیار کرلینا بعض اوقات تدریجی متصور ہوتا ہے لیکن صورت حال کبھی یہ نہیں ہوسکتی بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسم و رواج کا وقوع روبروز بڑھتا گیا اور اسیطرح اس کی خلاف ورزی پر عام ناراضی کی مقدار میں اضافہ ہوتا گیا ہوگا یعنی مقام اور زمانہ زیر بحث میں یا تو عدالت کا وجود ہی

3

مفقود ہوگا اور سوسائٹی اسقدر وحشیانہ حالت میں ہوگی کہ اس میں کسی ایسے قانون کے قیام کی جو قومی قانون کے نام سے موسوم ہو سکے قابلیت ہی نہ ہوگی یا اگر عدالت نے رسم و رواج کی خلاف ورزی کی بابت دادرسی یا سزا کا سلسلہ قائم کردیا ہوگا تو یقیناً کوئی مستقل عمل کیا گیا ہوگا، گو وہ اس وقت بہت ہی خفیف نظر آتا ہو جس سے وہ رسم و رواج کے حدود سے گزر کر قانون کے حدود میں داخل ہوگیا ہوگا۔

قانون بین الاقوام کی خلاف ورزی کی دادرسی یا سزادہی کے لئے اب تک کوئی ایسی طاقت موجود نہ تھی جو اپنے عمل میں یکساں ہو اور جس کا مقابلہ منفردہ سلطنتیں نہ کرسکتی ہوں لیکن جو بین الاقوامی عدالت (International Court of Justice) فی الحال بین الاقوامی مجلس (League of Nations) کے تحت قائم ہوئی ہے، اس کے مقاصد میں ایک اہم مقصد یہ ہے کہ وہ قانون بین الاقوام کو وہی وقعت دے جو قومی حکمران اور قومی عدالتیں قومی قانون کو دیتی ہیں جن قواعد پر قانون بین الاقوام مشتمل خیال کیا جاتا ہے، وہ عموماً ایسے مبہم ہیں کہ بحث کے لئے بھی ان کے محل استعمال کے قطعی ہونے کے جانچ نہیں ہوسکتی اور ان انفرادی صورتوں کا دریافت کرلینا جہاں ان کا استعمال ہونا چاہیئے بیحد دشوار ہے۔ صورت موخرالذکر صورت مقدم الذکر کا نتیجہ ہے۔ کوئی مجموعۂ قواعد خواہ وہ قومی ہو یا بین الاقوامی ایک معقول حد تک بھی یقین کی صورت نہیں اختیار کرسکتا جبتک کہ اس کا استعمال متواتر نہ ہوتا رہے یا اس کے مواقع استعمال کے مسئلہ کا کوئی مستند فیصلہ نہ ہو جائے۔ اور اس لئے الفاظ میں قانون کی ایسی تعریف کرنا، جو قومی اور بین الاقوام قوانین دونوں پر حاوی ہو، دشوار ہے خود غیر متبدل اور یکساں رہنے والے امور کا تصور ہی اس خفیف اور غیر کافی تعلق کو جو قومی اور فطری قوانین میں باضابطہ تجنیس کے لئے قائم ہوتا ہے، اس موقع پر بے کار ثابت کردینے کے لئے کافی ہے، جبتک کہ قانون بین الاقوام کے اکثر غیر متبدل امور کی نسبت یہ نہ فرض کرلیا جائے کہ وہ بجائے ملکی حکمت عملیوں اور موروثی عداوتوں کے تلخ واقعات کے مصنفین (قوانین ہذا) کے محض نیک ارادے اور آرزوئیں ہیں۔ مگر الفاظ میں تعریف کرنے کے بجائے اس قانون کی تعریف دوسرے طریقہ سے بھی ہوسکتی ہے۔ علم الحیوانات اور علم النباتات میں ایک جنس کے حدود اس بنا پر متعین ہوجاتے ہیں کہ جو اقسام اس دائرہ میں داخل

وہ بہ نسبت بیرونی اقسام کے دو ایک مسلمہ اور مخصوصہ اندرونی اقسام سے بہمہ وجوہ زیادہ تر مشابہت رکھتے ہیں۔ اب اگر قانون بین الاقوام کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس میں بعض قواعد مثلاً وہ جو سفارتی تعلقات سے متعلق ہیں، ایسے ہیں کہ ان کی تعمیل اسی طرح ہوتی ہے جیسے کہ قومی قانون کی۔ دوسرے قواعد ایسے ہیں کہ ان کی خلاف ورزی میں یہ خوف کہ اس کا برا اثر خلاف ورزی کرنے والوں پر پڑے گا بہ نسبت اس تمدنی رسم و رواج کی خلاف ورزی کے جو باہم ایک حکومت کی رعایا کرتی ہے زیادہ تر ہوتا ہے مگر انتہائی ابہام اور عدم تعمیل ان اہم قواعد کے متعلق نظر آتی ہے جن کے ذریعہ سے خلق اللہ کو بجا فتوحات اور لڑائی کے زمانہ میں ذاتی جائداد و موقوعہ ملک کو غصب اور تصرف سے محفوظ رکھنے کا فخریہ ادعا کیا جاتا ہے۔ گزشتہ جنگ عظیم کے تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ جو قواعد اسقدر سنجیدگی اور متانت کے ساتھ آئین جنگ کے متعلق ہیگ کانفرنس (Hague Conference) میں منظور ہوئے تھے، ان کی تعمیل کے ذرائع کس قدر کمزور تھے۔ برخلاف اس کے تقریباً تمام مہذب حکومتوں کا ان قوتوں کے مخالف ہو جانا جنھوں نے عہد و پیمان کی وقعت کی توہین کی تھی، بین الاقوامی جماعت کے قواعد کو مزید عظمت اور وقعت دینے میں مؤید ہو سکتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ قانون بین الاقوام کا اتقان (Precision) اور لزوم (Stringency) معمولی تمدنی رسم و رواج سے بھی ایک درجہ نیچے سے شروع ہو کر اس نقطہ تک پہنچ جاتا ہے جہاں دادرسی یا سزا دینے والی قوت میں صرف مرتب اور یکساں عمل کی کمی رہ جاتی ہے، مگر اس کی قوت کا اظہار گو وہ غیر مزہی کیوں نہ ہو، عام عملی مقاصد کے لئے کافی متصور ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی شخص انسانی قوانین کے مسلمہ اور مخصوصہ اقسام کو قومی قانون فرض کرے جس کی توضیح اوپر کے فقرہ میں کی گئی ہے، اس نتیجہ پر پہنچے کہ قانون بین الاقوام بہمہ وجوہ بہ نسبت ان رسم و رواج کے جو دائرۂ قانون سے خارج ہیں، قومی قانون سے زیادہ مشابہ ہے، تو اس کے نتیجہ کو غیر فلسفیانہ یا خلاف واقعہ قرار دیکر مسترد کر دینے کی کافی وجہ نظر نہیں آتی۔ یہ امر مطلق تعجب خیز نہیں ہے کہ ان حوادث (Phenomenas) کی تجنیس (Classification) کے لئے جو زندہ انسانی طاقت سے ظہور میں آتے ہیں، فن حیات عضوی (Science of Organic life) کی قسمی تعریف (Type defination) علم ترکیب آلات

(Mechanics) کی لفظی تعریف (Verbal Formula) سے بہتر تمثیل پیش کر سکے
خلاصہ یہ ہے کہ قومی اور بین الاقوامی قانون، انسانی قانون کی دو شاخیں قرار دیجا سکتی
ہیں بغیر ان لوگوں کی رائے کی بے وقعتی کرنے کے جو اس پر مصر ہیں کہ موخرالذکر قسم
کو قابل احترام اخلاق بین الاقوامی کے نام سے موسوم کرنا بہتر ہوگا۔

جس دائرہ کے خط اس طرح ڈالے گئے ہیں اس میں شخصی قانون بین الاقوام قومی
قانون کے تحت میں جگہ پاجاتا ہے شخصی قانون بین الاقوام کا نفاذ قومی عدالتوں کے
ذریعہ سے عموماً رعایا پر ہوتا ہے، لیکن جب حکومتیں اپنے آپ کو قومی عدالتوں کے تحت
کردیتی ہیں تو اس کے احکام اُن پر بھی اسیطرح نافذ ہوتے ہیں جسطرح دوسرے قومی قانون
کے احکام کا نفاذ ہوتا ہے جس قسم کے مقدمات میں اس قانون کا نفاذ ہوتا ہے وہ مثل
مقدمات فوجداری کے کوئی خاص قسم نہیں ہوتی جس میں قانون فوجداری ہی نافذ ہونا چاہیئے
بلکہ اس کا تعلق ایک مخصوص قسم کے سوالات سے ہوتا ہے جو ہر مقدمہ میں پیدا ہوسکتے ہیں
اور جن میں یہ امر تصفیہ طلب ہوتا ہے کہ ایک مقدمہ کس قوم کے حدود ارضی میں پیش اور کس
ملک کے قانون سے منفصل ہونا چاہیے۔ انگریزی زبان میں لفظ "جورسڈکشن" (Juris
diction) عرفاً عدالتی اختیارات کے معنی میں مستعمل ہے؛ جیسے کہ اس سے قبل انگلستان
میں (Common Law) قانون غیر موضوعہ کے جورسڈکشن اور قانون نصفت
(Equity) کے جورسڈکشن میں جو بلحاظ نوعیت معاملہ مختلف ہوتا تھا فرق کیا جاتا
تھا یا جیسا کہ عدالتہائے تحت اور عدالت ہائیکورٹ کے جورسڈکشن میں بلحاظ مالیت
مقدمات کے امتیاز کیا جاتا ہے مگر اس موقع پر ہم کو خاص کر ملکی حدود کے جورسڈکشن
سے بحث ہے، باستثنا ان صورتوں کے جہاں ایک ملک میں مختلف نظام قانونی کے
اجرا کی وجہ سے کوئی ایسی بحث پیش آجائے۔ پس ہمارے پیش نظر وہ جورسڈکشن نہیں ہے
جو ایک ہی ملک میں مثلاً دو تحتانی عدالتوں کو جو کہ باوجود اختلاف حدود ارضی، ایک ہی قانون
کے تابع ہیں حاصل ہوتا ہے، بلکہ ہم ان ممالک کے جورسڈکشن سے بحث کر رہے ہیں جو
بلحاظ نظام قانونی علحدہ علحدہ ہیں جیسے انگلستان اور فرانس یا انگلستان اور اسکاٹ لینڈ
ایسے جورسڈکشن اور ان کے مروجہ قوانین، قومی، کہلانے کے ان معنی میں مستحق ہوسکتے
ہیں جن میں ہم نے "قومی قانون" کی اصطلاح کو اس فصل میں استعمال کیا ہے اور ایسی حالت میں

اس شعبہ کو جس کے ذریعہ سے ہر مقدمہ میں منجملہ مختلف قومی جورسڈکشن اور ان کے قوانین کے کسی ایک کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ قانون بین الاقوام کے نام سے موسوم کرنا اور اس کو لفظ شخصی سے بمقابلہ اس قانون کے جو قوموں کے درمیان میں استعمل ہوتا ہے اور "عام" کہا جا سکتا ہے محدود کر دینا اسیطرح بیجا نہیں متصور ہو سکتا۔ اس طور سے یہاں لفظ "شخصی" بجائے خود مستقل لفظ ہے اور اس کو قومی قانون کی "عام" اور "خاص" تقسیم سے کوئی تعلق نہیں۔ قوانین کی جو مختلف تقسیمیں کی گئی ہیں وہ عام طور سے قوانین فوجداری کو قوانین عام کی ایک شاخ قرار دیتی ہیں لیکن ان اصول کا جن کی بنا پر تحویل مجرمین کے معاہدات مبنی ہونے چاہئیں انکا لازمی تعلق اس مسئلہ سے ہے کہ ایک مجرم کے جرم کی تحقیقات کس قومی جورسڈکشن میں ہونی چاہیے۔ شخصی بین الاقوام قانون کا جو مفہوم یہاں قرار پایا ہے اس کے لحاظ سے یہ مسئلہ اس قانون سے علیحدہ نہیں سمجھا جا سکتا۔

مقدمات سے رجوع کرنے کے لئے کسی خاص قومی جورسڈکشن کے انتخاب کے اہم وجوہ یہ ہیں کہ اگر متدعویہ کوئی شے ہے تو وہ ان حدود میں واقع ہے یا اگر کوئی معاہدہ ہے تو وہ ان حدود میں منعقد ہوا تھا یا اس کی تعمیل ان حدود میں قرار پائی تھی یا اگر کوئی خلاف ورزی (ٹارٹ) ہے تو وہاں سرزد ہوئی تھی اور یہی اصطلاحات "عدالت مقام وقوع" یا "عدالت سکونت مدعیٰ علیہ" (Forum Situs or Reisitae) اور "عدالت معاہدہ" (Contractus) اور "عدالت خلاف ورزی" (Delicti) کی بنیاد ہیں دو موخر الذکر کے اشتراک سے "عدالت جو ہا خاص" (Forum Speciale Obligationi) پیدا ہوتی ہے۔ یا جورسڈکشن وہ ہے جہاں شے یا اشیاء متدعویہ کے تمام دعاوی کا یکجائی فیصلہ ہونا چاہیے یعنی عدالت سماعت یکجائی (Forum Concursus) یا مدعیٰ علیہ ذاتی طور سے اس کا تابع ہے۔ یعنے "عدالت اتباع مدعیٰ علیہ" (Forum rei) - موخر الذکر عدالت کو قوانین روما اور اس سے ماخوذہ قوانین کے لحاظ سے یہ فرض کر لیتی ہے کہ جج

سلہ جو رائے اس کے مخالف ہے یعنی یہ کہ قانون کی پہلی تقسیم عام و خاص میں ہونی چاہیئے اور پھر ان میں سے ہر ایک کی تقسیم قومی اور بین الاقوامی میں۔ اس کا اظہار الفاظ "بین الاقوام شخصی قانون" سے ہوتا ہے ۔

اور اس کے محکوم بہ" (Justiciable) میں (اگرچہ اس غیر زبان کے لفظ اور ایک غیر مانوس تصور کے استعمال کا مجاز متصور ہوں) کم و بیش ایک قائم رہنے والا تعلق ہوتا ہے جس کی حقیقی ماہیت اور اس کے استقلال کا اندازہ قومیت اور توطن کے سیاسی مسائل پر منحصر ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے قانون انگلستان کے قدیم اصول کے مطابق اختیار سماعت کی بنیاد اس امر پر قائم تھی کہ اس باضابطہ حکمنامہ کی تعمیل جس سے مقدمہ شروع ہوتا ہے، مدعی علیہ پر اسی حصۂ ملک میں ہو گئی تھی۔ یہ ایک صورت "عدالت اتباع مدعی علیہ" (Forum rei) کی سمجھی جاتی تھی۔ محض مدعی علیہ کا ایک حصۂ ملک میں موجود ہونا اس کو ذاتی طور سے اس حصۂ ملک کی عدالت کے تابع قرار دیتا تھا بلالحاظ کسی خاص وجہ مثلاً عدالت ذمہ داری خاص وغیرہ کے، مگر اس میں شک نہیں کہ یہ عدالت اتباع مدعی علیہ کا عجیب تصور تھا۔

فرض کرو کہ منجملہ ان وجوہ کے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے کسی ایک وجہ کی بنا پر قومی جورسڈکشن نے ایک مقدمہ کو جو اس کے سامنے پیش کیا گیا نمبر پر لے لیا ہے۔ اب اس امر کا تصفیہ کہ اس سے کون سا قانون متعلق ہو، انھیں وجوہ کے لحاظ سے کیا جائیگا جو انتخاب جورسڈکشن میں استعمال ہوئے تھے؛ اس طور سے "قانون مقام وقوع جائداد" (Lew Situs) "قانون مقام معاہدہ" (Loci Coutr-actus) "قانون مقام ارتکاب ٹارٹ" (Loci delicti Commissi) اور "قانون مقام تحقیقات یکجائی" (Lonci Concursus) معرض بحث میں آجاتا ہے اور جہاں "قانون عدالت اتباع مدعی علیہ" (Forum rei) کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ جج اور اس کے محکوم بہ کے کم و بیش مستقل تعلقات پر مبنی ہے، وہاں ہم کو ذاتی قانون (Personal Law) کا تصور پیدا ہوتا ہے۔

قدیم زمانہ میں بھی موخر الذکر قانون "قانون مقام توطن" تھا اور ایک حد تک اب بھی ہے مگر زمانۂ حال کا رجحان یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ذاتی قانون کا معیار بجائے توطن کے سیاسی قومیت قرار دیجائے مگر دو یا دو سے زیادہ قومی جورسڈکشنوں میں جنھوں نے باہم ملکر ایک ریاست کی صورت اختیار کر لی ہو جیسے انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ اور صوبہ کیوبک میں ایسی تبدیلی ممکن نہیں اور کم سے کم ایسے مقامات میں "قانون مقام توطن" بحال خود قائم رہتا ہے۔ دوسرا قانون جس سے اکثر کام پڑتا ہے اس مقام کا قانون ہے جہا

دستاویز کی تکمیل ہوئی یا جہاں عدالتی یا دوسرے عام اختیارات کے تحت میں کارروائی شروع ہو چکی ہو (Lexloci Actus) - اور چونکہ قانون مقام تکمیل دستاویز اور ذاتی قانون کی بنا پر معاملات استقرار حیثیت میں یہ چاہا جاتا ہے کہ جو فیصلہ ایک جورسڈکشن میں صادر ہو، اس کی صحت دوسرے جورسڈکشن میں تسلیم کی جائے، اس لئے یہ سوال کہ مقدمہ کس جورسڈکشن میں پیش ہونا چاہیے دو طریقہ سے کیا جاتا ہے۔ اول یہ دریافت کرنے کے لئے کہ وہ کس نوعیت کے مقدمات ہیں جن کے پیش ہونے پر ایک مخصوص جورسڈکشن ان کی سماعت کرے گا۔ دوسرے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کن حالات میں وہ فیصلہ جو ایک مقدمہ میں صادر ہوگا عدالت صادر کنندہ فیصلہ کے حدود
ارضی سے باہر قابل اجرا متصور ہوگا۔ آخر میں خود عدالت کا اپنا قانون ہے جو ہمیشہ دوسرے 7
قوانین سے مقابلہ اور مجادلہ کیلئے آمادہ رہتا ہے۔ اور جہاں کوئی دوسرا قانون اپنا حق قائم نہیں کرسکتا وہاں وہی استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات بجائے خود بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

شخصی قانون بین الاقوام کے یہی مباحث ہیں اور یہی وہ قوانین اور عدالتیں ہیں جن کو وہ ایک دوسرے کے مقابل اور معارضہ میں لاتا ہے۔ اور چونکہ شخصی قانون بین الاقوام کا نفاذ قومی عدالتیں کرتی ہیں اس لئے ظاہر ہے کہ ہر عدالت ان سوالات کے حل کرنے میں انہیں اصول سے استمداد کرتی ہے جو خود اس کا قومی قانون اس مقصد کے لئے بتاتا ہے۔ قومی قانون سے بقیاس غالب اس سوال کا جواب تو ملجاتا ہے کہ ایک خاص مقدمہ کن حالات میں خود اس عدالت میں چل سکتا ہے مگر ممکن ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ یہ نہیں بتاتا کہ ایسے مقدمہ کا فیصلہ کس قانون کی رو سے کیا جائے گا یا عدالتہائے غیر کے فیصلے کس حد تک قابل نفاذ ہوں گے۔ پس قومی قانون کی اس خاموشی سے کیا نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے؟ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ایسی صورتوں میں صرف قومی قانون ہی نافذ ہونا چاہیئے اور عدالتہائے غیر کے فیصلوں کے جواز کو نہ تسلیم کرنا چاہیئے، عملی طور سے انصاف کے تصور سے اسقدر مستبعد ہے کہ کبھی کسی کا ذہن بھی اس طرف نہیں گیا ہے، بلکہ ہمیشہ یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ قومی قانون کو مجبوراً ایسے اصول فرض کرنے ہوتے ہیں جن کی رو سے ممالک غیر کے قوانین اور ان کے فیصلوں کو بعض اوقات جائز تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

انگلستان کے قانون کا یہی حال ہے یا یوں کہو کہ ایک زمانہ میں تھا۔ اس کے مجموعۂ قوانین اور قدیم مقننین کی تصانیف میں، جن کے ناموں کی اسیطرح عزت کیجاتی ہے جیسی خود قانون کی، ممالک غیر کے قوانین اور ان کے فیصلوں کا تقریبًا مطلق تذکرہ نہ تھا لیکن عدالتوں نے ایسے اصول اختیار کر لئے ہیں جن پر ایک وسیع اور معقول "جورس پروڈنس" (اصول قانون) کی بنیاد قائم ہو گئی ہے۔ انگلستان میں نظائر قانونی اس قدر وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں کہ اگر ان میں اختلاف نہ ہو تو یہ جورسپروڈنس، قومی قانون کا ایک جز متصور ہونے لگا ہے اور تاوقتیکہ واضعان قوانین اس کو تبدیل نہ کردیں، وہ تمام عدالتوں میں واجب التعمیل سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس کی تکمیل کی غرض سے، خواہ وہ ذریعہ واضعان قوانین کے عمل میں لائی جائے اور خواہ عدالتوں کے مزید عملدرآمد کی بناپر ہو، ان مباحث کی نسبت کہ یہ اصول جن کو انگلستان کی عدالتوں نے اختیار کر لیا ہے، کہاں سے آئے اور ان کے اختیار کرنے کے کیا اسباب ہوئے، ابھی تک یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انھوں نے محض تاریخی یا خیالی اہمیت حاصل کر لی ہے۔ شخصی قانون بین الاقوام کے مباحث میں جو اصول انگلستان میں اختیار کیے گئے تھے وہ ان اصول سے ماخوذ تھے جو یورپ کے دوسرے ممالک میں رائج تھے۔ اس جزیرہ کے نظام قانون میں ان کا ابتداءً آکر شامل ہو جانا مذہبی اور امیر البحری عدالتوں کی وجہ سے تھا جو علانیہ طور سے اس جزیرہ کے قوانین سے وسیع تر قوانین کا نفاذ کیا کرتی تھیں۔ ہمارے یہاں کے انقلاب (Revolution) کے بعد ہی سے یورپ کے دوسرے ممالک سے تجارتی اور سیاسی تعلقات میں روز افزوں ترقی ہوتی گئی، اور انگلستان میں ویکاریس (Vacarius) کی قانونی تعلیم کے تقریبًا پانچسو برس کے بعد ہمارے مقننین کو دوبارہ دوسرے ممالک کے قوانین سے واقفیت کی ضرورت لاحق ہونے لگی۔ جو اصول اس طور سے ہم تک پہنچے ان سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں ڈچ ان اصول کے اختیار کرنے والے تھے اور غالبًا اس وقت ہمارے زیادہ تر سیاسی تعلقات ہالینڈ سے تھے۔ میں اسکاٹ لینڈ کے قوانین کی تاریخ سے اسقدر واقف نہیں ہوں کہ وثوق کے ساتھ اس کو بیان کرسکوں مگر بقیاس غالب اسکاٹ لینڈ کے الحاق اور اسکاٹ لینڈ کے وکلاء کی تکمیل تعلیم کے لئے عام طور سے ہالینڈ جانے سے، اس بارہ میں زیادہ تر تائید ملی ہو۔ جو نظام قانونی

اٹھارھویں صدی (عیسوی) کے وسط میں یورپ کے دوسرے ممالک میں تیار ہو گیا تھا اس کے ممیز خصوصیات یہ تھے:۔
وہ قوانین جن کی رو سے اشیاء کا تصفیہ کیا جاتا تھا وہ حقیقی[1] (real) کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے اور وہ ایسے مقام میں رائج ہونے کی صورت میں جہاں وہ شے واقع ہوتی تھی بطور "قانون مقام وقوع" (Lew Situs) کے دوسرے حدود اراضی میں بھی نافذ ہوتے تھے۔ اس میں اشیاء منقولہ کے متعلق اس اصول کی بناء پر کہ "مال منقولہ مالک کے ساتھ جاتا ہے" بہت کچھ تغیر ہو جاتا تھا، کیونکہ یہ اصول اس خیال کے مخالف تھا کہ ایسی جائداد کے وقوع کی کوئی مخصوص جگہ مقرر رہے۔ وہ قوانین جن کی رو سے اشخاص کے متعلق فیصلہ ہوتا تھا وہ ذاتی تھے (Personal) - اور ایسے قوانین جو ان مقامات میں نافذ تھے جہاں وہ اشخاص توطن رکھتے تھے، بطور "قانون مقام توطن" (Law Domcilii) دوسرے حدود اراضی میں بھی نافذ ہوتے تھے، ان کا مخصوص نفاذ حیثیت اور اہلیت کے مسائل میں ہوتا تھا، جو قوانین نہ صریح طور سے حقیقی تھے اور نہ ذاتی وہ مخلوط سمجھے جاتے تھے اور ان کا نفاذ اپنے مقام سے باہر یعنے دوسرے حدود اراضی میں بربنائے "قانون مقام وقوع" یا "قانون توطن" ہو سکتا تھا۔ اس کا فیصلہ اس امر سے کیا جاتا تھا کہ آیا وہ حقیقی قانون سے زیادہ تر تشابہ رکھتے ہیں یا ذاتی سے یا جو سوالات صاف طریقہ سے نہ قوانین حقیقی کے تحت میں آتے تھے اور نہ ذاتی کے، ان دوسرے اصول کی بنا پر تصفیہ پاتے تھے جو قانون کے دائرہ سے خارج تھے:۔ یعنے بربنائے "قانون مقام معاہدہ" (Lexloci Contractus) جو ان ذمہ داریوں سے بحث کرتا تھا جو ایک معاہدہ سے پیدا ہوتی تھیں (Lexloci actus) ۔ "قانون مقام تکمیل دستاویز"

---

[1] الفاظ حقیقی اور ذاتی کا استعمال انگلستان کے علاوہ یورپ کے دوسرے ممالک کے قوانین میں خاص معنی میں کیا جاتا ہے:۔ اوّل حقیقی سے مقصد وہ قانون ہوتا ہے جس کا تعلق اشیاء یا جائداد سے ہو اور ذاتی سے وہ قانون جس کا تعلق انسان کی حالت حیثیت یا قابلیت سے ہو۔ جب ان کو یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ یہ قانون ہر جگہ نافذ ہے تو وہ اس کو مختصراً کہتے ہیں کہ یہ ذاتی قانون ہے اور جب یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اس کا عمل اس کے مقام اجرا تک محدود ہے تو کہتے ہیں کہ وہ حقیقی قانون ہے (از ڈکشنری اٹرن مترجم)

کا تعلق دستاویز کی شکل اور اس عدالتی یا سرکاری کارروائی کے جواز سے تھا جو غیر ممالک
میں عمل میں آتی تھی۔ "قانون مقام عدالت" (Lex fori) اس ضابطہ سے متعلق ہوتا تھا
جو خود اس مقدمہ میں اختیار کیا جاتا تھا، اور یہی قانون بحیثیت "قانون مقام تحقیقات
یکجائی" (Lexloci Concussus) کے ان سوالات سے بحث کرتا ہے جو
ان دعاوی سے متعلق ہوتے ہیں جو ممکن ہے کہ مختلف قوانین کی روسے پیدا ہوئے ہوں
مگر ان کا یکجائی فیصلہ ہونا چاہیئے مثلاً ایک دیوالیہ کی جائداد کے مقابلہ میں تمام قرضخواہوں
کا اجتماع۔

9 اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جو ہم نے نظام قانونی اجمالاً اوپر بیان کیا ہے وہ
یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی یقینی اور منضبط تھا۔ واقعی طور سے جو بہت سے شبہات
اس بارہ میں وارد ہوتے ہیں ان میں سے چند بطور تمثیل کے یہ ہیں کہ آیا فلاں
قانون حقیقی ہے یا ذاتی یا اگر مخلوط سمجھا جاتا ہے تو وہ زیادہ تر حقیقی قانون سے مشابہ
ہے یا ذاتی قانون سے "قانون مقام معاہدہ" سے وہ قانون مقصود ہے جہاں معاہدہ
ہوا تھا یا جہاں اس کی تعمیل مقصود تھی کہ آیا اس میعاد کا تصفیہ جس کی رو سے ایک ذمہ داری
کا خاتمہ ہو جاتا ہے "قانون مقام معاہدہ" کی رو سے ہونا چاہیئے اس بنا پر کہ وہ خود خاتمہ
ذمہ داری ہے یا اس کا تصفیہ مقام عدالت کے قانون میعاد سے کیا جانا چاہیے جو بحیثیت
ضابطہ نالش کے دائر کرنے کی مدت کا تعین کرتی ہے اور آیا "قانون مقام تکمیل دستاویز"
کے مطابق دستاویز کا تکمیل پانا لازم ہے یا آنکہ اس میں اور اس مقام کے قانون میں
جہاں اس کی عمل آوری مقصود تھی انتخاب کا حق ہے۔

اس نظام قانون کے متعلق کم از کم یہ فرض کر لینا چاہیے کہ جس حالت میں وہ تھا
اسی حالت میں بجنسہ انگلستان میں منتقل کر لیا گیا اور اس کے وہ اجزا جو اس ملک کے قومی امزجہ
یا اس کے قانونی خصوصیات سے مناسبت رکھتے تھے فوراً اختیار کر لئے گئے۔ اس طور سے
"قانون عدالت وقوع" یا قانون حقیقی کا اصول اس وقعت کے مطابق تھا جو انگلستان
زمینداری کو دی جاتی تھی اور جو حقوق اور مرافق اراضی کے متعلق انگلستان کے قانون سے
زمینداروں کو حاصل تھے وہ اس نوعیت کے تھے کہ اگر ان میں غیر ممالک کے طریقہ پر
لکھی ہوئی دستاویزات یا ان ازدواجی معاہدات سے جو ممالک غیر کے قوانین کے

لحاظ سے مرتب ہوئے تھے، مالکوں کی قبضہ میں دست اندازی کی اجازت دیجاتی تو پیچیدگیوں اور بدنظمیوں کے واقع ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس بنا پر اصول "قانون مقام وقوع" متعلقہ اراضی نے بمقابلہ اصول "قانون مقام تکمیل دستاویز" و اصول "قانون مقام معاہدہ" کے بہت جلد نشو و نما پایا۔ برخلاف اس کے انگلستان کی عدالتیں بربنائے توطن حیثیت اور اہلیت کے ذاتی قانون کے تسلیم کرنے میں بہت عرصہ تک متامل رہیں کیونکہ ذاتی عدالت کی نسبت جوکہ ذاتی قانون کی بنیاد ہے انگلستان میں یہ نہیں سمجھا گیا تھا کہ اس کا انحصار اسقدر زیادہ جج اور اس کے محکوم بہ (Justiciable) کے مستقل تعلقات پر تھا جتنا کہ مدعی علیہ کے ملک میں اتفاقی موجودگی پر سمجھا جاتا تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور "قانون مقام تعمیل دستاویزات" کے مطابق ترتیب دستاویزات کے اصول سے انگلستان میں نہ صرف ان وجوہ کی بنا پر جو ہم نے زمینداری کے متعلق بیان کئے ہیں اختلاف کیا گیا؛ بلکہ اور بھی ایسے وجوہ تھے جن کی بنا پر یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ کسی وقت بھی تسلیم کیا گیا تھا۔ "نوٹری پبلک" کا سرشتہ ابتداہی سے اس ملک میں بے کار ہو گیا اور دستاویزات اور وصیت نامے خانگی طور سے مرتب ہونے لگے۔ فریقین معاملہ اگر ضرورت سمجھتے تھے تو کسی قانون داں شخص سے بقدر ضرورت مدد لے لیتے تھے، بنائے علیہ انگلستان کے ایک مقنن کو یہ سمجھنا دشوار تھا کہ ایک عہدہ دار سرکاری کے توسط کے لزوم جو اپنے ہی ملک کا نمونہ اختیار کرے گا، دستاویزات کا مقامی طریقہ کے مطابق مرتب ہونے سے بچنا محال تھا۔ صرف سنہ ۱۸۶۱ء میں لارڈ کنگس ڈاؤن کے ایکٹ سے انگلستان میں "قانون مقام تکمیل دستاویز" تسلیم کیا گیا جس سے وصیت ناموں کے باضابطہ جواز کا راستہ کھل گیا۔

اس موقع پر ہم کو یہی بتانا نہیں ہے کہ شخصی قانون بین الاقوام کے اصول مروجہ ممالک غیر انگلستان میں کس طرح اختیار کر لئے گئے بلکہ اس مضمون کو پوری طرح سمجھنے کیلئے یہ ضرور ہے کہ ان تمام مراتب اور مدارج کے متعلق کچھ لکھا جائے جو اس کو انگلستان میں داخل ہونے کے قبل اپنی زندگی میں طے کرنے پڑے ہیں۔

قانون روما قبل جسٹینین کی ترتیب اور تنظیم کے دو حصوں پر منقسم تھا۔ ایک کا نام قانون سول (Jus Civile) یعنی مخصوص قانون اہل ملک تھا جس کے پابند اور جس سے

استفادہ کرنے والے صرف اہل روما تھے مگر اس میں توسیع دیگر دوسرے اشخاص بھی بطریق ذیل ان میں شامل کرلئے گئے تھے:۔

(۱) صریح حکم کے ذریعہ سے جیسا کہ ۳ ۱۹ قبل ولادت عیسیٰ علیہ السلام میں ہوا اور سود کی جو باضابطہ شرح مقرر کی گئی تھی وہ اس قرضہ پر بھی حاوی کر دی گئی جو اہل ملک کو وہ لوگ دیں جو لاطینی حقوق (Latin Fronchese) رکھتے تھے یا کسی ماتحت دوستانہ تعلقات رکھنے والی ریاست کے (جن کو وہ شریک اور لاطینی نام کے مستحق کہتے تھے) ارکان تھے۔ (لیوی سی دینجم)

(۲) یا مفروضہ طریقہ سے اہل ملک قرار دیئے جانے کا حق بلحاظ انصاف کے کسی جماعت کو عطا کر دیا جائے:۔ جیسے کہ سرقہ کے متعلق دیوانی نالش منجانب اور برخلاف پردیسی (Pregrini) کے ہوسکتی تھی (کیئیس چہارم۔ ۳۷)

دوسرا حصہ ان قوانین پر مشتمل تھا جن کی پابندی ان تمام اقوام پر لازم تھی جس سے اہل روما واقف تھے اور وہ اس کی بنیاد فطری دلائل پر مبنی خیال کرتے تھے اور اس کو قانون قابل پابندی تمام اقوام" (Jus Gentium) کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ (کیئیس اول۔۱)

ہم کو اس موقع پر اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ یہ عمومیات جو قانون قابل پابندی تمام اقوام" (Jus Gentium) کے نام سے موسوم ہیں کب اور کس طرح پیدا ہوئے اور ان کے کام میں لائے جانے کا کیا طریقہ تھا یہاں جو امر قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ روما کے جج اپنے قانون کے دونوں حصوں کے علاوہ دوسرے قوانین کا بھی لحاظ کرتے تھے؛ ان کی نسبت یہ کہنا کہ وہ روما کے قوانین سے بالکل جُدا تھے شاید صحیح نہ ہو مگر ان کا تعلق ایسی جماعتوں سے تھا جو کم از کم شخصی قانون کے لحاظ سے اہل روما سے علحدہ تھیں اور جو تمدنی سوسائٹیوں (Jural Societie) کے نام سے موسوم کی جاسکتی ہیں۔ جسٹینین کے زمانہ کے قبل قانون کے وہ مختصر حصے جو مجموعۂ قوانین کے علاوہ ہم تک پہونچے ہیں ان میں بعض فقرات ایسے موجود ہیں جن سے ہمارے اس بیان کا ثبوت ملتا ہے کیئیس (اول ۹۲) میں اس اولاد کا ذکر کرتا ہے جو ایک پردیسی عورت کے بطن سے اس مرد سے پیدا

ہوئی ہو، جس کا نکاح ممالک غیر کے قانون کے مطابق اس عورت سے ہوا ہو۔

اور (سوم - ۱۲۰) میں لکھتا ہے کہ ایک اسپانسر (Sponsor) یا فڈی پرامیسرس (Fidepromissoris) کے وارث پر اس کی بندش نہیں ہے بشرطیکہ وہ کسی ایسے غیر ملکی (Fidepromissoris) کا وارث نہ ہو جس کے شہر میں اس قسم کا قانون نافذ ہو۔

11 اور اپئین (بستم ۱۴) میں لکھتا ہے کہ ایک ڈیڈی ٹیٹیس (Dedititius) نہ تو بحیثیت ایک رومن کے وصیت کرسکتا ہے اسلئے کہ وہ پریگرینوس ہے اور نہ بحیثیت ایک پریگرینوس کے وصیت کا مجاز ہے کیونکہ وہ کسی خاص ملک کا باشندہ نہیں ہے (یعنے وصیت کا بحیثیت باشندہ روما کے مجاز نہیں ہے اور نہ وہ بحیثیت پردیسی کے وصیت کرسکتا ہے کیونکہ اس کی نسبت یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ وہ خاص کس شہر کا باشندہ ہے گو کہ وہ اپنے ملک کے آئین کے خلاف بھی وصیت کرے) یہ فقرات مجموعۂ قوانین میں داخل نہیں کئے گئے؛ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ کاراکالا نے سلطنت روما کے تمام آزاد باشندوں کو حقوق ملکی دے کر ان مقدموں کی تعداد کو جن میں تمدنی سوسائٹیوں کے قواعد کو کام میں لانے کی ضرورت ہوتی تھی اگر بالکل مفقود نہیں تو بیحد کم کردیا تھا۔ مگر اس پر بھی مجموعۂ قوانین میں اکثر ایسے فقرات موجود ہیں جن میں مختلف قوانین یا رسوم کا جو عملی طور سے قانون کا مرتبہ رکھتے ہیں تذکرہ پایا جاتا ہے اگرچہ ان میں کوئی ایسا لفظ نہیں مستعمل ہوا ہے جس سے آبادی کے کسی خاص

ساؔ سوگنی کا خیال ہے کہ کاراکالا کی عطا نے سوسائٹیوں کے شخصی اور ذاتی قوانین کو بدلا نہیں تھا (زمانۂ حال کے قانون روما کا نظام ۔ ۷، ۲۵) مگر وان بار کی رائے اس کے خلاف ہے (صفحہ ۱۴) مگر یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کاراکالا کا عطیہ صرف ان لوگوں کے لئے تھا جو اسوقت زندہ موجود تھے اور بطور نتیجۂ قانونی کے انکی اولاد کیلئے بھی۔ لیکن مختلف وجوہ کی بنا پر مختلف صورتوں میں ایک نئی اگرچہ مختصر جماعت آزاد لوگوں کی ایسی پیدا ہوگئی تھی جو اہل روما کے ملکی حقوق سے محروم تھی اور وان بار کی رائے کو تسلیم کرلینے کے بعد بھی ان کا جسٹینین کے مجموعہ قوانین کے قبل کے فقرات سے ایک حد تک کام لینا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ سوگنی کی رائے ہے کہ مجموعہ قوانین میں جن مسلمہ رسوم کا ذکر کیا گیا ہے ان سے صرف فریقین کے منشاء کے معلوم کرنے یا نقصان کی مقدار معین کرنے کا کام لیا جاتا تھا؛ ایسی صورت میں بھی وہ تقریبًا احکام قانون کے مساوی سمجھے جاتے ہوں گے۔

حصہ کی ذاتی حالت کی طرف اشارہ ہو بلکہ جو لفظ یا الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں مقام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مثلاً خلاصۂ قانون بست و یکم ۲ و ۶ میں یہ فقرہ پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی ریاست جس میں معاملہ اس رسم کی بنا پر ہوا، اس انتظام کے قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے تو یہ ضرور ہو گا.......... خلاصۂ بست و دوم کی ۱-۱ میں ذکر ہوا ہے کہ ملک کے رسم کے مطابق جہاں تعمیل ہوی.......... خلاصۂ بست و چہارم ۴ ۱ و ۵ ۱ میں بھی رسم مقامی.......... کا تذکرہ ہے۔ خلاصۂ یکم ۱-۴ ۲ میں مخصوص حقوق تمہارے ملک کے.......... خلاصۂ قانون چہارم ۲۳ و ۹ میں اضلاع کے رسوم.......... خلاصۂ ششم ۳۲ و ۲ اضلاع کے قوانین اور رسوم.......... خلاصۂ ہشتم ۴۹-۱ میں قانون شہر کے الفاظ واقع ہوے ہیں؛ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مغربی سلطنت کے ٹوٹنے کے وقت اس آبادی میں جو علاوہ ہیئرولی۔ استراگاتھ اور دوسرے شمالی فاتح فرقوں کے جو خاص رومی کہلاتے تھے مختلف قوانین یا ایسے رسوم جاری تھے جو قانون کا حکم رکھتے تھے۔ لیکن نہ فقرات متذکرۂ بالا اور نہ کوئی دوسرا ذریعہ اس امر کے دریافت میں ہماری مدد کرتا ہے کہ جہاں دو سلسلۂ قوانین یا ان میں سے کسی ایک اور عام قانون روما میں بلحاظ حالت کے اختلاف ہوتا تھا تو کن قواعد کی رو سے اس امر کا فیصلہ کیا جاتا تھا کہ اس معاملہ سے کونسا قانون متعلق ہو گا۔ اکثر اوقات ایک فقرہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام واقعات متعلقہ صرف ایک قانون کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اس سے جو نتیجہ نکل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اصولاً ایک مخصوص قانون کا جواز تسلیم کیا گیا تھا؛ غالباً یہ زیادہ غلط نہ ہو گا اگر ہم اس سے ایک ایسے نظام قانونی کا تصور قائم کرائیں۔ جس میں ذاتی یا شخصی قانون، مقام وقوع فعل یا جائداد کے ایسا محدود نہ تھا جیسا کہ وہ موجودہ زمانہ کے نظامہائے قانونی میں ہو گیا ہے اور جس میں حسب بیان سوگنی، ایک شخص کا ذاتی قانون، اس جماعت یا سوسائٹی کا قانون تھا جس کا وہ بلحاظ (Hereditary Origo) توریث کے ممبر تھا اگرچہ حدود اختیارات (Jurisdiction) میں توطن کو بڑا دخل تھا[۱]۔ 12

---

[۱] قاعدہ یہ تھا کہ ایک شخص بحیثیت مدعی علیہ کے ہر ایسی جگہ پہ طلب ہو سکتا تھا جہاں کا حق باشندگی بحیثیت

جو زمانہ اس کے بعد آیا اس میں ذاتی قانون کو اور زیادہ زور ہو گیا۔ شمال کی ہر فاتح قوم کے لوگ مفتوحہ سلطنت میں آکر آباد ہوتے گئے اور وہ لوگ اپنے قوانین کی پابندی کرتے رہے۔ انھوں نے ان مفتوحہ قوموں کو جن سے انھوں نے ملک لیا تھا یا اس سے پہلے کی مفتوحہ قوموں کو اپنے اپنے قوانین کی پابندی کرنے دی مثلاً قوم لمبارڈ نے اٹلی میں قوانین روما کو ان مخصوص اختلافات کے ساتھ جن کا ذکر پہلے ہو چکا خاص اہل روما کے لئے چھوڑ دیا تھا اسیطرح اٹلی میں قوم فرانک نے رومی اور لمبارڈی قوانین کو انھیں دونوں قوموں کے لئے چھوڑ رکھا تھا۔ اور نہ صرف اپنے لئے اپنے قوانین بلکہ ان لوگوں کے لئے بھی جو ان کے ساتھ آئے تھے، وہ تمام قوانین جو ان کی سلطنت ماوراءِ کوہ آلپس میں تسلیم کئے جاتے تھے اپنے ساتھ لائے۔

سلطنتہائے جرمنی میں اگر کوئی جرمن کسی ایسی سلطنت میں جاتا تھا جہاں اسکی سلطنت کا قانون تسلیم نہیں کیا جاتا تھا تو وہ اس قوم کے قانون کا تابع ہو جاتا تھا جس کو وہ قوی تر پاتا تھا۔ اس طور سے ایکدن کے کاروبار کے اثنا میں یہ ممکن تھا کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶ ۔ توریث (Origo) کے اس کو حاصل تھا اور نیز ہر ایسے شہر میں جہاں اس کا توطن ہوتا تھا۔ لیکن مجموعۂ قوانین میں مقدم الذکر اختیار کا بہت کم تذکرہ ہے! اول تو اس کی عمل آوری صرف اٹلی میں ہوتی تھی صوبے اسکے پابند نہ تھے! ان مقامات پر ایسے میونسپل مجسٹریٹ جن کو یہ اختیار حاصل ہو موجود ہی نہ تھے اسلئے توریث (Origo) کی بناء پر کوئی جورسڈکشن ہی نہ تھا۔ برخلاف اس کے توطن کا خالص تصور صوبہ اور اسکی وجہ سے شاہی گورنر کے جورسڈکشن سے ایسا ہی متعلق تھا جیسا کہ کسی خاص شہر کے جورسڈکشن سے لیکن اکثر فقرات پیش کردہ میں صاف طور سے صرف صوبوں ہی کا ذکر ہے اور ممکن ہے کہ اور لوگوں نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہو اگرچہ موجودہ حالت میں اس کا پتہ نہیں چلتا۔ دوسرے یہ کہ شاید عدالت سکونت مستقل بربنائے پیدایش کا اصول صرف ایسے لوگوں سے متعلق تھا جن کی پیدائش ایک مقام کی اور توطن دوسرے مقام کا ہوتا تھا اور وہ اتفاق سے اپنے مقام پیدائش میں پائے جاتے تھے لیکن اگر ایسا محدود کر دینے والا قاعدہ موجود بھی نہ ہوتا تب بھی مدعی اپنے مقاصد کے لئے عدالت توطن ہی کو ترجیح دیتا کیونکہ مدعی علیہ کا مقام توطن ہی میں بہ آسانی دستیاب ہونا ممکن تھا۔ سوگنی کا زمانۂ حال کے قانون روما کا نظام ۸ ۳۵ گو تھریہ کا ترجمہ صفحات ۱۱۲ و ۱۱۳) سوگنی اس قانون سے جن نتائج پر پہنچا وہ یہ ہیں (الف)

تم کو ایسے مختلف آدمیوں سے ملنے کا اتفاق ہو جو ایک ہی شہر میں مختلف قوانین کے تحت میں رہتے ہیں جیسا کہ اسوقت ہندوستان میں ہے جہاں یورپین، ہندو، اور مسلمانوں کا خانگی اور مذہبی قانون جُدا جُدا ہے۔ یورپ کے قرون ظلمت میں یہ اختلاف زیادہ تر نمایاں ہوگا کیونکہ اسوقت ایسے لوگوں میں جو اس سے متاثر تھے زیادہ تر تمدنی میل جول کی وجہ سے اس کا اثر قانون کی زیادہ شاخوں پر پڑتا ہوگا۔ عام قاعدہ یہ تھا کہ مدعی علیہ کا قانون، قانون نافذہ تھا اگر خود اس کے قانون سے کوئی ذمہ داری اسپر عائد نہیں ہوسکتی تھی تو کوئی ایسا قانون نہ تھا جو اس پر اس ذمہ داری کو عائد کر سکتا۔ 13
لیکن نکاح کا حسب قانون زوج منعقد ہونا لازم تھا اور اس قاعدہ کی اس سختی کے ساتھ پابندی کی جاتی تھی کہ جو عورتیں اپنے قانون کے لحاظ سے نکاح میں لائی گئی تھیں ان کو شوہر جس وقت چاہے علحدہ کر سکتا تھا۔ اس دستور کے خلاف ٹرائبر (Tribur) کی کونسل جو ۸۹۵ء میں منعقد ہوئی بجز مذہبی احکام کے اور کچھ نہ پیش کر سکی۔[۱]

اٹلی میں ان ذاتی قوانین کے اتباع کا طریقہ جو بعض گروہوں میں نہ بربنائے حق ملکی یا توطن بلکہ بلحاظ قومیت جاری تھا ان گروہوں اور جماعتوں کی کثرت اور زیادتی کی وجہ سے ختم ہوگیا جو قانون روما کی پابند تھیں اور جنھوں نے دوسری جماعتوں اور گروہوں کو اپنے آپ میں جذب کر لیا۔ یہ مسلم ہے اور اس کے لئے مختلف اسباب موجود تھے کہ جرمن فتوحات سے جماعتوں (Civitates) کی سیاسی وقعت اور غالباً ان کی بود و باش کے حدود میں بھی بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوئیں اور اسی کے مطابق حق باشندگی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۔ ایک ایسے معاہدہ میں جو دو مختلف ریاستوں کے باشندوں میں ہوا ہو ملک غیر کے مروجہ قانون کی بنا پر کسی فریق کے حق میں کوئی رعایت نہیں ہوسکتی۔ اس کا فیصلہ قانون ملک کے لحاظ سے ہونا چاہئے لیکن خاص خاص صورتوں میں سیاسی مصلحتوں کی بنا پر اسکے خلاف حکم دیا جاسکتا ہے۔

(ب) کسی شخص کو کسی خاص شہر میں حق باشندگی حاصل ہوجانے سے اس امر کا تصفیہ کیا جاتا ہے کہ وہ ذاتی طور سے کس ملک کے قانون کا تابع ہے اور اسی کی رو سے اسکا فیصلہ ہونا چاہئے ۲۵۶ گو تھ ہیر صفحہ ۱۱

۱؎ سانسی جلد ۱۸۔ جدول ۱۵۱ میں اس تخیل کی طرف بربنائے ہدایت ہسوگنی گیا ہوں جو اس کی تاریخ قانون روما قرون متوسطہ میں درج ہے۔

بر بنائے پیدائش کی قوت میں بمقابلہ حق توطن کے کمی واقع ہوئی۔ اور اسطرح اہل رعایا کی جماعت غالب مل ملا کر ایک غیر سیاسی جماعت بن گئی جس میں بغیر کسی جھگڑے یا اختلاف کے اضافہ کی گنجائش موجود تھی۔

جرمنی فاتح بجز لمبارڈ کے میدانوں کے تعداد میں اس سے بہت کم تھے جتنے وہ اضلاع ماوراء کوہ الپس میں تھے۔ برخلاف اس کے بہت سے شہروں کی نسبت یہ معلوم ہے کہ وہ قرون وسطیٰ کے تاریک اور ابتدائی زمانہ میں بھی خوشحال اور بارونق ہو گئے تھے اور صنعت اور تجارت جو ان کی خوشحالی کا باعث تھی رومی قانون اور اس کے اختیارات کی طالب اور محرک ہوگی اور ان جرمنیوں کے لئے جو ان کاموں میں مشغول تھے ان کے اختیار کرنے میں یہی امر باعث ترغیب اور تحریص ہوا ہوگا اور جب امرا کی بڑی جماعت، شہر کی زندگی کو خود ترجیح دیکر، یا بعض صورتوں میں شہر کے لوگوں کے جبر سے اکثر شہروں میں آباد ہوگئی، تو خود بخود جرمنی حدود و اختیارات کا دائرہ تنگ ہوگیا ہوگا، اور اس قابل نہ رہا ہوگا کہ جرمن کے ذاتی قوانین کو قائم رکھ سکے۔ یہ امر یقینی ہے کہ جب بارھویں صدی میں مجموعۂ قوانین کی واقفیت کی طرف دوبارہ توجہ کی گئی اور اٹلی کی قانونی حالت کا انکشاف ہوا، اس وقت تمام رعایا کا ان تبدیلیوں کے ساتھ جو کہ قوانین بلدیہ (Statutes of the Cities) کے نام سے موسوم تھے، قانون روما اور ایسے جورسڈکشن کا جو توطن پر مبنی تھا تابع ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

مجموعۂ قوانین کے شارح اور حاشیہ نویس اس تشابہ کو نہیں بتا سکتے جو اٹلی کے شہروں کے قوانین کو قوانین باشندگان ملک غیر (Peregrini) اور قوانین بلدیہ
14 (Civitates) سے تھا جنکا ذکر گیئیس اور اپیئن نے کیا ہے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ انکے پاس جسٹنین کے مجموعۂ قوانین سے پہلے کے قانون کا کوئی جز موجود نہ تھا جس میں نسبت ڈائجسٹ یا کوڈ کے بلدیت (Civitates) کی کیفیت زیادہ تر صراحت سے بیان ہوئی ہے مگر وہ ان قوانین کو ایسی نظر سے دیکھتے تھے جیسا کہ ان کی پیش کردہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے جس کے ضمن میں ان قوانین کے متعلق وہ جو کچھ لکھنا چاہتے تھے لکھ گئے ہیں۔

کوڈ کا پہلا قانون یہ تھا اور اسی کے ذریعہ سے شہنشاہ گریشنین، ویلنٹنین اور

تھیوڈوسیس نے اپنی تمام رعایا سے مسئلۂ تثلیث قبول کرایا" ہماری خواہش تمام ایسی اقوام سے جو ہماری "مرحمت آمیز حکومت" کے سایہ میں آباد ہیں یہ ہے کہ وہ اسی مذہب کو قبول کریں یہاں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ایک حکمران صرف اپنی رعایا کے لئے قانون بنانے کا مجاز ہے اور اسپر اکریسیس یا کسی دوسرے شخص نے یہ حاشیہ لکھا کہ "اگر بونینیا کا کوئی باشندہ موڈینا آئے تو اس کے معاملات قانون موڈینا کی رو سے نہ طے ہونے چاہئیں اسلئے کہ وہ اس قانون کے تحت میں نہیں آتا۔ یہ حکم ان لوگوں کو دیا گیا ہے جو ہماری "مرحمت آمیز حکومت" کے سایہ میں رہتے ہیں" اب ہم کو غور کرنا چاہیے کہ اس مضمون پر اس طور سے نظر ڈالنے کا کیا نتیجہ ہے۔ اول یہ کہ اس وجہ سے کہ قانون کا عائد کیا جانا اصول انصاف پر مبنی ہوتا ہے اور اس کا فیصلہ کرنے والی عقل تسلیم کی گئی ہے اس اصول کا انکار مستنبط ہوتا ہے جس کی بابت جان وٹ اور ہیوبر کو ایک مدت کے بعد شہنشاہی ملکی اقتدارات میں مبالغہ کرنے کی بنا پر یہ غلط رائے قائم کرنے کی ترغیب ہوئی کہ عدالت کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ قانون عدالت (Lex fori) کے سوا اسے کسی دوسرے قانون سے کام لے بجز اس کے کہ اخلاق یا کسی دوسرے مقصد کے لحاظ سے اس کی ضرورت واقع ہو۔ دوسرے یہ کہ چونکہ دلیل ایک مقنن کے مجریہ احکام کی اتباع ذاتی کے تصور سے شروع ہوتی ہے اسلئے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو قواعد ایسے قوانین کے حدود مقرر کئے جانے کی غرض سے قرار پائیں جو صرف ایک ہی جماعت میں رائج ہوں تو وہ ان نظامہائے قانونی کے متبعین پر بھی نافذ قرار پائیں گے جو سیاسی اتباع کے لحاظ سے اس سے مختلف ہیں اور جس کو ہم اس زمانہ میں قومیت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور چونکہ حکومت روما کا جس کو جرمنیوں نے دوبارہ زندہ کیا تھا سیاسی اتباع اکثر ان شہروں میں ہوتا تھا جن کے واسطے قانون زیر غور تھا اس لئے اندرونی قوانین کے حدود و استعمال کے علاوہ یہ سوالات پیدا ہوئے کہ ان کا تعلق عام روما کے قانون سے کیا ہے اور وہ ایسے مستثنیات قرار پائے جن کو یا تو ایک کم درجہ کی حکومت نے جاری کیا تھا یا ایسے شہنشاہی اقتدارات سے جاری ہوئے تھے جن کو لوگ بھول گئے تھے[1]۔

[1] وینس میں شہنشاہی حکومت تسلیم نہیں کی جاتی تھی۔ باوجود اس کے اس عمل کے متعلق کہ اہل وینس اپنے

15 کوہ الپس کے شمال میں قانونی تاریخ نے قرون وسطیٰ کے تاریک اور ابتدائی حصہ میں اس سے مختلف صورت اختیار کی۔ تمام ذاتی قوانین کو ان امرا کے اقتدارات نے جن کو فوجی خدمات کے معاوضہ میں بڑے بڑے اقطاع جاگیر میں دئے جاتے تھے، بالکل ضایع کر دیا تھا۔ فرانس میں یہ طریقہ "کارلو وِنجین" کی حکومت کے زوال کے بعد ہی رائج ہو گیا تھا اگرچہ جرمنی میں مرکزی حکومت نے ایک عرصہ تک امرا کے اس غصب کے مقابلہ میں جد و جہد جاری رکھی۔ امرا کی یہ جاگیریں (Châtellenies) چھوٹی چھوٹی ریاستیں بن گئیں جن کے باشندوں کو دوسرے حصۂ ملک کے باشندوں کے ساتھ بہت کم تعلقات رہتے تھے۔ ایک بیرونی شخص (Aubain) صرف ایک سال اور ایک دن ان امرا کی جاگیروں میں رہنے سے ان کا غلام (Serf) اور شہر میں اتنی ہی مدت رہنے سے شہری (Burgess) ہو جاتا تھا اور دونوں صورتوں میں مقامی آبادی میں جذب ہو کر اس کا ایک جزو شمار ہوتا تھا۔ رسم و رواج نشو و نما پانے لگے اور وہی مقامی عدالتوں کا قانون بن گئے۔ جاگیروں کے قوانین کے علاوہ بہت ہی شاذ صورتوں میں دوسرے قوانین سے مدد لینے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اگر اتفاقاً کوئی ایسی صورت پیش آجاتی تھی تو جاگیر کی غیر مرتب عدالتیں فرانس میں رومی اور جرمنی میں جرمنی قدیم روایات سے کام لیتی تھیں۔ گیارھویں اور بارھویں صدی میں شاید اس سے بھی کم ایسے مواقع پیش آئے ہوں جن میں موجودہ اصول قانون کے مطابق بجز قانون جاگیر کسی غیر ملک کے قانون سے مدد لینے کی ضرورت واقع ہوئی ہو۔ اس میں شک کرنے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں نظر آتی کہ عام طور سے بیرونی قوانین مطلق تسلیم نہیں کئے جاتے تھے اور فیصلے مقام عدالت کے مطابق ہوتے تھے، گویا جان ووٹ اور ہیوبر جو حدود ارضی کے اختیارات کے بے حد طرفدار تھے بلالحاظ بین الاقوامی اخلاق کے مسئلہ کے اس وقت مستند اور قابل اتباع تصور ہوتے تھے۔ قانون بلحاظ اپنی ذات اور حدود کے جائداد جاگیری پر مبنی تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۔ وصیت ناموں پر صرف دو گواہیاں لیتے تھے اور قانون روما کے لحاظ سے پانچ گواہوں کی ضرورت ہوتی تھی، ایک ماہر فن کا یہ خیال تھا کہ یہ فراموش شدہ رعایت جسٹینین کے جانشینوں نے ان کو دی تھی۔ دوسرے کی دلیل یہ تھی کہ چونکہ قانون روما کی رو سے ایک باپ اس کا مجاز ہے کہ وہ دو گواہوں کی موجودگی میں اپنی جائداد اولاد میں تقسیم کر سکے اسلئے ایک شہر جو اپنے باشندوں کے لئے بجائے باپ کے ہے اس کا مجاز ہے کہ

اور اگر کوئی اصول قعر گمنامی سے نکلتا تھا تو وہ فرانس کے اس طعنہ آمیز فقرہ پر مبنی ہوتا تھا "کہ تمام مراسم اور رواج حقیقت پر مبنی ہیں اور اپنے ملک میں سب پر حاوی مگر اس سے باہر بالکل بے کار ہیں"۔ ایک قانون کے نفاذ کے حدود مقنن کے حدود اختیارات تک وسیع ہو سکتے تھے لیکن یہ اختیارات بجائے اشخاص کے ملک کے حدود پر نافذ متصور ہوتے تھے۔

تیرھویں صدی کے اثنا میں بجائے مجموعۂ قوانین کی مزید حاشیہ نویسی کے اس کے خاص خاص حصوں کی علٰحدہ قانونی شرحیں لکھی جانے لگیں اور حاشیہ نویسان مابعد کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا جس میں چودھویں صدی میں سب سے زیادہ مشہور بارتولس کا نام ہے یہ سلسلہ جہاں تک کہ اس کو ہمارے مضمون سے تعلق ہے اسقدر طویل ہے کہ اس میں ڈومولن (Molinaeu) جو سولھویں صدی کے وسط میں تھا شریک ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں نے جو کچھ ہمارے مضمون کے متعلق لکھا ہے وہ زیادہ تر مجموعۂ قوانین کے پہلے قانون (Cunctos populos) کی شرحیں ہیں، جن کا مقصد یہ ہے کہ مختلف قوانین کے حدود نفاذ کے متعلق قواعد بنائے جائیں جس کی ضرورت حاشیہ نویس ظاہر کر چکے تھے۔ ان میں سے بعض قواعد جن کی تائید میں وہ عقلی دلائل پیش کرتے تھے، 16
جن میں اس زمانہ کی روش کے مطابق اکثر خلاصۂ قوانین اور مجموعۂ قوانین کے غیر متعلقہ فقرات ہوتے تھے، غالباً ایسے تھے جن پر پہلے سے عملدرآمد تھا، مگر وہ لوگ ان کو تسلیم نہیں کرتے تھے کیونکہ نہ ان کے واسطے کوئی تحریری سند موجود تھی نہ غالباً ان میں تواتر تھا۔ یہ فرض کرنا دشواری سے خالی نہیں کہ ایسی ترقی یافتہ سوسائٹی نے جیسی اس زمانہ میں اٹلی اور جنوب فرانس میں موجود تھی اور جس کی یونیورسٹی اور قانونی مدارس میں حاشیہ نویسان مابعد نے تعلیم پائی تھی، اس عملدرآمد کو ترک کر رکھا ہو۔ ماہرین فن کا معاہدات کو اس مقام کے قانون پر محول کرنا جہاں ان کی تکمیل ہوئی تھی (Lexloci-Contractus Celebrate) صاف طور سے بتا رہا ہے کہ بڑے میلوں میں جن میں اس زمانہ میں زیادہ تر خرید و فروخت ہوتی تھی، انہیں عملدرآمدوں کے مطابق عمل ہوتا ہوگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱ - جائداد کو تقسیم کرنے میں اس سے زیادہ کارروائی کو غیر ضروری قرار دے۔
بارٹولس مجموعہ ۱-۱-۱

اور ان کا توطن کو قانون اہلیت کے اتباع کا معیار قرار دینا اور اس حکم کو پیش کرنا کہ ایک صوبہ کا پریسیڈنٹ صرف انھیں لوگوں کا ولی مقرر کرسکتا ہے جو اس صوبے کے باشندے یا متوطن ہوں۔ (خلاصہ مجموعۂ قوانین بست و ششم ۵-۱ و ۲) غالباً ایسا غیر متعلق نہ تھا جیسا کہ بعض اوقات ظاہر کیا جاتا ہے بلکہ اس اصول متعارفہ پر مبنی تھا کہ بحالتِ ضرورت صرف عدالت اہلیت کے عطا کی مجاز ہے اور وہی اس کا فیصلہ کرسکتی ہے کہ اہلیت مطلوبہ کی مقدار کیا ہونی چاہیئے جیسا کہ اس قانونی مقولہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ "عدالت کے انتخاب سے قانون مقام عدالت کا استعمال مستنبط ہوتا ہے کیونکہ قانون کا انحصار اس مقام پر ہے جہاں مقدمہ کی سماعت ہوتی ہے" لیکن جو حقیقی کام حدود قوانین کے صحیح تعین کا بعد کے حاشیہ نویسوں کے سامنے تھا وہ ان دو اصول میں مطابقت دینا یا کم از کم ایک طریق عمل کا قائم کردینا تھا جس میں رومی اصول نافذ کردہ شروح کے لحاظ سے قانون کا انحصار ذاتی اتباع پر تھا اور جاگیری اصول نے جیسا کہ ہم کو معلوم ہو چکا ہے، قانون کو متعلق بہ ملک قرار دیدیا تھا۔ مقدم الذکر اصول میں مالک جائداد کے توطن پر اور مؤخر الذکر میں جائداد کے مقام وقوع یا بہ اختلاف حالت منقولہ یا غیر منقولہ ہونے پر، زور دیا جاتا تھا اور اس اختلاف کا اثر مرنے کے بعد توریث کے مسئلہ پر پڑتا تھا۔ جنوب فرانس ان دونوں اصول کے التقا کا مقام تھا۔ بارٹولس کے چار پیشروں میں سے جن کی تالیفات کے وہ جابجا حوالے دیتا ہے اور جنھوں نے تیرھویں صدی کے اندر ہی کام کیا ہے صرف ایک، اٹلی کا باشندہ تھا باقی لینگوڈاک، لورین اور لوربنیں کے رہنے والے تھے۔ ان چاروں میں سے تین نے اٹلی میں قانون پڑھا تھا اور ان میں سے دو نے ٹولیس یا اربینین میں قانون پڑھایا تھا۔ اس اصول کے حدود کا تعین کرنا بیحد مشکل ہے اور شخصی قانون بین الاقوام میں یہ اصولی بحث آج تک طے نہیں ہوئی ہے۔

17

دوسو برس کی بحث کے بعد بھی فن نے اس مقام سے ایک قدم آگے نہیں بڑھایا جہاں بارٹولس نے اس کو چھوڑا تھا۔ ان قوانین کا تعین جن کا نفاذ بلحاظ حدود ارضی کے تھا اور جو حقیقی (Real) کہلاتے تھے، ایک ایسے سوال کے جواب پر منحصر تھا

ع۵ کولیس ساکن ڈیورانٹس (لانگ ڈوک) یعقوب ساکن راوینا (روگنی لورین) پطرس ساکن بیلا پرتیکا (بورگنو) اور سائینس (پستویا) لینے جلد اول ۱۱۸-۱۲۲۔

جو نا قابل حل ہونے کی وجہ سے متفق علیہ ہو ہی نہیں سکتا تھا خواہ اس کا مقصود زیادہ تر اشیاء قرار دیے جائیں یا اشخاص۔ آخر کار ڈو مولن نے جو اس مسئلہ پر لکھنے والوں میں سب سے زیادہ قانونی دماغ رکھتا تھا اپنی باوقعت تحریرات سے فن میں بہت کچھ اضافہ کیا۔ اس کا رجحان اس طرف تھا کہ بہ نسبت قانونی قواعد کے زیادہ تر زور فریقین کی نیت پر دیا جانا چاہیئے اور اس بناء پر رسم و رواج کو بجائے قابل پابندی قواعد کے ایسا عملدر آمد قرار دینا چاہیئے جس کے مطابق عمل کرنے پر لوگ خود رضا مند ہو گئے ہیں۔ اسکی تمثیل میں وہ اصول پیش ہو سکتا ہے جو مشورہ (Consilium) نمبر ۵۲ میں دیا گیا ہے جس میں وہ لکھتا ہے کہ "جب نکاح بغیر معاہدۂ صریح کے ایسے حدود ارضی کے متوطنین میں واقع ہو جہاں کوئی دستور جاری ہے، تو دستور مذکور میں خاموشی فریقین کی وجہ سے معاہدہ کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا تعلق فریقین کی اس جائداد غیر منقولہ سے بھی ہو جاتا ہے جو ایسے حدود ارضی میں واقع ہو جہاں دوسرا دستور جاری ہے"۔ یہ خیال اس زمانہ کی عام رائے سے مختلف تھا۔ جو ایسی صورتوں میں قانون مقام وقوع جائداد کی مؤید تھی۔ ڈو مولن کی اس رائے کی ایک برٹینی کے رہنے والے امیر اور مجسٹریٹ مسمی بہ ڈی ارجنٹری نے سخت مخالفت کی۔ اس نے ہر صوبہ کی علیحدہ حکومت کے قیام کی تائید میں رسم و رواج کی حقیقت کو وہ مرتبہ دیا جو ابتک فرانس کی پارلیمنٹ اور یونیورسٹیوں نے اس کو نہیں دیا تھا، اگرچہ ممکن ہے کہ بعض دور افتادہ جاگیری عدالتیں ایسی موجود ہوں جن میں بعد کے حاشیہ نویسوں کے علم و فن کی روشنی کسی وقت بھی نہ پہنچی ہو۔ قوانین حقیقی اور ذاتی میں منقسم تھے اس نے ایک اور مرکب قسم قانون کی قرار دی جس میں اشیاء و اشخاص دونوں کا لحاظ کیا گیا تھا، اس کا خیال تھا کہ اس کو بھی حقیقی قانون کے طور سے برتنا چاہیئے، ایسے قوانین میں جن کا عمل بیرون حدود ارضی ہوتا ہے، وہ صرف ان قوانین کو تسلیم کرتا تھا جو ایک انسان کی خالص عالمگیر حیثیت کا بغیر کسی آمیزش جائداد یا معاملہ کے فیصلہ کرتے تھے فرانس کے اصول قانون جاننے والوں کے اعلیٰ طبقہ میں ڈی ارجنٹری کی اس رائے کی ابتداءً کوئی زیادہ وقعت نہیں ہوئی۔ قوانین میں جو تصادم ہوتا تھا وہ بجائے کسی دوسرے ملک کے قوانین کے خود سلطنت کے مختلف صوبوں کے قوانین میں ہوا کرتا تھا، 18

اگرچہ سترھویں صدی کے فرانس میں ہر صوبے کی علٰحدگی کے مسئلہ میں ایک گونہ ضعف پیدا ہوگیا تھا اور قانونی اصول کی پابندی کو کامیابی ہوتی نظر آتی تھی مگر دوسرے ممالک میں مختلف قوموں کے میل جول اور متحدہ نیدرلینڈس کی خودمختاری جس نے اپنے مختلف صوبوں کی آزادی میں بہت ہی کم دست اندازی کی تھی اور سلطنت سے ممالک بلجیم کی عملی علٰحدگی نے بشمول ان حقوق محصلہ کے جن کے وہ لوگ بیحد شائق تھے، اس تصادم کو مختلف سلطنتوں کے قوانین میں زیادہ تر نمایاں کر دیا۔ ایسی حکومتوں میں طریقۂ جاگیرداری (Feudalism) نے حدود ارضی کے اصول کو مرجح اور عام کر دیا تھا۔ پس ولندیز کے مقننین نے ڈی ارجنٹری کے اصول کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس کو بغیر کسی منطقی تامل کے بہت آگے بڑھا دیا۔ بلجیم میں جو صوبہ دار اسپین کی طرف سے مقرر تھے ان کے حکم مصدرہ ۱۶۱۱ء میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر ایک وصی کے مقام سکونت اور اس مقام کے رسم و رواج متعلقہ آخری وصیت میں کچھ اختلاف ہو جہاں کہ جائداد واقع ہے تو مقام وقوع جائداد کا دستور نافذ ہوگا۔ اور اسی سے جائداد کی نوعیت (خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ) اور اس کے انتقال کے اختیار اور منتقل کرنے والے کی عمر اور ان طریقوں اور کارروائیوں کا جو اس کیلئے ضروری ہیں، فیصلہ کیا جائے گا۔ ۱۶۲۴ء میں اس کی سرکاری طور سے تعبیر شائع کی گئی جس میں بتایا گیا تھا کہ طریقوں اور کارروائیوں سے وہ طریقے اور کارروائیاں مراد ہیں جو کہ معاملہ کے لئے ضروری ہوں (Solennites dufond) نہ کہ ظاہری طریقہ اور کارروائیاں لیکن بلحاظ عمر وغیرہ کے اہلیت کا فیصلہ کرنے والا وہی قانون مقام وقوع جائداد، برقرار رکھا گیا جس کی تعلیم برگنڈس نے اپنی کتاب مباحث متعلقۂ مراسم فلانڈرس و دیگر اقوام مطبوعہ ۱۶۲۱ء میں دی تھی۔ اس کتاب میں جو اس نے ایسے زمانہ میں لکھی تھی جبکہ وہ بحیثیت بیرسٹر کے گھینٹ میں کام کرتا تھا اس نے ڈی ارجنٹری کو نہایت ہی ذہین اور فہیم شخص بتایا ہے اور اس جدید اصول کی حقیقی صورت کو تصادم قوانین کے مسئلہ کے ضمن میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "جائداد انسان کا خون اور اس کی جان ہے، وہ انسانوں کی تابع نہیں ہوتی بلکہ خود ان کو اپنے طرف کھینچتی ہے، وصیت نامہ کی تکمیل کے لئے جو کارروائیاں عمل میں آتی ہیں وہ خاص اوصاف ہیں جو جائداد سے منتسب کر دیے گئے ہیں"۔ اسی زمانہ میں اس مسئلہ کو حدود مملکت کے ساتھ متعلق

کرنے کی نسبت گروٹیس نے بھی اسی زور و شور کے ساتھ لکھا۔ وہ اپنی قانونی کتاب
19 (De Jure belli ac pacis) مطبوعہ ۱۶۲۵ء میں اس بیان کے بعد کہ قوانین بالعموم
کے بعض وعدوں کو باطل قرار دیتے ہیں اور بعضوں کی نسبت معاوضہ دلواتے ہیں (۱ اور ۲
سی ۱۱ ایس و ۵) کہتا ہے کہ "یہ سول قوانین کے لئے مناسب امور ہیں اور اس بنا پر ان کو قانون
فطرت اور قانون ممالک (Jus gentium) سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا بجز اس کے کہ
یہ فطری امر ہے کہ وہی سول قانون ایسے ممالک میں استعمال کئے جائیں جہاں وہ نافذ ہیں
اس لحاظ سے اگر کوئی پردیسی شخص بھی کسی باشندۂ شہر سے کوئی معاہدہ کرے گا تو وہ
انہیں قوانین کا پابند ہوگا کیونکہ جو شخص کسی مقام پر معاہدہ کرتا ہے وہ بحیثیت عارضی
رعایا ہو جانے کے اس مقام کے قانون کا تابع ہو جاتا ہے"۔ گروٹیس نے لکھا ہے
(اول (۱) سی و دفعات ۱۳ و ۱۴) کہ سول قوانین کا ماخذ سول حکومت کی نیت یا ارادہ
ہے اس سے اس کا مقصد یہی ہے کہ واضع قانون کی نیت یہی فرض کی جا سکتی ہے کہ وہ
ان تمام امور پر حاوی ہو جو اس کے حدود و اختیارات کے اندر ہوں، اس کی نیت ہرگز یہ نہیں
ہو سکتی کہ وہ ایسا قانون وضع کرے جس کے نفاذ کے جائز حدود کا فیصلہ فن اصول قانون
کی رو سے کیا جائے بلکہ اس کی نیت یہی ہوتی ہے کہ وہ ایسا قانون وضع کرے جو تمام ایسے
سوالات سے متعلق ہو جو اس کے ملک میں پیدا ہوں مثلاً ایسے پردیسی کی اہلیت کا مسئلہ
جو اس کے ملک میں معاہدہ کرے۔ اسلئے اصولاً صرف قانون مقام عدالت (Lexfori) ایسا
قانون قرار پاتا ہے جس سے ان معاملات کا تصفیہ کیا جائے جو ان حدود ارضی میں واقع
ہوں۔ ممکن تھا کہ گروٹیس اس رائے میں کچھ ترقی کرتا اگر اس کی کتاب کا اصل مضمون اس کو
اس بارہ میں مزید اظہار رائے کا موقع دیتا۔ فقرۂ متذکرۂ بالا میں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ "معاملہ کی
شکل بالکل برعکس ہوگی اگر معاہدہ سمندر یا کسی ویران جزیرہ میں یا بذریعۂ تحریر ایسے اشخاص میں
کیا جائے جو دو مختلف ممالک میں رہتے ہوں کیونکہ ایسے معاہدے قانون فطرت سے
طے ہوتے ہیں"۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس کو اس نتیجہ کے نکالنے میں کچھ پس و پیش نہیں ہے
کہ اصول حدود ارضی جیسے کہ اس کے ذہن میں تھے اگر انتہائی منطقی نقطہ تک لیجائے جائیں تو
بہت سے مقدمات کے تصفیہ کے لئے قانون مقام عدالت بھی مکتفی نہیں ہو سکتا ان کا
فیصلہ عملی طور سے جج کی نصفت آمیز رائے پر منحصر ہونا چاہیے۔

اس زمانہ کے بعد سے شمال میں جدید خیالات رائج ہو گئے، جو مستند کتابیں اس زمانہ میں لکھی گئیں خود ان کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر قانون کے حدود متعین کرنے کی بجائے بحالت اختلاف و تناقض قوانین بذریعۂ ثالثی فیصلے کئے جانے کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ ایسے معاملات میں جو اپنی وسعت یا اہل معاملہ کے لحاظ سے مختلف ممالک سے متعلق ہوں، قوانین میں تناقض یا تصادم کا ہونا ایک لابدّ امر تھا، بشرطیکہ ایک حدود ارضی میں شاہی حقوق اور اس حدود ارضی سے گذرنے والے شخص کی عارضی رعایا ہونے کے اصول پر تھوڑا سا بھی زور دیا جاتا۔ اس طور سے سترھویں صدی میں پال وئٹ کی کتاب "قانون تحقیقات یکجائی" اور ہیوبر کی "اختلاف قانون" جو دونوں ڈچ تھے اور ایک جرمن ہرٹیس کی کتاب "اختلاف قانون" شایع ہوئی انھوں نے مختلف حدود طے کیے، مگر اس اصول کا باضابطہ طور سے معرض بیان میں لانا کہ ممالک غیر کے قانون بمقابلہ انصاف کے تسلیم کرنا اخلاق یا ارتباط باہمی پر منحصر ہے ہیوبر اور نوجوان (جان) وئٹ کے حصے میں تھا۔ جان وئٹ نے غیر ممالک کے قوانین کی پابندی کو بربنائے ارتباط فیاضی اور باہمی امداد کے تسلیم کیا نہ بطور اس کے کہ کوئی شخص اس کی وجہہ سے مجبور ہو جائے۔

ہیوبر نے تین اصول قائم کئے جو مشہور اور معروف ہو گئے (۱) ہر حکومت کے قوانین اس کے ملک میں نافذ ہوتے ہیں اور اس کی تمام رعایا اس کی تابع ہوتی ہے۔ ان کا کوئی اثر اس ملک سے باہر نہیں ہوتا۔ (۲) تمام ایسے اشخاص جو اس کے ملک میں پائے جاتے ہیں خواہ ان کا قیام مستقل ہو یا عارضی وہ سب اسی حکومت کی رعایا متصور ہوتے ہیں (۳) سلطنتوں کے حکمراں اخلاقی طور سے دوسرے اقوام کے ان قوانین کو تسلیم کرتے ہیں جو خود ان کی سلطنت میں ان پر نافذ ہو چکے تا کہ اس کے اثرات ہر جگہ قائم رہ سکیں، بشرطیکہ دوسری حکومتوں کے اقتدار یا خود ان کی رعایا کو اس سے کوئی مضرت نہ پہونچتی ہو۔

اٹھارھویں صدی میں پھر اس مضمون پر فرانس میں بحث شروع ہوئی مگر فرولینڈ بوہیر اور بولینوئس جو کچھ کر سکے وہ صرف اتنا تھا کہ انھوں نے قدیم خیالات کو جدید اور غیر مکمل صورتوں میں مرتب کر کے دوبارہ پیش کیا جس کا آخری نتیجہ "اصول تطابق قوانین" (Les Statuaires) کا قیام تھا جس کی نسبت خیال کیا جاتا تھا کہ وہ نپولین کے کوڈ کے نفاذ

کے بعد بھی اس حد تک بحال رہا جس حد تک کہ وہ کوڈ نذکور سے منسوخ نہیں ہوا تھا اور اس کی تعبیر میں کام دیتا تھا۔ اس کے اہم خصوصیات، جو اٹھارھویں صدی کے وسط تک یورپ کے دیگر ممالک میں قائم ہو گئے تھے، وہ تھے جن کا ذکر صفحات ۹۰۰ ا اصل کتاب انگریزی) میں ہو چکا ہے۔ جو اصول انگلستان میں اختیار کئے گئے ان کا تشابہ ڈچ اسکول سے صفحہ ۹ (اصل کتاب انگریزی) پر بیان ہوا ہے جس کی رو سے قانون مقام وقوع کی عمل آوری پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ انگلستان کے مصنفین اور ججوں نے اگرچہ ارتباط (Comity) کے اصول کو جان ووٹ اور ہیو بر سے اخذ کر لیا مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا ان لوگوں نے سختی کے ساتھ اس کو انصاف سے علیحدہ معنوں میں سمجھا تھا یا نہیں۔ یورپ کے دوسرے ممالک میں ارتباط (Comity) اور انصاف عام طور سے دو مختلف چیزیں متصور ہوتی ہیں، مگر بقیاس غالب اس ملک میں عام خیال یہ رہا ہے کہ ہر مسئلہ کو قانون مقام عدالت کی رو سے نہ طے کرنے میں ایک قسم کی رعایت ہے اور اس رعایت کی بنیاد نہ صرف اس آسانی پر ہے جو ضرورت کی حد تک پہنچتی ہے بلکہ اس فن قانون کا لحاظ بھی ہے جس کا موضوع انصاف ہے اور جس کو ملک کے قانون نے اپنی تعبیر اور نفاذ کے حدود کے تعین میں اختیار کر لیا ہے اور جس سے خیال کیا جاتا تھا کہ قواعد ارتباط (Comity) ماخوذ ہیں۔ چونکہ انگلستان والے یورپ کے دوسرے ممالک کی ان کتابوں سے پوری طرح واقف نہ تھے جو اس مضمون پر لکھی گئی تھیں اس لئے وہ یہی سمجھتے رہے کہ اس فن اور اس کے قواعد کے متعلق پورا اتفاق ہے۔ اور جب اس کا کوئی قاعدہ ایک مرتبہ انگلستان کی عدالتوں میں تسلیم کر لیا جاتا تھا تو عدالتیں انھیں نظائر کی پابندی میں ایسی مزید تحقیقات سے باز رہتی تھیں جو اس کے عام طور سے مقبولہ ہونے میں کسی قسم کا شبہ ڈال سکے۔

اس طور سے انگلستان میں شخصی قانون بین الاقوامی کے استعمال کی بنیاد پڑ گئی، لیکن چند سال سے عدالتوں نے زیادہ تر آزادی کے ساتھ اس قانونی علم سے کام لینا شروع کر دیا ہے جو وسیع تر پیمانہ پر حاصل کیا گیا ہے۔ 21

اٹھارھویں صدی کے بعد سے شخصی قانون بین الاقوامی کے مسئلہ پر سب سے ممتاز لکھنے والا سیوگنی ہے جس نے اپنی کتاب "زمانہ حال کا رومن لا سسٹم"

کی آٹھویں جلد میں اس کا ذکر کیا ہے، یہ کتاب ۱۸۴۹ء میں طبع ہوئی۔ قانون کی نسبت اس نے جو عام تصور قائم کیا تھا اور جس کا کوئی تعلق اس نے واضع سے نہیں رکھا تھا ایسا تھا کہ غالباً وہ کسی طرح بھی اس قدیم طریقہ کو اختیار نہیں کر سکتا تھا جس کے ذریعہ سے ہر قانون کے اثر کا دائرہ حکمراں گورنمنٹ کی طرف سے متعین ہوتا ہے، خواہ وہ اشخاص سے متعلق ہو یا حدود و اراضی سے۔ قدیم طریقہ پر اس کو جو سخت اعتراض تھا وہ اس تجربہ سے اور زیادہ قوی ہو گیا تھا کہ طریقۂ مذکور کسی مسلسل نظام کے قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ اس نے صحیح طور سے جو سوال قرار دیا تھا وہ یہ تھا کہ ہر قانونی نسبت، قانون کے کس خاص قاعدہ کے تحت میں داخل ہوتی ہے گویا اس نے اپنے فلسفۂ قانونی کے لحاظ سے قانون کے ہر قاعدہ میں ایک بالذات قوت تسلیم کی تھی۔ ہم کو اس موقع پر اس بارہ میں اس سے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں ہے کہ ہر قاعدہ کی قوت کو اس نے ایک رقبہ (Rechtsgebiet) کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ جب ایک قاعدہ کا تعلق صرف انسان سے ہوتا ہے یعنے وہ قاعدہ اس کے حصول جائداد اور اس پر قابض رہنے اور عمل کرنے کی اہلیت کو بتاتا ہے تو انسان مذکور اس کے حدود اختیارات میں توطن اختیار کرنے کی بنا پر اس کا ماتحت ہو جاتا ہے اس نتیجہ پر پہنچنا ایسے شخص کیلئے لازم تھا جو اس مضمون پر بطور شارح قانون رہا کے جس سے "حق باشندگی بحیثیت توریث" (Origo) کا اصول ساقط کر دیا گیا ہو قلم اٹھانا چاہتا ہے۔ جب یہ قانونی تعلق ان اشخاص یا اشیاء کے اختلاط سے پیدا ہو جو مختلف حدود و اراضی سے متعلق یا ان میں واقع ہوں جیسا کہ خاندانی قوانین یا حقوق اور فرائض متعلقۂ اشیاء یا مجموعۂ اشیاء میں ہو جیسا کہ موت کی توریث وغیرہ، تو نافذ قاعدہ وہی قرار پائیگا جس سے اس نسبت کا تعلق ہو یا جو اپنی صحیح نوعیت کے لحاظ سے اس کے تحت ہو اس کو سیوگنی بھی ان حدود اراضی کا قاعدہ بتاتا ہے جہاں اس تعلق کی بنیاد قائم ہے۔ یہ امر اس کے مساوی تھا کہ ہر قانونی نسبت کے متعلق قاعدہ کا انتخاب، انصاف اور آسانی کے احساس پر منحصر رہے کیونکہ مقام تعلقات کو معرض بحث میں لانے کا کوئی خاص مفاد نظر نہیں آتا جب کہ خود مقامات کا تعین، انصاف اور آسانی پر رکھا گیا ہے۔ خاص خاص سوالات کے مباحث میں سیوگنی کی رائے کی خواہ کچھ ہی وقعت ہو مگر ہمارے موضوع کے متعلق اس نے جو

اہم خدمت کی وجہ یہ ہے کہ اس نے لوگوں کی توجہ انسانوں یا مقامات پر حکومت کے اختیار سے پھیر کر ہر معاملہ قانونی زیر بحث کی حقیقی نوعیت کی طرف مبذول کرا دی اور قانون مقام وقوع جائداد پر زور دینے کا جو خیال ڈی ارجنٹری کی تحریرات سے پیدا ہو گیا تھا، اس کو روک دیا۔ اس تعلیم کا اثر ابھی تک کچھ نہ کچھ باقی ہے اگرچہ فی زمانا حکومت کا تصور اس فن کے مصنفین کی تحریرات میں اسقدر غالب ہے کہ بہت ہی کم مصنفین بغیر اس تصور کی طرف اشارہ کئے رہ سکتے ہیں۔ 22

اس طور سے ایم پلیٹ جو کہ اس مضمون پر سب سے آخر اور سب سے زیادہ قابل لکھنے والا ہے انتخاب قوانین کے بارہ میں حکومتوں کے اقتدار اعلیٰ کے متعلق یہ اصول قائم کرتا ہے کہ "ترجیح ہمیشہ ایسی حکومت کو دی جانی چاہیئے جس کو مسئلہ زیر بحث کے حل سے زیادہ تر دلچسپی ہو"[51] لیکن چونکہ اس امر کا اندازہ اور مقابلہ کہ اس مسئلہ کے حل سے زیادہ دلچسپی کس حکومت کو ہے عقل ہی سے کیا جاتا ہے اس لئے قانونی نسبت کی حقیقی نوعیت پھر بطور معیار کے بحث میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس نوعیت پر ممکن ہے کہ زیادہ تر فریقین معاملہ یا حکومتوں کے اقتدار کے لحاظ سے نظر ڈالی جائے، اگرچہ صحیح رائے وہی ہے جس میں ان دونوں امور پر نظر رکھی جاتی ہے لیکن ہر واضع قانون کی نسبت کم سے کم یہ خیال کیا جائے گا کہ اس کی نیت تھی کہ اس کے وضع کردہ قوانین کی تعبیر بلحاظ اصول اہل فن کی جائے گی نہ یہ کہ وہ ہر ایسی قانونی حیثیت میں جو اس کے حسی اقتدار کے اندر ہو یا تمام ایسے اشخاص کے افعال میں جو اس کے حدود ارضی میں سرزد ہوں استعمال کئے جائیں گے۔ بہ استثنائے ان امور کے جن کی نسبت اس نے بر بنائے ارتباط (Comity) بمقابلہ انصاف کے اجازت دی ہو[52]

---

[51] پلیٹ کے اصول قانون شخصی بابت ۱۹۰۳

[52] یورپ کے دوسرے ممالک میں ان اصول کے متعلق جو جدید مباحث ہوئے ہیں ان کے لئے دیکھو پلیٹ کا مجموعہ قانون عام لوگوں کے لئے، صفحہ ۱۴۰ سنہ ۱۹۱۲ء۔

فصل دوم

توطن و قومیت و مسئلہ "رنوائے"

RENÓVI

شخصی قانون بین الاقوام کی تاریخ اٹھارھویں صدی عیسوی تک بطور اختصار اوپر دی جاچکی ہے اس زمانہ کے بعد سے یورپ کے ممتاز ممالک میں قانون کی تدوین اور ان بین الاقوامی معاہدات نے جو سنہ ۱۸۹۶، ۱۹۰۲ اور ۱۹۰۵ میں ضابطہ، ازدواج، طلاق اور ولایت سے متعلق مرتب ہوئے اور جو ہیگ کی سرکاری مجالس منعقدہ سنہ ۱۹۰۰، ۱۸۹۴، ۱۸۹۴ ۱۹۰۰ کے نتائج تھے، اس مضمون کی نشو و نما کی ظاہری شکل پر بڑا اثر ڈالا۔ بدقسمتی سے انگلستان نہ ان معاہدات میں شریک ہوا اور نہ ان مجالس میں[1] یورپ کے دیگر ممالک میں شخصی قانون کا معیار بجائے توطن کے سیاسی قومیت قرار پایا اور عام طور سے وہ تسلیم کرلیا گیا بعدہٗ اس مسئلہ پر جو (Renvói) کے نام سے موسوم ہے مباحث شروع ہو گئے ان امور نے بھی اس مسئلہ پر کچھ کم اثر نہیں ڈالا۔ شخصی قانون بین الاقوام کی مشکلات کا اندازہ اس سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ علاوہ ان قوانین کے اختلافات کے جو باہم متصادم ہوتے ہیں ان قواعد میں بھی اختلاف واقع ہوتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ قانونی اختلافات طے ہوسکتے تھے۔ ضابطہ کے متعلق جو اختلاف ہے اس کی ابتدا اس واقعہ سے نہیں ہوئی کہ بعض ممالک نے شخصی قانون بین الاقوام کا معیار قومیت کو قرار دیا اور بعض نے توطن کا معیار قائم رکھا بلکہ اس کا وجود پہلے سے اس مسئلہ کے اختلاف پر مبنی تھا کہ آیا

---

[1] سنہ ۱۹۰۲ء اور سنہ ۱۹۰۵ء کے معاہدات سے فرانس نے اظہار ناراضی کیا اور بعض کو بلجیم نے بھی ناپسند کیا۔ سنہ ۱۹۰۵ء کا معاہدہ متعلقہ ضابطہ دیوانی صلح نامہ ورسیلز کے دفعہ ۲۸۷ میں جو جرمنی سے ہوا مندرج ہے مگر فرانس، ان ریاستوں سے جنھوں نے تجدید معاہدہ کی، مستثنیٰ کردیا گیا ہے۔

قانون مقام معاہدہ تکمیل ضابطے کے لئے لازمی تھا یا صرف اختیاری۔ اور آیا وصیت نامہ کی تکمیل میں قانون مقام توطن، جائداد منقولہ کی نسبت، اور قانون مقام وقوع جائداد، جائداد غیر منقولہ کی نسبت، قانون مقام معاہدہ کا ناسخ تھا یا نہیں۔ لیکن اس میں کچھ کلام نہیں کہ معیار مذکور کو قومیت سے علیحدہ کرکے توطن پر قائم کرنے کا نتیجہ اگرچہ وہ پوری طور سے قائم نہیں ہوا، یہ تھا کہ اس نے انگلستان اور نیز دوسرے ممالک میں شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد کے اختلافات کو عملی طور سے پیشتر سے زیادہ تر نمایاں کردیا؛
24 باوجود اس کے کہ انگلستان اس وقت تک توطن کے قدیم اصول کو اختیار کئے ہوئے ہے۔ اس لحاظ سے قبل اس کے کہ ہم اپنے مضامین کے کسی خاص مسئلہ سے تفصیلی بحث کریں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عام مواد سے بحث کی جائے جس سے ہم کو وقتاً فوقتاً سابقہ پڑتا رہیگا۔ اور جہاں تک ممکن ہوگا ہم وہی سوانحانہ طریقہ اس میں بھی اختیار کریں گے جو ہم نے فصل اول میں اختیار کیا ہے۔

قبل اس کے کہ سوگنی اس مضمون پر لکھے اگرچہ اس کو بحیثیت شارح قوانین روما کے، اس سے کوئی تعلق نہ تھا، یورپ کے دوسرے ممالک میں بجائے توطن کے سیاسی قومیت کو حیثیت اور اہلیت کے معاملہ میں معیار قرار دینے کی تحریک شروع ہو چلی تھی۔ یہ بشمول اس انتہائی اصول ارضی کے جس کا طرفدار ارجنٹری تھا ہمارے مضمون میں دو ایسی اہم تبدیلیاں خیال کی جاتی ہیں جو بارھویں صدی عیسوی کے بعد عمل میں آئیں۔ اس تحریک کی رفتار ترقی بدستور قائم ہے اور ابھی تک اپنی حد کمال کو نہیں پہنچی ہے۔ اس کا ظہور اس طرح ہوا ہے کہ فرانس میں ذاتی قانون کے تعین کے واسطے جو توطن کا معیار جاری ہوا تھا اس میں ابتداہی سے ایک حد تک سیاسی حالات کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ یہ اسوجہہ سے کہ جو رسنڈکشن کی بنیاد بطور ریشٹ Origo سمجھی جانے لگی تھی، بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ توطن کو بنیاد جورسڈکشن قرار دینا اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا تھا جبکہ اس میں اس امر کا امکان موجود ہوتا تھا کہ وہ کسی طور سے باشندگان فرانس کے حق میں غیر مفید ثابت ہوگا۔ فرانس کو سب سے پہلے اپنے ملک کے اندر سیاسی اتحاد کا احساس ہوا اور اس نے اپنے محروسہ ممالک کو ممالک غیر سے جدا کرلیا اور اس نے قبل اس کے کہ کوئی نازہم

کے تحت میں شاہی اقتدارات درجۂ کمال کو پہنچیں اس ملک کے اصول قانون میں بعض بعض خصوصیات پیدا کردیں۔ توطن Domicilium کا رومی تصور مثلاً اٹلی اور حکومت کے دوسرے حصوں میں پھر شایع ہوگیا جس کی وجہ سے یہ ممکن نہ تھا کہ کسی فرانسیسی پر کسی ذاتی معاملہ میں کوئی نالش بجز اس کے مقام توطن کی عدالت کے کسی دوسری عدالت میں پیش ہوسکے۔ مگر ایک پردیسی شخص جو فرانس کے ملک میں مقیم ہو جبتک کہ اس کو توطن کا مرتبہ نہ حاصل ہوجائے اس امر کا مجاز نہ تھا کہ وہ کسی ایسی نالش کی جوابدہی میں جو اس پر کوئی فرانسیسی دائر کرے یہ عذر پیش کرے کہ اس کا فیصلہ کسی غیر ملک کے متوطن جج سے کرایا جائے۔ اس کی حفاظت صرف اسیقدر تھی کہ فرانسیسی مدعی اس کو جس عدالت میں چاہے نہیں لا سکتا تھا بلکہ صرف اسی عدالت میں لا سکتا تھا جہاں اس کی حقیقی سکونت ہوتی تھی۔ فرانس میں عدالت غیر کا فیصلہ امر فیصل شدہ کی وقعت رکھتا تھا بشرطیکہ وہ کسی پردیسی کے مقابلہ میں ہو لیکن ایک فرانس کے باشندہ کو بروئے دفعہ ۱۲۱ قانون ۱۶۲۹ء یہ حق حاصل تھا کہ وہ کسی فرانسیسی عدالت میں مقدمۂ مذکور کی صحت کے متعلق اپنا عذر پھر پیش کرے۔ اس طور سے ایک فرانسیسی کا شخصی قانون وہ تھا جو اس کو فرانس کے توطن سے ملا تھا۔ اور اگر اس نے غیر ممالک میں رہ کر وہاں کے حقوق توطن حاصل کر لئے تھے تب بھی نہ کسی عدالت غیر کا فیصلہ اور نہ وہاں کا قانون جو ایسے فیصلہ کی تعمیل میں کام میں لایا جائے فرانس میں اس کی حیثیت یا اہلیت پر کوئی اثر ڈال سکتا تھا۔ لیکن ایک پردیسی امر فیصلہ شدہ 25 کے ذریعہ سے اپنی حیثیت اور اہلیت اور اس طور سے بذریعۂ قانون اپنے بیرونی توطن کا پابند تھا۔ اگرچہ یہ امر بقیاس غالب درست ہے کہ اگر اسپر کوئی نالش منجانب کسی فرانسیسی کے کسی ایسے معاملہ سے متعلق ہوتی جو فرانس میں ہوا تھا تو اس کو قانون کور کی رو سے جوابدہی کی اجازت نہ دی جاتی۔ فرض کرو کہ ایک پردیسی شخص نے فرانس میں نہ صرف معمولی قیام بلکہ ایسا قیام اختیار کیا جس پر اہل روما کے خیال کے مطابق توطن کا اطلاق ہوسکتا تھا تو کیا اس سے وہ کسی فائدہ اٹھانے کا مجاز متصور ہوسکتا تھا[1] فرانس کے مقننین نے اپنی غلط فہمی یا اس غیر منصفانہ اصول کو صحیح ثابت کرنے کے خیال سے کہ بادشا

---

[1] دیکھو۔ ڈیمانتر اھ فرانس کے غیر ملکی باشندوں کی معاشرتی حالات کی کتاب ۱۱۷-۱۲۱۔

کو دشمن کی جائداد کی ضبطی کا اختیار حاصل drotit d'aubaine ہے رومیوں سے ان امتیاز کو جو وہ قانون ملک jus civile اور قانون اقوام jus gentium میں کرتے تھے، قائم رکھا اور یہ تجویز کی کہ فرانس میں پردیسی موخرالذکر قانون سے فائدہ اٹھانے کے مجاز ہیں نہ کہ مقدم الذکر سے اور چونکہ انتقال توطن رومیوں کے نقطۂ نظر سے ایک سوال متعلقہ واقعات تھا اس لئے وہ قانون ملک پر منحصر نہیں ہو سکتا تھا اور اسی بنا پر جس پردیسی کو فرانس میں توطن کی اجازت دی جاتی تھی اس کو اپنی حیثیت اور عام اہلیت، اپنے مقام توطن کے قانون کے تابع کر دینی ہوتی تھی۔ اور چونکہ وہ قانون ملک کے حقوق سے محروم تھا اسلئے اس کے خاص خاص حقوق مثلاً حق توریث بربنائے موت، یا حق انتقال ذریعۂ وصیت، اختیار پدری patria potestas اور حق تبنیت محدود ہو جاتے تھے یہ محرومی اکثر ناقابلیت یا نااہلی کے نام سے موسوم کی جاتی ہے گو بلحاظ اشتقاق یہ صحیح ہو مگر اس میں اور عام اہلیت کے مسائل میں فرق کرنا لازم ہے۔ ایک فرانسیسی بربنائے نابالغی کے موخرالذکر اہلیت سے عاری متصور ہو گا اگرچہ اس کو توریث کا حق حاصل رہے گا برخلاف اس کے ایک پردیسی باوجود کامل قانونی اہلیت Sui juris کے ان حقوق کے استعمال سے ناقابل سمجھا جائے گا۔ ایسی حالت کے لحاظ سے مجموعۂ قوانین نپولین ۱۸۰۳ء میں یہ تجویز کیا گیا کہ۔

اشخاص کی حیثیت اور اہلیت کے احکام تمام فرانسیسیوں سے متعلق ہیں اگرچہ وہ غیر ممالک میں رہتے ہوں دفعہ (۳)۔

یہ فرانس کے ان قدیم مروجہ اصول کا جن کا ذکر اوپر ہوا فطرتی نتیجہ تھا۔ اس مجموعہ کے نفاذ سے قانون کے وہ اندرونی اختلافات جن میں فرانس میں حقیقی توطن کے مسئلہ کو بڑا دخل تھا رفع ہو گئے اور ممالک غیر میں بھی ان کے سول تعلقات کو منتظم رکھنے کے لئے صرف ان کی سیاسی قومیت باقی رہ گئی۔ اسی مجموعہ میں یہ حکم ہے۔

جس پردیسی کو حکومت کی طرف سے فرانس میں توطن کی اجازت دی جائے گی وہ، اسوقت تک کہ اسکا قیام وہاں رہیگا، ان تمام سول حقوق سے مستفید ہونیکا مجاز ہوگا دفعہ ۱۳

سلہ ڈیا نثرا؛ کتاب محولۂ سابق ۱۲۳-۱۵۵۔

اس دفعہ کی رو سے اس پردیسی کے لئے جس نے بہ اجازت حکومت فرانس میں توطن اختیار کر لیا تھا قانون ملک کے حقوق سے قدیم محرومی منسوخ ہو گئی۔ اگرچہ فرانس کے مقننین اس مجموعہ کے نفاذ کی حالت میں بھی بعض اوقات قانون ملک اور قانون اقوام میں امتیاز کرتے ہیں لیکن نہ قانون ملک میں بتایا گیا ہے اور نہ اس قانون
6 کا پتہ چلتا ہے جس کے لحاظ سے ایک پردیسی کی حیثیت اور اس کی عام اہلیت کا تعین کیا جائے گا۔ اس بارہ میں عام رائے یہ ہے کہ دفعہ ۳ نے خاموشی کے ساتھ ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے اور جسطرح فرانسیسیوں کی حیثیت اور اہلیت کا فیصلہ فرانسیسی قانون پر منحصر ہے اسیطرح ایک پردیسی کی حیثیت اور اہلیت کا فیصلہ خواہ اس نے توطن بہ اجازت حکومت اختیار کیا ہو خواہ بغیر اجازت کے خود اس کے ملک کے قانون سے کیا جائیگا۔ باوجود اس کے فرانس کی عدالتوں نے کسی پردیسی کے ذاتی قانون کی ناقابلیت کی بنا پر ایسے معاہدہ میں جو اس نے فرانس میں کیا ہو اہل ملک کو نقصان پہنچانے سے انکار کر دیا ہے ایسی حالتیں بھی کہ پردیسی مذکور خود فرانس کے قانون سے قابل قرار پاتا اور فرانسیسی شخص اس معاملہ میں نیک نیتی سے بغیر کسی قسم کی بے احتیاطی کے عمل کے اس پردیسی کی ناقابلیت سے ناواقف ہوتا۔ اس قدیم رواج کا جس کے لحاظ سے ایک پردیسی جو فرانس میں معاہدہ کرتا تھا کسی صورت میں بھی اپنی حیثیت کا عذر بمقابلہ ایک فرانسیسی مدعی کے نہیں پیش کر سکتا تھا اسی قدر نشان باقی رہ گیا تھا۔ مگر زمانہ حال کے مقننین ایک پردیسی کی ایسی ناقابلیت پر جو اس کے ذاتی قانون سے عائد ہوتی ہے پورا لحاظ کرتے ہیں بشرطیکہ اس نے براہ فریب اس کو فرانسیسی فریق سے پوشیدہ نہ رکھا ہو۔۱؎

دوسری بڑی مثال تدوین قانون کی آسٹریا کا کوڈ مجریہ ۱۸۱۱ء تھا جو پہلی جنوری ۱۸۱۲ء سے نافذ ہوا۔ اس میں بہ اتباع فرانس کے آسٹریا کی اس رعایا کی حیثیت کو جو بیرون ملک رہتی ہو اس کے قومی قانون کے متبع ہونے کا دعویٰ کیا گیا (دفعہ ۴)۔ مگر پردیسیوں کی حیثیت کو توطن کے قدیم قاعدہ پر محمول رکھا جیسا کہ پروشیا کے ۱۷۹۴ء کے کوڈ نے

۱؎ (Surville et Arthuys) ۱۵۱ جس میں فیصلہ جات مورخہ ۲ جولائی ۱۸۵۶ء اور ۴ مارچ ۱۸۶۹ء ۵ کلانٹ ۲۰۲ و ۱۰۸ کلانٹ ۲۰۵ کا حوالہ دیا ہے۔

ہر شخص کی حیثیت کی نسبت تجویز کیا تھا۔ اس کے بعد جو حالات اٹلی میں پیش آئے اس قومیت کا بہت گہرا اثر ذاتی قانون پر پڑا۔ اٹلی ایک ایسا ملک تھا جو باوجود اتحاد زبان اور تمدنی عادات اور خیالات کے سیاسی طور سے متفرق اور اسٹریا کی بیرونی حکومت یا ایسی خانگی حکومتوں میں منقسم تھا جن پر اسٹریا کی نگرانی قائم تھی یا جس کو اس سے مدد ملتی تھی۔ اس یقین کو کہ قومی زندگی کی سیاسی، تمدنی اور قانونی حیثیتوں میں باہم گہرا تعلق ہے جس کا اظہار غالباً پہلی مرتبہ ان فرانسیسی اصول سے ہوا جنھوں نے اس فن میں وہ طریقہ پیدا کر دیا جس کو بالآخر نپولین کے کوڈ نے اختیار کیا جیسا کہ ہم کو قبل ازیں معلوم
ہو چکا ہے اٹلی کے باشندوں نے ترقی دیکر ایک نظریہ کی شکل میں قائم کیا اور اسی کو 27
اپنے اتحاد اور خود مختاری کا دعویٰ اور اپنی قائم ہونے والی سلطنت کے وضع قوانین کی بنیاد ٹھہرایا۔ جو لوگ ایک خاص حصۂ ملک میں آباد ہوں اور بلحاظ قومیت یا بلحاظ اس نسبت کے جو قومیت کے قائم مقام متصور اور بیان ہوسکتی ہے باہم متحد اور اپنے پڑوسیوں سے ممیز ہوں، ان پر قوم کا اطلاق ہوسکتا ہے اور ان کو یہ حق ہے کہ وہ ایک جداگانہ سیاسی نشوونما کے دعویدار ہوں۔ اس حد تک اس اصول کی یورپ کے اکثر ممالک میں تعلیم ہوئی اور اس پر عمل بھی کیا گیا۔ لیکن اٹلی والوں کے نزدیک قومیت ایک جبلی جاذبی قوت کا نتیجہ متصور ہوتی تھی جس کا فوری رجحان یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو سیاسی اور تمدنی معاملات میں نمایاں کرے اور اس لحاظ سے ملکی انتظام کو خانگی قانون کے انتظام کی ضرورت کا آئینہ ہونا چاہیئے جس طرح کہ تمدنی خصوصیات سے اس سیاسی انتظام کا پتہ چلتا ہے جو عمل میں لایا جانا چاہیئے۔ اس مضمون پر اٹلی کے مقننین میں سب سے بڑا لکھنے والا شخص مینسنی سمجھا جاتا ہے۔ جب اٹلی میں ایک درجہ تک سیاسی اتحاد قائم ہو گیا تو اٹلی کا کوڈ ۱۸۶۵ء یکم جنوری ۱۸۶۶ء سے نافذ ہوا جس میں یہ حکم تھا۔

"لوگوں کی حیثیت اور اہلیت اور اُن کے خاندانی تعلقات کا تصفیہ انھیں کے قومی قانون سے کیا جائے گا۔" تمہیدی دفعہ (۶)

اس حکم میں اس امر کا لحاظ نہیں رکھا گیا کہ ایک سیاسی قومیت کے تحت میں ایسے ممالک ہوسکتے ہیں جن میں مختلف خانگی قوانین کا رواج ہو جیسے سلطنت برطانیہ

جس میں انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ، اقطاع کیوبک، کیپ کالونی اور دوسرے ممالک شامل ہیں جو خانگی قانون کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف اور جُدا ہیں۔ جب کبھی کسی ایسی مرکب سلطنت کی رعایا کے قومی قانون کا حوالہ دیا جائے تو سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ اس قانون کی طرف رجوع کیا جائے جو اس کے سیاسی قومیت کے تحت اس کے جائے توطن میں نافذ ہو۔ ایک رعایائے برطانیہ جس نے انگلستان میں توطن اختیار کر لیا ہے، اٹلی میں اس کا قومی قانون، انگلستان ہی کا قانون قرار پائے گا وقس علیٰ ہذا۔

اٹلی کے کوڈ کے اجرا اور فرانسیسی عدالتوں کے متوازی فیصلوں کے صدور کے بعد جو پردیسیوں کی حیثیت اور اہلیت کے متعلق تھے، عمر بلوغ کے احکام کے اختلافات مقننین کے اختیارات کے اختلافات کی وجہ سے اور زیادہ پیچیدہ ہو گئے۔ کنکٹاس پاپولس (Cunctos populos) قانون کی شرح کے وقت سے انیسویں صدی تک سن بلوغ کا تصفیہ قانون مقام توطن سے کیا جاتا تھا کیونکہ قرار یہ پایا تھا کہ مقنن کو تعین سن بلوغ کا اختیار انھیں لوگوں پر حاصل ہے جو اس کے حدود اراضی میں رہتے ہیں نہ کہ دوسروں پر۔ ممکن تھا کہ توطن کی دریافت میں کوئی دقت پیش آئے لیکن توطن کے متعین ہو جانے کے بعد قانون کی دریافت میں کوئی دقت نہیں پیش آسکتی تھی۔ اب فرض کرو کہ ایک انگلستان یا ڈنمارک کا مقنن اس قدیم اصول کی پابندی کرکے کہ اس کو صرف ایسے لوگوں کی ذاتی حیثیت کے متعلق اختیار رہے جو انگلستان یا ڈنمارک میں توطن رکھتے ہیں، سن بلوغ (۲۱) سال قرار دیتا ہے اور ایک اٹلی کا مقنن اس جدید اصول پر عمل پیرا ہو کر کہ اس کا اختیار محکوم کے اٹالین قوم کے ایک فرد ہونے پر منحصر ہے سن بلوغ (۱۹) سال ٹھہراتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر ایک شخص جو سیاسی طور سے (politically) انگریز یا ڈینش ہے اور اٹلی میں توطن رکھتا ہے اور (۲۰) سال کی عمر میں ایک وصیت نامہ لکھ کر مرجاتا ہے تو اس کی نسبت کیا عمل ہوگا؟ کیونکہ انگلستان، ڈنمارک اور اٹلی کے مقننین میں سے کسی کو اس کے سن بلوغ کے تعین کا دعویٰ نہیں ہے۔

اس سوال کے جواب دینے کے لئے عام طور سے ملک کے اندرونی قوانین اور شخصی بین الاقوامی قواعد میں فرق اور امتیاز کرنا پڑتا ہے اور یہ دونوں اجزا باہم ملکر

ملک کا مجموعی قانون سمجھے جاتے ہیں ۔ مثلاً انگریزوں یا ڈین کے سن بلوغ (۲۱) سال اور
اٹلی کے (۱۹) سال پر اگر مقننین کے دائرۂ اختیارات جائزہ سے بالکل علیحدہ ہو کر نظر ڈالی جائے
تو وہ علی الترتیب ہر ان ممالک کا اندرونی قانون متصور ہوگا اور جب اس میں توطن یا قومیت
کا اصول شامل ہو جائے گا تو یہ دونوں اجزاء مل کر اس مضمون پر اس ملک کا کامل قانون
سمجھے جائیں گے پس اس ایک اصول کے لحاظ سے جو فرانس میں (Renvoi) اور جرمنی
میں (Rückver weisung) کے نام سے موسوم ہے یہ سمجھا جاتا ہے کہ شخصی قانون
بین الاقوام کی بنا پر جج کو ملک کے پورے قانون پر نظر ڈالنی چاہیئے نہ صرف اس کے
اندرونی قوانین پر پس صورت متذکرہ بالا میں اصول توطن انگلستان یا ڈنمارک کے اس
جج کو جس کے سامنے وہ مقدمہ پیش ہے سن بلوغ کے مسئلہ کے تصفیہ کے لئے اٹلی کے
پورے قانون کی طرف متوجہ کرے گا اور جب وہ اس کی طرف رجوع ہوگا تو اصول قومیت
جو اٹلی کے پورے قانون میں موجود ہے اس کو اپنے ملک کے پورے قانون کی طرف
متوجہ کر دے گا اور پھر یہ قانون اس کو اٹلی کی طرف رجوع ہونے کی ہدایت کرے گا اور
اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا اور ایک ایسا دائرہ قائم ہو جائے گا جس سے نکلنا محال
ہوگا اس امر کے بیان کی ضرورت نہیں ہے کہ عملی طور سے اس دائرہ سے نکلنے کیلئے
کوئی ذریعہ ہونا چاہیئے اور ان لوگوں نے بھی جو اصول رینوائے (Renvoi) کے پیرو ہیں
ایسا ذریعہ پیدا کر لیا ہے مگر اس اصول کے مخالفین اس غیر متناہی دائرہ کے اصولی امکان کو
اس ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد جج کو ایک ملک کے
پورے قوانین کی طرف نہیں بلکہ صرف اس کے اندرونی قوانین کی طرف رجوع ہونے کی
ہدایت کرتے ہیں اور اس بنا پر وہ یہ بتاتے ہیں کہ اگر یہ مقدمہ کسی انگلستان یا ڈنمارک
کے جج کے سامنے پیش ہو تو اس کو اپنے اصول توطن کے لحاظ سے اٹلی کے اندرونی
قانون کی طرف رجوع ہونے کے لئے آمادہ رہنا چاہیئے اور بلا تامل وصی کو جو (۱۹) 29
سال کی عمر کو پہنچ چکا ہے بالغ قرار دینا چاہیئے اور اگر وہی معاملہ ایک اٹلی کے جج کے
سامنے پیش ہوتا ہے تو اس کو اپنے اصول قومیت کے لحاظ سے انگلستان یا ڈنمارک
کے اندرونی قانون کی طرف رجوع کر کے وصیت کرنے والے کو اس وجہ سے کہ وہ
(۲۱) سال کا نہیں ہے نابالغ قرار دینا چاہیئے۔ اس کی نسبت مخالفین (Renvoi) رینوائے

کا خیال ہے کہ یہ ایک قدیم طریقہ ہے اور جبتک کہ شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد جن کو مختلف ممالک نے اختیار کیا باہم مختلف نہ تھے اس میں کوئی فرق نہ تھا کہ جج کو کسی دوسرے ملک کے صرف اندرونی قانون کی طرف رجوع ہونا پڑے یا اس کے کل قانون کی طرف۔ اگرچہ اس وقت تک ملک کے اندرونی اور کل قانون میں فرق بھی قائم نہ ہوا تھا۔

ان دونوں اصول میں کوئی بھی ایسا نہیں جو قابل اطمینان متصور ہو سکے دونوں کی بنیاد اندرونی قانون کے ایسے تصور پر ہے جس سے اختیار کا وہ لازمی جزجس کے متقنین دعویدار ہیں (اور مخالفین رینوائے کی روش پر تاریخی جز بھی مفقود ہے۔ اب فرض کرو کہ کوئی انگلستان یا ڈنمارک کا جج جس کے سامنے مقدمۂ متذکرۂ بالا پیش ہے، اٹلی کے قانون کے اس جز کے اختیار کرنے سے جو اندرونی کہا جاتا ہے اور جس کی طرف اس کا اصول توطن اس کی رہبری کرتا ہے، انکار کرتا ہے اور فرض کرو کہ اٹلی کے اصول قومیت کی بنا پر جس کے لحاظ سے اٹلی کے متقنین کو سوائے اپنی قوم کی رعایا کے کسی دوسرے شخص کی حیثیت کے تعین کا اختیار نہیں ہے جج یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اٹلی کے کسی قانون سے جس پر صحیح طور سے اٹلی کے قانون کا اطلاق ہو سکتا ہے کسی انگریزی یا ڈنمارک کی رعایا کی حیثیت کا تعین نہیں کر سکتا اسوقت اس کو معلوم ہوگا کہ قانون شخصی بین الاقوام کے قواعد کے اختلاف کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ معاملۂ زیر بحث کا تصفیہ ہی نہیں کر سکتا ایسی حالت میں پھر اس کو اپنے ملک کے قانون کی طرف متوجہ ہونے اور اصول توطن کے صحیح معنی دریافت کرنے کی ضرورت واقع ہوگی اور اس پر منکشف ہو جائے گا کہ یہ اصول بتا رہا ہے کہ بارھویں صدی بلکہ اس کے پہلے سے انیسویں صدی تک شخصی قانون بین الاقوام کے مقاصد کے لئے دنیا مختلف تمدنی جماعتوں میں منقسم ہے جس کی بنیاد توطن پر قائم ہے اور کوئی متقنن پورے طور سے اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی سیاسی رعایا کو اس تمدنی دائرہ سے جس میں وہ شریک ہے خارج کرے۔ اس کو یہ بھی محسوس ہوگا کہ اٹلی کا قانون گویا اس کا قائل ہے کہ اس ملک میں کوئی تمدنی جماعت جس کی بنیاد توطن پر ہو قائم نہیں ہے اور آخر کار اس کو یہ سمجھنا پڑے گا کہ اصول توطن اس معاملہ سے خارج ہے اور انگلستان یا ڈنمارک کے

ایک سیاسی باشندہ کو اس عمر سے پہلے جس میں وہ اپنے ملک میں بالغ قرار پاتا بالغ
قرار دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہوسکتی۔ قانون اٹلی جس طرف اس کو لیجاتا ہے وہ تخریج 30
اصول توطن پر مبنی ہے نہ کہ اس اصول کے دوبارہ اختیار کئے جانے پر۔ لیکن اگر ایک
انگریزی رعایا کی حیثیت زیر بحث ہے تو اس کو قانون مروجہ ممالک انگریزی سے کے
کسی ایک طریقہ سے متعلق کرنے کے لئے کوئی ذریعہ دریافت ہونا چاہیئے اس کی ترکیب
یہ ہوسکتی ہے کہ اگر ممکن ہو تو تلاش کرکے اس کے ایسے قدیم انگریزی توطن کا پتہ لگایا
جائے جس کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہو کہ اس نے اس کو ترک نہیں کیا۔ اس بنا پر کہ وہ
ترک باضابطہ اور بطریق موثر نہ تھا۔ جسٹس فارویل نے بمقدمۂ جانسن (دیکھو صفحہ ۳۶)
یہی راستہ اختیار کیا۔ اگر یہ صورت ممکن نہ ہو تو کم ازکم شخص زیر بحث کے اجداد کا رعایائے
انگریزی ہونا اور اس کا ممالک انگریزی میں توطن رکھنا ثابت کیا جاسکتا ہے۔ اس سے
جو نتیجہ مستخرج ہوگا وہ اصول توطن کا لازمی نتیجہ نہیں متصور ہوگا بلکہ صرف بربنائے ضرورت
تسلیم کرلیا جائے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ سن بلوغ کا انحصار جائے توطن کی آب و ہوا
کے لحاظ سے اس شخص کے حقیقی بلوغ پر ہونا چاہیئے تو اس کا یقیناً جواب یہ ہوگا کہ اولاً
(۱۹) سال کی عمر سے اس ملک کی آب و ہوا کا پتہ جہاں وہ لڑکا جوان ہورہا ہے
مطلق نہیں مل سکتا۔ دوسرے یہ کہ تاریخی طور سے اصول توطن کے قائم کرنے میں اس کا
مطلق لحاظ نہیں کیا جاسکتا۔

شخصی قانون بین الاقوام کے معنی سمجھنے کے لئے یہ معاملہ اسقدر اہم ہے کہ
میں اس کو بلاخوف الزام طوالت صرف بہ تبدیل الفاظ پھر اعادہ کرونگا۔ انگلستان یا ڈنمارک
کا کوئی جج (۱۹) سال کے لڑکے کو بالغ نہیں قرار دے سکتا جبتک کہ وہ اس سوال کا
جواب نہ دے سکے کہ کس مقنن نے اس کو بالغ قرار دیا ہے۔ یہ سوال اختلاف قوانین کے
تمام مباحث سے علحدہ ہے کیونکہ وہ خود قانون کی نوعیت سے پیدا ہوتا ہے۔ اٹلی کا
کوڈ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بلا استثنا ہر شخص کی حیثیت اور اہلیت کے متعلق ایک
قاعدہ مقرر کرتا ہے لیکن اس کو ایسی عمومیت دینا یقینی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اس میں کوئی
شک نہیں ہوسکتا کہ اٹلی میں قومیت کا جو اصول تسلیم کیا گیا ہے وہ اس امر کا مانع ہے کہ
اٹلی کا کوئی مقنن ایک انگلستان یا ڈنمارک کی رعایا کی حیثیت کے متعلق کسی اختیار

رکھنے کا دعویدار ہو سکے اور اسلئے انگلستان یا ڈنمارک کا کوئی جج یہ نہیں کہہ سکتا کہ اٹلی کے مقنن نے اس لڑکے کو (۱۹) سال کی عمر میں بالغ قرار دیدیا ہے۔ اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون مقنن ہے جو اس کو بغیر (۲۱) سال کی عمر تک پہنچے ہوئے نابالغ قرار دیتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ انگلستان یا ڈنمارک کا مقنن ہے۔ کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنی رعایا کی حیثیت کے متعلق اپنے اختیارات کو کام میں لائے اور جو اعتراض اس پر اس بنا پر ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے اختیارات ایسی رعایا کی نسبت استعمال کر رہا ہے جس کا توطن انگلستان یا ڈنمارک میں نہیں ہے وہ اٹلی کے مقنن کی دست برداری سے بالکل رفع ہو جاتا ہے پس یہ صورت بلحاظ نتیجہ کے اپنے صحیح حدود میں مسئلہ (Renvoi) کے مطابق ہے جس سے ایک غیر متناہی سلسلہ ایک
81 دوسرے پر حوالہ کرنے کا ختم ہو جاتا ہے۔ مگر اس کی اصل بنیاد مسئلہ رینوائے (Renvoi) پر نہیں بلکہ اس امر پر مبنی ہے کہ اصلی مقدمات میں قانونی تعلقات کی حقیقی نوعیت اور شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد کے حقیقی معنی پر جو ممالک متعلقہ میں نافذ ہیں غور کرنا فرائض میں داخل ہے۔

چونکہ میں ایسے ملک میں اور ایسے لوگوں کے لئے لکھ رہا ہوں جن میں توطن کا اصول جاری ہے اس لئے اس کا بتانا کہ اگر یہی مقدمہ ایک اٹلی کے جج کے اجلاس پر پیش ہو تو اس کو کیا کرنا چاہیے گو میرے فرائض میں داخل نہیں ہے مگر اتنا کہنے میں کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی کہ اصل مقدمہ میں سن بلوغ (۲۱) سال نہ قرار دینے کی اس کو بھی کوئی معقول وجہ نہیں ہو سکتی۔ اٹلی کے اصول قومیت اور انگلستان اور ڈنمارک کے اصول توطن کے حقیقی مفہوم پر غور کرنے کے لئے بھی دروازہ کھلا ہوا ہے اور اگر وہ اس کا اتباع کرتا ہے تو اس کا فیصلہ متعلقہ سن بلوغ حسب قوانین انگلستان و ڈنمارک اس نتیجہ سے مطابق ہوگا جو اس خیال سے مستخرج ہوتا کہ شخصی قانون بین الاقوام اس کے مقتضی ہیں کہ اس معاملہ میں انھیں ممالک کے اندرونی قوانین کا استعمال کیا جائے لیکن جس قانون کے ذریعہ سے جرمنی کا سول کوڈ پہلی جنوری سنہ ۱۹۰۰ء سے جاری ہوا اس میں اس مسئلہ پر دوسرے طریقہ سے نظر ڈالی گئی ہے۔ اس کے اہم دفعات حسب ذیل ہیں[ف]۔

[ف] یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ جو بین الاقوامی معاہدہ ہیگ کانفرنس منعقدہ سنہ ۱۹۱۲ء میں بل یا چکوں کے

دفعہ (۷) ہر شخص کی حیثیت کا تصفیہ اس ملک کے قانون کے لحاظ سے کیا جائے گا جس ملک سے اس کا تعلق ہے۔

اگر کوئی پردیسی بالغ ہے یا قانونی طور سے بالغ سمجھے جانے کے قابل ہے اور وہ جرمنی کی رعایا ہو جاتا ہے تو اس کے بالغ ہونے کی قانونی حیثیت بدستور قائم رہتی ہے اگرچہ وہ قانون جرمنی کے لحاظ سے نابالغ ہی کیوں نہ سمجھا جاتا ہو۔ اگر کوئی پردیسی شخص ملک جرمنی میں کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس کی قابلیت اس میں مفقود یا محدود ہے تو وہ اس حد تک کہ جرمن کا قانون (gesetze) اجازت دے اس عمل کا مجاز متصور ہوگا۔ اس قاعدہ کا تعلق خانگی قانون اور توریث یا ایسی جائداد غیر منقولہ سے جو دوسرے ممالک میں واقع ہو، نہ ہوگا۔

دفعہ (۲۷) اگر ایسے ممالک غیر کے قانون (Recht) کی رو سے جن کے احکام (gesetze) کے متعلق ہونے کا اعلان ذریعہ دفعہ (۷) فقرہ (۱) دفعہ (۱۳) فقرہ (۱) دفعہ (۱۵) فقرہ (۲) دفعہ (۱۷) فقرہ (۱) یا دفعہ (۲۵) کیا گیا ہے جرمنی کا قانون قابل نفاذ قرار پاتا ہے تو اسکا نفاذ کیا جائیگا۔

جرمنی نے بہ اتباع فرانس اور اٹلی کے ذاتی قانون کا معیار بجائے توطن کے قومیت کو قرار دیا ہے اگرچہ اس کو اس خیال سے بصراحت محدود کر دیا ہے کہ جو معاملات 32
جرمنی میں عمل میں آئیں ان کی حفاظت ہو سکے اور ساتھ ہی اس کی حیثیت زیر بحث اور دوسرے متعلقہ معاملات میں شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد کے اختلافات کا پورا لحاظ رکھا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۔ قانون کی یکسانی کئے جانے کے متعلق تیار ہوا تھا، اس میں ایک قاعدہ ہے جس میں قابلیت معاہدہ کا معیار قومی قانون قرار دیا گیا ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ قومی قانون جب دوسرے قانون کا حوالہ دے وہ تسلیم کیا جائے دفعہ ۲ کے الفاظ یہ ہیں۔ اگر کسی شخص کو اسکے ملکی قانون کے مطابق معاہدہ کرنیکا حق حاصل ہو تو بین الاقوامی معاملات میں بھی اس کو یہ حق حاصل ہوگا اور اگر یہ ملکی قانون کسی اور ملک کے قانون کو تسلیم کرتا ہے تو موخر الذکر کا انطباق کیا جائیگا۔ سلہ ان دفعات میں جن امور کا تذکرہ ہے وہ یہ ہیں دفعہ (۱۳) متعلقہ ازدواج دفعہ ۱۵ ازدواج کا اثر جائداد پر

(gesetze) سے مراد اس ملک کے وہ قوانین ہیں جو اندرونی کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں اور (Recht) سے تمام نظام قانونی جو شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد کے اشتراک اور میل جول سے پیدا ہوا ہے۔

جرمنی کے آخرالذکر قواعد کی نسبت سمجھا جاتا ہے کہ وہ دوسرے ممالک کے اندرونی قوانین کے حوالے دیتے ہیں لیکن اگر معاملات متذکرۂ دفعہ (۲۷) میں اس ملک کا شخصی قانون بین الاقوام جس کے اندرونی قوانین کا حوالہ دیا گیا ہے اس معاملہ کو پھر جرمنی پر محول کرتا ہے تو (Renvoi) رینوائے کا مسئلہ ذریعہ استثنا کے تسلیم کرلیا جاتا ہے اور مزید حوالہ کی ضرورت نہیں پڑتی اور جرمنی کا اندرونی قانون کام میں لایا جاتا ہے۔ اگر اٹلی کا ایک جج اس طریقہ کو اختیار کرے گا تو اس کو یہ فیصلہ کرنا پڑیگا کہ انگلستان یا ڈنمارک کا باشندہ جو کہ اٹلی میں متوطن ہے (۱۹) سال کی عمر میں بالغ ہوجاتا ہے۔ اس طریقہ کی تائید اس عام اصول سے ہوتی ہے جو فان بار سے مستند مقنن نے اپنے اس مضمون میں درج کیا ہے جو اس نے قانون بین الاقوام کی مجلس میں پیش کیا تھا۔

نظریات موسیو دوبار۔

(۱) جہانتک کہ غیر ملکی قوانین کے انطباق کا تعلق ہے ہر عدالت کو چاہئے کہ وہ اپنے ملک کے قوانین پر عمل پیرا ہو۔

(۲) اگر اس کے خلاف کوئی قطعی قاعدہ نہ ہو تو اصول قانون خانگی بین الاقوام کے مطابق عدالت کو مفصلۂ ذیل امور کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

(الف) کسی غیر ملکی قانون کے دفعات کا جن کے ذریعہ سے اس غیر ملک کے باشندوں پر دیگر ممالک میں ذاتی قانون کے اطلاق کی ممانعت کردی گئی ہو اور جس کا اصل مطلب یہہ ہو کہ ذاتی قانون توطن کے قانون سے محدود یا اس ملک کا قانون ہو جہاں امر متنازعہ فیہ کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

(ب) دو یا دو سے زاید غیر ممالک کے قوانین کا جب یہ امر پایۂ یقین کو پہنچ گیا ہو کہ ان میں سے کم از کم ایک اپنے حد اختیار سے باہر نہیں گیا اور وہ دونوں

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۴۲۔ دفعہ (۱۷) متعلقہ طلاق و دفعہ (۲۵) توریث بربنائے موت۔

اس امر پر متفق ہوں کہ فلاں تجویز ایک ہی قانون کی رو سے صادر ہوئی ہے۔ ستمبر ۱۹۰۰ء۔
اس سے ظاہر ہوگا کہ مضمون مذکور کے (۲) میں ایک ایسا ملک (الف) فرض کیا گیا ہے جس میں ذاتی قانون کا میعار قومیت قرار پایا ہے اور جس قومیت کا ذکر ہوا اس کا ملک (ب) ذاتی قانون کو اشخاص زیر بحث کے مقام توطن (ج) پر منحصر کرتا ہے یا اس ملک پر جہاں اس سے یہ فعل عمل میں آیا اگر (ج) اور (الف) ایک ہی ہیں تو یہ صورت جرمنی کے دفعہ (۲۷) کے مطابق ہے اور اس کا فیصلہ اسیطرح ہوگا جیسا کہ دفعہ مذکور میں بتایا گیا ہے۔ اگر (ج) (الف) سے مختلف ہے تو ہم کو پھر (Rückver weisung) کی طرف عود کرنے کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ ایک مزید حوالہ (Weiterver weisung) کی ضرورت ہوگی دونوں صورتیں (Renvoi) رینوائے کے نام سے موسوم ہونگی اور فان بار نے دونوں کا ایک ہی قاعدہ بتایا ہے۔ دونوں سے اس ملک کے اندرونی قوانین متعلق ہوں گے جن کی طرف عود کیا گیا ہے یا مزید حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ مسئلہ یہیں پہونچکر ٹھہر جاتا ہے "مزید حوالہ" کی تشریح کے لئے فرض کرو کہ ہمارے قدیم مثال کے اشخاص جو انگریز یا ڈین متوطن اٹلی ہیں ایک وصیت نامہ (۲۰) سال کی عمر میں لکھکر مرجاتے ہیں اور وہ وصیت نامہ جرمنی میں بغرض تصفیہ پیش ہوتا ہے۔ مضمون محولۂ بالا کی رو سے یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ (۱۹) سال کی عمر میں بالغ ہوچکے تھے "مزید حوالہ" کے ایک مقدمہ کو انگلستان کے جج کے سامنے لانے کے لئے ہم کو یہ فرض کرنا چاہیئے کہ ایک ملک مثلاً امریکہ کی ریاست ہائے متحدہ میں سے کسی ایک ریاست نے جس کی طرف انگلستان نے بحیثیت مقام توطن کے پہلے رجوع کیا تھا اور جو ذاتی حیثیت کو مقام تکمیل دستاویز یا مقام آغاز کارروائی پر منحصر کرتی ہے ایسے ملک کی طرف رجوع ہونے کی مزید ہدایت کی جہاں فعل زیر بحث مثلاً نکاح عمل میں آیا تھا۔ اگر وہ ملک جس میں فعل واقع ہوا اس فعل کے جواز کو اپنے ملک کے اندرونی قانون کی مطابقت پر منحصر کرتا ہے تو وہ صورت جو فان بار نے اپنے مضمون کے ضمن (پ) میں بتائی ہے پیش آتی ہے کیونکہ وہ ملک جسکی طرف پہلے رجوع کیا گیا اور وہ ملک جسکی طرف بعدہ رجوع کیا گیا دونوں اسپر متفق ہونگے کہ اسکا فیصلہ موخرالذکر ملک کو کرنا چاہیئے۔ نیز انگلستان کے جج کی رائے کے مطابق اُن دونوں ممالک میں سے کوئی ایک ملک اسکے فیصلہ کا مجاز ہوسکتا ہے۔

اور اس بنا پر وہ غالباً فیصلہ کو قانون مقام آغاز کارروائی پر محول کرنے میں مطلق متردد نہ ہوگا لیکن اگر وہ ملک جس میں فعل کا وقوع ہوا، مزید ہدایت مثلاً قومیت کی طرف کرتا ہے تو انگلستان کے جج کو تمام معاملہ پر اس کے اصلی قانونی تعلقات کی نوعیت اور قواعد متعلقہ کے لحاظ سے نظر ڈالنی ہوگی۔

اب ان جرمنی قواعد نے جو عام اعتبار حاصل کیا ہے اس کا اظہار باقی رہجاتا ہے شخصی قانون بین الاقوام کے متعلق جو باضابطہ مجلسیں ۱۸۹۳ء، ۱۸۹۴ء اور ۱۹۰۰ء میں بمقام ہیگ ہوئیں ان میں بدقسمتی سے انگلستان نے شرکت نہیں کی۔ ان اجلاسوں کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ ۱۲ جون ۱۹۰۲ء کو نکاح، طلاق اور نابالغوں کی ولایت کے متعلق تین معاہدے یورپ کی بارہ سلطنتوں میں منعقد ہوئے اور ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء کو دوسرے تین معاہدے ذاتی تعلقات۔ زوجین کی جائداد۔ توریث اور وصیت ناموں اور نابالغین کے محافظین کے متعلق سات سلطنتوں میں ہوئے[۵۱] ۱۴ نومبر ۱۸۹۶ء کے معاہدہ کی نظر ثانی ایک بعد کے معاہدۂ متعلقہ ضابطۂ دیوانی سے پندرہ سلطنتوں کے درمیان عمل میں آئی۔ جو معاہدہ ازدواج کے متعلق ہوا وہ قانون جرمنی کے دفعات ۷ اور ۲۷ کے مطابق تھا، اس کے مرتب ہوتے وقت کانفرنس میں تبدیل خیالات کا موقع ہوا ہوگا اور اس کا جو اثر ہوا وہ اسطرح بیان کیا جاتا ہے۔

> دفعہ (۱) معاہدۂ ازدواج کے انعقاد کے حق کی بنیاد زوجین کے ممالک کے قوانین پر ہے جہاں تک کہ قوانین مذکور کی کسی دفعہ میں کسی دوسرے قانون کا حوالہ نہ ہو[۵۲]

---

[۵۱] فرانس نے معاہدہ ۱۹۰۲ء کو ۱۹۱۲ء میں اور ۱۹۰۵ء کے معاہدات کو ۱۹۱۶ء میں اس عذر سے کہ وہ اس کی مصلحت عامہ کے خلاف ہیں منسوخ کر دیا (دیکھو کلنٹ ۱۹۱۴ء صفحہ ۳۰۱ اور کلنٹ ۱۹۱۷ء صفحہ ۸۲) بلجیم نے بھی بذریعہ حکم مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء معاہدات ۱۹۰۲ء سے اپنی علیحدگی کا اعلان کیا۔ ۱۹۰۲ء کے معاہدات متعلقہ ولایت نابالغین اور ۱۹۰۵ء کے معاہدات متعلقہ ضابطۂ کارروائی دیوانی صلحنامہ وارسیلز کے دفعات ۲۸۷ و ۲۸۲ میں جو جرمنی اور سلطنتہائے متحدہ اور دوسری سلطنتہائے معاہد میں ہوا بصراحت درج کئے گئے۔

[۵۲] ۴ آر ڈی آئی۔ ایل۔ سی ۲ سلسلہ صفحہ ۴۰۸-۴۰۸ کلنٹ ۱۳۔ دفعہ ۲ کی رو سے کچھ لحاظ اس مقام کے

اس طور سے معاہدۂ ازدواج کے ہر فریق کی حیثیت اس کے قومی قانون کے تابع رہے گی۔ البتہ اگر وہی قانون اس کو بصراحت تمام قانون توطن پر منحصر کرتا ہے اور صاف طور سے اس کا اظہار کرتا ہے کہ اس کو اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں تو اس کے اندرونی احکام سے کام نہ لیا جائے گا یورپ کے دوسرے ممالک کی عدالتوں نے رینوائے Renvoi کے مسئلہ کو بہ نسبت نامنظور کرنے کے زیادہ تر منظور ہی کیا ہے ڈاکٹر بیٹ نے جو نوٹس اس مسئلہ کے متعلق لکھے ہیں اس کے صفحہ ۲۴ - ۲۹ پر ان تمام فیصلہ جات کا ذکر کیا ہے جو سنہ ۱۸۵۶ء سے جب سے اس مسئلہ کی ابتدا ہوئی آخر سنہ ۱۹۱۰ء تک ہوئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ فرانس نے (۱۳) مقدمات میں اس کو منظور اور (۳) میں نامنظور کیا۔ بلجیم نے (۵) مقدمات میں سے کسی مقدمہ میں اس کو نامنظور نہیں کیا۔ اسپین میں ایک ہی مقدمہ میں اس کی بحث ہوئی اور وہ منظور کی گئی۔ نیدرلینڈ اور سوئٹزرلینڈ میں ایک ہی مقدمہ ایسا ہے اور وہ نامنظور ہوا جرمنی میں قبل اجرائے کوڈ مذکور کے (۱۰) اس کے موافق اور (۱۲) اس کے خلاف فیصلے ہوئے۔ مجموعی نتیجہ یہ ہے کہ (۲۹) مقدمات میں اس کی تائید اور (۱۷) میں اختلاف کیا گیا[1]۔ فرانس کی ہائیکورٹ نے ایک عرصہ تک مختلف فیصلوں کے بعد سنہ ۱۹۱۰ء میں نہایت زور کے ساتھ اس مسئلہ کی تائید کی۔ (کلنٹ سنہ ۱۹۱۰ء صفحہ ۸۸۰) یہ رائے ابتداءً مقدمۂ فورگو بمقدمہ سولی (کلنٹ ۱۸۸۲ء صفحہ ۶۴) میں دیگئی تھی۔ اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ فرانس کا اصول قانون اس مسئلہ کی پورے طور سے تائید کرتا ہے اگرچہ مشاہیر مقننین کی کثیر تعداد اس کے خلاف میں ہے۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں قانون بین الاقوام کی انجمن نے ایک پیچیدہ دفعہ کے اصول کے تحت میں رائے لی۔ (۲۱) رائیں مسئلۂ رینوائے کی مخالفت میں اور (۶) اس کی تائید میں آئیں۔ فریق غالب میں ایسر۔ بوئسیو۔ برالی۔ کستالانی۔ کارسی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵ - قانون کا بھی کیا گیا ہے جہاں انعقاد ہوا جیسا کہ ہم کو آگے چلکر نکاح کے بیان میں معلوم ہوگا۔

[1] یہ فقرہ قائم رکھا گیا ہے کیونکہ گذشتہ دس سال میں عام طور سے فیصلجات کا رجحان اسیطرف رہا ہے اور اسلئے یہ دلیل بجائے خود ہے۔

اس مسئلہ پر زمانۂ حال کے مباحث کیلئے دیکھو کتاب "مسئلہ رینوائے" مصنفہ ڈاکٹر پوٹو۔ پیرس سنہ ۱۹۱۳ء۔

ڈی کیمیس۔ ڈروپیس۔ فچلی۔ ہلٹی۔ ہولینڈ۔ کیبڈگی۔ لہر۔ وان لسٹ۔ لاٰین کین۔ میڈو ریبالٹ۔ کونٹنٹ رویسٹ۔ اروسکی۔ ڈی راسکو وسکی۔ سیکرڈولی۔ اسٹریٹ۔ ویس تجھ اور فریق مغلوب میں وان بار۔ بروسہ۔ باربرگر۔ روجن۔ ویس اور ویسٹ لیک تھے ۵له 35

ڈاکٹر بیٹ نے یورپ کے دیگر ممالک کے جن مقدمات کا حوالہ دیا ہے ان سے قبل انگلستان میں یہ سوال پیش ہو چکا تھا کہ جب قانون بین الاقوام کا قاعدہ کسی ملک کے قانون کی طرف رجوع ہونے کی ہدایت کرتا ہے تو آیا اس کا صحیح مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اس ملک کے کل قانون کی طرف توجہ کی جائے یا صرف اس کے اندرونی قانون کی جانب۔ اس موقع پر مورخانہ طریقہ سے اس پر نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے کہ توریث جائداد منقولہ کو اشخاص زیر بحث کے ذاتی اور حیثیتی قانون سے کیا تعلق ہے۔ صرف اسقدر بتا دینا کافی ہے کہ انگلستان میں اس تعلق کی نسبت ضرورت سے زیادہ سختی برتی گئی۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا کہ اشخاص زیر بحث کے ملک توطن کے قانون کے مطابق تقسیم ہونی چاہیئے بلکہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ خود وصی متوطن انگلستان ہو اس کو لازم ہے کہ اپنے مقام توطن کے قانون کے مطابق وصیت نامہ مرتب کرے۔ اس بناء پر قانون بین الاقوام کے اس انگریزی قاعدہ اور اس عام طور سے مشہور اور معروف قاعدہ میں اختلاف ہو گیا جس کی رو سے کم از کم ایک فعل جو قانون مقام آغاز کارروائی یا قانون مقام تکمیل دستاویز کے مطابق کیا جائے جائز متصور ہوتا ہے اگرچہ قانون مذکور اس کو اس خاص شکل میں کئے جانے کا حکم بھی نہ دیتا ہو۔ جن مقدمات میں اس اختلاف کی بحث پیش آئی ان میں انگلستان کی عدالتوں کو پورے طور سے اس اعلان کا موقع ملا کہ توریث جائداد منقولہ کے معاملات میں شخصی قانون بین الاقوام کا وہ قاعدہ جو اس نے اختیار کیا ہے ملک محولہ کے جملہ قانون کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنے اس فیصلہ کی طرف جو خاص اس مقدمہ میں ملک مذکور میں صادر ہوتا۔ اس طور سے سر ہربرٹ جینر نے ڈی بونیوال بنام ڈی بونیوال کے مقدمہ میں (۱۸۲۸ء ۱ د ۱ کرٹرس ۸۵۷) جس میں ایک وصیت نامہ کا طرز تحریر زیر بحث تھا۔

۵له ۱۰ رپورٹ سالانہ انجمن قانون بین الاقوام صفحات ۳۴ و ۱۷۶ و ۱۷۷۔

اس تجویز کے بعد کہ متوفی فرانس کا متوطن تھا یہ لکھا کہ "اس کی وصیت نامہ اور توریث جائداد ذاتی کے جواز کے فیصلہ کی مجاز اسی ملک کی عدالتیں ہیں اور بہ اتباع مقدمہ ہیر بنام سمتھ ۲ آدس ۲۵[۵۱] عدالت ہذا وصیت نامہ کی صحت کے متعلق کارروائی ملتوی کرتی ہے جبتک کہ عدالتہائے فرانس اس کی صحت یا غیر صحت کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کر دیں۔" اس تجویز کے مطابق وصیت نامجات متعلقۂ جائداد منقولہ جو وصی کے مقام توطن کے قانون کے مطابق بھی نہ تھے اس شہادت کے پیش اور منظور ہونے پر کہ وہ اس ملک میں بھی نافذ قرار پاتے منظور کر لئے گئے۔ دیکھو مقدمۂ کولیر بنام ریواز (۱۸۴۱) ۲ کرٹ ۸۵۵ مصدرہ سر ہربرٹ جنر و مقدمۂ فری بنام فری (۱۸۴۷ء) ۵ نوٹس مقدمات 36
۵۹۲ مصدرہ ایضاً جو اسوقت سر ایچ جنر فسٹ ہو گئے تھے و مقدمۂ کروکنڈن بنام فلر۔ ۱۔ سابل و ٹریسٹین ۱۴۴ مصدرہ سر سی کرس ویل و مقدمۂ لینیو لی بنام انڈرسن (۱۸۶۰ء) سابل و ٹریسٹین ۲۴ سر سی کرس ویل و مقدمۂ ان سلوا لارڈ بنام کنینچ ۲ سابل و ٹریسٹین ۱۲۷ (ڈاکٹر لاڈین نے اپنے اختلاف سے دست برداری کرلی جب اسکاٹلینڈ میں یہ تجویز ہوئی کہ ایک وصی کا وصیت نامہ وہاں نافذ قرار پائے گا اگر وہ قانون مقام آغاز کارروائی یا تکمیل دستاویز کے مطابق ہوگا) و مقدمۂ براؤن بیکولرڈ (۱۸۹۴) ۷۰ لاٹائمس نیو سیریز (۱۸۱۱ء) مصدرہ سر آیف جین اور مقدمۂ لیکرائس (۱۸۷۷ء) ۳ پیری و ڈیوڈسن ۹۶ میں۔ سر جے ہینن نے یہ تجویز کیا کہ لارڈ کنگس ڈاؤن کے ایکٹ میں اس ملک کے قانون سے جہاں (وصیت نامہ) مرتب ہوا وہ قانون مراد ہے جو از روئے قانون مقام تکمیل دستاویز یا آغاز کارروائی مقدمۂ زیر بحث سے متعلق ہوگا۔ مقدمۂ بریمر بنام فریمین (۱۸۵۷ء) ۱۰ مور پرایوی کونسل ۳۰۶ (فیصلہ جوڈیشل کمیٹی مصدرۂ لارڈ ونسلیڈیل) میں ایک وصیہ متوطنہ فرانس کا لکھا ہوا وصیت نامہ جو انگلستان کے قانون کے مطابق تھا نامنظور کیا گیا۔ عدالت ایک پیچیدہ دلیل سے اس نتیجہ پر پہونچی کہ یہ وصیت نامہ فرانس میں غیر نافذ قرار پاتا۔[۵۲] مقدمۂ ٹروفورٹ (۱۸۸۷ء) ۳۶ چانسری ڈویژن ۶۰۰ میں مسٹر جسٹس

---

[۵۱] ایک ایسا مقدمہ جس میں بجائے فرانس کے اسکاٹ لینڈ کی بحث تھی ۱۸۱۱ء میں سر جان نیکول کے سامنے پیش ہوا تھا۔

[۵۲] اس میں اور نیز ان میں سے بعض دوسرے مقدمات میں فرانس اور بلجیم میں جو توطن اختیار کیا گیا تھا وہ ان ممالک کی حکومتوں کی اجازت سے نہ تھا بلکہ شخصی قانون بین الاقوام کا توطن تھا جس کو جوڈیشل کمیٹی نے بمقدمہ بریمر بنام فریمین توطن بر بنائے قوانین اقوام کے نام سے موسوم کیا ہے اور حقیقی واقعہ کے طور سے بحال خود اسی طرح نافذ ہے جیسا کہ وہ توطن باجازت تھے مسئلہ کی ایجاد کے قبل رائج اور نافذ تھا۔

اسٹرلنگ کو ایک ایسے سوئیٹ زرلینڈ کے باشندے کی تقسیم جائداد منقولہ کے ضمن میں جس نے فرانس میں توطن اختیار کر لیا تھا، ہمارے مسئلہ توطن کے معنی پر غور کرنے کی احتیاج ہوئی۔ اس بارہ میں قانون فرانس عام طور سے بلجیم کے قانون کو تسلیم کرتا ہے اور اس بارہ میں دونوں سلطنتوں میں ۱۸۶۹ء سے معاہدہ چلا آتا ہے۔ سوئیٹ زرلینڈ میں ایک مقدمہ اسی طور کا فیصل ہوا تھا اور فاضل جج نے وصیت ناموں کی طرز تحریر کے مقدمات کا لحاظ کرکے لکھا کہ "جو دعوے اس وقت منجانب فریق اول عدالت ہذا میں پیش ہے، وہ ایسی عدالتوں میں پیش ہو کر فیصل ہو چکا ہے جو متوفی کے وطن کے قانون کے لحاظ سے اس کی سماعت کی مجاز تھیں .... اس لئے ہم ان کے فیصلوں کے پابند ہیں۔"

جس سوال سے ہم اس وقت بحث کر رہے ہیں اس کا جواب ابتک ہم کو انگریزی عدالتوں سے سرسری طور سے ملتا رہا ہے اگر مقدمہ جانسن۔ رابرٹ بنام اٹرنی جنرل (۱۹۰۳) ۱ چانسری ۸۲۱ میں مسٹر جسٹس فارول کو اس مسئلہ پر پوری توجہ کرنی پڑی۔ مقدمہ مس جانسن کی جائداد منقولہ کی تقسیم کے متعلق تھا جو کہ ایک انگریزی رعایا تھی اور پیدائش کے وقت سے جزیرہ مالٹا میں اس کا توطن تھا مگر موت اور تحریر وصیت نامہ کے وقت ۱۸۹۴ء میں بیڈن کی گرانڈ ڈچی میں رہتی تھی؛ اگرچہ باضابطہ طریقہ سے وہاں کی رعایا نہیں بنی تھی۔ توطن کے انگریزی اصول کے مطابق جج کو بیڈن کے قانون کی طرف رجوع کرنا پڑا اور رجسٹرار عدالت کے صداقت نامہ سے ظاہر ہوا کہ بیڈن کے قانون کی رو سے متوفیہ کی ایسی جائداد کی قانونی توریث جو اس نے وصیت نامہ کے ذریعہ سے منتقل نہ کر دی ہو اس ملک کے قانون کی تابع ہے جس کی وہ اپنی موت کے وقت رعایا تھی؛ اس طور سے بیڈن کے قانون کے دریافت کرنے کا خواہ منشا کچھ ہی رہا ہو، مگر رجسٹرار عدالت کے جواب سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کا مقصد اس ملک کے کل قانون سے ہے نہ کہ صرف اندرونی قانون سے۔ فاضل جج نے اس رائے کو مسئلہ زیر بحث سے ٹھیک طور سے مطابق پایا اور اس کے ساتھ کلی طور سے اتفاق کرکے یہ تجویز کی کہ توطن اختیاری (Domicile of Choice) جس کا اختیار کردہ ملک میں تقسیم جائداد منقولہ پر کوئی ایسا اثر نہ پڑتا ہو کہ اس سے کسی قسم کے حقوق یا ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہوں، وہ اس مقصد کے لئے مطلق توطن نہیں ہے اور اس لئے مورث کا اصلی توطن (Domicile of Orgin) بحال خود قائم رہتا ہے۔ بیڈن کی عدالتوں نے

فی الحقیقت" اس سے اور اپنے جو رسڈکشن کے دعوے سے دست برداری کر لی ہے"۔
ضمناً یہ امر قابل بیان ہے کہ جائداد منقولہ کی توریث یا عام طور سے ذاتی حیثیت کے مقاصد کے لحاظ سے توطن اختیاری اور توطن اصلی میں تمیز کرنے کی نہ کوئی وجہ ظاہر کی گئی ہے اور نہ بظاہر کوئی نظر آتی ہے۔ اصل معاملہ میں یہ تجویز اور وہ دلیل جو اس سے نقل کی گئی ہے" اس اصول کے بالکل مطابق ہے جس کی تائید میں کرتا رہا ہوں۔ بیڈن کے قانون نے بیڈن کے توطن کو بحث سے خارج کر دیا اور جائداد منقولہ کی تقسیم اس کی عدم موجودگی میں قانون مالٹا کی رو سے عمل میں آئی۔ دوسرے الفاظ میں توطن کا قاعدہ بے ہر کو یا طریقہ سے نہیں برتا گیا ہے بلکہ اس طرح کام میں لایا گیا ہے کہ اس سے ایک ایسی تمدنی جماعت کی رکنیت کا پتہ چلتا ہے جو خانگی قوانین کی اغراض سے قائم ہے" اور اس بناء پر وہ ایسے ملک میں نافذ نہیں متصور ہو سکتا" جہاں یہ جماعت" توطن کے اصول پر قائم ہی نہ ہو"۔ رنوائے کے مسئلہ کے متعلق جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایسے دائرہ میں لیجا کر ڈال دیتا ہے جس سے نکلنا محال ہو جاتا ہے، فاضل جج کے لئے موجب خوف نہ ثابت ہوا۔ اُس نے بیڈن کی ایک ایسی رعایا کی صورت فرض کی جس نے انگلستان میں توطن اختیار کر لیا ہے اور یہ لکھا کہ "اس صورت میں ایسے اختلاف اور تصادم قوانین کا ہونا لازم ہے اور اس سے کوئی چارہ نہیں" "اگر اس کی جائداد منقولہ کی تقسیم اس عدالت کے ذریعہ سے عمل میں آئے گی تو وہ اسی حد تک ہمارے قانون کے مطابق ہوگی لیکن اگر بیڈن کی عدالتیں اس کو تقسیم کریں گی تو وہ اپنی حد تک بیڈن کے قوانین کی پابندی کریں گی"۔ یہ بالکل درست ہے مگر یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا شخص زیر دریافت کی موت اس کا تعین نہیں کر دیتی کہ کن قواعد کی رو سے اور منجملہ دونوں ممالک کے کس ملک میں اس کی جائداد غیر منقولہ میں توریث جاری ہوگی" تاکہ تقسیم پر ان اشیاء کو بیڈن سے انگلستان اور انگلستان سے بیڈن لیجانے کا اثر نہ پڑے اور ان کا تصفیہ شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد سے خواہ وہ مسئلہ رنوائے ہو یا کوئی دوسرا مسئلہ ہو جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے ممالک کا فیصلہ جن کے ذاتی قانون کا معیار مختلف ہے باہم یکساں نہیں ہو سکتا۔ 38
توطن قانون بین الاقوام (Domicile of Internal Law) جو "توطن واقعی" Domicile of fact کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور جس سے ہم نے

اس فصل میں بحث کی ہے بعض دوسرے ممالک میں بھی متعارف ہے۔(دیکھو فرنچ سول کوڈ ۱۰۲)۔ مگر اس سے پردیسی اس وقت تک مستفید نہیں ہوسکتے جبتک کہ اس کی تکمیل حکومت کی منظوری سے نہ ہوجائے (دیکھو کوڈ مذکور ۱۳) اور اس حالت میں وہ قانونی توطن (Legal domicile) کے نام سے ممیز کیا جاتا ہے۔ مقدمہ بوریس (۱۹۰۲) ۲۲ ٹائمس لارپورٹ ۱۱، میں وصی جو انگریزی رعایا تھا فرانس میں واقعی توطن رکھتا تھا نہ کہ قانونی توطن، اور مسٹر جسٹس سوین فن ایڈی نے، بصراحت مسٹر جسٹس فارول کے فیصلہ مقدمہ جانسن کا اتباع کرکے یہ تجویز کی کہ اس کے وصیت نامہ کی تعبیر اور تعمیل انگریزی قانون کے لحاظ سے ہونی چاہئے۔ اس طور سے انگلستان کی عدالتوں میں مسئلہ "رنوائے" اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب کہ فیصلہ کی بنیاد توطن بین الاقوامی پر قائم نہیں ہوسکتی۔ یا تو اس وجہ سے کہ (۱) ممالک غیر زیر بحث میں بجائے توطن کے قومیت کا معیار اختیار کیا گیا ہے (مثلاً بیڈن، بمقدمہ جانسن) یا (۲) توطن بین الاقوامی کی تکمیل، بذریعہ قانونی منظوری کے نہیں ہوئی جو اس ملک میں لازم ہے (مثلاً فرانس بمقدمہ بوریس)۔

میں اس بحث کو اس رائے پر ختم کرتا ہوں جو کہ معقول ہے اور دلیل پر مبنی ہے کہ جب کوئی قاعدہ کسی غیر ملک کے قانون کی طرف رجوع ہونے کی ہدایت کرے تو اس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ ملک مذکور کا کل قانون مراد ہے۔ اس میں لازمی طور سے وہ کل حدود شامل ہیں جو وہ خود اپنے استعمال کی نسبت قائم کرتا ہے کیونکہ اگر ان کا لحاظ نہ کیا جائے تو یہ کہنا مشکل ہوگا کہ وہ فی الحقیقت وہی قانون تھا جو کام میں لایا گیا۔ یہی ایک رائے ایسی ہے جو انگریزی فیصلوں میں اختیار کی گئی ہے اور کم از کم یورپ کے دوسرے ممالک میں اس کی تائید ہوئی ہے۔

ایک حال کے مقدمہ میں بالکل مختلف حالات میں مسئلہ "رنوائے" پیش آگیا تھا مگر عدالت نے اس پر بحث نہیں کی۔ ایک ہنڈی کی تعبیر کا مسئلہ تھا جو امریکہ میں لکھی گئی اور انگلستان میں سکھاری گئی تھی اور وہیں واجب الادا تھی۔ امریکہ کے خریداران ہنڈی نے اس ہنڈی کو خرید لیا اور اس سامان کے بل آف لیڈنگ کے ساتھ جسکی بابت ہنڈی مذکور لکھی گئی تھی، ہنڈی سکھارنے والے کے پاس انگلستان میں بھیجدیا۔ اس نے

رقم کے واجب الادا ہونے کی تاریخ پر اس کا روپیہ ادا کر دیا، لیکن یہ معلوم کر کے کہ بل آف لیڈنگ جعلی تھا اور اس کی بابت کوئی سامان نہیں بھیجا گیا تھا، اس وجہ سے کہ ہنڈی بل آف لیڈنگ کے اصلی ہونے کی شرط سے مشروط تھی، اپنی رقم ادا کردہ کے وصول کے لئے امریکہ میں رجوع عدالت ہوا۔

امریکہ کی عدالت نے یہ تجویز کی کہ اس مسئلہ کا فیصلہ کہ آیا ہنڈی مشروط تھی یا غیر مشروط، انگلستان کے قانون سے ہونا چاہیئے۔ بعدہ جب یہ مقدمہ انگلستان کی عدالت میں دائر ہوا تو وہاں یہ تجویز ہوئی کہ بلحاظ الفاظ دفعہ (۷۲) ایکٹ بل آف اکسچینج، اس امر کا فیصلہ کہ ہنڈی مشروط ہے یا غیر مشروط، امریکہ کے قانون سے ہونا چاہیے چنانچہ جج نے قانون مذکور کو دیکھ کر اور امریکہ کے فیصلوں کی تعبیر پر لحاظ کر کے اپنی تجویز صادر کی۔ یہ امر قابل بیان ہے کہ جب امریکہ کی عدالت نے یہ تجویز کر دی تھی کہ تعبیر کا معاملہ انگریزی قانون سے طے ہونا چاہیے تو انگریزی عدالت کو چاہیئے تھا کہ اس رائے کو قبول کر کے مقدمہ کا فیصلہ ہنڈی کے بین الاقوامی انگریزی قانون کی رو سے کرے۔ مرافعہ میں لارڈ چیف جسٹس اسکروٹن نے اس امر پر شبہ ظاہر کیا کہ آیا انگریزی عدالت کو یہ معاملہ امریکہ کے قانون کی طرف دوبارہ رجوع کرنا چاہیئے تھا یا نہیں، اگرچہ مسئلہ رنوائے کی منظوری یا نامنظوری سے کوئی بحث نہیں کی کیونکہ عدالت اپیل نے یہ تجویز کی کہ تعبیر خواہ انگریزی قانون سے کی جائے یا امریکہ کے قانون سے نتیجہ واحد ہے[1]

---

[1] گارنٹی ٹرسٹ کمپنی بنام ہینی و کمپنی (۱۹۱۸) ۲ کے۔ بی۔ ۶۶۰۔

40

فصل سوم

اہلیت اور بیرونی ولایت اور محافظت

اب ہم اس کتاب کے اصل موضوع یعنی شخصی قانون بین الاقوام کے ان قواعد سے بحث کریں گے جو انگلستان میں مقبول ہیں اور اس مقصد کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اٹلی کے کوڈ کا اتباع کر کے اشخاص کی حیثیت اور خاندانی تعلقات سے بحث شروع کریں۔ جس اصول کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کی تائید انگلستان کے اہل الرائے کرتے ہیں یا جن میں وہ انکار یا اقرار کے لحاظ سے مختلف الرائے ہیں ان کو ہم بغرض آسانی 'دفعہ' سے ممیز کریں گے۔ یہ اصول اپنی وسعت اور اہمیت میں بلحاظ ان مواقع کے جن میں ہماری عدالتوں کو اس مضمون کے مختلف حصص کے متعلق قائم کرنے پڑے، باہم مختلف ہوں گے۔ اس لئے ان پر اس طور سے نظر نہ ڈالنی چاہیے جس طرح کہ پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کے مسودہ کے دفعات پر نظر ڈالی جاتی ہے، بلکہ ان کو انگلستان کے اصول قانون کی حقیقی حالت کے اظہار کا ایک ذریعہ تصور کرنا چاہیے۔ ان میں جا بجا ہم آئرلینڈ کے اہل الرائے کا حوالہ بھی دیں گے کیونکہ ان معاملات میں انگلستان اور آئرلینڈ دونوں کے قوانین یکساں ہیں اور اسکاٹ لینڈ کے مرافعوں پر جو ہاؤس آف لارڈس نے کئے ہوں اور نوآبادیوں کے ان مرافعوں پر جو پریوی کونسل میں طے ہوئے ہوں، کوئی خاص ریمارک نہ کرینگے۔ جبتک یہ ظاہر ہوتا رہے گا کہ شخصی قانون بین الاقوام کے کسی خاص قاعدہ کو اس ملک کے قومی قانون کا ایک جزو قرار دینا مقصود نہیں ہے، جہاں کا مرافعہ ہوا ہے۔

دفعہ ۱۔ جن مواقع پر کسی شخص کے ذاتی قانون سے انگلستان میں کام لیا جانا جائز متصور ہوتا ہے تو اس قانون کا تعین شخص مذکور کے توطن سے ہوتا ہے نہ کہ اس کی سیاسی قومیت سے۔ ۱

دفعہ ۲۔ جب کسی شخص کی اہلیت متعلقہ افعال بربنائے عمر زیر بحث ہوتی ہے تو اس کے تصفیہ کے لئے انگلستان میں اس کے ذاتی قانون کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

مفصلۂ ذیل اہل الرائے ایسی صورتوں میں ذاتی قانون کو تسلیم کرنے کے مخالف ہیں۔

جو شخص ان تمام قوانین کی رو سے جن کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے حد بلوغ کو نہ پہونچا ہو اس کی اس اہلیت کا فیصلہ کہ آیا وہ خاص قسم کی اشیاء کے متعلق خواہ وہ ضروریات زندگی میں سے ہوں یا نہ ہوں، اس ملک کے قانون کی رو سے ہوگا جہاں معاہدہ عمل میں آیا۔ سیل بنام رابرٹس (۱۸۰۰) ۳ اسپائناس ۱۶۳ از جج ال کین بو 41
ایک شخص جو اپنے مقام توطن کے قانون کے لحاظ سے نابالغ ہے، ایک دوسرے ملک میں جا کر رہتا اور تجارت کرتا ہے اور وہاں دیوالیہ قرار پاتا ہے۔ اس کی ذاتی جائداد جو اس کے ملک توطن میں واقع ہے اس دیوالیہ کے مفوض الیہ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اسٹیفنس بنام میک فرلینڈ (۱۸۴۵) ۸ ایرش اکیوٹی رپورٹس ۴۴۴ از جج بلیک برن بو عام طور سے ذاتی قابلیت اور ناقابلیت، معاہدہ کرنے والے اشخاص کی اس مقام کے قانون پر منحصر ہوتی ہے جہاں معاہدہ کیا جاتا ہے۔ جج کراس ویل بو مقدمہ سائمونین بنام مالک (۱۸۶۰) ۲ ایس و ٹی ۶۷۔ اگرچہ اس رائے سے جو انھوں نے مقدمہ میٹی بنام میٹی میں جس کا ذکر آیندہ نمبر ۲ پر کیا گیا ہے ظاہر کی ہے، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قطعی طور سے قانون مقام معاہدہ کے مؤید تھے۔ مقدمہ اسکاٹ میور بنام ڈی باروز (۱۸۷۹) ۵ پیری و ڈیوڈسن ۹۴ میں ہینن نے صفحہ ۱۰۰ پر ذاتی حیثیت کے معاملہ میں قانون مقام معاہدہ کی تائید کی اور اسی مقدمہ کے صفحہ ۱۰۱ میں جو آگے آتا ہے، لارڈ جسٹس کاٹن کی رائے کا حوالہ دیا۔ اور مقدمات اوگڈن بنام اوگڈن (۱۹۰۸ء) صفحہ ۴۶۔ جج سر گورل بارنس۔ کوزنس ہارڈی۔ و کینڈی و مقدمہ چیٹی بنام چیٹی (۱۹۰۹ء) صفحہ ۶۷ جس سے آیندہ بحث کی جائے گی جج سر گورل بارنس بھی اسی خیال کے پورے مؤید ہیں۔ اگرچہ یہ امر مشتبہ ہے کہ جو کچھ ان میں اہلیت نکاح کے متعلق بیان کیا گیا ہے وہ عام اہلیت سے

کہاں تک متعلق ہو سکتا ہے ۔ ایک نابالغ نے جس کا توطن آئرلینڈ تھا اور جس کے باپ نے آئرلینڈ میں توطن اختیار کر لیا تھا، بحیثیت ایک مزدور کے اسکاٹ لینڈ میں ملازمت اختیار کی اور ایک چوٹ کھانے کے بعد، معاوضہ کا معاہدہ کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے آقا پر ہرجہ کا دعوے کیا اور یہ عذر پیش کیا کہ جو معاہدہ اس نے کیا تھا وہ اس بنا پر ناجائز تھا کہ وہ آئرلینڈ کے قانون کے مطابق نابالغ تھا۔ تجویز ہوئی کہ اس کی اہلیت کا فیصلہ قانون مقام معاہدہ کی رو سے کیا جانا چاہیئے نہ کہ اس کے ذاتی قانون سے، اور اس بنا پر اس کا دعوے خارج کر دیا گیا۔ دیکھو میک فرج بنام اسٹورٹس ولائیڈ (۱۹۱۳) سلکٹ کیس ۳، ۷۔ مقدمہ ہیٹ بنام لی ہیز وریر (۱۸۰۶) ۱۔ کاکس ۲۷۵ میں جج کنیان نے اس امر کا ثبوت چاہا کہ جس شخص نے بیرون عدالت ادائی رقم کی درخواست پیش کی ہے، اس کا استطباغ مقام گرنسے میں ہوا اور اس کی عمر ۲۱ سال کی ہے لیکن یہ نہیں ظاہر ہوا کہ درخواستگزار نے گرنسی میں توطن اختیار کر لیا تھا اور وہاں بلوغ کا سن ۲۰ سال تھا۔ ذاتی قانون کے تسلیم کئے جانے کے بظاہر خلاف (اگرچہ حقیقت میں نہیں) کونٹ ڈی پیرس کا مقدمہ ہے جس کی نسبت یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ اسکا توطن فرانس ہے اور وہ (۲۱) سال کی عمر کو نہیں پہنچا ہے اور فرانس کے قانون کی رو سے ایک حد تک آزاد ہے مگر ہنوز اس کو ایک مہتمم جائداد کی ضرورت ہے جو اسی قانون کے لحاظ سے مقرر کیا گیا تھا۔ سر سی کرسول نے انتظام اس کے اور اس کے مہتمم کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور انگریزی عملدرآمد کے مطابق یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی جانب سے اہتمام کے لئے کسی اپنے قریب تر رشتہ دار کو منتخب کرے۔ دیکھو مقدمہ ڈی آرینیس (۱۸۵۹) ۱۔ ایس و ٹی ۲۵۳ و ۲۸۔ لا جرنل (سلسلہ جدید) پی و ایم ۱۲۹۔ مقدمہ وی گڈرس آف میٹ یارڈ (۱۹۰۲) پی صفحہ ۱۲۹ میں جج جین نے اس مقدمہ کا باظہار اتفاق حوالہ دیا تھا اور اس کی تشریح یہ کی تھی کہ اس میں ایسے شخص کو جو انگلستان کے قانون کی رو سے بربنائے نابالغی ایسے اختیار حاصل نہیں کر سکتا انگلستان میں اختیار اہتمام ترکہ دینے سے انکار کیا گیا تھا۔

مفصلہ ذیل اہل الرائے ذاتی قانون کے طرفدار ہیں جے سر نکول نے

پرتگال کی ایک خاتون کو جو انگلستان کے قانون کے مطابق نابالغ تھی مگر اپنے مقام توطن کے قانون کے لحاظ سے آزاد تھی، اہتمام ترکہ کی اجازت دی جو صرف وصول منافع حصص پر مشتمل تھی اور جس کی وہ مادام حیات مستحق تھی۔ ڈاکٹر لوشنگٹن نے جو درخواست کی تائید میں تھے، اپنی دلیل کو یوں قائم کیا تھا کہ خاتون مذکورہ اپنے توطن کے قانون کی رو سے کسی محافظ کے مقرر کرنے کی محتاج نہیں ہے، اس دلیل سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اہلیت کے معاملات میں ذاتی قانون نافذ ہونا چاہئے۔ دیکھو مقدمہ ڈاکنہا (۱۸۲۸) ۱۔ مقدمات مذہبی مرتبہ ہگرڈ ۲۳۷۔ سول حیثیت کے تصفیہ کا صرف ایک اصول ہے یعنی توطن جو قانوناً 42
سول حیثیت کے تعین کا معیار ہے اور اسی پر فریق کے ذاتی حقوق یعنی وہ قانون جس سے اس کے بلوغ، نکاح، توریث اور قابلیت و ناقابلیت وصیت کا فیصلہ ہوتا ہے منحصر ہونے چاہئیں"۔ وسٹ بری مقدمہ اڈنی بنام اڈنی ۱۸۶۹ء ایل۔ آر۔ آئی اسکاچ اپیل صفحہ ۴۵۷ میں کہتا ہے کہ معاملات نکاح میں بھی دوسرے معاہدات کی طرح ذاتی قانونی مقام توطن کے قانون پر منحصر ہونا چاہئے۔ جج کاٹن نے مقدمہ سالومیر بنام ڈی باروز (۱۸۷۷) لا رپورٹ ۳ پیری ڈویژن ۵ میں جو لکھا اس کا اتباع کوک ٹرسٹ (۱۸۸۷) ۵۶ لا جرنل (سلسلہ جدید) ۶۳۷ میں کیا گیا۔ جج اسٹرلنگ کی رائے کے مطابق معاہدہ کی اہلیت کا تصفیہ قانون مقام توطن سے ہونا چاہئے۔ نیز دیکھو جج ہالسبری کا فیصلہ بمقدمہ کوپر بنام کوپر (۱۸۸۸) ۱۳۔ اے۔ پی۔ سی۔ اے ۹۹۔ اس مقدمہ میں لارڈ واٹسن اور میکناٹن نے "قانون مقام ادائی" (Lex loci Solutionis) کو اہلیت معاہدہ سے غیر متعلق قرار دیا لیکن قانون توطن اور قانون مقام تکمیل معاہدہ کے متعلق جو اتفاق سے ایک ہی تھے، کوئی صاف رائے ظاہر نہیں کی۔ نیز دیکھو آئندہ دفعہ ۹۔

مفصلہ ذیل مقدمات میں ذاتی قانون تسلیم کیا گیا ہے گو نہ بطور کلیہ کے

ایک شخص جس کا توطن انگلستان سے باہر ہو، اس وراثت کی بابت، جو اس کو ایسے شخص سے پہنچی ہو جس کا توطن انگلستان میں ہو، انگلستان کے قانون یا اپنے توطن کے قانون کے لحاظ سے بالغ

ہونے پر (ان میں سے جو پہلے واقع ہو) رسید دینے کا مجاز ہے۔ دیکھو مقدمہ
ہلمین (۱۸۶۶) لا رپورٹ ۲۔ ای کیو ۲۶۳ ج روسیلی؛

اس سے ظاہر ہوگا کہ لارڈ ویسٹ بری بلوغ یا غیر بلوغ کے مسئلہ کو ازدواج کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں اور لارڈ جسٹس کاٹن نے نکاح کو مثل دوسرے معاہدات کے قرار دیا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ جو ناقابلیت نکاح میں بربنائے نابالغی پیدا ہوتی ہے اس میں اور اس ناقابلیت میں جو خریداری جائداد کے متعلق پائی جاتی ہے، اصولاً کوئی فرق نہیں ہے؛ اگرچہ ان دونوں اقسام کے معاہدات میں زمانہ اہلیت کی میعاد مختلف ہے، نکاح کے معاملہ میں فریقین کی باہم قرابت قریبہ بھی ایک حد تک موجب نااہلی ہے۔ جو یورپ کے دوسرے ممالک میں نابالغی کی کلی نااہلیت کیطرح ذاتی قانون کا ایک جز متصور ہوتی ہے۔ اگر ذاتی قانون بربنائے نابالغی یا قرابت قریبہ کے ایک فریق کو اس کا نااہل قرار دیتا ہے، تب بھی نکاح جائز نہیں ہو سکتا۔ اگر مقام انعقاد نکاح کا قانون بھی اس کے خلاف ہو تو وہ بھی اس کا مانع ہوگا؛ کیونکہ بجز جائز طریقہ کے نکاح منعقد نہیں ہو سکتا۔ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ انگلستان میں بھی ایک فیصلہ کے ذریعے سے نکاح پر ذاتی قانون کا یہی اثر تسلیم کیا گیا ہے اور یہ فیصلہ ان فیصلوں کے بعد کا ہے جن میں ذاتی قانون کو نابالغی کے مسئلہ میں تسلیم کرنے سے انکار کیا گیا اور جن کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ میرے پیش نظر خاص کر ہاؤس آف لارڈس کا وہ فیصلہ ہے جو بمقدمہ بروک بنام بروک (۹) ہاؤس اوف لارڈس ۱۹۳ صادر ہوا کیونکہ اس کی ابتدائی تجویز میں خود سر سی کریسول شریک تھے؛ توطن کا اصول صاف طور سے بنائے صدور فیصلہ نہیں قرار پایا ہے۔ لارڈ ویسٹ بری اور لارڈ
48 جسٹس کاٹن کے قائم کردہ اصول، بمقدمہ بروک بنام بروک پر کامل اور قطعی غور کئے جانے کے بعد کے ہیں اور ان میں جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں، نکاح کا تذکرہ موجود ہے جس سے ان دونوں فاضل ججوں کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کے معاملہ میں جو تجویز ہوئی اس سے دوسرے معاملات میں بھی اہلیت کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ اور اس رائے میں لارڈ پالسبری کی شرکت نے اور زیادہ قوت پیدا کر دی ہے[1]

۱؎ بعد کے فیصلوں نے جو نکاح کے متعلق بمقدمہ اگڈن بنام اگڈن اور چٹی بنام چٹی ہوئے۔ ان اصول کو درہم برہم

مگر سوال یہ ہے کہ آیا اہلیت کے متعلق قانون مقام معاہدہ سے بالکل قطع نظر کرلینی چاہئے؟ نکاح کا معاملہ ایک مخصوص معاملہ ہے اس لحاظ سے کہ تقریباً تمام ممالک میں یہ خاص معاملہ بغیر سرکاری توسط کی مداخلت کے عمل میں نہیں آتا اور اس توسط کا اظہار عام یا مذہبی رسوم کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ پس یہ آسانی ممکن ہے کہ ایسے رسوم بےکار محض ثابت ہوں تا وقتیکہ فریقین معاہدہ میں وہ شرائط نہ پائے جائیں جنکا وجود قانون مقام معاہدہ کے لحاظ سے ایسا ہی ضرور ہو جیسے کہ خود اون کے ذاتی قانون کے شرائط کا موجود ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ البتہ اگر موخرالذکر شرائط موجود ہوں تو دوسرے اس قسم کے معاہدات کے جواز کے لئے جن میں عہدہ دار سرکاری کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہوتی، مقدم الذکر شرائط کا موجود ہونا لازم نہیں ہے۔ مگر ممکن ہے کہ دوسرے وجوہ پیدا ہوجائیں؛ اور صفحہ ۲۶ و ۳۱ (اصل کتاب) پر ہم ذاتی قانون کے اصول کے ان مستثنیات کو لکھ آئے ہیں جو معاملات کے جواز کی تائید میں فرانس اور جرمنی میں رائج اور شائع ہیں۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ جو بین الاقوامی قانون ہنڈی اور چکوں کے بارہ میں ۱۹۱۲ء کی ہیگ کانفرنس میں منظور ہوا، اس کے ایک دفعہ میں یہ بصراحت بیان ہوا ہے کہ اگرچہ معاہدہ کی اہلیت عام طور سے قومی قانون کی تابع ہے، لیکن اگر کسی شخص میں فقرہ متذکرہ بالا کے مطابق (معاہدہ کی) قابلیت نہیں ہے تاہم اگر اس نے کسی مملکت میں کسی قانون کے مطابق معاہدہ کرلیا ہے جسکا اسکو حق ہے تو وہ مستحق قرار پائے گا۔ اسطور سے ایک معاہدہ کو جائز قرار دینے میں قانون مقام معاہدہ کو ذاتی قانون پر ترجیح حاصل ہے۔

اس موقعہ پر، باوجود مقدمہ سالمین میں لارڈ ریڈلی کی رائے کے، انگلستان میں جو حدود عام اور متفقہ خیالات کے لحاظ سے ججوں کے اختیارات پر قائم ہوتے ہیں وہ یقیناً اس امر کے مانع ہیں، کہ جج بغیر پارلیمنٹ کی مدد کے ذاتی قانون کے تحت میں جوکہ اہلیت کا عام اصول قرار پاچکا ہے، ایسے مستثنیات قائم کرسکیں۔ اور یہ امر پارلیمنٹ کی رائے پر منحصر ہوگا کہ وہ بلحاظ ان معاہدات کے جو دوسری سلطنتوں سے کئے جائیں، ذاتی قانون کا معیار توطن یا سیاسی قومیت میں سے کسی ایک کو قرار دے! اور ذاتی قانون

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷۔ کردیا (دیکھو صفحہ ۶۰ اصل کتاب)۔

کے استعمال میں ایسے مستثنیات قائم کردے جو اس کو بلحاظ آسانی مناسب معلوم ہوتے ہوں۔

دفعہ ۳ — جب ایک منکوحہ عورت کے کسی خاص فعل کے کرنے کی اہلیت کے متعلق بربنائے منکوحہ ہونے کے اعتراض ہوگا تو انگلستان میں اس کا تصفیہ اس کے ذاتی قانون پر محول کیا جائے گا۔

ایک عورت کا نکاح نابالغی کے زمانہ میں ہوا (بعد بلوغ کے) اس کی تنسیخ اور نیز اس معاہدہ نکاح کو جو اس کی طرف سے کیا گیا تھا قائم رکھنے کی قابلیت کا تصفیہ اس ذاتی قانون پر منحصر ہوگا جس کی وہ بربنائے نکاح مستحق متصور ہوتی ہے۔ وڈ لفر بنام آدہنگن (سنہ ۱۸۵۸ء) ۲ چانسری کیس، ۸۰ جج۔ لنڈلے۔ رجیجے۔ کالنس۔ جنھوں نے تجویز مقدمہ کوزنس بارڈی (۱۸۹۹) ۲۔ چانسری ۹ ۲ ۵ کو منسوخ کردیا۔ مقدمہ گیوپرتیٹ بنام بنیک (۱۸۵۱) ۴ ڈی گیکر و سماٹیل، ۲۱۲ ج، نائٹ بروس میں یہ بحث تھی کہ آیا ایک منکوحہ عورت انگلستان میں اپنے شوہر کی رضامندی سے اس حق کی بابت جو اس کو ایک انگلستان کے تملیک نامہ کی بنا پر حاصل ہونے والا ہے معاہدہ کرنے کی اہلیت رکھتی ہے؟ اس کا توطن فرانس میں تھا اور جو حق حاصل ہونے والا تھا وہ ایک فرانسیسی معاہدہ سے جو نکاح کے وقت ہوا تھا اس عورت کے مہر میں شریک تھا۔ وائس چانسلر نے اس کو قانون فرانس پر محول کیا۔ یہ درست ہے کہ اس امر پر بڑی بحث رہی کہ آیا فرانس کے قانون اور قانون معاہدۂ نکاح کی رو سے وہ معاہدہ جو عدالت کے سامنے پیش تھا کیا جاسکتا تھا یا نہیں؟ بخصوص اہلیت کے مسئلہ پر بحث نہیں ہوئی لیکن یہ امر ایسا تھا کہ اس سے جج اپنے خیال میں قطع نظر نہیں کرسکتا تھا۔ مقدمہ بینگیز ورنیالڈ بنام ایلس (۱۹۰۲) ۲ چانسری ۳۲ ۳ میں ایک ایسی عورت کی اہلیت کے مسئلہ کا جو انگلستان میں متوطن تھی، اپنے آپ کو ایک تملیک نامہ نکاح کے پابند کرنے کے متعلق انگلستان کے قانون کی رو سے فیصلہ کیا گیا۔ مگر اس امر پر بحث نہیں ہوئی کہ اگر تملیک نامہ بربنائے قانون اٹلی جو شوہر کا وطن تھا ممنوع تھا تو وہ بحیثیت معاہدہ کے ایسا نا جائز نہ تھا جس کا اختیار فریقین میں سے کسی کو بھی نہ تھا۔ مقدمہ گروس (نمبر ۲) [۱۹۱۵] چانسری ۲، ۵ جج، سارجنٹ میں ایک ایسی

عورت کی اہلیت کا فیصلہ انگریزی قانون سے کیا گیا جو موت کے وقت انگلستان میں متوطن تھی اور اپنی جائداد بذریعہ وصیت نامہ منتقل کر گئی تھی اگرچہ وصیت نامہ اس وقت کا لکھا ہوا تھا جبکہ وہ ہالینڈ میں متوطن تھی ۔

اس مسئلہ پر کہ آیا ایک پردیسی زوجہ جو اپنے توطن کے قانون کے لحاظ سے اپنے شوہر کی شرکت میں تجارت کی مجاز ہے، ان معاہدات کے متعلق جو ایسی تجارت میں کئے جائیں، اپنے شوہر کے ساتھ انگلستان میں دعوے کرنے کی مجاز ہے ؟ مقدمہ کیسیو بنام ڈی برناس (۱۸۲۴ء) آئی سی وپی ۲۲۶ رسل ورائٹن ۱۰۲ ۔ جج ایبٹ میں بحث ہوئی مگر کوئی فیصلہ نہو سکا، کیونکہ بیرونی قانون ثابت نہیں کیا گیا تھا۔ مقدمہ پیلون بنام بروکنگ (۱۸۵۸ء) ۲۵۔ بیون ۲۱۸ ۔ جج رومیلے ۔ میں یہ تجویز ہوئی کہ ایک منکوحہ عورت جس کو ایک انگریزی وصیت نامہ کی بناء پر ایک آمدنی کا حق بطور ہبہ کے ملنے والا تھا قیود سے اس بناء پر آزاد نہیں ہوسکتی کہ اس کے مقام توطن کے قانون کی رو سے وہ قیود اس کی اہلیت پر قائم نہیں ہوسکتے ۔ مقدمہ لی بنام ایڈی (۱۸۹۲ء) ۱۷ کوئنس بنچ ڈویژن ۳۰۹ ۔ جج لاٹے و ولس ۔ میں جو انشورنس پالیسی، ایک پالیسی لینے والے نے اپنی زوجہ کے نام کردی تھی، وہ ناجائز قرار پائی ۔ اگرچہ یہ عمل ان کے مقام توطن میں ہوا تھا۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس بارہ میں مقام مذکور کا قانون کس بنا پر متعلق سمجھا گیا دیکھو مقدمہ ڈنکن بنام کنین ۱۸ بیون ۱۲۸ و ، ڈرز میکناٹن و کارٹون ۸۰، جو آگے زیر ضمن ۹۳ درج کیا گیا ہے ۔

دفعہ ۴ ۔ انگلستان میں اس بچہ پر جو انگلستان میں رہتا ہے اسکے پردیسی والدین کے اختیارات اُسی حد تک تسلیم کئے جاتے ہیں جس حد تک کہ انگلستان کے بسنے والے والدین کے اختیارات اس کے متعلق تسلیم کئے جاتے ہیں ۔

(دیکھو مقدمہ جانسٹن بنام بیٹی (۱۸۴۳ء) ۱۰ کلارک و فنلے ۴۲ ۱۱۴ و ۱۴۵، جج کاٹن ہام)

دفعہ ۵ ۔ اگر کوئی ملک غیر کا نابالغ یا مجنون انگلستان میں موجود ہو (خواہ وہ عارضی ہی طریقہ سے کیوں نہ ہو (دیکھو مقدمہ بزنج (۱۹۰۲) اچانسری ۴۲۶ ۔ جج، ویگھم ولیمس ۔ اسٹرلنگ ۔ کوزنس ہارڈے) تو انگریزی عدالتوں کو بلاشبہ یہ اختیار

ہے کہ وہ نابالغ کی حفاظت ذات اور جائداد کے لئے کوئی ولی اور مجنون کے جنون کی تحقیقات کے واسطے کوئی کمیشن مقرر کرے، باوجود اس علم کے کہ ان کے ملک میں ان کے ایسے ولی یا مہتمم یا محافظ موجود ہیں۔ لیکن اس بارہ میں البتہ اختلاف ہے کہ یہ اختیار کس موقع پر کام میں لایا جانا چاہئے۔

دفعہ ۶۔ صرف ذات کے متعلق ایک رائے یہ ہے کہ ولی یا محافظ ذات خواہ وہ بیرونی عدالت سے مقرر ہوا ہو یا بلا واسطہ عدالت کے بیرونی قانون کی رو سے ایسا اختیار استعمال کرتا ہو اس کا مجاز نہیں ہے کہ وہ نابالغ یا مجنون پر انگلستان میں ایسا اختیار استعمال کرے اور اس بنا پر اگر وہ انگلستان میں ہو اور ایسی استدعا کرے تو انگریزی عدالتوں کو وہ اختیار کام میں لانا چاہئے جس کا تذکرہ دفعہ ۵ میں کیا گیا ہے۔

مجانین کے بارہ میں دیکھو مقدمہ ہوسٹن (۱۸۲۶) ۱۔رسل ۳۱۲ جج، الڈن۔
نابالغین کے لئے دیکھو مقدمہ بیٹی بنام جانسٹن (۱۸۴۱) افلیس۔
۱۷ جج، کاٹن ہام پوجانسٹن بنام بیٹی (۱۸۴۳) ۱۰ کلارک وفنلے ۴۲ جج، لنڈھرسٹ۔ کاٹن ہام۔لینگ ڈیل۔

دوسری اور صحیح تر رائے یہ ہے کہ جو ولی یا محافظ ذاتی قانون یا نابالغوں اور مجانین کے اوطان کی عدالتوں کے حکم سے مقرر ہوئے ہوں ان کو انگلستان میں بھی ان نابالغوں اور مجانین پر اختیارات حاصل ہیں اور اس لئے ایسی صورتوں میں انگریزی عدالتوں کو ولی یا محافظ نہ مقرر کرنا چاہئے جبتک کہ اس کے لئے کوئی خاص وجہ نہ ہو۔

بروہام اور کیمبل نے بمقدمہ جانسٹن بنام بیٹی (یونائیڈ اسٹیٹ) یہ رائے نابالغوں کے متعلق دی مگر بروہام نے مجانین کا بھی ذکر کیا۔۱۰ کلارک وفنلے، ۹۸

دفعہ ۷۔ اور انگریزی عدالتیں اگر کوئی ولی یا محافظ ذات مقرر بھی کرینگی تب بھی وہ ان اولیا اور محافظین کے اختیارات کی جو ان کے ذاتی قانون یا انکی عدالتوں کی طرف سے مقرر ہوئے ہوں تائید کریں گے اور ان کے اختیارات میں اس وقت تک دست اندازی نہ کی جائے گی جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ وہ ان اختیارات کے

بیجا طریقہ سے استعمال کر رہے ہیں۔

نابالغین۔ بمقدمہ نوجنٹ بنام ویٹزیرا (۱۸۶۶) لا رپورٹ ۲ ایکویٹی ۷۰۴۔ جج کی کارروائی حسب ذیل تھی "۔اس امر کا اعلان کیا جاتا ہے کہ جو حکم تقرر اولیا کا اس ملک میں جاری کیا جاتا ہے وہ (آسٹریا کے) سفارت خانہ کی عدالت کے اس حکم میں خلل انداز نہ ہوگا جس کی رو سے مسٹر ویٹزیرا ولی مقرر ہوئے ہیں اور صاحب موصوف کو بحیثیت ایسے ولی کے نابالغ بچوں کی حفاظت اور نگرانی کا بلا مداخلت غیرے پورا اختیار رہے گا۔ مدعی علیہ کو اختیار ہے کہ وہ نابالغوں کو اس ملک سے باہر لیجانے یا نہ لیجانے کی درخواست کرے۔ یہ تحریک کہ بیرون ملک کی خدمت موقوف کر دی جائے نامنظور ہوئی۔ پیروی مقدمہ کے لئے ولی کے تقرر کی درخواست پر مدعی علیہ مسٹر ویٹزیرا ایسے ولی مقرر کئے گئے۔ مقدمہ ڈی سیوانی بنام لوساڈا (۱۸۷۰) ویکلی رپورٹر ۳۲۵ جج جیمس کو دیکھو مقدمہ اسٹورٹ بنام موٹ (۱۸۶۱) ۹ ہوس اوف لارڈز ۴۴۰۔ جج کیمبل دنسلے ڈیل۔ چلمسفورڈ۔ کنگس ڈاؤن نیز دیکھو ڈاسن بنام جے (۱۸۵۴) ۳ ڈی گیکز میکناٹن گارڈن ۷۶۴ جج کرائنورتھ۔ نیز لارڈ کیمبل کی بحث اس مقدمہ پر بمقدمہ اسٹورٹ بنام موٹ ۹ ہوس آف لارڈز ۴۶۷ اور مقدمہ اولاد مانگی ۱۴ لا رپورٹ ایکویٹی ۳۱۵ جج مالنز۔ جس میں متوفی کا باپ رومن کیتھولک اور ماں پریسبٹیرین تھی۔ ماں کے ساتھ ایک رومن کیتھولک ولی شریک کر دیا گیا تھا۔

محافین دیکھو مقدمہ مالوبیر (۱۸۴۲) ۹ چانسلری اپیلیں ۶۷۷ 40

جج بیلش وجیمس۔

دفعہ۔ اگر نابالغ سرکار انگریزی کی رعایا ہے، خواہ وہ قانون منضبط ہی کی رو سے کیوں نہ ہو تو انگریزی عدالتیں اس امر کی مجاز ہیں کہ اس کا ولی مقرر کریں، اگرچہ اس کی بود و باش ایسے ملک کی ہو جو سیاسی طور سے ملک غیر سمجھا جاتا ہے۔ یہ اختیار عدالتہائے مذکور بلحاظ ضرورت مناسب ایسے وقت میں بھی عمل میں لا سکتی ہیں جب کہ نابالغ نہ تو ان کے حدود ارضی میں موجود ہو اور نہ وہاں کوئی جائداد رکھتا ہو۔

مقدمہ ولوبی (۱۸۸۵) ۳۰ سی۔ ایچ ڈی ۳۲۴۔ ۳۲۴ جج، کے کی
تائید مسرز کاٹن اور لنڈلے نے بمقدمہ ہیوٹ (۱۹۰۷) ۱۰ آئرش رپورٹ
۲۲۴۔ جج، میریڈتھ یں کی؛ مقدمہ برگوس (۱۸۸۹) ۴۱۔ سی ایچ ڈی ۳۱۰۔
جج، کاٹن۔ لنڈلے وبوین میں ایسا تقرر نامنظور کیا گیا کیونکہ اس کا موقعہ
مناسب نہ تھا۔

ایک نابالغ جو کہ ملک غیر میں رہتا تھا مقدمہ کا ضروری فریق تھا،
اس نے اور اس کے بیرونی اولیا نے مقدمہ میں حاضر ہونے سے انکار کیا؛
اس لئے پیروی مقدمہ کے لئے ایک ولی کا تقرر عمل میں آیا۔ وائٹ بنام
ڈوورنے (۱۸۹۱) پی۔ ڈی ۲۹۰۔ جج، جیئن۔

دفعہ ۹۔ جائداد کے متعلق ولی یا مہتمم یا محافظ جائداد خواہ وہ ذاتی اختیارات کے تحت مقرر ہوا ہو یا ذاتی قانون کی بنا پر بغیر توسط عدالت کے اس امر کا مجاز ہے کہ اپنے نابالغ یا مجنون کی طرف سے انگلستان میں اس کی ذاتی جائداد کے متعلق دعوے کرے یا رسید دے۔ اس دفعہ اور دفعہ کے متعلق عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ اولیاءِ نابالغ عموماً ذاتی قانون کی بنا پر بلا توسط عدالت کے قرار پاتے ہیں مگر مجانین کی صورت میں ایسا نہیں ہوتا۔ دفعہ ہذا کے اصول کی وجہ سے ان اختیارات کو بہت کم کام میں لانے کی حاجت ہوتی ہے جن کا ذکر دفعہ ۵ میں کیا گیا ہے۔ لیکن جب وہ اختیارات کام میں لائے جائیں گے اس وقت محافظ جائداد کے اختیارات انگلستان ہی کے اندر محدود رہیں گے۔ دیکھو مقدمہ آر۔ ایس۔ لمہ (۱۹۰۱) ۲۔ کے۔ بی ۳۲ جج، رگبی۔ ویگھان۔ ولیمز۔ اسٹرلنگ۔

مجانین۔ مقدمہ نیوٹن بنام مینانگ (۱۸۴۹) ای۔ ایم و۔ جی
۳۶۲ جج، کاٹن بنام؛ مقدمہ الیاس (۱۸۵۱) ۳۔ ایم جی ۲۳۴ جج، تروروؔ
مقدمہ اسکاٹ بنام بنٹلے (۱۸۵۵) آئی۔ کے وجی ۲۸۱ جج، اوڈ؛ مقدمہ ہینگ
بنام سدرلینڈ (۱۸۵۶) ۲۵۔ ایل۔ جے (نیو سیریز) چانسری ۶۸۷ جج، نائٹ
بروس وٹرنر؛ مقدمہ بیکر (۱۸۷۱) لا رپورٹ ۱۲ مقدمات ایکویٹی ۱۶۸ جج،
ویکنس؛ اس مقدمہ میں شخص زیر بحث کو نوآبادی وکٹوریا کی عدالت نے مجنون

تسلیم کیا تھا اور مجانین کا اعلیٰ عہدہ دار از روئے قانون آبادی مذکور اس کا محافظ قرار پایا تھا؛ مقدمہ لنڈن (۱۸۹۷) ۱ چانسری ۴۵۳ - جج اسٹرلنگ؛ مقدمہ تمیری بنام چامرس گومٹری و کمپنی (۱۹۰۰) ۱۔چانسری ۸۰ جج کیکیوچ؛ مقدمہ ڈیڈیشم بنام لنڈن و وسٹ منسٹر بنک (۱۹۰۰) ۲۔چانسری ۱۵ - جج، لنڈلے ورجبے و ویگھام و لیمیس جنہوں نے نارتھ کے فیصلہ کو توڑ دیا جس میں اس اصول سے ایک عارضی مہتمم کے تقرر کا کام لیا گیا تھا؛ اس شخص کی دیوانگی جس کو فائدہ پہنچنے والا تھا اس وقت اعلان نہیں کی گئی تھی، اس کا اتباع مقدمہ پلیگرن بنام کالنس (۱۹۱۵) ۱۔ چانسری ۶۹۶ - جج، سارجنٹ میں کیا گیا؛ جس میں یہ طے ہوا کہ انگلستان کے امناء نے غیر ضروری احتیاط سے کام لے کر ان کفالت ناجات کو جو انکی تحویل میں دئے گئے تھے اس منتظم کے حوالے کرنے سے جس کو فرانس کی عدالت نے مقرر کیا تھا انکار کیا۔ منتظم مذکور کو ایسے کفالت ناجات کے حاصل کرنے کا صریح اختیار دیا گیا تھا؛ جب رقم اور کفالت ناجات انگلستان میں ہوں تو انگلستان کی عدالتوں کو اختیار تمیزی حاصل ہے کہ وہ اس کو بیرونی منتظم کے حوالے کریں یا نہ کریں۔ اس اختیار کے استعمال کے متعلق دیکھو مقدمہ دی لاراگوٹی (۱۹۰۷) ۱۔چانسری ۱۴۱ ۔ جج کوزنس ہارڈے وکینڈی؛ نیوساؤتھ ویلز میں ایک عورت 47 زیر نگرانی تھی مگر وہ اس ملک کی عدالت سے ہنوز مجنونہ نہیں قرار پائی تھی، اور نہ اس کی جائداد منتظم مجانین کے سپرد ہوئی تھی؛ اگرچہ اس کو نالش کا حق دیا جا چکا تھا؛ یہ طے ہوا کہ انگلستان میں اس کو نہ نالش کا حق حاصل ہے اور نہ وہ عورت مذکور کی جائداد واقعہ انگلستان کی رسید دینے کا مجاز ہے۔ اگرچہ ایک امین کے لئے جائز ہوگا کہ مہتمم مذکور یا کسی دوسرے مناسب عہدہ دار نیوساؤتھ ویلز کو وہ رقم حوالے کرے جس کو وہ لوگ اس عورت کے فائدہ کے لئے صرف کرنا مناسب تصور کرتے ہوں؛ مقدمہ وصیت نامہ بارلو (۱۸۸۷) ۳۶ چانسری ڈویژن ۲۸۷ جج کاٹن ۔ بوئن وفرائی میں جنہوں نے کٹے کی رائے سے اتفاق کیا تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیوساؤتھ ویلز کے منتظم مجانین کو

انگلستان میں رسید دینے اور نالش کرنے کا اختیار حاصل ہوتا:- (۱) اگر جائداد اس کی تحویل میں اچکی ہوتی (کاٹن) یا (۲) اگر عدالت مذکور کی حیثیت کا تعین ینو ساوتھ ویلز میں ہو چکا ہوتا (بوئن و فرائی)؛ بہرحال اب مقدمہ برون (۱۸۹۵) ۲۔ چانسری ۶۶۲ - جج، لنڈلے۔ لوپس اور رگبے میں یہ طے ہو چکا ہے کہ حقوق ملکیت وغیرہ کا محافظ کے سپرد کیا جانا بہت کم صورتوں میں عمل میں آتا ہے اور وہ کوئی اہم امر بھی نہیں ہے۔ اس کیلئے حق نالش و عطائے رسید بالکل کافی ہے۔

ایک مجنون کے جائداد کے بیرونی محافظ کو اس اختیار کے دیے جانے کے متعلق بظاہر لارڈ ایلڈن کو اعتراض ہے۔ مقدمہ ہوزٹن (۱۸۲۶) ۱۔ رس ۲۱۲ لیکن اس امر پر اور نیز ذات پر اختیار کے متعلق جس کے ضمن میں مقدمہ متذکرہ دفعہ ۶ کا حوالہ دیا گیا ہے رپورٹ کے الفاظ ایسے ہیں جن سے یہ سمجھنے کی گنجایش ہے کہ لارڈ ایلڈن نے صرف کمیشن کے اجرا کا حکم دیا کیونکہ مجنون انگلستان میں موجود تھا۔ اوران کے نزدیک اس کی حفاظت کے لئے اس امر کی ضرورت تھی کہ نہ صرف بیرونی محافظ بلکہ انگلستان کی عدالت کو بھی اس کی ذات اور جائداد پر اختیار ہونا چاہیئے۔

نابالغین:- ایک باپ کے طرف سے یہ دعوی ہوا کہ اس کو بروئے دفعہ ۳۸۴ نپولین کوڈ کے (۱۸) سال تک اپنی نابالغ بچوں کی جائداد سے مستفید ہونے کا حق ہے۔ سر ایل شاڈویل نے دعوی کو محض اس بنا پر خارج کر دیا کہ بچوں کا توطن اس ملک میں ہے نہ کہ اس ملک میں جس میں نپولین کا کوڈ جاری ہے۔ مقدمہ گیمبیر بنام گیمبیر (۱۸۳۵) ۷۔ سائمان ۲۶۳؛ مقدمہ ہلمین (۱۸۶۶) لاء رپورٹ ۲۔ اکیوٹی ۳۶۲ میں ایک بچے کے حق میں ایک ہبہ بالوصیت تھا مگر لارڈ رومیلے نے اوصیا کو اس ہدایت کے دینے سے انکار کر دیا کہ وہ باپ کے حوالے کیا جائے جو کہ قانون ملک توطن کی رو سے بحیثیت محافظ اس کی تحویل کا مستحق تھا۔ موخر الذکر مقدمہ کے فیصلے کو بھی عدالت کے اختیار تمیزی پر منحصر سمجھنا چاہیئے جیسا کہ دفعہ ۱۰

میں ہوا تھا ورنہ اس کی صحت کو تسلیم کرنا دشوار ہوگا۔ کیونکہ ایک یتیم کے ولی اور ایک بچے کی زندگی میں اسکے والد کی ولایت یا ولی قانونی اور ایسے ولی میں جس کو عدالت نے مقرر کیا ہو تمیز اور فرق کرنا مشکل ہوگا۔ اور یہ عام اصول محجانین کے مقدمات اور نیز اس مقدمہ سے جس کا ذکر آئندہ کیا جائیگا، کافی طور سے تسلیم شدہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکاٹ لینڈ کا ایک محافظ جائداد (curator bonis) اور اسکا مقامی ایجنٹ (factor loco tutoris) اس کا مجاز ہے کہ وہ اپنے اسکاٹ لینڈ کے رہنے والے نابالغ کی طرف سے انگلستان کا کوئی مال متروکہ اپنی تحویل میں رکھے۔ مقدمہ بیکے بنام ڈارلنگ (۱۸۷۱) لاء رپورٹ ۱۲۔ ایکیوٹی ۳۱۹۔ جج وکنس یقدمہ بیطرفہ وانکنس (۱۸۷۵) ۲ ورن و اسکریون، ۷۰۰ میں یہ کہا گیا ہے اگرچہ وہ صرف ایک وکیل کا قول ہے کہ نابالغ کی ذاتی جائداد کا جو محافظ کوئی نوآبادی مقرر کرتی ہے، وہ نابالغ کے انگلستان میں آتے ہی معطل ہو جاتا ہے۔ لارڈ ہارڈوک نے ذاتی جائداد کا ایک محافظ مقرر کیا جس کے لئے ممکن ہے کہ کوئی خاص وجہ موجود ہو۔

دفعہ ۱۰ لیکن جب جائداد عدالت کے تحفظ میں ہو، یا اس میں دست اندازی صرف عدالت کے اس اختیار سے، جو اس کو ماتحتی جائداد یا ان قانونی اختیارات کی بنا پر، جو اس کو محجانین کی جائداد کے متعلق حاصل ہیں، ہو سکتی ہو، اسوقت یہ امر عدالت کے اختیار تمیزی پر منحصر ہوگا کہ وہ بیرونی اولیا، مہتممین، اور محافظین کو نابالغ کی جائداد یا اس کی آمدنی کا کتنا حصہ سپرد کرے۔

48 مقدمہ مارگن (۱۸۴۹) ۱۔ ہال وٹاول ۲۱۲۔ جج کاٹن ہام ومقدمہ اسٹارک (۱۸۵۰) ۲ مینگ وگرینگر ۱۷۴۔ جج نٹ ڈیل۔ وروتف ومقدمہ سرگا زورٹیا (۱۸۵۳) ۲۰ لینگ ایف وٹی ۲۹۹۔ جج کرین ورتھ ومقدمہ گارنیر (۱۸۷۲) لاء رپورٹ ۱۳ ایکیوٹی ۵۳۲ ومقدمہ نائٹ (۱۸۹۸) ۱۔ چانسری، ۲۵۷ جج، لنڈلے رئیگبے واگھن ولیم ومقدمہ چارڈ سٹلمنٹ (۱۸۹۹) ۱۔ چانسری ۱۲، ۔ جج کیکوچ ومقدمہ نیو یارک سکیورٹی و ٹرسٹ کمپنی بنام کیسر (۱۹۰۱) ۱۔ چانسری ۶۶۶۔ جج کوزنس ہارڈی۔ یہ کل مقدمات محجانین کے متعلق ہیں۔

دفعہ ۱۱ — ایسی صورت میں جہاں انگلستان کا ایک نابالغ عدالت کی حفاظت میں دے لیا جاتا ہے ایک بیرونی نابالغ کو عدالت کی حفاظت میں لینا عدالت کے اختیار تمیزی پر منحصر ہے۔

بیرون بنام کانن (۱۸۸۳) ۲۵ چانسری ڈویژن ۶ دینج اے بی

دفعہ ۱۲ — "اگر کوئی سرمایہ کسی ایسے شخص کے نام پر ہو یا اس کو حاصل ہو جو ہائیکورٹ (متعلقہ) کے حدود ارضی سے باہر رہتا ہے، تو جج دریافت کنندہ مقدمات جنون اس امر کا قابل اطمینان ثبوت پہنچنے کے بعد کہ شخص مذکور کے جنون کا اعلان ہو چکا ہے اور اس کی ذاتی جائداد اُس قانون کی رو سے جہاں وہ رہتا ہے، انتظام کی غرض سے کسی مہتمم کے سپرد کر دی گئی ہے، حسب صوابدید خود اس امر کا مجاز ہے کہ کسی مناسب شخص کو حکم دے کہ وہ کل سرمایہ یا اس کا کوئی جز مہتمم کو، خواہ وہ مقرر کردہ عدالت ہو یا دوسری طرح مقرر ہوا ہو، تفویض یا اس کے نام منتقل کر دے اور نیز یہ کہ اس کا منافع وصول کرتا اور پہونچاتا رہے۔" ایکٹ مجانین سنہ ۱۸۹۰ء[۵] قانون وکٹوریہ ۵۳ و ۵۴ فصل (۵) دفعہ ۱۳۴۔

دفعہ ۱۴۱ کے ضمن تعبیری کے لحاظ سے "سرمایہ میں:- ہر قسم وظیفہ سالانہ یا ضمانت جو کسی کمپنی یا سوسائٹی کے رجسٹروں میں داخلہ یا صرف انتقال نامہ کے ذریعہ سے یا انتقال نامہ کے ساتھ دوسرے ضوابط کی تکمیل سے منتقل ہو سکتی ہو، اور ہر حصہ اور ہر سود اور ان جہازوں کے شراکتی حصے، جو تجارتی جہازوں کے ایکٹ سنہ ۱۸۵۴ء (فی الحال بابتہ سنہ ۱۸۹۴ء) کے تحت رجسٹر ہوئے ہوں، شامل ہیں"

اس ایکٹ میں "حاصل ہو" کے الفاظ ان معنوں میں نہیں مستعمل ہوئے ہیں جن میں وہ انگریزی قوانین میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس ایکٹ کے مقاصد کے لئے اس شخص کو صرف دعوی دائر کرنے اور رسید دینے کا اختیار حاصل ہونا کافی ہے۔ مقدمہ برون جس کا زیر دفعہ (۹) ذکر ہو چکا ہے۔ بیرونی مہتمم

---

[۵] بذریعہ ایکٹ متعلقہ اشخاص ناقص العقل سنہ ۱۹۱۳ء ایکٹ مجانین کا یہ حصہ ان لوگوں سے بھی متعلق ہو گیا ہے جو ناقص العقل پائے جاتے ہیں۔

جائداد سے ضمانت لینے کی ضرورت نہیں اگر اس کے ملک تقرر میں اس کی ضرورت نہیں متصور ہوتی (مقدمہ بحیل (۱۸۸۱) ۱۔ چانسری ڈویژن ۵۱۵ میں۔ جج جیمس۔ بیگلے۔ دلش نے ابر بنائے قانون) ۱۶ و ۱۷ اوکٹوریا فصل ۷۰۔ دفعہ ۱۴۱ فیصلہ کیا)

دفعہ ۱۳ لیکن کوئی انگریزی قانون مجانین یا محافظان مجانین، ان لوگوں سے متعلق نہیں ہو سکتا، جو بیرونی عدالتوں کی کارروائی میں مجنون ثابت ہوئے ہوں یا ان محافظوں یا مہتمموں سے جو بیرونی عدالتی کارروائیوں میں مقرر ہوئے ہوں، بغیر اس کے کہ صاف اور صریح الفاظ میں اس کی اجازت دیگئی ہو۔ (۱)

مقدمہ سیلوا بنام ڈاکاسٹا (۱۸۰۳) ۸۔ ویسی ۸۱۶۔ جج ایلڈن (جس میں فیصلہ مقدمہ بکیٹر نہ انٹولیوس (۱۷۴۹) دس سیمن ۸ ۲۹۔ جج ہارڈوک منسوخ کیا گیا)

دفعہ ۱۴ نہ انگلستان کے عدالتی اختیارات متعلقہ مجانین اس وقت تک کسی شخص پر نافذ ہو سکتے ہیں، جبتک کہ انگلستان کے کسی کمیشن نے، شخص مذکور کے دماغی حالت کی تحقیقات نہ کرلی ہو۔

مقدمہ ہوزٹن (۱۸۲۶) ۱۔ رسل ۳۱۲۔ جج، ایلڈن

دفعہ ۱۵ دنیا کے مختلف قوانین میں جو انتظامات اہلیت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے کیے گئے ہیں، وہ انھیں حالتوں تک محدود نہیں جن میں اہلیت کلیتًا ناقص ہو، بلکہ اکثر ان حالتوں پر بھی حاوی ہیں جن میں اہلیت جزءًا ناقص ہوتی ہے۔ مثلاً ایک زوجہ اس کی اہل متصور ہو سکتی ہے کہ وہ کوئی فعل اپنے شوہر کی اجازت سے عمل میں لائے، مگر بغیر ایسی اجازت کے وہ اس کی مجاز نہیں ہو سکتی۔ اسیطرح ممکن ہے کہ ایک نابالغ جو اپنے محافظ کی حفاظت سے نکل چکا ہے، اپنے محافظ کے اتفاق رائے سے کسی فعل کا مجاز متصور ہو نہ بغیر اس کے۔ ایسی صورتوں میں اصولاً محدود اہلیت بجائے خود ایک کامل حالت متصور ہوتی ہے جو مجرد اہلیت اور ان عملی حدود میں جو ذاتی قانون قائم کرتا ہے منقسم نہیں ہو سکتی، اور ان حدود پر کوئی لحاظ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مقدمات ورسس بنام ڈھی والڈور (۱۸۸۰)

49

۴ہ - ایل - جے - سی - ایچ ۲۶۱و ۱۴ - ایل - ٹی ۱ ۹ ۱ ، ۲۰ ۲ ویکلی رپورٹ ۲۴۶ - جج فرائی میں اس کے خلاف رائے قائم کی گئی۔ اس مقدمہ میں ایک فرانسیسی مدعی جو فرانس میں اس بنا پر کہ وہ مسرف قرار پاچکا تھا بغیر اتفاق اپنے عدالت سے مقررکردہ وکیل (Conseil Judiciaire) کے دعوی نہیں کرسکتا تھا اس کے بغیر ایسے اتفاق کے دعوی دائر کرنے کی اجازت دیگئی۔ یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ مدعی کی حیثیت فرانس میں قطعی نااہلیت کی نہ تھی اس پر جج نے یہ لکھا "بنا بریں مدعی کی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ یہ صرف قانون فرانس کے بعض لوازم ہیں جو مخصوص مقدمات میں برتے جاتے ہیں اور اسلئے میری رائے میں مقدمہ ہذا میں مدعی کے نالش دائر کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔" اور اسی بنا پر ایک فرانسیسی جو اسی حالت میں تھا ایک رقم بیرون عدالت کے وصول کرنے کا مجاز قرار پایا اگرچہ عدالت کا مقرر کردہ وکیل اس کے خلاف تھا۔

مقدمہ سیلاٹ ٹرسٹ (۱۹۰۲) ۱ - چانسری ۴۸۸ - جج فارول جنھوں نے مقدمہ وارمس بنام ڈی والڈر کا اتباع کیا اور نیز اپنی رائے سے کام لیا لیکن اہلیت بجز اس کے کیا ہے کہ وہ چند تفصیلی امور کا مجموعہ ہے جس کی بنا پر ایک شخص کی حالت دوسرے معمولی شخص کی حالت سے مختلف ہوتی ہے اگر حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہوتی تو اس سوال کے پیدا ہونے کا کوئی موقع ہی نہ تھا۔ فاضل جج نے مقدم الذکر مقدمہ میں اسٹوری کی کتاب موسومہ "اختلاف قوانین" کی دفعہ ۱۰۴ کا حوالہ دیکر اس سے اتفاق کیا کہ ذاتی ناقابلیت جو قوانین فطرت سے نہیں بلکہ غیر ملک کے رسمی قانون یا ملکی قانون کے اصول پر پیدا ہوتی ہے اور خصوصاً وہ جس کی نوعیت تعزیری ہوتی ہے دوسرے ممالک میں جہاں ایسی ناقابلیت
50 کا وجود نہیں پایا جاتا ناقابل لحاظ متصور ہوتی ہے۔ غالباً اس زمانہ میں کوئی انگریزی جج کسی امر کو قانون فطرت پر مبنی کرنا پسند نہ کرے گا بشرطیکہ اسکے معنی منصفانہ اور معقول اصول کے نہیں بلکہ ایسے مجموعہ قواعد کے سمجھے جائیں جن کا تعین ہو سکتا ہو۔ اس لئے ان دونوں فیصلوں کی صحیح بنیاد:-

اول یہ ہے کہ بعض اشخاص کی رائے میں ایسی اہلیت (Capacity)

کو جو جزءً محدود ہو حیثیت (Status) کے زمرہ میں نہ شریک کرنا چاہیے۔ اس کا
جواب یہ ہے: کہ وہ اہلیت ہی ہے نہ کہ کسی دوسرے معنی میں حیثیت، جس پر
اس مسئلہ کا انحصار ہے۔ دوسرے یہ کہ عدالت کے مقرر کردہ وکیل Conseil
(Judiciaire کا قاعدہ ایسا قاعدہ ہے جس سے انگلستان کا قانون محض ناآشنا ہے
لیکن بعینہ یہی حالت اسکاٹ لینڈ کے محافظ جائداد (Curator bonis) کی ہے
جو کسی شخص کے بالغ ہو جانے کے بعد بھی اس کی جائداد کی حفاظت کرتا ہے اور
باوجود اس کے اس کی حیثیت انگلستان کے قانون میں تسلیم کی جاتی ہے۔ دیکھو
ہیکی بنام ڈارلنگ متذکرہ سابق صفحہ ۶۴۔ اگر ذاتی قانون ایسی حالت میں کہ وہ کسی
شخص کو کسی خاص عمر سے کم میں کلیتًا نااہل قرار دیتا ہے تسلیم کیا جاتا ہے، تو ایسے
شخص کی اہلیت کو جو اس سے زیادہ عمر کا ہو، اس حد سے بڑھکر جو اس کو
ذاتی قانون کی رو سے حاصل ہے تسلیم کرنے کی معقول وجہ نہیں ہو سکتی؛ جبتک کہ وہ
قیود جو قانون مذکور عائد کرتا ہے تعزیری نہ ہوں یا دفعہ متذکرہ ذیل میں نہ داخل
ہوتے ہوں۔

دفعہ ۱۶ اگر اس نااہلیت کی نوعیت جو ملک غیر کے قانون سے عائد
ہوتی ہے، تعزیری یا مذہبی یا انگلستان کے اصول کے صریح مخالف ہو: مثلاً غلامی
وغیرہ، تو وہ انگلستان میں ناقابل لحاظ قرار پائے گی۔ یہ مسئلہ اس مسئلہ سے وسیع
ہے جو کسی مستقل اور مضبوط خانگی حکمت عملی کے تحفظ کے ضمن میں پیدا ہوتا ہے
اور جس کے تابع تمام ایسے قواعد سمجھے جانے چاہئیں جو ممالک غیر کے قوانین
کے نفاذ کے متعلق ہیں (دیکھو آئندہ صفحہ ۵۱)۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ممالک غیر کا تعزیری
قانون، بالکل انگلستان کی حکمت عملی کے مطابق ہو مگر باوجود اس کے یہ مسئلہ
بجنسہ جیسا یہاں بیان ہوا ہمیشہ انگلستان میں قابل قبول سمجھا جاتا رہا ہے۔

لارڈ جسٹس فرائی نے مقدمہ وارس بنام ڈی واللہ ورس میں اسٹوری
کا جو حوالہ دیا اور اس سے اتفاق کیا اس کے لئے دیکھو بیان متذکرہ بالا۔
انگلستان میں یہ مسئلہ اس نااہلیت کے متعلق جو بیرون ملک کسی مذہبی اقرار
(یعنے کسی مذہبی جماعت میں شریک ہونے) سے پیدا ہوتی ہے تسلیم کیا

جاتا تھا؛ اگرچہ خود انگلستان کا قانون ایسی نا اہلیت سے ناواقف نہ تھا؛ اگر کوئی مرد یا عورت نارمنڈی یا مملکت غیر کے کسی دوسرے حصہ میں اقبال مذہبی کرے تو یہ اقبال اس کے انگلستان میں رجوع دعوی کا مانع نہ ہوگا؛ کیونکہ وہ تحقیقات کا طالب ہے لیکن اس کو انگلستان کے حدود کے اندر کسی مذہبی سررشتہ میں اقبال کرنا ہوگا، اس لئے کہ اس کا تصفیہ بیع معاملات کلیسائی کے صداقت نامہ کی بنا پر کیا جائے گا۔ گویا کہ قانون غیر موضوعہ بیرونی جائداد کا کوئی لحاظ نہیں کرتا۔ کو۔لٹ ۱۳۲۔ب "کیا ہمیشہ یہ تسلیم نہیں کیا گیا ہے کہ ممالک غیر میں مذہبی اقرار سول موت کا موجب نہیں ہوتا؟ نائیٹ بروس بمقدمہ مٹکاف (۱۸۶۴) ۲۔ ڈی۔ جے۔ ایس ۱۲۴ا۔"

فصل چہارم

ازدواج ۔ طلاق ۔ صحیح النسبی

ازدواج

نکاح ہم کو انتظام عامہ (Public order) اور اس تحفظ یا شرط (Reservation) کی طرف رجوع کرتا ہے جس کے تابع جج کے ملک کے خیالات کے مطابق تمام ایسے قواعد رہتے ہیں جو ملک غیر کے قوانین کے نفاذ سے متعلق ہوں۔ اس تحفظ یا شرط کے حدود و تعین کرنے میں کبھی کوئی کامیابی نہیں ہوئی یہاں تک کہ اس کی نوعیت بھی صاف طریقہ سے بیان نہیں ہو سکی ہے بجز اس کے کہ وہ کسی مستقل اور مضبوط خانگی حکمت عملی کی (Stringent domestic policy) طرفداری کیلئے ہے اور یہ ہر ملک کے قانون کا خواہ وہ اس کے تقنین یا اس کے ججوں کی زبان سے نکلا ہو، فرض ہے کہ اس کا تعین کرے کہ اس کی حکمتِ عملی کا کونسا حصہ ایسا لابد ہے کہ اس کی حفاظت کی جانی چاہیئے۔

اٹلی کے کوڈ میں یہ ہے کہ:۔

> باوجود احکام مندرجہ دفعات بالا کے نہ ملک غیر کے قوانین نہ ایکٹ نہ فیصلے اور نہ شخصی انتقالات یا معاہدے ایسے ہو سکتے ہیں کہ ان سے ملک کے مانعتی قوانین (Prohibitive laws) متعلقہ اشخاص یا جائداد یا افعال یا ایسے قوانین میں جو انتظام عامہ یا حسن اخلاق کے متعلق ہیں کسی حالت میں بھی کسی قسم کا خلل واقع ہو سکے۔ کوڈ اٹلی ابتدائی دفعہ ۱۲ ؎

اسی کے ہم مضمون نپولین کوڈ میں یہ ہے:۔

> خانگی معاہدات ان قوانین میں جو انتظام عامہ اور حسن اخلاق سے متعلق ہیں کسی طرح خلل انداز نہیں ہو سکتے ؎

اصولاً یہ تحفظ یا شرط ایسی ہے کہ اس سے چارہ ہی نہیں ہے گویا مقصد یہ ہے کہ بعض قومیں مثلاً

ترک اور چینی ایسی ہیں اور انکے خیالات اور ان کا طرز معاشرت ہم لوگوں سے اسقدر مختلف ہے کہ ہم میں اور ان میں شخصی قانون بین الاقوام کا کوئی ایسا سلسلہ قائم نہیں ہو سکتا جسکی بنا پر ہم عام طور سے ان کے قوانین اور فیصلوں کو عیسائی سلطنتوں میں نافذ کرسکیں۔
اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ خود عیسائی سلطنتوں کے خیالات اور طرز معاشرت میں ایسا اختلاف ہو کہ ان کے قوانین اور فیصلوں کو ملک میں نافذ کرنے کے عام قاعدہ میں استثنا قائم کرنے کی ضرورت واقع ہو: مثلاً بعض عیسائی سلطنتوں میں غلامی کا رواج تھا مگر جو حقوق اس کی بنا پر پیدا ہوتے تھے وہ دوسرے ممالک میں جہاں اس کا رواج نہ تھا شاذ ہی صورتوں میں تسلیم کئے جاتے تھے۔
بہرحال "تحفظ یا شرط" کے مسئلہ کا اہم عملی اثر ازدواج اور طلاق کے معاملہ میں ظاہر ہوتا ہے۔

52 فرض کرو کہ کسی ملک میں دو شخصوں کے درمیان جہاں وہ دیسی سمجھے جاتے ہیں، اپنے ذاتی قانون کے مطابق نکاح کی تجویز ہوتی ہے اگر اس نکاح میں بربنا تعلق رحمی یا ازدواجی یا بربنا مذہب یا اخلاق کے جو صاف طور سے عام انتظام کے متعلق سوالات ہیں کوئی امر قابل اعتراض پایا جاتا ہے تو اس کا تعلق قانون مقام معاہدہ سے ہے جہاں سے اس تعلق کی ابتدا ہوئی اور جہاں وہ ایک غیر محدود زمانہ تک قائم رہ سکتا اور نتائج پیدا کرسکتا ہے۔ اسی طرح اس کا تعلق اس مقام توطن سے ہوگا جس میں فریقین بقیاس غالب اپنی زندگی کا بڑا حصہ بسر کریں گے؛ یا اس سیاسی حکومت سے جس کیلئے ان کا یہ ازدواج جدید رعایا پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔ اور معاملہ ہذا دوسرے معاہدات سے اس امر میں بھی مختلف ہے کہ اکثر ممالک میں ازدواجی معاہدہ بلا سرکاری توسط کے نہیں ہو سکتا اور اس کا عمل بعض ملکی یا مذہبی رسوم کی بجا آوری پر منحصر ہوتا ہے، اور اس کے لئے کسی دوسرے یا خانگی طریقہ کا استعمال بربنائے پوشیدگی عام انتظام کی خلاف ورزی متصور ہوگا جس ایک امر میں اس ملک کو جس میں معاہدہ کا آغاز ہوا، ذاتی قانون کے ملک سے جس کا تعلق اس معاملہ سے سب سے زیادہ ہے، دبنا اور جھکنا پڑتا ہے، وہ فریقین معاہدہ کی اہلیت ہے، جس کا انحصار عمر پر ہوتا ہے۔ اسی میں والدین

اور محافظین کی رضامندی بھی شامل ہے جس کے بغیر کامل اہلیت نہیں متصور ہو سکتی۔ پس اگر شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد اصولاً اس طور سے مرتب کئے جائیں کہ ایک مخصوص نکاح کی صحت کا تعین ہر ایسے ملک میں ہو سکے، جہاں اس پر اعتراض کیا جائے، تو طریقہ نکاح کی صحت کیلئے قانون مقام معاہدہ کا حوالہ نہ صرف اختیاری بلکہ لازمی قرار دیا جانا چاہئے۔ اور ہر فریق کی اہلیت کو جو عمر یا تیسرے شخص کی رضامندی پر منحصر ہو، انھیں قیود کے ساتھ فریقین کے ذاتی قانون پر محول کرنا چاہئے۔ مگر ساتھ ہی اس کے اس ممانعت کا جو قانون مقام معاہدہ یا فریقین میں سے کسی فریق کے ذاتی قانون کی بنا پر کسی دوسری عارضی یا قطعی نا اہلیت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہو، پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔ نکاح ایک ایسا معاہدہ ہے جس سے ایک حیثیت (Status) پیدا ہوتی ہے، اسلئے اس کا قانون معاہدہ اور قانون حیثیت دونوں کے مشترکہ اثر میں رہنا کوئی امر خلاف امید نہیں متصور ہو سکتا۔ اس معاملہ پر اس سختی سے نظر ڈالنے کی وجہ سے جو دقتیں پیش آتی ہیں، ان کا ایک جز ایسے قواعد سے، جو بین الاقوام معاہدات کے ذریعہ سے پیش کئے جائیں اور نیز خود اختیاری وضع قوانین سے، رفع ہو سکتا ہے۔ اگر اس تیقن کے لئے کہ ایک نکاح کی صحت کے متعلق ہر جگہ یکساں فیصلہ ہوگا کسی قدر نقصان اور زحمت گوارا 58
کر لی جائے۔

فرانس اور اٹلی کے قوانین میں اہلیت نکاح کی بین الاقوامی حیثیت سے جداگانہ بحث نہیں کی گئی ہے، بلکہ اہلیت کے عام مباحث پر جس کا ذکر ہم قبل ازیں (صفحات ۲۵ و ۲۷) میں کر آئے ہیں اکتفا کیا گیا ہے۔ ہم (صفحات ۲۱ و ۲۲) میں یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ جرمن کے مجموعہ قوانین سول کی دفعات ۷ و ۲۷ میں عام اہلیت کے مسئلہ سے بحث کی گئی ہے۔ اور وہ مسئلہ معاملہ نکاح سے اس طور سے متعلق کیا جاتا ہے۔

> دفعہ ۱۳ فقرہ اول۔ اگر فریقین نکاح میں سے کوئی فریق جرمنی ہے تو انعقاد نکاح کا مسئلہ ہر فریق کے حق میں اس ملک کے قانون کے مطابق فیصلہ کیا جائیگا جہاں کا وہ رہنے والا ہے۔ یہی حال ان پردیسیوں کا ہے

جو جرمنی میں نکاح کرتے ہیں [یہ منجملہ ان فقروں کے ہے جس سے دفعہ ۲۷ متعلق ہوتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۱]

جو معاہدہ بارہ سلطنتوں میں[1] سنہ ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ اس کی دفعہ (۱) (دیکھو صفحہ ۲۴۱) میں قانون جرمنی کے دفعہ (۱۳) کی طرح یہ امر ضروری قرار پایا ہے کہ انعقاد نکاح کے لئے ہر فریق کو جداگانہ اہلیت کی شرائط کی تکمیل کرنی چاہیئے؛ اور اس میں ظاہر کسی بحث کی گنجایش نہیں ہے۔ ہم کو معلوم ہوگا کہ انعقاد نکاح کا وجود ثابت ہوجانے کے بعد اس کا جو اثر جائداد پر پڑتا ہے، اس کا انحصار ازدواجی توطن یا شوہر کی قومیت پر ہوسکتا ہے؛ لیکن جبتک کہ خود نکاح کا وجود نہ ثابت ہوجائے، زوجہ کی اہلیت کا زوج کے ذاتی قانون سے فیصلہ کرنا منطقی طور سے صحیح نہیں سمجھا جاسکتا؛ اس کے بعد معاہدہ میں مخصوص نکاحوں کی نسبت اعتراض کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور دفعہ (۲) میں بیان ہوا ہے کہ مقام انعقاد کا قانون، اس امر کا مجاز ہے کہ وہ پردیسیوں کے ایسے نکاحوں کو روک دے؛ جو قانون مذکور میں رحمی یا ازدواجی تعلق، یا طلاق بربناء زنا، یا آپس میں ایک دوسرے کے قتل کی سازش میں سزایاب ہونے کی بناء پر، قطعاً ممنوع قرار پائے ہوں۔ یہ سب نااہلیتیں مستقل اور فی نفسہ نہیں ہیں، بلکہ بالنسبت ہیں؛ اور یہ تصور کرنے کا موقعہ ہے کہ اس سے مقصد یہ تھا کہ مقام انعقاد کے قانون کو بھی اس معاملہ میں وہی اختیارات حاصل رہیں؛ جو کہ ذاتی قانون کو حاصل ہیں؛ مگر ایسا نہیں ہے کیونکہ اسکے بعد ہی یہ حکم موجود ہے کہ جو نکاح اس ممانعت کے خلاف منعقد ہوں گے وہ باطل نہ قرار پائیں گے اگر وہ اس قانون کے مطابق جس کا حوالہ دفعہ (۱) میں دیا گیا ہے صحیح اور جائز سمجھے جاتے ہیں اور دفعہ (۲) کے ایک فقرہ اور دفعہ ۶ کو ملاکر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی سلطنت پر ایسے نکاح کے انعقاد کی

---

[1] اس معاہدہ سے بعدہٗ فرانس اور بلجیم نے دست برداری کر لی ہے۔ برخلاف اسکے یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اسکے احکام کو مصر کی مشترکہ عدالت مرافعہ نے مثل قانون ملک کے تسلیم کر لیا ہے اگرچہ مصر اس معاہدہ کا کوئی فریق نہ تھا (دیکھو کلونٹ ۱۹۱۴ء صفحہ ۲۴۱)

تائید کرنا لازم نہیں ہے جو نکاح سابق یا کسی دوسری مذہبی مزاحمت کی بنا پر اس کے قانون کے خلاف ہو۔ اس کی مثال رہبانوں کے طبقہ میں شرکت یا کوئی نذر ہوسکتی ہے لیکن اگر ایسا نکاح دو پردیسی اشخاص میں تجویز کیا جائے تو کسی سفیر و دول خارجہ یا ایجنٹ کے روبرو اس کے انعقاد کی منظوری دینا اس سلطنت پر لازم ہے۔ اور اگر فریقین کسی طور سے معمولی طریقہ سے ایسے نکاح کے منعقد کرا دینے میں کامیاب ہو جائیں تو دوسری سلطنتوں کو اس ناجوازی کا مطلق نہ خیال کرنا چاہیے جو مقام انعقاد میں پیدا ہوتی ہے۔ معاہدہ مذکور الصدر میں ایسے لوگوں کے ساتھ جنھوں نے نکاح کی رسم ادا کر لی ہے بجد نرمی برتی گئی ہے، یہاں تک کہ مقام انعقاد کی ممانعت پر ذاتی قانون کی اجازت کو نہ صرف اسی حد تک ترجیح دی گئی ہے جس کو ہم قبل ازیں ظاہر کر چکے ہیں بلکہ دفعہ (۳) کی رو سے مقام انعقاد کا قانون پردیسیوں کو ایسے نکاحوں کی بھی اجازت دے سکتا ہے جو کسی مذہبی خیال کی بنا پر ان کے ذاتی قانون میں ممنوع ہیں، اگرچہ دوسری سلطنتوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایسے نکاحوں کو نہ تسلیم کریں۔

نکاح کی شکل (مراسم وغیرہ) کے متعلق اٹلی کے مجموعۂ قوانین میں ایک عام دفعہ یہ ہے۔

> ظاہری مراسم ایسے افعال کے متعلق جو مابین زندہ اشخاص کے عمل میں آئیں یا ان کا تعلق آخری وصیت سے ہو، اس مقام کے قانون کے تحت فیصل ہوں گے جہاں وہ افعال واقع ہوئے لیکن باوجود اسکے فریقین کو اختیار ہوگا کہ وہ مراسم میں اپنے قومی قانون کا اتباع کریں؛ بشرطیکہ فریقین میں سے ہر فریق کا ایک ہی قومی قانون ہو۔ اٹلی کا کوڈ ابتدائی دفعہ (۹) ۔

لیکن جرمن کے مجموعہ سول قوانین کی دفعہ (۱۱) میں عام اجازت اور دفعہ ۱۳ میں خاص اجازت دیگئی ہے۔

> دفعہ (۱۱) کا فقرہ اول۔ (بیرونی قانون) کسی ایک فعل کی شکل کا تصفیہ ان قوانین (اندرونی) کی رو سے کیا جاتا ہے جو اس قانونی تعلق کے

بارے میں نافذ ہیں جو کہ فعل کا اصلی مقصد ہے لیکن اس مقام کے قانون (اندرون ملک) کا اتباع کرنا جہاں وہ فعل واقع ہوا ہے کافی ہے[1]۔

دفعہ ۱۳ کا تیسرا فقرہ۔ جو نکاح جرمنی میں منعقد ہو' اس کی شکل کا تصفیہ جرمن کے قوانین (اندرونی) کی رو سے کیا جائے گا۔

سنہ ۱۹۰۲ کے معاہدہ میں یہ احکام ہیں:۔

دفعہ ۵۔ جو نکاح مقام انعقاد کے قانون کے مطابق منعقد ہوا وہ دوسرے ممالک میں جہاں تک کہ اس کا تعلق نکاح کی شکل (مراسم) سے ہے' جائز متصور ہوگا۔

تاہم یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ وہ ممالک جن کے قانون کی رو سے انعقاد نکاح کے لئے مذہبی رسوم کا عمل میں آنا لازم ہے' اپنی قوم کے ان نکاحوں کو تسلیم کرنے کے مجاز ہوں گے جن میں ایسے مراسم عمل میں نہ لائے گئے ہوں۔ قومی قانون میں جو ہدایت نکاح کا اعلان شائع کرنے کے متعلق ہے اسکی پوری وقعت کرنی چاہیے لیکن اس کی عدم تعمیل سے نکاح بجز اس ملک کے جس کے قانون کی خلاف ورزی کی گئی ہے کسی دوسرے ملک میں ناجائز نہ متصور ہوگا۔

نکاح نامہ کی ایک سرکاری مصدقہ نقل' فریقین کے عہدہ داران متعلقہ کے پاس بھیجدی جائے گی۔

دفعہ ۶۔ جو نکاح ایک شخص کے ملک کے سفیر یا ایجنٹ کے سامنے اس کے ملک کے قانون کے مطابق منعقد ہو وہ جہاں تک کہ اس کا تعلق شکل (مراسم) سے ہے ہر ملک میں صحیح متصور ہوگا۔ اگر فریقین میں سے کوئی فریق اس ملک کی رعایا نہیں ہے جہاں نکاح منعقد ہوا اور نہ اس سلطنت نے اس پر کوئی اعتراض کیا جس کی وہ مجاز نہیں ہے گو کہ نکاح مذکور

[1] اس کی بنا پر مسئلہ رینوائے (renvoi) لازمی نہیں رہتا اگر مقام فعل کا مجموعہ قوانین (بیرونی) کسی فعل کی شکل کیلئے دوسرے ملک کے اندرونی قوانین کا حوالہ دیتا ہے' تب بھی اس شکل کی تکمیل جو مقام فعل کے اندرونی قوانین میں بتائی گئی' بالکل کافی متصور ہوگی۔

نکاح سابق یا کسی دوسری مذہبی مزاحمت کی وجہ سے اس سلطنت کے قوانین کے خلاف ہی کیوں نہو۔

جو اختیار دفعہ ۵ کے دوسرے فقرہ میں محفوظ کر لیا گیا ہے وہ ان نکاحوں سے متعلق ہے جو سفرا اور ایجنٹوں کے مواجہ میں منعقد ہوتے ہیں۔

دفعہ ۷۔ ایک نکاح جو شکل (مراسم) کے نقص کی وجہ سے مقام انعقاد میں باطل متصور ہو جائز ہے کہ دوسرے ممالک میں صحیح سمجھا جائے اگر ان مراسم کی جو فریقین کے قومی قانون میں بتائے گئے ہیں تعمیل ہوئی ہو۔

معاہدہ میں جو رعایت اہلیت کی ایسے تعلقات قائم کرنے کے متعلق کی گئی ہے جو نکاح سمجھ کر قائم کئے گئے ہیں اس کا پتہ اس موقعہ پر بھی زیادہ تر وقعت کے ساتھ چلتا ہے اور یہ معاہدہ (convention) کی تکمیل کی غرض سے ابد تھا کیونکہ بعض ممالک میں نکاح میں مذہبی رسوم کا نہ ادا ہونا قابل اعتراض متصور ہوتا ہے۔

اب ہم کو یہ بتانا ہے کہ نکاحوں کے بین الاقوامی جواز کے متعلق انگلستان کے مقنین کی کیا رائے ہے۔

دفعہ ۱۷۔ نکاح کے جواز کے لئے یہ امر لازم ہے کہ جہاں تک کہ اس کی شکل یا اس کے مراسم کا تعلق ہے وہ قانون مقام انعقاد کے مطابق ہو۔

ٹبلر بنام فریمین (۱۷۵۶) ایمبلر ۳۰۳۔ جج بارڈوک۔ لوکن بنام ہنگس (۱۸۲۲) ۳۔ اسٹار ۱۱۷۔ ڈوورائی۔ این۔ پی ۳۸۔ جج ایبٹ بجز کنٹ بنام برگس۔ (۱۸۴۰) ۱۱ سائمین ۳۶۱۔ جج شاڈول بمقدمہ انتقالات بازل (۱۹۰۲) فصل اول صفحہ ۷۵۔ جج، سوئنن ایڈی، ویسٹ لیک بنام ویسٹ لیک (۱۹۱۰) پی ۱۶۷۔ جج، بارگریوڈین، پیپر بنام پیپر (۱۹۲۱) لا جرنل نیوز صفحہ ۱۴۳ اس میں ایک نکاح جو اسکاٹ لینڈ میں دو انگلستان کے باشندوں میں صرف دفتر نکاح میں اعلان کر دینے کے ذریعہ سے منعقد ہوا تھا ناجائز قرار پایا اس بنا پر کہ اسکاٹ لینڈ میں (۲۱) دن کے قیام کی مدت جو لازم تھی اسکاٹ لینڈ کے حساب کے مطابق تکمیل نہیں

پائی تھی۔ نیز دیکھو سوئفٹ بنام کیلے (۱۸۳۵) ۳ کیناپ ۲۵۷۔ جج، بروہام جس میں ایک ایسے نکاح کا جواز جو روم میں ہوا تھا اس امر پر منحصر تھا کہ آیا جو ترک مذہب پروٹسٹنٹ ان لوگوں نے کیا تھا وہ کافی تھا یا نہیں؛ اس کا فیصلہ کلیسائے روم کے قانون کے مطابق کیا گیا؛ اور دیکھو سوئفٹ بنام اٹرنی جنرل آئرلینڈ (۱۹۱۲) اے سی ۲۷۶۔ جج، لورنرن۔ ہالسبری۔ ایٹکنسن۔ ہالڈین۔ جس میں یہ قرار پایا کہ آئرلینڈ کا وہ قانون جس کی رو سے مخصوص نکاح جو رومن کیتھولک پادریوں کے ذریعہ سے کرائے جاتے ہیں ناجائز متصور ہوتے ہیں؛ ایسے نکاح سے متعلق نہیں ہو سکتا جو آئرلینڈ سے باہر منعقد ہوا ہو؛

دفعہ ۷۱ (الف) کسی مذہبی یا کسی کلیسائی قانون پر لحاظ نہ ہوگا اگر نکاح کی شکل قانون ملک کے مطابق ہے۔

اسی بنا پر ایک نکاح جو آئرلینڈ میں ایک خانگی مکان میں ایک کیتھولک پادری نے صرف ایک گواہ کے مواجہہ میں پڑھایا تھا جائز قرار پایا۔ اگرچہ بیان کیا جاتا تھا کہ وہ کلیسائے روما کے اس فرمان کے خلاف ہے جو پوپ نے ۱۹۰۸ء میں صادر کیا تھا۔ آشر بنام آشر (۱۹۲۱) ۲۱۔ آر۔ ۴۵۷۔ جج، کینیڈی؛ جس کو چیف جسٹس اوبرائین۔ پالیس سی۔ پی و جسٹس گبسن نے بحال رکھا۔ (۱۹۲۱) ۲۱ آر ۴۵۷۔ قدیم کامن لا اب بھی آئرلینڈ سے متعلق ہے اور اس کی رو سے کسی ایسے نکاح میں جو پادری پڑھائے گواہوں کا وجود لازم نہیں ہے؛ یہی اصول مقدمہ ڈسپائی بنام ٹریسلے۔ پی۔ سی (۱۹۲۱) اے۔ سی ۱۰۲ منفصلہ سولٹن میں بحال رہا جس میں یہ طے ہوا کہ ایک سول نکاح کینیڈا میں جائز ہے؛ اگرچہ قانون کلیسائے روما کی رو سے جس کے فریقین پابند تھے در ممنوع ہی کیوں نہ قرار پایا ہو؛

برخلاف اس کے اگر اس ملک کے قانون میں عاقدین نکاح کے مذہبی قواعد کا اتباع لازم قرار دیا گیا ہو تو وہ نکاح جس میں ان قواعد کا اتباع نہیں کیا گیا ہوگا ناجائز قرار پائے گا۔ دیکھو مقدمہ امانت اینسن (۱۸۷۴)

56

۳۱۔ ایل۔ ٹی۔ آر۔ ۹۲۸۔ جس میں ایک نکاح جو ایک پروٹسٹنٹ انگریز کا ایک آرمینیا کی رہنے والی پروٹسٹنٹ عورت سے ایران میں منعقد ہوا تھا اس بنا پر ناجائز قرار پایا کہ ایران کے قانون کے مطابق اس فرقہ کے مذہبی رسوم کی پابندی نہیں کی گئی تھی چینی رعایا باشندہ پیانگ کا چینی نکاح تسلیم کر لیا گیا اگرچہ اسکے متعلق کوئی رسم عمل میں نہیں آئی کیونکہ مقام انعقاد کے قانون کے مطابق کسی رسم کی پابندی ضرور نہ تھی۔ پیانگ تھائی فن بنام تان ال لائی (۱۹۲۰) اے سی ۳۶۹۔

دفعہ ۱۷ (ب) ایک انگلستان کے گرجا کے پادری نے انگریزی رعایا کا نکاح بعد اعلان کے ملک چین کے ایک دور دراز مقام پر گرجا کے کمرہ میں پڑھایا۔ وہاں کوئی انگریزی گرجا نہ تھا۔ یہ نکاح اس بنا پر جائز قرار پایا کہ انگلستان کے ایکٹ متعلقہ ازدواج کی تعمیل وہاں ناممکن تھی۔ فریقین کو وہاں کے مقامی قانون سے رائٹ کا حق حاصل تھا اور وہ مجاز تھے کہ وہ اپنے عام قانونی حقوق سے استناد حاصل کریں۔

مقدمہ فلپس بنام فلپس (۱۹۲۱) ۳۸۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۱۵۰۔

بج، ڈیوکٹ

دفعہ ۱۸ نکاح کے جواز کے لئے یہ امر بھی ضرور ہے کہ مقام انعقاد کے قانون میں جو احکام والدین یا اولیا کی رضامندی کے متعلق ہوں، انکی پوری تعمیل کی گئی ہو۔

اسکرم شائیر بنام اسکرم شائیر (۱۷۵۲) ۲۔ ہرل اسٹون وکوئین ۳۹۵۔ بج، سٹیپن، مڈل ٹن بنام جنورتن (۱۸۰۲) ہرل اسٹون وکوئین ۴۲۷، بج، وٹن، ان دونوں مقدمات میں مقام انعقاد کے قانون کے مطابق نقص جو تھا۔ موخرالذکر مقدمہ میں نکاح اس فوج کے پادری نے پڑھایا تھا جو آسٹرین فلانڈریس میں بمقام فرانس متعین تھی۔ اگرچہ یہ امر ثابت نہیں ہوا کہ آسٹرین فلانڈرس میں رضامندی کا نہ ہونا موجب نقص نکاح تھا، اگرچہ ڈچ قانون کی رو سے ایسا تھا۔ لیکن دونوں مقدمات میں عدالت نے اس عام تر اصول پر عمل کیا کہ جو نکاح کسی

وجہ سے بھی قانون مقام انعقاد کی رو سے ناجائز قرار پائے، وہ قانون مقام توطن کی رو سے ثابت نہیں قرار دیا جا سکتا۔

مقدمہ ہارفورڈ بنام مارس (۱۷۷۶) ہیگ. کانس - ۴۲۳ ج، [illegible] (۱۸۵۱ء) و (۱۸۵۴ء) ۲ ہیگ. کانس ۴۳۶ میں عدالت دونوں نے اس نکاح کو جو بیرون ملک منعقد ہوا تھا ناجائز قرار دیا؛ اس بنا پر کہ وہ بوجہ نہ ہونے رضامندی اور مراسم کے از روئے قانون مقام انعقاد درست نہ تھا؛ بلکہ یہ بھی کہا گیا تھا کہ اس میں جبر کا استعمال ہوا تھا! ور چونکہ ان نکاحوں کے درمیانی وقفوں میں جن کا ذکر ایک طرف مقدمہ اسکرم شائر بنام اسکرم شائر اور دوسری طرف مقدمات ہرفورڈ بنام مارس اور ہولٹن بنام جنورین میں ہوا ہے؛ لارڈ ہارڈوک کا مجوزہ ایکٹ نکاح منظور ہو چکا تھا اسلئے عدم رضامندی جس کی بنا پر قبل ازیں ایسے نکاح جو بغیر اجرائے اعلان کے منعقد ہوتے تھے، انگلستان میں صرف بیضابطہ متصور ہوتے تھے، وہ دونوں امور موخرالذکر نکاحوں کے وقت کامل طور سے ناجوازی کا موجب ہو جاتے۔ بنابرعلیہ دونوں موخرالذکر مقدمات کے نکاحوں کو جائز قرار دینے کی بنیاد یہی قرار دی جا سکتی تھی کہ نکاح کے متعلق ملک کا قانون، جو انگلستان کے قدیم قانون سے ماخوذ ہے موجود ہے؛ اور اس وجہ سے کہ لارڈ ہارڈوک کے ایکٹ میں، اسکاٹ لینڈ اور سمندر پار کے نکاح، استثنا میں داخل ہیں؛ انگلستان کے ایسے باشندوں کے لئے جنھوں نے بیرون ملک نکاح کیا ہے انگلستان کا نافذ قانون سمجھا جاتا رہا؛ اگرچہ مقام انعقاد کا قانون بالکل اسکے خلاف ہو۔ اس مسئلہ کو اس سے مخلوط نہ کر دینا چاہئیے، جو مقدمہ لاتور بنام ٹیس ڈیل میں بیان ہوا ہے، دیکھو زیر دفعات ۲۶ و ۲۸۔ موخرالذکر مقدمہ کے متعلق کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ شخصی قانون بین الاقوام کے اصول ہندوستان کے دیسی قوانین سے متعلق نہیں ہو سکتے؛ کیونکہ ان میں اور عیسائی نظام قوانین میں کوئی قانونی مشابہت اور میل نہیں ہے؛ مقدمہ ہارفورڈ بنام مورس میں، جو کچھ عیسائی یورپ میں نکاح کے متعلق بیان ہوا ہے اس سے بڑی حد تک

عام شخصی قانون بین الاقوام کا انکار مستنبط ہوتا ہے۔ 57

دفعہ ۱۹ ازدواج کے جواز کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ قانون مقام انعقاد کی وہ تمام شرطیں، جو عاقدین کی اہلیت کے متعلق ہوں پوری کی جائیں، خواہ اُن کا تعلق رحمی یا ازدواجی محرمات سے ہو یا اہلیت کے کسی دوسرے سبب سے، اور خواہ وہ سبب قطعی ہو یا بالنسبتہ۔

بظاہر اس اصول پر کسی انگلستان کی عدالت میں اعتراض نہیں ہوا، اور یہ اس وسیع تر اصول کی بحث میں داخل ہو جاتا ہے، جس کا تذکرہ قبل ازیں اسکرم شایئر بنام اسکرم شایئر اور ڈیلٹن بنام جنویرن کے مقدمات میں کیا جا چکا ہے: یعنے یہ کہ جو نکاح از روئے قانون مقام انعقاد کے باطل ہو، وہ قانون مقام توطن سے جائز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ مقدمہ ڈالرمپل بنام ڈالرمپل (۱۱ ۱۸) ۲۔ ہیگ کانسس ۵۴ نج، اسکاٹ میں جو رائے اختیار کی گئی وہ اس سے بھی زیادہ وسیع تھی، اسکاٹ لینڈ میں ایک نکاح، ایک اسکاٹ لینڈ کی رہنے والی عورت اور ایک ایسے مرد میں ہوا، جس کو تجویز میں متوطن انگلستان بتایا گیا ہے (دیکھو صفحات ۵۴۔ ۶۰۔ ۶۱) اسکاٹ لینڈ میں جو شرائط انعقاد نکاح کے لئے مقرر ہیں، ان کے کافی ہونے کی بحث سے تمام تجویز مملو ہے: مسٹر ڈالرمپل کے والد کی رضامندی سے متعلق بحث نہیں کی گئی، برخلاف اسکے سرولیم اسکاٹ کہتے ہیں کہ جو اصول اس مقدمہ میں از روئے قانون انگلستان متعلق ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ مس گارڈن کے ازدواجی حقوق کی صحت کی جانچ اس ملک کے قانون سے ہونی چاہیئے جہاں (اگر حقوق مذکور کا کوئی وجود ہے) وہ پیدا ہوئے (دیکھو صفحہ ۵۹) جو اصول اس میں، اور ہر دو دفعات مقدم الذکر میں بیان ہوا ہے، وہ اس مقولہ کے مساوی ہے، کہ کوئی حقوق ازدواجی جائز نہیں متصور ہو سکتے، جب تک کہ وہ اس ملک کے قانون کی رو سے جہاں (اگر ان کا وجود تسلیم کیا جائے) وہ پیدا ہوئے، جائز نہ قرار پائیں، لیکن دفعہ ۲۱ سے ظاہر ہوگا کہ جن حقوق ازدواجی کی تائید اس ملک کا قانون کرتا ہے، جہاں (اگر ان کا وجود تسلیم کیا جائے) وہ پیدا ہوئے، وہ ہمیشہ انگلستان میں جائز نہیں

قرار دیئے جاتے ہیں۔

دفعہ ۲۰ ایسا ازدواج جس میں صورۃً قانون مقام انعقاد کی پابندی کی گئی ہو، انگلستان میں بلحاظ صورت کے جائز قرار پائے گا۔

ہربرٹ بنام ہربرٹ (۱۸۱۹) ۳ فل۔ مذہبی ۵۸۔۲۔ ہیگ۔ کانس ۲۶۳۔ جج اسکاٹ، مقدمہ اسمتھ بنام میکسول (۱۸۲۴) رائن و موڈی۔ ۸۰ جج لسٹ، مقدمہ انتقالات بازلے (۱۹۰۲)، ۲۔ چانسری صفحہ ۵۵، جج سوئفن اڈی۔

دفعہ ۲۱ ازدواج کے جواز کے لئے یہ لازم ہے کہ عاقدین میں سے ہر فریق کی ازدواجی اہلیت میں اس کے ذاتی قانون کی پوری پابندی کی جائے، خواہ وہ اہلیت بلحاظ عمر کے قطعی ہو یا رحمی یا ازدواجی محرمیت کے لحاظ سے محدود ہو۔

بروک بنام بروک (۱۸۵۷ و ۱۸۵۸) ۳۔ ایس ایم و جی ۴۸۱۔ جج کراسول و اسٹورٹ (۱۸۶۱) ۹۔ ایچ۔ ایل ۱۹۳۔ جج کیمبل۔ کرانورتھ۔ سینٹ لینارڈز۔ وینسلے ڈیل، مقدمہ مٹی بنام مٹی (۱۸۵۹) ای ایس و ٹی ۴۱۶، جج کراسول میں زوج کے قانون مقام توطن کے لحاظ سے نااہلیت پائی جاتی تھی، نہ کہ زوجہ کے قانون کی رو سے۔ یہ نکاح ناجائز قرار پایا، اس بنا پر کہ ہر فریق کی اہلیت اسکے قانون کے لحاظ سے ضرور تھی، یہ بحث نہیں کی گئی کہ زوج کے مقام توطن کے قانون کو ترجیح ہے، اور نکاح صحیح تسلیم کئے جانے کی صورت میں وہی قانون نکاح قرار پائے گا۔ مقدمہ اسکاٹو میر بنام ڈی باروز (۱۸۷۷) ۲۔ پی۔ ڈی ۔ آئی۔ جج کاٹن۔ جیمس ۔ بیگلے جن میں مقدمہ ایس۔ سی (۱۸۷۷) ۲۔ پی۔ ڈی ۸۱۔ جج فلیمور منسوخ کیا گیا، واقعات یہ تھے کہ انگلستان میں نکاح ایسے دو شخصوں میں ہوا جن میں سے ایک انگلستان کا اور دوسرا پرتگال کا متوطن تھا، لیکن مقدمہ کی اس نوبت پر دونوں پرتگال کے متوطن قرار پائے تھے اور ایسے رشتہ دار تھے کہ ان کا نکاح از روئے قانون پرتگال باہم نہیں ہوسکتا تھا، اگرچہ انگلستان

کے قانون کی رو سے اس کی کوئی مخالفت نہ تھی۔ اس امر پر بحث ہوئی کہ بروئے قانون مقام توطن یہ قرابت ایسی ہے کہ اگر پاپائے روم کی اجازت ہوجائے تو نکاح کے جواز میں کوئی کلام نہیں رہتا مگر اس پر کوئی لحاظ نہیں کیا گیا اور عدالت مرافعہ نے ناجائزی نکاح کی ڈگری دیتے ہوئے لکھا کہ "ہماری رائے صرف اس مقدمہ تک محدود ہے جس میں دونوں فریق بروقت انعقاد نکاح ایسے ملک کے متوطن ہیں جس کا قانون ان کے نکاح کا مانع ہے" اسی مقدمہ (۱۹۰۷) ۵۰ پی۔ ڈی ۹۴ میں یہ سمجھا گیا تھا کہ ایک فریق انگلستان کا متوطن تھا اور جج تحتین نے نکاح کو جائز قرار دیا تھا مگر اس سند میں بوجوہ ضعف پیدا ہو گیا ہے۔

(۱) خود اس فاضل جج کے فیصلے سے جو اس نے قانون مقام انعقاد کی تائید میں جواز نکاح کے متعلق صادر کیا تھا جس کا ذکر صفحہ ۸۱ پر ہو چکا ہے۔

(۲) قانون مقام انعقاد کی تائید میں اس کے کہ اصول ثانی الذکر کو اختیار کرنے سے جو اس نے مقدمہ سائیمونن بنام مالک میں ظاہر کی تھی، اور مقدمہ میٹی بنام میٹی کا حوالہ دینے سے جس میں فاضل جج مذکور نے یہ لکھا تھا کہ "کسی معاہدہ کی تکمیل نہیں ہو سکتی جب تک ہر فریق میں دوسرے فریق کے ساتھ معاہدہ کرنے کی اہلیت موجود نہ ہو" آئی ایس وی ۲۲۳ کو

(۳) پارلیمنٹ کے ان ایکٹوں کے حوالہ دینے سے جن کی رو سے حقیقی چچازاد بھائی بہنوں میں نکاح ممنوع ہے، جس سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد کا استعمال ان معاملات میں کمتر ہوتا ہے جن کے متعلق ایکٹوں میں احکام موجود ہیں، بہ نسبت ان معاملات کے جو عام قوانین کے تابع ہیں۔ مقدمہ ڈی ولٹن بنام مانٹی فور (۱۹۰۰) ۲۔ چانسری ۴۸۱۔ جج اسٹرلنگ میں یہ طے ہوا کہ نکاح کی اہلیت کا جو انحصار توطن پر ہے، اس سے یہودیوں کے نکاح مستثنیٰ نہیں ہیں اور اسی بنا پر وہ نکاح جو چچا بھتیجی میں جو کہ انگلستان کے متوطن ہیں بمقام وسبادن حسب قانون یہود ہوا تھا، ناجائز قرار پایا یہودیوں کا قانون نکاح کی تکمیل کو

تسلیم کیا جاتا ہے نہ کہ اہلیت کے مسائل میں۔

برعکس اس کے جو نکاح ایسا ہو کہ اس میں ہر فریق کے ذاتی قانون کی رو سے اسکی اہلیت کا اطمینان ہو جائے، وہ انگلستان میں جہاں تک کہ اس کا تعلق اہلیت سے ہے قابل تسلیم قرار پائیگا، گرچہ انگلستان کے قوانین کے لحاظ سے وہ ممنوع ہو۔ مقدمہ انتقالات بونڑلے (۱۹۰۲ء) ا چانسری ۱۰۱، بج شوشن اینڈی کا اور مقدمہ بروک بنام بروک میں لارڈ کیمپبل و کرانورتھ کے فیصلے، جن کا حوالہ اس میں دیا گیا ہے، پر۔ باہمی نکاح عیسائی ممالک کی عام رضامندی کی بنا پر حرام قرار پاتے ہیں، ان میں جیسا کہ بعض اوقات کیا جاتا ہے کسی استثنا قائم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جو ممالک شخصی قانون بین الاقوام کے نفاذ میں شریک ہیں، ان میں سے کسی ملک میں ایسے نکاحوں کا رواج نہیں ہے۔

یہ امر قابل اظہار ہے کہ دفعہ ۲۱ اور اس سے متعلق متذکرہ بالا نوٹ تقریباً بجنسہ اسی طرح قائم رکھے گئے ہیں جیسا کہ اس کتاب کی پہلی اشاعت میں تھے۔ اگرچہ مقدمہ اوگڈن بنام اوگڈن (۱۹۰۸ء) پی ۴۶ اور چیٹی بنام چیٹی (۱۹۰۹ء) پی ۶۷ کے فیصلوں نے اس اصول کو ایک درجہ تک مشتبہ کر دیا ہے۔ اس کی بحث دفعہ ۲۵ کے تحت میں کی جائیگی۔

دفعہ ۲۲ — یہ امر کہ نکاح کی جو نااہلیت تعزیری نوعیت یا مذہبی قسم یا کسی مذہبی جماعت میں شرکت کی بنا پر پیدا ہوتی ہے، وہ انگلستان میں ذاتی قانون کی بنا پر تسلیم نہیں کی جائیگی، یہ اس اصول کا نتیجہ ہے، جو دفعہ ۱۶ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ مذہبی نذروں اور مذہبی جماعتوں کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ انگلستان کی حکمت عملی کا کوئی اصول اس سے زیادہ سخت نہیں متصور ہو سکتا کہ وہ آبادی کی ایک جماعت کی جماعت کو نکاح کے امکان سے باز رکھے جانے کی اجازت دے، لیکن جن صورتوں میں قانون مقام انعقاد معاہدہ کی رو سے نکاح میں کوئی تعزیری یا مذہبی نااہلیت پائی جائیگی تو اس کا بلا واسطہ نتیجہ یہ ہوگا کہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا اور اسلئے اس کا بالواسطہ نتیجہ یہ ہوگا کہ ان مراسم یا اس اہلیت نکاح کے

متعلق انگلستان میں یہ سمجھا جائے گا کہ وہ انعقاد نکاح کیلئے کافی نہ تھے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کے قانون کی رو سے اشتہاری مجرم نکاح کیلئے نااہل نہیں متصور ہوتا۔ اگر نااہلیت تسلیم بھی کر لی جائے تو وہ انگریزی عدالتوں میں ایسے نکاح کے تسلیم کئے جانے کی مانع نہیں ہو سکتی جو ایک انگلستان کے باشندہ نے جس کے متعلق انگلستان میں اشتہار جرم ہوا ایسے مقام میں کیا ہو جہاں وہ اس وقت رہتا تھا، یہ فرض کر کے کہ از روئے قانون مقام انعقاد وہ اس نکاح کا اہل متصور تھا۔ جج، آر، سی۔ ڈنس کیٹنگ اور مانٹیگ اسمتھ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا۔ مقدمہ کینیارڈ بنام لزے (۱۸۶۶ء) لا رپورٹ پرایوی کونسل ۳۸۹

دفعہ ۲۳ جب کوئی شخص اپنے ذاتی قانون کی رو سے کسی شکل میں بغیر والدین یا اولیاء کی رضامندی کے نکاح کر لیتا ہے تو ایسی رضامندی کی عدم موجودگی کی وجہ سے وہ نکاح ناجائز نہیں ٹھہرتا بشرطیکہ قانون مقام انعقاد کی پابندی کی گئی ہو اگرچہ نکاح میں وہ شکل نہ اختیار کی گئی ہو جس کی بنا پر از روئے قانون ذاتی ایسی رضامندی کی ضرورت باقی نہ رہتی ہو۔

یہ وہ نکاح ہیں جو گرٹنا گرین[۵۱] کے نکاحوں کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔ ان نکاحوں کی صحت کی بحث پہلی مرتبہ باضابطہ طور سے مقدمہ کمپسٹن بنام ہرکرافٹ (۱۷۶۷ء) جج، ہے ۸ اور (۱۷۶۹ء) کورٹ آف ڈیلیگیٹ ۲ ہیگ۔ کانس ۴۳۰-۴۴۳-۴۴۴ میں پیش آئی۔ اس مقدمہ میں تعینہ ڈیفنڈر جو گرٹنا گرین کا قائم مقام تھا، سر جارج ہے نے اسی رائے کی بنا پر جو انہوں نے مقدمہ ہرفورڈ بنام مارس میں قائم کی تھی، نکاح کو جائز قرار دیا، مگر ڈیلیگیٹ نے ان کی تجویز کو بربنائے قانون مقامی بحال رکھا۔ اسی قسم کا نکاح مقامی قانون کی بنا پر مقدمہ گریکسن بنام گریکسن میں

---

[۵۱] گرٹنا گرین، اسکاٹ لینڈ میں ایک گاؤں ہے: اس نام سے تمام ایسے نکاح موسوم کئے جانے لگے جو بے قاعدہ طریقہ سے کر لئے جاتے تھے۔ مترجم۔

قائم رکھا گیا (۱۸۰۱) ۲۔ ہیگ کانس ۹۹۔۹۰۔۸۹؛ اور ایسا ہی فیصلہ فرانسیسیوں کے ان نکاحوں کے متعلق جو انگلستان میں ہوئے تھے، مقدمہ سائمونن بنام مالک (۱۸۶۰) ۲ ایس و ٹی ۶۷ ج۔ کرآسول میں کیا گیا؛

دفعہ ۲۴ جو نکاح انگلستان میں منعقد ہو وہ بروئے اصول دفعہ ۲۳ جائز قرار دیا جاتا ہے گو کہ فریقین کے ملک توطن میں اس بنا پر ناجائز قرار پایا ہو کہ فریقین کا مقصد اس ملک کے قانون سے بچنا تھا۔

مقدمہ سائمونن بنام مالک (۱۸۹۰) ۲۔ ایس و ٹی ۶۷ ج کرآسول؛

دفعہ ۲۵ جب ذاتی قانون کے لحاظ سے نکاح کا کوئی فریق بغیر کسی شخص کی خاص اجازت کے کسی شکل میں بھی نکاح کا مجاز نہیں ہے، تو ایسی اجازت کے نہ ہونے کی حالت میں نکاح ناجائز قرار پائے گا، گو کہ اس میں مقام انعقاد کے قانون کی پابندی کی گئی ہو تا وقتیکہ یہ ظاہر نہ ہو کہ فریقین میں سے کوئی فریق بظاہر انگلستان کا متوطن ہے اور نکاح انگلستان میں انگریزی شکل میں منعقد ہوا ہے۔

60 مقدمہ سسکس پیریج (۱۸۴۴) ۱۱۔ سی ایل و ایف ۸۵۔ ٹنڈل نے ججوں کی رائے سنائی۔ جج، الینڈ ہرسٹ، بروہام، کائٹ ہام، ڈینمن اور کیمبل تھے۔ اس مقدمہ میں شاہی نکاحوں کے ایکٹ کی دفعہ (۱) کی رو سے نکاح کے لئے بادشاہ کی باجلاس کونسل اجازت کی ضرورت تھی، یا دفعہ (۲) کے لحاظ سے پارلیمنٹ کی منظوری اجازت ہونی چاہیے تھی۔ دیکھو مقدمہ اسکاٹو بیر بنام ڈی بار روز متذکرہ بالا دفعہ ۲۱؛

جو اصول اس دفعہ میں بیان ہوا ہے اسکے خلاف آئرلینڈ کا ایک فیصلہ موجود ہے اسٹیل بنام براڈل (۱۸۳۸) ملو۔ ۱؛

جج رنیڈ کلف نے جس کو مقدمہ بروک بنام بروک (۱۸۶۱) ۹۔ ایچ۔ ایل ۲۱۶ میں لارڈ کیمبل نے بھی پسند کیا ہے، اگر اس کا اتباع کیا جائے تو ضروری رضامندی نکاح کی شکل میں داخل متصور ہو گی، نہ کہ اہلیت کی ایک شرط قرار پائے گی۔ اور اس صورت میں سسکس کی پیریج کا مقدمہ اس حالت میں صحیح

سمجھا جاسکے گا، کہ شاہی نکاحوں کے ایکٹ کی نسبت یہ تصور کیا جائے کہ اس کا مقصد، انگلستان کے قانون میں ایک مخصوص اور سخت قسم کی نااہلیت پیدا کرنے کا ہے؛ جس سے شخصی قانون بین الاقوام کے اصول پامال ہوجاتے ہیں۔ اس امر سے انکار کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، کہ ملک توطن کے ایکٹ کا ایسا مقصد ہونا ناجائز نہیں تصور ہوسکتا؛ اگرچہ مقدمہ سمونن بنام مالک (دیکھو دفعہ ۴۲) میں عدالت نے فرانسیسی کوڈ کے اس صریح دعوی پر، کہ اس کو فرانسیسیوں کے (etat civil) کی نسبت، جو بیرون ملک ہوں، اختیار حاصل ہے؛ یا یہ کہ شاہی نکاحوں کے ایکٹ کا یہی مقصد ہے؛ مطلق اعتنا نہیں کیا؛ لیکن جب کسی ایکٹ میں یہ حکم ہو کہ کوئی نکاح خواہ کسی شکل میں منعقد ہو بغیر خاص اجازت کے باطل ہوگا، تو بغیر اس اجازت کے نکاح کی نااہلیت یقیناً پیدا ہوجاتی ہے۔ ایسی حالت میں صرف منفردہ مقصد میں یہ فرق کرنا کہ اس کی پابندی کس درجہ تک مطلوب تھی اور کس حد تک نہیں، میری رائے میں خطرہ سے خالی نہیں۔ بناءً علیہ میں مقدمہ سٹیل بنام براڈل سے اختلاف؛ اور مقدمات کاپٹن بنام برکرافٹ اور سمونن بنام مالک سے، اس بنا پر کہ ان دونوں مقدمات میں ملک توطن میں نکاح ہوسکتا تھا، بشرطیکہ مراسم کی پوری طور سے پابندی کی گئی ہوتی؛ اتفاق کرونگا: اور جہانتک میں سمجھتا ہوں، خود لارڈ کیمبل کا مقدمہ، بروک بنام بروک، میں یہی منشا تھا (۱۸۵۱) ۹۔ ایچ۔ ایل ۲۱۵ و ۲۱۸؛

جو استثنا قائم کیا گیا ہے، اس کی بنا، مقدمہ اوگڈن بنام اوگڈن (۱۹۰۸) پی۔ ۴۶ جج، کوزل بارنس، گورنس ہارڈی ایم۔ آر و کینیڈی۔ لارڈ جیف جسٹس کا فیصلہ ہے جنہوں نے جسٹس بارگریو ڈین کی تجویز منسوخ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نکاح جو انگلستان کی ایک باشندہ اور متوطن عورت اور فرانس کے ایک متوطن مرد میں، انگلستان میں منعقد ہوا تھا، جائز قرار دیا گیا، اگرچہ مرد مذکور، فرانس کے کوڈ کی دفعہ ۱۴۸ کے تحت میں ۲۵ سال سے کم عمر ہونے کی بنا پر، بغیر اجازت حاصل کئے ہوئے نکاح کرنے کا مجاز نہ تھا؛ اور ایسی اجازت اُس نے حاصل نہیں کی تھی۔ اور دفعات ۱۸۲ و ۱۰۵ کا بھی میں اِس

میعاد کا تعین کیا گیا ہے؛ جس میں اس کے مجوزہ نکاح کی تنسیخ ہو سکتی تھی؛ استقرار
کیا گیا۔ پس یہ مقدمہ سمونن بنام مالک کے مقدمہ سے جُدا ہے؛ جس میں فریقین کی
عمر کی بناء پر فرانس کی منظوری جو موجود نہ تھی؛ دفعہ ۱۵۲ کی رو سے (جس صورت میں
دفعہ مذکور اس وقت قائم تھی) غیر ضروری ہو گئی تھی؛ کیونکہ تین مہینے میں تین بار
اس کی منظوری چاہی گئی؛ اور تینوں مرتبہ نامنظور ہوئی؛ اور اس بنا پر اس کو مراسم
یا شکل کے تحت میں داخل کرنا بیجا نہیں متصور ہو سکتا۔ اوگڈن بنام اوگڈن کے مقدمہ
میں؛ مراسم نکاح کے عمل میں آنے سے پہلے حصول اجازت کی ضرورت سے بچنا
ممکن نہ تھا؛ اور اس لحاظ سے وہ اہلیت کی ایک شرط تھی؛ گر عدالت مرافعہ نے اس
مسئلہ کو جو اس وقت اس کے سامنے تھا؛ شکل یا مراسم کے متعلق تصور کر کے (دیکھو
61 صفحہ ۸۲) یہ لکھا کہ "اس تجویز میں جو کچھ کہا گیا ہے؛ اس کا روئے سخن؛ ان مراسم کی
طرف ہے؛ جن کی عمل آوری انعقاد نکاح کے لئے ضروری ہے"؛ اس سے یہ نہ سمجھنا
چاہیئے کہ ان اصول کی بناء پر ایک ملک کے قانون میں ان نکاحوں کی بابتہ جو
قطعی طور سے ممنوع ہیں؛ لازمی طور سے کوئی دست اندازی کرنا مقصود ہے"؛ پس لئے
مقدمہ اگڈن بنام اگڈن سے؛ جس امر کی سند لی جا سکتی ہے؛ وہ صرف اسقدر
ہے کہ کسی فریق نکاح کی نا اہلیت؛ جو نکاح کی ناجوازی سے بالکل علیحدہ ہے؛ ایک
مسئلہ شکل یا رسوم نکاح کے متعلق ہے؛ اور اگر اس کا تعلق صرف ایک فریق سے ہے؛
اور وہ قانون بیرون ملک کی بنا پر پیدا ہوتا ہے؛ تو انگلستان میں اسپر لحاظ نہیں
کیا جائے گا؛ لیکن عدالت مرافعہ نے اپنے طویل فیصلہ میں کسی فریق کی اہلیت
کے ایسے فیصلہ کو جو بیرون ملک کیا گیا ہو؛ تسلیم کرنے میں بڑا پس و پیش کیا؛ اور
یہاں تک لکھا کہ "یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اس عام قاعدہ میں کہ دو عاقل اور بالغ
(Sui juris) اشخاص کے نکاح کے جواز کا فیصلہ مقام انعقاد کے قانون کی رو
سے ہونا چاہیئے (صفحہ ۸۵)؛ انگلستان اور دوسرے ممالک کے مقننین کی رائے
میں کوئی قابل لحاظ اختلاف ہے یا نہیں؟ کیا عدالت نے یہ خیال کیا کہ جو شخص اپنے
ملک میں؛ بغیر خاص اجازت کے نکاح نہیں کر سکتا؛ وہ نکاح کے معاملہ میں عاقل
و بالغ متصور ہو سکتا ہے؟ قیاس غالب یہ ہے کہ عاقل و بالغ (Sui juris) سے

وہی شخص مراد ہے جس کی اہلیت نکاح میں مقام انعقاد نکاح کے قانون کی رو سے کوئی مانع موجود نہیں ہے۔

اگڈن بنام اگڈن کے مقدمہ میں فیصلہ ہو کر بیس دن سے زیادہ نہیں گذرے تھے کہ سر گورل بارنس نے چٹی بنام چٹی کا مقدمہ فیصل کیا (۱۹۰۹) پی ۶۷۔ ایک ہندو نے جس کا توطن ہندوستان میں تھا، اپنے مذہب کی ذاتی نااہلیت کی بنا پر اس نکاح کے جواز سے انکار کیا، جو اس نے ایک ایسی عورت سے جس کا توطن انگلستان میں تھا، انگلستان میں ایک رجسٹرار کے دفتر میں کیا تھا۔

اس کے لئے صرف اتنا جواب کافی تھا کہ باوجودیکہ ہندو مذہب کے قواعد پر عام طور سے "قانون" کا اطلاق کیا جائے اور خواہ ہندوستان میں ان قواعد کی تعمیل پر ہندو حکومت ہونے کی حالت میں کتنا ہی زور دیا جاتا، یہ امر صاف طور سے عیاں تھا کہ عدالتوں میں قانون کا جو مفہوم سمجھا جاتا ہے، اس کے لحاظ سے چٹی ہندوستان میں بھی ایک عیسائی عورت کے ساتھ صرف ایک ہی عورت تک محدود رہنے والا نکاح کرنے کا نااہل نہ تھا، ممکن تھا کہ وہ اس بنا پر ذات سے خارج کر دیا جاتا اور شاید اس کو اپنے مذہب سے دست بردار ہونا پڑتا۔ اس امر کے اظہار کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ جب کسی فعل کا ایسا مانع موجود ہو کہ اس کے دفع کرنے پر فاعل قادر ہو تو اس کا ذاتی نااہلیت میں شمار نہیں ہو سکتا۔ اگر اس فعل کا عمل میں لانا بجائے خود اس مانع کا کافی طور سے رفع کرنے والا نہیں ہے، تو اس مانع کا جو جزو باقی رہجاتا ہے، اس کا تعلق صرف شکل یا مراسم سے ہوتا ہے جیسا کہ مقدمہ سموئن بنام مالک میں، رضامندی کا مسئلہ تھا، اور یہ ضرورت تھوڑی سی تعویق سے رفع ہو سکتی تھی۔ لیکن فاضل جج نے، ذاتی نااہلیت مانع نکاح کے مسئلہ پر بحث کر کے وہ نتیجہ نکالا جس کی بنیاد، پہلے سے مقدمات اسکاٹ بنام ڈی باروز اور اگڈن بنام اگڈن میں پڑ چکی تھی، اور چونکہ ہر دو مقدمات مذکورہ سے اس مقدمہ میں بحث کی گئی ہے اس لئے انہی کو مستند سمجھنا چاہیے۔ اصول یہ ٹھہرا کہ ذاتی نااہلیت اس وقت تک مانع نکاح نہیں ہے، جب تک کہ اس کا وجود مقام انعقاد کے قانون یا ان ممالک کے قوانین میں نہ پایا جائے جہاں نکاح کے وقت فریقین متوطن ہوں۔

62

اس کا فیصلہ زمانہ کرے گا کہ آیا یہ اصول مرجح رہے گا یا وہ اصول جو مقدمہ میٹی بنام میٹی میں طے ہوا ہے۔ بہرحال یہ امر یقینی ہے کہ یہ اصولی استنباط (Juridical doctrine) نہیں ہے۔ یعنے ایسا نہیں ہے جو قانونی اصول سے مستخرج ہوتا ہو جب کوئی ایسا پردیسی، جو اپنے ملک تو طن کے قانون کی رو سے، نکاح کی کامل اہلیت نہیں رکھتا، انگلستان میں نکاح کرے، تو انگریزی عدالتیں، نا اہلیت پیش شدہ کو، اپنے عدالتوں کے قوانین اور عملدرآمد (Juridically) کے لحاظ سے، اسکو منظور یا نامنظور کریں گی چونکہ وہ مسئلہ بیرونی ہے، اسلئے اس میں کوئی رد و بدل نہو سکے گا۔ اگر پیشکردہ نا اہلیت، قابل منظوری قرار پائے تو یہ فیصلہ کبھی نہیں ہو سکے گا، کہ اس سے وہ شخص مستثنیٰ ہے، جو ایسے شخص سے بیرون ملک نکاح کرتا ہے، جو نا اہل نہیں ہے، اگر باوجود اس کے، عدالت پیش شدہ نا اہلیت کو نامنظور کرتی ہے، درانحالیکہ نکاح کا دوسرا فریق اہل ہے، تو ایسی حالت میں اس کو منظوری کا کوئی موقعہ باقی نہیں رہتا جبکہ دوسرا فریق بھی نا اہل ہو ممکن ہے کہ واضعان قوانین، کوئی فرق قائم کردیں، مگر یہ اصول مسلم ہے کہ بیرونی قوانین اور حقوق، اصول مذکور کے تحت میں بطور (Ex debito justitiae) حق کے تسلیم نہیں کئے جاسکتے بلکہ وہ اسیطرح کی رعایت ہے، جو حسب ضرورت ان کے حق میں مرعی رکھی جاتی ہے۔ یہ مقننین کے لئے ایک وجہ تحریک ہو سکتی ہے، لیکن عدالتوں کے ایسے عمل پر لارڈ بروہام نے مقدمہ وارنڈر بنام وارنڈر میں سخت اعتراض کیا ہے، جس کا حوالہ اکثر دیا جاتا ہے۔ دیکھو ۱۲ سی۔ ایل و ایف ۵۳۰۔[۱]

چٹی بنام چٹی کے مقدمہ کے فیصلے میں ایک دوسرا امر قابل لحاظ، جس کی بنیاد مقدمہ اوگڈن بنام اوگڈن میں پڑ چکی تھی، یہ ہے کہ شکل (Form) اور مادہ (Substance) میں کوئی صریح مابہ الامتیاز قائم نہیں رکھا گیا ہے، کم سے کم ایسی حالت میں، جبکہ نکاح کے قوانین میں، باہم تصادم واقع ہوتا ہے۔ فیصلہ کا ایک فقرہ یہ ہے کہ "جن فیصلوں کا حوالہ دیا گیا ہے، ان میں اصل (Essentials) اور شکل (Forms)

---

[۱] کینیڈا میں نکاح کے متعلق، وضع قانون کے مسئلہ میں جو ۱۹۱۲ء میں جوڈیشل کمیٹی کو سپرد ہوا تھا، ہالڈین نے یہ رائے دی کہ ایک حصہ ملک کی واضع قانون جماعت، انعقاد نکاح کے متعلق، ایسے قواعد وضع کرنیکی مجاز ہے، جو معاہدہ کے جواز پر موثر ہوں ۱۹۱۲ء اے۔ سی۔ ۸۸۰ (Ex debits justitiae)؛

سے بحث کی گئی ہے، جن لوگوں نے یہ فیصلے صادر کئے ہیں وہ اس کو انگلستان کے نقطۂ نظر سے دیکھتے تھے، اگر یہ ممکن ہے کہ جو امر اس ملک میں شکل سمجھا جاتا ہے وہ دوسرے ممالک میں اصل متصور رہو (صفحہ ۲۸) دوسرا فقرہ یہ ہے کہ اگر دوسرے ملک میں نکاح کی اجازت نہ ہونے کی بنا پر ناجائز قرار پاتا ہے جس کو ہم صرف شکل کی عدم تکمیل قرار دیتے ہیں تو وہ کی حیثیت میں اس میں اور ایسے مقدمہ میں جس میں اجازت شکل سے اہم تر قرار پاتی ہے کیا فرق رہتا ہے (صفحہ ۴۴) اگر بحث کی بنیاد اسی پر قائم کی جائے تو شخصی قانون بین الاقوام کے مسئلہ قانون مقام انعقاد کے تمام مباحث بیکار ہوئے جاتے ہیں ممکن ہے کہ بعض اوقات غلطیاں ہو گئی ہوں اگرچہ مجھ کو اس کا علم نہیں ہے کہ انگلستان اور یورپ کے دوسرے ممالک میں شکل اور مادہ کے حدود کی نسبت کوئی صریح اختلاف یا فرق کیا گیا ہے۔ 63

دفعہ ۲۶ جب کسی قانون متعلقہ کے نہ موجود ہونے کی وجہ سے جائز نکاح کا حسب قانون مقام انعقاد عمل میں آنا ناممکن ہو تو فریقین جہاں تک ممکن ہو اس شکل میں اور ان اجازتوں کے ساتھ جن کی ہدایت خود فریقین کے قوانین کرتے ہوں نکاح کر لینے کے مجاز ہیں۔

گم نام مقدمہ کروس کے مؤلفہ قانون متعلقہ باب ۲۶ جج ایڈیشن میں یہ تسلیم کیا گیا تھا کہ روم میں پروٹسٹنٹ کے نکاحوں کے متعلق کوئی ایسا قانون مقام انعقاد نہ تھا جو ان سے متعلق کیا جا سکے۔ اگرچہ مقدمہ سکس بر ج ۱۱ سی ایل وایف (۱۵۲) سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو نکاح بطریق پروٹسٹنٹ کیا جائے وہ قانون مقام انعقاد کی رو سے جائز متصور ہوتا ہے۔ لاتور بنام ٹیس ڈیل (۱۸۱۶) ۸ تان ۲۰ جج گبس ہپووچیں کے نکاحوں کے متعلق مدراس میں کوئی مقامی قانون نہ ہونے کی وجہ سے جو وقت پیش آئی اس کی نسبت یہ فیصلہ ہوا کہ گو وہ انگریزی رعایا ہیں تو اس انگریزی قانون کے مطابق جو لارڈ ہارڈوک کے ایکٹ کے قبل نافذ تھا نکاح کر سکتے ہیں۔ مقدمہ رڈنگ بنام اسمتھ (۱۸۲۱) ۲ ہیگ ۱ ۷ ۲۔ جج اسٹول اس میں جو وقت پیش آئی وہ یہ تھی کہ کیپ گڈ ہوپ میں جو ڈچ قانون رائج تھا وہ ان انگریزوں سے متعلق نہیں کیا جا سکتا تھا جو فتح کے بعد ایسے وقت

ادھر سے گذرے جبکہ وہاں آئندہ کا نظام قانونی پورے طور سے متعین نہیں ہوا تھا اور نیز دیکھو وہ مقدمات جو دفعہ ۲۸ کی تحت میں درج کئے گئے ہیں۔

دفعہ ۲۷ جو نکاح سفارت خانوں میں منعقد ہوتے ہیں، وہ خاص قواعد کے تابع ہیں، ان کی ابتدا غالباً اس وقت ہوئی جبکہ سفارت خانوں کے مخصوص اختیارات حدود ارضی میں غیر معمولی طور سے مبالغہ کیا جاتا تھا: مگر اب یورپ میں ان کا قیام اس بنیاد پر ہے کہ قانون مقام انعقاد کی مقررہ شکلوں کی پابندی لازمی نہیں، بلکہ صرف اختیاری ہے؛ اور فریقین مجاز ہیں کہ ان کی جگہ نکاح کی وہ شکل اختیار کریں جو ان کے ملک کے واضعان قوانین نے ملک غیر کے قیام کی حالت میں ان کے واسطے اپنے محکمہ جات میں مقرر کر دی ہے۔ لیکن یہ عمل صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ فریقین اسی قوم کے ہوں جن کا وہ سفارتخانہ ہے۔ اگر فریقین میں سے صرف ایک فریق اس قوم کا ہے تو اس مخصوص شکل سے دوسرا فریق کسی اصول کی بنا پر بھی مستفید نہ ہو سکے گا، اور عام رائے یہ ہے کہ ان کے نکاح کے رسوم کا بین الاقوامی جواز قانون مقام انعقاد کے تابع ہونا چاہئے۔ لیکن واضعان قوانین کی ہر جماعت جو اپنے ملک کے وہ اشخاص کو اپنے سفارت خانوں میں ایسے نکاح کی مجاز کرتی ہے جو بین الاقوام جائز متصور ہو، اس امر کی مجاز ہے کہ اپنے ممالک میں ایسے نکاح کو بھی جس میں صرف ایک فریق اس کا ہم قوم ہو، بطور خاص جائز قرار دے۔ انگریزی قانون کا یہی عملدرآمد ہے جیسا کہ ہم کو آگے چل کر معلوم ہوگا، ایسے قانون میں 64 جس کا عام قاعدہ کم از کم نکاح کے معاملہ میں قانون مقام انعقاد کی شکل کو لازم قرار دیتا ہے، تو اس مخصوص قاعدہ کی تائید میں، بہ نسبت محولہ ملکی نفاذ کے آسانی کا زیادہ تر لحاظ کیا جانا چاہئے؛ ایسی حالت میں بھی کہ فریقین انگلستان کے باشندے ہوں، اہلیت کے معاملہ میں سفارت خانوں کے نکاح کسی طرح موثر نہیں ہیں۔ جہاں دونوں فریق ہم قوم ہوں گے وہاں عام اصول کے مطابق ان کی اہلیت ان کے ملک کے قانون پر محمول کی جائے گی یا اس ملک میں ان کے توطن کے قانون پر بشرطیکہ وہاں مختلف ذاتی قوانین کا طریقہ جاری ہو۔ جس حال میں صرف ایک فریق ہم قوم سفارت خانہ ہے، تو اہلیت کا فیصلہ ہر فریق کے قانون متعلقہ سے کیا جائیگا، بلکہ وہ مخصوص جواز بھی جو شکل

کے متعلق، واضعان قوانین نے، اپنے ملک میں، اپنے ہم قوموں کے نکاح کی صحت کیلئے قرار دیا ہے، اس کا تابع ہو گا، کہ فریق ثانی اس شرط کی تکمیل کرے، جو اس صورت سے پیدا ہو۔

دفعہ ۲۸ جس مقصد کی ہم نے اوپر صراحت کی ہے، اس کے لئے، فی الحال، انگلستان میں جو قانون نافذ ہے، وہ ممالک غیر میں نکاح کا ایکٹ مصدرہ ۱۸۹۲ء ہے، جس کی دفعہ (۱) میں یہ محکوم ہے، کہ تمام ایسے نکاح، جن کا کم سے کم ایک فریق، انگریزی رعایا ہو، اگر بطریق معینہ ایکٹ ہذا، ممالک یا مقام غیر میں بذریعہ یا بالمواجہہ ان عہدہ داران کے جو ایکٹ ہذا میں، عہدہ داران نکاح قرار پائے ہیں، منعقد ہونگے، وہ قانوناً ایسے ہی جائز متصور ہوں گے، گویا کہ وہ (برطانیہ عظمیٰ کے ممالک متحدہ میں) ان تمام مراسم کی پابندی کے ساتھ منعقد ہوئے ہیں، جن کا قانون میں حکم ہے"۔ جو مخصوص جواز، انگلستان کے مقبوضات میں، ایسے نکاحوں کو دیا گیا ہے، اس کی مثال، مقدمہ، ہے بنام نارتھ کوٹ میں ملتی ہے (۱۹۰۰)، ۲۰ - سی ایچ - ۲۶۲ - جج، فارویل: اس میں وہ نکاح، جو ایکٹ مذکور کے تحت میں انگلستان کے سفیر، متعینہ فرانس کے مواجہہ میں منعقد ہوا تھا، جائز قرار پایا، اگرچہ عدم تکمیل مراسم کی بنا پر، فرانس میں ناجائز قرار پا چکا تھا۔ ایکٹ مذکور کی دفعہ ۴ ضمن (۱) میں یہ حکم بھی ہے کہ "ایکٹ ہذا کے تحت میں، نکاح کے لئے، اسی قسم کی منظوری کی ضرورت ہو گی جیسی از روئے قانون، ان نکاحوں کے لئے ہوتی ہے، جو انگلستان میں منعقد ہوتے ہیں"۔ اس موقعہ پر جو فرق "انگلستان" اور "ممالک متحدہ" متذکرہ دفعہ (۱) میں کیا گیا ہے، اس کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اس سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے، کہ انگلستان کا قانون، ایکٹ مذکور کے مقاصد کے لئے، اختیارات خاص کا قانون (Prerogative law) ہے۔ یہ امر باآسانی ممکن تھا، کہ ایکٹ میں اہلیت کا مسئلہ فریقین کے انگلستان کے توطن پر چھوڑ دیا جاتا ایسی حالت میں ایک آسٹریلیا کا باشندہ، جو اپنے نوآبادی یا ریاست کے قانون کے لحاظ سے، اپنی متوفیہ زوجہ کی بہن کے ساتھ نکاح کرنے کا مجاز تھا، انگریزی سفارت خانہ میں، اس کے قبل بھی کہ ایسا نکاح انگلستان میں جائز قرار دیا جائے، بطریق جائز نکاح کر سکتا تھا۔ لیکن مقصد یہ معلوم ہوتا ہے، کہ اس ایکٹ کی بنا پر کوئی ایسا نکاح نہ ہونا چاہیے، جو کہ

بطریق جائز خود انگلستان میں منعقد نہیں ہو سکتا، اور اس بنا پر لازم ہے کہ جو ممانعت رحمی یا ازدواجی بنا پر انگریزی قوانین میں کی گئی ہے، اس کا پورا لحاظ رکھا جائے۔ اب 65
صرف اسقدر بیان کرنا باقی رہجاتا ہے کہ قواعد ذیل جو اس وقت زیر غور ہیں، بہ زیر دفعات ۱ و ۲ نکاح ممالک غیر سنہ ۱۹۱۲ء کی کونسل کے تحت مرتب ہوئے ہیں[۹۵]

۱۔ (۱) جو نکاح ملک غیر کے مقامی قانون کی پابندی کی بنا پر انگلستان کے قانون میں جائز متصور ہوتے ہیں، جب وہ ان ممالک میں "ممالک غیر کے نکاح کے ایکٹ" کے تحت منعقد ہوں تو ان کے انعقاد سے پہلے عہدہ دار نکاح کو ان میں سے کسی امر کا اطمینان ہونا چاہیے:۔

(الف) کہ فریقین انگریزی رعایا ہیں۔ یا

(ب) اگر فریقین میں سے کوئی فریق انگریزی رعایا ہے، تو دوسرا فریق اس ملک کا باشندہ یا رعایا نہیں ہے۔ یا

(ج) اگر ایک فریق، انگریزی رعایا ہے، اور دوسرا فریق، اس ملک کا باشندہ یا رعایا ہے، تو اس ملک کے قانون کے مطابق، ملک غیر میں نکاح کے انعقاد کے لئے کافی آسانی موجود نہیں ہے۔ یا

(د) اگر وہ شخص، جو نکاح کا ارادہ کرتا ہے، انگریزی رعایا ہے، اور جس عورت سے نکاح کرنے کا قصد ہے، وہ اس ملک کی رہنے والی یا رعایا ہے، تو زیر ایکٹ مذکور، ان کے باہمی انعقاد نکاح میں، اس ملک کی حکومت کی طرف سے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

(۲) جو احکام اس دفعہ کے تحت میں، عہدہ دار نکاح صادر کرے، ان کا مرافعہ سکرٹری آف اسٹیٹ کے پاس ہو سکے گا۔

۲۔ ایکٹ ہذا کے تحت میں جو نکاح ہوں، ان میں، اگر عہدہ دار نکاح کو یہ معلوم ہو کہ جس عورت کے ساتھ نکاح ہونیوالا ہے، وہ انگریزی رعایا ہے، اور مرد، ملک غیر کا باشندہ ہے، تو اس کو اس پر اطمینان ہونا چاہیئے کہ:۔

---

[۹۵] کونسل کے اس حکم سے اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء کے احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔

(الف) یہ نکاح اُس ملک غیر کے قانون کی روسے جائز قرار پائے گا جہاں کا وہ مرد رہنے والا ہے یا

(ب) علاوہ ان رسوم کے جو زیر ایکٹ نکاح ممالک غیر عمل میں آئیں فریقین میں توثیق نکاح کیلئے دوسرے رسوم عمل میں آچکے ہیں یا عمل میں آنیوالے ہیں اور وہ دوسرے رسوم اس پردیسی کے ملک کے قانون میں تسلیم کئے جاتے ہیں۔[۵۱]

(ج) سکرٹری آف اسٹیٹ کی منظوری حاصل کرلی گئی ہے۔

جو احکام باجلاس کونسل ایکٹ کے ساتھ سنہ ۱۸۹۲ء میں نافذ ہوئے تھے ان میں دفعہ (۱) کے فقرات (ب) اور (ج) کا اضافہ کردیا گیا ہے۔ جدید احکام ابتدائی مقصد کے مؤید ہیں یعنی یہ کہ انگلستان کی رعایا عورتیں اس خطرے محفوظ رکھی جائیں کہ ان کے پردیسی شوہر ان کو اپنے ملک میں جاکر چھوڑ نہ دیں۔ فقرہ (ب) کی نسبت کوئی ممانعت انگریزی سفارت خانہ کے عہدہ داروں کو نہیں کہ وہ ایسے نکاح کے رسوم ادا کریں جو ایک پردیسی شخص اور ایسی عورت میں منعقد ہونیوالا ہو جو انگریزی رعایا تھی مگر جس نے اس نکاح سے کیقدر پیشتر بذریعہ دوسرے رسوم کے ساتھ نکاح کرکے اس پردیسی کی قومیت اختیار کرلی ہے اور اس بنا پر اصطلاحی طور سے ملک غیر کے نکاحوں کے ایکٹ کے فوائد سے محروم ہوگئی ہے۔

دفعہ ۲۹ انگلستان میں جو قانون ان نکاحوں کے متعلق تھا، جو سفارت خانوں میں منعقد ہوتے تھے، اس کی گذشتہ تاریخ یہ ہے کہ مقدمہ پریٹر بنام تان ڈیر۔ ا۔ ہیگ کانس ۱۳۶۔ میں، جو ایسے نکاح کے جواز کے متعلق تھا، جو نگلستان میں بوہریا کے سفیر کے گرجا میں منعقد ہوا تھا، سرڈبلیو اسکاٹ نے اس

---

[۵۱] پردیسیوں کے ساتھ نکاح کے متعلق، جو ایکٹ سنہ ۱۹۰۶ء کا ہے (۶ ایڈورڈ ۷، سی ۴۰) اس کی بنا پر ایسی انگریزی رعایا، جو کسی پردیسی کے ساتھ نکاح کرنا چاہے، اپنے ضلع کے رجسٹرار نکاح سے دریافت کرسکتا ہے کہ آیا ایسا نکاح ملک غیر کے قانون کی روسے جائز متصور ہوگا؟

مسئلہ پر صرف قوانین ملک سے برات، (Exterritoriality)[علہ] کے لحاظ سے نظر ڈالی، 66
اور اس نقطۂ نظر سے اس امر میں شبہ ظاہر کیا، کہ آیا ایسی حالت میں کہ فریقین میں سے
کوئی فریق بھی سفیر کے ملک کا رہنے والا نہ ہو، اس حق سے استفادہ کیا جاسکتا ہے:
خصوصًا ایسی صورت میں کہ وہ عورت جس کے فائدہ کے لئے یہ بحث کیجاتی ہے، اپنے
زمانۂ قیام انگلستان میں "ایسے گھر میں بھی نہ رہی ہو جس کو اس قسم کا حق حاصل ہوتا یا
جیسا کہ خود اس نے کہا، "اس نے سفیر کے خاندان میں توطن بھی نہیں اختیار کیا تھا"۔
اس کے بعد قانون ۴ جارج ۴۔ سی ۹۱ (۱۸۲۳) جاری ہوا، جو ممالک غیر کے نکاح
کے ایکٹ ۱۸۹۲ء سے منسوخ ہو چکا ہے: اس میں یہ محکوم تھا، کہ "جو نکاح کلیسائے
انگلستان کے پادریوں کے ذریعہ سے گرجا، یا کسی انگریزی سفیر، یا ایسے پادری کے گھر میں
جو کسی دوسری سلطنت میں بھیجا گیا ہو، یا کسی گرجا میں جس کا تعلق کسی ایسی انگریزی
کوٹھی یا کارخانہ سے ہو جو ممالک غیر میں قائم ہو، یا کسی انگریزی رعایا کے گھر میں جو ایسی
کوٹھیات یا کارخانہ جات کے حدود میں رہتا ہو منعقد ہوں، وہ اسیطرح جائز متصور ہونگے،
جس طرح وہ نکاح، جو بادشاہ کے ملک میں تمام مناسب مراسم کیساتھ قانونًا منعقد
ہوتے ہیں"۔ اس سے یہ خیال رفع ہو گیا، کہ اس حق کیلئے سفیر کے خاندان یا اسکے متعلقین
میں شریک ہونا لازم ہے۔ اور اسکی پابندی مقدمات لوائڈ بنام پیٹٹ جین (۱۸۳۹)
۲۔ کر۔ ۲۵۱ ج، لوشنگٹن۔ اور اسٹی بنام اسمتھ (۱۸۵۴) ۱۸ بیو ۱۱۲ ج، روملے میں کی گئی۔
موخر الذکر مقدمہ میں فرانس کے وکلا میں، اس امر کے متعلق اختلاف ہوا کہ آیا وہ نکاح
جو فرانس میں، انگلستان کے سفیر کے گرجا میں منعقد ہو، جائز متصور ہوگا یا نہیں، مگر باوجود
اس اختلاف کے انگلستان میں اس کے جائز تسلیم کئے جانے میں کوئی دقت پیش نہیں
آئی۔ مقدم الذکر مقدمہ میں صرف ایک فریق انگریزی رعایا تھا، اور دوسرا فریق، اس ملک
کا رہنے والا تھا، جہاں نکاح منعقد ہوا تھا۔ جن کوٹھیات اور کارخانہ جات کا تذکرہ قانون

علہ (Exterritoriality) یہ وہ حالت ہے جس میں ایک شخص باوجود ایک ملک میں مقیم ہونے کے جہاں تک
اس ملک کے قوانین کا تعلق ہے، اس ملک سے خارج متصور ہوتا ہے، اور وہاں کے قانون اسپر نافذ نہیں ہو سکتے:
اسکی بہترین مثال سفرا ہیں، گو وہ ملک غیر میں رہتے ہیں، مگر انکا مسکن وغیرہ انکے بادشاہ کے ملک کا ایک جزو متصور
ہوتا ہے، اور اسی بناء پر اسکا ترجمہ قوانین ملک سے برات کیا گیا ہے ۱۲ مترجم

جارج ۴ سی ۹۱ میں ہے، وہ اب باقی نہیں رہیں، انکا تعلق انتظام سابق سے تھا۔

دفعہ ۳۰ ممالک غیر میں نکاحوں کا ایکٹ مجریہ ۱۸۹۲ء نہ صرف ان سفارت اور قونصل خانوں سے متعلق ہے جن میں سکرٹری آف اسٹیٹ سفرا یا قونصل یا کسی دوسرے مناسب شخص کو عہدہ دار نکاح مقرر کریں بلکہ ان نوآبادیوں سے بھی متعلق ہے جو زیر حفاظت انگلستان ہیں، اور جہاں انگریزی تسلط ہے، یہ ضرور نہیں ہے کہ وہاں انگلستان کے تمام آئین جاری ہوں۔ گورنر، ہائی کمشنر، رزیڈنٹ یا قنصل خانہ کے دوسرے اشخاص نکاح کے عہدہ دار مقرر کئے جاسکتے ہیں۔ اور ایکٹ مذکور کا اس طرح کا نفاذ، انھیں مقامات سے مخصوص نہوگا جو بادشاہ کے ملک کے باہر واقع ہیں" دفعہ ۱۱ (سی)۔ یہ ایکٹ ان نکاحوں پر بھی حاوی ہے جو ان شاہی جہازوں پر منعقد ہوں جو ممالک غیر کے بندرگاہوں میں لنگر انداز ہوں"۔ کمانڈنگ افسر سکرٹری آف اسٹیٹ کے حکم، یا سررشتہ امیر البحر کی ہدایت کی بنا پر عہدہ دار نکاح مقرر ہوسکتا ہے۔ دفعہ ۱۲ اور فقرہ (۱۰) احکام مصدرہ کونسل۔ اور دفعہ (۲۲) میں یہ حکم ہے کہ تمام ایسے نکاح، جو 67
انگریزی فوج متعینہ ممالک غیر کی چھاؤنی میں کوئی پادری یا عہدہ دار یا دوسرا شخص جو کمانڈنگ افسر کے زیر ہدایت کام کر رہا ہو پڑھائے، وہ قانوناً اسیطرح جائز متصور ہوں گے، کہ گویا برطانیہ عظمی میں تمام مراسم معینہ قانون کی پابندی کیساتھ منعقد ہوئے ہیں جس اصول کی اشاعت اس اعلان کے ذریعہ سے کی گئی ہے اس کو نکاح کے قانون مقام انعقاد کا استثنا نہ قرار دینا چاہیے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اس اصول سے مستخرج ہوتا ہے کہ فوج کی چھاؤنی میں خواہ وہ اس حصہ ملک پر مخالفانہ قابض ہو، خواہ دوستانہ طریقے سے اس کو کسی سلطنت نے اپنے ملک میں داخل ہونے کی اجازت دی ہو، فوج کا قومی قانون وہاں کا مقامی قانون ہوجاتا ہے جہانتک کہ اس کا تعلق اہالی فوج اور اسکے متعلقین کی ذاتی حیثیت کے آئین سے ہے۔ اسی لحاظ سے فوج کے پادری یا دوسرے اشخاص جو اس کام کو انجام دیتے ہیں، دفعہ ۲۲ کے تحت میں عہدہ داران نکاح نہیں قرار پاتے، اور نہ وہ ان مراسم نکاح کے پابند ہیں جو ایکٹ مذکور میں بتائے گئے ہیں بلکہ اگر فریقین، اسکاٹ لینڈ کے رہنے والے ہوں، تو ان کے لئے، اسکاٹ لینڈ کا سیدھا سادہ نکاح کافی متصور ہوسکتا ہے۔

دفعہ ۲۱۔ جو انگریزی فوج بیرون ملک مصروف بکار ہو، اُس کی چھاؤنی کے حدود میں سپاہی اور وہ انگریزی رعایا، جو اسکے ساتھ ہو، ملک غیر کے قانون کی بطور قانون مقام وقوع معاملہ (Lex actus) کے بھی، پابند نہیں ہے؛ اور اسلئے وہ اپنے انگریزی قوانین کی مراسم کی پابندی کے ساتھ، جہانتک کہ ممکن ہو، نکاح کرلینے کی مجاز ہے۔

مقدمہ رگنگ بنام رامپٹن (۱۸۰۸ء) ۱۰ ایسٹ ۲۸۲؛ جج ایلن برو۔ در گراس میں نکاح، کسی ایسے شخص نے نہیں پڑھایا تھا، جو انگریزی فوج کے کمانڈر کے زیر ہدایت مقرر ہوا تھا۔ اس کے متعلق لارڈ ایلن برو نے کہا کہ جبتک یہ نہ ثابت کیا جائے کہ کوئی دوسرا قانون نافذ تھا، یہی سمجھا جائیگا کہ بادشاہ کی فوج، اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے لئے انگریزی قانون کو اپنے ساتھ لئے ہوئی تھی۔ پس قرار یہ پایا کہ جس طریقہ پر نکاح ہوا، وہ ایسا تھا کہ لارڈ ہارڈوک کے ایکٹ کے قبل، انگلستان میں جائز متصور ہوتا، اور اسکو ایکٹ نکاح کے اس استثناء میں، جو سمندر پار کے نکاحوں کے متعلق ہے، داخل کرنا مقصود تھا۔ یہ اُس رائے کے مطابق ہے، جو مقدمہ لاتور بنام ٹس ڈیل میں قائم کی گئی؛ البتہ اس رائے سے مخالف ہے، جو سر جارج ہے نے مقدمہ ہرفورڈ بنام مارس میں قائم کی تھی۔ دیکھو دفعہ ۲۶۔ یہ فرض کرلینا زیادہ تر آسان ہے کہ پارلیمنٹ کا مقصد یہ تھا کہ ایسے انگریزوں کے لئے، جو کسی دوسرے قانون مقام تکمیل معاملہ کے پابند نہیں ہیں، جا ملک غیر میں، نکاح کا انگریزی طریقہ ہی جاری رکھا جائے، بنسبت اس کے کہ یہ فرض کیا جائے، کہ ایک اسیطرح کا استثنا ان مقدمات میں قائم کرنا مقصود ہے جن کے متعلق قانون مقام وقوع موجود ہو۔

مقدمہ برن بنام فرار (۱۸۱۹ء) ۲ ہیگ کنسسٹری ۱۳۷؛ اسکاٹ میں زوج، اس انگریزی فوج میں ایک عہدہ دار تھا جو اس زمانہ میں فرانس میں کام کررہی تھی؛ فاضل جج نے اسپر شبہ ظاہر کیا کہ آیا اسپر فرانس کے قوانین نافذ ہو سکتے ہیں، جیسا کہ توہین کے مقدمہ میں عذر کیا گیا تھا؛ اگر مقدمہ چلتا تو کچھ تعجب نہیں کہ یہ شبہ اور زیادہ مضبوط ہو جاتا؛ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اسی جج نے رووٹنگ بنام اسمتھ کا مقدمہ

فیصل کیا جو مقدمہ ہذا سے بہت مشابہ ہے۔ (دیکھو دفعہ ۲۶) ٭
نکاح پڑھانے کے لئے کمانڈنگ افسر کی منظوری لازم نہیں ہے۔ صرف اتنا کافی ہے کہ جو شخص نکاح پڑھائے، وہ کمانڈنگ افسر کا ماتحت ہو۔ دیکھو مقدمہ والڈر گریو بریج (۱۸۴۲ء) ۴۔ سی و ایف۔ ۶۴۹۔ نج، کا ٹن ہام وبرو ہام یہ مقدمہ جارج۔ ۴۔ فصل ۹۱ کے مشابہ ہے جو ممالک غیر کے نکاحوں کے ایکٹ ۱۸۹۲ء کے دفعہ ۲۲ پر مبنی تھا ٭

دفعہ ۳۲ جو نکاح عام جہازوں پر منعقد ہوں، انکا بھی وہی حکم ہے، جو قبل کی دفعہ میں بیان ہو چکا۔ سرکاری جہازوں پر نکاح کی توثیق کے متعلق، جو ایکٹ ۱۸۷۹ء میں نافذ ہوا اور جو عہد وکٹوریہ کا قانون نمبر ۴۳ و ۲۲ ہے، اس کی فصل (۲۹) میں یہ حکم تھا کہ انگریزی رعایا کے درمیان وہ تمام نکاح جو ایسے سرکاری جہازوں پر جو ملک غیر میں لنگر انداز ہوں، ان جہازوں کے کمانڈر کے مواجہہ میں منعقد ہوں خواہ انہیں کوئی مذہبی رسم یا طریقہ اختیار کیا گیا ہو، یا صرف اسی وقت کے ایجاب و قبول کے ساتھ (Per Verba de praesenti) کئے گئے ہوں، اسیطرح جائز متصور ہونگے کہ گویا وہ انگریزی ممالک میں انھیں تمام رسوم کے ساتھ منعقد ہوئے ہیں، جو قانون میں محکوم ہیں۔ اس نکاح کے بارہ میں جس کے فریقین، انگریزی رعایا تھے اور جس کو اس سرکاری جہاز کے پادری نے، جو اس وقت لیماسول میں لنگر انداز تھا، جہاز کے کپتان کے مواجہ میں پڑھایا تھا، یہ فیصلہ ہوا کہ اس کے لئے اعلان (Banns) کے اجرا کی ضرورت نہ تھی، اگرچہ ایکٹ متذکرۂ بالا کا اس میں حوالہ نہیں دیا گیا تھا۔ کلنگ بنام کلنگ (۱۹۰۶) پی ۱۱۶ نج، جس، بمقابلہ فوجی چھاؤنی کے جہاز کی وسعت محدود ہونے کی وجہ سے کمانڈنگ افسر کے مواجہ کی شرط لگائی گئی ہے اور اس لحاظ سے، ممالک غیر کے نکاحوں کے ایکٹ ۱۸۹۲ء میں، ان دونوں صورتوں پر الگ الگ نگاہ ڈالنا غلط نہیں متصور ہو سکتا۔ 68

دفعہ ۳۲ الف۔ افواج بحری کے نکاحوں کا ایکٹ ۱۹۱۵ء (۵ جارج ۵ سی ۳۵) میں یہ حکم ہے کہ جب بحالت جنگ، ان لوگوں میں سے جو باہم نکاح کرنا چاہتے ہیں،

کوئی شخص، افواج بحری میں افسر یا ملاح ہو، اور فریقین نے ان تمام شرائط کی تکمیل کر لی ہو جو کسی عبادت گاہ یا کسی مذہبی حلقہ میں، انعقاد نکاح کے لئے قانوناً ضرور ہوں، تو کمانڈنگ افسر ایسا نکاح خود پڑھا سکتا ہے، یا وہ باضابطہ طریقہ سے کسی دوسری جگہ منعقد ہو سکتا ہے۔

دفعہ ۴۳ ۔ نکاح کا جواز ثابت ہو جانے کے بعد ان حقوق زناشوئی کا جو اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ تصفیہ قانون مقامی (Lex fori) کی رو سے کیا جائے گا۔ یہ مسئلہ انتظام عام یا مخصوص تدبیر منزل کا ہے۔

ہربرٹ بنام ہربرٹ (۱۸۱۹) ۳ فل، مذہبی ۵۸ (۲) ہیگ کانس ۲۶۳ جج، اسکاٹ میں، اس امر پر بیکار بحث کی گئی کہ جو حکم اعادہ حقوق زوجیت کے متعلق صادر ہوا ہے اس کا شمار، اس میعاد کے ختم ہو جانے کے بعد سے ہونا چاہیے جس میں نکاح کے اخفا کی بناء پر از روئے قانون مقام معاہدہ، عمر و کسی ملکہ میڈ اور عورت کسی دیر (Convent) میں قید رکھے جانے کی مستحق تھی، مگر یہ بحث منظور نہیں ہوئی۔

دفعہ ۴۴ ۔ جہاں قانون مقام معاہدہ کی رو سے، ایک سے زیادہ بیبیاں ہو سکتی ہیں، وہاں جو نکاح اس کے تحت میں کیا جائے گا اگرچہ پہلی ہی زوجہ کے ساتھ کیوں نہ ہو، ایسے نکاح سے جس میں صرف ایک زوجہ کی اجازت ہے (Monogamous marriage) مختلف سمجھا جائے گا اور انگلستان میں، اس نکاح کا طلاق نہ ہو سکے گا، اور نہ جو حقوق زناشوئی اس سے پیدا ہوتے ہیں ان کی تعمیل کرائی جا سکے گی، اور نہ ان کی 69
عدم ادا کی بناء پر طلاق یا کسی دوسرے چارہ کار کی منظوری دی جائے گی۔

مقدمہ ہائیڈ بنام ہائیڈ (۱۸۶۶) لا رپورٹ ۱۔ پی و ڈی ۱۳۰ جج، پنیزانسی میں اس رائے کا اتباع کیا گیا جو لارڈ بروہام نے مقدمہ وارنڈر بنام وارنڈر (۱۸۳۵) ۲ سی ایل و ایف ۴۸۸، ۹ بی ایل این آر ۱۱۲ میں ظاہر کی تھی، نیز مقدمہ بیتھل (۱۸۸۸) ۳۸ سی ایچ و ڈی ۲۲۰، جج اسٹرلنگ کا، لیکن ایک زوجہ والا نکاح (Monogamous marriage) ایک غیر عیسائی عورت کے ساتھ، اس غیر عیسائی ملک کے قانون کے تحت جس میں صرف ایک عورت سے نکاح کی اجازت ہے، اگر کوئی عیسائی جو اس ملک کا متوطن ہے کرے، تو وہ تسلیم کیا جائیگا۔ دیکھو مقدمہ رنکلے بنام اٹارنی جنرل (۱۸۹۰) ۱۵ پی۔ ڈی ۷۶، جج ہینن، اور

مقدمہ ہاروے بنام فارنی (۱۸۸۰) ۶۔ پی۔ ڈی ۳۴ (دیکھو صفحہ ۵۳) میں لارڈ چیف جسٹس کوشس نے یہ ضمنی رائے ظاہر کی کہ اگر اہل اسلام میں سے کسی شخص کی ایک زوجہ منجملہ چند زوجہ کے اس ملک میں اگر کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرے تو اسپر ایک شوہر کی موجودگی میں، دوسرے شوہر سے نکاح کر لینے کا الزام نہ قائم ہو سکے گا (Bigamy) کیونکہ ہمارے قانون کی رو سے، وہ نکاح، جو ان کے ملک میں ہوا تھا، ایسا نکاح نہ تھا، جسپر عیسائی ممالک میں، نکاح کا اطلاق ہو سکے

دفعہ ۳۴ الف جو نکاح کسی انگریزی عہدہ دار (پادری، رجسٹرار یا عہدہ داران نکاح زیر ایکٹ نکاح ممالک غیر، وغیرہ) کے توسط سے منعقد ہوگا، اس کی نسبت ہمیشہ یہ سمجھا جائے گا، کہ وہ ایک زوجہ والا نکاح ہے: اگرچہ اس کا ایک فریق ہندو یا کوئی دوسرا ایسا شخص ہو، جو اپنے ملک میں ایک سے زیادہ بیبیاں کرنے کا مجاز ہو۔ اور ایسے نکاح میں، اگر طلاق منظور کی جائے گی، تو اسی طریقہ سے منظور کی جائے گی، جیسے عیسائیوں کے نکاح میں منظور ہوتی ہے۔ مقابلہ کرو مقدمہ میر انور الدین (۱۹۱۷) اے۔ کے۔ بی ۶۳۴، اور نیز دیکھو آئندہ صفحہ ۸۷۔ اور اگر کوئی شخص، اس ملک میں ایسا نکاح کرنے کے بعد، پہلی زوجہ کی زندگی میں، دوسری عورت سے نکاح کر لے گا، تو اسپر "بائیگمی" یعنے زوجہ یا شوہر کی زندگی میں، دوسرے نکاح کرنے کا الزام قائم کیا جا سکے گا: اگرچہ اس کو اپنے ذاتی قانون کے لحاظ سے، اسکی اجازت ہو۔

مقدمہ سرکار بنام نقیب (۱۹۱۶) ایل، ٹی۔ آر (۶۴۰) ج ۲، لارڈ چیف جسٹس ریڈنگ، برسے، اٹکن میں جو جسٹس ایورے سے متفق تھے، ایک مصری نے مصر میں بقاعدہ اسلام نکاح کیا بعدہ جب وہ انگلستان آیا تو اسنے انگلستان کی ایک عورت کیساتھ نکاح کے مراسم ادا کئے، اور بغیر اس کے کہ اس عورت کو طلاق دے ایک دوسری انگلستان کی عورت سے نکاح کر لیا۔ اس کو بائیگمی کے الزام میں سزا دیگئی عدالت نے یہ رائے قائم کی کہ جو نکاح مصر میں ہوا اور جس میں اس کو ایک سے زیادہ بیبیاں کرنے کا اختیار تھا اُسپر لحاظ نہیں ہو سکتا۔

بحث یہ کیجاتی تھی کہ اس نکاح کی بنا پر جو پہلا نکاح اس نے انگلستان میں کیا وہ باطل تھا؟

لیکن بظاہر اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ جن لوگوں کے ذاتی قانون میں ایک سے زیادہ عورتیں کرنے کی اجازت ہو وہ انگلستان میں ایسا نکاح کیوں نہ کرسکیں بشرطیکہ انگلستان کے سرکاری عہدہ داروں کے توسط کے بغیر ان کے پاس ایسے نکاح پڑھوا لینے کے ذرائع موجود ہوں۔ دیکھو مقدمہ الی جو آگے آتا ہے صفحہ ۱۰۳ پر۔ اس میں نکاح انگلستان میں اہل اسلام کے طریقہ پر منعقد ہوا تھا۔

نکاح کا اثر جائداد پر

جو مسئلہ قرون وسطی کے "شارحین مابعد" (Post glossator) کے وقت سے چلا آتا ہے وہ یہ ہے کہ نکاح کا جو اثر جائداد غیر منقولہ پر ہوتا ہے وہ "قانون مقام وقوع" (Lex situs) کا اور جو اثر جائداد منقولہ پر ہوتا ہے وہ "قانون مقام توطن" (Lex
70 dmicilü) کا تابع ہے فریقین اس حد تک باہم معاہدہ کرنے اور علانیہ اس پر عامل ہونے کے مجاز ہیں جس حد تک کہ قوانین مذکورہ میں اس کی اجازت دیگئی ہو یہیں سے اصلی اور ذاتی قوانین میں بھی حدود امتیاز قائم ہوتے ہیں۔ اگر کوئی صریح معاہدہ موجود نہ ہو تو قوانین متذکرہ بالا ہی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ دونوں کے متعلق علی الترتیب، قانون واجب العمل متصور ہوں گے۔ جائداد منقولہ اس قانونی مقولہ کی بنا پر کہ "مال منقولہ مالک کی ذات کے ساتھ جاتا ہے" مالک کی ذاتی حیثیت کی تابع رہتی ہے۔ اور توطن سے مراد شوہر کا توطن، نکاح کے وقت ہوتا تھا؛ اور وہی بربنائے نکاح، زوجہ کا وطن ہوجاتا تھا؛ اگر پہلے سے وہ ملک اس کا وطن نہ تھا۔

ہم قبل ازیں (صفحہ ۱۷) پر بیان کرچکے ہیں کہ ڈامولن نے اس اصول سے سخت اختلاف کیا؛ اس کی رائے میں اگر نکاح میں کوئی صریح اسکے خلاف معاہدہ نہیں ہوا ہے تو مقام توطن کا رسم و رواج متعلقہ جائداد منقولہ اس جائداد غیر منقولہ سے بھی متعلق ہونا چاہئیے: جو اس رقبہ میں واقع ہو جہاں وہ رسم و رواج جاری نہیں ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اختلاف کا اصول یہ تھا کہ وہ آئین ازدواج کو بجائے کسی قانونی عمل کے پابند کرنے کے، فریقین کی مرضی کا

پابند کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ اس سے آگے نہیں بڑھا، اور اس نے اس ملک کے رسم و رواج ہی کو، جہاں نکاح ہوا تھا ان کی مرضی کا آئینہ قرار دیا، اور اسی بنا پر اس نے، ان کی جائداد غیر منقولہ پر، خواہ وہ کہیں واقع ہو، کسی صریح معاہدہ کے نہ ہونے کی صورت میں "قانون مقام توطن" کے احکام کو، اسیطرح نافذ قرار دیا، جس طرح قدیم زمانہ میں، اس پر "قانون مقام وقوع" کے احکام، نافذ ہوتے تھے۔ سیوگنی نے عملی طور سے ڈآمولن کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا، اگرچہ اس نے نہایت باریک منطقی دلائل سے، اس معاملہ میں صریح یا معنوی معاہدہ کے وجود سے انکار کیا، اور "قانون مقام توطن" کے احکام کے نفاذ کی وجہ، فریقین کی رضامندی، قرار دی، اور یہ امر، غیر قرین قیاس سمجھا، کہ فریقین کا یہ مقصد ہو، کہ انکی جائداد کے مختلف اجزا کا انتظام، محض انکے وقوع پر منحصر رہے[۱]

جن لوگوں نے اس مسئلہ کو، انتہا تک لیجائے بغیر، قدیم قاعدہ کی ترمیمہ شکل کو، منظور کرلیا، وہ آئین ازدواج میں، جائداد منقولہ، اور غیر منقولہ کا یکساں ہونا، بطور اصول کے، تسلیم کرنے لگے، مگر وہ بھی اس یکساں ہونے کو، بہ نسبت رضامندی کے، قانون کی ایک شکل پر محمول کرتے تھے، اور جب اور جہاں کہیں، انھوں نے قومیت کو ذاتی حیثیت کا معیار قرار دیا، جائداد کا ازدواجی سلسلہ بدل دینا پڑا۔ اور اسی بنا پر (دیکھو صفحہ ۲۷) اٹلی کے کوڈ میں، خانگی تعلقات، حیثیت اور اہلیت کے ساتھ ساتھ، قومی قانون کے تابع کردیے گئے ہیں۔ کوڈ مذکور کی دفعہ ۱۵ میں، جو جرمن سول کوڈ کے اجرا کی ہدایت کرتی تھی، جائداد کے ازدواجی آئین کا فیصلہ، شوہر کے قومی قانون پر منحصر رکھا گیا ہے۔ 71

دوسرے مقننین، خصوصاً فرانسیسیوں نے، فریقین کی مرضی کو، جو ڈآمولن کے جدید مسئلہ کی بنیاد تھی، زیادہ تر وقعت دی، وہ فریقین کی نیت کی دریافت کی کوشش کرتے ہیں، اور اس کو قبول کرکے، اسکے نافذ کرنے کے لئے آمادہ رہتے ہیں، خواہ وہ نیت جائداد منقولہ کے متعلق ہو، خواہ غیر منقولہ کے۔ اس قانونی مقولہ کی کہ "مال منقولہ، مالک کی ذات کے ساتھ جاتا ہے" وہ لوگ، اسی رنگ میں تعبیر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک، جائداد منقولہ ذاتی قانون کی بطور قانون کے، تابع نہیں ہے، بلکہ یہ مالک کے اثاثہ کو، اس کے مقام توطن میں، ایک جگہ جمع کردیتا ہے جس کا جائداد غیر منقولہ کی طرح، ایک مقام وقوع

[۱] (Guthric) ۲۹۳ (Syst) ۳۷۹

ہوتا ہے، مگر اس کا حقیقی مقام وقوع اسقدر غیر یقینی اور تبدیل پذیر ہے، کہ اس پر مطلق لحاظ نہیں کیا جا سکتا۔ جب اس مسئلہ پر اس طور سے نظر ڈالی جاتی ہے، تو بجائے توطن کے قومیت کو بنیادی حیثیت اور اہمیت قرار دینے سے، یہ لازم نہیں آتا، کہ جائداد کا ازدواجی سلسلہ بھی، اسیطرح بدلدیا جائے بلکہ قانون توطن ہی، اس سلسلہ کا قانون رہتا ہے، جب تک یہ نہ پایا جائے کہ فریقین کی مرضی اس کے خلاف تھی اسی بنا پر قانون بین الاقوام کی مجلس نے، جو ۱۸۸۸ء میں بمقام لاسین منعقد ہوئی، یہ رزولیوشن منظور کیا:۔

"جب زوجین میں کوئی صریح معاہدہ ازدواج ہوا ہو، تو اس جگہ کے قانون کا نفاذ ہوتا ہے، جہاں فریقین نے سب سے پہلے ایک ساتھ بود و باش اختیار کی، جب تک واقعات اور حالات کے لحاظ سے، یہ نہ معلوم ہو کہ فریقین کی خواہش کچھ اور تھی"۔

اس کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے کے لئے ضرور ہے کہ اس پر لحاظ کیا جائے[۱] کہ یہ مجلس ۱۸۸۰ء میں بمقام آکسفورڈ، یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ ہر شخص کی حالت اور اس کے حقوق پر، خود اسی کے ملک کے قوانین کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اس طور سے سرولی وار تھیوس، اس بیان کے بعد کہ۔ وہ نظام قانون جس کے تحت میں ایسے زن و شوہر رہتے ہیں جنھوں نے معاہدہ نکاح نہیں مرتب کیا، اصول قوانین کی رو سے قانون ہی نہیں سمجھا جا سکتا، اور ایسے مواقع پر، جہاں تمام معاملہ واقعات اور انکے ادراک پر منحصر ہو کسی معیار کے تلاش کی گنجایش ہی نہیں رہتی —— فرانس کی عدالتوں کا عملدرآمد اسطرح ظاہر کرتے ہیں:۔

یہی ایک اصول ہے، جو حقیقت پر مبنی ہے ۔ عام طور پر، اسی فرانسیسی اصول قانون کا اتباع کیا جاتا ہے: فرانس میں (واقعات اور حالات کو ملحوظ رکھہ کر) کبھی تو زوجین کے قومی قانون کا اطلاق کیا جاتا ہے، اور کبھی ان کے اول مقام سکونت کے قانون کا، بلکہ بعض صورتوں میں دوسرے قوانین کا بھی، یہ عمل جو بادی النظری طور سے متضاد معلوم ہوتا ہے، درحقیقت نہایت درجہ ایک دوسرے سے مطابق

---

[۱] ٹیبل جنرل ص ۷۔ انووری (Annuaire) ۱۰

نظر آئیگا؛ اگر ہم "رضامندی بالسکوت" کے اصول کو تسلیم کرلیں[۵]۔ اور جو اعتراض، بربنائے نکاح نابالغین، عائد ہوتا ہے، اس کا جواب، وہ بحوالہ اس بے روک ٹوک آزادی کے، دیتے ہیں، جو فریقین کو حاصل ہے؛ اور یہ قانونی اصول پیش کرتے ہیں، کہ جو شخص، 72
نکاح کا اہل ہے، وہ معاہدہ ازدواج کا بھی اہل ہے"۔

دفعہ ۳۵ زوجہ ازدواج، کے حقوق متعلقہ جائداد منقولہ کا تصفیہ بمقام توطن بہ قانون نکاح، سے ہوتا ہے؛ خواہ وہ جائداد زوج کی ملک ہو یا زوجہ کی؛ اور خواہ وہ انگلستان میں موجود ہو، یا اس سے باہر۔ یہ عمل کم از کم ان ممالک میں ہوتا ہے، جہاں کہ قانون مذکور، شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد کے لحاظ سے سلسلہ ازدواج کی جائداد کو، ناقابل تقسیم قرار دیتا ہے ۔

اس کتاب کی آخری طبع میں جو دفعہ تھی، یہ اس کی جگہ قائم کی گئی ہے، بنظر اس فیصلہ کے، جو مقدمہ ڈی نکولس بنام کرلیر ہوا (دیکھو آئندہ صفحہ ۸) جس کی صحت کی نسبت، اس بیس سال کے عرصہ مدت میں کبھی شبہ اور شک نہیں کیا گیا ہے ۔

دفعہ ۳۶ اگر کوئی صریح معاہدہ، موجود نہ ہو، تو زوج یا زوجہ کے حقوق کا، ایسی جائداد منقولہ کی نسبت، جو نکاح کے وقت، ان کی ملک میں ہو، یا جو ان میں سے کوئی ایک فریق، بزمانہ قیام نکاح حاصل کرے، "بمقام توطن کے ازدواجی قانون" کی رو سے تصفیہ کیا جائے گا؛ "مقام توطن کے ازدواجی قانون" سے مراد، اس مقام کا قانون ہے، جہاں بروقت نکاح، شوہر کا توطن تھا؛ ممکن ہے کہ نکاح سے پہلے، کوئی معاہدہ ہو جائے، اور اس کی بنا پر، فوراً بعد نکاح کے، دوسرا مقام توطن اختیار کرلیا جائے؛ ایسی حالت میں یہ صورت استثنا میں شمار ہوگی ۔

اس دفعہ کے آخر حصہ میں "مقام توطن کے ازدواجی قانون" کی اصطلاح میں جو وسعت دی گئی ہے، اس کو، لارڈ چیف جسٹس ویگھان ویلیم، نے کتاب ہذا کی سابقہ اشاعت سے مقدمہ مارٹن بنام لوسٹالن (۱۹۰۰) پی ۲۴۹ میں اخذ کرکے، یہ فیصلہ کیا کہ

---

۵ ۸۳ء ٹیبل جنرل، ۵۔ انوری (Annuaire) ۵

جائداد پر موثر ہونے کے لئے توطن کا معاہدہ بالکل صریح ہونا چاہئے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جو لوگ قانون مقام توطن کو ذاتی قانون کی حیثیت سے بجائے خود سلسلہ ازدواج کی جائداد منقولہ کا فیصل کرنیوالا سمجھتے ہیں ان کو اس کا پتہ صرف اسی مقام کے قانون میں ملے گا جو بروقت نکاح شوہر کا حقیقی وطن تھا لیکن جو لوگ، صریح معاہدہ کے مسئلہ متذکرہ بالا کو قبول کرتے ہیں ان کو اپنے خیالات کے اتباع میں یہ معلوم ہوگا کہ جواز دواجی توطن صریح معاہدہ کی رو سے اختیار کیا جاتا ہے اس سے بھی مقام توطن کا قانون قانون ازدواج ٹھہرتا ہے۔ دیکھو مجلس بین الاقوام کا رزولیوشن متذکرہ صفحہ ۱۷۔ پرشیا کے کوڈ ۱۷۹۴ء میں بھی یہی محکوم ہے۔

"جائداد میں شرکت صرف مقامی قوانین اور قواعد کی بنا پر پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ ایسی جگہ نافذ ہوں جہاں زوجین نے بعد خلوت صحیحہ کے پہلے مرتبہ توطن اختیار کیا ہو" حصہ ۲ عنوان ۱۔ ۳۴۵

دفعہ ۳۶ الف فرض کرو کہ بحالت قیام نکاح زوج اپنا اور اپنی زوجہ کا مقام توطن بدل دیتا ہے۔ اب جن لوگوں کا یہ خیال راسخ ہے کہ قانون مقام توطن کو محض اپنی ذاتی قوت سے بحیثیت ذاتی قانون کے ازدواجی سلسلہ کی جائداد میں مداخلت ہے ان کو غالباً یہ تسلیم کرنا پڑے گا اگرچہ بظاہر یہ لازم نہیں معلوم ہوتا کہ آئندہ سے فریقین کے تعلقات جائداد کی نسبت بجائے قانون مقام ازدواج کے تابع ہونے کے جدید مقام توطن کے قانون کے تابع ہو جائیں گے یا کم از کم وہ تمام جائدادیں جو اس تبدیلی کے بعد حاصل ہوں اسی کی تابع رہیں گی اور جائداد کے متعلق جو حقوق اس تبدیلی سے پہلے حاصل تھے وہ بحیثیت حقوق محصلہ کے بحال خود قائم رہیں گے۔ لیکن زوج کو یہ اختیار دینا جس سے زوجہ کی حیثیت اس کی مرضی حاصل کئے بغیر بھی اس طور سے تبدیل ہو جائے فی الحقیقت انصاف کا خون کرنا ہے۔ جس زوجہ نے بغیر کسی صریح معاہدہ کے نکاح کیا ہے، جیسا کہ سوگنی کہتا ہے "ان تمام ازدواجی حقوق کو جو مقام توطن کا قانون متعین کرتا ہے منظور کر لیا ہے اور فطری طور سے انکے ہمیشہ قائم رہنے کے متعلق اس کو بھروسا ہے" [۵]

73

یہ اصول کہ مقام توطن کا ازدواجی قانون، بحالت ازدواج تبدیل توطن سے، باطل نہیں ہوجاتا، اسکاٹ لینڈ کے ایکٹ متعلقہ جائداد زنان منکوحہ (۱۸۸۱) قانون ۴۴ و ۴۵ وکٹوریا میں داخل کرلیا گیا ہے۔ اس کی فصل ۲۱ دفعہ ۱ کے ضمن (۱) و (۵) حسب ذیل ہیں:۔ "(۱) جو نکاح، اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد، منعقد ہوں گے، اور زوج کا توطن، بروقت نکاح، اسکاٹ لینڈ میں ہوگا، ان سب میں، زوجہ کی وہ تمام جائداد جو اس نے نکاح سے قبل یا بحالت نکاح، حاصل کی ہے، از روئے قانون، زوجہ کی جداگانہ جائداد متصور ہوگی اور حق شوہری[۱] (Jus mariti) کے تحت میں نہ آئیگی۔ (۵) جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے، اس سے ان انتقالات کے اختیار کی ممانعت یا اُن میں تخفیف مقصود نہیں ہے، جو قبل نکاح کے معاہدات ازدواجی کے ذریعہ سے، عمل میں آئیں۔"

ساور بنام شوٹ (۱۷۹۲) انسٹر ۶۳ عدالت اعلیٰ قانون انگلستان (Court of Exchequer) لارڈ لاگ بروئے مقدمہ کیمبل بنام فریج (۱۷۹۷) ۳۔ ویسی ۳۲۲ میں جس مقدمہ کا حوالہ دیا ہے، غالباً وہ یہی مقدمہ ہے، اور ان کا خیال تھا کہ یہ لارڈ تھرلو کا منفصلہ ہے۔ مقدمہ ڈیوس بنام اسمتھ (۱۸۲۲) جیکب ۵۴۴ نج، یلوبر۔ مقدمہ لک کارک بنام گارنٹ (۱۸۵۴) ۵۔ ڈی ایم۔ جی ۲۷۸ نج، نائٹ بروس و ٹرنر۔ مقدمہ ڈیسر بنام کلارک (۱۸۷۴) ایل۔ آر ۱۱ ای کیو ۵۰۷ نج، ہالنس۔ ان میں سے کسی مقدمہ میں مقام توطن کی تبدیل سے بحث نہ تھی لیکن مقدمہ والس بنام شر سپٹن (۱۸۵۵) ۲۱ بیو ۹۷۔ نج رامیلے میں، ایک انگریزی رعایا نے جو فرانس میں رہتا تھا، انگلستان کے سفارتخانہ کے گرجا واقعہ ملک فرانس میں، ایک انگلستان کی رہنے والی عورت سے

---

[۱] (Jus mariti) اسکاٹ لینڈ کے قانون کی اصطلاح ہے، جس کا لفظی ترجمہ "حق شوہری" ہے، مگر اصطلاح میں شوہر کے اس حق سے مراد ہے جو بعد نکاح کے، اسکو اپنی زوجہ کی کل جائداد منقولہ کی نسبت، حاصل ہوجاتا تھا۔ مترجم۔

نکاح کیا، اور بعدہ فرانسیسی رعایا ہو گیا۔ بحث اس رقم کے متعلق تھی جو عورت کو اس تبدیلی کے بعد ملنی چاہیئے، اور جس کا ذکر اس معاہدہ میں نہ تھا، جو نکاح کے متعلق مرتب ہوا تھا۔ اسلئے یہ سمجھا چاہیئے کہ ذاتی قانون کا مسئلہ زیر بحث تھا، بشرطیکہ پولیٹیکل یعنے ملکی قومیت، قانون مذکور کا معیار قرار دیا جائے، نہ کہ توطن۔ جج نے یہ فیصلہ کیا کہ "میری رائے یہ ہے کہ معاہدہ نکاح انگریزی تھا، اور نکاح کے وقت، زوج اور زوجہ کے حقوق انگلستان کے قانون کے تابع تھے، اور بنا بر علیہ۔ جو جائداد زوجہ کو بعدہ حاصل ہوئی اس کا تصفیہ بھی یہاں کی عدالتوں میں انگلستان ہی کے قانون کی رو سے ہونا چاہیئے، اس ملک کی عدالتوں کو سرمایہ پر اختیار حاصل ہے، اگرچہ زوج اسوقت بلحاظ توطن فرانسیسی ہے — یہاں بجائے "متوطن فرانسس" کے "متبع قانون فرانسس" کہنا چاہیئے تھا، فیصلہ میں سرمایہ پر اختیار کے جز پر خواہ کتنا ہی زور کیوں نہ دیا گیا ہو، مگر یہ ظاہر ہے کہ حقوق کا فیصلہ قانون میں تبدیلی ہو جانے کے بعد بھی اصلی ذاتی قانون ہی سے کیا گیا ہے۔

یہ اصول کہ مقام توطن کے اصلی قانون ازدواج سے فریقین کے حقوق متعلقہ جائداد کا تصفیہ ہوتا ہے، گو کہ زمانہ قیام نکاح میں توطن میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہو، قطعی طور سے
مقدمہ ڈی نیکالس بنام کرلیر (۱۹۰۸) ا۔ سی ایچ ۳۔ میں جج کی کورٹ میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کی 74
تنسیخ (۱۸۹۸) ۲۔ سی ایچ ۶۰ میں لنڈلے، رگبے اور کالنس نے کی۔ اور اس تنسیخ کی تنسیخ (۱۹۰۰) اے سی ۲۱ میں، ہالسبری، میگناٹن، مارس، شانڈ اور برامپٹن سے ہوئی۔ زوجین کا نکاح، جو قومیت اور توطن، دونوں کے لحاظ سے فرانسیسی تھے، فرانس میں بغیر کسی صریح معاہدہ کے منعقد ہوا، اسلئے یہ سمجھا جائے گا کہ اس کا انعقاد بطریق شرکت باہمی کے (System of Community) ہوا۔ اسکے بعد وہ انگلستان میں آکر رہے: زوج نے انگلستان کی رعایا ہونا قبول کیا اور دونوں نے اپنی محنت سے بڑی دولت جمع کی، اور اس کا ایک حصہ، انگلستان کی اراضی

لہ صفحہ ۱۰۲ پر ویسٹ گیٹ کیو۔ سی جو لکھا گیا ہے، وہ کتابت کی غلطی ہے، وہ اصلی ویسٹ لیک کیو۔ سی ہونا چاہیئے۔

قابل ارث، اور آراضی نٹپہ پر صرف کیا، اور ایک حصہ بصورت نقد و کفالت نامجات کے رہا۔ زوج کا انتقال ہوگیا اور اس نے ایک وصیت نامہ چھوڑا، جس میں اس نے تمام جائداد کا اپنے آپکو تنہا مالک سمجھ کر تصفیہ کر دیا تھا۔ زوجہ نے بربنائے شرکت، اپنے حصہ کا دعوی کیا، اور ہاؤس آف لارڈس نے، اسکے حق میں متفقہ فیصلہ صادر کیا، مگر وہ صرف ذاتی اثاثہ سے متعلق تھا، جس کا دعوی، اس وقت اس کے سامنے پیش تھا۔ شہادت یہ تھی کہ قانون فرانس کے لحاظ سے، فریقین کی، بربنائے نکاح، ایسی حالت تھی کہ گویا انھوں نے سول کوڈ کی دفعات ۱۴۰۱ سے لے کر ۱۴۹۶ تک کے متعلق صریح معاہدہ کیا تھا۔ اس پر ججوں نے یہ تصفیہ کیا، کہ فریقین میں قانون کا پیدا کیا ہوا معاہدہ تھا، جس سے زوج محض تبدیل مقام توطن کی بناء پر آزاد نہیں ہو سکتا تھا۔ عدالت مرافعہ نے طوعًا و کرہًا یہ تجویز کی کہ ایک اسکاٹ لینڈ کے مقدمہ لیشلے بنام ہاگ ۱۸۰۴ء میں جس کے بعد ایسے ہی مقدمات مرافعہ میں لارڈ ایلڈن اور راسلن نے یہ فیصلہ صادر کیا تھا کہ زوج اور زوجہ کے مالکانہ تعلقات، توطن کے ساتھ بدلجاتے ہیں، لیکن ہاؤس آف لارڈز نے یہ نتیجہ نکالا کہ مقدمہ مذکور ازدواجی قانون پر نہیں بلکہ وضعی قانون پر مبنی تھا۔ یہ امر صاف طور سے ظاہر ہے کہ مقدمہ زیر بحث اور عام مقدمہ میں فرق اور تمیز قائم کرنے کے لئے کوئی امر موجود نہ تھا، اور نہ اس امر کی کوئی دلیل پیش کیجا سکتی تھی، کہ فریقین نے قانون فرانس کے ذریعہ سے کوئی ایسا معاہدہ کیا تھا، جو اسیطرح دوسرے ملک میں نہیں ہو سکتا تھا، اسلئے اب شخصی قانون بین الاقوام مروجہ انگلستان کا عام قاعدہ یہ سمجھنا چاہیے کہ ازدواجی توطن کے ایکمرتبہ قائم ہو جانے کے بعد تبدیل توطن یا قیاس عقلی کی بنا پر نکاح کے بعد کی تبدیل قومیت سے، جائداد کے ازدواجی مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

مقدمہ ڈی نکولس بنام کرلیر، انگلستان کی آراضی قابل ارث اور اراضی پٹہ کے تصفیہ کے لئے (۱۹۰۰) ۲ چانسری ۴۱۰۔ دوبارہ جسٹس کیکوچ کے سامنے پیش ہوا، اراضی مذکور کے متعلق، بیوہ کی طرف سے یہ بحث کہ وہ اس رقم سے خریدی گئی، جو نکاح کے قیام کے زمانہ میں پیدا کی گئی تھی، اور جس کو ہوس آف لارڈز مشترکہ قرار دے چکا ہے، بیوہ کے حق میں، فیصلہ کرنے کے لئے بالکل کافی تھی، لیکن فاضل جج نے اسکے حق میں جو فیصلہ فرمایا اس کی بنیاد یہ قرار دی کہ جائداد غیر منقولہ خواہ وہ کہیں واقع ہو اس معاہدہ میں داخل ہے، 75
جو فرانسیسی کوڈ فریقین میں قائم کر دیتا ہے۔ کوڈ کے الفاظ یہ ہیں کہ شرکت، اس جائداد غیر منقولہ

حاوی ہے، جو زمانہ قیام نکاح میں بجز توریث یا عطیہ کے کسی اور طور سے پیدا کی گئی ہو۔ یہ الفاظ اسقدر وسیع ہیں کہ ان میں، جائداد مذکور، کانی طور سے داخل ہو جاتی ہے، اور یہ ماہران فن کی شہادت سے بھی ثابت ہے۔ جائداد غیر منقولہ موقوعہ ممالک غیر کا تذکرہ بصراحت فرانسیسی کوڈ میں نہیں ہے، اور یہ سوال کہ آیا وہ معنوی طور سے اس میں شامل ہے؟ بیشک ماہران فن کی شہادت کا محتاج تھا، لیکن یہ سوال فرانس کے اندرونی قانون بین الاقوام کا نہیں، بلکہ اس قانون بین الاقوام کا تھا، جو فرانس میں منظور کیا جاتا ہے۔ یہ تسلیم کر کے کہ فرانس کے بین الاقوامی قانون کا مسئلہ یہ ہے کہ: جائداد کا ازدواجی سلسلہ (Matrimonial system of property) ناقابل تقسیم ہے، اور اس لئے جو اشیا اس میں شامل ہوں، انکی جائے وقوع سے کوئی بحث نہ ہونی چاہیے: قانون فرانس کا ایک جز ہو جاتا ہے، یہ کہ اس قانون کا، جو کہ فرانس کے بین الاقوامی قانون کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اسکا تعلق، فرانس کے مجموعی قوانین سے ہوگا اور یہ قرار پائے گا کہ جو لوگ، بروقت نکاح، ان مجموعی قوانین کے تحت یا حوالے سے معنوی معاہدہ کرتے ہیں، وہ ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ کو بھی، اس میں شامل کر لیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ جن غیر ممالک میں، وہ جائدادیں واقع ہوں، وہاں کے قوانین، اس معاہدہ کی تعمیل میں مانع ہوں، اگر جسٹس کیکٹ وچ نے یہ تجویز کی، کہ قانون فریب کی بنا پر، مقدمہ زیر بحث میں کبھی قسم کی دقت پیش نہیں آئی، کیونکہ معاہدہ ازدواج، (Community in French Law) شراکت کا ایک معاہدہ ہے اور یہ امر طے شدہ ہے، کہ اس میں اراضی کے متعلق حق پیدا ہونے کیلئے، کسی قسم کی تحریر کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلئے یہ سمجھنا چاہیے کہ فاضل جج نے جو طریقہ استدلال اختیار فرمایا وہ ایسا ہے، کہ اگر فرانسیسی کوڈ میں یہ حکم ہوتا کہ جو جائداد غیر منقولہ، نکاح کے وقت، زوجین کی ملک میں ہو، وہ معاہدہ ازدواج میں شریک ہے، تو وہ اس پر بھی مساوی طور سے حاوی ہوتا۔ جج مذکور نے اپنی تحقیقت ڈوموئل کے، اس اصول کو منظور کر لیا، کہ قانون ازدواج مقام توطن (یا قانون ازدواج قومی جیسی صورت ہو) معنوی معاہدہ کے لحاظ سے، ان غیر منقولہ جائدادوں پر بھی حاوی ہے جو ممالک غیر میں واقع ہوں: اگر تمام صورتوں میں نہیں، تو کم از کم ایسی صورتوں میں، کہ ازدواجی توطن یا قومیت، ایسے ملک میں یا ایسے ملک کی ہو جس میں جائداد کا ازدواجی سلسلہ، شخصی قانون بین الاقوام کی رو سے، ناقابل تقسیم قرار پاتا ہو۔ میں اس نتیجہ سے متفق ہوں، اور

نکاح کے سنوی معاہدہ کے اصول کو صحیح سمجھتا ہوں، اور نیز یہہ کہ جائداد کے ازدواجی انتظام کا ایک ہی قانون کے تابع، اور عام طور سے، فریقین کی خواہشات سے مطابق ہونا بہتر ہے۔ لوگ صریح معاہدہ کرنے سے اسوجہہ سے بچتے ہیں کہ اسکے لئے پیچیدہ اور غیر معمولی کارروائی کرنی پڑتی ہے[1]

مقدمہ ہیچ بنام ٹینیٹ (۱۸۹۱) اے۔سی ۶۳۹ جج ہرشل، واٹسن، مارس، میں ازدواجی توطن اسکاٹ لینڈ کا تھا اور نکاح کے متعلق کوئی صریح معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ 76
زوجہ نے بربنائے قانون اسکاٹ لینڈ بحیثیت قائمقام قانونی (Surrogatum) کے انگلستان کی ان اراضی حین حیاتی (Freeholds) کی قیمت کا دعوی کیا، جو نکاح وقت اس کی مملوکہ تھیں، مگر جس میں اس کا کوئی حق نہیں تجویز کیا گیا تھا۔
مقدمہ مارٹن ولوسٹالن بنام لوشالن (۱۹۰۰) پی ۲۱۱ میں رگبی اور ونگھام وییس نے توطن ازدواجی انگلستان کا قرار دیا مگر زوجہ کی زندگی ہی میں فرانس میں توطن اختیار کر لیا گیا تھا۔ ان فاضل ججوں نے یہہ تجویز کی، کہ زوجہ کے انتقال کے بعد انگلستان کے قانون کی روسے، وہ وصیت جو اس نے نکاح سے پہلے کی تھی منسوخ ہو گئی۔ اور ونگھام وییس لارڈ جسٹس (صفحہ ۲۴۰) نے یہ خیال کیا کہ وہ انگریزی قاعدہ جس کی روسے ایک عورت کی وصیت نکاح سے باطل ہو جاتی ہے، نہ قانون وصیت بلکہ قانون نکاح کا ایک جزو ہے۔ ایم آرلنڈلے نے اس رائے سے اختلاف کرکے (بہ اتفاق رائے جج پریسیڈنٹ عدالت ماتحت) یہ قرار دیا کہ توطن ہمیشہ سے فرانس کا تھا۔

اگر نکاح کے ساتھ تملیک ہو، یا جائداد کی نسبت کوئی صریح معاہدہ ہوا ہو، تو اس کے متعلق بہ تفصیل ذیل قواعد ہیں۔ ان میں سے قاعدہ ۳۷ اس مضمون کے عام اصول سے، اور قاعدہ ۳۸ انگلستان کے منصوص طرز تحریر دستاویزات انتقال سے مستخرج ہوتا ہے۔

دفعہ ۳۷ تملیک ازدواجی یا معاہدہ کے قانونی امور تکمیل طلب عام طور سے

---

[1] ہیگ کے معاہدہ ۱۹۰۵ء کی دفعہ ۲ میں بھی یہ اصول قائم کیا گیا ہے کہ زوجین کی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ ایک ہی قانون کی تابع ہونی چاہیئے۔

اس مقام کے قانون معاہدہ پر منحصر ہوں گے جہاں معاہدہ مذکور ہوا ہے؛ یعنے lex)
loci actus) پر۔

مقدمہ گیوپریٹ بنام ینگ (۱۸۵۱) ۴ ڈی۔ اے۔ جی وایس ۲۳۳
میں کہ اگرچہ معاہدہ متعلقہ ازدواج نہ تھا اگر نائیٹ بروس نے ان اصول کو
عام طور سے صحیح تجویز کیا؛ کہ اگر قوانین کسی فعل کی کوئی خاص حیثیت یا شکل
قرار دیتے ہیں؛ اسوقت مقام وقوع فعل؛ نہ کہ توطن؛ کا لحاظ کیا جانا چاہیئے۔
اگر مختلف مراسم یا فعل زیر بحث کا حقیقی طریقہ عمل؛ دریافت طلب ہو؛ تو
مقام وقوع فعل مذکور کی طرف رجوع ہونا چاہیئے ؛

دفعہ ۳۸ لیکن اگر تملیک ازدواجی یا معاہدہ کا تعلق؛ انگلستان کی اراضی سے ہے؛ تو اس کی بناء پر کوئی انتقال عمل میں نہ آسکے گا؛ جب تک کہ وہ اس شکل میں نہو گا؛ جو اس مقصد کے لئے انگلستان میں مقرر ہے۔ اگرچہ اس کے دوسرے لحاظ سے؛ درست ہونے کی حالت میں؛ اس کا اثر اراضی پر اسیطرح پڑے گا؛ جس طرح ایک معاہدہ کا پڑنا چاہیئے۔

دفعہ ۳۹ جائداد متعلقہ تملیک یا معاہدہ کے متعلق؛ پہلا سوال یہہ ہوگا؛ کہ آیا جج؛ جائداد کی مالکانہ حیثیت کے ازدواجی اشتراک اور شمول کو؛ ایسا اصول قرار دیتا ہے؛ جس کی بنا پر کل معاملہ؛ ایک ہی قانون کے تابع ہونا چاہیئے؛ اور چونکہ انگلستان نے توطن کا اصول اختیار کرلیا ہے؛ اسلیئے یہہ قانون؛ قانون توطن ہی ہوسکتا ہے۔ ابار و میں قدیم رائے؛ کم از کم جائداد منقولہ کی بابتہ اور ڈومولن کے اصول کے مطابق؛ جائداد غیر منقولہ کے متعلق بھی؛ یہی تھی کہ ازدواجی تملیکات؛ معاہدہ کا جواز یا عمل؛ اس کے معنی اور تعبیر کے متعین ہوجانے کے بعد؛ قانون توطن ازدواجی کا تابع رہے گا؛ اور یہی کتاب ہذا کی پہلی ایڈیشنوں میں لکھا جاسکتا تھا؛ لیکن اب یہہ کہنا زیادہ ترصحیح ہوگا کہ ان تمام مسائل کا اس قانون کے حوالے سے؛ فیصلہ کیا جانا چاہیئے؛ جس کی نسبت حالات مقدمہ سے یہ مستنبط ہوتا ہو کہ فریقین؛ اپنے حقوق کو؛ اس قانون سے متعلق کرنیکی نیت رکھتے تھے۔ 77

نکاح سے؛ جائداد میں؛ شراکت کا؛ جو اثر پیدا ہوتا ہے؛ اس کو اسقدر وقعت نہیں دیگئی ہے؛ کہ وہ؛ جائداد کے بعض اجزا کے متعلق؛ حسب خواہش خود؛ بصورت معاہدات

کے کرنے میں مزاحم ہو؛ اگرچہ وہ معاہدات، توطن ازدواجی کے قانون کے خلاف ہوں؛ فریقین کی نیت کو سب سے زیادہ قابل لحاظ امر قرار دیئے؛ اور صرف قانون توطن ازدواجی کو اظہار نیت کا ایک ذریعہ ٹھہرانے سے انکار کرنا اس رجحان کا پتہ دیتا ہے؛ جس کا مقابلہ ملک فرانس کے ان فیصلوں سے کیا جاسکتا ہے جو کسی معاہدہ کے نہ ہونے کی صورت میں جائداد کے ازدواجی قانون کے تحت میں صادر ہوئے ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۱۷)

ہر ملک کا قانون، عام طور سے ازدواجی معاہدات کی نگہداشت کا مخصوص انتظام کرتا ہے؛ جب انکا تعلق شکل، یعنے طرز تحریر وغیرہ سے ہوتا ہے؛ مثلاً یہ کہ، ایسے معاہدات کی وزریعہ رجسٹری تصدیق ہونی چاہیئے (دیکھو نپولین کے کوڈ کی دفعہ ۱۳۹۴) تو ملک زیر بحث کی عدالتیں، ایسے معاہدات کے متعلق جو بیرون ملک ہوئے ہیں؛ یہ کہہ سکتی ہیں کہ یا تو ان تمام انتظامات کو جو عمل میں آئے ہیں؛ اس عام اصول کے تابع رہنا چاہئے کہ قانون مقام معاہدہ، شکلوں یعنے طرز تحریر کا فیصلہ کرنیوالا ہے؛ یا یہ کہ ان معاہدات نکاح کی اس سلطنت کی متوطن یا ملکی رعایا سے جس کے نکاح کے معاملات کے اہتمام کو وہ اپنے ذمہ تصور کرتی ہے؛ بربنائے مصلحت عامہ تعمیل کرائے گی۔ جب معاہدات نکاح کے مخصوص قواعد کا تعلق؛ ان کے مضمون سے ہوتا ہے؛ تو مصلحت عامہ یقیناً اسی کی مقتضی ہوتی ہے کہ ان لوگوں کے نکاحوں میں؛ جن کا تعلق سلطنت مذکور، اپنے ذمہ سمجھتی ہے قواعد مذکور کی پوری طور سے تعمیل کرائے لیکن اگر فریقین ایسی جائداد کے متعلق جو ایسے مقام پر واقع ہو؛ جہاں دوسرے ملک کی عدالتیں؛ ان کی نیت کی تعمیل نہ کرسکتی ہوں؛ ان ضروریات سے خواہ مضمون سے متعلق ہوں یا شکل سے، قطع نظر کرکے کوئی خاص معاہدہ کریں، تو اس ملک کی عدالتوں پر؛ یہ فرض عائد نہیں ہوسکتا کہ وہ فریقین کے ملک کی مصلحت عامہ کی تعمیل کرائیں؛ اور ان پر یہ امر ظاہر ہوجاتا ہے کہ معاہدہ کے عام قانون میں کوئی امر ایسا نہیں ہے جس کی بنا پر وہ فریقین کی نیت کے نفاذ میں مانع ہوسکیں؛ یہ ممکن ہے کہ وہ اس انتظام کو جو بروقت نکاح ہوا، اس قانون کی مخصوص اور مستثنیٰ صورت قرار دینے سے انکار کرکے اپنے حد اختیار تک اسکا فیصلہ عام اصول پر کردیں۔

بظاہر شکل یعنے طرز تحریر کا مسئلہ پہلی مرتبہ انگلستان میں پیدا ہوا۔ فرض کرو کہ

ایک انگلستان کی عورت، ایک ایسے شخص سے نکاح کرتی ہے، جو ایسے ملک کا متوطن ہے، جہاں نکاح کے معاہدہ کیلئے کوئی عمل رجسٹری لازم ہے، اور اس عورت کی جائداد میں وہ رقم شامل ہے، جو اس کو انگلستان کے کسی باشندہ کے وصیت نامہ یا تملیک نامہ کی بنا پر ملی ہے، اور جو انگلستان کے رہنے والے امنا کی تحویل میں ہے، ایسی صورت میں خود اس عورت، اور اس کے ہوا خواہوں، اور اس کے انگلستان کے سالسٹروں کی فطری طور سے یہ خواہش ہوگی، کہ بر بنائے نکاح، اس کی جائداد میں جو انتقالات وغیرہ ہوں، وہ ایسی دستاویز کے ذریعہ سے ہونے چاہئیں، جو انگریزی زبان
اور وہیں کے طرز تحریر کے مطابق ہو، جو نہ صرف ان لوگوں کے لئے، بلکہ امناء جائداد کیلئے 78
بھی قریب الفہم ہوگی، اور ان کو ایک دن ان انتقالات کے متعلق، جن کا قرارداد اس وقت ہوا ہے، عمل کرنا پڑے گا، بہتر اور صحیح طریقہ یہ ہوگا، کہ ایسی دستاویز کی تکمیل کرا کے وہ تصدیقی عمل (Notarial act) میں شامل کر دی جائے تاکہ تمام ضروریات کی تکمیل یکجا ہو جائے۔ مگر فرض کرو کہ عجلت یا بے خیالی کی وجہ سے یہ متروک ہوگیا، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ آیا صرف وہ انگریزی دستاویز قابل نفاذ قرار پائے گی؟ اگر اسکی تکمیل ملک غیر میں ہوئی ہے، تو وہ قانون مقام معاہدہ کی شرط کو پورا نہیں کرتی۔ اور اگر انگلستان میں اس کی تکمیل ہوئی ہے، اور یہ بات ظاہر ہو کہ شخصی قانون بین الاقوام کے معمولی اصول سے قطع نظر کرکے، ملک غیر میں اس ملک کے مصالح خانگی (Domestic Policy) کے لحاظ سے، تصدیقی عمل (Notarial act) ایک لابدی امر متصور ہوتا ہے، تو سوال یہ ہوگا:۔ کہ آیا ایسی دستاویز جو مقام ازدواج کے قانون کی رو سے، جس سے عام طور سے زوجین کے حقوق، جائداد منقولہ کی نسبت فیصل ہوتے ہیں، ناقابل نفاذ قرار پاتی ہے، تو اس کا نفاذ انگلستان میں ہو سکے گا یا نہیں؟ ایسے مقدمات، اس ملک میں عرصہ دراز سے، اسیطرح تصفیہ پاتے رہے ہیں، کہ ان میں زوجین کی نیت پر زیادہ تر زور دیا جاتا رہا ہے، اور قانون مقام معاہدہ کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے جس کا ذکر ہم صفحہ (۹) پر کر چکے ہیں، اور جس کو اس مضمون کے متعلق انگلستان کی ایک خصوصیت سمجھنا چاہیئے۔ چند سال سے نکاح کے تملیک ناموں کی طرز تحریر کا اصول متواتر طور سے، دستاویزات مذکورہ کے مضامین سے بھی متعلق کیا جا رہا ہے۔

مقدمہ وان گروٹن بنام ڈگبی (۱۸۶۲) ۳۱-بیون-۵۶۱ جج رومیلی میں جس میں دستاویز انگریزی طریقہ پر فرانس میں لکھی گئی تھی، جج نے یہ تجویز کی کہ میرے نزدیک اس ملک کا قانون یہی ہے کہ اگر ایک پردیسی شخص، انگلستان کی کسی عورت کے ساتھ نکاح سے قبل کوئی معاہدہ کرتا ہے، اور بعدہ اس معاہدہ کی بنا پر نکاح ہوتا ہے، اور معاہدہ ایسی جائداد کے انتظام کے متعلق ہے جو اس ملک کے قوانین کے حد اختیارات میں واقع اور انکے تابع ہے، تو ایسی صورت میں عدالت ہذا اسکے متعلق، اسیطرح حکم کرے گی کہ گویا تمام معاملہ انگریزی قانون کے مطابق تصفیہ ہونے کے قابل ہے (صفحہ ۵۶۷)۔ اس کا مقابلہ اس حوالہ سے کیا جاسکتا ہے جو اسی جج نے اپنی عدالت کے اختیار متعلقہ رقوم کی نسبت، ایسے مقدمہ میں دیا تھا جس میں رقم کا تذکرہ معاہدہ نکاح میں نہیں ہوا تھا اور اسی کو اپنے فیصلہ کی بنیاد قرار دی تھی (مقدمہ وائس بنام شرپیٹن دیکھو صفحہ گزشتہ ۳۷)۔ بقیاس غالب، دونوں مقدمات میں رقوم پر اختیار ہونے سے یہ مقصد نہ تھا کہ اس امر کے انتخاب میں کہ کونسا قانون نافذ ہونا چاہیے، وہ کوئی جزو قرار پائے، بلکہ اس کا حوالہ صرف اس غرض سے دیا گیا تھا کہ اس سے عدالت کو اپنی رائے کے مطابق، انتخاب قانون کے متعلق، ایک موقعہ ملتا تھا۔

مقدمہ ڈیٹیز بنام اوہاگن (۱۸۹۹) ۲ سی-ایچ ۵۶۹- جج، کوزنز ہارڈے میں، مقدمہ وان گروٹن بنام ڈگبی کی پیروی کی گئی تھی باوجودیکہ یہ امر شہادت سے ثابت تھا کہ توطن آسٹریا کے قانون ازدواج کی رو سے شرائط نکاح، جن پر عدالت نے عمل کیا، عدم تصدیق کی وجہ سے بیکار تھے۔ اور اگر یہ بھی تسلیم کر لئے جائیں، تو نکاح کے بعد کے تصدیقی عمل سے کلیتاً باطل کر دیئے گئے تھے۔ مقدمہ نیسکر-رینالڈ بنام ایلس (۱۹۰۲) ۲-سی-ایچ ۳۳۲- جج، بکلے میں، عدالت نے اس تملیک نامہ پر عمل کیا جو ایک انگلستان کی عورت کے نکاح کے وقت ایسے شخص کے ساتھ، جو قومیت اور توطن کے لحاظ سے اٹلیین تھا، انگریزی طریقہ پر لکھا گیا تھا: اگرچہ جج مذکور نے یہ بھی

کہا کہ "شہادت یہ ہے کہ جہاں تک وہ دستاویز اس قانونی سلسلہ تو ریث
کو جو قانون اٹلی سے قائم ہوتا ہے، درہم برہم کرتا ہے اس کا کوئی اثر اٹلی میں
نہیں ہوسکتا" برخلاف اس کے ایسی صورت میں کہ توطن ازدواجی انگلستان
79 کا تھا، عدالت نے ایسے تملیک نامہ کو نافذ قرار دیا جو اسکاٹ لینڈ کے طریقہ
پر لکھا گیا تھا اور ایسی عورت کی جائداد سے متعلق تھا جس کا توطن قبل نکاح
اسکاٹ لینڈ میں تھا؛ مقدمات برناڈ۔برناڈ بنام وائٹ (۱۸۸۷) ۵۶۔
ایل۔ٹی۔۹ جج، کے اور فٹز جرالڈ سرمن بنام فٹز جرالڈ۔ا۔سی۔ایچ ۳، ۵۔
جج ہکوزنز ہارڈی۔ اسٹرلنگ و بگھام وکیس میں ان لوگوں نے نیت کی
مختلف علامات پر اپنی اپنی تجویزوں کی بنیاد رکھی۔ موخر الذکر مقدمہ میں صرف
لارڈ چیف جسٹس، اسٹرلنگ نے، اپنے شرکاء سے بہ اتفاق رائے جسٹس جوئیس
اختلاف کرکے یہ تجویز کی کہ جو تملیک، اسکاٹ لینڈ کے قانون کے مطابق،
زوج کے خور و نوش کے انتظام کیلئے، اسکے حق میں کی جائے، وہ اس کی
خواہش تصرف کے اختیار کو محدود نہیں کرسکتی کیونکہ وہ انگریزی قانون،
جو ایک بالغ مرد کے حق میں قبل از قبل مزاحمت کرنے سے انکار کرتا ہے،
ایک مصلحت عامہ کا معاملہ ہے، مگر میرے نزدیک عدالت مرافعہ نے جو فیصلہ
بغلبہ آرا کیا ہے صحیح تھا۔ کیونکہ ایک منتقل الیہ اسکاٹ لینڈ کے انتظام خور و نوش
کی نوعیت کے لحاظ سے اسکا دعوی نہیں کرسکتا؛ اور اس انتظام سے شوہر کا
متمتع ہونا، جو اس کے نوعیت کے مطابق ہے اور اسی غرض سے وہ اس کو
دیا گیا تھا، انگلستان کے مصلحت عامہ کے خلاف نہیں متصور ہوسکتا۔ ایک
انگلستان کی عورت کی تملیک، جو انگریزی طریقہ پر ایک ہسپانیہ کے
رہنے والے مرد کے حق میں آئندہ نکاح کے خیال سے کی گئی تھی، نافذ قرار
پائی؛ مقدمہ برنانڈو۔برنانڈو بنام سائل (۱۸۸۴) ۲۷۔سی۔ایچ۔ڈی
جج، پیرسن، جس مقدمہ میں ایک اسکاٹ لینڈ کے متوطن مرد نے ایک
انگلستان کی متوطنہ عورت سے نکاح کیا تھا، و تملیک انگلستان اور
اسکاٹ لینڈ دونوں ملکوں کے طریقہ پر عمل میں آئی تھی، یہ تجویز ہوئی کہ زوجین

یہہ چاہتے تھے کہ وہ تملیک انگلستان اور اسکاٹ لینڈ دونوں ممالک کے قوانین کے تابع رہیں اور انکی اس خواہش کو پیروی کی گئی۔ مقدمہ میکنزی۔ میکنزی بنام ایڈورڈ تھامس (۱۹۱۱) ا۔سی۔ایچ ۵۰۷ و ۵۹۶۔ ہج سوشتون اپیل ۔

ایک مقدمہ میں ایک انگریز مرد نے جو اسکاٹ لینڈ میں رہتا تھا، اور ایک اسکاٹ لینڈ کی عورت سے ساتھ نکاح کے قبل اسکاٹ لینڈ کے طریقہ پر ایک معاہدہ کیا تھا، اس شرط کے ساتھ کہ عورت کا سرمایہ اس کی وفات کے بعد اس کے قریب ترین رشتہ داروں کی طرف منتقل ہوگا۔ نکاح کے بعد دونوں منتقل ہو کر انگلستان میں رہنے لگے اور وہیں عورت کا انتقال ہوگیا، تجویز ہوی کہ فریقین کی نیت یہی متصور ہونی چاہیے کہ قریب ترین رشتہ داروں کا تعین اسکاٹ لینڈ کے قانون سے کیا جائے۔ لسٹرز جوڈیشل فیکٹر بنام سائنس (۱۹۱۴) ایس۔سی۔۲۴۔

ایک مقدمہ میں شوہر کا توطن اسکاٹ لینڈ کا اور عورت کا توطن انگلستان کا تھا ان میں نکاح ہوا اور ایک تملیک نامہ بطریق انگلستان مرتب ہوا جس میں یہ شرط تھی کہ جو لوگ اس تملیک نامہ کی بنا پر دعویدار ہونگے ان کے حقوق کا تصفیہ انگلستان کے قانون کی رو سے کیا جائے گا۔ ازدواجی توطن اسکاٹ لینڈ کا تھا، اور شوہر نے وہیں طلاق کی ڈگری حاصل کی تھی۔ قرار پایا کہ اسکاٹ لینڈ کے قانون کے مطابق شوہر کو ایک سرمایہ کی آمدنی سے تمتع حاصل کرنے کا حق نہ تھا، صرف انگلستان کے قانون کے مطابق سلسلہ ازدواج کی جائداد کے متعلق تصفیہ ہوگا۔ مونٹگمری بنام ظریفی آئج۔ایل۔(فنلے۔ہالڈین وشاہ ۱۹۱۹ء) ایل۔جی۔پی۔سی۔۲۰ اپیل۔

ایک انگلستان کے متوطن مرد اور ایک اسکاٹ لینڈ کی متوطنہ عورت کے نکاح کے موقعہ پر ایک تملیک ازدواجی کے متعلق جو انگلستان میں عمل میں آئی تھی مگر اسکاٹ لینڈ کے طریقہ پر تھی، یہہ قرار پایا کہ وہ اسکاٹ لینڈی تملیک متصور ہوگی۔ ہیوٹ بنام ہیلٹ (۱۹۱۴) ۳۱۔ٹی۔ایل۔آر۔۱۳ ہج، اپیل۔

جن صورتوں میں اصول مقدمات متذکرہ بالا کی بنا پر کسی تملیک ازدواجی کا نفاذ

انگلستان میں ہوتا ہے تو جس شخص کا اسکے تحت میں کوئی حق مقرر ہوتا ہے وہ اس کو اس طریقہ پر منتقل وغیرہ کرنیکا مجاز نہیں ہوسکتا ہے جس طریقے پر وہ اپنے ازدواجی قانون کے لحاظ سے اپنی جائداد کے انتقال کا مجاز ہوسکتا تھا ۔ یوبی بنام ہورٹن (۱۹۰۰) سی ۔ ایچ ۲۹۴ نج، فارول نو مقدمہ گریٹ و ٹویڈی بنام ٹویڈی (۱۹۰۱) ا سی ۔ ایچ ۔ ۴۰۸ ۔ نج، کوزنز ہارڈ سے پینیر دیکھو مقدمہ بالڈ ۔ بالڈ بنام بالڈ (۱۸۹۷) ۶۶ ۔ ایل ۔ ڈی ۲۴۲ ۔ نج، بائیرن کی عدالت مجاز ہے کہ طلاق ہو جانے کی حالت میں اس تملیک ازدواجی کو بدل دے جو زوجہ کے توطن ازدواجی کے قانون کے مطابق عمل میں آئی ہو نیلے بنام نیلے (۱۸۹۰) ۱۵ پی ۔ ڈی ۱۸۶ ۔ نج بائیسن ، جب توطن ازدواجی ملک غیر کا ہو مگر طلاق کے وقت انگلستان کا ہو تب بھی یہی عمل ہوسکتا ہے ۔ فارسٹھ بنام فارسٹھ (۱۸۹۱) پی ۳۹۳ ۔ نج رحمت شو

مبادیات تعبیر کے متعلق مختصراً بیان کر دینے کا یہی موقعہ مناسب معلوم ہوتا ہے
80 کیونکہ شخصی قانون بین الاقوام کا تعلق اس مضمون سے بھی ہے ۔ تعبیر ایک مسئلہ متعلق بہ واقعات ہے کہ بادی النظر میں طور سے فریقین کے مقصد کا سب سے بہتر شارح اس مقام کا قانون ہے جہاں معاہدہ وقوع میں آیا ۔ اگر انھوں نے ایسے الفاظ استعمال کیئے ہیں جو وہاں مصطلحات میں شمار ہوتے ہیں یا ایسے سکوں، اوزان، یا پیمانوں کا ذکر کیا ہے جن کا نام ایک ہے مگر وہاں اور دوسرے مقامات پر ان کی قیمتیں مختلف ہیں، تو یہی سمجھا جائے گا کہ فریقین نے بقیاس غالب ان الفاظ کو اصطلاحی طور سے استعمال کیا ہے اور وہیں کی قیمتیں ان کے پیش نظر تھیں جس امر کا ذکر انھوں نے نہیں کیا مگر جن کا پیش نظر رہنا لازمی طور سے ضروری ہے انکی نسبت سمجھا جائے گا کہ وہ بقیاس غالب وہیں کے قانون یا وہیں کے مروجہ رسم و رواج کی پابندی کرنا چاہتے تھے ۔ یہ سب قیاسات ہیں اور اسی بنا پر ان کی تردید ہوسکتی ہے ۔ اگر معاہدہ میں بصراحت تمام یہ شرط موجود ہو کہ معاہدہ کی تعمیل کسی دوسرے مقام پر کیجائے گی، تو یہ سمجھا جائے گا کہ بہ نسبت مقام معاہدہ کے اس دوسرے مقام کے مصطلحات اور رسم و رواج کم از کم تمام امور متعلقہ تکمیل میں ان کے پیش نظر تھے ۔ اگر مقام تعمیل ایسا ملک ہے جو فریقین کے ذاتی

قانون کا ماخذ ہے تو یہ قیاس اور زیادہ قوی ہو جائے گا۔ اٹلی کے کوڈ کے ابتدائی مراتب کی دفعہ ۹ میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بالکل درست ہے، یعنے یہ کہ فریقین کا مشترکہ ذاتی قانون بغیر اس شرط کے بھی کہ اس کی تعمیل اس ملک میں کی جائے گی جہاں وہ قانون نافذ ہے، ان کے معاہدہ کے مفہوم کو سمجھنے میں بہ نسبت اس مقام کے قانون کے جہاں اتفاقیہ طور سے معاہدہ ہوا زیادہ ترمعین اور مفید متصور ہوگا۔ شخصی قانون بین الاقوام کے معتبر مصنفین نے ان تمام امور کے متعلق ایسے قطعی قیاسات قائم کرنے سے احتراز کیا ہے، جو ہر قسم اور ہر نوع کی شرائط پر صادق آسکیں لیکن اس میں شک اور شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ تملیک ازدواجی یا معاہدہ کی تعبیر انگلستان میں توطن ازدواجی کے قانون کے مطابق کیجائے گی جو ہی ایسا مقام ہے جہاں معاہدہ کا عمل میں آنا پیش نظر تھا اور جو کم از کم ایک فریق کے ذاتی قانون کا ماخذ ہے۔

اس دستاویز کی تعبیر اور تعمیل کے متعلق جس کے ذریعہ سے نکاح کے وقوع میں آنے کی حالت میں ایک سالانہ رقم اراضی موقوعہ آئرلینڈ پر عائد ہوتی تھی، اور توطن انگلستان کا تھا، یہہ لکھا گیا کہ "اگر یہ مقدمہ صرف اراضی موقوعہ آئرلینڈ پر تین ہزار پونڈ سالانہ کے بار کا ہوتا تو مقام معاہدہ، توطن فریقین، مقام ادا اور دوسرے حالات پر غور کرنے کی ضرورت واقع ہوتی اور اسی بنا پر مقدمہ کا فیصلہ کیا جاتا مگر اس مقدمہ میں خود دستاویز سے فیصلہ کا قاعدہ نکلنا چاہیئے، یہہ ایسی تملیک ہے جس میں مختلف انتظامات کئے گئے ہیں، کچھ شرائط زیر بحث کے مطابق اور کچھ انکے مخالف ہیں" ایلڈن مقدمہ لینڈ ون بنام لینڈ ون (۱۸۲۰) ۲ بلائی ۹۰-۷۔ ۸ جو دو اشخاص میں جن کا توطن اسکاٹ لینڈ میں تھا ایک نکاح کا معاہدہ ہوا جو رقم معاہدہ میں شریک تھی اس کی نسبت بعدہ یہہ بیان کیا گیا کہ اس میں سے کچھ حصہ لیا تھا جو کسی دوسری تملیک کیلئے مخصوص تھا، قرار پایا کہ ایسے معاہدہ کی تعمیل سے اسکاٹ لینڈ کا قانون متعلق ہوگا، مقدمہ اینسٹر وتھر بنام آڈیر (۱۸۳۴) ۲۔ ایم و کے ۱۳ ۵ جج، پر وہام، ایک تملیک نامہ ازدواج کی تعبیر کچھ قانون انگلستان اور کچھ قانون اسکاٹ لینڈ کے مطابق کی گئی، تملیک نامہ کا صریح منشا

یہی تھا۔ مقدمہ چیمبرلین بنام نیپیئر (۱۸۸۰) ۱۵ اسی۔ اتیچ۔ ڈی ۶۱۴۔ نج، ہال کو انگلستان میں شوہر اپنی زوجہ کی جائداد کا جو علیحدہ طور سے اس کو غیر ملک کی تملیک ازدواجی کے ذریعہ سے پہنچی ہو، امین ہے بشرطیکہ اس کا کوئی دوسرا امین موجود نہ ہو۔ مقدمہ سی تھ بنام سی تھ (۱۸۸۵) ۱۴۔ کیو۔ بی۔ ڈی ۷۱۴ نج، پریٹ کاٹن۔ لینڈے کے ایک تملیک نامہ کے الفاظ کے معنے کے متعلق جو اسکاٹ لینڈ کے طریقہ پر مرتب ہوا تھا، اسکاٹ لینڈ کے ماہرین فن میں بحث تھی؛ اگرچہ توطن ازدواجی اسکاٹ لینڈ کا تھا مگر انگریزی عدالت میں تعبیر کے انگریزی قواعد کام میں لائے گئے۔ مقدمہ گیپل (۱۹۱۴) ڈبلو۔ این ۲۵۴ نج، یو کہ ممالک غیر کے قانون کا منشا نہ صاف ہونے کی حالت میں انگلستان کا قانون جہاں مقدمہ دائر ہوا تھا نافذ قرار پایا۔

یہ سمجھ میں آنا مشکل ہے کہ تبدیل توطن، اگرچہ وہ معاملات متذکرہ دفعہ ۳۶ الف کے متعلق مختلف اہم سوالات پیدا کرتا ہے کس طرح ایک صریح معاہدہ کی تعمیل پر موثر ہو سکتا ہے۔ لیکن مقدمہ ڈنکن بنام کینین (۱۸۵۴) ۱۸۔ بیو۔ ۱۲۸۔ نج، رومیلے۔ و (۱۸۵۵) ۷۔ ڈی۔ ایم۔ جی ۷۸ نج، نائٹ بروس وٹرنر میں ازدواجی توطن اسکاٹ لینڈ کا تھا اور اسکاٹ لینڈ ہی کا قانون نافذ قرار پایا؛ اس قانون کی رو سے معاہدہ مذکور کی تحت میں ایک رقم متعلقہ معاہدہ کی رسید میں زوجہ کا اتفاق لازمی قرار پایا۔ اگر وہ لازم اور لابد تھا تو اس کا کافی ہونا بھی ضرور ہے؛ زوجہ نے انگلستان میں توطن تبدیل کرنے کے بعد اس رسید سے اتفاق کیا تھا؛ انگلستان کے قانون کے مطابق اس کی رسید غیر کافی تھی؛ ازدواجی معاہدہ کے الفاظ ایسے تھے کہ اگر رقم مذکور کے علیحدہ مقرر کا ذکر معاہدہ میں ہوتا تو اس کی رسید انگلستان کے قانون کے لحاظ سے بھی کافی قرار پاتی۔ بحث یہ کی گئی کہ قانون اسکاٹ لینڈ میں شخصی قانون بین الاقوام کا قاعدہ اختیار کر لیا گیا ہے جو حقیقت توطن کے لحاظ سے قابلیت کا تعین کرتا ہے۔ زوجہ اپنے حقیقی توطن کے قانون کے لحاظ سے رسید دینے کی قابلیت حاصل کرنا چاہتی تھی۔

اور اس بنا پر اسکی رسید غیر کافی تھی مگر تینوں ججوں نے اس کو کافی قرار دیا۔
لفظ "قابلیت" کوئی طلسم نہیں ہے کہ جس امر کی ایک انسان میں قابلیت ہے
وہ صرف وہی ہے جس کو وہ کافی طور سے انجام دیسکتا ہے؛ اور جب اسکی مجموعی
قابلیت کا ذکر کیا جاتا ہے؛ اس کا مفہوم یہی ہوتا ہے کہ مختلف امور کو انجام دینے کی
کافی قابلیت موجود ہے۔ اس مقدمہ میں معاہدہ ازدواج کی رو سے عورت کو ایک
مالی منفعت حاصل ہوتی تھی؛ اور یہہ سوال کہ آیا وہ تبدیل توطن کے بعد بھی
اس سے مستفید ہوسکتی ہے یا نہیں؛ اس سوال سے جو اس کی قابلیت کے متعلق پیدا
کیا گیا تھا، جدا نہ تھا۔ یہہ دونوں سوال ایک ہی تھے؛ مؤخر الذکر سوال کے جواب
کی مدد سے مقدم الذکر سوال کا حل ہوجانا ممکن تھا؛ مقدمہ مرگیو ریٹ
بنام ہنگ (دیکھو صفحہ ۴۴) میں قابلیت کا سوال جدید معاہدہ کرنے کے
متعلق تھا؛

دفعہ ۴۰ جب نکاح، اس شرط کے بھروسہ پر ہوتا ہے؛ کہ شوہر، توطن کسی دوسرے ملک میں اختیار کرے گا؛ تو اس دوسرے ملک کا قانون، صریح معاہدۂ ازدواجی متعلقہ جائداد کے بارہ میں قانون توطن ازدواجی متصور ہوگا۔

کالس بنام ہکر (۱۸۷۵) لارپورٹ۔ ۱۹۔ ایکوٹی ۳۳۴ جج، ہال؛

دیکھو، دفعہ ۳۶ — توطن ازدواجی کے حقیقی معنی کیلئے؛

دفعہ ۴۱ اگر بر وقت نکاح، ایسی تملیک، یا صریح معاہدہ ہوا ہے؛ جو زوجین کی تمام جائداد منقولہ پر، حاوی نہیں ہے؛ تو اس سوال کا تصفیہ، کہ؛ ۔ آیا وہ ان حقوق میں مزاحم ہے، جو دوسرے طریقہ سے، اس جائداد کے حصہ میں پیدا ہوتے، جو تملیک یا صریح معاہدہ میں شریک نہیں ہے؟ قانون توطن ازدواجی سے کیا جائے گا، جو تملیک یا معاہدہ کی تعمیل، اور اس جائداد کے تقررونشا، (Destination) کے لئے، جس پر وہ موثر نہیں ہے، زیادہ تر مناسب اور حسب حال ہے۔ البتہ عام طور سے، فریقین کی نیت کا ضرور لحاظ رکھنا پڑے گا؛ جیسا کہ اب دفعہ ۳۹ میں قرار پایا ہے۔

دیکھو مقدمہ واٹس بنام شریٹن صفحہ ۴۲۷؛

دفعہ ۴۲ یہہ امر اصولاً تسلیم شدہ ہے، کہ زوجین میں سے کسی کے انتقال

سے بعد، اس کی جائداد کی توریث میں، نکاح کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا، اور اس کا تصفیہ، اُس مقام کے قانون سے کیا جائے گا، جو متوفی کا آخری مقام توطن تھا۔ اس میں شک نہیں، کہ بعض اوقات، عملاً، اس کے فرق اور تمیز کرنے میں، وقت پیش آئے گی، کہ کونسا امر، توریث سے، اور کونسا امر، نکاح کے مالی اثرات سے، تعلق رکھتا ہے[1]

مقدمہ فوربرٹ بنام ٹرسٹ (۱۷۰۲) پری۔ چیا ۲۰۰ و (۱۷۰۳) ا۔ پرو۔ پی۔ سی۔ ۲۸۔ ۲۹ میں زوجین، ایک معاہدۂ قبل نکاح کے ذریعہ سے معاہد تھے، بہ استثناء ایک رقم کے جس کی مقدار (۔۔۔ ۸) پونڈ تھی، اور جو زوجہ، اور اس کے ورثا، کی مخصوص جائداد قرار دیگئی تھی۔ اس معاہدہ کے علاوہ، ایک معاہدہ، نکاح کے بعد کا بھی تھا، لیکن وہ غیر نافذ قرار پایا۔ زوجہ نے، پیرس کے رسم ورواج کو ترک کرکے، انگلستان کا توطن اختیار کیا، اور بعدہٗ لاولد، شوہر کی زندگی میں، مرگئی۔ اس کے ورثاء، برنبائے معاہدہ، حسب دستور (۔۔۔ ۸) پونڈ کے مستحق تھے، لیکن شوہر نے، حسب قانون انگلستان، اپنی زوجہ کے وارث ہونیکی حیثیت سے، بقیہ رقم معاہدہ میں سے، اپنی زوجہ کے حصہ کا دعویٰ کیا۔ زوجہ کے، دوسرے ورثاء بھی اس کے دعویدار ہوئے، بظاہر اس بنا پر کہ، جو معاہدہ، قبل نکاح کے ہوا تھا، وہ، زوجہ کی ماں کی کثرت سے ہوا تھا، گویا معنوی طور سے، اس نے، ان ورثا کیلئے، یہ شرط کرلی تھی، اور اسوقت، وہ، اس جہیز کے معاوضہ میں، جو اس نے، اپنی بیٹی کو دیا تھا، معاہدۂ ازدواج پر راضی ہوئی تھی ـــــ لارڈ کیپر رائٹ نے، اس بالکنایہ استنباط کو، ناقابل لحاظ قرار دیا، اور یہ تجویز کی، کہ: معاہدہ، دستور پیرس کے مطابق ہے، اور اس سے یہہ سمجھنا چاہیے، کہ وہ دستور، اختیار کرلیا گیا تھا، مگر اس تجویز اور معاہدہ ازدواج میں، جو حصہ، زوجہ کا، ورثا کو دیا گیا تھا، دونوں کو ہوس اوف لارڈز نے منسوخ کردیا ـــ ان کے وکیل نے، یہ بتایا، کہ بعض امور میں، جو شرائط معاہدہ ازدواج کے ہمسر تھے، یہ معاہدہ، پیرس کے دستور سے مختلف تھا، اور اس بنا پر، کسی جز کے لحاظ سے بھی، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ بجنسہٖ اختیار

[1] دیکھو سوتیجی ـــــ سطم

کردیا گیا تھا۔ عدالت مرافعہ نے معاہدہ کی جو تعبیر کی، وہ بقیاس غالب، بالکل درست تھی؛ اگر معاہدۂ قبل نکاح، صرف زوجین کے درمیان میں ہوتا، اور اس میں زوجہ کے رشتہ داروں کے حق میں، مخصوص شرط کی ضرورت نہ واقع ہوتی؛ یا زوجین کا نکاح، پیرس کے دستور کے مطابق، بغیر کسی صریح معاہدہ کے، ہوا ہوتا، تو بظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی، کہ ہاؤس اوف لارڈز، حسب قانون اس مقام کے، جہاں اس کا آخری توطن تھا، شوہر کو، اسکی زوجہ کے وارث ہونیکی حیثیت سے اس کا وہ حصّہ، جو حسب معاہدہ یا قانون مذکور، زوجہ کے مرجانے کے بعد، ملنا چاہیئے تھا، کیوں نہ دلاتا؛ مقدمہ لیشلے بنام ہاگ (۱۸۰۴) ۱ ادابرٹسن کے مقدمات مرافعہ ۴ میں، از جج، لارڈ ایلڈن نے، مقدمہ فوبرت بنام ٹربسٹ، کے متعلق یہ کہا۔ اگر اس مقدمہ میں، معاہدہ نہ موجود ہوتا، تو حسب قانون انگلستان، جو بروقت تنسیخ نکاح، ان کا وطن تھا، شوہر اور زوجہ کے حقوق کا فیصلہ کیا جاتا —— یہ اصول جدید توطن ازدواجی کی تائید میں، پیش کیا جاتا ہے، بمقابلہ اس توطن ازدواجی کے، جس کے متعلق، معاملات متذکرہ دفعہ ۳۶ (الف ۹) میں، کوئی سوال پیدا ہوتا ہے۔ گر یہ امر قرین قیاس نہیں، کہ لارڈ ایلڈن کا ایسا منشا ہوگا؛ دیکھو صفحہ ۴۷ ؛ اور مقدمہ گرگینش۔ گریگینش بنام ہیوٹ (۱۸۹۲) ۳ چانسری ۱۸۰؛ مقدمہ ہرنینڈو۔ ہرنینڈو بنام سائل (۱۸۸۴) ۲۷ - چانسری ڈویژن ۲۸۴؛ جج پیرسن میں، بلحاظ، شرائط تملیک ازدواجی کے، پھر حق توریث کا سوال پیش آیا ؛ نیز دیکھو مقدمہ ماٹگمری بنام ظریفی مندرجہ صفحہ ۷۹ ؛

طلاق

83

قانون کلیسا میں، قدیم زمانے سے، تعلقات نکاح میں، دو اسباب موثر سمجھے جاتے تھے، اول، ازدواج کا غلط دعوی، اور ناجوازی ازدواج[1] (Jactitation and nullety of marriage) دوسرے زن و شوہر کے قیام کی حالت میں افتراق فراش[2] (Divorce *a mensa et toro*) اندا عادہ حق شوہری۔ ان معاملات میں کلیسائی عدالتوں کو، اختیارات حاصل تھے، جس کے عہدہ دار، آپس میں، ایک دوسرے کو تسلیم کرتے تھے، اور ان ممالک کی، غیر مذہبی حکومتیں بھی، ان کو مانتی تھیں۔ جو قوانین، ان عدالتوں سے، صادر ہوتے تھے، ان سب کا مرافعہ، پوپ کے پاس ہوتا تھا، جو ان قوانین کو، یکساں حالت میں رکھنے کا ایک ذریعہ تھا۔ انہی قوانین کے احکام کے ذریعہ سے، مقدمات کی تقسیم، بلحاظ حدود اختیارات، مختلف عدالتوں میں ہوتی تھی، جیسا کہ اب علی الترتیب، انگلستان اور فرانس کے قوانین کی رو سے، مقدمات، اضلاع کی مختلف عدالتوں اور عدالتہائے ابتدائی میں، تقسیم کئے جاتے ہیں۔ جب تک اور جن ممالک میں، یہ حالت قائم رہی، ان میں، اسباب زیر بحث کے متعلق، کبھی، ایسے سوالات پیش نہیں آسکتے، جو شخصی قانون بین الاقوام کے مسائل کے،

---

[1] کسی شخص کا، غلط، یہہ بیان کرنا، کہ، اس کا نکاح، کسی دوسرے شخص (مرد یا عورت) سے، ہوگیا ہے۔ مترجم

[2] چونکہ یورپ کی، عیسائی مذہبی عدالتیں، طلاق کو، ایک ناجائز عمل، تصور کرتی تھیں، اور فطرت انسانی، اور تمدنی ضروریات، اس پر مجبور کرتی تھیں، اسلئے یہہ ترکیب، دریہ اصطلاح، وضع کی گئی: اس کے ذریعہ سے، زوجین میں، علحدگی تو ہو جاتی تھی، مگر نکاح قائم رہتا تھا، یہہ، ایک طرح کی جزئی طلاق تھی، اور اس کے لفظی معنی، میز اور بستر، یعنے، معاشرت اور مباشرت سے علحدگی کے ہیں۔ مترجم۔

مماثل کہے جا سکیں لیکن اصلاح (Reformation) کے بعد، انگلستان کے پیر پادری (Bishops) اس کلیسا کے عہدہ دار نہیں رہے، جس کا تعلق، یورپ کے دوسرے ممالک کے پیر پادریوں سے تھا؛ اور ان عدالتوں کے فیصلہ جات کا مرافعہ، بجائے پوپ کے پاس ہونے کے، سلطنت کے سامنے پیش ہونے لگا؛ اور قطعی طلاق، (Divorce a Vinculo) جو کلیسا میں کسیطرح نہیں منظور ہوسکتی تھی، پارلیمنٹ کے، ایک خانگی ایکٹ کی بنا پر، منظور کیجانے لگی۔ مگر اس کے حصول میں، ضابطہ کا ایسا التزام رکھا گیا کہ طلاق مذکور، بہترین مصنفین کی رائے میں، منجملہ چارہ کارہائے قانونی کے، ایک چارہ کار قرار پائی۔ جو ایکٹ ۱۸۵۷ء میں، دفعہ ۸۵ قانون ۲۰ و ۲۱ عہد وکٹوریہ کے ترمیم کی غرض سے جاری ہوا، اسکی روسے، کلیسا کو، جو اختیارات، ازدواجی مقدمات میں حاصل تھے؛ وہ سلطنت کی طرف منتقل ہوگئے؛ اور افتراق فراش کا نام "عدالتی افتراق" سے بدل دیا گیا؛ اور قطعی طلاق کی کارروائی، بجائے پارلیمنٹ کے معمولی عدالتوں کے، سپرد کردیگئی۔ اسی زمانہ میں، اسکاٹلینڈ میں بھی، اصلاح کا عمل دخل ہوا؛ جس کی بنا پر، انگلستان سے پہلے، وہاں ازدواجی معاملات میں، کلیسا کے اختیارات، سلطنت کی طرف منتقل ہوگئے؛ اور قطعی طلاق کیلئے، ایک ضابطہ قرار دیدیا گیا؛ اور اسیطرح کی تبدیلیاں، مختلف اوقات میں، تقریبًا، تمام مہذب ممالک میں، واقع ہوتی گئیں۔ نتیجہ یہہ ہے کہ ازدواجی مقدمات میں بھی، وہی قانونی اور حدود اختیارات کے مباحث، پیش آنے لگے، جو دوسرے معاملات میں، پیش آتے تھے؛ اور یہی شخصی قانون بین الاقوام کی بنیاد ہیں۔ بظاہر، آسانی اسی میں معلوم ہوتی ہے، کہ پہلے حدود اختیارات کے مسائل سے، اور آخر میں، ان اسباب سے، بحث کیجائے، جن کی 84 بنا پر طلاق کی منظوری دیجاسکتی ہے: ۱۸۵۷ء کے ایکٹ میں، اس امر کی صراحت نہیں ہے کہ پارلیمنٹ کو کن صورتوں میں، ان معاملات میں، اختیار حاصل تھا، جن کی سماعت کی، وہ قبل ازیں مجاز تھی؛ جس سے میری مُراد، اگر اس کے خلاف ظاہر نہ ہو قطعی طلاق ہے۔ مقدمہ نیوئٹ بنام نیوئٹ (۱۸۷۸) ۴ پی۔ ڈی۔ آئی کے مرافعہ میں، جیمس اور کاٹن نے، بہ اختلاف رائے لارڈ چیف جسٹس برنیٹ کے، یہہ تجویز کی:۔ ان شرائط کا تعین، اُن کلیسائی قواعد سے ہونا چاہیے، جن سے افتراق فراش کے مقدمات میں، کام لیا جاتا تھا۔ لیکن ایک عرصہ کے، شبہ و شک کے بعد، یہ رائے قائم ہوگئی؛ کہ قطعی طلاق، جس سے

حیثیت پر اثر پڑتا ہے، قدیم کلیسائی افتراق فراش سے، جو محض روحانی آسائش کی غرض سے تھی، اور جس کا حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، بالکل جدا ہے؛ اور اسکے لیے علیحدہ قواعد وضع ہونے چاہئیں؛ اور انگلستان میں، اس جدت سے فائدہ اٹھا کر، اس کیلئے، ایسے قواعد وضع کرنے چاہئیں، جو صحیح ترین اصول پر مبنی ہوں۔ یہہ رائے، مقدمہ لامیرز بنام لامیرز (۱۸۹۵) اے۔سی ۵۱۷ میں، جو سیلون کا ایک مرافعہ تھا، اور جس میں، لارڈ واٹسن نے، فیصلہ صادر کیا تھا، غالب اور کامیاب ثابت ہوئی۔ اس کے بعد سے، اس امر میں، کوئی شک اور شبہہ، نہ باقی رہا اور نہ ہے کہ:۔

دفعہ ۴۲ انگریزی عدالتوں کے اختیارات منظوری طلاق میں، وہ مقام، جہاں نکاح ہوا تھا، کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

اس میں، اسقدر اور اضافہ ہونا چاہیے، کہ اس میں بھی کسی قسم کا شک و شبہہ نہیں ہے، کہ انگریزی عدالتوں کے، اختیارات منظوری طلاق پر، اس مقام کا، کوئی اثر نہیں ہے، جہاں زنا، اور اگر مقدمہ میں، شوہر مدعی علیہ ہے، تو جہاں زنا اور بیرحمی اور چھوڑ دینے کا فعل وقوع میں آیا اور نہ نکاح کے وقت فریقین کے توطن کا، اگر وہ توطن اس سے مختلف ہے جو مقدمہ کے دائر کرنے کے وقت تھا کوئی لحاظ ہوگا۔

مگر جو مقدمات فیصل ہوئے، اُن سے، یہ اصول قایم ہوگیا، کہ انگلستان میں، طلاق کی منظوری، اسی صورت میں دیجائے گی، جبکہ شوہر کا توطن، خواہ، وہ مدعی ہو یا مدعی علیہ انگلستان کا ہو (دفعہ ۴۴)؛ یا وہ، انگلستان میں بود و باش رکھتا ہو، نہ بطور مہمان یا مسافر کے، اور نہ طلاق حاصل کرنے، یا اس میں آسانی پیدا کرنیکی غرض سے (دفعہ ۴۵)۔ برخلاف اس کے، جس طلاق کی منظوری، ملک غیر کی کسی عدالت نے دی ہے، وہ انگلستان میں، تسلیم کیجاتی ہے، اگر صرف اسی صورت میں، کہ فریقین، مقدمہ دائر کرنے کے وقت، اس عدالت کے حدود اراضی کے، متوطن ہوں (دفعہ ۵۰)۔ طلاق کی منظوری دینے، اور ملک غیر کی طلاق کو تسلیم کرنے، کی شرائط میں، جو فرق رکھا گیا ہے، وہ قابل افسوس ہے۔ پہلی صورت میں، انگلستان کی عدالتیں، ایسے نکاح کو، فسخ کر دینے کی اجازت دیتی ہیں، جس کی، دوسری صورت کی شرائط کو پیش نظر رکھ کر، ہرگز یہ امید نہیں کی جا سکتی، کہ وہ غیر ملک میں بھی، منسوخ متصور ہوگا۔ مگر یہ ایک لازمی امر تھا، جبکہ قطعی طلاق، اور

افتراق فراش، دونوں مل ملا کر، ایک کردیئے گئے تھے — اس کی تائید، بعض اسکاٹ لینڈ کے، فیصلوں سے بھی، ہوتی رہی؛ جن میں، قطعی طلاق کیلئے، توطن کے مرتبہ سے، کم قیام بھی، جائز قرار پایا تھا؛ اور اسی قیام کو "ازدواجی توطن" کے نام سے، موسوم کیا تھا، جو، "تورثی توطن"، سے علیحدہ تھا۔ لفظ "ازدواجی توطن"، جن معنوں میں، یہاں مستعمل ہوا ہے، وہ، اس لفظ کے معمولی استعمال سے علیحدہ ہے؛ اس کا استعمال، عام طور سے، اس حقیقی توطن کے اظہار کے لیئے، کیا جاتا ہے، جو بروقت نکاح تھا، یا قرار دیا گیا تھا (دفعہ ۳۶) مگر یہ اصول، مقدمہ لامیرز بنام لامیرز میں ٹوٹ گیا؛ جس کے فیصلہ نے، معاملہ کو، خواہ وہ انگلستان کا ہو، یا اسکاٹ لینڈ کا، یا بین الاقوامی، واحد اور معقول بنیاد پر قائم کردیا۔ اس اصول کی تائید، حال میں، نہایت زور اور پریشان کن طریقہ سے، مقدمات کیز بنام کیز، اور گرے (۱۹۲۱) پی۔۲۰۵۔ جج، ڈیوک کے فیصلوں میں، کی گئی؛ جن میں یہ قرار پایا، کہ جو عدالتیں، از روئے قانون، ہندوستان میں مقدمات ازدواج کی سماعت کے لیئے، قائم کی گئی ہیں؛ وہ، ایسے زوجین کے، نکاح کو، فسخ کردینے کی مجاز نہیں ہیں، جن کا توطن، ہندوستان کا نہو؛ اگرچہ نکاح، ہندوستان میں ہوا ہو، اور زوجین وہیں رہتے ہوں؛ اور زنا کا فعل، انھیں کے حدود اراضی کے اندر، واقع ہوا ہو۔ ہندوستان کی کونسل کے ایکٹ، بابتہ ۱۸۶۱ء میں، گورنر جنرل کو با جلاس کونسل، قانون اور قواعد وضع کرنے کا، اختیار دیا گیا ہے؛ اور ہندوستان کے ایکٹ طلاق، بابتہ ۱۸۶۹ء کی روسے، ہندوستان کی عدالتیں، ایسے لوگوں کی طلاق کی منظوری، دینے کی مجاز ہیں، جو مذہب عیسوی کے متبع، اور ہندوستان میں، رہتے ہوں؛ مگر باوجود اس کے، عدالت نے، یہ تجویز کیا، کہ جو اصول، بعدہ قرار پائے ہیں، انکے مدنظر، ۱۸۶۱ء کا قانون، گورنر جنرل کو، اس کا مجاز نہیں قرار دے سکتا، کہ وہ، برطانی رعایا کے لیئے، جو عارضی طور سے، ہندوستان میں مقیم ہو، کوئی ایسا قانون وضع کریں، جو ان کے مقام توطن میں ان کی ازدواجی حیثیت پر، موثر ہو۔ مقدمہ لامیرز بنام لامیرز کے فیصلہ کے مفصلہ ذیل انتخابات میں، اصول قانون بیان کیئے گئے ہیں؛ اور وہ کتاب ہذا کے قدیم ایڈیشن کے دفعات ۴۴ و ۴۵ و ۵۰، کی جگہ، قائم کیئے جاتے ہیں۔

جب اس معاملہ پر، کامل طور سے، غور کیا جاتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ان فاضل

ججوں کی رائے میں، انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کے فیصلے، اس امر کے ثابت کرنے کیلئے، مطلق کافی نہیں ہیں، کہ ان دونوں ممالک کے عام قانون میں، کوئی ایسا قاعدہ موجود ہے، جس کی رو سے، وہ قاعدہ، جواز دواجی توطن کے نام سے موسوم ہے، تنسیخ نکاح کا مجاز کرتا ہو...... جس سے، فاضل جج، یہہ نتیجہ نکالتے ہیں: کہ قانون بین الاقوام، کے لحاظ سے، صرف زوجین کا حالیہ توطن ہی، ان کے فسخ نکاح کے اختیارات کا صحیح معیار ہے۔ لارڈ پیزانس نے، جو رائے، مقدمہ ولسن بنام ولسن[1] میں ظاہر کی ہے، اس سے 86
ان کو کلیتہً اتفاق ہے: رائے مذکور، بظاہر، ان مسائل کے متعلق نہ تھی، جو زوجین کے حقوق کی نسبت، پیدا ہوتے ہیں، بلکہ اس کا تعلق، معاملات طلاق کے اختیارات سے تھا۔ میری ذاتی رائے کا قوی رجحان، اسطرف ہے کہ اس اختیارات کے معاملہ میں، جو منصفانہ اور قابل اطمینان قاعدہ، اختیار کیا جا سکتا ہے؛ وہ یہی ہے کہ فریقین بہر صورت اس امر پر مجبور کئے جائیں، کہ وہ، اپنے تمام ازدواجی تنازعات، اس ملک کی عدالتوں میں، رجوع کریں، جہاں وہ متوطن ہوں۔ ازدواجی فرائض کے متعلق، مختلف جماعتوں میں، مختلف رائیں، اور مختلف قوانین ہیں؛ اور ان اسباب کا اندازہ بھی، مختلف ہے، جنکی بنا پر، طلاق جائز متصور ہو سکتی ہے: اسلئے قرین انصاف اور عقل یہی ہے، کہ زوجین کے تنازعات کا فیصلہ، خود ان کی جماعت کے، قوانین کے لحاظ، اور ان عدالتوں کے، ذریعہ سے عمل میں آئے، جو تنہا، ان قوانین کے برتنے کے مجاز ہیں۔ اس کے علاوہ، اس اصول کو، مضبوطی سے، اختیار کرنے میں، یہہ بدنمائی دور ہو جاتی ہے، کہ وہی مرد و عورت ایک ملک میں، زن و شو اور دوسرے ملک میں، باہم نامحرم ٹھہرتے ہیں[2]

---

[1] ۱۸۷۰ء، ایل۔آر۔۲۔پی وایم ۳۵ صفحہ ۴۱؛ مقدمہ نیباٹ بنام مینگ (۱۸۷۱) ایل۔آر۔۲۔پی۔ایم ۲۲۲ صفحہ ۲۲۶، میں لارڈ پیزانس نے یہہ لکھا تھا کہ: جب اس مقدمہ کے فیصلہ کی تردید ہو چکی، اور جب اس ملک کی عدالتوں نے، اس پر غور کر لیا۔ کہ وہ لوگ، جو انگلستان کے متوطن ہیں، کس حد تک، ملک غیر کی عدالتہائے ازدواجی کی ڈگریوں کے پابند ہونگے؛ تو رائے کا رجحان اسطرف پایا گیا، کہ عدالتہائے ملک غیر کے، اس اختیار کی تردید کیجائے: کہ وہ ان حالات میں، انگلستان کے منعقدہ نکاح کی تنسیخ کی مجاز ہیں ــــ اس ملک کی عدالتوں کو، ایسے خلاف کوئی طریقہ اختیار کرنا قابل افسوس ہوگا، جبکہ وہ اس امر پر غور کر رہی ہیں کہ انکو کس حد تک ممالک غیر کے باشندوں کے مقدمات ازدواج کی سماعت کرنی چاہیئے۔

[2] لائیرز بنام لائیرز، ذریعہ لارڈ واٹسن (۱۸۹۵ء) اے سی صفحات ۵۴ و ۵۳۶ ۔

لارڈ پیزانس اور لارڈ واٹسن نے، جس طور سے توطن کا حوالہ دیا ہے، اس سے فی الحقیقت یہہ سمجھا جائے گا، کہ ان دونوں کا مقصد ان ذاتی حدود اختیارات (Personal jurisdiction) سے تھا، جو حیثیت کے معاملات میں، فیصلہ کن ہوتے ہیں، اور طلاق کا اثر حیثیت پر پڑنا لازمی ہے۔ محض زوجین کے توطن انگلستان ہونے یا نہونے کی بنا پر، انگریزی عدالتیں، ان کی طلاق کی منظوری کے اختیار کی، دعویدار ہوں یا نہوں، مگر یہہ امر ضرور ہے، کہ وہ، اس طلاق کو منظور کریں، جو ان عدالتوں سے، صادر ہوئی ہو، جو زوجین کی قومیت کی بنا پر، ان پر حکومت کا دعوی رکھتی ہیں؛ خواہ ان کا توطن، کہیں کا ہو، اور ان کو، وہ طلاق بھی منظور کرنی پڑے گی، جو ایسی عدالت سے صادر ہوئی ہو، جس کے محکوم، فریقین، بذاتی طور سے نہ تھے، مگر وہ، ایسے ملک میں، جائز متصور ہوتی ہے، جس کے ماتحت، بروقت آغاز کارروائی، شوہر، توطن یا قومیت کی بنا پر تھا، بشرطیکہ، اس ملک میں، ماتحتی کیلئے؛ یہہ وجہ کافی متصور ہوتی ہو۔ مقدمہ آرمیٹیج بنام اٹارنی جنرل، و گلک بنام گلک (۱۹۰۶) پی ۱۳۵ جج، گورل بارنس ؒ

مگر انگریزی عدالتیں، اس طلاق کی منظوری نہیں دیسکتیں، جو ایک مسلمان، ہندوستان میں، اپنی انگریزی بیوی کو دے، جس کے ساتھ، اس نے، انگلستان میں نکاح کیا ہو، اگرچہ طلاق 87
مذکور، ہندوستان کی اسلامی جماعت میں، جس کا شوہر ایک فرد ہے، جائز متصور ہوتی ہو۔

یکطرفہ، میر انورالدین (۱۹۱۷) ۱۔کے۔بی ۸۸۲ عدالت مرافعہ (سوئنفن ایڈی۔ بینکز۔لارنس۔ اے۔ بی۔ جنھوں نے چیف جسٹس ریڈنگ اور جسٹس ڈارلنگ، اور برنے کے فیصلہ کو بحال رکھا)۔

اس مقدمہ میں، ایک مسلمان باشندہ ہندوستان نے، جس کا توطن وہیں کا تھا، ایک انگلستان کی عورت کے ساتھ ایک انگلستان کے رجسٹری کے دفتر میں نکاح کیا۔ نکاح کے بعد، وہ اپنی زوجہ سے علحدہ ہوکر ہندوستان چلا گیا۔ عورت نے وہاں اس کے پاس جاکر رہنے سے، انکار کیا۔ شوہر نے، اعادہ حق شوہری کی ایک ڈگری، ہندوستان میں حاصل کی، جس کی تعمیل نہیں ہوئی۔ اسکے بعد اس نے مسلمانوں کے قانون کے مطابق، اپنی زوجہ کے پاس، ایک تحریری طلاق نامہ بھیجدیا۔ انگلستان میں، دوبارہ واپس ہونے پر، اس نے، طلاق کی درخواست

پیش کی، جو اس بنا پر، نامنظور ہوئی، کہ اس کا توطن انگلستان کا نہ تھا۔ اس لئے اس نے، انگلستان کے ایک رجسٹرار سے، پھر نکاح کرنے کی غرض سے، ایک اجازت نامہ کی درخواست کی؛ یہہ درخواست، اس بنا پر نامنظور ہوئی، کہ اس کے نکاح میں، جائز موانع موجود تھے۔

ڈویژن اور مرافعہ کی عدالت نے، رجسٹرار کے فیصلہ کو، بحال رکھ کر، یہہ تجویز کیا، کہ نہ کوئی ایسا اصول پایا جاتا ہے اور نہ کوئی اجازت — کہ وہ نکاح، جو انگلستان میں منعقد ہوا ہو، انگریزی قانون کے مطابق، بغیر کسی عدالتی ڈگری کے، محض شوہر کے مذہبی قانون کی بنا پر، منسوخ ہو سکے۔ ایک انگلستان کی عورت، نکاح کی بنا پر، اپنے شوہر کے توطن کی تبیع، اور وہاں کے قانون کی پابند، ہو جاتی ہے؛ لیکن اگر وہ عیسائی ہے، تو وہ نکاح سے، اپنے شوہر کا غیر عیسوی مذہب، نہیں اختیار کر لیتی، اور نہ، اس مذہب کے مخصوص قانون کی، پابند ہوتی ہے۔ اگر مسلمان شوہر نے، طلاق کی منظوری کسی ہندوستان کی عدالت سے، حاصل کر لی ہوتی، تو انگلستان کی عدالت، مقدمہ اٹارنی جنرل بنام ارسکیج کے حوالہ سے، اس کو تسلیم کر کے، نکاح کو منسوخ تصور کرتی؛ مگر ہندوستان کی عدالتیں، صرف اسی صورت میں، طلاق کی منظوری دے سکتی ہیں، جبکہ زوجین، ایک مذہب کے پابند ہوں؛ اور اس مقدمہ میں، تو کسی ڈگری کی، درخواست ہی نہیں کی گئی تھی۔

مقدمہ اسکنر بنام اسکنر (۱۸۹۷) اے ۲۵ صفحہ ۳۴ میں لارڈ واٹسن نے، امور زیر بحث مقدمہ سے علحدہ یہہ ریمارک کیا، کہ ایک مسلمان شوہر، جو اپنی زوجہ کو، طلاق دینا چاہتا ہے، وہ، اپنے مذہبی قاعدہ سے دے سکتا ہے؛ مگر یہہ طلاق، خواہ وہ، اسلامی ملک میں جائز ہی کیوں نہ متصور ہو، انگلستان کی عدالتوں میں ایسی عورت کی تنسیخ نکاح کیلئے، کافی نہ سمجھی جائے گی، جس کا نکاح، انگلستان میں، اس معنوی قرارداد کے ساتھ ہوا ہو، کہ وہ، اس کی تنہا اور مستقل زوجہ رہے گی؛ اور ایسی زوجہ نہیں متصور ہوگی، جس کو، شوہر، جس وقت چاہے علحدہ کر دے۔

طلاق کے مقدمہ میں، مرافعہ علیہ کے، کسی عدالت میں، بلا عذر و اعتراض، حاضر ہو جانے سے، اس عدالت کو، اختیارات نہیں حاصل ہو جاتے۔ اگر طلاق، ایسی ہے، جو شوہر کے

ملک توطن میں، تسلیم نہیں کی جاتی؛ تو انگریزی عدالتیں، مطلقہ کے عقد ثانی کو، شوہر کی درخواست پر، منسوخ کردیں گی، بشرطیکہ وہ برطانیہ کا متوطن رعایا ہوگا۔ مقدمہ کاس بنام کاس (۱۹۱۰) ۱۰۸-ایل-ٹی-۷۰۰-۲۹-نج، بنگھام۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ مقدمہ ولسن بنام ولسن میں، نکاح امریکہ یا بیرون ملک، واقع ہوا تھا؛ اور شوہر نے، جو کہ دخواست گزار تھا، نکاح کے واقع ہونے کے بعد انگلستان کا توطن اختیار کیا تھا، اور زوجہ انگلستان میں، کسی وقت بھی نہ تھا، ظاہر ہوتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس مقدمہ نے، انگلستان کیلئے، جیسا کہ مقدمہ وارنڈر بنام وارنڈر نے، اسکاٹ لینڈ کے لئے، یہہ فیصلہ کردیا، کہ ۱۔ زوجہ کے خلاف، اختیار طلاق کے معاملہ میں، اس امر کا امکان ہے، کہ اس کا توطن، ایک قانونی قاعدہ کی بنا پر، قرار دیدیا جائے۔ جب اس قانون میں، جس کے تحت میں، طلاق دی گئی ہے، اس امر کی ممانعت ہو، کہ زوجین میں سے، کوئی شخص، ایک مدت معینہ کے اندر، نکاح نہیں کرسکے گا؛ تو ان کا نکاح اس مدت کے ختم ہونے تک، پوری طور سے، منسوخ نہیں متصور ہوگا۔ وارنڈر بنام وارنڈر (۱۸۹۰) ۱۵-اپی-۲-۱۵۲-نج-ہنیین-میں، یہہ کہا جاسکتا ہے، کہ معینہ مدت کے اندر، انکی ناقابلیت نکاح، انکی حیثیت کا، ایک جزو ہے؛ اور وہ، دوسری حدود واراضی میں بھی، ان کے ساتھ لگی رہتی ہے؛ لیکن جس حالت میں، صرف خاطی فریق کے لئے، ایسی ممانعت کی گئی ہو، تو وہ، ممانعت تعزیری متصور ہوگی، اور اس فریق کے ساتھ، انگلستان میں، قائم نہیں رہ سکے گی۔ اسکاٹ بنام اٹرنی جنرل (۱۸۸۶) ۱۱-پی-ڈی-۱۲۰-نج-ہنیین...فیصلہ کی توضیح مقدمہ وارنڈر بنام وارنڈر میں ہوچکی ہے۔

دفعہ ۴۶ اس اصول میں کہ "آپ (انگریزی) عدالتیں، تنسیخ نکاح کی ڈگری، ایسی حالتوں میں نہیں صادر کرتیں، جن میں، فریقین، اس ملک کے متوطن نہوں" اسقدر اضافہ ہونا چاہیئے سوائے بجز ایسی زوجہ کے حق میں، جس کو اسکے شوہر نے چھوڑ دیا ہو، یا جس کے شوہر نے اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہو، کہ اس کو علحدہ رہنے کا حق پیدا ہوگیا ہو، اور جو چھوڑنے یا علحدہ رہنے کی مستحق ہونے کے وقت تک، اپنے شوہر کے ساتھ اس ملک کی متوطن ہو۔ جسٹس گورل بارنس، بمقدمہ آرمیٹیج بنام آرمیٹیج (۱۸۹۸) پی

88

ڈی ۸، صفحہ ۱۰۵ ۔ لکھتے ہیں کہ:۔ مقدمہ متذکرہ میں "امریکہ کے اس اصول سے، مدد لئے بغیر، کہ ایسے حالات میں، زوجہ کو، ایسے ملک میں، جس میں اس کا ازدواجی گھر تھا، توطن کا حق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس ظلم کو، دفع کرنے کے لئے، جو عورت کو، شوہر کے ساتھ ساتھ، ایک ملک سے دوسرے ملک میں، منتقل ہونے سے، عائد ہو سکتا ہے، یہہ کہا جا سکتا ہے، کہ شوہر کو، بہ اغراض مقدمہ، اس عذر کی اجازت نہیں دیجا سکتی، کہ اس نے، اس ملک کا، توطن چھوڑ دیا ہے"۔ اور نیز دیکھو: ان کے ریمارک، مقدمہ بارٹر بنام بارٹر (۱۹۰۶) پی ۲۱۶ پر مقدمہ اگڈن بنام اگڈن (۱۹۰۸) پی - ۸، پر

یہہ قاعدہ اختیار کرلیا گیا ہے، اور بعد کے مقدمات، اسٹاتھاٹوس بنام اسٹاتھاٹوس (۱۹۱۳) پی - ۴۶ - جج، ڈین پر، و مقدمہ ڈی مانینگ بنام مانینگ (۱۹۱۳) پی ۱۵۴ جج، ایوانس، نیز، اس کی توسیع ہوئی:۔ مقدمہ اول الذکر میں، یہہ تجویز ہوی کہ "مناسب حالات میں، یہاں کی عدالتوں کو، لازم ہے، کہ ایسے مقدمہ میں، جو بغرض طلاق، زوجہ کی طرف سے، دائر ہوا ہو، اختیارات عدالتی، اپنے ہاتھ میں لے، اور اسکو بجائے خود، اس ملک کا متوطن قرار دیکر، مقدمہ کی سماعت کرے"۔ زوجہ، نکاح کے وقت، جو ایک ملک غیر کے، باشندہ کے ساتھ ہوا تھا، انگلستان کی متوطن تھی۔ شوہر نے، ملک غیر کے توطن کی حالت میں، تنسیخ نکاح کی ڈگری، حاصل کی، جو زوجہ کے حق میں، مانع طلب چارہ کار تھی، بعدہ وہ، انگلستان میں واپس آکر، متوطن ہوئی، اور وہاں کی عدالت نے، اس کے حق میں، تنسیخ نکاح کی ڈگری منظور کی۔

انگلستان کی، اس عورت کے حق میں، جو ایک بیرونی متوطن کی منکوحہ ہو، طلاق کا منظور کرنا، اصولاً قابل اعتراض ہے۔

ازدواجی مقدمات کے مسودہ میں، جو سنہ ۱۹۲۰ء میں، اس غرض سے، ہوس اوف لارڈز میں پیش ہوا تھا، کہ اس شاہی کمیشن کی، سفارشوں پر عمل ہو سکے، جو جنگ کے قبل، قانون طلاق کی اصلاحات کے متعلق، رپورٹ کر چکا تھا، تجویز ہوی تھی، کہ دفعہ ۵ میں ایک جدید استثنا حسب ذیل قائم کیا جائے:۔

دفعہ ۵ ہائیکورٹ کے اختیارات: طلاق کے معاملات میں

89

ان مقدمات تک محدود رہیں گے، جن میں زوجین، انگلستان اور ویلز کے متوطن ہوں، لیکن، اگر زوجہ کو، شوہر نے، چھوڑ دیا ہے؛ یا اس کا شوہر کسی قانون کی رو سے، جو ممالک غیر کے باشندوں کو، ملک سے خارج کر دینے کیلئے، نافذ الوقت ہو، ملک سے خارج کر دیا گیا ہو — اور قبل چھوڑنے یا خارج کئے جانے کے، اس کا توطن، انگلستان یا ویلز کا تھا؛ تو زوجہ کا توطن، اس ایکٹ کے اغراض کے لئے، وہی سمجھا جائے گا، جو اسکا چھوڑ دینے یا خارج کئے جانے کے قبل تھا۔ اس میں شک نہیں کہ لارڈ چیف جسٹس برٹ نے مقدمہ نیبوٹ بنام نیبوٹ میں، جو مقدمہ لامیرز بنام لامیرز سے پہلے کا تھا، اسی استثنا کو نہایت زور کے ساتھ پیش کیا تھا؛ اگرچہ انکوا پنے شرکاء سے توطن کے بارہ میں جو باشرکت تغیر نے مقدمہ موخرالذکر میں امر قابل لحاظ قرار پا چکا تھا، سخت مخالفت کرنی پڑی تھی۔ قدیم نظائر میں ایک عورت کو طلاق کی منظوری انھیں حالات میں دیگئی تھی، جن کی صراحت استثنا متذکرہ بالا میں موجود ہے مگر اسکی بنیاد اسکی ملکی قومیت (Political nationality) پر قائم کیگئی تھی جو برطانیہ کی تھی۔ مقدمہ ڈک بنام ڈک (۱۸۶۰) ۲۔ ایس و ٹی ۹۰ - جج کرس ویل۔ مارٹن - ولسن جنہوں نے اسیدن مقدمہ ڈک بنام ڈک کو اس مقصد کیلئے کارآمد ہونیکی نسبت اپنا شک ظاہر کیا، اور یہ لکھا کہ مقدمہ بانڈ بنام بانڈ ۲۔ ایس و ٹی ۹۳ بعینہ یہی مقدمہ تھا اگرچہ اس میں صرف زوجہ کی انگلستان کی سکونت یا توطن موجود نہ تھا؛ اور مقدمہ سیٹو تھیوڈور بنام سیٹو تھیوڈور (۱۸۷۹) ۵ پی۔ ڈی ۷۹ جج فلمور میں اگرچہ ازابتدا تا انتہا، توطن بیرونی تھا، مگر عورت کو طلاق کی منظوری دیگئی، جو شوہر کے انگلستان سے چلے جانے کے بعد بھی انگلستان میں قیام پذیر رہی، جس صورت میں، عورت چھوڑ دیجانے کے بعد آکر انگلستان میں رہی طلاق کی منظوری سے انکار کر دیا گیا۔ مقدمہ لی سور بنام لی سور (۱۸۷۶) ایل۔ ڈی۔ ۱۳۹ اج فلیمور۔

دفعہ ۴۶ (الف) جس صورت میں انگلستان میں نکاح جائز متصور ہوتا ہو، مگر شوہر کے ملک میں تسلیم نہ کیا جاتا ہو جس کی وجہ سے زوجہ وہاں طلاق نہیں حاصل کر سکتی۔

اور یہہ صورت بآسانی واقع ہو سکتی ہے جبکہ ایک بیرونی شخص ایک انگلستان کی عورت سے نکاح کے مراسم ادا کرتا ہے؛ پس اگر نکاح کی قابلیت کا انحصار ذاتی قانون پر اس ملک میں نہیں تسلیم کیا جاتا تو (انگلستان میں) زوجہ کو ایسے نکاح کی تنسیخ کے لئے جو یہاں تسلیم کیا جاتا ہے" دعوی کی اجازت دینا معقول اور مناسب ہوگا۔۔۔۔۔۔ بشرطیکہ مقدمہ میں ایسے وجوہ موجود ہوں جن کی بنا پر وہ طلاق کی اس صورت میں مستحق ہوتی جبکہ اس کا شوہر اپنی زوجہ سے ملک کا متوطن ہوتا" سر گورل برنس (لارڈ گورل) بمقدمہ اگڈن بنام اگڈن [۱۹۰۸] پی ۸۳۔

دفعہ ۴۶ (ب) عدالت کا اختیار سماعت شریک مدعی علیہ (نالش طلاق میں ملزم زنا) پر ہرجہ اور اخراجات کے بارہ میں ایسے مقدمات میں جو اس ملک میں باضابطہ طور سے دائر کئے جائیں متوطن یا اتباع (Allegiance) یا قیام پر منحصر نہیں ہے اگر بیرونی شریک مدعی علیہ پر سمن کی تعمیل انگلستان میں ہوئی ہے، تو محض اس بنا پر عدالت ہذا کو اس پر اختیار سماعت حاصل ہے اس سمن کی تعمیل بیرون ملک بھی بلا لحاظ قومیت کے ہو سکتی ہے۔ جو قانون بیرون ملک سمن کی تعمیل کی اجازت دیتا ہے، وہی عدالت ہذا کو اس کے متعلق اختیار سماعت بھی عطا کرتا ہے مناسب مقدمات میں عدالت ہذا اس بارہ میں اختیار تمیزی کو کام میں لا کر ایسے شریک مدعی علیہ کو جو بیرون ملک کا توطن رکھتا ہو مقدمہ سے خارج یا اس کی حاضری معاف کر سکتی ہے، لیکن خود اس کو یہہ حق نہیں ہے کہ وہ مقدمہ سے خارج کئے جانے کا دعوی کرے۔

سر سموئیل آیوانس بمقدمہ رمینٹ بنام رمینٹ و اسٹورٹ؛ مقدمہ چیپمین بنام چیپمین و لیسٹ [۱۹۱۰] پی ۱۷، صفحہ ۲۹۲؛ مقدمہ رشن بنام رشن و پانمنٹا (ڈیوک پی) میں یہہ فیصلہ پسند کیا گیا؛ اور سی۔ اے۔ اسٹرنڈیل ایم آر نے اسکی تائید کی؛ اور نیز
90 ملاحظہ ہو مقدمہ فلیپ بنام باتھو [۱۹۱۳] ۳ کے۔ بی ۲۵۔ جج اسکروٹن جس میں وہ ہرجہ جو ہندوستان کی ایک عدالت نے ایسے شریک مدعی علیہ سے دلوایا تھا جو اسکے حدود ارضی سے باہر تھا ایک کارروائی میں جو ایسے ہی ہندوستانی فیصلہ پر مبنی تھی، انگلستان میں واجب الوصول قرار پایا۔ اس سے قبل کے مقدمات میں یہ تجویز ہوئی تھی کہ عدالت کو ایسے شریک مدعی علیہ پر جس کی سکونت ملک غیر میں ہو کوئی اختیار نہیں ہے؛

اور اس لئے مدعی کو اپنا مقدمہ بغیر اس کی شرکت کے چلانا چاہیے۔ مقدمہ لیوی بنام لیوی و ڈی رونس [۱۹۰۸ء] پی ۲۵۶ و بوجر بنام بوجر ایضاً ۳۰۰۔ لیکن بعد کے فیصلوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدالتیں اپنے حدود و اختیارات کو ایسی حالت میں کہ اصل فریقین مقدمہ ان کے ماتحت ہوں انہی کارروائیوں میں توسیع دینے کی طرف مائل ہیں۔

دفعہ ۴۷ اگر اس معاملہ پر بجائے قانونی اصول کے تمدنی لحاظ سے نظر ڈالی جائے تو اس میں شبہہ عائد ہو سکتا ہے کہ آیا یہ امر ضروری ہے کہ عدالتی افتراق' اور طلاق' کے اختیارات میں کوئی فرق نہ کیا جائے اور وہ ایک ہی رہیں۔ عدالتی افتراق' (judicial separation) کی ڈگری میں فریقین میں زوج اور زوجہ کے تعلقات بدستور قائم رہتے ہیں؛ صرف فریق متضرر کو ان مضرات سے جو ان تعلقات کی بنا پر عائد ہوتے ہیں تھوڑا سا امن ملجاتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو جو اس ملک میں رہتے ہیں اس سے بحالت قیام ملک متمتع ہونے کی اجازت دینا قرین عقل معلوم ہوتا ہے۔ گو یہ امر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان کے نکاح کی تنسیخ کا اختیار صرف ان کے ملک یا توطن کی عدالتوں کو حاصل ہے؛ اس کے اظہار میں جس کو جسٹس گورل بارنس نے مقدمہ آرمیٹیج بنام آرمیٹیج [۱۸۹۸ء] پی۔ ڈی ۸، صفحہ ۱۹۱ میں پسند کیا تھا مجھ کو بطور اصول قانون کے اس وجہہ سے تامل تھا کہ لارڈ جسٹس برٹ نے مقدمہ نیبوٹ بنام نیبوٹ میں یہ تجویز کی تھی کہ دو توطن کا قاعدہ کلیتاً عدالت کے ایسے چارہ کار کی منظوری کے اختیارات سے متعلق ہے جو کسی طرح بھی فریقین کے ان تعلقات میں خلل انداز ہوں جو بروے قانون انکے باہمی ازدواج سے پیدا ہوتے ہوں؛ اور اس لئے میرے نزدیک قاعدہ مذکور عدالتی افتراق اور اعادہ حقوق شوہری کے مقدمات پر بھی حاوی ہے۔ البتہ میرا یہ خیال نہیں ہے کہ نکاح کی ناجوازی کے اعلان یا نکاح کے متعلق غلط بیانی کے مقدمات سے بھی وہ متعلق ہے'' ۴۴۔ پی۔ ڈی۔ ۱۹۔ لیکن جوڈیشل کمیٹی نے ذریعہ لارڈ واٹسن لامیر بنام لامیر میں اس سے بالکل مختلف رائے اختیار کی ہے۔ انھوں نے لکھا کہ اس میں کچھ کلام نہیں ہو سکتا کہ ازدواجی شکایات اور عوارض کا علاج تنسیخ نکاح کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے جو قانون بین الاقوام (Jusgentium) کے اصول پر اس ملک کی عدالتیں ایسے زوجین

کے مقابلہ میں استعمال کرسکتی ہیں جن کا توطن کہیں اور کا ہو بشرطیکہ وہ فی الوقت اس ملک میں رہتے ہوں۔ فرض کرو کہ ایک شوہر اپنی زوجہ کو چھوڑ دیتا ہے، اگرچہ ان کا قیام اس ملک میں عارضی ہی کیوں نہ ہو، مگر یہاں کی عدالتیں شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کرسکتی ہیں۔ اور ایسی صورتوں میں کہ ان کا قیام اس ملک میں زیادہ تر مستقل طریقہ کا ہو، اور شوہر اپنی زوجہ کے ساتھ ایسا بیرحمانہ برتاؤ کرے کہ اس کا شوہر کے ساتھ رہنا محال ہو جائے، تو 51
قانون بین الاقوام کے ماہرین کا غلبہ آرا اور عام عملدرآمد یہی ہے کہ اس مقام کی عدالتیں جہاں زوجین مقیم ہیں، بلالحاظ ان کے توطن کے عدالتی افتراق کا چارہ کار دینے کی مجاز ہیں۔
مقدمہ آرمیج بنام آرمیج وبعدہ بمقدمہ انگھینلی بنام انگھینلی [۱۹۱۸] پی ۲۴۷ - سی اے - بج سونفن ایڈی ایم آر ڈیوک وو آرنگٹن میں اس اصول کے مطابق عمل کیا گیا، اور اب اس کو انگریزی عدالتوں کا قانون سمجھنا چاہیے۔ موخرالذکر مقدمہ میں شوہر کا توطن اٹلی کا تھا مگر زوجین آغاز کارروائی مقدمہ کے وقت انگلستان میں مقیم تھے، اور زوجہ کا نکاح سے قبل انگلستان میں توطن تھا۔ عدالت نے افتراق کی ڈگری دی اور اس کو طلاق کے مقدمہ سے اس بنا پر ممیز کیا کہ بظاہر عدالتی افتراق سے حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

نیز دیکھو مقدمہ کرچین بنام کرچین [۱۸۹۷] ۷۸ ایل۔ ٹی ۸۶ - بج جین،
ریرا بنام ریرا [۱۹۱۴] ۱۱۲ ایل۔ ٹی ۲۲۳ - بج ڈین،

دفعہ ۴۸ انگریزی عدالتیں اعادہ حقوق شوہری کی ڈگری دینے کی مجاز ہیں، جبکہ آغاز کارروائی مقدمہ کے وقت، فریقین انگلستان میں بود و باش رکھتے ہوں۔

اس سوال کے متعلق کہ آیا توطن اس اختیار کی بنیاد قائم کرنے کیلئے لازم ہے؟ سب کا اتفاق ہے کہ اس معاملہ میں اسی طریقہ پر کارروائی ہونی چاہیے جیسی کہ عدالتی افتراق میں ہوتی ہے۔ مقدمہ نیبوٹ بنام نیبوٹ میں لارڈ چیف جسٹس ٹرنیٹ نے ان دونوں مسائل کو طلاق کے مماثل قرار دیا (صفحہ ۴۷)۔ مقدمہ لامیرز بنام لامیرز میں لارڈ واٹسن نے ان میں سے کسی ایک کا بھی بصراحت تذکرہ نہیں کیا، اور مقدمہ آرمیج بنام آرمیج میں جسٹس گورل بارنس نے اگرچہ ان کے سامنے جو مقدمہ پیش تھا وہ صرف عدالتی افتراق کا تھا، بدلائل یہ ظاہر کیا کہ ان کے نزدیک اعادہ حقوق شوہری کے مقدمات بھی صرف بود و باش کی بناء پر مسموع ہو سکتے ہیں ([۱۸۹۸] پی صفحات ۱۹۲، ۱۹۳) مقدمہ ڈکس بنام ڈکس

[۱۸۹۹] پی۔ ۲۷۵ ۔ و مقدمہ سٹیمین بنام سٹیمین [۱۹۱۰] پی۔ ۲۳۶ میں اس جج کی یہہ رائے تھی۔ اور مقدمہ پیرن بنام پیرن [۱۹۱۴] پی۔ ۴۵ میں اس کا اتباع جج آیوانس نے کیا۔

اسی بارہ میں قدیم مقدمات یہ ہیں۔ نیوٹن بنام نیوٹن (۱۸۸۵) ۱۱۔ پی ڈی ۱۱۔ جج ہینن و تھارنٹن ۱۸۹۰ پی۔ ڈی۔ ۱۷۶۔ جج کاٹن۔ پوٹن و فراتی جنہوں نے جج کی رائے کی تائید کی۔ ان مقدمات کی نسبت یہہ کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ میں طلاق بحوالہ مقدمہ نیوٹ بنام نیوٹ محض بربنائے بود و باش اندرون اختیار سماعت عدالت متصور ہوتی تھی۔

دفعہ ۴۸ میں جس دوسرے امر کا ذکر ہے یعنے یہہ کہ اختیار عدالت کو قائم کرنے کیلئے صرف ایک فریق کی بود و باش کافی نہیں ہے اسکے متعلق مقدمہ فائر برسیس بنام فائر برسیس ہے (۱۸۷۸) ۴۔ پی۔ ڈی ۹۳۔ جج ہینن اس مقدمہ میں ان مشکلات کی بنا پر جو عدالتی ڈگریوں کو ایسے مرافعہ علیہم کے خلاف تعمیل کرانے میں پیش آتی ہیں جو نہ اس ملک کے متوطن اور نہ ساکن ہوں اور یہ مشکلیں بعض صورتوں میں محالات کی حد کو پہنچ جاتی ہیں۔ یہہ لکھا گیا تھا کہ یہی وجہ ہے کہ اس شوہر کے مقابلہ میں جس نے اپنی زوجہ کے ازدواجی حقوق اس ملک کے زمانہ قیام میں ادا نہیں کئے اختیار سماعت کا دعوی نہیں کیا جا سکتا تاہم اگر وہ زوجہ جو انگلستان میں چھوڑ دی گئی ہو وہیں رہنے تو بظاہر وہ اس کی مجاز معلوم ہوتی ہے کہ اعادہ حقوق ازدواجی کیلئے اپنی بود و باش کے لحاظ سے ان قطعی قواعد کے استثنا کے اصول پر جو دفعات ۴۔ ۴۶ الف اور ۴۷ میں بیان کئے گئے ہیں دعوی دائر کرے۔ مقدمہ سٹیمین بنام سٹیمین (حسب سابق) اس کا موید ہوتا اگر اس مقدمہ میں یہہ صاف طور سے معلوم ہوتا کہ شوہر نے اپنا توطن تبدیل کر دیا تھا۔ اور یہہ اصول مقدمہ بلورٹن بنام بلورٹن (۱۸۵۹) آئی۔ ایس وٹی ۴ ۔ ۵۔ جج کرسٹویل کے خلاف نہیں ہے اس میں یہہ قرار پایا تھا کہ زوجہ اعادہ حقوق ازدواجی کی ڈگری نہیں پاسکتی کیونکہ شوہر نہ اس ملک کا متوطن ہے اور نہ یہاں بود و باش رکھتا ہے اگرچہ زوجہ چھوڑ دئے جانے کے بعد سے یہیں اقامت گزیں ہے۔

جس حالت میں زوجین میں سے نہ کسی کی بود و باش انگلستان کی ہو۔ 92

اور نہ توطن، تو یہہ امر صاف ہے کہ انگریزی عدالتیں کوئی ڈگری اعادہ حقوق ازدواجی کی صادر نہیں کرسکتیں۔ مقدمہ ڈی کا سٹے جیمیس بنام میکلیبرگ [۱۹۱۴] پی - ۵۳ - جج ایوانس۔

مقدمہ بیرن بنام بیرن (بحوالہ سابق) میں جج ایوانس نے مفصلہ ذیل عملی قواعد تعمیل سمن وغیرہ کے متعلق قائم کئے۔

اعادہ حقوق ازدواجی کے مقدمات میں جب عرضی دعوی میں یہہ بیان کیا جائے کہ بروقت ارجاع نالش، فریقین انگلستان کے متوطن تھے، یا بروقت علیحدگی، انکی ازدواجی سکونت، انگلستان کی تھی، یا بروقت ارجاع نالش، دونوں انگلستان میں مقیم تھے۔ تو عرضی دعوی اور سمن کی تعمیل، ہر فریق پر ممالک محروسہ انگلستان کے اندر اور باہر ہوسکے گی۔

جب کوئی مقدمہ اعادہ حقوق ازدواجی کا باضابطہ طور سے دائر ہو اور اس میں کوئی ڈگری صادر ہو، تو اسکی تعمیل ممالک محروسہ انگلستان کے اندر اور باہر دونوں جگہہ ہوسکے گی۔

اگر ڈگری کی عدم تعمیل کی وجہہ سے کوئی مزید کارروائی کرنی پڑے تو مدعیہ پر لازم ہوگا کہ وہ عدالت کو اس امر کا اطمینان دلائے کہ مدعی علیہ پر تعمیل ایسے مقام پر ہوئی ہے جہاں سے وہ ڈگری کی مدت مقررہ کے اندر اپنی زوجہ کے پاس باآسانی پہنچ سکتا تھا۔ مقدمہ مثیمن بنام مثیمن [۱۹۰۱] پی - ۱۳۶ - جج گورل بارنس۔ نیز دیکھو ڈکس بنام ڈکس [۱۸۹۹] پی - ۲۷۵ - جج گورل بارنس۔

اعادہ حقوق ازدواجی کی ڈگری کی تعمیل قائم مقامی (Substitued Service) ایسی حالت میں کہ مدعی علیہ کا پتہ نہ تھا کافی تصور ہوئی۔ مقدمہ پامر بنام پامر [۱۹۲۱] ڈبلو - این ۷۴ - جج ہارج۔

دفعہ ۴۹ نکاح کی ناجوازی کے استقرار اور ازدواج کے متعلق جھوٹے دعوی کے مقدمات میں انگریزی عدالتوں کا اختیار سماعت مدعی علیہ کے قیام انگلستان سے کافی طور پر قائم ہوجاتا ہے، بشرطیکہ وہ قیام بغرض ملاقات یا مسافرانہ طریقہ پر نہ ہوا ہو اور نہ اس مقدمہ کی اغراض سے اختیار کیا گیا ہو۔

مقدمہ لیمیس بنام ڈارمر (۱۸۵۱ء) ج ۹ فسٹی و (۱۸۵۲ء) ج ۲ ڈواڈسن ۲۰ آبر ٹن ۵۰۵ "مصنوعی نکاح کی ناجوازی کی ڈگری اسی درجہ عام ہے (in rem) جیسی طلاق کی؛ اور اس کے ساتھ وہی تمام نتائج لگے ہوئے ہیں۔ ایسے مقدمہ میں توطن کس طرح معیار اختیار سماعت قرار دیا جاسکتا ہے؟ فرض کرو کہ وہ عورت جو زوجہ بیان کیجاتی ہے، مدعیہ ہے۔ اس کا توطن اسی امر پر منحصر ہوگا جو مقدمہ میں زیر بحث ہے۔ اگر فی الحقیقت اس کا نکاح ہوا ہے تو اس کا توطن وہی ہوگا جو اسکے شوہر کا ہے اگر نکاح نہیں ہوا ہے تو اس کا توطن وہی قرار پائے گا جو سابق میں تھا۔" لارڈ جسٹس جیمس بمقدمہ نیوٹ بنام نیوٹ ۱۸ پی۔ ڈی۔ ۹ ۴ اور ایسے مقدمہ میں لارڈ جسٹس بریٹ کی رائے کا انتخاب دیکھو زیر دفعہ ۴۷۔ اس طور سے بحث متذکرہ صفحہ ۹۰ کی دونوں صورتیں اس معاملہ میں متفق ہوجاتی ہیں لیکن اگر وہ عورت جو زوجہ کہی جاتی ہے، مدعا علیہا ہے اور نکاح کی مقر ہے تو وہ خود اپنے بیان سے مدعی کے توطن کی عدالت کا زیر حکم ہونا تسلیم کرتی ہے جیسے بنام ڈینکل (۱۹۲۲ء) ایڈمس ۵ صفحہ ۱۹ - زج نیکال بمقدمہ رابرٹس بنام برنیس [۱۹۰۲] پی ۱۴۳ نج جس میں یہ لکھا گیا کہ ایک عورت کے مقدمہ میں جو ناجوازی نکاح کے متعلق ہو اختیار سماعت ہاتھ میں لینے کیلئے بجز اس کے کوئی دوسری بنا نہیں ہوسکتی کہ نکاح ہونے کے بعد فریقین نے کچھ عرصہ تک انگلستان میں باہم زندگی بسر کی تھی مگر یہ مقدمہ ایسا تھا جس میں فریق ثانی کی طرف سے کوئی پیروی نہیں ہوئی تھی۔ 93

مقدمات استقرار یا اعلان ناجوازی نکاح میں بھی انگلستان کی عدالتوں نے اختیار سماعت کو اس بنا پر اپنے ہاتھ میں لیا ہے کہ وہ نکاح جس کا وقوع پذیر ہونا زیر بحث ہے اس ملک میں واقع ہوا تھا۔ مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا محض اس بنیاد پر اب بھی ایسے اختیار کا جائز ہونا تسلیم کیا جائیگا۔ مقدمہ ڈی کا سے جیمس بنام ٹیکلنبرگ (حوالہ حسب سابق)

"یوں نے استقرار جواز نکاح سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ فریقین میں سے کسی کا توطن اور نہ سکونت انگلستان کی تھی اور یہ لکھا کہ محض اس واقعہ سے کہ نکاح،

انگلستان میں ہوا تھا اور درخواست گزار بروقت ارجاع کارروائی یہاں مقیم تھا، اس عدالت کو یہ اختیار نہیں حاصل ہو جاتا کہ وہ نکاح کے جائز ہونے کی ڈگری صادر کر سکے"۔ نکاح کی صحت کے استقرار کیلئے فطرتاً اسی ملک کی عدالت موزوں ہے جہاں انکا ازدواجی توطن ہو۔ اس مقدمہ میں شوہر کے توطن کی عدالت نے نکاح کو کالعدم قرار دیا تھا۔ اگر عدالت مذکور نے ایسا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ اختیار سماعت، جو نکاح کے انگلستان میں منعقد ہونے کی وجہ سے حاصل ہو جاتا ہے، تسلیم کر لیا جاتا مگر اس فیصلہ کے مدنظر استقرار ناجوازی کے مقدمہ میں جو عدالت مقام معاہدہ پر مبنی ہو، کسی اختیار کا کام میں لایا جانا نہایت مشتبہ ہے ؎۔

مقدمہ سموئن بنام مالک (۱۸۶۰) ۲-ایس و ٹی، ۶۷ میں جج کرسول نے، اختیار سماعت کو ایسے مدعی علیہ کے معاملہ میں ثابت قرار دیا جو نہ انگلستان کا متوطن اور نہ ساکن تھا، اور نہ انگریزی رعایا تھا، جس کی تعمیل بھی اس پر بیرون ملک ہوئی تھی۔ محض اس بناء پر کہ جب فریقین انگلستان میں معاہدہ کرنے کا اقرار کرتے ہیں، تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ باہم اس پر متفق ہو گئے تھے کہ اس معاہدہ کی تعمیل اور اثرات کے تصفیہ کا حق انگریزی عدالتوں کو حاصل رہے گا (صفحہ ۷۷)۔ جج موصوف نے قدیم نظاریہ عدالت مدعی علیہ (Forum reigestae) کی تائید میں پیش کئے، ان کے خیال میں اسکی تائید کامن لا کے ضابطہ کے ایکٹ ۱۸۵۲ء کی دفعہ (۱۹) سے بھی ہوتی ہے۔ مگر چونکہ ان مقدمات میں جن سے سپریم کورٹ کے قواعد ۱۸۸۳ء متعلق ہوتے ہیں، عدالت مقام انعقاد معاہدہ (Forum cotractus Celebrati) کا لحاظ نہیں کیا جاتا تو کیا وہ عدالت ان مقدمات پر بھی حاوی ہوگی جن میں اس معاہدہ کا وجود زیر بحث ہوگا۔ ان کے متعلق جو دلیل مقدمہ سموئن بنام مالک میں بیان ہوئی ہے، وہ مشکل سے قائم رہتی ہے، مگر جو اختیار مقدمات ناجوازی نکاح میں اس بناء پر کہ نکاح زیر بحث انگلستان میں ہوا تھا، تسلیم کیا گیا تھا، اسکا مقدمات اسکاٹو میر بنام ڈی باررروز (۱۸۷۷) ۲ - پی ڈی ۸۱ - جج فلیمور، ٹو و نکس بنام وان آر-ڈی (۱۸۹۷) ٹائمس رپورٹ ۴ - ۱۸۹۳ء - جج گورل بارنس، او واسپرول بنام ہاپکنس [۱۹-۳] ۲-آئی - آر-

۱۳۴۳ ج، انڈر روز میں بھی اعادہ کیا گیا ہے۔

دفعہ ۴۹ الف - جو فیصلہ ناجوازی نکاح کے متعلق مقام توطن میں کیا جائے وہ لازمی طور سے انگلستان میں قابل پابندی نہ ہوگا۔ اگڈن بنام اگڈن [۱۹۰۸] پی ۴۶ ج۔ گورل بارنس کو رنز ہارڈی۔ کنیڈی سوال نمبر ۲ صفحہ ۸۶۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ازدواجی مقدمات کے مسودہ کی دفعہ ۹ میں جو ۱۹۲۰ء میں ہاؤس آف لارڈز میں پیش ہوا تھا یہ تجویز کی گئی تھی، کہ انگریزی عدالتیں ان طلاق، عدالتی افتراق اور ناجوازی نکاح کی ڈگریوں کے نفاذ کی مجاز رہیں جو کوئی انگریزی رعایا متوطن انگلستان کسی انگریزی مقبوضات کے زمانہ قیام میں حاصل کرے، بشرطیکہ وہ ڈگری ایسے وجوہ پر صادر ہوئی ہو جو انگلستان میں اس ڈگری کے صدور کیلئے کافی متصور ہوتے ہوں۔

دفعہ مذکور میں قاعدہ ذیل سے ان شبہات کے رفع کرنے کی بھی تجویز کی گئی تھی جو مقدمہ اگڈن بنام اگڈن میں پیدا کئے گئے تھے:

"(۲) اگر ایک عورت انگریزی رعایا متوطن انگلستان یا ویلز، ایک ملک غیر کی رعایا 94
کے ساتھ نکاح کرتی ہے، اور بعدہٗ اس نکاح کو ملک غیر کی وہ با اختیار عدالت جہاں کی رعایا میں شوہر شریک ہے، ناجائز قرار دیتی ہے تو ہائیکورٹ کو یہ اختیار حاصل ہوگا، کہ وہ ایک مشروط حکم فسخ نکاح کے متعلق جاری کرے باوجودیکہ نکاح مذکور قانون مقام انعقاد کی رو سے جائز ہو ایسی ڈگریوں سے ایکٹ ہذا کے اس جز کے احکام متعلق ہونگے۔"

دفعہ ۵۱ گو کہ شوہر نے زوجہ کو چھوڑ دیا ہو یا اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہو کہ وہ علیحدہ رہنے کی مستحق ہو گئی ہو اگر وہ طلاق جو زوجہ نے ایسے ملک میں حاصل کی ہے جو نہ اس کے حقیقی توطن کا مقام ہے اور نہ وہ مقام ہے جہاں وہ شوہر کے تبدیل مقام کرنے اور اسکے ساتھ واجبی طور سے نہ جانے کے بعد مقیم رہی، انگلستان میں جائز متصور ہوگی۔

اس دفعہ کا آخری جز اس واقعہ پر مبنی ہے کہ انگریزی عدالتیں اس عورت کے حق میں طلاق کی منظوری دیں گی جس کو اپنے شوہر کے ساتھ نہ جانے کا جبکہ شوہر انگلستان کا توطن ترک کرے کافی وجہ ہو (دیکھو دفعہ ۴۶ گزشتہ) اس میں نہ صرف منصفانہ بلکہ اسی وقت کا

بظاہر مسلمہ اصول شریک ہے کہ ممالک غیر کی طلاق کا تسلیم کیا جانا اور اس ملک میں طلاق کی منظوری دینا دونوں ایک ہی قواعد کے تحت ہونے چاہئیں۔ بقیہ جز دفعہ کے لئے دیکھو مقدمہ شا بنام اٹرنی جنرل (۱۸۷۰) لا رپورٹ ۲۔ پی ڈ ایم ۱۵۶ جج پنزانس۔ دگرین بنام گرین [۱۸۹۳] پی ۸۹۔ جج گورل بارنس۔

دفعہ ۵۱ الف۔ البتہ (طلاق مذکور) اس صورت میں جائز متصور ہو گی؛ جبکہ وہ طلاق جو زوجہ نے حاصل کی شوہر کے حقیقی توطن کے مقام کے قانون کے لحاظ سے قابل تسلیم ہو۔ آرمیٹج بنام اٹرنی جنرل گلگ بنام گلگ [۱۹۰۶] پی ۱۳۵۔ جج گورل بارنس ہ نیز دیکھو مقدمہ بکیٹ بنام سیرانورالدین (حوالہ حسب سابق)

دفعہ ۵۲ طلاق کا حکم صرف ایسی وجوہ پر صادر ہو سکتا ہے جو اس مقام کے قانون کے لحاظ سے جہاں مقدمہ دائر کیا گیا ہے، اس کے لئے کافی متصور ہوتے ہوں جب حسب قواعد متذکرۂ بالا اختیار سماعت ثابت ہو جائے تو طلاق کی منظوری سے اس بنا پر انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کو قانون مقام معاہدہ ازدواج یا زوجین کا وہ ذاتی قانون جو نکاح کے وقت تھا یا اس مقام کا قانون جہاں وہ واقعہ پیش آیا جس کی بناء پر طلاق کی درخواست پیش ہوئی ہے یا زوجین کا وہ ذاتی قانون جو اس واقعہ کے پیش آنے کے وقت تھا اس کو تسلیم نہیں کرے گا۔ یہ اصول انگلستان میں طلاق کی منظوری دینے اور ملک غیر کی دی ہوئی طلاق کو تسلیم کرنے، دونوں میں مان لیا گیا ہے۔

ایک طلاق فلوریڈا میں سخت بد مزاجی کی بنا پر ایسے زوجین کے درمیان منظور کیگئی تھی جو دونوں وہیں کے متوطن تھے دیکھو مقدمہ پیمرٹن بنام ہیوز [۱۸۹۹] چانسری ۱۸۱، جج لنڈلے۔ دیکھاں ویسٹس ورسیجنے ہ

ایسے مقدمات میں جن میں طلاق کی کسی طور سے بھی منظوری دیجا سکتی ہے طلاق کو کلیتہً اس مقام کے قانون پر منحصر کر دینا جہاں مقدمہ دائر ہوا ہو، انگلستان میں اس حکمت عملی کی حفاظت کی غرض سے ہے جس کی سختی کے ساتھ پابندی کیجاتی ہے اور جو شخصی قانون بین الاقوام میں مسلمہ ہے دیکھو صفحہ ۱۵ گزشتہ۔ جہاں مقدمہ دائر کیا جائے اس مقام کے قانون کے علاوہ دوسرا قانون جو تصفیہ سبب طلاق میں قابل لحاظ ہونے کا دعوی کسی معقول وجہ کے ساتھ کر سکتا ہے، وہ زوجین کا ذاتی قانون ہے جس کا ماخذ ان کا ازدواجی

توطن ہوتا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ازدواج ایک ایسا معاہدہ ہے کہ وہ ایک مقام پر اس خیال کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ اسکی تعمیل ازدواجی توطن کے مقام میں ہوگی، تو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ نفس نکاح (Substance of marriage) اور اس کی تنسیخ کے امکانی اسباب پر اس مقام کا جہاں تعمیل پیش نظر تھی، اسی حد تک اثر ہونا چاہیے جس حد تک مقام نکاح کے عمل یا کسی اسی قسم کے دوسرے معاہدہ کا جائداد پر ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نفس نکاح مثل نکاح کے ان اثرات کے جو جائداد پر پڑتے ہیں، فریقین کا اختیاری نہیں ہے۔ فریقین معاہدۂ نکاح کرنے میں آزاد ہیں، مگر نفس نکاح میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے۔ نکاح کا وجود معاہدہ کا نتیجہ ہے مگر اس کے شرائط معاہدہ کا نتیجہ نہیں ہیں۔ زوجین باہمی تعلقات کے متعلق ایک معاہدہ کرتے ہیں جسکے بعض تفصیلات کے متعلق مختلف ممالک میں مختلف رائیں ہیں، مگر تمام قومیں اس امر پر متفق ہیں کہ یہ ایسا اہم تمدنی معاملہ ہے کہ اس کے تمام تفصیلات کا تصفیہ قانون کے توسط سے ہونا چاہیے۔

انگلستان میں ہمارے ضابطۂ تنسیخ نکاح کی صحت پر کبھی اس بنا پر شبہ نہیں کیا گیا کہ ممالک غیر کا قانون جس کو کسی طرح معاملہ سے تعلق پیدا ہو گیا ہو، اس وجہ کو طلاق کے لئے کافی نہ تصور کرے گا یا قطعاً طلاق کی منظوری دینے سے انکار کر دے گا۔ البتہ ایسے نظائر موجود ہیں جن میں یہ قرار پایا ہے کہ ایسے نکاح جن کو نظائر مذکورہ میں انگریزی نکاحوں کے نام سے موسوم کیا گیا ہے کسی ایسے سبب کی بنا پر جو انگلستان میں قابل تنسیخ نکاح نہ تصور ہوں کسی غیر ملک کی عدالت کی ڈگری سے منسوخ نہ ہو سکیں گے۔ اور یہ نظائر اس دلیل کی بنا پر جو اس زمانہ میں عام طور سے پیش کیجاتی تھی، جبکہ انگلستان میں طلاق کا ضابطہ پارلیمنٹ کے ایک خانگی (Private) ایکٹ پر قائم تھا اور زیادہ پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ اگر انگلستان کا قانون بغرض بحث محدود مفہوم میں لیا جائے، تو وہ مطلق طلاق کو تسلیم نہیں کرتا اور اس بنا پر کوئی انگریزی نکاح کسی غیر ملک کی عدالتی ڈگری سے منسوخ نہیں ہو سکتا۔ آگے چلکر واضح ہوگا کہ کس حد تک نظائر سے اس بیان کی تائید ہوتی ہے جو دفعہ ہذا میں کیا گیا ہے یعنی یہ کہ اب اس ملک میں تنسیخ نکاح کو جائز قرار دینے کیلئے اس سبب کے متعلق کوئی قید نہیں لگائی جاتی جس کی بنا پر عدالت مجاز نے اس نکاح کو فسخ کیا ہو۔ البتہ یہاں یہ ظاہر کر دینا چاہیے کہ مقدمات محولہ میں جن نکاحوں کا

تذکرہ ہے اور جن کے ممالک غیر کی تنسیخ کے متعلق شبہ پیدا ہوا ہے اس سے مقصود انگریزی
نکاح ہیں۔ نکاح کے معاملات میں توطن کو جس قدر وقعت ہماری عدالتوں میں اس وقت
دیگئی ہے (دیکھو دفعات ۲۱ و ۲۵) اس کے لحاظ سے یہ قرار دینا زیادہ تر مناسب ہوتا 96
کہ انگلستان کے قانون میں بسبب طلاق کے کافی یا غیر کافی ہونے کا مسئلہ ان اشخاص کی
طلاقوں سے متعلق ہے جو ملک غیر کی صدور ڈگری کے وقت انگلستان میں توطن رکھتے تھے۔
ازدواجی توطن جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، اس مسئلہ میں کسی طرح دخیل نہیں ہو سکتا۔ البتہ توطن،
جس کے تابع ارتبدیل حیثیت کے تمام معاملات خواہ وہ نکاح یا اس کے فسخ کی بناء پر ہوں،
ہونے چاہئیں، وہی قرار پائے گا، جو ہمیشہ تبدیلی کے وقت تھا۔ جن نکاحوں کے متعلق ازدواجی
دفعات کے ایکٹ کے نافذ ہونے کے قبل یہ بحث کیجاتی تھی کہ وہ ممالک غیر کی ایسی ڈگری
سے جو ان وجوہ پر مبنی نہ ہو جسے انگریزی قانون کافی سمجھتا ہو، یا ممالک غیر کی کسی ڈگری سے
بھی منسوخ نہیں ہو سکتے، وہ وہی تھے جو انگلستان میں منعقد ہوے تھے۔ نکاح کی بین الاقوامی
حیثیت کے متعلق جو پریشان خیالی انگلستان کے قدیم مقدمات میں ظاہر ہوتی ہے، یا جس
وسعت سے مقام معاہدہ کے قانون کے حوالے مقدمہ ڈالرپل بنام ڈالرپل (دیکھو زیر دفعہ
۱۹) سے اخذ کر کے دیئے گئے ہیں، اس سے ان لوگوں کو جنہوں نے اس معاملہ پر غور
کیا ہے، زیادہ تعجب نہیں ہو سکتا۔

لالی کے مقدمہ (۱۸۱۲) رسل ورائین ۲۳۷ میں تمام ججوں نے متفق الرائے
تھے کہ ملک یا سلطنت غیر کا کوئی حکم یا فعل کسی ایسی وجہ کی بنا پر جو انگلستان میں
قطعی طلاق Vinculu matrimoni کیلئے کافی نہیں ہے، کسی
انگریزی نکاح کو قطعی طور سے منسوخ نہیں کر سکتا۔ لالی کا پہلا نکاح انگلستان
میں ہوا تھا اور اس کا توطن اس زمانہ میں انگلستان کا تھا۔ تجویز بالا میں جو لفظ
"انگریزی نکاح" استعمال ہوا ہے اسکی نسبت ہمیشہ یہ سمجھا گیا ہے کہ وہ محض ربنائے توسع
نکاح کے تھا، اور حقیقت بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔ طلاق، اسکی زوجہ کی درخواست
پر بربنائے ارتکاب زنا، اسکاٹ لینڈ میں واقع ہوئی، جہاں لالی کا قیام عارضی
طور سے تھا۔ مقدمہ میں سنگین واقعات نہ تھے اور ایسی صورتوں میں، پارلیمنٹ
نے بہت ہی کم مقدمات میں پرائیوٹ ایکٹ کی رو سے زوجہ کی درخواست پر،

طلاق کی منظوری دی تھی۔ تجویز میں یہ لکھا جانا کہ طلاق ایسی بنا پر جو انگلستان میں تنسیخ نکاح کیلئے ناکافی ہو، بظاہر اسی وجہ سے تھا جس احتیاط کے ساتھ، الفاظ کا استعمال ہوا ہے، اس سے یہ رائے مستنبط ہوتی ہے، اور اسی کو صریح طور سے علماءِ فن نے اختیار کر لیا ہے کہ جو طلاق، پارلیمنٹ کے پرائیویٹ ایکٹ سے دی جاتی تھی، وہ فی الحقیقت، عدالتی کارروائی ہوتی تھی، اور ۱۸۱۲ء میں بھی، یہ خیال کرنا غلط تھا کہ انگریزی قانون قطعی طلاق سے ناواقف تھا۔ دیکھو تجویز لارڈ ویسٹ بری و کوٹنسے بمقدمہ شا بنام گولڈ (۱۸۶۸ء) ایل۔آر ۳ - ای وآئی ۱۔ے ۸۶ و ۱۹ء لالی نے دوسرا نکاح انگلستان میں کیا، اور ایک زوجہ کی موجودگی میں، دوسری زوجہ کرنے کا مجرم قرار پایا، بحث کے بعد تمام ججوں نے سزا کو بحال رکھا، اور وہ تجویز کی جو اوپر نقل کی جا چکی ہے۔ یہ تجویز اس وجہ سے کہ طلاق کے وقت، اس کا توطن، انگلستان کا دستور قائم تھا، بالتصفیہ مقدمہ کیلئے غیر ضروری تھی: لالی، ایک یا دو سال کے لئے ایک پرانے جہاز پر نظر بند کر دیا گیا، اور باقی سزا معاف کر دی گئی، مقدمہ مکارتھی بنام ڈی کیکس (۱۸۳۱ء) ۲ رسل و ملنی ۶۱۴ جج، بروہام میں، ایک جائداد کی بحث میں، یہ سوال اتفاقی طور سے پیش آگیا، طلاق بمقام توطن، منظور کی گئی تھی، وجہ طلاق ظاہر نہ ہوتی تھی، فاضل چانسلر نے تجویز مقدمہ مقدمہ لالی کی پابندی کا اپنے اوپر لازم تصور کی، اگرچہ اس نے تجویز مذکور پر سخت اعتراض کئے مگر غالباً بخیال سے اس کی تعبیر میں، یہ فیصلہ کر کے کہ جو نکاح انگلستان میں ہوا ہو وہ ملک غیر کی کسی کارروائی سے منسوخ نہیں ہو سکتا، اور اسلئے کارروائی زیر بحث میں جو طلاق خواہ کچھ بیان کیجائے نتیجہ واحد ہے۔ اس فیصلہ کو اور زیادہ وسیع کر دیا۔ لالی کے مقدمہ میں جو فیصلہ ہوا وہ کسی زمانہ میں بھی، پوری طور سے تسلیم نہیں کیا گیا ہے، لارڈ ایلڈن نے جن کے سامنے میکارتھی بنام ڈی کیکس کا مقدمہ لارڈ بروہام کی سماعت سے پہلے پیش ہوا تھا، انھوں نے ایسی طلاق کو جو ملک غیر میں منظور ہوئی تھی، بغیر کسی مزید مدد کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا، ۲ رسل و ملنی ۶۱۹ء، مقدمہ کانوے بنام بیزلے (۱۸۳۱ء) ۳ ہیگ مذہبی ۶۳۹ میں، لوشنگٹن، اور مقدمہ بالمجی بنام [illegible] (۱۸۵[illegible]) ۳ [illegible]

چانسری ۴۰۶ میں بلیک برن آئرلینڈ کے لارڈ چانسلر، اور مقدمہ ڈالفن بنام رائنس (۱۸۵۹) ۷ ایچ - ایل - ۳۹۰ میں کرینورتھ اور کنگسڈاون نے لالی کے مقدمہ میں ملک غیر کی طلاق کے متعلق جو کچھ طے ہوا تھا، اسکو قطعی نہیں قرار دیا؛ اگرچہ مقدمہ نمبر ۱ اور نمبر ۳ میں اس طلاق کی صحت نہیں تسلیم کی گئی جس کی منظوری سے ملک غیر میں انکار کر دیا گیا تھا؛ وسن کے امانات کے مقدمہ (۱۸۶۵) ایل آر (۱) ۷ ۴ ۲ میں کنڈرسلے نے اس توسیع کو جو بروہام نے لالی کے مقدمہ کے فیصلہ کو دی تھی، دوبارہ زندہ کیا، اور اس پر بھروسہ کر کے ایسے نکاح کے تنسیخ کا، جو انگلستان میں ہوا تھا، ملک غیر کی عدالت کو غیر مجاز تسلیم کیا۔ یہ اسوقت کا واقعہ ہے جبکہ ازدواجی مقدمات کا ایکٹ نافذ نہیں ہوا تھا، لیکن جب ان کی تجویز تبدیل نام، مقدمہ شا بنام گولڈ (۱۸۶۸) ایل - آر - ۳ - ای - آئی و اے ۵۵ میں منظور ہوئی تو، کرینورتھ، چیمسفورڈ، ویسٹبری اور کولونسے نے صحیح تعبیر کے ساتھ بھی اس فیصلہ کو منظور کرنے سے دوبارہ انکار کیا، اور لارڈ ویسٹبری (صفحہ ۸۴) نے نہایت زور کے ساتھ ان دقتوں کا اظہار کیا، جو طلاق کے معاملات کو قانون مقام معاہدہ ازدواج پر محول کرنے سے پیش آسکتی ہیں؛ مقدمہ شا بنام اٹرنی جنرل (۱۸۷۰) میں لارڈ پینزانسی نے لکھا کہ لالی کے مقدمہ کی نظیر کسی وقت کبھی منسوخ نہیں ہوئی، اور ان وجوہ طلاق کی تصریح کی جو اس ملک میں تسلیم کی جاتی ہیں؛ اور جو انگریزی رعایا کے انگریزی نکاحوں میں اس طلاق کے معاملہ میں جو زوجین کے حقیقی توطن کی عدالت منظور کرے کارآمد اور صحیح ثابت ہو سکتی ہیں۔ انگریزی رعایا کے انگریزی نکاحوں سے غالباً انکی مراد وہ نکاح ہیں جن میں مقام معاہدہ اور ازدواجی توطن دونوں انگلستان کا ہو۔ ایل - آر (۲) پی و ایم ۱۶۱

لالی کی نظیر اور ان وجوہ کے متعلق جن کے لحاظ سے ملک غیر کی منظور کردہ طلاق کی بنا پر انگلستان میں نکاح فسخ ہو سکتا ہے جو مباحث تھے انکی نسبت سمجھا جاتا ہے کہ ان کا قطعی خاتمہ مقدمہ ہاروی بنام فارنی (۱۸۸۰) ۵ - پی - ڈی ۱۵۳ - جج ہیمن سے ہو گیا؛ جیمس، کاٹن، اور تھیسگر نے (۱۸۸۰) ۶ پی - ڈی - ۳۵ - اور سیلبورن،

بلیک برن اور واٹسن[۵۱] نے (۱۸۸۲ء) ۸ اپیل کیسز ۴۲ میں اس کی تائید و توثیق کی۔ نیز دیکھو مقدمہ برگس بنام برگس (۱۸۰۰) ۵ پی۔ ڈی۔ ۱۶۳ جج ہنن[۵۲]۔ ان میں سے بعض مقدمات کے فیصلوں میں اس امر کی کوشش کی گئی تھی کہ اس مشہور نظیر کی وقعت قائم رکھی جائے اور ان میں جو الفاظ "انگریزی نکاح" کے واقع ہوئے تھے انکی تعبیر کیجائے کہ اس سے مراد ازدواجی توطن ہے نہ کہ مقام انعقاد، اور نیز اس میں اس خیال کا اضافہ کردیا جائے کہ انگلستانی توطن ملک غیر کی صدور ڈگری کے وقت تک قائم تھا۔ یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ جو ماہرین فن اس عہد سے قریب تھے، وہ سمجھتے تھے کہ اس سے کیا مقصد ہے اور ازدواجی توطن کا اس زمانہ میں حوالہ دیا جانا زمانہ حال کے خیالات سے بالکل بعید ہے۔ علاوہ بریں اس تعبیر سے جو دقت پیش ہے وہ رفع نہیں ہوتی بلکہ اس کا مقام تبدیل ہوجاتا ہے۔ ہاروی بنام فارنی اور برگس بنام برگس کے مقدمات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان آخری مقدمات میں اصلی مقصد یہ ہے کہ جو طلاق حقیقی توطن کے مقام میں دیجائے خواہ کسی وجہ سے ہو، اور خواہ ازدواجی توطن اور مقام انعقاد 98
کہیں کا ہو، اسکی تائید کیجائے۔ بظاہر لارڈ جسٹس جیمس نے اس امر کی نسبت شبہ ظاہر کیا کہ آیا لالی کے مقدمہ کا فیصلہ صحیح طریقہ سے درج رپورٹ ہوا ہے؛ انکے خیال میں تجویز مذکور کو بہ نسبت ۱۸۱۲ء کے لارڈ کوک کے زمانہ سے زیادہ تر مناسبت اور مشابہت ہے۔ ۶ پی۔ ڈی ۳۴۔ ۴۴ لارڈ کوک کے

---

۵۱ مقدمہ ہارڈر بنام ہارڈر [۱۹۰۶] صفحہ ۲۰۹ لیکن وجہ طلاق کی بحث جس کو ممکن ہے کہ معاہدہ نکاح سے تعلق ہو، پھر مقدمہ اسٹرلنگ اسٹرلنگ بنام اسٹرلنگ [۱۹۰۸] ۲ چانسری ۳۴۴ جج پشوفن اڈیسی پیش آئی مگر مضرت رساں نہ تھی۔

۵۲ اسٹریلیا کی عدالتوں نے یہ تصفیہ کیا ہے کہ شوہر زوجہ کو چھوڑ دینے کے وقت، زوجین کے مقام توطن کا قانون عدالتی تفریق کرادینے کا مجاز ہو لیکن بعدہ شوہر نے ایسے ملک میں توطن اختیار کیا ہو جہاں کی عدالت طلاق کی مجاز ہو تو اس ملک کی عدالت کو تنسیخ نکاح کی ڈگری دینی چاہیئے (دیکھو کریمر بنام کریمر [۱۹۰۵] وی۔ ایل۔ آر ۵۳۲)۔ جو چارہ کار منظور کیا جاتا ہے اسکو ایسا چارہ کار نہیں کہہ سکتے جو ملک غیر کی عدالتیں منظور کرتی ہیں؛ بلکہ وہ مخصوص چارہ کار ہے جو حسب قانون عدالت مرجوعہ مخصوص جرائم کے ساتھ لگا ہوا ہے۔

زمانے اور زمانہ حال میں جو فرق ہے، اس کا تعلق، بہ نسبت ججوں کے جو ہمیشہ اپنی رائے کے دلائل لکھتے رہے ہیں، زیادہ تر رپورٹروں سے ہے۔ رپورٹر اس زمانہ میں دلائل کو، مختصراً لکھا کرتے تھے، مگر اب جو بحث، وکلا کی طرف سے ہوتی ہے اسکی رپورٹ اسیطرح کیجاتی ہے جسطرح مقررین اور خطیبوں کی تقریروں اور خطبوں کی رپورٹ ہوا کرتی ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ لالی کا مقدمہ ایک غیر مقدمہ ہے جو بطریق قدیم باختصار کیساتھ رپورٹ کیا گیا ہے، مگر اس بنا پر یہ شبہ کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ فیصلہ مذکور میں بحالت موجودہ جن امور پر ججوں نے اپنے فیصلہ میں زور دیا ہے وہ صحیح طریقہ سے رپورٹ نہیں کئے گئے۔ صرف اتنا اور بیان کر دینا باقی ہے کہ مقدمہ ہاروی بنام فارنی کے فیصلہ سے اس امر کا ثبوت ملیگا، کہ لارڈ بروہام نے مقدمہ میکارٹنے بنام ڈیکیٹس میں جو اصول قائم کیا وہ بلحاظ معاملہ زیر بحث کے بالکل بضرورت تھا۔ مقدمہ لالی میں جو غلطی رپورٹر کی طرف منسوب کیجاتی ہے اسکے بالکل برعکس یہ غلطی ہے: لالی کے مقدمہ میں رپورٹر، واقعات سے باہر نہیں گیا، اس پر جو الزام ہے وہ یہی ہے کہ اُسنے منجملہ واقعات کے، اس واقعہ کا تعین کر دیا، جن پر ججوں نے بھروسہ کر کے اپنا فیصلہ صادر کیا تھا۔[۱]

طلاق کے جواز کی بحث میں، قانون مقام معاہدہ ازدواج کا کم و بیش حوالہ مقدمات ذیل میں بھی دیا گیا مگر نہ وہ حوالہ بصراحت تھا اور نہ اس سے کوئی قاعدہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ مقدمہ توسی بنام لنڈ سے (۱۸۱۳) ۱- ڈی او ڈبلیو ۱۱۷ بج، ایلڈن و ریڈیسڈیل[۲] و مقدمہ ریان بنام ریان (۱۸۱۶) ۲ فلپ۔ مذہبی ۲۲۲- بج، نیکال[۳] و کالٹے بنام کالٹے (۱۸۵۱) ۷- مو- پی- سی ۴۲۸ بج، لوشنگٹن[۴]، جس میں مسئلہ افتراق فراش کے جواز کی بحث تھی[۵] و ارجنٹ بنام ارجنٹ (۱۸۶۵) ۱ اجے- یو- آر (جدید سلسلہ) ۸۶۴- بج، وائیلڈ[۶] و مقدمہ ربرٹ بنام بومینیر (۱۸۶۸) ایل- آر (۱) پی و ایم ۴۸۷ بج بنزانسی[۷]

شخصی قانون بین الاقوام کے وہ قواعد، جو انگلستان میں اختیار کئے گئے ہیں اور جو دنیا میں عام طور سے قبولیت کا مرتبہ حاصل نہیں کر سکے، وہ بطور خاص بہ نسبت اس قانون کے دوسرے اجزا کے زیادہ تر طلاق سے متعلق ہیں۔ اس کی توضیح کی غرض سے میں، ہیگ کے معاہدہ ۱۲ جون سنہ ۱۹۰۲ء متعلقہ طلاق کا خلاصہ ذیل میں درج کرونگا: اس معاہدہ میں، بارہ

سلطنتیں متذکرہ صفحہ ۲۷ شریک تھیں۔

طلاق یا عدالتی افتراق (Separation de corps) کی اس وقت تک منظوری
نہ دیجائے گی جبتک کہ اسکی اجازت قانون مقام عدالت مرجوعہ اور فریقین کے ذاتی قانون
دونوں سے نہوگی۔ اور نیز یہ کہ عام طور سے دفعہ (۱) اور خاص صورتوں سے دفعہ (۲)
متعلق ہوگی۔ صرف قومی قانون سے اسی حالت میں کام لیا جائے گا جبکہ قانون مقام
عدالت مرجوعہ اس کی ہدایت کرتا یا اجازت دیتا ہو (دفعہ ۳)۔ زوجین کا قومی قانون ایسے
واقعہ کو بنائے طلاق یا عدالتی افتراق نہیں قرار دیسکتا جو ایسے وقت میں ظہور پذیر ہوا ہو جبکہ
زوجین یا ان میں سے کوئی ایک فریق دوسری قومیت رکھتا تھا (دفعہ ۴)۔ طلاق یا عدالتی
افتراق کا مقدمہ ان عدالتوں میں دائر ہوسکتا ہے جو: (۱) زوجین کے قومی قانون کی رو
سے مجاز سماعت ہوں۔ (۲) اپنے مقام توطن کے لحاظ سے مجاز ہوں؛ اگر ان کے
قومی قانون کے لحاظ سے فریقین کا توطن ایک نہیں ہے تو مدعی علیہ کے توطن کے
مقام کی عدالت مجاز سماعت متصور ہوگی۔ اگر سبب طلاق یا افتراق کے واقع ہونے کے بعد 99
توطن تبدیل یا ترک کردیا گیا ہے، تو مقدمہ آخری مشترکہ توطن کی عدالت مجاز میں بھی دائر ہوسکیگا؛
مگر فریقین کی قومی عدالتوں کا اختیار سماعت محفوظ رہے گا جس حد تک کہ تنہا وہی طلاق
یا افتراق کے مقدمات کی مجاز سماعت ہیں۔ جن نکاحوں میں طلاق یا افتراق کا استغاثہ
باضابطہ قومی عدالتوں میں نہیں ہوسکتا ان کی سماعت کی مجاز ملک غیر کی عدالتیں رہتی
ہیں (دفعہ ۵)۔ ایسی حالت میں کہ زوج اور زوجہ طلاق یا افتراق کا دعوی اس ملک کی عدالتوں
میں نہ کرسکتے ہوں جہاں ان کا توطن ہے تب بھی فریقین میں سے ہر ایک اس امر کا
مجاز ہوگا کہ وہ اس ملک کی عدالت مجاز میں ایسے عارضی انتظام کیلئے درخواست پیش
کرے جو وہاں کے قانون میں محکوم ہو اس غرض سے کہ وہ علیحدہ علیحدہ زندگی بسر کرسکیں۔
یہ عارضی انتظامات قائم رکھے جائیں گے اگر ایک سال کے اندر فریقین کی قومی عدالت
نے اس کو منظور کرلیا۔ وہ اس سے زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتے جس کی اجازت
ملک توطن کے قانون میں دیگئی ہے (دفعہ ۶)۔ جس طلاق اور افتراق کی منظوری حسب دفعہ
(۵) کسی عدالت مجاز نے دی ہو وہ ہر جگہ تسلیم کی جائے گی بشرطیکہ معاہدہ ہذا
کے دفعات کی پابندی کی گئی ہو اور اگر تجویز بربنائے غیر حاضری صادر ہوئی ہے۔ تو

مدعی علیہ کی طلبی، اس مخصوص طریقہ سے عمل میں آئی ہو، جو اس کے قومی قانون کی رو سے ملک غیر کے فیصلوں کے تسلیم کئے جانے کیلئے، مطلوب ہو۔ اسی طرح، وہ طلاق اور افتراق بھی، ہر جگہ تسلیم کیا جائے گا جس کا حکم، انتظامی اختیارات کے لحاظ سے، صادر کیا گیا ہو، بشرطیکہ فریقین کا قانون، ایسی طلاق اور افتراق کو جائز رکھتا ہو، (دفعہ) - اگر فریقین کی قومیت، ایک نہ ہو تو وہ آخر قانون جو دونوں پر حاوی تھا، دفعات متذکرۂ بالا میں استعمال کئے جانے کے لئے، ان دونوں کا قومی قانون متصور ہوگا (دفعہ)-

صحیح النسبی

صحیح النسبی، ایک ایسا مضمون ہے جس میں تعین حیثیت کے قانونی مسئلہ کا کامل تصفیہ فریق متعلقہ کے ذاتی قانون سے ہونا محال ہے، خواہ اس کا معیار، توطن قرار پائے خواہ پولیٹیکل قومیت۔ اگر اولاد صحیح النسب ہے تو اس کا ذاتی قانون وہی ہوگا جو اس کے باپ کا ہے؛ اگر اولاد غیر صحیح النسب ہے تو اس کا ذاتی قانون یا تو وہی ہوگا جو اس کی ماں کا ہے، یا اس مقام کا ہوگا جہاں وہ پیدا ہوا ہے۔ اس حالت میں تقریباً تمام مقدمات میں، ذاتی قانون کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے پہلے صحیح النسبی کا فیصلہ کرنا پڑے گا؛ اور ہر صحیح النسبی کے مسئلہ میں نکاح کے جائز یا ناجائز ہونے کی بحث پیش 100
آئے گی؛ اور اگر فریق متعلقہ نکاح سے پہلے پیدا ہو چکا ہے تو یہ مزید بحث پیش آئے گی، کہ آیا وہ قاعدہ، جو بعض اقوام کے قانون میں صحیح النسبی مابعد کے متعلق رکھا گیا ہے، اس سے متعلق ہو سکتا ہے یا نہیں؛ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود نکاح کے جواز کا معاملہ فریقین میں سے کسی فریق کے، پہلے نکاح کی طلاق پر منحصر ہو؛ اسطرح صحیح النسبی کے مضمون پر نکاح وطلاق کے نتیجہ کے طور سے بحث کیجا سکتی ہے؛ اور بطور ضمیمہ مسائل متعلقہ صحیح النسبی بذریعہ ازدواج مابعد Per subsequens matrimonium شریک کئے جا سکتے ہیں۔

جن لوگوں میں طلاق کے ذریعہ سے علیحدگی واقع ہوتی ہو، انکے دوسرے نکاح کے متعلق انکے سابق زوج یا زوجہ کی زندگی میں مختلف مقدمات پیش آسکتے ہیں؛ اگر مرد بذریعہ طلاق کے علیحدہ کیا گیا ہے؛ اور وہ دوسرا نکاح کرتا ہے؛ اور دوسرے نکاح کے وقت، اس کا ذاتی قانون، ایسے ملک کا ہے جس میں؛ اور نیز عقد ثانی کے قانون مقام وقوع (Locus actus) میں وہ تمام سلسلہ افعال جائز سمجھا جاتا ہے؛ تو ایسی حالت میں اس بنا پر اعتراض کیا جاتا کہ طلاق کے وقت، اس کا ذاتی قانون ایسے ملک کا تھا جس کی عدالت منظور کنندہ

طلاق بین الاقوامی طور سے مجاز نہیں متصور ہو سکتی تھی۔ ضرورت سے زیادہ باریک بینی سے کام لینا ہوگا۔ اس نے اپنا توطن یا پولیٹکل قومیت طلاق اور عقد ثانی کے درمیانی زمانہ میں تبدیل کر دی، جس کا اس کو حق حاصل تھا، طلاق خواہ جائز ہو یا ناجائز: ایسی حالت میں، یہ بالکل نامناسب ہوگا کہ اس کی اولاد کی تصحیح النسبی، اس کے ایسے ذاتی قانون پر منحصر کر دی جائے جو اس نکاح کی تاریخ سے پہلے تھا جس سے یہ اولاد پیدا ہوئی۔ اگر عورت بذریعۂ طلاق کے علیحدہ کی گئی ہے، اور وہ عقد ثانی کرتی ہے تو اس عرصہ میں اس کا تبدیل توطن یا پولیٹکل قومیت کا اختیار، طلاق کے جواز اور صحت پر منحصر ہوگا: اس لئے اگر اس کا ذاتی قانون، طلاق کے وقت، اس ملک کا تھا جو ایسی طلاق کو تسلیم نہیں کرتا، تو اس میں اپنے ذاتی قانون کے لحاظ سے عقد ثانی کی قابلیت ہی نہیں پیدا ہوئی؛ اور اس اصول کے لحاظ سے کہ نکاح کے ہر فریق میں اس کے ذاتی قانون کے لحاظ سے عمر اور حرمت وغیرہ کے متعلق قابلیت کا ہونا ضرور ہے، جیسا کہ دفعہ ۲۱ میں بیان کیا جا چکا ہے؛ یہ بحث مطلق کارآمد نہیں ہو سکتی کہ طلاق اور عقد ثانی عورت کے قانون مقام انعقاد (Locus actus) اور عقد ثانی کے ذاتی قانون کی بنا پر جائز متصور ہونا چاہیئے۔ چونکہ اس کتاب میں صرف انگلستان کے نظائر کا پیش کرنا مقصود ہے، اس لئے ایسے مقدمہ سے بحث کرنا جو اب تک ہماری عدالتوں میں پیش نہیں ہوا ہے، بالکل غیر ضروری ہے؛ نیز یعنی ایسا مقدمہ جس میں عدالتی افتراق کے حکم پر جو ایسے ملک کی عدالت سے صادر ہوا، جو یقیناً زوجہ کا ملک ہو، زوجہ کو یہ اجازت دی گئی ہو کہ وہ اپنے شوہر کے توطن سے قطع نظر کر کے اپنا توطن تبدیل کر سکے، اور اس طور سے بغیر کسی ایسی طلاق کے اس میں دوسرے نکاح کی قابلیت پیدا ہو جائے گی، جو تبدیل توطن کے علاوہ بھی اس کے سابق ملک
101 میں جائز قرار پائی — دفعہ آئندہ سے یہ ظاہر ہوگا کہ جو صورت یہاں واقع ہوتی ہے، اس پر انگلستان کے ماہران فن نے جو رائے قائم کی ہے، وہ تقریباً وہی ہے جو اوپر لکھی جا چکی ہے۔

دفعہ ۴۵ — جن صورتوں میں عورت کے عقد ثانی کی قابلیت ایسی طلاق کی صحت پر منحصر ہو جس کا اختیار انگلستان میں بین الاقوامی طور سے کافی نہ متصور ہوتا ہو، تو ایسے عقد ثانی کی اولاد انگلستان میں غیر صحیح النسب قرار پائے گی، اگرچہ عقد ثانی

قانون مقام انعقاد (Locus actus) اور زوج ثانی کے ذاتی قانون میں جائز سمجھا جاتا ہو۔

مقدمہ وِلسن (۱۹۵۶ء) ایل آر آئی ۶۴۷ ۔ جج اکنڈر سلے جس کی تائید مقدمہ زیر اسم شاہ بنام گولڈ (۱۹۵۹ء) ایل۔ آر۔ ۳۔ ای وآئی۔ ۱۰۔ اے (۵۵) میں کی گئی۔ جج ، کرشیو ، تھ، جمیسٹوروڈ۔ ڈیسٹبری وکوٹنزے ہو

دفعہ ۵۴ عقد ثانی کی اولاد کی صحیح النسبی میں، مقام پیدائش، اور اس مقام کو جہاں عقد ثانی منعقد ہوا، کوئی دخل نہیں ہے۔ ان کی صحیح النسبی، اس وقت تک نہیں ثابت ہوتی، جب تک کہ ان کے باپ کا، وہ ذاتی قانون، جو نکاح کے وقت تھا، اس کی اجازت نہ دیتا ہو۔

چونکہ صحیح النسب اولاد، اپنے باپ کے ذاتی قانون کے تابع ہوتی ہے، اسلئے ان کا، اپنے باپ کے ذاتی قانون کے خلاف صحیح النسب قرار پانا، بجائے خود، ایک متناقض امر ہوگا۔

مقدمہ ڈلہوزی بنام میکڈوِل (۱۸۴۰ء) ۷۔ سی ایل و ایف ۸۱۷ اور مقدمہ منرو بنام منرو (۱۸۴۰ء) ۷۔ سی ایل و ایف ۸۴۲، جن کا ایک ساتھ فیصلہ آئی ہام وبروہام نے کیا۔ ان مقدمات میں تجویز ہوئی کہ پیدائش اور نکاح کے درمیانی زمانہ میں، باپ کے توطن میں، کوئی تبدیلی نہیں واقع ہوئی مگر اس امر کو ہاؤس کے سامنے بیان کرتے وقت، بروہام نے باپ کے توطن کا ذکر نہیں کیا، جو مقدم الذکر واقعہ کے وقت تھا بجز موخرالذکر واقعہ کے وقت کا توطن بیان کیا (صفحہ ۸۴۲)۔ اسکے بعد انھوں نے بعض اسکاٹ لینڈ کے ججوں کی رائے نقل کی جن کی تجویز ہے مرافعہ دائر ہوا تھا۔ رائے یہ تھی کہ "جو اولاد پہلے پیدا ہو چکی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انکی حالت کا تصفیہ اس ملک کے قانون سے کیا جائے گا، جہاں اولاد کی پیدائش اور نکاح کے وقت، والدین کا توطن تھا؛ اگر ان دونوں اوقات میں، والدین کا توطن، ایک نہ تھا، تو ہمارے نزدیک، والد کے اس توطن کو جو نکاح کے وقت تھا ماخذ قاعدہ قرار دینا چاہئے۔ اس مقدمہ میں چونکہ والدین کا توطن ایک ہی ہے اسلئے یہ سوال نہیں پیدا ہوتا"۔ اس رائے کو نقل کرکے انھوں نے لکھا، "اس طور سے قانونی مسئلہ میں،

فاضل ججوں کے غلبہ آرا کے ساتھ پورا اتفاق ہے اگرچہ وہ جج خود واقعات کے متعلق مختلف الرائے ہیں" (صفحہ ۸۴۲) آخر میں انھوں نے یہہ بتایا کہ ان کو اسکاٹ لینڈ کے تقریبًا تمام ججوں کی رائے کے ساتھ مسئلہ قانونی میں اتفاق ہے (صفحہ ۸۹۳)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ بروہام اس سے وسیع تر رائے کی تائید کیلئے تیار تھے جس کے اظہار کی دفعہ ہذا میں جرأت کیگئی ہے۔ یعنے یہ کہ ازدواج مابعد سے صحیح النسبی، صرف باپ کے اس مقام توطن کے قانون پر منحصر ہے جو نکاح کے وقت تھا۔ لارڈ کاٹن ہام نے صرف اسی پر اکتفا کیا کہ "اہل اسکاٹ لینڈ کی اولاد اگرچہ وہ انگلستان میں پیدا ہوئی ہو اسکاٹ لینڈ میں تمام تمدنی و معاشرتی حقوق کے لحاظ سے والدین کے انگلستان میں ازدواج مابعد کی بنا پر صحیح النسب ہوجاتی ہے بشرطیکہ باپ کا توطن اسکاٹ لینڈ کا تھا، اور اس عرصہ میں وہیں کا رہا" (صفحہ ۸۷۵) یہودی والدین کے انگلستان میں ازدواج مابعد سے انکی وہ اولاد جو ملک غیر میں پہلے پیدا ہوچکی تھی صحیح النسب نہیں ہوجاتی؛ یہودیوں کا قانون صحیح النسبی انکا ذاتی قانون نہیں تسلیم کیا جاتا۔ لیوی بنام سالومان (۱۸۷۷) ۲۵۔ ڈبلیو۔ آر ۴۴۲ نیز دیکھو لاڈر ڈیل پیریج (۱۰) اے۔سی۔ ۶۹۲ صفحہ ۷۳۹ جج سلبورن ٹھ

دفعہ ۵۵ والدین کے ازدواج مابعد سے بھی اولاد کی صحیح النسبی اسوقت تک ثابت نہیں ہوتی جبتک کہ اس کی اجازت باپ کا وہ ذاتی قانون نہ دے جو ان کی ولادت کے وقت تھا۔

102

مقدمہ رائٹ (۱۸۵۶) ۲۔ کے و جے ۵۹۵ میں یہ فیصلہ اُس چانسلر وڈ نے کیا تھا، انھوں نے لارڈ بروہام کی رائے کا جو بالکل اس کے مخالف تھی، اور جو گذشتہ دفعہ میں ظاہر کیجا چکی ہے کوئی لحاظ نہیں کیا، اور لارڈ کاٹن ہام کی رائے کا غلط حوالہ دیکر یہ سمجھے کہ مقدمہ سٹروبنام مٹروین لارڈ مذکور نے یہہ کہا ہے کہ "ایسی صورتوں میں سوال یہ ہونا چاہیئے کہ آیا اولاد کی صحیح النسبی اس ملک میں عمل میں آسکتی ہے جہاں باپ کا توطن انکے تولد کے وقت ہے؟" (صفحہ ۶۱۴)۔ اسی جج نے لارڈ ہیڈرلے کے خطاب سے مخاطب ہونے کے بعد مقدمہ ڈنی

بنام اڈلی (۱۸۶۹) ایل-آر (۱۱)-ایس وڈی واے ۷ ۴ ۴
میں اسی مسئلہ کا اعادہ کیا گیا اور مقدمہ گڈمین بنام گڈمین (۱۸۶۲) ۳-گف۔
۳ ۴ ۴ ۶ میں، جج اسٹورٹ نے اس کا اتباع کیا ہے اور اسکے بعد بھی مقدمہ
گرلیو دوآچر بنام سالسٹر خزانہ، ۱۸ چانسری ڈویژن ۲۱۶ ج، کتھاٹن
فرائی نوٹس (۱۸۸۸) میں اس کا اعادہ ہوا ہے جس میں جج اسٹرلنگ کی
تجویز بحال رکھی گئی (۱۸۰۰)۔

اسکاٹ لینڈ کے ججوں کی جو رائے مقدمہ منرو بنام منرو میں قرار پائی،
اور جو کچھ لارڈ بروہام نے کہا، اسی کے مطابق سوگنی کی بھی یہ رائے تھی کہ "ازدواج
مابعد کی بنا پر جو صحیح النسبی ہوتی ہے اس کا انحصار بروقت نکاح باپ کے مقام توطن
پر ہوتا ہے اور اس لحاظ سے اولاد کے تولد کا وقت مطلقاً اہم نہیں ہے۔ اس میں شک
نہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے، کہ اسوقت کا بھی لحاظ ہونا چاہیئے، کیونکہ اولاد کا پیدا
ہوتے ہی ایک خاص قانونی تعلق قائم ہوجاتا ہے جس کا پورا اثر والدین کے ازدواج
مابعد سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ باپ قبل ازدواج ایسے مقام کا
توطن اختیار کرسکتا ہے جو اولاد کے حق میں مضر ثابت ہو۔ لیکن ایسی اولاد کی نسبت،
کسی طرح میں کہا جاسکتا کہ ان کے حقوق ہیں، یا ان حقوق کی خلاف ورزی ہوئی، کیونکہ
ان کی ماں کے ساتھ نکاح کرنا اور نکاح کے بعد بھی ان کو اپنی اولاد تسلیم کرنا محض
باپ کی آزاد مرضی پر منحصر ہے۔ ان دونوں صورتوں میں اولاد کو صحیح النسبی کا کوئی حق
نہیں پیدا ہوتا، کیونکہ اولاد کے اقرار بالنسب (Filiation) کا صحیح ثبوت بغیر حالت
ازدواج کے ملنا محال ہے اور بنا بر علیہ اولاد کی صحیح النسبی کے حقوق اسی وقت مسلم
ہوسکتے ہیں جبکہ بلا جبر و اکراہ باپ کے مستقل اقرار کے ساتھ ساتھ ازدواج بھی عمل میں آئے۔[1]

مفصلہ ذیل مقدمات صحیح النسبی کے متعلق ہیں مگر ان سے کوئی قاعدہ نہیں اخذ
کیا جاسکتا۔ اسٹراتھ مور بنام بیرتج (۱۸۲۱) ۶ پیٹن ۶۴۵-نج، ایلڈن، ریڈشڈ پلنہ
منرو بنام ساڈرس یا راس بنام راس (۱۸۳۰) ۶ بنگ۔ این-آر ۴۶۸-۴ وسیش شاہ

۲۰۹ - بج، ایڈیڈن، لنڈ ہرسٹ، ولفورڈ، ہیگ کی رپورٹ، مقدمہ راس بنام راس میں سنہ ۱۸۲۲ء غلط لکھا گیا ہے، اور جو مدعی علیہ راس بتایا گیا ہے، وہ بھی غلط ہے ؂

دفعہ ۵۶ جو اولاد اپنے ایسے باپ کے ازدواج مابعد کی بنا پر صحیح النسب قرار پائی ہو جس کا توطن ملک غیر کا ہو، وہ انگلستان کے ہبہ بالوصیت اور توریث کے محصولات کے ایکٹوں میں اس کی اولاد تسلیم کی گئی ہے۔ 103

اسکاٹو بنام ہیگ - ایل - آر - ہم، ہم ےج، اسٹورٹ، دیکھو بیسی اصول قانون، تقسیم اور تعبیر وصیت متعلقہ ذات متذکرہ دفعہ ۱۲۶ میں مستعمل ہوا ہے جس کے اظہار کا یہی مناسب موقعہ تھا، مگر اس کا اظہار یہاں اور نیز ذاتی توریث کے سلسلہ میں، دونوں جگہہ مناسب سمجھا گیا ؂

دفعہ ۵۷ لیکن اگر وہ اولاد جو ایسے ملک میں پیدا ہوئی ہو جو سیاسی لحاظ سے غیر سمجھا جاتا ہے، اپنے والدین کے ازدواج مابعد کی بنا پر صحیح النسب قرار پائے، تو اس کو اس بنا پر زیر ایکٹ ۴ جارج فصل ۲ دفعہ ۲۱، حقوق باشندگی (Naturalization) حاصل نہیں ہو جاتے، اگرچہ اس کا باپ سرکار انگریزی کی رعایا تھا: کیونکہ اس ایکٹ سے صرف وہی اولاد استفادہ کر سکتی ہے جس کے باپ اس کی پیدائش کے وقت سرکار انگریزی کی رعایا ہوں۔ یہ اولاد پیدائش کے وقت نہ صرف غیر ملکی بلکہ اولاد ناجائز (Filius nullius) عملی اور قانونی مفہوم میں، ان کا باپ ایسا شخص نہ تھا، جو سرکار انگریزی کی رعایا سمجھا جاتا ہو۔

شیڈن بنام پیٹرک (۱۸۵۴ء) میک ۵۳۵ ج، کرنیورتھ - برٹرہام سینٹ لیونارڈس کو

دفعہ ۵۸ جب والدین میں مطلق نکاح نہ ہوا ہو، اور ملک غیر کا قانون ایسی غیر صحیح النسب اولاد کو توریث کا حق دیتا ہو، تو وہ اولاد انگلستان کے محصولات توریث کے ایکٹ میں، بالکل اجنبی متصور ہوگی۔

اسٹیلنس بنام انڈرسن (۱۸۰۲ء) ۲۱ چانسری ڈویژن (۱۰۰) ج، آل نواب ناظم بنگال کے بچوں آلی کا ایک عجیب مقدمہ ہے۔

نواب ناظم نے جو کہ مسلمان انگریزی رعایا متوطن برٹش انڈیا تھے، اور جن کی کم سے کم ایک زوجہ اس ملک میں موجود تھی، انگلستان آ کر ایک عیسائی انگلستان کی رہنے والی عورت کے ساتھ جس کو یہ نہ معلوم تھا کہ ان کے کوئی اور عورت بھی موجود ہے نکاح کے مراسم ادا کئے : جو اولاد اس نکاح سے پیدا ہوئی اس کو ہندوستان کی انگریزی حکومت نے نواب ناظم کی اولاد تسلیم کیا۔ نکاح کے مراسم کے اثرات کے متعلق، خواہ کچھ خیال کیا جائے، مگر اولاد کے متعلق جو رائے قائم کیگئی : بظاہر اس سے چارہ نہ تھا۔ کیونکہ باپ نے انکو تسلیم کر لیا تھا؛ اور جیسا کہ مسٹر جسٹس چیٹی نے لکھا کہ "اسلامی قانون میں اقرار سے صحیح النسبی قائم ہو جاتی ہے"؛ اور یہ امر ان حوالوں سے جو مسٹر میگناٹن نے اپنی بحث میں دیئے ہیں، بالکل صاف ہے" انگلستان میں ان بچوں کی حیثیت کے متعلق بھی بحث ہوئی؛ مگر اس کے متعلق تصفیہ کی ضرورت نہ تھی۔ اگر اس کی ضرورت ہوتی، تو انکی صحیح النسبی کی تائید میں مسٹر (بعدہ لارڈ) میگناٹن کی یہ بحث، کہ اولاد کی صحیح النسبی کے قیام میں، باپ کے ذاتی قانون کے اقرار بالنسب کا وہی اثر ہونا چاہیے جو از دواج مابعد کا ہوتا ہے، بالکل مسکت تھی ؛ اور مسٹر جسٹس چیٹی کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا تھا۔ اگر ایسے حالات میں اس امر کے تصفیہ کی ضرورت واقع ہو کہ نکاح کے جو مراسم ادا کئے گئے ان سے بطریق اسلام جائز نکاح منعقد ہوا یا نہیں ؟ تو پہلا سوال یہ ہوگا کہ آیا عورت اس قسم کے نکاح کی نیت رکھتی تھی یا نہیں ؟ اگر اس کی نیت یہی تھی تو حسب اصول متذکرہ دفعہ ۴۶ صفحہ ۳۶ اور بلحاظ اس کے کہ مرد کا توطن برٹش انڈیا کا تھا، یہ کہا جا سکتا ہے، کہ وہ ایسی حالت میں کہ قانون مقام معاہدہ میں اسکے لئے کوئی خاص صورت نہیں بتائی گئی تھی، اپنے ذاتی قانون کے طریقہ پر نکاح کر لینے کا مجاز تھا (دیکھو دفعہ ۲۳۴ الف صفحہ ۹۶)؛ لیکن جو نکاح ہندوستان کے مسلمان کا انگلستان میں رجسٹرار کے سامنے منعقد ہوگا، وہ نکاح بطریق عیسوی سمجھا جائے گا۔ دیکھو مقدمہ بیگم فیض میر انوارالدین (حوالہ حسب سابق)؛

یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ جو اصول صحیح النسبی کے اس دفعہ میں انگریزی حوالوں سے بھی بیان کئے گئے ہیں، ان سے انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کی توریث کے

104

حق کا تصفیہ نہیں ہو جاتا۔ ہم کو آگے چل کر معلوم ہو گا کہ انگلستان کی اراضی کے حق توریث کیلئے علاوہ صحیح النسبی کے بحالت ازدواج پیدا ہونا بھی ایک لازمی شرط ہے۔

دفعہ ۵۸ الف۔ یہ سوال کہ آیا اولاد غیر صحیح النسب (bastard) ہے، کلیتاً اس مقام کے قانون پر منحصر ہے، جہاں اولاد کی پیدائش کے وقت، والدین کا توطن تھا، اور یہ واقعہ کہ اولاد بیرون ملک پیدا ہوئی حیثیت کے بارہ میں غیر موثر ہے۔ مقدمہ سرکار بنام ہمفریز [۱۹۱۴] ۳ کے۔بی۔ ۱۲۳۔ جج ہبنکیز و توش، جسٹس اورنی مختلف الرائے۔ اور اسی طرح باپ کی ذمہ داری متعلقہ نفقہ اولاد کا تصفیہ صرف باپ کے قانون مقام توطن سے کیا جاتا ہے۔ مقدمہ کولاڈر نگھام پیرش کونسل بنام اسمتھ [۱۹۱۸] ایل۔ جے نیوز پیپر صفحہ ۱۸۱۔ جج ہسٹس سٹن۔

فصل پنجم

بحالتِ وفات جائداد منقولہ کی توریث 105

حیثیت، قابلیت اور جائدادی تعلقات کے بعد ہم ان بقیہ صورتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن میں جائداد کا مخصوص تعلق انسان کی ذات کے ساتھ خیال کیا جاتا ہے؛ تاکہ اسی مضمون کے ضمن میں ذاتی قانون کے استعمال کئے جانے کی سب صورتیں ختم ہو جائیں۔ اس قانون کا استعمال معاملات نکاح کے بعد زیادہ تر وفات کے معاملات میں ہوتا ہے۔ انگلستان کے عملدرآمد کے مطابق یہ استعمال صرف جائداد منقولہ تک محدود رہے گا کیونکہ انگلستان کی اراضی ہمیشہ قانون مقام وقوع (Lex situs) کی تابع ہیں اور کسی صورت میں ذاتی قانون کی تابع نہیں ہو سکتیں۔

انگلستان اور ان ممالک اور نوآبادیوں میں جہاں کے قوانین کا ماخذ انگلستان کا قانون ہے متوفی کی ذاتی (یا جائداد منقولہ) پر قبضہ صرف سرکاری منظوری سے، جو عموماً عدالتی ہوتی ہے، حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس منظوری کی انگلستان میں تین شکلیں ہیں:-

(۱) "پروبیٹ" یا "نقل مصدقہ وصیت نامہ" جو ایسے شخص یا اشخاص کو دیجاتی ہے جو وصیت نامہ میں تعمیل کنندہ (وصی) مقرر کئے جاتے ہیں۔

(۲) "اجازت نامہ اہتمام ترکہ معہ نقل وصیت نامہ" جس حالت میں وصیت نامہ کے ذریعہ سے کوئی تعمیل کنندہ (وصی) نہ مقرر ہوا ہو۔

(۳) "اجازت نامہ اہتمام ترکہ" جس حالت میں متوفی نے کوئی وصیت نامہ نہ چھوڑا ہو، اوصیا یا مہتممان ترکہ کا یہ کام ہے کہ وہ متوفی کی ذاتی جائداد حاصل کر سکے، اس کا ترکہ ادا کریں:

اور جو کچھ باقی رہے، وہ ان لوگوں میں تقسیم کر دیں، جو بموجب وصیت اور اگر وصیت نہ ہو تو حسب قانون اس کے مستحق ہوں۔ یہ سب فرائض لفظ "ایڈمنسٹریشن (Administration)" اہتمام ترکہ کے تحت داخل ہیں۔ اسلئے اس کے دو معنی ہیں: اولاً اس کا استعمال بمقابلہ "پروبیٹ" کے ایک خاص قسم کی سرکاری منظوری کیلئے ہوتا ہے۔ ثانیاً جائداد منظورہ کے متعلق بطریق خاص عمل کے اظہار کیلئے جس کی امید منتقل الیہ سے کیجاتی ہے، منظوری کی نوعیت خواہ کسی قسم کی ہو۔

جن صورتوں میں متوفی، ایکٹ انتقال جائداد بابتہ ۱۸۹۷ء ۶۰ و ۶۱ وکٹوریہ فصل ۶۵ کی تاریخ یکم جنوری ۱۸۹۸ء کے بعد مرے، تو حقیقی یا غیر منقولہ جائداد بھی، منقولہ جائداد کیطرح، وصی یا مہتمم کے اختیار میں آجاتی ہے۔ ان ممالک میں جن کا قانون توریث بہ نسبت انگریزی قانون کے زیادہ تر قانون روما سے اخذ کیا گیا ہے، متوفی کی جائداد منقولہ، غیر منقولہ جائداد کی طرح ان ورثاء کو پہنچتی ہے، جن کے حق میں وصیت کی گئی ہے، یا جو ازروئے قانون، اس کے مستحق ہوں (جیسی صورت ہو)؛ اور بعض صورتوں میں وصیتی موہوب لہ کو بھی پہنچتی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ ورثاء اور موہوب لہ اس کو منظور کریں۔ یہ لوگ ذاتی طور سے متوفی کے تمام قرضوں کے ذمہ دار ہیں، لیکن اگر انھوں نے توریث بقید فہرست (With benifit of in-ventory) منظور کی ہے، تو انکی ذمہ داری بقدر جائداد محصلہ کے رہے گی، اور اسی مناسبت سے، وہ ایسے مخصوص ہبہ بالوصیت کے بھی ذمہ دار ہونگے، جو وصیت نامہ میں بتایا گیا ہو؛ اس کے اور قرضہ کے ادا ہو جانے کے بعد حق تصرف (Benificial interest) انھیں کو رہے گا۔ موصی کو وصی کے تقرر کا حق، ایک استثنائی شکل ہے، اور عام طور سے یہ اختیار محدود ہوتا ہے، مثلاً نپولین کے کوڈ کی دفعہ ۱۰۲۶ میں صرف جائداد منقولہ کے قبضہ کا حق دیا گیا ہے، اور وہ بھی صرف ایک سال اور ایک دن سے زیادہ کیلئے نہیں ہے۔

قدیم یا انگلستان، کے ضابطہ کی رو سے جائداد منقولہ (اور ۱۸۹۸ء کے بعد سے غیر منقولہ) کے بھی اس حصہ میں جو بعد ادائے قرضہ باقی رہجائے، صرف حق تصرف یا استفادہ، وفات پر منتقل ہوتا ہے، خواہ وصیت عمل میں آئی ہو، خواہ نہ آئی ہو۔ خود جائداد منقولہ سرکاری منظوری سے، بعد وفات کے منتقل ہوتی ہے، اور وہ حق استفادہ یا تصرف پر حاوی ہے:

اگرچہ ایسی صورت میں، کہ متوفی نے کسی کو وصی نہ مقرر کیا ہو، تو تعمیل کنندہ، عام طور سے وہی مقرر کیا جاتا ہے جس کو جائداد مذکور میں حق استفادہ یا تصرف حاصل ہوتا ہے۔ یہ موخر الذکر اور یورپ کے دوسرے ممالک کے ضابطہ میں، وفات کے بعد خود جائداد منقولہ منتقل ہو جاتی ہے، خواہ وصیت عمل میں آئی ہو، خواہ نہ آئی ہو، اور اس میں حق استفادہ یا تصرف شامل ہے، اگرچہ وہ صرف قرضہ اور وصیتی ہبہ کی ادا سے مشروط ہو۔ یہ ضابطہ، اس ضابطہ کے مماثل ہے، جو انگلستان میں، مختلف رد و بدل قانونی کے بعد، جائداد غیر منقولہ کے متعلق، ۱۹۲۵ء کے ایکٹ انتقال جائداد کے نفاذ کے قبل، قائم ہو گیا تھا، دونوں ضابطوں کی مشترکہ بنیاد، قانون روما کا وہ قدیم اصول ہے جس کی رو سے، وارث، متوفی کے وجود کا قائم اور باقی رکھنے والا، اور اس لحاظ سے، اس کے تمام حقوق اور ذمہ داریوں کا قائم مقام متصور ہوتا تھا۔ انگلستان میں، جائداد منقولہ کے متعلق، اس اصول میں کسیقدر تبدیلی ہو گئی ہے۔ اولاً متوفی کی ہر صورت میں، قائم مقامی کیلئے سرکاری منظوری لازم کر دی گئی ہے۔ ثانیاً استفادہ یا تصرف کی قائم مقامی کو، نفس قائم مقامی سے، جدا کر دیا گیا ہے، اور اس طور سے، وصی یا مہتمم ترکہ، جو انگلستان میں، متوفی کے ذاتی قائمقام کہے جاتے ہیں، متوفی کی کامل ذات کے، قائم اور باقی رکھنے والوں سے، مختلف ہو گئے ہیں۔ یورپ کے دوسرے ممالک کے ضابطہ 107 میں صرف قید فہرست کی بنا پر تبدیلی ہوئی ہے جس کا جاری کرنے والا جسٹینین تھا۔

ان ضابطوں کی بنا پر جو مسائل، قانون بین الاقوام کے متعلق پیدا ہوتے ہیں، ان کا فیصلہ، یورپ کے دوسرے ممالک میں، جائداد منقولہ کی توریث میں، خواہ وہ وصیتی ہو، خواہ غیر وصیتی، متوفی کے ذاتی قانون سے کیا جاتا ہے۔ اٹلی کے کوڈ نے حسب رائے سوگنی، اس کو متوفی کی اس جائداد غیر منقولہ پر بھی حاوی کر دیا ہے، جو اس ملک کے علاوہ، دوسرے ممالک میں واقع ہو۔

جائداد غیر منقولہ کی توریث میں، جو اصول انگلستان کے ججوں کے فیصلہ جات کی بنیاد ہے، وہی فی الحقیقت، انگلستان کے قانون میں، بطور قاعدہ کے اختیار کر لیا گیا ہے۔ اور جو اسطرح بیان کیا جا سکتا ہے:۔

دفعہ ۵۹ متوفی کی ذاتی جائداد جو قرضہ تجہیز و تکفین، اور اہتمام ترکہ یعنے اس پر قابض ہونے اور اس کی تقسیم کے مصارف کے بعد باقی بچ جائے، اس سے استفادہ

یا تصرف کا تصفیہ متوفی کے آخری مقام توطن کے قانون سے کیا جائے گا، خواہ وصیت عمل میں آئی ہو، خواہ نہ آئی ہو۔ یہاں قانون سے مراد آخری مقام توطن کا مجموعی قانون ہے، نہ کہ صرف وہ قانون جو قانون اندرون ملک (Internal law) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے (دیکھو مسئلہ "رینوائے" کی بحث فصل دوم میں)، اور خصوصاً مقدمات ڑوفورٹ و جانسن متذکرہ صفحات ۳۶ و ۳۷۔ موخرالذکر مقدمہ میں جسٹس فارویل نے اس کی تصریح کی کہ بیڈن کے قانون میں "ڈی کوجس" (Decujus) کی انگریزی قومیت کے حوالہ دینے سے کیا مقصد تھا؟ انھوں نے لکھا کہ "تقسیم حسب قانون قومیت" کے معنی تقسیم حسب قانون انگریزی ہیں، مگر اس قانون کے مطابق جو خاص صورتوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے، نہ کہ تمام انگریزوں کے متعلق، بلحاظ ان کے اصلی توطن کے" (۱۹۰۳ ا چانسری ۸۲۵)۔ لفظ "اصلی" کو مخصوص حالت کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ اگر مس جانسن، بیڈن جانے سے پہلے مالٹا سے کسی دوسرے انگریزی توطن میں منتقل ہوگئی ہوتی، تو فیصلہ اس انگریزی توطن کے لحاظ سے عمل میں آتا جو اس نے منتخب کرلیا تھا۔

اور چونکہ ملک کے نافذہ قانون کی توضیح اور استعمال، ان عدالتوں سے بہتر کوئی عدالت نہیں کرسکتی جہاں وہ رائج ہے، اسلئے آخر دفعہ سے یہ نتیجہ صحیح طور سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ:—

دفعہ ۶۰ — اگر متوفی کے آخری توطن کی عدالت کو اس امر کے تصفیہ کا موقع ملا ہے کہ متوفی کی ذاتی جائدادیں، دیون، اور تجہیز و تکفین، اور اہتمام ترکہ، کے مصارف کی منہائی کے بعد، حق استفادہ یا تصرف کس شخص کو حاصل ہے، تو اس کا فیصلہ انگلستان میں قطعی متصور ہوگا: خواہ وہ سوال، اہتمام ترکہ کی منظوری کے دعوی میں پیش آیا ہو، خواہ وصیت نامہ کی مجوزہ نقل مصدقہ کے دیئے جانے کی تردید کے دعوی میں، یا کسی اور طور پر ایسے سرمایہ کی تقسیم کے متعلق (بعد منہائی دیون و دیگر مصارف متذکرہ بالا) کے، جو انگلستان میں موجود ہو، دفعہ ۵۹ کے پہلے فقرہ سے یہ نتیجہ ان لوگوں کی رائے میں نہیں مستنبط ہوسکتا جو مسئلہ "رینوائی" اور مسائل متذکرہ فصل دوم کو تسلیم نہیں کرتے، ان کے نزدیک انگلستان کی عدالتوں کو آخری مقام توطن کے اندرونی قانون کا اتباع کرنا لازم ہے، گوکہ اس ملک کی عدالتیں اپنا مجموعی قانون کام میں لائیں گی۔ انگلستان میں اس دفعہ 108

مطابق پوری طرح سے عملدرآمد ہے اور یہ منجملہ دوسرے دلائل کے ایک دلیل اس بینہ خیال کی تردید میں ہے کہ شخصی قانون بین الاقوام کے جو قواعد ہم نے اختیار کئے ہیں، وہ دوسرے ممالک کے صرف ان قوانین کا حوالہ دیتے ہیں جو قانون اندرون ملک کے نام سے موسوم ہیں۔

مقدمہ گرسپن بنام ڈاگلیونی (۱۸۶۳) ۳-ایس و ٹی ۹۶-بج، کرسول بکر (۱۸۶۶) ایل۔ار (۱) ای و آئی۔اے ۳۰۱-بج چیسفورڈ کریتیورتھ کو مقدمہ ٹر و فورٹ متذکرہ سابق صفحہ ۳۹ کو اور جسٹس فاروول کا حوالہ بمقدمہ جانسن زیر دفعہ ۵۹ کو۔

دفعہ ۶۱ جس حالت میں متوفی کے آخری توطن کا قانون اسکی توریث جائداد منقولہ کو اسکے قومی قانون پر محول کرتا ہے تو دفعہ ۶۰ کا اصول اس ملک کی عدالت سے متعلق ہوگا، جہاں کا باشندہ شخص متوفی بلحاظ قومیت کے تھا۔

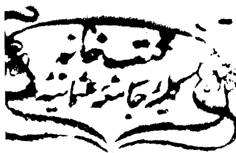
مقدمہ ٹر و فورٹ بنام بلینک (۱۸۸۷) ۳۶ چانسری ڈویژن ۶۰۰-بج، اسٹرلنگ میں یہ امر زیر بحث تھا کہ سلطنت ترکی اور دوسرے ایسے ممالک کے توطن کی بحث جن کے ساتھ ہمارے بین الاقوامی تعلقات قائم نہیں ہیں توطن کے ضمن میں کیجائے گی۔

دفعہ ۶۲ متوفی کے آخری توطن کے قانون سے ہر دو دفعات متذکرہ بالا میں وہ قانون سمجھا جانا چاہیے جو متوفی کی وفات کے وقت نافذ تھا، ایسا قانون جو متوفی کی وفات کے بعد جاری ہوا اور جس کا اثر زمانہ گزشتہ پر پڑے وہ تمام مسائل متعلقہ توریث میں عدالتہائے انگلستان میں نا قابل لحاظ متصور ہوگا۔

مقدمہ لیچ بنام پریدونل گورنمنٹ ہراگی (۱۸۶۷) ایل-آر۔ (۲) پی ایم ۲۶۸-بج، بپنیر اقسنی کو مقدمہ او قاف اگانور [۱۸۹۵] ۲ ایل-جے (سلسلہ جدید) چانسری ۲۱۵-بج، رہ ہو مریکر

جائداد منقولہ کی توریث میں جو تفصیلی مسائل بین الاقوامی انگلستان میں پیدا ہوتے ہیں، ان کا ذکر اسی سلسلہ میں کرنا موجب آسانی ہوگا جس سلسلہ میں عموماً مقدمات میں کارروائی ہوا کرتی ہے۔ پہلے ان اشخاص کے متعلق قواعد بیان کئے جائیں گے، جن کے حق میں پروبیٹ یا اہتمام ترکہ کی منظوری دیجا سکتی ہے اور نیز یہ کہ کون سے

وصیت نامے ایسے ہیں جن کے نقول مُصدقہ عطا ہو سکتے ہیں منظوری کے دینے میں، ان دونوں امور پر لحاظ کیا جاتا ہے مگر مقدم الذکر قواعد کو زیادہ تر کام میں لانا پڑتا ہے کیونکہ وہ وصیتی اور غیر وصیتی دونوں صورتوں پر حاوی ہیں۔ ان کے بعد وہ قواعد ہیں جن کے ذریعہ سے یہ تعین ہوتا ہے کہ پروبیٹ یا اہتمام ترکہ کی منظوری سے
109 کس قسم کی جائداد منتقل ہوتی ہے۔ آخر میں وہ قواعد ہیں جن سے ان سوالات کا تصفیہ ہوتا ہے جو دوران اہتمام ترکہ میں پیش آتے ہیں۔ یہاں "اہتمام" کا لفظ ان دو معنوں میں سے جن کا ذکر صفحہ (۱۰۵) پر کیا گیا ہے، دوسرے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔



پروبیٹ یا اہتمام ترکہ کی منظوری

دفعہ ۶۳ متوفی کا توطن یا پولیٹیکل قومیت، خواہ کچھ ہو، اس کی ذاتی جائداد (جائداد منقولہ) موجودہ انگلستان زیر قبضہ ہو سکتا ہے اور نہ ایسی جائداد واجب الوصول کی بابتہ دعویٰ ہو سکتا ہے، بغیر اسکے کہ پروبیٹ یا اجازت اہتمام ترکہ کی منظوری دیجائے بشرطیکہ جائداد مذکور، وہ رقم ہو، جو شخص متوفی کی زندگی کے بیمہ کی بابتہ واجب الادا ہو۔

ٹورٹن بنام فلاور (۱۷۳۵) ۳۔ پی۔ ڈبلیو ۳۶۹۔ جج ٹالبوٹ کو تو یارک برواریز کمپنی بنام اٹرنی جنرل [۱۸۹۹] اے۔سی ۶۲۔ جج، باتسبری، تو اٹسن۔ شینڈ و ڈیوی جنھوں نے اتھ رگبی اور کوتس کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور انھوں نے ایک انگریزی کمپنی کے حصص اور ڈبنچر کے مقدمہ میں ٹیبس ونس گرتھام کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا تھا۔ مقدمہ پرائس بنام ڈیوہرسٹ (۱۸۳۸) ۴۔ یم و سی ۷۶۔ جج، کاٹن ہام سے دفعہ ہذا کے لازمی نتائج کا اظہار ہوتا ہے، یعنے یہ کہ متوفی کی ذاتی جائداد کے ایسے اہتمام میں (یہاں اہتمام دوسرے معنوں میں ہے جس کا ذکر صفحہ ۱۰۵ میں ہو چکا ہے) جو زیر ہدایت عدالت عمل میں آرہا ہو، عدالت کسی ایسے وصیت نامہ پر لحاظ نہیں کر سکتی جو انگلستان میں ثابت نہ کیا گیا ہو۔ فرنانڈیز کے مہتممان ترکہ کے یکطرفہ مقدمہ (۱۸۷۰) ایل۔آر۔ ۵ چانسری اپیل ۳۱۴ میں سٹیفنس گے فارڈ نے رومیلے کی رائے کو منسوخ کر دیا، اس دفعہ میں جو استثنا قائم کیا گیا ہے،

دو ایکٹ مالگزاری ۱۸۹۰ء کی دفعہ ۹ کے قانونی حکم پر مبنی ہے جس میں یہ حکم ہے کہ اگر کوئی شخص جس نے اپنی زندگی کا بیمہ کرایا ہو سلطنتہائے متحدہ سے باہر توطن کی حالت میں مرجائے تو رقم بیمہ کے مستحق قرار دیئے جانے کے لئے یہ ضرور نہیں ہے کہ سلطنتہائے متحدہ کی عدالتوں میں سے کسی عدالت کی منظوری حاصل کی جائے۔
مقدمہ ہاس بنام اٹلس انشورنس کمپنی [۱۹۱۳] ۲-کے-پی ۲۹-بنچ، اسکروٹن مقدمہ ستھ ویٹ بنام فیری (۱۸۴۰) اے-ایم وجر ۱۵۹-میں جسٹس ٹنڈل، بوساںکٹ، کولٹمین اور ارسکین نے ایک مہتمم ترکہ کو جو منظوری عدالت آئرلینڈ مقرر ہوا تھا ایک ایسی دستاویز کی بنا پر نالش کرنے کی اجازت دی، جو آئرلینڈ میں بروقت وفات جائداد مالیتی (bona notabilia) متصور ہوتی تھی، لیکن یہ یقیناً ایک غلط کارروائی تھی۔ دیکھو وائٹ بنام روز زیر دفعہ آئندہ۔ مقدمہ وینکولس بنام تو آرڈ (۱۸۶۳) ۵ اسی-پی-(سلسلہ جدید) ۲۴۱ میں فقرہ ۲-عذر نمبر ۱۶ کے متعلق ارل ولیمیس اور کیٹنگ نے یہ طے کیا کہ جس غیر ملکی وارث کو متوفی کے توطن کے قانون کے مطابق یہ حق حاصل ہو کہ وہ متوفی کے ان دیون کی بابت جو ارث میں شریک ہوں اپنے حق کی بنا پر دعوی کرسکتا ہے، وہ انگلستان میں بھی اپنے نام سے دعوی دائر کرنے کا مجاز ہے، گو کہ انگریزی عدالت سے اس کی منظوری نہ لی گئی ہو۔ ان ججوں نے اگرچہ یہ فیصلہ کیا مگر ساتھ ہی اسکے وہ اس قاعدہ کو بھی ملحوظ رکھنا چاہتے تھے جو اس دفعہ میں قائم کیا گیا ہے۔ بظاہر ان کا خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تجویز مخصوص مقدمہ سے متعلق تھی۔ جو مقدمہ انکے سامنے پیش تھا اس کو وہ دوسرے ممالک یورپ کے قانون کا عام مقدمہ نہیں سمجھتے تھے۔
فرض کرو کہ مسئلہ کا تعلق بحیثیت متوفی کی ذاتی جائداد سے نہیں ہے بلکہ ایسی جائداد سے ہے جس پر وصی بربنائے وصیت نامہ بطور امین قابض ہونے کا اقبال کرتے ہیں، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا انگریزی عدالتیں غیر ملک کی پروبیٹ کو اسی نظر سے نہیں دیکھیں گی جس نظر سے، شرائط امانت کے متعلق کسی دوسری پیش شدہ دستاویز کو دیکھتیں۔ مقدمہ اوقاف ڈوٹل (۱۸۰۳) ۲۳ چانسری ڈویژن ۵۳۲ (صفحہ ۵۴۲-۵۴۴) جج، چٹی اس وجہ کے علاوہ جس سے مقدمہ ونیسن (۱۸۸۳) ۲۴-چانسری ڈویژن

۱۲۱-جے بیرسٹن میں بحث کی گئی ہے، اسوجہ کی بنا پر بھی مستند سمجھا جاسکتا ہے ٭

دفعہ ۶۴ انگلستان میں متوفی کی جائداد منقولہ کے متعلق مقدمہ چلانے کے واسطے کسی غیر ملک کی عدالت کی منظوری کی ضرورت نہیں ہے۔

مقدمہ وائٹ بنام رَوز (۱۸۴۲) ۳-کیو-بی ۴۹۶-ج ہنڈل، ائنجر، کولتھین، ال، پارکی، اندرسن-رولف نے اسی مقدمہ (۱۸۴۰) کیو-بی ۴۹۳-جے، ڈنمین لیفٹیننٹ، ڈیل، پیٹین، وکو آرج کو منسوخ کر دیا ٭

دفعہ ۶۵ اس اہم اصول کے قرار دینے کیلئے کہ انگلستان میں منظوری کس شخص کو دی جائے گی، اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا کہ انتخاب ذیل بجنسہ نقل کر دیا جائے۔

"میں قبل ازیں اس عام اصول پر کاربند رہا ہوں کہ جب متوفی کے توطن کی عدالت، کسی شخص کو منظوری عطا کرتی ہے اور وہ عدالت ہذا میں حاضر ہوکر اس امر کا اطمینان دلاتا ہے کہ وہ اپنے ملک کے باضابطہ حکم کی رو سے متوفی کی جائداد کے اہتمام کا مجاز ہے، تو مجھ کو بلا کسی مزید غور کے شخص مذکور کو یہ اختیار عطا کرنا چاہیے کہ وہ اس سرمایہ کا بھی اہتمام کرے، جو انگلستان میں موجود ہو" لارڈ پنزانسے بمقدمہ ہل (۱۸۷۰) ایل-آر-۲-پی وایم ۹۰-صرف اس استثنا کے ساتھ کہ "عدالت ہذا ملک غیر کے قانون کی پابندی اس حد تک نہیں کرسکتی کہ وہ ایسے شخص کو اہتمام ترکہ کی منظوری دیدے جو ذاتی طور سے اس منظوری کے لینے کے ناقابل ہو، مثلاً یہ کہ عدالتہائے ملک غیر اس امر پر کتنا ہی زور کیوں نہ دیں کہ نابالغوں کو منظوری دی جانی چاہیے، لیکن اس ملک کی عدالتیں، ان کے اتباع میں، ایسے اشخاص کو منظوری نہیں دے سکتیں" جج بھین-بمقدمہ میارڈ [۱۹۰۳] پی صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۰-اس مقدمہ میں، اجازت نامہ اہتمام ترکہ معہ نقل وصیت نامہ، ان ریسیورز کو دیا گیا، جن کو عدالت توطن نے، اوصیائے مقررہ وصیت نامہ کو ترک کرکے مقرر کیا تھا۔ مقابلہ کرو مقدمہ ڈی-ارلینس متذکرۂ سابق صفحہ ۱۴۱-

لارڈ پنزانسے کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک دوسرے موقع پر اسی اصول کو اسطرح بیان کیا تھا "یہ اصول عام ہے جس کے مطابق میں قبل ازیں عمل کرچکا ہوں کہ جب کوئی شخص بحالت توطن ملک غیر فوت ہو، اور اس ملک کی عدالت کسی شخص کو (خواہ وہ کوئی ہو)، اہتمام ترکہ کا حق دیتی ہے، تو عدالت ہذا کو عدالت مذکور کا

اتباع کرنا چاہیے، صرف اس بنا پر کہ وہ عدالت ملک غیر کی منظوری ہے بلا دریافت ان اصول کے جن کی بنا پر وہ منظوری دی گئی،[1] اور بلا لحاظ ان اصول کے جن کی بنا پر اس ملک میں ایسی منظوریاں دی جاتی ہیں۔[2] مقدمہ اسمتھ (۱۸۶۸) ۱۶ - ڈبلیو - آر ۱۱۳۰ ج، وائیلڈ۔ یہ اصول جن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے وہ زیادہ تر صحیح نہیں ہیں، کیونکہ یہ امر ظاہر ہے کہ اختیار اہتمام ترکہ ایسے شخص کو دیئے جانے کی حالت میں، جس کو عدالت توطن نے مجاز کیا ہو، یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کی شکل بھی یہی ہو۔ (زیر دفعہ ۶۹) ہر موجودہ دفعہ کی تائید میں، دیکھو مقدمہ اجرسٹن (۱۸۴۰) ۲ کرٹ ۶۵۶ جج جینر منظوری خواہ بہ اتباع (منظوری ملک غیر ہو یا نہ ہو) ایسی شکل میں ہونی چاہیئے، کہ منظوری حاصل کرنے والا ان فرائض کو جو حسب قانون توطن اس پر عائد ہوں، انجام دے سکے۔ مقدمہ بریسین [۱۸۹۴] پی ۲۶۰ - ج، جینی، نیز دیکھو مقدمہ وان لنڈن [۱۸۹۶] پی ۱۴۸ - ج، جینی، مقدمہ میری موفٹ [۱۹۰۰] پی ۱۵۲ ج، جینی، مقدمہ وانبی [۱۹۰۱] پی ۲۳۰ - ج، جینی، مقدمہ برن بنام کول
امیال ۵ ۱۴ ج، جینی فیلڈ میں ۱۷۶۲ء ہی میں پریوی کونسل نے ایک قاعدہ، 111
دفعہ ۶۵ کے قاعدہ کے برعکس، قائم کر دیا تھا، جس میں یہ حکم تھا کہ جب متوفی کا توطن انگلستان کا ہو، تو نو آبادیات میں اس کی جائداد کے اہتمام کا اختیار ایسے شخص کو ملنا چاہیے، جس کو یہ اختیار انگلستان میں دیا گیا ہو۔ مقدمہ براؤن بنام فلپس (۱۷۳۷) جس کا حوالہ مقدمہ بالا میں دیا گیا تھا، پریوی کونسل نے یہ خیال کیا کہ یہ قاعدہ اس صورت پر حاوی نہیں ہے جس میں عدالت توطن نے اہتمام ترکہ قرضخواہ کے سپرد کیا ہو، اور یہ بھی یقینی نہیں ہے کہ لارڈ مینسفیلڈ نے اس قید کو ناپسند کیا، اگرچہ خود ان کے الفاظ، مقدمہ برن بنام کول میں، اس کا اعادہ نہیں کرتے۔ البتہ مقدمہ ٹیمس بنام ــــ (۱۷۴۷) جج "پی سی" لی کے حکم کی جو وجہ قائم کی گئی تھی، اس کو ناپسند کیا، یعنے یہ کہ "مبلغ، لنڈن کے مذہبی ضلع میں واقع ہونے سے حقوق کنٹربری کے ماتحت ہے"۔ اس تجویز کیلئے زیادہ تر قوی اور بہتر دلیل "مقام قیام" تھا۔

جب موصی کی بعض جائداد غیر ملک کی عدالت نے منجملہ ورثا کے کسی ایک

وارث کو دیدی تھی تو اس کا اہتمام اسی جائداد کی حد تک اس وارث کے حق میں منظور کیا گیا تھا۔ مقدمہ دوست علی خاں (۱۸۸۰) ۶ پی۔ ڈی ۶۔ جج ہینن کو

اجازت نامہ اہتمام ترکہ معہ نقل وصیت نامہ اس شخص کے استعمال اور فائدہ کیلئے جس کو غیر ملک کے وصی نے باضابطہ طریقہ سے اپنا قائمقام قرار دیا تھا بنام وکلا منظور کیا گیا۔ مقدمہ بلیک (۱۸۸۷) ۱۳ پی۔ ڈی۔ ۵ جج، بٹ کو

دفعہ ۶۵ الف۔ اگر ملک غیر کے توطن کی عدالت نے کوئی حکم مہتمان ترکہ کے تقرر کی نسبت صادر نہیں کیا ہے تو انگریزی عدالت مناسب مقدمات میں مہتمان ترکہ کو جو انگریزی وصیت نامہ کے ذریعہ سے مقرر ہوئے ہوں پروبیٹ عطا کرے گی۔ یہ قاعدہ کا انگریزی عدالت کوئی پروبیٹ اس طرح نہ دے گی کہ وہ کسی ایسے تقرر میں مزاحم ہو جو متوفی کے ملک غیر کے توطن کی عدالت سے عمل میں آیا ہو، صرف اس صورت سے متعلق ہوگا جبکہ عدالت ملک غیر سے فی الحقیقت حکم صادر ہو چکا ہو، نہ یہ کہ صرف کارروائی شروع ہوئی ہو۔ مقدمہ کاکرل [۱۹۱۸] پی ۹۳ جج ایو انس کو

دفعہ ۶۶ قاعدہ متذکرہ دفعہ ۶۵ اس شخص سے متعلق ہوگا جس نے توطن کی عدالت سے منظوری عند الضرورت (de bonis non) یا اصلی منظوری حاصل کی ہو۔

مقدمہ ہل (۱۸۷۰) ایل۔ آر ۲۔ پی و ایم ۹۰ جج، پنزانس کو

دفعہ ۶۷ اور قاعدہ مذکورہ اس شخص کے بھی متعلق کیا گیا ہے جو ملک توطن میں عدالت کی طرف سے اس تحقیقات کے اثنا میں کہ منجملہ دو وصیت ناموں کے کونسا وصیت نامہ صحیح ہے، عدالتی مہتمم مقرر کیا گیا ہو۔

مقدمہ وائس کا بنام ڈوبی از تبرو (۱۸۳۹) ۲ کرٹ ۲۷۷۔ جج جینر کو

دفعہ ۶۸ نیز اس شخص سے جو مہتمم مقررہ وصیت نامہ کی نا قابلیت کے زمانہ میں ملک توطن میں عارضی مہتمم مقرر کیا گیا ہو، ایسے اہتمام ترکہ کی منظوری اسوقت تک کیلئے ہوگی جبتک کہ ملک توطن میں عارضی مہتمم کا اختیار قائم رہے۔

مقدمہ شیگر وائلڈ (۱۸۶۴) ۱۰۔ جورر (سلسلہ جدید) ۱۶۹۔ جج، وائیلڈ کو

مقدمہ لیوی [۱۹۰۸] پی ۱۰۸۔ جج گورل بارنس میں ملک غیر کی عدالت نے

ایک عدالتی مہتمم کو ایک محدود زمانہ کیلئے مقرر کیا تھا مگر انگریزی عدالت نے عام منظوری دی - مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اس فیصلہ کا اتباع کیا جائے گا؟ (دیکھو:- ایل - کیو - آر [۱۹۱۳] صفحہ ۴۰)

دفعہ ۶۹ جس حالت میں موصی کے ملک توطن میں حسب عملدرآمد 112
(Tenour) ایک مہتمم کو پروبیٹ دی گئی ہو اور صورت ایسی ہو کہ انگریزی عملدرآمد کے مطابق وہ صرف اجازت نامہ اہتمام ترکہ معہ نقل وصیت نامہ کا مستحق ہو، تو ملک غیر کے مہتمم کو صرف اجازت نامہ اہتمام ترکہ معہ نقل وصیت نامہ دیا جائے گا۔

مقدمہ ٹرٹیہ (۱۸۲۸) ۱۰ ہیگ مذہبی ۴۷۴ - جج، نیکال؛ مقدمہ میکنزی (۱۸۵۶) ڈین ۱۷ - جج، فاوسن؛ مقدمہ کاستنیہن (۱۸۶۶) ایل - آر - آئی پی - ایم ۳ ۱۸۱ - جج، وائیلڈ؛ مقدمہ ارل (۱۸۶۷) ایل - آر - آئی - پی و ایم ۴۵۰ جج، وائیلڈ۔

دفعہ ۷۰ "اس تاریخ (۱۲ نومبر ۱۸۵۸ء) اور اس کے بعد سے، ایسے متوفی کی ذاتی جائداد اور اثاثہ کی فہرست میں، جو اسکاٹ لینڈ کے توطن کی حالت میں فوت ہوا ہو، ایسی ذاتی جائداد اور اثاثہ شریک ہو سکے گا، جو انگلستان یا آئرلینڈ یا دونوں جگہ واقع ہو، بشرطیکہ وہ شخص، جو اس کی تصدیق کی درخواست کرتا ہے، ناسق (Commissary) کو اس امر کے متعلق اطمینان دلا دیتا ہے، اور ناسق نے ضمنی کارروائی کر کے (Interlocuter) معلوم کر لیا ہے کہ متوفی اسکاٹ لینڈ کے توطن کی حالت میں فوت ہوا، یہ ضمنی کارروائی توطن کے متعلق قطعی ثبوت ہوگی - مزید شرط یہ ہے کہ ایسی ذاتی جائداد اور اثاثہ موقوعہ انگلستان و آئرلینڈ کی قیمت، فہرست مذکور میں علیحدہ علیحدہ بتائی گئی ہو، اور اس فہرست پر جائداد اور اثاثہ کی مجموعی قیمت کے مطابق خواہ وہ سلطنت برطانیہ عظمیٰ کے کسی حصہ میں واقع ہو، اسٹامپ چسپاں کیا گیا ہو۔" ایکٹ تصدیق وغیرہ بابتہ ۱۸۵۸ء قانون ۲۱ و ۲۲ وکٹوریہ فصل ۵۶ دفعہ ۹ -

"تاریخ مذکور اور اس کے بعد سے جب کوئی تصدیق، ایسے شخص کے مہتمم ترکہ کی، جس کی نسبت حسب طریقہ متذکرہ بالا معلوم ہو چکا ہو کہ بحالت توطن اسکاٹ لینڈ فوت ہوا ہے، اور تصدیق مذکور ذاتی جائداد موقوعہ اسکاٹ لینڈ کے علاوہ، انگلستان کی موقوعہ

ذاتی جائداد پر بھی حاوی ہو، انگلستان کی خاص عدالت پروبیٹ میں پیش ہو، اور اسکی ایک نقل مع درمیانی کارروائی کی نقل مصدقہ کے، اس امر کی تصدیق میں کہ شخص متوفی بحالت توطن اسکاٹ لینڈ فوت ہوا، رجسٹرار کے سامنے پیش کی جاوے؛ تو عدالت مذکور ایسی تصدیق پر اپنی مہر ثبت کر کے پیش کرنیوالے کو واپس کر دے گی؛ اور اس کے بعد سے انگلستان میں اس کا وہی عمل اور اثر ہو گا، گویا کہ پروبیٹ (نقل وصیت نامہ یا سند اہتمام ترکہ جیسی صورت ہو) اسی عدالت پروبیٹ سے جاری ہوئی تھی۔ (حسب حوالہ سابق) دفعہ ۱۲ الف۔

اس قانون نے درفی الحقیقت انگریزی منظوری اور ثبوت کی ایک جدید شکل مہیا کر دی ہے، اور اس لئے انگلستان میں جائداد کے قبضہ یا ارجاع دعوی، یا کسی وصیت نامہ پر لحاظ کئے جانے کے واسطے انگلستان کی عدالت اہتمام ترکہ کے سامنے، انگریزی ثبوت کے پیش کئے جانے کی جو ضرورت حسب دفعہ ۶۲ بیان ہوئی ہے، اس میں کوئی فرق نہیں آتا۔ 113

جب اسکاٹ لینڈ کے ایک وصیت نامہ کی توثیق بحق مہتمان ترکہ ہو چکی ہو، تو انگلستان میں انگلستان کا عدالتہائے پروبیٹ، اس کی تصدیق مہری منظور کریں گی؛ اگرچہ تصدیق مذکور ایسے شخص کے حق میں ہو جو انگریزی قانون کے مطابق مہتمم ترکہ ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا ہو؛ مقدمہ جائداد رنکین [۱۹۰۱] پی ۱۴۴۔ عدالت مرافعہ نے، سوتھن اینڈ ہمی بینکنگ، تو جنہوں نے کو آرچ کے فیصلہ کو منسوخ کیا؛ اسکاٹ لینڈ کے ایک وصیت نامہ میں ایک جماعت سند یافتہ (Corporation) مہتمم مقرر کی گئی تھی، تجویز ہوئی کہ وصیت نامہ کی مہری تصدیق، بلاعذر کے انگلستان میں ہونی چاہئے؛ اگرچہ انگلستان کے قانون کے لحاظ سے جماعت سند یافتہ مستحق پروبیٹ نہیں ہوسکتی ہو۔

اسی ایکٹ کی دفعہ ۱۳ الف مثل دفعہ ۱۲ الف کے ہے؛ صرف بجائے الفاظ "انگلستان" کے "آئرلینڈ" لکھا گیا ہے۔ اور دفعہ ۱۴ الف میں ایسا ہی انتظام اسکاٹ لینڈ کے لئے کیا گیا ہے، تاکہ وہ پروبیٹ و اسناد اہتمام ترکہ جو ان لوگوں کے اوصیا یا مہتمان ترکہ کو انگلستان یا آئرلینڈ میں دیئے گئے ہوں، جو ان ممالک کے توطن کی حالت میں فوت ہوئے ہوں،

اسکاٹ لینڈ میں نافذ قرار پاسکیں۔

مگر انگلستان کی عدالتیں ایسی حالت میں بھی پروبیٹ یا اسناد اہتمام ترکہ دینے کی مجاز ہیں جبکہ آئرلینڈ کی منظوری کی مہری تصدیق نہ کی گئی ہو۔ مقدمہ ابروِن بنام کارتھ [۱۹۱۶] پی ۲۳۰ ۔ جج، ہارنج کو۔

دفعہ ۷۰ (الف) انگریزی منظوری کی ایک جدید صورت، نوآبادیات کے پروبیٹ ایکٹ ۱۸۹۲ء سے پیدا ہوگئی ہے جس کی رو سے، وہ پروبیٹ اور اسناد اہتمام ترکہ، جو ایسے انگریزی مقبوضات سے ملے ہوں، جن سے باہمی مساوات عمل کا معاہدہ ہو، یا جن کو ایسی انگریزی عدالتوں نے منظور کیا ہو جو ممالک غیر میں واقع ہوں، سلطنت ہائے متحدہ میں مصدق بمہر ہوسکتی ہیں۔ انگریزی عدالتیں موقوعہ ممالک غیر، سفارت خانوں کی عدالتیں ہیں جو حقیقی غیر ملک میں واقع ہوں، یا ان ممالک میں واقع ہوں، جو انگریزی نوآبادیات کی حفاظت میں ہیں۔

نوآبادیات کی منظور کردہ اسناد اہتمام ترکہ، انگلستان میں مصدق بمہر ہوسکتی ہیں، اگرچہ متوفی بعد وصیت کے مرگیا ہو اور اسکی کوئی جائداد انگلستان میں نہ ہو۔ مقدمہ سانڈرس [۱۹۰۰] پی ۲۹۲ ۔ جج، گورل کو۔

دفعہ ۷۰ (ب) گورنمنٹ آئرلینڈ کے ایکٹ ۱۹۲۰ء نے آئرلینڈ کی منظوریات اہتمام ترکہ کی تصدیقی کارروائی پر کوئی اثر نہیں ڈالا ہے اور نوآبادیات کے پروبیٹ ایکٹ بابتہ ۱۸۹۲ء کو آئرلینڈ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مقدمہ رابرٹ گالت [۱۹۲۲] ڈبلیو این صفحہ ۱۱۶ جج، پی ڈیوک کو۔

دفعہ ۷۱ جبکہ متوفی کا انتقال، بیرون ملک، اپنے توطن کے مقام میں، ہوا اور وہاں کی عدالت نے کسی شخص کو اس کی ذاتی جائداد کا اہتمام سپرد نہیں کیا، خواہ اس وجہ سے کہ اس ملک کے قانون کی رو سے، ایسی اجازت کی ضرورت نہیں، خواہ کسی دوسری وجہ سے، ایسی حالت میں انگریزی عدالتیں منظوری دینے کی مجاز ہونگی:۔

اوّل ان اوصیا کو، اگر کوئی ہوں، جو وصیت نامہ کے ذریعہ سے مقرر کئے گئے ہوں، یا اس کے مضمون سے، ان کے تقرر کا منشا معلوم ہوتا ہو، جب ایسے شخص کے وصیت نامہ میں جو بحالت توطن ملک غیر فوت ہوا، مہتممان ترکہ کے عام تقرر کی منظوری مندرج ہو، تو

انگریزی عدالتوں پر لازم ہے کہ وہ مہتمان مقرر شدہ کے حق میں بلا اس دریافت کے 114
کہ آیا وصیت نامہ کا کوئی اثر متوفی کی ذاتی جائداد موقوعہ انگلستان پر پڑتا ہے یا نہیں،
پروبیٹ کی منظوری اسی طرح صادر کریں جس طرح انگلستان کے ایک موصی کے وصیت نامہ
کی منظور ی جاتی ہے۔

لارڈ چیمسفورڈ نے مقدمہ اینوین بنام ویلی (۱۸۶۲ء) ۱۰ ایچ-ایل-سی صفحہ ۲۳ اور لارڈ ویسٹبری نے اسی مقدمہ صفحہ ۱۴ میں اس مزید حالت کا اضافہ کیا کہ مہتماں ترکہ نے ملک توطن کی عدالت مجاز میں وصیت نامہ کی تصدیق کرا لی ہو لیکن اس باب میں اس قسم کی کسی شرط لگانے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

دفعہ ۲ؔ لیکن اگر موصی نے ایک ہی وصیت نامہ کے ذریعہ سے اپنی جائداد موقوعہ انگلستان اور ملک غیر کیلئے مختلف مہتمان ترکہ مقرر کئے ہیں تو یہ سمجھنا غلط نہ ہو گا کہ ملک غیر کے مہتمان ترکہ انگلستان میں پروبیٹ حاصل کرنے کے مستحق نہ ہونگے

مقدمہ مندرجہ تحت دفعہ ۲ میں سر جی کرسول نے کہا کہ "میں دیکھتا ہوں کہ جب موصی کا عام مہتمان ترکہ اور ایک خاص مہتمم ترکہ کو چھوڑ جاتا ہے تو حسب شرائط تقررِ ان میں سے ہر ایک کو پروبیٹ دینے کا عملدرآمد جاری ہے، مگر میں اس اصول کو پوری طور سے نہیں سمجھ سکا جس کی بنا پر یہ عملدرآمد جاری ہو گیا ہے۔ میں انعقاد پر عرض کرنے کی معافی چاہتا ہوں کہ یہ عملدرآمد صحیح ہے اور اس سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ ایسے مہتمم ترکہ کے حق میں جو بطور خاص ایسی جائداد کیلئے مقرر کیا گیا ہو جو عدالت کے حد اختیار سے باہر ہو کوئی پروبیٹ منظور نہیں ہو سکتی۔"

جس حالت میں کہ وصیت نامہ اسی حد تک صحیح مانا جائے جہانتک کہ اس کا تعلق تقرر کے اختیار کی تعمیل سے ہے تو منظوری ایسی جائداد تک محدود رہے گی جسکے انتقال کا متوفی کو اختیار تھا، مگر اس نے وصیت نامہ کے ذریعہ سے اس کو منتقل نہیں کیا، جب تک کہ اس سے وسیع تر منظوری کی تائید ضروری رضامندی سے نہ ہو۔ مقدمہ ترنیقو نڈ (۱۸۹۹ء) پی ۷۴۴ ج ۲ میں جبکہ ایک موصی متوطن ملک غیر دو وصیت نامے لکھے، ایک مختص اس اراضی کی بابت جو انگلستان میں واقع ہے اور باشندگان

انگلستان ہی کو مہتمم مقرر کرے، اور دوسرا ملک غیر کی جائداد اور اس ذاتی جائداد کے متعلق ہو جو انگلستان میں واقع ہے اور اسکے لئے ملک غیر کا مہتمم مقرر کرے تو عدالت وصیت نامہ مقدم الذکر کے مہتموں کے حق میں اراضی موقوعہ انگلستان کی حد تک منظوری عطا کرے گی، اور جزئی منظوری (Cœterorum) ملک غیر کے مہتموں کو دیجائے گی۔ مقدمہ دان بڑینو (۱۹۱۱) صفحہ ۱۷۲ ۔ جج، آیوانس ؒ

دفعہ ۷۳ جو مہتمم ترکہ بروے وصیت نامہ مقرر کیا گیا ہو، اور موصی کے آخری ملک توطن کے قانون کی رو سے اس کی مدت ختم ہو گئی ہو، وہ انگلستان میں کسی منظوری کا مستحق نہیں قرار پا سکتا۔

مقدمہ لین ویلی بنام انڈرسن (۱۸۶۰) ۲۔ ایس و ٹی ۲۴ جج کرسول ؒ متوفی کے آخری ملک توطن کے قانون کے لحاظ سے مہتمم ترکہ صرف ایک سال قائم رہنے کا مستحق تھا، پروبیٹ وقت وفات سے ایک سال تک کیلئے محدود عطا کی گئی تھی۔ مقدمہ گرویس (۱۹۰۴) پی ۲۶۹ جج گورل بارنس ؒ

دفعہ ۷۴ ملک غیر کے وصیت ناموں کے متعلق جن میں بصراحت مہتمان ترکہ مقرر کئے گئے ہوں، انگلستان کا طرز عمل یہ ہے کہ جب وصیت نامہ میں کسی وارث کا ذکر ہو، تو بلحاظ استثنیات، بحیثیت مہتمم ترکہ اس کو پروبیٹ دی جاتی ہے، اگر موہوب لہ وصیتی کل جائداد (Univesal legatee) کو صرف اجازت نامہ معہ نقل وصیت کے ملتا ہے۔

مقدمہ اوی فینیٹ (۱۸۶۰) ۳۔۱۰۳ ایل۔ جے (سلسلہ جدید) پی رائم ۲ ہ ۔ جج کراتول ؒ، مقدمہ گرویس اور نیز دیکھو زیر دفعہ ۶۵ نسبت اس شکل کے جس میں منظوری دیجائے گی ؒ

دفعہ ۷۵ بہ نظر دفعہ ۶۲ اگر کوئی وصیت نامہ نہیں ہے، یا وصیت نامہ کے ذریعہ سے کوئی مہتمم مقرر نہیں ہوا ہے، اور نہ اس کے مضمون سے کسی کے تقرر کا منشا 115
ظاہر ہوتا ہے، تو دوسرے درجہ کے اشخاص مستحقین منظوری میں (جو ایسی حالت میں اہتمام ترکہ کی ہو گی نہ کہ پروبیٹ کی) وہ لوگ شامل ہوں گے جو کہ بحیثیت ورثا، رشتہ داران قریب یا موہوب لہ وصی کی توریث کے حق استفادہ (lienaficial successim) سے غرض رکھتے ہیں، یعنے اس جائداد سے جو بعد ادائے قرضہ و مصارف تجہیز و تکفین و اہتمام ترکہ

بچ رہے۔ جن کو منظوری دیجائے گی ان کا انتخاب انگلستان کے عملدرآمد کے مطابق عمل میں آئے گا؛ اس شرط کے ساتھ کہ حق استفادہ یا تصرف کا مسئلہ متوفی کے آخری توطن کے ملک کے قانون کی طرف رجوع کیا جائے گا، جیسا کہ دفعہ ۵۹ کا منشا ہے۔

مقدمہ اسٹورٹ (۱۸۳۸) ا۔کر ۴-۹۰ جج انیکال؛ نیز دیکھو مقدمہ آلیفینٹ زیر دفعہ ماقبل کو

دفعہ ۷۶ اور جو شخص متوفی کے آخری توطن میں ان لوگوں کا نمایندہ ہے جن کو توریث حق استفادہ سے تعلق ہے؛ مثلاً متوفی کی اولاد کا ولی ہو، انگلستان میں اہتمام ترکہ کی اجازت کا مستحق قرار پائے گا۔

مقدمہ بیانکے (۱۸۶۲) ا۔ ایس و ٹی ۱۹۶ جج انکر اسل کو

دفعہ ۷۷ تیسرے: اگر دفعات ماسبق سے مطابق کوئی شخص بھی مستحق نہ قرار پائے تو منظوری بحق قرضخواہ دیجائے گی۔

مقدمہ مارتور (۱۸۲۸) ا۔ ہیگ وانکلا۔ ۴۹ جج انیکال کو

دفعہ ۷۸ موصی، خواہ انگلستان کے توطن کی حالت میں فوت ہو، خواہ ملک غیر کے توطن کی حالت میں، اجازت اہتمام ترکہ، معہ نقل وصیت نامہ یا ضمیمہ وصیت نامہ جس کا تعلق صرف جائداد ملک غیر سے ہو نہیں دیجا سکتی؛ اور نہ ایسے وصیت نامہ یا ضمیمہ وصیت نامہ کی پروبیٹ مل سکتی ہے، جبتک کہ کسی دوسرے ایسے وصیت نامہ میں اس کا شریک کر لیا جانا نہ ظاہر ہوتا ہو، جو انگلستان میں قابل پروبیٹ ہو۔ ایسی صورت میں نہ صرف دونوں ایک دستاویز ہو جاتے ہیں؛ بلکہ انگلستان کے مہتمان ترکہ کی آگاہی کیلئے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وصیت نامہ یا ضمیمہ وصیت نامہ مذکورہ پروبیٹ میں شریک کر دیا جائے، تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کو اس جائداد سے جس کا تصفیہ دستاویزات مذکورسے ہو چکا ہے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مقدمہ مرے (۱۸۹۶) پی۔ ۶۵۔ جج گورل بارنس میں صفحہ ۸۱ پر یہ بیان ہوا ہے کہ برخلاف اس کے یہ ممکن ہے کہ ملک غیر کا وصیت نامہ انگلستان کے وصیت نامہ کو شریک کرے؛ اس صورت میں ملک غیر کا وصیت نامہ لحاظ اپنے اثر کے صرف جائداد ملک غیر تک محدود نہ رہے گا؛ اور پروبیٹ میں دونوں

شریک کر لئے جائیں گے۔ مقدمہ کوڈ (۱۸۶۷) ایل۔ آر۔ آئی۔ پی و ایم ۹۴۹ میں جج وائلڈ نے مقدمہ اسپریٹ بنام ہیرس (۱۸۳۳) ۴۔ ہیگ ندہبی ۴۰۵۔ جج نیکال کو منسوخ کردیا۔ اور مقدمہ ونٹر (۱۸۶۱) ۳۰۔ ایل۔ جے (سلسلہ جدید) پی و ایم ۵۶۔ جج کراسول۔ و مقدمہ ہارس (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۲۰۔ پی۔ ایم ۴۰۳۔ جج پیرآنسے۔ و مقدمہ ڈی۔ لا ساسی (۱۸۷۳) ایل۔ آر۔ ۳۰۔ پی و ایم ۲۴ جج ہنین۔ و مقدمہ باڈون (۱۸۷۴) ۴۳ ایل۔ جے (سلسلہ جدید) پی و ایم ۲۶۔ جج ہنین۔ ان سب مقدمات میں دستاویزات متعلقہ انتقال جائداد ملک غیر بربنائے شمول قابل عطائے پروبیٹ متصور ہوئیں۔ اور آخر مقدمہ میں جج نے دوسری وجہ ستذکرہ دفعہ ہذا ظاہر کی یعنی صورتوں میں شمول کا عمل نہیں ہوتا۔ ایک حلف نامہ مع نقل مصدقہ کے داخل کیا جاتا ہے۔ اور اس کا حوالہ اس وصیت نامہ کی پروبیٹ میں دیا جاتا ہے جو جائداد موقوعہ انگلستان کے متعلق ہوتی ہے۔ مقدمہ اسٹر (۱۸۷۶) ا۔ پی۔ ڈی۔ ۱۵۰۔ جج ہنین۔ و مقدمہ کالوے (۱۸۹۰) ۱۵ پی۔ ڈی ۱۴۷۔ جج بٹ۔ نیز ملاحظہ ہو مقدمہ ڈیلارو (۱۸۹۰) ۱۵۔ پی۔ ڈی ۱۸۵۔ جج ہنین۔ و مقدمہ سٹیمین (۱۸۹۱) پی ۲۵۳۔ جج جین۔ جہاں ایک ایسا حلف نامہ چاہا گیا جس سے معلوم ہوسکے کہ جو جائداد منقولہ کینیڈا کے وصیت نامہ میں درج تھی، وہ موصی کی وفات کے وقت کینیڈا میں موجود تھی۔ اور جو جائداد منقولہ انگریزی وصیت نامہ میں بتائی گئی تھی، وہ انگلستان میں موجود تھی۔ مقدمہ پی۔ اے فریزر [۱۸۹۱] پی۔ ۲۸۵۔ جج جین۔ مقدمہ شیٹلن [۱۸۹۴] پی ۲۹۔ جج گورل بارنس۔

مقدمہ بولٹن (۱۸۷۷) ۱۲ پی۔ ڈی ۲۰۲۔ جج ہنین میں دونوں وصیت ناموں کی جن کا تعلق جدا جدا انگلستان اور بلجیم کی جائداد سے تھا، پروبیٹ دی گئی، اگرچہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔ بلجیم کے مہتمم ترکہ نے وست برداری کر کے منظوری سے اتفاق کر لیا تھا۔

دفعہ ۶۷ قانون ۲۴ و ۲۵ وکٹوریہ کی فصل ۱۲۱ دفعہ ۴ میں یہ حکم ہے، کہ ملک غیر کی حکومت کے ساتھ باہمی معاہدہ اور اس کے متعلق کونسل کا حکم ہوجانے کے بعد،

"جب کسی ایسی غیر سلطنت کی کوئی رعایا، ہز مجسٹی کے ممالک محروسہ میں مرجائے گی، اور اسکے مرنے کے وقت، یہاں کوئی ایسا شخص موجود نہ ہوگا، جو بربنائے حق ہتوفی کے متروکہ کا اہتمام کرسکتا ہو، تو سلطنت مذکور کے سفیر، نائب سفیر یا مختار سفارتخانہ، جو ہز مجسٹی کے اس حصہ ملک میں مقیم ہوں جہاں کہ شخص مذکور فوت ہوا، مجاز ہونگے کہ متوفی کی ذاتی جائداد پر قابض ہوں، اور اس کو اپنی حفاظت میں لیں، اور اس کو متوفی یا متوفیہ کے دیون، اور مصارف تجہیز و تکفین کے ادا کرنے کے بعد، جو کچھ باقی رہجائے، وہ مستحقین کیلئے محفوظ رکھیں، مگر ایسے سفیر، نائب سفیر یا مختار سفارتخانہ کو لازم ہوگا کہ فوراً عدالت مجاز میں متوفی مذکور کی جائداد کے لئے سند اہتمام ترکہ کی درخواست پیش کرے، جو اس طور سے اور اس عرصہ کیلئے، جس کو عدالت مناسب تصور کرے، ان کو دیجائے گی"۔

دفعہ ۷۹ الف - یورپ کی بڑی لڑائی کے زمانہ میں، عام امین کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ غیر ملک کے دشمنوں کی اس جائداد کو اپنی حفاظت میں لے، جو بذریعہ وصیت یا غیر وصیت کے ان کو پہونچی ہو، اور اس کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ دشمن کے قریب تر رشتہ دار کیلئے اجازت اہتمام ترکہ حاصل کرے۔ مقدمہ جے سف [۱۹۱۵] پی ۸۶ - بج ڈوپن؛ مقدمہ گرنٹ و اوڈل [۱۹۱۵] پی ۱۲۶ - نج ایوانس؛ مقدمہ سامان ولف [۱۹۲۰] نج لارڈ جسٹس بیک کا رڈی، صلح ہو جانیکے بعد، عام امین کی نسبت یہ قرار پایا کہ اس کو یہ حق بھی ہے کہ وہ ایسی رعایا جرمنی کی جائداد موقوعہ انگلستان سے متعلق، جو جرمنی میں متوطن ہو، بلا لحاظ مہتمان و ورثا و حق استفادہ beneficiaries مقیم جرمنی کامل اجازت نامہ اہتمام ترکہ حاصل کرے۔ اس جملہ جائداد پر مصارف حساب خانہ Clearing House عائد کئے جائیں گے، مقدمہ وان ڈم بوشی [۱۹۲۱] ڈبلیو و این ۲۵۹ ج، ڈویک ہو

صحت وصیت ناموجات متعلقہ جائداد شخصی

دفعہ ۸۰ دستاویز کی وصیتی حیثیت اور اس کے بطور وصیت نامہ یا ضمیمہ وصیت کے جواز کے بارہ میں، نہ صرف تکمیل شکل، بلکہ ہر حالت کے متعلق جس پر

وصیت نامہ کی صحت کا انحصار ہو تو انگریزی عدالتیں اس فیصلہ کا اتباع کریں گی جو اس ملک میں حاصل کیا گیا ہو جو موصی یا بمنیہ موصی کا آخری مقام توطن تھا۔ دفعہ ۶۱ کی صورت میں یہی ملک اس کی قومیت کا ملک سمجھا جائے گا۔

پروبیٹ یا سند اہتمام ترکہ مع دستاویز، ایسے فیصلے کی بنا پر عطا کی گئی ہو جو ملک توطن میں حاصل کیا گیا تھا۔ مقدمہ ہیر بنام سمتھ (۱۸۱۶) ۲۔ ایڈیم ۲۵۔ جج نیکال ؎ و مقدمہ کرسناہن (۱۸۶۶) ایل آر۔ آئی۔ پی وایم ۳ ۸ ۱۔ جج وائیلڈ ؎ و مقدمہ طر بنام حمیسا (۱۸۷۲) ایل۔ آر۔ ۳۔ پی وایم۔ ۴۔ جج ہینیفن ؎ آخر مقدمہ میں فتور عقل اور دباؤ ناجائز کا عذر کیا گیا تھا مگر عدالت نے اپنے آپ کو اس فیصلہ کا پابند رکھا جو ملک توطن میں بہ تائید وصیت نامہ حاصل کیا گیا تھا۔ یہ عذرات اس ملک کی عدالت میں نہیں کئے گئے تھے ؎

پروبیٹ یا سند اہتمام ترکہ مع دستاویز کے، ایسے فیصلہ کی بنا پر جو ملک توطن میں حاصل کیا گیا تھا، نامنظور یا منسوخ کیا گیا۔ مقدمہ ہیر بنام سمتھ (۱۸۲۱) ۲۔ ایڈیم ۲۵۔ جج نیکال ؎ پروبیٹ منسوخ ہوا۔ مقدمہ مور بنام ڈارل (۱۸۳۲) ۴۔ ہیگ مذہبی ۳۴۶۔ جج نیکال ؎ ہیلی ویلی بنام انڈرسن (۱۸۶۰) ۲۔ ایس و ٹی۔ ۲۴۔ جج کراسول ؎

انگلستان کا یہ قاعدہ کہ ازدواج سے وصیت منسوخ ہو جاتی ہے، قانون ازدواج کا ایک جزو ہے نہ کہ قانون وصیت کا اور اس کا استعمال ایسی حالت میں ہو گا جبکہ ازدواجی توطن انگلستان کا ہو بلحاظ آخری توطن کے۔ مقدمہ مارٹن ولوشالن بنام لوشالن [۱۹۰۰] پی۔ ۲۱۱۔ میں تمام جج، بیتین، لنڈلے رگبی، واگھان ولیمس سب اس بارہ میں متفق الرائے تھے۔ ایک انگلستان کی متوطن عورت نے بحالت توطن انگلستان ایک وصیت نامہ لکھا اور ایک ایسے مرد سے نکاح کیا جس کا توطن اسکاٹ لینڈ کا تھا۔ اسکاٹ لینڈ کے قانون میں وصیت نامے نکاح سے منسوخ نہیں ہوتا، اسلئے اس کا لکھا ہوا وصیت نامہ منسوخ نہیں ہوا۔ مقدمہ ولیسٹر بن بنام شوب [۱۹۰۵] ۴۲۔ اسکاچ لا رپورٹر ۱۶۱ ؎

دفعہ ۱۸ بایں ہمہ، یہ کہا جاتا ہے کہ جب عدالت ملک توطن نے،

کسی دستاویز کی نسبت، یہ فیصلہ کیا ہو، کہ وہ وصیتی اغراض سے مرتب ہوئی ہے، تو جو اعتبار اس فیصلہ کا حسب دفعہ بالا کیا جاتا ہے، وہ محض اس بنا پر ہوتا ہے کہ وہ قانون توطن کا قطعی ثبوت ہے، اور اسلئے محض فیصلہ کا پیش کر دینا کافی نہیں ہے، بلکہ تکمیل کنندگان دستاویز کا یہ بیان ہونا چاہیے کہ اس کی تکمیل، قانون توطن کے مطابق عمل میں آئی ہے۔

مقدمہ ایشر ووڈ بنام ٹیپیم (۱۸۶۲) ۷- ایل۔ ٹی۔ (سلسلہ جدید) ۲۵۰-

بحوالہ کراسول ۶

دفعہ ۸۲ برخلاف اس کے جب اصل دستاویز انگریزی میں ہو اور اس کا ترجمہ عدالت ملک توطن میں ثابت ہو چکا ہو تو اگر دفعہ ۸۰ کے اصول پر اعتبار کیا جائے، تو جو کچھ حاصل ہو سکتا ہے، وہ صرف اہتمام ترکہ کا اجازت نامہ معہ ترجمہ نسخے ہوگا، اگرچہ اصل کی بابت، اس امر کے ثابت کرنے پر کہ وہ قانون ملک توطن کے مطابق جائز ہے پروبیٹ دیا جائے گا۔

مقدمہ ڈی ویگینے (۱۸۶۵) ۴- ایس و ٹی- ۱۴۰ ج او انگلینڈ؛ مقدمہ کلارک (۱۸۶۷) ۳۶- ایل- جے (سلسلہ جدید) پی و ایم ۷۲- بحوالہ استدراک (۱۸۷۰) ۳- پی- ڈی ۷۶- بحوالہ ہینن ۶

اس کو دفعہ ۸۱ سے مطابق کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اگر ملک غیر کا فیصلہ صرف اس امر کا ثبوت ہے کہ اس کی تکمیل قانون توطن کے مطابق ہوئی ہے، تو جس کی صحیح تکمیل کی تصدیق ہوتی ہے، وہ اصل دستاویز ہے، اور اس بنا پر حجت 118
کیجا سکتی ہے کہ ملک غیر کے فیصلہ کی بنا پر انگلستان میں اصل کی پروبیٹ یا اجازت اہتمام ترکہ معہ نقل اصل کے دیا جانا چاہیے تھا۔

اگر اصل وصیت نامہ غیر زبان میں ہو تو انگریزی عدالتیں اس کے ترجمہ کی پروبیٹ نہیں دیں گی؛ مقدمہ ٹیپی ۱۴- ایل- ٹی- ۵۲۹- بحوالہ ہینن ۶

دفعہ ۸۳ اگر دستاویز کی وصیتی حیثیت یا اس کا وصیت نامہ جائز ہونا، موصی کی آخری توطن کے ملک میں زیر بحث ہو تو انگلستان میں پروبیٹ کا دیا جانا اس کارروائی کے نتیجہ کے انتظار میں ملتوی رکھا جائے گا۔

مقدمہ ہیر بنام سمتھ (۱۸۳۱) ۲- ایڈ- ۲۵- بحوالہ نیکال؛ مقدمہ ڈی بونوال

بنام ڈی بونیوال (۱۸۴۳) ۱ کر۔ ۸۵۶ ج ، جیمنر ۴

دفعہ ۸۴۔ انگریزی عدالتیں ملک توطن کی عدالتوں کا اس مسئلہ میں بھی اتباع کریں گی کہ آیا دو دستاویزیں بحیثیت وصیت نامہ اور ضمیمہ وصیت نامہ کے پروبیٹ میں قبول کیئے جانے کے قابل ہیں یا دونوں ملکر متوفی کی وصیت کا اظہار کرتی ہیں ؟

لارنیٹ بنام سنڈری (۱۸۲۸) ۱۔ ہیگ ۔ ۲۴۲ : ج ، نیکال ۴

دفعہ ۸۴ الف۔ اگر موصی کا توطن انگلستان کا ہو تو انگریزی عدالتیں قانون ملک غیر کے متعلق شہادت لیکر خود اس امر کا فیصلہ کریں گی کہ آیا دستاویز پر اس مقام کے قانون کی رو سے جہاں وہ مرتب ہوئی جائز وصیت نامہ کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

مقدمہ لن بنام ڈی لافرتی [۱۹۱۰] ۲۔ ۱۰۲ ۔ ایل ۔ ٹی ۲۱۴ اج ، اپو ۶

دفعہ ۸۵۔ جب انگریزی عدالتوں کو موصی کے آخری توطن کے ملک کے کسی فیصلہ سے کوئی مدد نہ ملتی تھی تو اس کی نسبت قدیم قاعدہ یہ تھا کہ دستاویز مرتبہ کی وصیتی حیثیت اور اس کے جواز کا تصفیہ توطن کے ملک کے قانون سے کیا جانا چاہیئے۔ مگر اب قانون وکٹوریہ ۲۴ و ۲۵ فصل ۱۱۴ دفعہ ۳ کی رو سے جو عموماً لارڈ کنگس ڈاؤن کے ایکٹ کے نام سے موسوم ہے، یہ قرار پایا ہے کہ "کوئی وصیت نامہ یا دوسری وصیتی دستاویز کاتب دستاویز کے بعد تبدیل توطن سے منسوخ یا ناجائز نہیں قرار پائے گی، اور نہ اس کی تعبیر میں کوئی تغیر کیا جائے گا" اور دفعہ ۴ کی رو سے "یہ ایکٹ صرف ان لوگوں کے وصیت ناموں اور دوسری وصیتی دستاویزوں تک محدود رہے گا جو اس ایکٹ کے نفاذ (۶ اگست ۱۸۶۱ء) کے بعد فوت ہوئے ہیں"۔ اس لئے آئندہ موصی یا ان لوگوں کی لکھی ہوئی دستاویز، جو تاریخ متذکرہ بالا کے بعد فوت ہوں، جائز وصیتی دستاویز متصور ہو گی بشرطیکہ وہ موصی کے آخری توطن یا اس توطن کے مقام کے قانون کے مطابق ہو جو تحریر دستاویز کے وقت تھا۔ اور یہ امر ضرور ہے کہ وہ ان دونوں قوانین میں سے کسی ایک قانون کے مطابق ہو، بشرطیکہ مقدمہ ان مستثنیات میں نہ داخل ہوتا ہو جن کا ذکر دفعات ۷۰، ۸۰، ۸۶ میں کیا گیا ہے[1]۔ 119

[1] دفعہ ۳ کی اس تعبیر پر ڈیسی نے (پولرآئمز ڈاصفحہ ۱۹) بحث کی ہے لیکن یہ قرار دینا قرین عقل نہیں معلوم ہوتا کہ ایک وصیت نامہ محض شکل کی بناء پر جو تبدیل توطن کی وجہ سے واقع ہو ناجائز ٹھہر جاوے جو کہ اس کے مضمون میں ایسی تبدیل توطن سے کوئی تغیر نہ ہوا ہو۔

قدیم قاعدہ کیلئے دیکھو۔ مقدمہ اسٹینلی بنام برنس (۱۸۳۱) ۳ ہیگ۔ مذہبی
۴۴ عدالت نمایندگان جن کے صدر نشین بظاہر پارک تھے جن کو بعدہ
لارڈ ونسلے ڈیل کا خطاب ملا تھا۔ اسی مقدمہ (۱۸۴۰) ۲ ہیگ۔ مذہبی ۲ ، ۳،
کو جسٹس نیکال نے منسوخ کردیا: انھوں نے مخلوط اور مختلف وجوہ کی بنا پر ایسے
ضمیمہ وصیت نامہ کے متعلق، جو حسب قانون ملک توطن نہیں مرتب ہوا تھا،
پروبیٹ کا دینا منظور کرلیا؛ اور موصی کی پولٹیکل قومیت اور جائداد متروکہ (زرنقد
انگلستان کے سرمایہ میں) کے وقوع اور اس فرضی تفریق سے جو قانون ملک
توطن کی توقیر میں وصیتی اور غیر وصیتی مقدمات میں کیجاتی ہے بحث کی۔ سر جان
نیکال نے مقدمہ کرلنگ بنام تھارنٹن (۱۸۲۳) ۲ ایڈ۔ ۶ میں اسی کے قریب
قریب رائے کا اظہار کیا تھا۔ نیز ملاحظہ ہو مقدمہ ڈوئی ڈی ترکی تھراٹن بنام ہارٹفورڈ۔
(۱۸۴۸) ۳ کر ۴۶۹ جس میں جج اسپنر فسٹ نے (۱۸۴۴) مقدمہ موسومہ کروکر بنام
ہرٹفورڈ ۴ مو۔ پی سی ۳۳۹ میں جج لوشنگٹن کی تائید کی: اس مقدمہ میں مقام
تعمیل اور جائداد منقولہ کے مقام وقوع کو وصیت نامہ کی شکل سے متعلق بنیاد فیصلہ
قرار دینے سے انکار کیا گیا تھا۔ اور مقدمہ بیج بنام ڈورنو دان (۱۸۵۷) ڈوین ۲۷۸
بنج ڈاڈسن جس میں قانون مقام تعمیل Lex loci actus کا حوالہ تک نہیں
دیا گیا۔ مقدمہ شاہزادہ۔ پی۔ جی اولڈنبرگ (۱۸۸۴) ۹ پی۔ ڈی ۲۳۴ جج بٹ
میں شاہی خاندان کے مخصوص قانون کی رو سے یہ قرار پایا کہ اس خاندان کے ایک
رکن کی کوئی دستاویز بحیثیت وصیت نامہ پروبیٹ میں قبول ہو سکتی ہے۔

لارڈ کنگسڈاون کے ایکٹ کی دفعہ ۳ صرف انگریزی رعایا تک محدود
نہیں ہے، باوجودیکہ ایسی رعایا کا ذکر ایکٹ کی تمہید میں کیا گیا ہے؛ مقدمہ گروس
[۱۹۰۴] پی۔ ۲۶۹۔ جج گورل بارنس۔

دفعہ ۶ دفعہ ۵ کا قدیم اور جدید قاعدہ شکل تکمیل تک محدود نہیں ہے، بلکہ ہر اس کیفیت پر حاوی ہے جس پر وصیت نامہ کی صحت کا انحصار ہو سکتا ہے، بہ استثناء موصی کی قابلیت کے جس کا تصفیہ جدید قاعدہ سے بھی، اس کے اس ذاتی قانون سے ہوتا رہیگا جو بروقت وفات تھا۔ اس طور سے جدید قاعدہ کے مطابق، اگر موصی نے،

تبدیل توطن کے بعد نکاح کیا ہے، اور اس کے آخری توطن کے قانون کے لحاظ سے، اس کا نکاح ناسخ وصیت ہے، لیکن اس قانون توطن کے لحاظ سے جو بروقت تکمیل وصیت نامہ تھا، ایسا نہیں ہے تو وصیت نامہ منسوخ نہ ہوگا۔

مقدمہ ریڈ (۱۸۶۶) ایل۔ آر۔ آئی۔ پی۔ ایم۔ ۴۰ ے۔ نیز ملاحظہ ہو مقدمہ گروس [۱۹۰۴] ۲۶۹ پی، گورل برنس اور نیز ملاحظہ ہو مقدمہ مالین و مقدمہ ویسٹر بنام شوب جس کا ذکر زیر دفعہ ۸۳ ہو چکا ہے۔

دفعہ ۸۵ (الف) جب موصی وصیت نامہ مرتب کرنیکے بعد اپنا توطن بدل دیتا ہے، اور جدید توطن سے اسکی وصیتی قابلیت میں توسیع ہو جاتی ہے، اور وہ اپنی کل ذاتی جائداد منتقل کر سکتا ہے، تو اس کی کل جائداد کا انتقال، باستثناء اس جائز حصہ کے جس کے بروقت انتقال رشتہ دار مستحق ہو سکتے ہیں، جملہ جائداد شخصی کے متعلق جائز متصور ہوگا۔ مقدمہ گروس نمبر ۲ [۱۹۱۵] ا۔ چانسری ۲، ۵۰ بیج سرجنٹ۔

اس موقعہ پر جو بحث تھی وہ وصیت نامہ کی تعبیر کے متعلق نہ تھی اگر ایسا ہوتا تو توطن کا وہ قانون جو تکمیل وصیت نامہ کے وقت تھا، نافذ قرار پاتا (دیکھو دفعہ ۹۱ آئندہ) بلکہ بحث وصیت نامہ کے ذریعہ سے منتقل کرنے کی قابلیت سے متعلق تھی جس کا 120
تصفیہ اس ذاتی قانون سے ہوتا ہے جو وفات کے وقت تھا۔

دفعہ ۸۶ ہر وصیت نامہ اور ہر دوسری وصیتی دستاویز جس کی تکمیل کسی انگریزی رعایا نے سلطنتہائے متحدہ میں کی ہو، خواہ تکمیل دستاویز کے وقت یا کاتب دستاویز کی موت کے وقت اس کا توطن کسی مقام کا ہو، جہاں تک اس کا تعلق ذاتی جائداد سے ہوگا، صحیح طور سے مرتب شدہ قرار پائے گی اور انگلستان اور آئرلینڈ میں پروبیٹ اور اسکاٹ لینڈ میں تصدیق کے لئے قبول کیجائے گی، بشرطیکہ وہ اس قانون کے مطابق مرتب ہوئی ہو جو اس وقت سلطنتہائے متحدہ کے اس حصہ میں نافذ ہو، جہاں دستاویز مذکور مرتب ہوئی۔" قانون ۲۴ و ۲۵ وکٹوریہ فصل ۱۱۴ دفعہ ۲۔ یہ قانون ان مقدمات میں جن میں وہ کام میں لایا جاتا ہے، دفعہ ۸۵ کے قاعدہ میں مقام تکمیل کی ایک تیسری صورت alternative کا اضافہ کر دیتا ہے، جو تکمیل نمونہ تک محدود ہے، نہ کسی اور امر کے متعلق جس پر وصیت نامہ کی صحت کا انحصار ہو۔ اس کے نفاذ کی تاریخ کے لئے ملاحظہ ہو دفعہ ۸۵،

جس کا حوالہ دفعہ ۸۵ میں دیا جا چکا ہے۔

دفعہ ۸۸ "ہر وصیت نامہ اور ہر وصیتی دستاویز جس کی تکمیل کسی انگریزی رعایا نے بیرون سلطنتہائے متحدہ کی ہوگی، خواہ تکمیل دستاویز کے وقت یا کاتب دستاویز کی موت کے وقت اس کا توطن کہیں کا ہو، جہاں تک کہ اس کا تعلق ذاتی جائداد سے ہوگا، انگلستان اور آئرلینڈ میں پروبیٹ اور اسکاٹ لینڈ میں تصدیق کی غرض سے قبول کئے جانے کے لئے صحیح مرتب شدہ قرار پائے گی، بشرطیکہ وہ حسب نمونہ متذکرہ قانون مقام تکمیل دستاویز یا قانون توطن جو تکمیل دستاویز کے وقت تھا یا اس قانون کے مطابق بجوہز مجسٹی کے ممالک محروسہ کے اس حصہ میں جہاں اس کا پیدائشی توطن Domicile of origin سے نافذ تھا، مرتب ہوئی ہو۔" قانون ۲۴ و ۲۵ وکٹوریہ فصل ۱۱۴ دفعہ ۱۔ اس ایکٹ کے اجرا سے ان مقدمات میں جن میں وہ کام میں لایا جاتا ہے، دفعہ ۸۵ کے جدید قاعدہ میں دو اور صورتوں یعنے "قانون مقام تکمیل" اور قانون مروجہ توطن پیدائشی بروقت تکمیل دستاویز کا اضافہ ہوگیا ہے۔ اس کا تعلق صرف دستاویز کی شکل سے ہے نہ کسی دوسری حالت سے جس پر وصیت نامہ کی صحت کا انحصار ہو۔

قانون متذکرہ دفعات ۸۶، ۸۷، ۸۸ ان لوگوں کے وصیت ناموں سے متعلق کیا گیا جنھوں نے انگریزی رعایا ہونے کے حقوق حاصل کر لئے تھے۔ مقدمہ گالے (۱۸۶۷ء) ۱- پی- ڈی ۴۳۸- جج ہینن (متعلقہ دفعہ ۸۸) - مقدمہ لیکراسک (۱۸۷۷ء) ۲- پی- ڈی ۹ جج ہینن (متعلقہ دفعہ ۸۸) - مقدمہ مقدم الذکر کا فیصلہ دفعہ ۸۵ کے جدید قاعدہ کی رو سے اور موخر الذکر کا فیصلہ بھی اسی قاعدہ سے بشرکت قاعدہ متذکرہ دفعہ ۸۹ ہو سکتا تھا۔ جو ایکٹ سنہ ۱۸۷۰ء میں حقوق باشندگان ملک، غیر اشخاص کو دیئے جانے (Naturalization) کے متعلق جاری ہوا، اس کی دفعہ ۲ کی رو سے یہ قوانین ملک غیر کے اشخاص کے وصیت ناموں سے متعلق نہیں کئے گئے۔ مقدمہ بولاکرم بنام فیوری (۱۸۸۲ء) ۸- پی- ڈی ۱۰۱- جج ہینن جس کی تائید ایبکسورن- کالرج اور کاٹن نے (۱۸۸۴ء) ۹- پی- ڈی- ۱۳۰ میں کی- اور نہ یہ قواعد (ضمنی تجویز ہے) انگریزی قومیت کے ایکٹ سنہ ۱۹۱۴ء کی دفعہ ۳ کی رو سے ان سے متعلق ہو سکتے ہیں، کیونکہ یہ حق ان کو بصراحت نہیں عطا ہوا ہے، اور لارڈ ڈنگلس ڈاؤن کے ایکٹ

کے دفعہ میں بصراحت انگریزی رعایا ہونا مشروط ہے۔ نہ قواعد مذکوران لوگوں کے وصیت ناموں سے متعلق ہیں، جو پیدائش کے لحاظ سے انگریزی قومیت رکھتے تھے مگر بعدہٗ وہ اُنسے زائل ہوگئی مقدمہ وال بونک (۱۸۸۱) ۶ پی۔ڈی ۲۱۱۔ ج ہیتین۔ بنا بریں علیہ ان لوگوں کے وصیت ناموں کا جسب قانون توطن جو ترتیب دستاویز کے وقت یا کاتب کی موت کے وقت تھا، مرتب ہونا ضرور ہے۔

دفعہ ۸۹ دفعات ۸۵ و ۸۶ و ۸۷ و ۸۸ کی تعبیر میں ملک غیر کے اس قانون میں جس کی رو سے ایک وصیت نامہ کا جواز ثابت ہوتا ہے قانون بین الاقوام جیسا کہ اس ملک میں اختیار کیا جاتا ہے شریک ہے۔ اس طور سے اگر ملک مذکور میں ایک وصیت نامہ اس بنا پر جائز قرار پائے کہ وہ کسی دوسرے قانون مثلاً قانون مقام تکمیل یا موصی کے سیاسی قومیت کے قانون کی محکومہ شکل میں مرتب ہوا ہے تو ایسی تکمیل ان اشکال کے لحاظ سے قانون توطن کے مطابق متصور ہوگی، اگرچہ وہ قانون توطن کی محکومہ شکل میں نہ ہو۔

دیکھو وہ مقدمات جن کا ذکر صفحہ ۲۹ پر ہوا ہے، مقدمہ کالیر بنام ریواز۔ وفریمیر بنام فریمیر، ڈوبیر بنام فرٹینیڈو، ومقدمہ براون سیکوارڈ جس میں قرار پایا کہ یہ تعبیر دفعہ ۸۵ کے قدیم قاعدہ اور مقدمہ بلیگراس اور دفعہ ۸۸ سے بھی متعلق ہے۔

دفعہ ۹۰ ان تمام صورتوں میں جن میں دفعات ۸۵ و ۸۶ و ۸۸ کے لحاظ سے اشکال علی سبیل البدل بتائے گئے ہیں، عدالت ایک وقت میں صرف ایک ملک کے قانون پر لحاظ کرے گی، اور دو ممالک کے قانونی اصول کو مخلوط نہ ہونے دیگی۔

مقدمہ پیشل بنام ہلڈرلے (۱۸۶۹) ایل آر ۱ پی وایم ۶۷۳ - ج،

نیز آئندہ۔

دفعہ ۹۱ جب ایک دستاویز کا یہ مقصد ہو کہ اس کے ذریعہ سے حسب وصیت تقسیم جائداد کے اس اقتدار Power کا نفاذ ہو، جو خود کاتب دستاویز کو

۱؎ لفظ پاور Power جو اس دفعہ اور اسکے مابعد دفعات میں استعمال ہوا ہے۔ انگریزی قانون کی ایک مخصوص اصطلاح ہے۔ "پاور" وہ طریقہ ہے جس کے ذریعہ سے ایک مخصوص شخص یا معمولی طریقہ عطا یا انتقال، یا وصیتی انتقال کے کسی جائداد کا مالک قرار دیا جاتا ہے۔ دیکھو اصطلاحات قانونی مولفہ مسٹر پیلی تروجم۔ مترجم۔

کسی دوسری ایسی دستاویز کی بنا پر، جو انگریزی قانون میں جائز سمجھی جاتی ہے، حاصل ہوا ہو، تو ایسی دستاویز پر پروبیٹ کیلئے منظور ہونی چاہیئے، یا اس کے متعلق اجازت نامہ اہتمام ترکہ مع دستاویز کے دیا جانا چاہیئے، باوجودیکہ ان صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی کاتب دستاویز کو کوئی وصیتی قابلیت بجز اس کے کہ وہ اس اقتدار کا ہو ہوب لہ ہے حاصل نہ ہو۔

پروبیٹ اس صورت میں دیجائے گی جبکہ دستاویز اس نمونہ کے مطابق ہوگی جو نمونہ جائز وصیت نامہ کی حیثیت پیدا کرنے کیلئے از روئے قانون مذکور، یا دوسرے قوانین کی رو سے جو حسب دفعات سابق معمولی موصی پر نافذ ہوتے ہیں لازم قرار پایا ہو۔

بارنس بنام ونسنٹ (۱۸۴۶) ۵ مو۔ پی۔ سی ۲۰۱ جج بروہام۔ بکلا۔ کاٹن ہام کمبل: نائٹ بروس، پراوی کونسلر کا اتفاق جنھوں نے بحث سماعت کی، اور لینڈہرسٹ وسکڈآن کی بحث جس پر فیصلہ صادر ہوا، بروہام نے صفحہ ۲۱۰ پر نقل کی ہے کہ

شخصی قانون بین الاقوام کا کوئی سوال اس مقدمہ میں پیدا نہیں ہوا، مگر قرار یہ پایا کہ انگلستان کی ایک منکوحہ عورت کا وصیت نامہ، جو انگلستان کے وصیتی نمونہ کے مطابق ہو بلا دریافت اس امر کے کہ آیا ان مخصوص ضوابط کی پابندی بھی کیگئی ہے یا نہیں، جو اس اقتدار سے عائد ہوتے ہیں، جس کی تعمیل میں وہ مرتب ہوا، پروبیٹ کے لئے منظور ہونا چاہیئے۔ اور نیز یہ کہ جو تاریخ وصیت نامہ کی ہے، وہ اس کے فیصلہ میں وصیت کے ایکٹ سے مدد لیجانے کی مانع ہے۔ اس ایکٹ سے اب انگلستان کے قانون کا یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ انگلستان کے عام وصیتی نمونے ان مخصوص ضوابط کے قائمقام ہو جاتے ہیں، جو وصیت کے ذریعہ سے اقتدارات کی تعمیل میں عائد ہوتی ہیں۔ فیصلہ کا اصول یہ تھا کہ پروبیٹ دینے سے دستاویز کے نمونہ کی بنا پر انکار نہ کیا جانا چاہیئے۔ ایسی صورت میں کہ اسی نمونہ کے ساتھ معمولی وصی کو پروبیٹ کا دیا جانا لازم ہو۔ اس اصول کا جو اثر شخصی قانون بین الاقوام پر پڑتا ہے، اس سے بھی لارڈ بروہام نے بحث کی ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۱۷ وہی ہورث بنام ہارکنس (۱۸۵۳) ۲۲ بیو۔ ۳۲۴ جج، رالمے مقدمہ ہذا میں اس اصول کے

122

بین الاقوامی استقلال کا موقعہ پیش آیا۔ ایک منکوحہ عورت کا وصیت نامہ جو ایکٹ وصیت کے نفاذ کے بعد بنا تھا ایک انگریزی اقتدار کے مرتب ہوا تھا، انگریزی نمونہ کے مطابق نہ تھا۔ اگرچہ اسکے آخری توطن کے قانون کے لحاظ سے باضابطہ تھا۔ وہ بظاہر بغیر کسی عذر کے مصدق Proved ہوچکا تھا اور اقتدار کی صحیح تعمیل قرار پاچکا تھا لیکن مقدمہ ڈانفری بنام رانس (۱۸۵۹) ۷۔ ایچ۔ ایل۔ ۱۹۴۔ میں لارڈ کرینورتھ نے اپنی رائے میں اس اصول سے اختلاف کی طرف رجحان ظاہر کیا؛ اس میں مقدمہ بارنس بنام ونسنٹ کا حوالہ دیا جانا ظاہر نہیں ہوتا ہے جو ایسی دستاویز میں جس سے اقتدار کا خواہ وہ عام ہو یا خاص وجود میں آنا پایا جاتا ہو، وصیت نامہ کی تعریف میں ہر ایسا نوشتہ داخل ہے جو انگلستان کے قانون میں وصیت نامہ تسلیم کیا جاتا ہو، اگرچہ اس کی تکمیل انگلستان کے قانون کے مطابق نہ ہوئی ہوگی (مقدمہ تکلیک۔ ولکنس [۱۹۱۷] ۱۔ چانسری ۲۰ ۶ جج، سارجنٹ) لو بعض لوگوں نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ایکٹ وصیت کی دفعہ ۱۰ کا لحاظ کرتے ہوئے اقتدار کی صحیح تعمیل اسوقت تک ممکن نہیں ہو سکتی جب تک کہ اقتدار کے مندرجہ شرائط یا ایکٹ وصیت کے بیان کردہ ضوابط کی تکمیل نہ ہوئی ہو۔ مقدمہ اوقاف کووان (۱۸۸۳) ۲۵۔ چانسری ڈویژن ۳۷۳، جج کے کے۔ مقدمہ ہول بنام ہول [۱۸۹۸] ۱۔ چانسری ۶۴۴۔ جج کیکیوچ۔ لیکن بعد کے اکثر مقدمات میں ان رایوں کی صحت کی نسبت شبہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اور اس لئے وہ صحیح نہیں قرار دی جا سکتیں جس صورت میں وصیت نامہ آخری توطن کے قانون کے لحاظ سے باضابطہ ہوگا تو اس سے مقدمہ ڈی ہوراٹ بنام بارنس کا اصول متعلق کیا جائیگا۔ نہ صرف عدالت پروبیٹ کی کارروائی کا دستاویز کو حسب ہدایت نامہ تقسیم جائداد کے سادے اقتدار کی صحیح تعمیل قرار دینے پر بھی۔ مقدمہ پرانس و مقدمہ توطن بنام ٹیلر (۱۹۰۰) ۱۔ چانسری ۲۴۴۔ جج، اسٹرلنگ۔ قبل ازیں یہ قرار پایا تھا کہ وصیت نامہ صرف بلحاظ تعمیل کے جائز متصور ہوتا ہے جبکہ وہ ایکٹ وصیت کے دفعہ ۲۷ کی مدد کے بغیر ایسا سمجھا جاسکتا ہو۔ دفعہ مذکور کی رو سے عام ہبہ وصیتی کرنا عام اقتدار کی صحیح تعمیل قرار پاتی ہے۔ ڈی ٹیٹ کے تملیک نامہ

امانت کا مقدمہ وینالڈز بنام ڈوی ایسٹ [۱۹۰۳] ۱- چانسری ۸۹۸ صفحہ جج، بلکہ وہ جس کا اتباع مقدمہ شولفیلڈ و شولفیلڈ بنام سینٹ جان [۱۹۰۵] ۲ چانسری ۴۰۸ صفحہ جج کیکوچ میں کیا گیا جس میں صرف شرائط پر اتفاق کیا گیا تھا [۱۹۰۷] ۱- چانسری ۴۹۶ لیکن اگر اس صورت میں وہ دستاویز جس کی بنا پر اقتدار دیا گیا ہے مخصوص ضوابط کی ہدایت کرتی ہے جن کی تعمیل نہیں ہوئی ہے، تو عدالت اس نقص تعمیل کو اختیار وصیت دینے والے کی اولاد کے فائدہ کے لئے معاف کر دیگی۔ مقدمہ واکریکال بنام برڈس [۱۹۰۸] ۱- چانسری - ۵۶۰ صفحہ جج گرگری شرط اب قائم نہیں ہے۔

آخری فیصلہ جات کا رجحان اس طرف ہے کہ اقتدار ذریعہ وصیت کی تعمیل میں جہاں تک ممکن ہو مدد کی جائے۔ جو اصول مقدمہ مسن و کاٹس و کمپنی بنام چرچ مشنری سوسائٹی [۱۹۱۲] ۱- چانسری ۹۲ صفحہ جج نیول میں قائم ہوا اور جس کا اتباع مقدمہ ولکنسن کی ترکہ [۱۹۱۷] ۱- چانسری ۲۰۶ صفحہ جج سارجنٹ میں کیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ ایسی عطا (gift) جو موصی کے قانون توطن کے لحاظ سے جائداد منقولہ کی عام وصیتی bequest متصور ہوتی ہو عام اقتدار تقسیم جائداد کا نفاذ بھی سمجھی جائیگی جبکہ وصیت نامہ سے اس کے خلاف منشا نہ ظاہر ہوتا ہو۔ علاوہ اس کے جب قانون ملک غیر میں اس امر کا اختیار ہو کہ کوئی موصی ایسی جائداد کو جو اس کی ملک نہ ہو وصیت کے ذریعہ سے تقسیم کر سکے تو جس طرح ایک انگریزی وصیت کی تعبیر کی جاتی ہے اسی طرح اس ملک غیر کی وصیت کی تعبیر کی جائے گی۔ اگر وصیت مذکور بلحاظ اقتدار کے جائز ہے۔

اس طور سے گویا وصیت سنہ ۱۸۳۷ء کی دفعہ ۲۷ کی رو سے ایسے وصیت نامہ میں جو کہ موصی کے ہر ملکی قانون کے لحاظ سے جائز ہو عام وصیتی ہبہ کا کرنا عام اقتدار کی تکمیل تقسیم متصور ہوگی۔ دیکھو بیان کے تملیک امانات کا مقدمہ [۱۹۱۸] ۲- چانسری ۱۴۹ صفحہ جج پیٹرسن اس مقدمہ میں موصی نے جو انگلستان کی عورت تھی۔ ایک فرانس کے مرد سے جو فرانس ہی میں توطن رکھتا تھا نکاح کر لیا۔ اس عورت نے ۲۰ سال کی عمر میں ایک غیر مصدقہ وصیت نامہ اپنے ہاتھ سے لکھا تھا،

جس میں اپنے شوہر کو جملہ جائداد کا موہوب لہٗ قرار دیا — تملیک نامہ نکاح کی رو سے جو کہ انگلستان میں مرتب ہوا اور زیر تملیک نامہ اطفال بابتہ ۱۸۵۵ء منظور ہو چکا تھا اس کو اقتدار تقسیم جائداد حاصل تھا۔ اپنے وطن یعنے فرانس کے قانون کے لحاظ سے یہ دستاویز جائز وصیت نامہ تھی مگر اس کو وصیت کے ذریعہ سے صرف اپنی نصف جائداد کے انتقال کا اختیار تھا۔ جملہ جائداد کا موہوب لہٗ قرار دینا اس اقتدار کی جائز تعمیل قرار پائی — اسبارہ میں ایکٹ وصیت کے دفعہ ۲۷ سے فرانسیسی وصیت نامہ کی تعبیر میں مدد لی گئی — چونکہ فرانس کے قانون کے لحاظ سے موصی کو صرف اپنی جائداد کے نصف حصے کے انتقال کا حق حاصل تھا، اسلئے نصف سرمایہ جو زیر اقتدار تھا وصیت کے ذریعہ سے منتقل ہو گیا اور بقیہ اس بنا پر اس کو پہنچا کہ تقسیم کامل نہیں ہوا۔ مگر مقدمات ڈی ایسٹ (حوالہ حسب سابق) اور پرنو لنگیٹا میں عدالت نے ان اصول کے منظور کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

دفعہ ۹۴ — دوسری صورت یہ ہے کہ جبکہ دستاویز انگلستان کے نمونہ جات کے مطابق ہو — اگرچہ وہ ان نمونہ جات کے مطابق نہ ہو جن کی بنا پر زیر دفعات ماسبق اس کا جواز بحیثیت ایک معمولی موصی کے وصیت نامہ کے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

تمثال بنام بنکلے (۱۸۳۰) ۲-مو-پی-سی-۲۲۳-نیچ پر تمام اس مقدمہ کی رپورٹ کی تکمیل بذریعہ ضمیمہ ہوئی اور اس کا اتباع مقدمہ اگر ٹنڈر (۱۸۹۰) ۲۹-ایل-جی-(سلسلہ جدید) پی وایم ۳۰ و آل ایس ڈی ۳۵۴ میں کیا گیا۔ دیکھو کر اصول کا اختلاف (یعنی پہلی رائے سے جو اس فاضل جج نے مقدمہ کروکنڈان بنام ٹلر ۱۸۵۷ء آل ایس ڈی ۴۴۹ میں ظاہر کی تھی) مقدمہ تمثال بنام بنکلے کا پھر با اختلاف آیا — مقدمہ ایمبرٹن (۱۸۹۲) ایل-آر-پی وایم-۹۰-نیچ، وانڈڑ میں اتباع کیا گیا۔ اور اب وہی قانون سمجھے جانے کے قابل ہے جو مقدمہ مری بنام ڈیسیلر [۱۹۰۹] اے سی ۶۴۴ نیچ، لوٹرن-بیشن-ٹیکس-شاف ڈنفرملین میں بھی مقدمہ مذکور قابل اتباع قرار پایا ہے۔

جو مقدمات اس دفعہ میں داخل ہوتے ہیں انہیں انگریزی عدالتیں اجازت نامہ انتظام ترکہ صرف اس جائداد کے متعلق دیتی ہیں جس کے انتقال کا متوفی کو حق تھا اور اس نے

ذریعہ دستاویز اس کو منتقل کیا۔ مقدمہ مہرہر [۱۸۹۶] پی ۲۰۹ ۔ نج چٹینس (دیکھو سنہ ۱۸۹۹ صفحہ ۲۵۰) ؛ نیز مقدمہ ٹریفونٹ [۱۸۹۹] پی ۲۴۷ ۔ نج جینی ؛ بجز اس صورت کے کہ عطا میں اشخاص متعلقہ کی رضامندی سے اضافہ ہو سکتا ہے ۔

مقدمہ ویانی [۱۹۰۱] پی ۳۳۰ ۔ نج جین ؛

دفعہ ۹۳ — جب دستاویز ہر دو صورتہائے متذکرۂ بالا میں نہ داخل ہو یا اگر داخل ہو مگر ان مخصوص صورتوں کی تکمیل نہ کرتی ہو جو اقتدار میں بتائی گئی ہیں تو وہ اقتدار کی صحیح تعمیل نہیں متصور ہوگی ۔

مقدمہ ڈیکلے (۱۸۰۸) ۲۵ بیو ۴۵۶ ۔ نج ارڈیلے ؛ بر ٹیو بنام نیک [۱۹۰۰] ۲ ۔ چانسری ۳۲۹ ۔ نج بائیرن ؛

دفعہ ۹۴ — یہ امر کہ دستاویز ہر دو اشکال متذکرۂ بالا میں سے کسی ایک شکل میں داخل ہوتی ہے ، انگلستان میں ثابت کیا جانا چاہیئے ۔

مقدمہ وائنس (۱۸۸۳) ۲۴ ۔ چانسری ڈویزن ۷۷۰ ۔ نج اپیٹرسن جیمس

مقدمہ امائٹ ٹوٹل (۱۸۸۳) ۲۳ ۔ چانسری ڈویزن ۳۲ ۔ نج چیٹی کی توضیح یا تصحیح کیگئی ؛

دفعہ ۹۴ (الف) — جب انگریزی اقتدار تقسیم کی دستاویز اس طور سے مرتب ہوئی ہو کہ سرمایہ fund وصی appointer کا اثاثہ assets قرار پاتا ہو ، تو اس کے منتقل کرنے کی جو قابلیت وصی کو حاصل ہوگی ، اس کا اندازہ اس کے
124 توطن کے اس قانون سے کیا جائیگا ، جو موت کے وقت تھا ، نہ تملیک کرنے والے کے قانون توطن سے ۔

مقدمہ پرائیس والفورڈ بنام پرائیس [۱۹۱۱] ۲ ۔ چانسری ۲۰۹ ۔ نج کوزنس ہارڈی ۔ بکلے کنندے جنہوں نے پارکر کی تجویز کو منسوخ کیا ؛ و مقدمہ امانت لیوال (حسب حوالہ سابق) ؛

ایسے سرمایہ کو منتقل کرنیکی قابلیت کا اندازہ جو مخصوص اقتدار کے تحت میں بربنائے تملیک نامہ نکاح حاصل ہوا ہو ، وصی کے قانون سے نہیں کیا جائیگا ، بلکہ اصلی تملیک کنندہ کے قانون سے کیا جائیگا (دیکھو صفحہ ۹۷ گزشتہ) ۔

امر ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ جو کچھ دفعات ۰ ۸تا ۴ ۹ الف میں لکھا گیا ہے اس کا تعلق ان وصیت ناموں کی صحت سے نہیں ہے جو انگلستان کی اراضی کے متعلق ہوں اگر ذاتی یا جائداد منقولہ میں اس سرمایہ تملیکی کا محاصل و اخل ہے جو اراضی میں لگایا گیا ہو اور وہ امانتاً بغرض فروخت قبضہ میں ہو دیکھو پین کی تملیک امانتی کا مقدمہ [۱۹۱۵] ۱۔ چانسری ۰۸۔ سی۔ ۱ے۔ جج سونفن آیڈی۔ ڈیوک۔ ایل۔ جے جنہوں نے جسٹس پیٹرسن کے فیصلہ کو منسوخ کیا اسلئے انگلستان کی اراضی سے ایسا استفادہ اس وصیت نامہ سے منتقل ہوجائے گا جو فرانس میں مرتب ہوا ہو اور جو وہاں کے قانون کے لحاظ سے جائز متصور ہو۔

کونسی ذاتی جائداد عطائے پروبیٹ یا اجازت نامہ اہتمام ترکہ سے منتقل ہو جاتی ہے یا جس کا حساب انگلستان کے تعمیل کنندہ یا مہتمم ترکہ سے لیا جاسکتا ہے۔

انگلستان اور دوسرے ممالک میں جن میں وفات کے بعد جائداد منقولہ کی توریث انگریزی قانون کے ان طریقوں کے مطابق جاری ہوتی ہے جن کی توضیح صفحہ ۱۰۵ پر کی جاچکی ہے ہر عطائے پروبیٹ یا اجازت نامہ اہتمام ترکہ کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ متوفی کا تمام ایسا مادی اثاثہ منتقل ہو جاتا ہے جو عطائے منظوری کی تاریخ پر عدالت عطا کنندہ کی حدود اختیارات میں ہو یا بعدہٗ اس میں آئے بشرطیکہ وفات کے بعد اس پر بطریق جائز کسی شخص کا قبضہ نہ ہو گیا ہو۔ ایسا جائز قابض وہ مہتمم ترکہ ہو سکتا ہے جس کی منظوری کسی دوسری عدالت سے جاری ہوئی ہو یا وہ ایسا وارث یا جملہ جائداد کا موہوب لہٗ ہو جو یورپ کے دوسرے ممالک کے مروجہ ضابطہ کے مطابق جس کی تصریح صفحہ ۱۰۶ پر کی جاچکی ہے بغیر کسی منظوری کے اس کا مستحق سمجھا جاتا ہے جو اثاثہ اس قسم میں داخل ہوتا ہے اس کا حق ملکیت property vacant مجہول[1] ہوتا ہے اور جس عدالت کے حدود اختیارات میں وہ واقع ہوتا ہے وہ اس تعمیل کنندہ کو جس کو وہ منظور کرتی یا اس مہتمم ترکہ کو جس کو

[1] توریث مجہول وہ توریث ہے جس کا وارث نامعلوم ہو۔ مترجم۔

وہ مقرر کرتی ہے، ایسا حق عطا کرنے کی مجاز ہے۔ لیکن اگر اثاثہ اس حدود میں ایسے
وقت آتا ہے، جبکہ اس پر بعد وفات بطریق جائز قبضہ ہو چکا ہے، تو اس پر جو حق ملکیت
ہے، وہ کسی وقت بھی مجہول نہیں متصور ہو سکتا، اور نہ اسپر خانگی منظوری کا کوئی اثر ہو سکتا
ہے، اس لئے لازم ہے کہ وہ ملک غیر کے وارث یا موہوب لہٗ یا وصی یا مہتمم ترکہ کا مال
متصور ہو۔ ملک غیر کے وارث یا مہتمم ترکہ میں (اگر مہتمم ترکہ کا لفظ جیسا کہ عام طور سے
ہوتا ہے۔ وسیع معنوں میں لیا جائے) وصی بھی شامل ہے۔ اگر اثاثہ خواہ اس کی نسبت
وصیت ہوئی ہو خواہ نہ ہوئی ہو، متوفی کی وفات کے بعد ملک غیر کے ایسے اختیار میں
رہا ہے، جس میں منظوری عطا ہوئی ہے، یا کوئی وارث مستحق قبضہ موجود ہے، مگر مہتمم ترکہ 125
منظور شدہ یا اس وارث نے اسپر قبضہ نہیں کیا ہے، تو اس سے کوئی فرق نہیں واقع ہوتا۔
اثاثہ جب خانگی حدود اختیارات Domestic jurisdiction میں داخل ہوگا، وہ
مجہول متصور ہوگا۔ ایک نیویارک کے مقدمہ میں، کرایہ کی گاڑیاں اور گھوڑے ایک ایسی
کمپنی کی ملک تھے، جو روزانہ ڈاک ایک ریاست سے دوسری ریاست میں لیجاتی تھی —
چانسلر والورتھ نے لکھا کہ اگر دو ریاستوں میں اہتمام ترکہ کی منظوری دو مختلف اشخاص کو دیگئی ہے، تو
حق ملکیت، میرے خیال میں اس مہتمم ترکہ کا ہونا چاہیئے، جس نے اپنی ریاست کے حدود
میں جائداد پر پہلے قبضہ حاصل کر لیا۔ مقدمہ ارکٹ بنام آرمس ۱۸۲۲-۳ پیج ۴۵۹ ہم و ۵ ۹۶۔
اور اسٹوری کا بیان ہے کہ "تاجرانہ کاروبار کے عام رواج کے مطابق، وہ جہاز معہ سامان
اور محاصل کے، جو ملک کے انتقال کے وقت، ملک غیر کے حدود میں ہوتے ہیں، ہمیشہ اپنے
وطن کے بندرگاہ کی طرف، سفر اختیار کرتے ہیں، اور کوئی شخص متعلقہ یہ خیال نہیں کرتا کہ
وہ ایسے فعل کا قانوناً مجاز نہیں ہے۔ واپسی پر ایسے مقام توطن کی عدالت کا مقرر کردہ مہتمم، اس پر
قبضہ حاصل کرتا اور اس کا اہتمام کرتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ نہ صرف بطور استحقاق، ایسے
عمل کا مجاز ہے، بلکہ اس کا اہتمام، اسپر اسیطرح لازم ہے جسطرح دوسری جائدادوں کا،
جو بطور جائز اس کے اہتمام میں ہیں"۔ اختلاف قوانین دفعہ ۵۲۰ بنائے علیہ

دفعہ ۹۵ متوفی کی مادی اشیاء (اثاثہ) کا، اس وارث یا مہتمم ترکہ کی ملک
میں آجاتی ہیں، جو اس ملک میں، جس کے قانون یا اختیارات کی بنا پر، وہ اپنا حق یا منظوری
حاصل کرتا ہے، ان پر پہلے قابض ہو جاتا ہے۔

"اگر اشیا بعد وفات کے انگلستان میں آئیں تو کیا ملک غیر کی حکومت انکے متعلق حق دے گی؟" رولف بمقدمہ وائٹ بنام روڈز (۱۸۴۱) ۲ کیو - بی - ۵۰۶۔ فرض کرو کہ "ایک شخص کی وفات کے بعد اس کی گھڑی ایک تیسرا شخص لیکر انگلستان میں آگیا؛ انگریزی مہتمم ترکہ کے دعوی قبضہ ناجائز (Trover) کے جواب میں کیا شخص مذکور یہ حجت کرسکتا ہے کہ متوفی کی وفات کے وقت، یہ گھڑی آئرلینڈ میں تھی؟" پارکر ایضاً۔ ان سوالوں سے بظاہر یہ مقصد تھا کہ ان کا جواب نفی میں دیا جائے اور اس جائداد کی طرف اشارہ کیا جائے جس پر انگلستان میں آنے سے قبل قبضہ نہیں ہوا تھا۔ میری رائے میں انکی حجت حد سے بڑھی ہوئی ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انگلستان کی کوئی عدالت اسکی مجاز نہیں ہے کہ وہ کسی ایسی شے کے متعلق کوئی حق دے جو حدود انگلستان سے باہر ہو۔ یہاں ایک شخص اپنے آپکو ملک غیر کی پروبیٹ یا اجازت کی بنا پر وصی یا مہتمم ترکہ ظاہر کرکے دعوی کرسکتا ہے، "اگر کیا کبھی کسی شخص نے ایسے پروبیٹ یا منظوری کی بنا پر بحیثیت وصی یا مہتمم ترکہ کے دعوی کیا ہے۔" ابن جر ایضاً صفحہ ۵۰۴۔ اس موقع پر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ابنجر کے ذہن میں وہ اشیا تھیں، جو ان حدود میں جہاں سے منظوری صادر ہوئی، قبضہ میں آچکی تھیں۔ اگر اختیار منظوری انگلستان کی عدالت کا ہے، تو اسکے بعد انگلستان کے مہتمم ترکہ کو ان اشیا پر حق حاصل ہو جائیگا جو انگلستان سے باہر ہیں؛ برخلاف اسکے اگر اختیار منظوری ملک غیر کا ہے، تو اسکے بعد اشیا موجودہ انگلستان ملک غیر کے مہتمم کے متعلق ہو جائیں گی، اور وہ اس امر کا مجاز ہوگا کہ اپنے حق کی بنا پر دعوی دائر کرے اور محض توضیح کیلئے اپنے آپ کو "مہتمم ترکہ زیر منظوری ملک غیر" کے نام سے موسوم کرے۔ مقدمہ کری بنام بر کام (۱۸۹۲) ا۔ ڈو۔ و۔ را ی ۔ ۲۵ عدالت شاہی میں یہ تجویز ہوا کہ انگلستان کا 126
مہتمم ترکہ اس امر کا مجاز نہیں کہ وہ اس غیر وصیتی جائداد کی آمدنی جو بمبئی کے مہتمم ترکہ کے قبضہ میں آچکی تھی، اور جو اس نے وصول کرکے اپنے ایجنٹ موجودہ انگلستان کے پاس بھیجدی تھی، ایجنٹ مذکور سے وصول کرے۔ جائداد کے مادی یا حقوق نالش (choses in action) کے ہونے کی بنا پر بظاہر اس میں کوئی فرق

نہیں ہو سکتا تھا۔

جہاز کی صورت میں بہ تائید استثنا ایک دلیل بر بنائے مائز ہوتے محصول پروبیٹ کے پیش ہو سکتی ہے۔ قانون وکٹوریہ ۲۷ و ۲۸ کی فصل ۵۶ کی دفعہ ۴ کی رو سے "ایک جہاز مملوکہ متوفی کی قیمت یا اس کے ایک حصہ کی قیمت پر جو سلطنتہائے متحدہ کی کسی ایک بندرگاہ میں رجسٹر ہو، باوجودیکہ جہاز مذکور متوفی کی وفات کے وقت (خواہ اس نے کوئی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو) سمندر یا کسی دوسری جگہ سلطنتہائے متحدہ کے باہر ہو" محصول پروبیٹ عائد کیا گیا ہو۔

دفعہ ۹۵ الف۔ متوفی کے وصول دیون کے متعلق جن حدود و اختیارات میں دعویٰ کرنا لازم یا ممکن ہے، انکا انحصار، دوسرے لوگوں پر ہے جن کو اہتمام ترکہ سے کوئی تعلق نہیں۔ دائن کی موت کا اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں ہوتا بجز اس کے کہ بعض مخصوص قوانین سے استفادہ کی بنا پر وہ خود دعویٰ کا مستحق ہو اور اس کا وارث یا مہتمم ترکہ اس کا غیر مستحق قرار پا سکتا ہے، جیسا کہ نپولین کے کوڈ کی دفعہ ۱۴ ہے، جس میں اہل فرانس کو یہ اجازت دیگئی ہے کہ وہ ان تمام وجوبات کے متعلق، جو انھوں نے ممالک غیر کے لوگوں سے قائم کئے ہیں، فرانس میں نالش کریں۔ گر مقدمات کے حالات کے لحاظ سے دین کا دعوےٰ جن حدود و اراضی میں پیش ہونا چاہیئے یا پیش ہو سکتا ہے، انہیں حدود میں مہتمم ترکہ کی طرف سے جس نے انھیں حدود میں اجازت حاصل کی ہے یا صرف وارث کی طرف سے جو وہیں کے قانون سے اس کا مستحق ہے، دائر ہو سکتا ہے — یا اگر دین قابل انتقال ہے تو اس کا حق دعوےٰ منتقل کیا جا سکتا ہے۔ دیکھو دفعہ ۶۳۔

دفعہ ۹۶ لیکن جو قاعدہ دفعہ ۹۵ الف میں بتایا گیا ہے اس سے وہ دیون جو دستاویزات قابل بیع وشرا یہ واجب الادا ہیں مستثنیٰ ہیں، کیونکہ ان پر کاغذات متعلقہ کے ذریعہ سے قبضہ ہو سکتا ہے۔ انکی حیثیت فی الحقیقت مادی اشیا کی ہے، اس لئے متوفی کی دستاویزات قابل بیع وشرا اور اس کے وثیقہ جات یا صداقت نامجات جو مال کو واجب الادا ہوں، اس وارث یا مہتمم ترکہ کی ملک میں آجاتے ہیں، جو ان حدود اراضی میں جہاں کے قانون یا اختیارات کی بنا پر اس کو حق یا منظوری ملی ہے، پہلے قبضہ کر لے اور اگر وہ متوفی کے حکم کی بنا پر واجب الادا ہیں، تو وہ ان پر عبارت ظہری ثبت کر سکتا ہے۔

اور جس شخص کے حق میں ایسی عبارت ظہری لکھی جائے وہ، ان کے متعلق ہر حدود اراضی میں بغیر کسی دوسری منظوری کے دعویٰ کا مجاز ہے۔

اٹرنی جنرل بنام بونس (۱۸۲۰) ۴۔ ایم و ڈبلیو ۱۷۱ انگ انجر۔ پارکی وغیرہ:

اس مقدمہ میں جس امر کا فیصلہ ہوا وہ یہ ہے کہ جب ایسے تمسکات متوفی کے انتقال کے وقت انگلستان میں پائے جائیں تو ان پر پروبیٹ کا محصول واجب الادا ہے، اور ڈوانجر نے عدالت کا فیصلہ صادر کرتے ہوئے اس قسم کے تمسکات کو "از قسم اثاثہ جو اس ملک میں کسی عمل کی وجہ سے قابل انتقال ہوں یا اس ملک میں بمعاوضہ زر نقد فروخت کئے گئے ہوں" ظاہر کیا۔ حکومت کے محصول کے واجب الادا ہونے کی نسبت یہی قاعدہ جاری ہے جو مقدمہ وینوانس بنام اٹرنی جنرل [۱۹۱۰] اے سی۔ ۲۷۔ نج لوز برن۔ اٹیکنسن۔ گورل۔ وشا اف ڈنفرم لائین، 127

جو مہتمم ترکہ ایک ملک میں متوفی کے کسی وثیقہ قابل بیع وشرا پر بطریق جائز قابض ہو جاتا ہے اسکے لئے یہ ضرور نہیں ہے کہ وہ اس ملک میں جہاں مدیون رہتا ہے، دعویٰ کی غرض سے، اجازت اہتمام ترکہ حاصل کرے۔ یہ اسٹوری کی رائے ہے: دیکھو دفعہ ۵۱۷ الف اختلاف قانون جو وائیٹ بنام روز کے مقدمہ میں جو کچھ طے ہوا، وہ یہ تھا کہ وہ مقام جہاں ایک تمسک ناقابل بیع وشرا بروقت وفات پایا گیا؛ اس مسئلہ میں کہ کس منظوری کی تحت میں اسکے متعلق دعویٰ ہونا چاہیئے؟ مطلق اہم نہیں ہے۔ (۱۸۴۲) نج، ٹنڈل۔ انجر۔ کولٹیج۔ تال۔ پارکی۔ الڈرسن رولف؛ جنھوں نے ڈلیتن یشل ڈیل پیٹرسن اور کوآرج کے فیصلہ کو منسوخ کیا؛ یہ اصول ان صداقت ناموں کی نسبت سے بھی متعلق کیا گیا جو حامل کو واجب الادا نہ تھے، گو جن کا قبضہ عملی طور سے قیمتی تھا۔ ذریعہ مقدمہ ماسٹرن بنام ملکہ (۱۸۹۶) اکیو۔ بی ۲۱۱۔ نج، رائیٹ وکنڈی (محصول پروبیٹ)؛ مقدمہ انگینز [۱۹۰۰] پی ۔ ۶۰ نج، جیٹین (منظوری پروبیٹ)؛ مقدمہ کلارک میکنگنی بنام کلارک [۱۹۰۴] ایجانسٹر ۲۹۴ نج، فاروبل (ہبہ وصیتی کی تعبیر)؛ اور نیز نوآبادیات کے وثیقہ جات کے متعلق جو حامل کو واجب الادا ہوں، اگرچہ جائداد موقوعہ نوآبادیات پر اس کا بار ہو۔ ذریعہ اٹرنی جنرل بنام گیلنڈنگ [۱۹۰۴] ۹۲۔ ایل۔ ٹی۔ ۷۰۸۔ نج فلیڈ محصول کرتے؛

مقابلہ کرو مقدمہ اسٹین کاپ [۱۹۲۲] ڈبلیو این۔۱۲۰ منج ازل؛ جرمنی کے ایسے وثیقہ جات کے متعلق ہوحال کو واجب الادا تھے، اور ایسے شخص کی جائداد کے جز تھے، جس کا توطن انگلستان میں تھا، قرار پایا کہ وہ جرمنی کے موتوعہ نہیں ہیں۔

دفعہ ۹۷ دیون کو قبضہ میں لانے کا دوسرا ذریعہ فیصلہ عدالتی ہے، اسلئے جب ملک غیر کے وارث یا مہتمم ترکہ نے متوفی کے قرضہ کی بابت ملک غیر میں ایک عدالتی فیصلہ حاصل کرلیا ہے، تو وہ ایسے فیصلہ کی بنا پر انگلستان میں دعویٰ دائر کر سکتا، یا عدالت دیوالیہ یا کسی دوسری عدالت انتظام ترکہ میں، اس کو بغیر انگلستان کی منظوری کے ثابت کرسکتا ہے۔

مقدمہ وینکولن بنام بوارڈ (۱۸۹۲) ۱۵ سی۔بی۔این۔ایس ۳۴۱۔ مداول نج، ازل۔ ویسٹس۔کیٹنگ، مقدمہ میکینی کول (۱۸۷۴) ایل آر ۱۹ ایکیوٹی ۸۱۔ نامنس۔

دفعہ ۹۸ اگر متوفی کے دین کی بابت بغیر مقدمہ دائر کرنے کے مہتمم ترکہ کو کوئی رقم وصول ہو، تو آیا اس کی رسید، مدیون کو بری الذمہ قرار دینے کے لئے کافی ہوگی؟ فرض کرو کہ جس عدالت سے، اس کو منظوری ملی ہے، وہ ایسی ہے کہ اس میں مدیون سے دین وصول نہیں کیا جا سکتا تھا، اور دوسرے مہتمم نے بعدہ وصول قرضہ کیلئے عدالت مجاز میں دعویٰ دائر کیا، اصولاً رسید مذکور برائت ذمہ کے لئے کافی متصور نہونی چاہیے۔

مقدمہ ڈینیل بنام لکر (۱۷۵۱) ڈائرہ ۳۰۵ وڈ لیسن ۹۶، میں یہ قرار پایا کہ ایک مہتمم ترکہ کا ایسے مقدمہ میں، جو دوسرے حدود اراضی میں دائر ہو، مدیون کو بری الذمہ کردینا، دوسرے مقدمہ میں جو دوسرا مہتمم ترکہ ایسی عدالت میں دائر کرے جہاں سے وصول قرضہ کا زیادہ تر صحیح تعلق ہو، جواب دہی کیلئے کافی نہیں متصور ہوسکتا۔ دو مہتمم ترکہ کے درمیان میں جو سوال پیدا ہو اس کا انحصار اس مقام پر سمجھا گیا تھا جہاں وفات کے وقت دستاویز موجود تھی، مگر اس خیال کو مقدمہ ایٹ بنام ہوز نے باطل کر دیا، جس کا حوالہ زیر دفعہ ۹۶ دیا گیا ہے، مقدمہ شاہ بنام اسٹاگٹن (۱۹۰۰) ۴۔کیبل ۱۹۳ میں یہ خیال کیا گیا تھا، کہ یہ سوال کہ آیا ایک مہتمم کا قرضہ وصول کرلینا دوسرے مہتمم کے دعویٰ میں کافی جواب ہوسکتا ہے؟ اس امر کے تعین پر منحصر ہے کہ قرضہ کا ان دونوں میں کس شخص سے زیادہ تر تعلق ہے۔

اگرچہ جائداد اس اصول کے تحت میں جس کی تشریح اس حد تک ہو چکی ہے ابتداءً انگریزی منظوری سے منتقل ہوتی ہے مگر جو وسعت اس ملک میں مہتمم ترکہ کی ذمہ داریوں اور متوفی کے اثاثہ کے عدالتی اہتمام ترکہ کو دی جاتی ہے اس کا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ آخر کار 128
جائداد مذکورہ اسی منظوری میں شامل خیال کیجائے جس پر متوفی کی وفات کے بعد ملک غیر کے استحقاق یا کم از کم ایسے استحقاق کی بنا پر جو انگلستان کا عطا کیا ہوا نہ ہو قبضہ ہو چکا ہو

دفعہ ۹۹ اگر ملک غیر کا مہتمم ترکہ متوفی کا کوئی ذاتی اثاثہ انگلستان میں اس غرض سے لاتا یا بھیجتا ہے کہ اس کا اہتمام عمل میں لائے اور اس نے اس وقت تک اس کا کوئی حساب کتاب اس عدالت میں داخل نہیں کیا ہے جہاں سے اس کو یہ حق اہتمام عطا ہوا ہے اور نہ اس نے کوئی ایسا مخصوص تصرف کیا ہے جس سے اس اثاثہ کی حیثیت ایسی تبدیل ہو گئی ہے کہ وہ متوفی کی جائداد کا ایک جز نہیں سمجھا جا سکتا تو متوفی کے قرضخواہ یا وارث مابعد عدالتی اہتمام کیلئے اس ملک میں دعوی دائر کرنے کے مجاز ہونگے۔ اور بحالت ضرورت حکم امتناعی کا اجرا اور رسیور کا تقرر کیا جائے گا تا کہ اثاثہ مذکور عدالت کے حدود اختیار سے باہر نہ منتقل کیا جا سکے لیکن دفعہ ۶۲ کی رو سے ایک انگلستان کے مہتمم کا تقرر اور اس کا فریق مقدمہ بنایا جانا ضرور ہے اور اثاثہ زیر اہتمام کی نسبت یہ متصور ہو سکتا ہے کہ وہ بذریعہ منظوری اس کی طرف منتقل ہو چکا ہے۔

مقدمہ تورنبام فیرلی (۱۸۱۸) ۲ - ماڈ - ۱۰۱ - نیز دیکھو مقدمہ لوگن بنام فیرلی (۱۸۲۵) ۲ - ایس - اینڈ ایس ۲۸۴ - نیز دیکھو مقدمہ سیڈی لینڈس بنام انس (۱۸۲۹) ۳ - سم - ۲۶۳ - نیز دیکھو مقدمہ شاؤ ڈول بنام گرہام (۱۸۴۲) ۱ - میر - ۲۰۲ - ۲۰۴ - نیز دیکھو مقدمہ پورہروی بنام فشر پیٹرک - تحریک (۱۸۵۲) کے ۱۲۱ - نیز دیکھو گو ڈ بنام ... رسیور کی منظوری دیکھو

مقدمہ مانڈرسن بنام کانز (۱۸۴۳) ۲ - نے و کے ۶۲ یہ ایک ایسا مقدمہ تھا جو ایک ایسے فریق کے ہندوستان کے مہتمم کی مقرر کردہ مہتمم ترکہ کے مقابلہ میں دائر کیا تھا۔ کہا یہ جاتا تھا کہ اسکے قبضہ میں مدیون کا اثاثہ ہے۔ جج نے یہ تجویز کی کہ اس مہتمم کے اہتمام ترکہ کیلئے انگلستان کے مہتمم کا وجود غیر ضروری ہے کیونکہ اس مقدمہ میں اسکی جائداد کا اہتمام زیر بحث نہ تھا لیکن مقدمہ شیلے بنام

بل - (۱۸۴۷) ۲ - مے وکر ۹ ۵ ۰ ۰ ۱۱ میں لارڈ کاٹن ہام نے بتایا کہ جو کچھ اس میں طے ہوا ہے اسکی مطابقت اس رائے سے نہیں ہو سکتی جو جج موصوف نے مقدمہ لوگن بنام فیرلی میں ظاہر کی تھی ۔

مقدمہ ارتھر بنام ہیوز (۱۸۴۱) ۴ - بیو - ۵۰۶ - میں جج انگلستان کے ذیل میں ایسا مخصوص تصرف ہو چکا تھا کہ مقدمہ اس دفعہ کی تحت میں داخل ہی نہیں ہو سکتا ۔ مقدمہ بانڈ بنام گراہام میں جسٹس وگرم نے اصول کو ان الفاظ میں بیان کیا : "اگر وصی یا مہتمم ترکہ نے اثاثہ سے متعلق ایسا عمل کیا ہے کہ اسکی بنا پر اس سے وصیتی ہبہ یا حصہ باقیماندہ کی حیثیت زائل ہو گئی اور اس نے ایک امانتی سرمایہ کی صورت اختیار کر لی ، اس سے مختلف مفہوم میں جس مفہوم کے ساتھ وہ وصی یا مہتمم ترکہ کے قبضہ میں تھا ۔ یعنے اگرچہ وہ موصی کی جائداد سے علحدہ کر لیا گیا اور اس میں تصرف ہو ا یا وہ مامون لہ (Cestui que trust) کی جائداد ہو گیا ہے تو ایسی حالت میں یہ ضرور نہیں ہے کہ مامون لہم کے قائم شدہ کو ایسے مقدمہ میں جو جائداد کے اس حصہ کے حاصل کرنے کیلئے دائر ہوا ہو عدالت میں لائے ۔"

دفعہ ۱۰ اسیطرح متوفی کے اثاثہ کے امانتی معاملہ میں اگر بربنائے تقض امانت کسی پر شخصی ذمہ داری عائد ہوتی ہو اور انگریزی عدالت اپنے معمولی قواعد اختیارات کی رو سے اس کی سماعت کی مہتمم ملک غیر کے مقابلہ میں مجاز ہو تو متوفی کے انگریزی مہتمم کے ذریعہ سے یا اس کی موجودگی میں کارروائی عمل میں آئے گی ، اور اس مقدمہ سے جو کچھ وصول ہو گا وہ فی الحقیقت متوفی کا اثاثہ متصور ہو گا جو اس ملک میں قابل وصول تھا ۔

129 مقدمہ اٹکنسن بنام کا نثر میں اس معاملہ کا جہاں تک تعلق ہے وہ مقدمہ ٹیلر بنام ل سے منسوخ نہیں ہوا ۔ دیکھو وہ مقدمات جن کا حوالہ دفعہ ماسبق میں دیا گیا ہے ۔ ٹائیفور ڈ بنام ٹریل (۱۸۲۴) ، ۔ بیم ۹۲ ۔ میں جج شاگرول میں ہال اور جے اے میسن کی جائداد کے مقابلہ میں ڈگری ہوئی ، موخر الذکر مقدمہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ملک غیر کے مہتمم کا انگلستانی مہتمم اصل مدعی کی جائداد کا مہتمم

نہیں ہے؛ برخلاف اس کے انگلستان سے مہتمم کا انگلستانی مہتمم اصل موصی کا مہتمم سمجھا جاتا ہے۔

دفعہ ۱۰۱ لیکن ایک ایسے ملک غیر کے مہتمم ترکہ کا جو اس اثاثہ کی بابت جو اس کے قبضہ میں آیا ہے اس عدالت میں جوابدہ ہے جس نے اس کو یہ حق عطا کیا ہو؛ اور جس نے اس اثاثہ کی نسبت کوئی ایسا عمل نہیں کیا ہے جس کی بناء پر وہ ذاتی طور سے نقض امانت کا مرتکب قرار پا سکے؛ اس شخص کا محض انگلستان میں موجود ہونا اس کیلئے کافی نہیں ہے کہ اسکے مقابلہ میں یہاں عدالتی اہتمام ترکہ کا دعویٰ دائر ہو سکے اگرچہ اسی غرض سے مدعی نے انگلستان میں اجازت نامہ اہتمام ترکہ حاصل کر لیا ہو۔

مقدمہ جانسن بنام سیلی (۱۹۸۹) ۱۔ ورن ۲۹ ۔ جج جیفریز م ہروی بنام غیر فیرک، تحریک ثانی (۲ ۱۸۵۴) کے ۲۴ ۴۳ ج و ڈو پو

دفعہ ۱۰۲ اور اگرچہ ایک ملک غیر کے وارث پر جس نے بلا قید فہرست وراثت کو منظور کر لیا ہے غالباً انگلستان میں اس بناء پر دعویٰ ہو سکتا ہے ترکہ وہ اس منظوری سے متوفی کے دائنوں کا ذاتی طور سے ذمہ دار ہو گیا ہے۔ اگر فی الحقیقت ایسا ہے تو اس غرض کیلئے انگلستان کے اجازت نامہ اہتمام ترکہ کی ضرورت نہیں ہے اگر اس ملک میں عدالتی اہتمام کیلئے اس کے مقابلہ میں دعویٰ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی ذمہ داری مال متروکہ Assets کی بابت نہیں ہے۔

مقدمہ بون بنام ہہنگ (۱۸۵۸) ۲۔ کے و جے ۲۳، جج، ڈو پو

دفعہ ۱۰۳ اگر ایک انگلستان کا مہتمم ترکہ بغیر ملک غیر کے اجازت نامہ اہتمام ترکہ کے متوفی کے متروکہ پر ملک غیر میں قبضہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے؛ تو وہ ملک ہذا کے عدالتی اہتمام یا متروکہ کے متعلق امر تنقیح طلب کے جواب میں جو دائنین کے رجوع کردہ مقدمہ میں جس کو عدالتی اہتمام سے کوئی تعلق نہ ہو قائم کیا گیا ہو اسیطرح

ف Assets کا لفظ انگریزی میں چند معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور اس لحاظ سے اس کا ترجمہ ہر مقام پر مختلف الفاظ سے کیا گیا ہے اس لفظ کے مختلف معنی یہ ہیں۔ (۱) مال متروکہ جو تابع دیون متوفی ہو۔ (۲) بعض مال متروکہ (۳) دیوالہ کا مال (۴) جملہ جائداد متعلقہ جماعت سند یافتہ یا حقیت یعنے اثاثہ۔ مترجم (از لغت قانونی مولفہ درگا پرشاد) ۔ ڈو

حساب دینے کا ذمہ دار ہوگا، گویا کہ وہ متروکہ اس کو انگلستان کے اجازت نامہ اہتمام ترکہ کے ذریعہ سے دستیاب ہوا ہے۔

مقدمہ ڈوڈیل (۱۶۰۴) ۶-کوک ۴۶ (ب) زیر نام رچرڈسن بنام ڈوڈیل کرو۔ بیجے۔ ۵۵۔ عدالت اعلی دیوانی انگلستان متعلقہ تنقیح بست متروکہ جسٹس، واتسئے مختلف الرائے۔ مقدمہ اٹکنس بنام اسمتھ (۱۷۴۰) ۲۔ اٹیک ۶۳ ۔ جج ہارڈوک میں ایک نوٹ سے جو صاف طور سے سمجھ میں نہیں آتا، یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس اصول سے ایک مقدمہ عدالتی اہتمام ترکہ میں کام لیا گیا۔ اسٹوری کا یہ خیال ہے کہ انگلستان کے مہتمم کو جو ڈوڈیل کے مقدمہ میں اس متروکہ کی بابت ذمہ دار قرار دیا گیا جو اس کو آئرلینڈ میں ملا تھا، وہ فی الحقیقت بربنائے اجازت اہتمام ترکہ منظورہ آئرلینڈ تھا، اور اس لحاظ سے وہ فیصلہ زمانہ حال کے فیصلہ جات سے مطابق نہیں ہوتا۔ کتاب اختلاف قوانین دفعہ ۵۱۴ الف۔ اگر واقعات یہی تھے تو یہ فیصلہ دفعہ ۵۱۰ کے اصول کے مطابق نہ متصور ہوگا، کیونکہ یہ قرار دینا دشوار ہے کہ ایک شخص کی حیثیت میں، جو ملک غیر کی منظوری حاصل کرچکا ہے، محض اس بنا پر کہ اسکے پاس انگلستان کی منظوری بھی موجود ہے، کوئی فرق ہے، اگر ڈوڈیل کے کسی مقدمہ میں بھی بجز کہ آئرلینڈ کی منظوری کا ذکر نہیں ملا۔ اسٹوری کا یہ خیال ہے کہ جس مہتمم ترکہ نے متوفی کا متروکہ ایسے ملک میں پایا ہو، جہاں کی منظوری اسکے پاس نہیں ہے، وہاں وہ بحیثیت مہتمم ناجائز (Executor de son tort) کے ذمہ دار ہوگا۔ اختلاف قوانین دفعہ ۵۱۴۔ ممکن ہے کہ یہ بھی درست ہو، مگر وہ اس ملک کی عدالت کا بھی ذمہ دار ہوگا جہاں سے اس کو منظوری ملی ہو۔ 130

مقدمہ اسٹرلنگ میکسول بنام کارٹ رائٹ (۱۸۷۹) ۱۱۔ چانسری ڈویژن ۵۲۲۔ جج جیمیس۔ بیگلے۔ برامول میں عدالت مرافعہ نے جسٹس مال کے فیصلہ (۱۸۷۸) ۹۔ چانسری ڈویژن ۱۷۲ کو بحال رکھا، جس میں انہوں نے یہ تجویز کی تھی کہ اگر انگریزی پروبیٹ یا اسناد اہتمام ترکہ بصراحت انگلستان کے اثاثہ تک محدود نہوں تو اہتمام ترکہ کی ایسی عدالتی تجویز میں جو ان پر مبنی ہو کوئی قید قائم نہیں

کیا جائے گی، اگرچہ متوفی کا توطن ملک غیر کا ہو تا وقتیکہ ملک غیر میں عدالتی اہتمام ترکہ کی ڈگری نہ ہو چکی ہو، اور ایسی صورت کے متعلق جج نے اپنی رائے محفوظ رکھی۔ جسٹس جیمس نے یہ تجویز کی کہ "اگر اسکاٹ لینڈ میں کوئی کارروائی ہوئی ہوتی تو عدالت ہذا اسکاٹ لینڈ کی عدالت کی اس کارروائی کو جو وہ اس معاملہ میں کرتی تسلیم کر لیتی، ہم کو یہ فرض کر لینے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسکاٹ لینڈ میں کوئی کارروائی ہوئی ہو"۔ مقدمہ آر ایونگ بنام آر ایونگ (۱۸۸۲) ۲۲۔ چانسری ڈویژن ۴۵۶ میں جج بیکن۔ کاٹن و بوون نے جسٹس بیکن کے فیصلہ کو منسوخ کیا، اور اس انفساخ کی تائید (۱۸۸۳) زیر نام آر ایونگ بنام آر ایونگ ۹۔ مرافعہ ۳۴ میں ججان سلبورن بلیکبرن و واٹسن نے کی اور یہ قرار دیا کہ جس صورت میں ایک حکم اسکاٹ لینڈ میں تعمیل کی غرض سے ایسے شخص کے نام صادر ہو چکا ہو جو انگلستان اور اسکاٹ لینڈ دونوں جگہ مہتمم ترکہ ہو، اور اس وقت اسکاٹ لینڈ میں کوئی کارروائی نہ چل رہی ہو اور شخص بلا کسی شرط کے حاضر عدالت ہو جائے تو جو فیصلہ اس مقدمہ میں صادر ہو سکتا ہے وہ بجز اسکے نہیں ہو سکتا کہ وہ مشترکہ تمام جائداد و اہتمام ترکہ کے متعلق ہو گا۔ یہی معاملہ تھا، جس پر اسکاٹ لینڈ کے مرافعہ کا مقدمہ ایونگ بنام اور ایونگ (۱۸۸۵) ۱۰۔ مرافعہ ۴۵۲ ججز سلبورن۔ بلیکبرن۔ واٹسن۔ فٹز جیرالڈ، چلا، مقدمہ سینڈی لینڈ بنام انس (۱۸۲۹) ۳۔ سم۔ ۲۶۳ (دیکھو زیر دفعہ ۹۹) میں جسٹس شاڈول نے کہا کہ جائداد کا جو حساب انگلستان میں لایا جائے اسکے ضمن میں یہ حکم ہے کہ کل جائداد کے حساب لینے کی ضرورت واقع ہو جو ملک غیر کے اجازت نامہ اہتمام ترکہ کی بنا پر قبضہ میں آئی ہو۔ ان مقدمات سے یہ ثابت ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کے ایسے مہتمم ترکہ میں جس نے ملک غیر کی جائداد پر بنائے منظوری ملک غیر قبضہ حاصل کیا ہے اور اس مہتمم ترکہ میں جس نے ایسی جائداد پر بغیر ملک غیر کی منظوری کے قبضہ کیا ہے، کوئی فرق نہیں ہے۔ یا آنکہ ایک ملک غیر کے مہتمم کی ایسی جائداد کی بابتہ جو اس کو ملک غیر کی اجازت کی بنا پر ملی ہو، انگلستان میں حساب دینے کی ذمہ داری اس امر پر منحصر ہے کہ

اسکے پاس انگلستان کی منظوری بھی ہے یا نہیں تو

اصلی و ضمنی اہتمام ترکہ، اور وہ مسائل جو اہتمام ترکہ میں قبل تقسیم جائداد باقیماندہ پیش آتے ہیں

جب متوفی کی جائداد منقولہ، جائداد انگلستان اور دوسری جگہہ کی جائداد پر مشتمل ہو، اس طور سے کہ مختلف ممالک میں، اس کے اہتمام کا انتظام ساتھ ہی ساتھ ہوا ہو، یا ہو سکتا ہو، تو جو انتظام متوفی کے ملک توطن میں ہوگا، وہ اصلی اہتمام ترکہ کہلائیگا، اور جو دوسرے ممالک میں ہوگا، وہ ضمنی اہتمام ترکہ کے نام سے موسوم ہوگا۔ مضمون مندرجہ صفحہ ۱۰۵ سے ظاہر ہے کہ جو اہتمام ترکہ انگلستان میں ہوتا ہے، وہ دو اجزا پر مشتمل ہے، اول متوفی کی جائداد منقولہ کا بہم پہونچانا اور اسکے دیون کا ادا کرنا۔ دوسرے بچت کو، ان لوگوں میں تقسیم کرنا جو ازروئے وصیت، یا اگر وصیت نہو، تو حسب قانون، اس کے مستحق ہوں۔ پہلے جز کا تعلق ضمنی اور اصلی اہتمام ترکہ، دونوں سے ہے، کیونکہ انگریزی عدالتوں نے، جو نفس جائداد پر (باقیماندہ جائداد کے حق استفادہ سے جدا) مقام وقوع (Situs) کے اعلیٰ اختیار کو تسلیم کرتی ہیں، اور اسی اصول پر، انگلستان کی جائداد پر قبضہ کیلئے انگلستان کی 181
منظوری کو ضروری قرار دیتے ہیں ــــ جیسا کہ ہم کو معلوم ہو چکا ہے ــ فیصلاً یہ قاعدہ قرار دے لیا ہے کہ وہ انگلستان کی جائداد کے متعلق، قرضخواہوں کو، انگلستان میں چارہ کار حاصل کرنے کی اجازت دیتی ہیں، باوجودیکہ اس ملک میں، اہتمام ترکہ کا انتظام ضمنی ہو۔

دفعہ ۱۰۴ انگلستان میں جو پروبیٹ یا اجازت نامہ اہتمام ترکہ دیا جائے، اس کی رو سے، وصی یا مہتمم ترکہ، اس کا ذمہ دار ہے کہ وہ متوفی کے قرضخواہوں کو، اس جائداد کے متعلق، جو اس منظوری کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے، انگریزی عدالت میں حساب دے۔ اس صورت میں، اگرچہ متوفی کا توطن، ملک غیر کا ہو، ایسے وصی یا مہتمم ترکہ سے یہ خواہش نہیں کی جا سکتی، اور نہ وہ بلا اندیشہ ایسا کر سکتا ہے کہ بغیر تمام دیون کے تصفیہ کے جائداد کا کوئی حصہ، وارث، یا ملک توطن کے مہتمم ترکہ کے حوالہ کر دے۔

پرسٹن بنام ملول (۱۸۴۱ء) ۸ سی ایل و ایف ۔ نیز کاٹن نامہ

لیکن یہ امر اسقدر صاف نہیں ہے کہ اہتمام ترکہ کا دوسرا جز یعنے تقسیم جائداد باقیماندہ کس حد تک، انگلستان کے ذاتی نمایندہ پر لازم ہے جبکہ متوفی بحالت توطن ملک غیر

فوت ہوا ہو۔ چونکہ یہ امر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ملک توطن کے قانون اور ملک توطن کی عدالت کے اختیارات سے جبکہ اس کی طرف رجوع کیا جائے، جائداد باقیماندہ کے متعلق حقوق کا تصفیہ کیا جاتا ہے (دفعات ۶۰ و ۵۹) تو زیادہ تر آسانی اسی میں نظر آتی ہے کہ جسقدر مسائل ان حقوق کے متعلق ہوں وہ سب ملک توطن کی عدالت میں پیش کئے جائیں۔ ایسی حالت میں بھی کہ کوئی وصیت عمل میں نہ آئی ہو۔ قانون توریث کا علم اسی ملک کی عدالتوں کو زیادہ تر ہوسکتا ہے جہاں وہ قانون نافذ ہو، اور وصیت کی حالت میں تو اسکی اور زیادہ ضرورت ہے کہ ایسے ملک کی عدالتوں سے استمداد کیجائے جہاں کے قوانین سے انکی تعبیر اور ان کے انتقالات کا جواز دریافت ہوسکتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وصیت نامے ایسی دستاویزیں ہیں کہ ان سے زیادہ کسی اور قسم کی دستاویزوں میں قانونی مباحث پیش نہیں آتے۔ یہ ممکن ہے کہ خاص صورتیں ایسی پیش آئیں جن کی وجہ سے دوسرے ملک کی عدالت وصیت نامہ کی بہتر تعبیر کرسکتی ہو (دیکھو مقدمہ بولی فائیو صفحہ ۱۳۲)۔

دفعہ ۱۰۵ جس حالت میں اہتمام ترکہ کی کوئی کارروائی انگلستان میں نہ چل رہی ہو اور متوفی کے ملک توطن میں اس کا ذاتی نمایندہ، انگریزی مفہوم میں، ایسا موجود ہو جس کے ذمہ جائداد کی تقسیم کا کام ہو یا کوئی ایسا وارث یا موہوب لہ کل ہو جو جائداد پر اپنے فائدہ کے لئے ہو یا دیگر موہوب لہم کے دعاوی کے تصفیہ تک قابض ہو تو انگلستان کے وصی یا مہتمم ترکہ کا انگلستان کے دیون ادا کرنے کے بعد اثاثہ میں سے جو کچھ بچ رہے وہ شخص مذکور الصدر کے حوالہ کردینا انگلستان میں اسکے بری الذمہ ہونے کے لئے کافی تصور ہوگا۔

مقدمہ میان بنام میان (۱۸۴۴ء) اپیل ۵ میں جج ہارڈوک نے اس دعوی کو جو ایک شخص ساکن جرنسی کے قرابتداروں (Next-of-kin) نے جو بلا وصیت مرگیا تھا انگلستان کی باقیماندہ جائداد کے متعلق پیش کیا تھا لینے سے انکار کردیا نہ صرف اس بنا پر کہ عام مہتمم عدالت میں پیش نہ تھا بلکہ اس تجویز کے ساتھ کہ مدعیوں نے ایک جز حساب کیلئے اس عدالت میں آنے میں غلطی کی کیونکہ حسب قانون [تقسیم] جملہ حساب کے متعلق ڈگری ہونی چاہیے۔" اور "اگر میں اجملہ حساب کی ڈگری دوں، تو جرنسی کی عدالتیں اسکے خلاف کریں گی، اور

لوگ بےحد مشکلوں میں پھنس جائیں گے۔" یہ صحیح ہے کہ رپورٹر کے بیان کے مطابق، لارڈ ہارڈوک نے یہ بھی لکھا کہ "یہ مقدمہ اس مقدمہ سے مختلف ہے جس میں ایک مخصوص اور معین حصہ انگلستان کے موجودہ اثاثہ پر مشتمل ہو" لیکن یہ اصول بقیہ فیصلہ سے مطابق نہیں ہوتا۔ اور میرے خیال میں حقیقی الفاظ یہ ہیں کہ "یہ مقدمہ انگلستان کے مخصوص اثاثہ کے بارے سے مختلف ہے۔" مقدمہ ایون ہرٹ بنام ویلے (۱۸۹۲) ۱۰ - اے سی - ایل - آئی میں لارڈ ویسٹبری نے یہ قرار دیا کہ جب متوفی کا توطن ملک غیر کا ہو تو نہ صرف انگلستان کے وصی یا مہتمم بلکہ انگلستان کی عدالتوں کو بھی اگر جائداد عدالتی اہتمام میں ہو لازم ہے کہ انگلستان کے باقیماندہ اثاثہ کو ان لوگوں کے حوالے کر دیں جو ملک توطن میں اہتمام جائداد کے واسطے مقرر کئے گئے ہوں، تاکہ وہ ان لوگوں میں تقسیم کیا جا سکے جو متوفی کی وصیت کے مطابق یا از روئے قانون، اسکے مستحق ہوں۔ لارڈ کرینورتھ اور لارڈ چیمسفورڈ اس بارہ میں مختلف الآرا تھے، مگر یہ مسئلہ ایسا نہ تھا جس کا تصفیہ مقدمہ میں ضرور تھا۔ جو مسئلہ اس دفعہ میں بیان ہوا ہے وہ اس اصول کی بحث میں آجاتا ہے جو فرائی اور جسل نے مقدمہ فیسٹس بنام ہاکن (۱۸۸۰) ۱۶ - چانسری ڈویژن ۷۰ میں قایم کیا تھا۔ فرائی ک لے کی تائید مقدمہ (۱۸۸۱) ۱۸ - چانسری ڈویژن ۳۴ میں کی گئی، جج جسل بیگلے اور توش۔ مگر اس مقدمہ میں فیصلہ دوسرے وجوہ پر بھی مبنی تھا۔

دفعہ ۱۰۶ لیکن جس صورت میں کہ اہتمام ترکہ کی کارروائی انگلستان میں چل رہی ہو اس وقت یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا عدالت، اس مقدمہ کو ختم کرنے اور باقیماندہ جائداد کو اس علم کی مدد سے جو وہ متوفی کے ملک توطن کے قانون کے متعلق حاصل کر سکتی ہے تقسیم کر دینے پر اصرار کرے گی یا باقیماندہ جائداد کو متوفی کے نمایندہ ملک توطن کے سپرد کر دے گی۔

مقدمہ ویدربائی بنام سینٹ گیورجیو (۱۸۴۳) ۲ - ہیر ۶۲۴ میں جج وگرام نے یہ خیال کیا کہ دیون کے ادا ہو جانے کے بعد ملک توطن کا مہتمم ترکہ ان لوگوں کا جو جائداد باقیماندہ کے مستحق استفادہ ہیں، صرف امین ہو جاتا ہے اور اس صورت میں جائداد باقیماندہ کا اسکے حوالہ کر دینا اس قاعدہ کے خلاف ہوگا کہ "اگر جائداد

مامون لہ کیلئے امین کو دیجاتی ہے تو عدالت اس کو مامون لہ کے حوالے کرے گی، نہ کہ امین کے"۔ اور یہ اس مقدمہ میں ہوا جس میں موصی نے صراحت اپنے انگلستان کے وصی کو ہدایت کی تھی کہ باقیماندہ جائداد اسکے اٹلی کے مہتممان ترکہ کے سپرد کر دیجائے۔ مقدمہ میکلین بنام کیمبل (۱۸۵۷) ۴۴ ایل۔ ٹی۔ ۱۰۰ میں جسٹس رومر کا صریح رجحان اس طرف تھا کہ باقیماندہ جائداد وہ خود تقسیم کریں اور صرف اس کارروائی کو جو ملک توطن کی عدالت میں ہو رہی ہو اختیار کرلیں۔ اسی رائے سے لارڈ گرینتھ اور پیٹیفورڈ کو بھی اتفاق تھا جیسا کہ دفعہ ماسبق میں بیان ہو چکا ہے۔ دوسری طرف لارڈ ویسٹبری کی رائے تھی جس کا ذکر اسی مقام پر کیا گیا ہے اور جو دلیل انگلستان کی عدالت کے طرز عمل سے بحالت توطن انگلستان پیدا ہوتی ہے اس کیلئے آئندہ دفعہ دیکھنی چاہیے۔ مقدمہ ایسن بنام مچل (۱۸۵۱) ۲۸ ڈبلیو آر ۱۴۱۔ ۱۔ ڈی۔ ایم۔ جی۔ و جے ۴۳۴ میں ایک موصی، متوطن اسکاٹ لینڈ کی انگلستان کی منقولہ جائداد کا حق استفادہ زیر بحث تھا اور اسکے متعلق اسکاٹ لینڈ میں ایک دعویٰ دائر تھا جس میں اس کا تصفیہ ہو سکتا تھا۔ جسٹس کنڈرسلے اور نائٹ بروس اس میں متفق الرائے تھے کہ مدعی مدعی علیہم کے نام جو اسکاٹ لینڈ میں تھے طلب نامہ جاری ہونا چاہیے تاکہ جو کارروائی انگلستان میں چل رہی ہے وہ چلتی رہے۔ جسٹس ٹرنر کو اسمیں شبہ تھا۔

مقدمہ بولی فاینچ سری بنام ریٹ [۱۹۱۲] پی ۲۳۳۔ سی۔ اے۔ میں جج کوزنس ہارڈی، ایم۔ آر۔ فارول، اور لارڈ جسٹس کینیڈی نے جسٹس ایونس کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا۔ ایک انگریز ایک اٹلی کی عورت سے نکاح کرکے انگلستان سے چلا گیا اور اٹلی میں توطن اختیار کرلیا۔ اس نے کوئی وصیت نامہ نہیں لکھا تھا بلکہ انگلستان میں صرف ایک خط پر دستخط کئے تھے جسکی نسبت کہا جاتا تھا 198
کہ وہ خود اسکے ہاتھ کا لکھا ہوا وصیت نامہ حسب قانون اٹلی ہے۔ اس کی بہن نے انگلستان میں بحیثیت قرابتدار قریب کے اہتمام ترکہ کا دعویٰ دائر کیا اور دوسرے اشخاص نے اس دستاویز کی بنا پر اٹلی میں کارروائی شروع کی ۔۔۔ قرار پایا کہ وہ۔

(۱) انگلستان کی عدالت کو اہتمام ترکہ کے حکم دینے کا اختیار تھا اور اس لحاظ سے وہ انگلستان کے متروکہ کے متعلق تمام سوالات کے تصفیہ کی مجاز تھی

(۲) چونکہ سوال بصرف انگریزی الفاظ کی تعبیر کے متعلق تھا اس لئے اس کا تصفیہ انگلستان کی عدالت میں ہونا لازم ہے (نیز ملاحظہ ہو ضمیمہ مقدمہ لارڈ لیارڈ)۔

دفعہ ۱۰۶ (الف) جب تک کہ دائنوں کے دعاوی انگلستان یا ملک غیر کے مہتمان جائداد کے پاس سے تصفیہ نہ ہو جائیں اس وقت تک قانون توطن کے مطابق متروکہ ورثاء مستحقین میں تقسیم نہ ہو سکے گا۔ لیکن اگر ملک غیر کے دائن انگلستان کے مہتمان جائداد کے سامنے حاضر ہونے اور اپنے دعاوی کے ثبوت پیش کرنے سے قاصر رہیں یا ان کے دعاوی خارج المیعاد ہوں (اگرچہ متوفی کے مقام توطن کے قانون سے خارج المیعاد نہ ہوں) تو انگلستان کے مہتمان جائداد کے پاس جو متروکہ بچ رہے گا اس کو انگریزی عدالتیں متوفی کے مقام توطن کے قانون کے مطابق ورثاء مستحقین میں تقسیم کر دیں گی۔

مقدمہ لارڈ لیارڈ (اگریفتہ بنام کٹ فورتھ) ڈبلیو۔ این ۱۹۴۲۔ پی ۷۵ نیز دیکھو (مندرجہ ضمیمہ کتاب)۔

دفعہ ۱۰۷ برخلاف اسکے اگر متوفی کا توطن انگلستان کا ہے جہاں اہتمام ترکہ کی کارروائی جاری ہے اور انگلستان کے اوصیا یا مہتمان ترکہ یہ نہیں ظاہر کرتے کہ اس متروکہ کے متعلق جس کا اسکو ملک خارجہ سے وثیقہ حاصل ہے، انگریزی عدالتیں بمقابلہ دائنین کے بطور جائز بری الذمہ نہیں کر سکتیں تو انگلستان سے ایک حکم امتناعی اس مضمون کا جاری ہو گا کہ جو عدالتی کارروائی ملک غیر میں اس کی جائداد منقولہ کے متعلق چل رہی ہے وہ ملتوی رکھی جائے۔

مقدمہ ہوپ بنام کارنے (۱۸۶۶) ایل۔ آر ۱۔ چانسری مرافعہ ۳۲۰۔ ججان نائٹ بروس اور ٹرنر جنہوں نے اسٹوورٹ کے فیصلہ کو بحال رکھا۔ بحث درمیان ان لوگوں میں تھی جن کو حق استفادہ حاصل تھا۔ بیلی بنام بیلی (۱۸۶۷) ایل آر ۵۔ ای کیو ۱۷۵۔ جج بالمنس۔ ملک غیر کے ابتدایہ مقدمہ میں جو شخص مدعی تھا اس کا دعوی یہ تھا کہ اس کو باقیماندہ متروکہ میں حق استفادہ حاصل تھا اگرچہ یہ امر تسلیم کیا جاتا تھا کہ اس امر کی دریافت کے لئے کہ آیا فی الحقیقت کوئی بچت

ہے پہلے حساب کا داخل ہونا لازم ہے تاہم مہتمان ترکہ نے یہ نہیں ظاہر کیا کہ انکی حفاظت کے لئے بمقابلہ دائنین کے ملک غیر کی برأت ضروری تھی بلکہ برخلاف اسکے منجملہ مہتمان مذکور کے ایک شخص حصول حکم امتناعی کی کارروائی میں شریک تھا۔

اس دفعہ میں یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ جس شخص کے مقابلہ میں حکم امتناعی چاہا جاتا ہے وہ انگلستان کے حدود اختیار کے تحت میں ہے، پہلا سوال جو اس معاملہ میں پیش آتا ہے، وہ یہ ہے کہ آیا عدالت چانسری کا کوئی قاعدہ یا اصول ایسا ہے، جس کی بنا پر وہ ایک موصی کے متروکہ کے اہتمام کی ڈگری دینے کے بعد ایک ملک غیر کے دائن کو جو اسی ملک میں رہتا ہو، اپنے قرضہ کی بابت اپنے ملک کی عدالت میں چارہ جوئی سے باز رکھنے کا محرک ہوسکے۔ یقیناً کوئی ایسا قاعدہ یا اصول نہیں ہے۔ ایسے دائن پر اس ملک کی عدالتوں کو کوئی اختیار نہیں ہوسکتا۔۔۔ یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ ہم ملک غیر کے ایک شخص بلکہ ایک سند یافتہ جماعت کے متعلق کارروائی کر رہے ہیں، جو اس ملک کی عدالتوں سے کوئی استمداد نہیں کرتی۔ اگر مرافعان ڈگری میں شریک ہوتے اور اس طور سے کچھ حصہ انگلستان کے متروکہ سے پاتے، تو صورت حال دوسری ہو جاتی"۔ لارڈ کرنیورتھ مقدمہ کیرن آیرن کمپنی بنام میکلارن (۱۸۵۵) ۵ ایچ - ایل ۴۱۶ و ۴۴۲ ہیرو ہام کی رائے بھی تقریباً یہی تھی سینٹ لینارڈ کو البتہ اس حد تک اختلاف تھا کہ آیا جماعت سند یافتہ ملک غیر کی تھی یا نہیں، اس کا اتباع مقدمہ لو اِس و کرافٹن بنام کرافٹن (۱۸۸۰) ۱۵ - چانسری ڈویژن ۵۹۱ میں بج پنیلنس میں کیا گیا، مقدمہ گراہم بنام میکسول (۱۸۴۹) ۱ میک گارنر ج کالم ۷۱ بہ تائید فیصلہ مذکور الصدر میں اسپر غور نہیں ہوا کہ آیا دائن ملک غیر کا تھا یا نہیں، وہ انگلستان کے مقدمہ میں بحیثیت فریق کے حاضر تھا۔

دفعہ ۱۰۸ لیکن اگر وہ لوگ جو ایسے متوفی کے متروکہ موقوعہ بیرون ملک پر قابض ہیں، جو بحالت توطن انگلستان فوت ہوا ہو، اس بات پر جو انگریزی عدالت سے بمقابلہ دائنیان متوفی دی گئی بھروسہ کرنے پر معترض ہوں تو اس صورت میں یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا عدالت مذکور بذریعہ حکم امتناعی ملک غیر کی کارروائی اہتمام ترکہ کو

روک دے گی، بجز ایسی صورت کے، کہ کارروائی مذکور تقسیم جائداد باقیماندہ سے متعلق ہو۔ اس سے زیادہ روک ٹوک، اس رائے سے مطابق نہ ہوگی، جو کمقام وقوع کو، مال متروکہ پر اختیار رکھنے کی نسبت قائم کی گئی ہے، اور جس پر دفعہ ۱۰۴ مبنی ہے۔

دفعہ ۱۰۹ اگر ملک غیر کے مہتمم سے، انگلستان کی عدالت میں حساب لیا جائے گا، خواہ حساب کے داخل کرانے سے یا کسی دوسرے طریقہ پر، تو اس کو کمیشن اس کاروبار پر دلایا جائے گا، جو اس نے ملک غیر کی منظوری کی بنا پر کیا ہو، وہی ہو گا، جو اس کو ان حدود ارضی میں دلایا جاتا، جہاں سے وہ منظوری جاری ہوئی تھی۔

مقدمہ تھیم بنام اوٹلے (۱۷۹۸) ۴۔ ویس ۲ ، میں آرڈون کے فیصلہ کو لوبرڈ نے بحال رکھا، جس میں ہندوستان کا مروجہ (۵) فیصدی کمیشن دلایا گیا تھا، اور نیز مقدمہ کارل بنام باربر (۱۸۲۶) ۱ سم ۲۳۰ نج، نیج کو مقدمہ ہوی بنام لیک مین (۱۷۹۹) ۴۔ ولس ۵۹۹۔ نج، آرڈون میں کاروبار کے واقعات کی بنا پر، اس کی منظوری سے انکار کیا گیا، اور نیز مقدمہ فریمن بنام فیرلی (۱۸۱۷) ۳۔ میر ۲۴۰۔ نج، گرانٹ میں، کیونکہ وصیت نامہ میں مہتمم ترکہ کو اس کی محنت کا معاوضہ دلایا گیا تھا، اس کو پیش نظر رکھ کر یہ خیال کیا گیا ہو گا کہ وہ ہندوستان کی عملدرآمد کے مطابق بھی کمیشن کے پانے کا مستحق نہیں ہے۔

دفعہ ۱۱۰ ہر مہتمم ترکہ پر، خواہ وہ اصلی ہو یا ضمنی، لازم ہو گا کہ جو متروکہ بربنائے منظوری، اس کے قبضہ میں آئے، اس کو متوفی کے دائنین کے ادا کرنے میں صرف کرے، خواہ وہ دیون ان حدود ارضی کے ہوں، جہاں سے منظوری صادر ہوئی ہے یا اسکے باہر کے، اور خواہ وہ دائن ان حدود ارضی کے متوطن یا باشندہ ہوں، یا ان کے باہر کے، اس ترتیب تقدم کے ساتھ، جو قرضہ یا متروکہ کی نوعیت کے لحاظ سے، اس ملک کے قانون میں بتائی گئی ہو، جہاں سے منظوری صادر ہوئی ہے۔

یہ قاعدہ شخصی قانون بین الاقوام کے اس اصول کا بلاواسطہ نتیجہ ہے، کہ دائنین کی ترتیب، بلحاظ تقدم و تاخر کا، فیہ بحالت اجتماعی Lex Comcursus قانون مقام دعویٰ یا قانون اجتماع سے کیا جائے گا۔ یہ ایک ایسا اصول ہے کہ اس سے گریز نہیں ہو سکتا، کیونکہ اگر دو دین، دو مختلف قوانین کے تحت میں حاصل کئے جائیں، اور ان میں سے،

ہر دین کو دوسرے دین پر اس قانون کے لحاظ سے جس کی تحت میں وہ حاصل کیا گیا ہے، تقدم حاصل ہو تو انکے تقدم کی ترتیب کا فیصلہ سوائے اس مقام کے قانون کے جہاں فریقین مجتمع ہوں اور کس قانون سے ہو سکتا ہے؟ یہ قاعدہ انگلستان کے قانون کے اس اختیار (Authority) کا نتیجہ ہے، جو مقام وقوع کو نفس متروکہ پر (بجیت کے حق استفادہ سے علیحدہ) دیا جاتا ہے، کیونکہ اسی اختیار کی وجہ سے انگریزی قانون میں یہ چاہا جاتا ہے کہ پہلے متروکہ پر مقام وقوع کی منظوری سے قبضہ حاصل کیا جائے اور بعدہ دائنین اس غرض سے جمع کیے جائیں کہ جو متروکہ اس طور سے قبضہ میں آیا ہے، وہ پہلے دیون سے پاک ہو جائے، قبل اسکے کہ اسکی بجیت کے متعلق متوفی کے مقام توطن کے قانون کا نفاذ ہو۔ اگر توطن یا قومیت کے اختیار کی نسبت یہ تسلیم کیا جاتا کہ وہ بجائے باقیماندہ جائداد کے جملہ جائداد متروکہ متوفی پر حاوی ہے جیسا کہ یورپ کے دوسرے ممالک میں ہوتا ہے، تو سلسلہ توریث جیسا کہ محاورہ ہے، وہیں کھلتا (قائم ہوتا)، اور وہیں دائنوں کا اجتماع ہوتا، اور وہیں کے قانون سے ان میں تقدم و تاخر کی ترتیب 135
قائم کی جاتی، جیسا کہ یورپ کے دوسرے ممالک میں ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس طریقہ میں جو اجتماع ہوتا ہے، وہ متروکہ کے مقابلہ میں نہیں، بلکہ وارث کے مقابلہ میں ہوتا ہے، اگرچہ وارث کی ذمہ داری بضبط فہرست کی وجہ سے محدود ہو گئی ہو، اور وارث کا تعین، تمام مراتب کیلئے، متوفی کے اس ذاتی حدود اراضی کے قانون سے ہوتا ہے، جہاں سلسلہ توریث قائم کیا جاتا ہے۔

مقدمہ کلیسی وکر نتھور بنام نیسل برٹ (۱۸۸۴) ۲۸ - چانسری ڈویژن ۱۷۵۔ جج اسپریسن میں اس دفعہ کا حوالہ دیا گیا، اور اس کا مضمون پسند کیا گیا۔ فاضل جج نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ "اس میں کوئی شک نہیں، کہ ایسے مقدمہ میں جہاں میں فرانس کی بجیت کی تقسیم اس طرح عمل میں آئی ہو کہ فرانس کے دائنوں کو بحیثیت فرانسیسی ہونے کے تقدم حاصل ہو گیا ہو، تو انگلستان کی بجیت کو تقسیم کرتے وقت عدالت کو ہوشیاری سے کام لیکر دائنی رقم کو درجہ مساوات میں لانا چاہیے اور اس امر کی احتیاط کرنی چاہیے کہ جب تک انگلستان کے دائنوں کو حصہ متناسبہ نہ پہنچ جائے کوئی فرانس کا دائن، ان میں دخل

نہ ہونے پائے، بجز اس صورت کے جب کہ کیا جانا مساوات اور انصاف کے لحاظ سے ضروری ہو، کسی اور قاعدہ سے واقف نہیں ہوں جس کی بنا پر انگلستان کے وارثوں کو بمقابلہ ملک غیر کے وارثوں کے ترجیح دیجا سکے۔ دیکھو دوسرے نظائر جو ایڈمنسٹریشن ایکٹ دفعہ کے تحت میں درج ہوئے ہیں، اور مقدمہ ڈوئش (۱۸۹۶) ۲- چانسری ۸۳۶ - میں جو کہ عام طور سے انگلستان کی جائداد کو انگلستان کے قانون کے مطابق تقسیم ہونا چاہیے، یعنے لحاظ اس تقدم و تاخر کے جو اس ملک کی عدالتوں میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ صفحہ ۸۳۹ دیکھو۔

دفعہ ۱۱۱ اگر ملک غیر کے مہتمم کے پیش کرنے یا کسی دوسرے طریقہ سے ملک غیر کی جائداد کا عدالتی اہتمام انگلستان میں کیا جاتا ہو تو عدالت اس جائداد کو اسیطرح کام میں لائے گی جس طرح ملک غیر کا مہتمم کام میں لاتا، یعنی خواہ جائداد اُنہوں میں اسی ترتیب تقدم و تاخر سے تقسیم ہوگی جو اس قانون میں بتائی گئی ہے جس کی رو سے اس جائداد پر قبضہ کیا گیا تھا۔

مقدمہ ہین سن بنام واکر (۱۹۲۹) ۷۰ - ایل - جی - چانسری ۱۳۵ - جج لیج میں، موصی متوطن انگلستان کی اراضی ملک غیر کی آمدنی اس کے وارثوں میں اسی ترتیب تقدم و تاخر کے ساتھ تقسیم کی گئی جو قانون مقام وقوع میں بتائی گئی تھی۔ مقدمہ کوک بنام گریسن (۱۸۵۴) ۲ - ڈی - آر - ۲۸۶ - جج کنڈرسلے میں، اس جائداد کے متعلق جو آئرلینڈ سے لائی گئی تھی، ایک وارث کو جو آئرلینڈ کے فیصلہ کی بنا پر دعویدار تھا، بمقابلہ ان وارثوں کے جو بعض معاہدہ کی بنا پر دعویدار تھے ترجیح دی گئی، لیکن انگلستان کی جائداد کے متعلق وہ محض بربنائے معاہدہ، وارث قرار دیا گیا، اس قاعدہ کی پابندی کی بنا پر جس میں ایسی وقعت صرف ملک غیر کے فیصلہ کو دیجاتی ہے، اگرچہ موصی آئرلینڈ کا متوطن تھا۔ برخلاف اس کے مقدمہ ولسن بنام ڈشیٹی (۱۸۵۴) ۱۸ - بیو - ۲۹۳ - جج، رومیلی میں بھی موصی آئرلینڈ کا متوطن تھا، اور اس بنا پر انگلستان اور آئرلینڈ دونوں جگہ کا متروکہ آئرلینڈ کی ترتیب تقدم کے مطابق تقسیم کیا گیا، انگلستان کے فیصلہ والا وارث بھی دونوں جائدادوں کے متعلق، اُن بربنائے معاہدہ

قرار پایا۔ یہ مقدمہ، کوک بنام گریسن کے مقدمہ سے پہلے فیصل ہوا تھا، مگر اس میں اس کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ اور مقدمہ کلے بل و کن رتھیم بنام گیشل برٹ (۱۸۸۴) ۲۸۔ چانسری ڈویژن ۱۰۰۵۔ جج، پیرسن میں اس کا حوالہ دیا گیا، مگر اس سے اتفاق نہیں کیا گیا۔ مقدمہ پار، ڈو بنام بنگھام (۱۸۶۸) ایل۔ آر۔ ۶۔ اکیو۔ ۵۸۴ میں جج، روسلے کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انھوں نے یہ معتدل رائے ظاہر کی کہ متوفی کے ملک توطن کے قانون سے اس ترکہ کے متعلق جو ملک توطن کے لحاظ سے بیرونی ہو، دائنین کے ترتیب تقدم کا تصفیہ نہیں کیا جائے گا، بجز اس دائن کے حق میں جس کا توطن اسی ملک میں ہو گا جس کا متوطن متوفی تھا، مگر اس کو نہ اس اصول کے کام میں لانے کی ضرورت ہوئی اور نہ اپنے پہلے بیان کردہ اصول کو کیونکہ متوفی کا بینہ توطن، بیرون انگلستان ثابت نہیں کیا گیا تھا۔ اسٹوری نے اسی اصول کو پسند کیا ہے جس کو ہم دفعہ ۱۱ میں درج کر چکے ہیں، وہ لکھتا ہے کہ ریاستہائے متحدہ میں وہی نافذ ہے۔ اختلاف 186
قوانین دفعات ۵۲۵ و ۵۲۴۔ نیز ملاحظہ ہو ضمیمہ مقدمہ لاری لارڈ ہو

جو فیصلے مقدمات دیوالیہ میں تقدم کی نسبت قانون مقام اجتماع (Lex loci Concursus) کی تائید میں ہوئے ہیں، ان کے لیے دیکھو مقدمہ یکطرفہ ملبورن (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۶۔ چانسری مرافعہ جات ۶۴۔ جج ہیلشس و جیمس، مقدمہ تھربرن بنام اسٹورٹ (۱۸۷۱) ایل۔ آر۔ ۳۔ پی۔ سی۔ ۴۷۸۔ جج، کیرنس ہو

دفعہ ۱۱۱ (الف) جس صورت میں موصی نے امریکہ اور انگلستان، دونوں جگہ جائداد چھوڑی تھی، اور ڈگریداروں کے دعاوی میں امریکہ کی کل جائداد صرف ہو گئی تھی، اور امریکہ کا کوئی دعویدار انگلستان کی جائداد سے طالب ایفائے رقم نہ ہوا تھا، مگر بعدہ امریکہ کے مہتمم جائداد نے موصی کی جائداد انگلستان کی تحویل کا مطالبہ کیا، تو یہ طے ہوا کہ موصی کے امنا کو جنھوں نے وصیت نامہ انگلستان میں داخل کیا تھا، لازم تھا کہ وہ موصی کے امریکہ و انگلستان، دونوں کے دائنوں کے قرضہ کے ایفاء کے لئے جن سے وہ واقف تھے، متروکہ کے طالب ہوتے، اور اگر امریکہ کے

وائن حاضر ہوتے توانکو امریکہ کا وہ حکم یا صداقت نامہ جو وہاں سے ملا تھا پیش کرکے یہ ثابت کرنا پڑتا کہ وہ انگلستان میں ان کے دعاوی کے ثبوت کیلئے کافی ہے، اور نیز یہ کہ ان کے دعاوی خارج المیعاد نہیں ہیں۔

مقدمہ لارڈ یارڈ حوالہ حسب سابق۔

دفعہ ۱۱۲ جو محصول اموات (Death duties) پر لیا جاتا ہے، اسپر بحث کا یہی موقع ہے، کیونکہ اہتمام ترکہ میں بحیثیت تقسیم کرنے سے پہلے اسکے متعلق سوالات پیش آتے ہیں۔

انگلستان کا قدیم محصول اموات دو قسم کا تھا۔ اوّل محصول پروبیٹ جس میں اسناد اہتمام ترکہ اور اجازت نامہ پروبیٹ، دونوں محصولوں کو ہم شامل کر سکتے ہیں۔ اور جو بعدہ بروے قوانین ۲۴ و ۲۵ وکٹوریا فصل ۱۵۔ دفعہ ۴ ایسی جائداد منقولہ سے بھی متعلق ہونے لگا جس کا وصیت نامہ کی بنا پر بذریعہ اختیار تقسیم تصفیہ ہوا ہو۔ سرکار مال منقولہ کی جو حفاظت کرتی ہے، اس کا معاوضہ یہ محصول سمجھا جا سکتا ہے، اس نظر سے متوفی کا توطن غیر متعلق، لیکن اس جائداد کا جس کی حفاظت کیجاتی ہے، مقام وقوع متعلق قرار پاتا ہے۔ دوسرا محصول ہبہ وصیتی جس میں مال منقولہ کے وہ حصص، جو قرابتداروں کو پہنچتے ہیں شریک ہیں۔ اور چونکہ یہ ایک ایسا محصول تھا جو سرکار جائداد منقولہ کو متوفی اشخاص سے زندہ اشخاص کی طرف منتقل کرنے کی بابتہ لیتی تھی، اسلئے اس متوفی کا توطن جس کی منقولہ جائداد اس طرح منتقل کیجاتی ہے متعلق، اور اس جائداد کے اجزا کا وقوع غیر متعلق ٹھہرتا ہے۔ ۱۸۵۳ء میں محصول توریث جاری ہوا جو ہبہ وصیتی کے محصول کی طرح محصلہ حق استفادہ پر ایک ٹکس تھا، مگر جہاں تک اس کا تعلق قطعی مالک کی موت کے بعد، انگلستان کی جائداد غیر منقولہ سے تھا، اس کو بلحاظ ان اصول کے جو اسبارہ میں انگلستان میں رائج تھے، توطن سے کوئی تعلق نہ تھا۔ محصول توریث کا تعلق، اس جائداد سے جس پر قبضہ قطعی نہو، بلکہ جو کسی شخص کو بعد قابض حال کے دی گئی ہو (Settled) زیر دفعہ ۱۱۶ بیان کیا جائے گا۔ آخر کار ان اموات پر جو یکم اگست ۱۸۹۴ء کے بعد واقع ہوں محصول پروبیٹ کا لیا جانا موقوف کردیا گیا، اور اس کی جگہ ایک جائدادی محصول (Estate duty) قائم ہوا جو ان تمام جائدادوں پر حاوی تھا جن پر محصول پروبیٹ عائد ہوتا تھا، اور اسی میں جائداد

غیر منقولۂ انگلستان اور دوسری جائدادیں جن سے محصول توریث لیا جاتا تھا، اور تمام ایسی جائدادیں جو سلطنتہائے متحدہ کے باہر واقع ہوں، اور جو موت واقع ہونے پر ایسے حالات میں منتقل ہوں کہ اس قانون کی رو سے جو سنہ ۱۸۹۴ء سے قبل نافذ تھا، ان پر ہبہ وصیتی یا توریث کا محصول واجب الادا ہوتا، یا منتقل الیہ سے قرابت کی استثنائی صورت کے علاوہ لیا جاسکتا تھا، شریک ہیں۔ موخر الذکر قسم کا نتیجہ یہ ہے کہ متوفی کا توطن بھی، حفاظت جائداد کے ساتھ ساتھ، جو کہ دوسرے قسم کی جائداد کا اصول ہے، محصول کا ایک اصول قرار پاگیا ہے۔ اور اس سب کا نتیجہ یہ ٹھہرا کہ جائدادی محصول، دولتمندی کے محصول کی حیثیت سے ہبہ وصیتی اور توریث کے اس محصول کے پہلو بہ پہلو، جسے محصلہ حق استفادہ کا عکس سمجھنا چاہیے قائم ہوگیا، جس طرح پروبیٹ اور ہبہ وصیتی کے محصول، اس جائداد 187
منقولہ میں جس سے وہ متعلق ہوتے ہیں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

پروبیٹ اور اسناد اہتمام ترکہ کا محصول جس طرح پہلے بلحاظ متوفی کے توطن کے واجب الادا تھا، اسی طرح اب جائدادی محصول مفصلۂ ذیل اشیاء پر واجب الادا ہے۔

اس کے تمام مادی اثاثہ، تمسکات قابل بیع وشرا اور ان دستاویزات یا صداقتناموں پر جو حامل کو قابل ادا ہوں، اس حد تک کہ وہ متوفی کی وفات کے وقت انگلستان میں موجود تھے، یا اگر وہ اس وقت دریائی سفر یا دوسری حدود وارضی میں تھے تو اس حد تک کہ وہ بعد وفات، پہلی مرتبہ بطور مہتمم ترکہ کے قبضہ میں آئے۔

اور نیز ان دیون پر جو متوفی کو بجز بابت تمسکات قابل بیع وشرا یا دستاویزات یا صداقتناموں کے جو حامل کو قابل ادا ہوں، دوسرے طریقہ پر واجب الوصول ہوں، اور اسکے کمپنیوں کے حصوں اور دوسرے غیر مادی اثاثہ پر اس حد تک کہ اسکی موت کے وقت انگلستان میں صحیح طریقہ سے اُسکے وصول کرنے یا اُن پر قبضہ پانے کا دعویٰ ہوسکتا تھا دوسرے الفاظ میں اس کی تمام ذاتی جائداد پر جو ابتداءً انگلستان کی منظوری کے حسب دفعات ۹۴-۹۵-۹۶ منتقل ہوتی ہے، اور کسی ذاتی جائداد پر جس کی بابت حسب دفعہ ۱۰۳، انگلستان کا مہتمم ترکہ جوابدہ ہوسکتا ہے، یا جس کو حسب دفعہ ۹۹ یا ۱۰۰ انگلستان کا مہتمم ترکہ وصول کرسکتا، یا وہ اسکی موجودگی میں وصول ہوسکتی تھی۔

اس سوال پر کہ محصول پروبیٹ ملک غیر کی اس جائداد کی آمدنی پر جو مہتمم ترکہ بر بنائے منظوری حاصل نہیں کر سکتا، یا جو اسکے قبضہ میں نہیں آسکتی تھی، واجب الوصول نہیں ہے۔ اگرچہ اس کے وصول ہو جانے کے بعد وہ انگلستان میں اس کا جوابدہ اور ذمہ دار ہو۔ مقدمہ ایون (۱۸۰۲) ۱ سی۔ آر و جے ۳۵۹ میں الکزنڈر اور بیلی نے بحث کی تھی، اور مقدمہ اٹارنی جنرل بنام ڈائمنڈ (۱۸۳۱) ۱ سی۔ آر و جی ۳۵۶ میں لینڈ ہرسٹ اور بیلی وغیرہ نے اس کا فیصلہ کیا۔ ان دونوں مقدمات میں ملک غیر کی حکومت کا سرمایہ زیر بحث تھا۔ انگلستان کی اعلی عدالت دیوانی اور ہاوس آف لارڈز میں (بروہام) بمرافعہ مقدمہ اٹارنی جنرل بنام ہوپ (۱۸۳۴) ۱ سی۔ آر۔ ایم و آر۔ ۵۳۰۔ ۸۔ بی۔ آئی۔ این۔ آر۔ ۳۴۔ ۲ سی ایل و ایف ۸۴۔ اس کا پھر فیصلہ ہوا۔ اسمیں ملک غیر کی حکومت کا سرمایہ، اور وہ رقم جو ملک غیر کے متوطن اور باشندہ لوگوں سے واجب الوصول تھا، اور وہ اثاثہ جو موت کے وقت ملک غیر کے مختاروں کے پاس فروخت کیلئے تھا، زیر بحث تھا، مگر اس مال سے متعلق جو موت کے وقت سمندر میں تھا، بلا عذر محصول ادا کیا گیا تھا۔ اور میرے خیال میں یہ فرض کرنے کی گنجائش ہے کہ جو مال مختاروں کے ہاتھ میں فروخت کے لیے تھا، وہ فروخت ہو گیا تھا، اور پھر وطن میں واپس نہیں لایا گیا تھا اور نیز یہ کہ اگر موت کے وقت ملک غیر کے حدود میں کوئی مال تھا، جو بعد موت کے اس ملک میں لایا گیا، اور وہ مہتمم ترکہ کے قبضہ میں آگیا، تو اس مال پر محصول اسی طرح واجب الادا ہوتا جیسا کہ اس مال پر جو موت کے وقت سمندر میں تھا۔ مگر اس مقدمہ کی کم سے کم متضاد صورت صحیح نہیں تصور ہو سکتی۔ مقدمہ اٹارنی جنرل بنام پریٹ (۱۸۷۴) ایل آر۔ ۹ ایکس ۱۴۰ میں جسٹس امفلیٹ نے ایسی جائداد پر جو موت کے وقت ایک جہاز پر موجود
138 تھی، محصول عائد کئے جانے کے متعلق اپنی رائے کو محفوظ رکھا۔ مگر جسٹس کیلی صاف طور سے اسکی تائید میں تھے، اور بظاہر شبہ اور شک کی کوئی وجہ نظر نہیں ہوتی۔ ایسے جہازوں کے متعلق جن کی رجسٹری سلطنتہائے متحدہ میں ہوئی ہو، قانون نمبر ۲۷ و ۲۸ وکٹوریا فصل ۵۶ دفعہ ۴۳ دیکھو جو زیر دفعہ ۹۵ درج کئے جا چکے ہیں۔ ۲

جو تمسکات قابل بیع و شرا موت کے وقت انگلستان میں پائے گئے، ان پر

محصول پروبیٹ واجب الادا قرار پایا۔ مقدمہ اٹرنی جنرل بنام بوانس اور دوسرے مقدمات زیر دفعہ نمبر ۹۶ کا اور ریلوے کمپنیوں کے حصص پر جو کہ حدود اراضی میں قائم ہوئی ہوں، ہر ایسے مقام پر جہاں کہ ان کا کاروبار جاری ہو۔ مقدمہ اٹرنی جنرل بنام ہگنس (۱۸۵۷) ۲۔ ایچ واین ۳۳۹۔ جج پولک۔ مارٹن۔ واٹسن کا مقدمہ اوصیاء فرڈیننڈ (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۵۔ چانسری مرافعہ جات ۱۳۴ میں گفارڈ نے اسی مقدمہ (۱۸۶۹) منفصلہ روملے کو منسوخ کر دیا۔ یا ایک ایسی کمیٹی میں جو سند شاہی سے قائم ہوئی تھی اور جس کا صدر دفتر انگلستان میں تھا اگرچہ اس کا خاص کاروبار ہندوستان میں چلتا تھا۔ مقدمہ نیو یارک بریوریز کمپنی بنام اٹرنی جنرل (۱۸۹۹) اے۔ سی۔ ۶۲۔ جج، السبری۔ واٹسن۔ شینڈ۔ ڈیوی۔ ولڈ انو جنہوں نے استمتھ۔ رگبی اور کالنس کے فیصلہ کی تائید کی (۱۸۹۸) ا۔کیو۔ بی۔ ۲۰۵۔ اور انہوں نے ولس اور گرنتہام (۱۸۹۷) ا۔ کیو۔ بی۔ ۴۲۰۔ کے فیصلہ کو منسوخ کیا تھا۔ نیز قرضہ دستاویزی پر جبکہ دستاویز موت کے وقت حدود اراضی میں تھی۔ مقدمہ کمشنر اسٹامپ بنام ہوپ (۱۸۹۱) اے۔ سی۔ ۴۷۶۔ جج، نیفلڈ۔ ہوسا و تھ ویلز کے مرافعہ پر مگر بلا مزاحمت اس محصول کے جو اس مقام پر واجب الادا ہو جہاں قرضہ محض معاہدہ کی بنا پر ہو۔ مقدمہ بنام سرکار (۱۹۰۲) اے۔ سی۔ ۲۰۵۔ جج، میگناٹن اور دیکھو مقدمہ ہنٹی بنام ملکہ [۱۸۹۹] اے۔ سی۔ ۷۹۵۔ جج، واٹسن کا اور ان دیونوں پر جو انگلستان کے باشندوں سے واجب الوصول ہو۔ مقدمہ اٹرنی جنرل بنام پریٹ (۱۸۷۴) ایل۔ آر۔ ۹۔ ای ایکس۔ ۱۴۰۔ جج، کیلی بیگٹ دی ایمپائر شہر لیکن دی گورنمنٹ آف انڈیا کے کفالت نامجات پر جو موت کے وقت اس قرضہ کی شکل میں منتقل نہیں ہوئے تھے جو انگلستان میں ایسٹ انڈیا سے واجب الوصول تھے۔ اگرچہ متوفی نے ایسی تبدیلی کے لئے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ پیرس بنام پیرس (۱۸۳۸) ۹ سم۔ ۴۳۰۔ جج، شاڈول کو اس امر کے متعلق کہ شریک متوفی کی پروبیٹ کا مناسب موقعہ کہاں ہے کو دیکھو مقدمات: لیڈ بے بنام لارڈ ایڈووکیٹ (۱۸۹۰) ۱۵۔ ا۔ اے۔ سی۔ ۴۸۲۔ جج، ہرشل۔ واٹسن میگناٹن۔ ہیود بنام ماسٹر ایکیویٹی سپریم کورٹ

اوف وکٹوریہ۔ [۱۸۹۵] اے سی۔ ۱۵۱۔۲۵۱ جج، ہرشل جنہوں نے مقدمہ اسٹامپ کمشنر بنام سالٹنگ [۱۹۰۰] اے سی ۴۴۹ جج لورڈ برن۔ اشبرٹن۔ میکناٹن۔ لنڈلی اور روبرٹسن کا اتباع کیا۔

جب ایک جائداد میں جس کا کامل اہتمام حاصل نہ ہو ملک غیر کا موقعہ متروکہ بھی شامل ہو اور قرابتدار کا ایک حصہ منجملہ بحیثیت متروکہ کے متوفی کے مقام توطن میں واقع ہو۔ دیکھو مقدمہ ریڈلے بنام اٹرنی جنرل [۱۸۹۰] اے سی ۱۱ جج ہالسبری، ہرشل۔ میکناٹن۔ شینڈ۔ ڈیوی جنہوں نے لو پسن اور کے کی تائید کی جس سے ایشر نے اختلاف کیا تھا) [۱۸۹۶] ا۔کیو۔بی۔ ۳۵۴ اور جنہوں نے رسل اوف کیلون اور جارس کے فیصلہ کو منسوخ کیا تھا۔ [۱۸۹۵] ۲۔کیو۔بی ۵۲۵۔ مقدمہ اسٹیڈ ولیم بنام لیچ [۱۸۹۸] ا۔ چانسری ۹۸ جج، ردو قرہ اٹرنی جنرل بنام جانسن [۱۹۰۷] ۲۔کے۔بی ۸۸۵ جج، یہ سے اصول سرکاری ہو مقدمہ پارنگٹن بنام اٹرنی جنرل (۱۸۶۹) ایل۔آر۔۴۔ای وآئی۔ اے ۱۰۰، میں اجازت نامہ اہتمام ترکہ دو شخصوں کی جائداد کی بابت حاصل کیا گیا تھا۔ اگرچہ اس اصول کو کام میں لاکر جس کا تذکرہ دفعہ ۹۵ میں ہو چکا ہے، صرف ایک اجازت نامہ لینا کافی تھا جس کا اظہار لارڈ ویسٹبری نے کیا تھا۔ لارڈ ویسٹبری کی یہ رائے تھی کہ ایسے اجازت نامہ پر جو غیر ضروری طور سے حاصل کیا گیا ہو محصول نہیں لیا جانا چاہیے، مگر بارن بٹیلے۔ کولنز ے اور کیرنس اسپر متفق تھے کہ اجازت نامہ خواہ ضروری ہو خواہ غیر ضروری اسپر محصول لیا جانا چاہئے کیونکہ وہ حاصل کیا گیا ہے۔ چیمسفورڈ اور کیرنس نے اس اجازت نامہ کا لینا ضروری خیال کیا اسلئے انکی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اصول دفعہ ۹۵ کے خلاف تھے۔ اس دفعہ کا تعلق مقدمہ ہذا سے بظاہر انکے ذہن میں صاف نہ تھا۔

دیکھو مقدمہ بلیک ووڈ بنام ملکہ (۱۸۸۲) ۸۔ مرافعہ جات ۸۲ - جج، ہابہاؤس جس میں نوآبادی وکٹوریہ کے قانون کی تعبیر سے بحث تھی جس کی رو سے ایک محصول پروبیٹ عائد ہوتا تھا جو تمام موہوب لہم وصیتی سے بقدر ان کے حصوں کے واجب الوصول تھا برخلاف انگلستان کے محصول پروبیٹ کے

جو صرف اس موہوب لہ (ذی حق) سے وصول کیا جاتا ہے جس کو بعد ادائے دیون بقیہ جائداد پہنچتی ہے (Residuary legatee) جوڈیشل کمیٹی نے یہ تجویز کی کہ یہ حالت اس امر کی مانع نہیں ہے کہ قانون کی یہ تعبیر نہ کی جائے کہ محصول صرف اسی جائداد پر وصول ہونا چاہئے جو منظوری کے ذریعہ سے منتقل ہوتی ہے اور اس لحاظ سے اس جائداد منقولہ پر محصول نہیں عائد ہو سکتا جو وکٹوریہ سے باہر واقع ہو کر اس کا اتباع مقدمہ ورثت بنام اٹارنی جنرل انٹاریو [۱۹۰۰] اپیل کیسز 139
۵۰۰ و ۵۰۳ اور پرنسس آف تھرکس کا لس و بست میں کیا گیا جس میں یہ قرار دیا گیا کہ ملک انگریزی کو یہ اختیار حاصل نہ تھا کہ وہ ایسی جائداد پر ٹیکس عائد کرے جو اس ملک سے باہر واقع ہو اور مقدمہ کاٹن بنام سرکار [۱۹۱۴] اے سی ۱۷۶ - ۱۹۱ پی سی - نیز ہالڈین - آنکلس - موٹن و مقدمہ ریلینڈ بنام سرکار [۱۹۲۱] ڈبلیو این ۴۴۳ - پریوی کونسل نیز ہالڈین - کیت مانسٹریف - فلنگلی کا حوالہ دیا جس کی وجہ سے قانون سے متعلق یہ اصول قرار دیا کہ غیر واقع ہو مقدمہ کا بنام نوٹسا [۱۹۱۲] اے سی ۲۱۲ - نیز ہالڈین میکناٹن - شا - جس میں ایک صوبہ پر اشتراک کے قانون سے متعلق ایسا ہی خیال ظاہر کیا گیا تھا۔ اب تمام جائداد پر جو ملک میں ہو سرکار محصول لیا جاتا ہے خواہ اس متوفی کا ڈومیسائل کچھ ہی کا ہو جس کی منظوری پر جائداد منتقل ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے غیر جائداد پر پہلے محصول پروبیٹ کا لیا جاتا تھا اسی پر اب جائداد محصول لیا جاتا ہے۔ یہ مستثنات مخصوص قسم کی جائداد کے جو حقیقت ملک غیر میں واقع ہو اور ان لوگوں کی ملک ہو جن کا توطن ملک غیر کا ہے۔ اگرچہ محصول پروبیٹ کے اغراض کے لئے خاص قوانین کی رو سے موقوعہ اندرون ملک متصور ہوتی تھی جیسے بنارجی کی رجسٹری شدہ کمپنی کا قانون ۲۷ و ۲۸ وکٹوریہ فصل ۹۲ دفعہ ۲ و قسم ہوتی ہیں۔ مقدمہ بنام سرکار [۱۹۰۸] اے سی - پی ۲۲ - ۱۰ - نیز مقدمہ و بنا بنام اٹارنی جنرل [۱۹۱۰] اے سی ۲۷ - نیز لوریبرن - ایکسس گورل - شا - اوف و نقدم لائن نے موافق کر دیا ہے مقدمہ کا لسو لیو ڈ آف مانچسٹر

[۱۹۱۲] ۱ - چانسری ۳۰۴ - ہیج سو اٹن ایڈی ؛

دفعہ ۱۱۳ جب متوفی کا متروکہ مختلف عملداریوں میں واقع ہو، اور ملک غیر کا ایسا متروکہ جس پر انگریزی محصول پروبیٹ نہ لیا جا سکتا ہو، انگلستان کے مہتمم ترکہ کے ہاتھ آئے تو وہ اس قدر محصول ادا کرنے کا مستحق ہے جو بہ تناسب ان جملہ دیون کے ہو، جو اس نے ادا کئے ہیں۔ اور بظاہر یہی عمل اب جائدادی محصول کے متعلق بھی ہوگا۔

سرکار بنام کمشنر اوف اسٹامس ڈنکیس (۱۸۴۹) ۱۴ - جور ۴ ۲ ۶ -

نوٹ - ڈنیٹ پیشی تشن کا ترکہ ؟

دفعہ ۱۱۴ (الف) ایسی جائداد کے متعلق جس پر محصول پروبیٹ نہیں لیا جاتا تھا مگر اب اس پر جائدادی محصول لیا جاتا ہے اس حیثیت سے کہ اسپر باوجود سلطنت ہائے متحدہ کے باہر واقع ہونے کے بربنائے توطن متوفی محصول وصیت یا توریث لیا جاتا تھا فنانس ایکٹ ۱۸۹۴ء کی دفعہ ۲ (۲) کے الفاظ اس امر کے مانع ہیں کہ اسکے توطن کی بنا پر کوئی عذر کیا جا سکے۔

مقدمہ لاسس بنام کمشنر اف لینڈ ریونیو [۱۸۹۶] ۲ - آئی - آر ۱۰۴
ویکلی نوٹس ۱۸۹۶ صفحہ ۱۲۳ - ہیج پائس - انڈر روڈ - قرینہ میں یہ سوال پیدا ہوا تھا جو آئرلینڈ کے سابقہ قانون کی خصوصیت کی بنا پر تھا اور جس سے یہ ہوا کہ محصول واجب الادا ہے۔ مقدمہ اٹرنی جنرل بنام جماعت نوآبادیات ہیو دیال [۱۹۰۰] اے سی ۱۲۳ - منصفہ کونسل واسکر لنگ سے ترجیح اور گارلنگ کے فیصلہ کو بحال رکھا اور یہ طے کیا کہ جب یہ تحقیق ہو جائے کہ ایک جائداد پر محصول توریث واجب الوصول تھا تو اس پر سرکاری محصول آئندہ بطور سے ادا کیا جا سکے گا ترجمہ مقدمہ منسو شیو ذیچ اوف کمپیٹرز کا اوف ڈنگاٹن بنام بولک اوف ہمپشائر [۱۹۱۲] ۱ - چانسری ۳۴۵ ہیج سو اٹن ایڈی میں ایک توطن متوفی انگلستان کے انگریزی اوصیا بقدر اس متروکہ کے جو ان کے ہاتھ میں تھا، اس محصول سرکاری کے ادا کرنے کے ذمہ دار قرار پائے گئے جو ملک غیر کی منقولہ جائداد پر واجب الادا تھا اگرچہ وہ جائداد منقولہ بصورت تمام

ملک غیر کے اوصیا کے سپرد کی گئی تھی، اور انھیں کے قبضہ میں رہی۔ اسیطرح مقدمہ اسکاٹ (سٹہ) [۱۹۱۶] ۲۔ چانسری ۲۶۸۔ نج کوزنز ہارڈوے بنام فلیمور۔ سارجنٹ نے بہ تائید فیصلہ نیول یہ قرار دیا کہ جو سرکاری محصول اس اثاثہ پر جس کی نسبت ملک غیر میں بطور خاص ہبہ وصیتی کیا گیا ہو، واجب الوصول ہو، وہ کیپت جائداد منقولہ سے انگلستان کے اوصیا کو ادا کرنا چاہئے کیونکہ ایسے موصی کی جو انگلستان کا متوطن ہو تمام جائداد منقولہ خواہ وہ کہیں واقع ہو اسکے اوصیا کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ سرکاری محصول اس جائداد پر بھی لیا گیا، جو ملک غیر میں واقع تھی، اور جو استمراری پٹہ دار کی موت کی بنا پر منتقل ہوئی تھی، اگرچہ تملیک کنندہ کی موت پر محصول وصیت نامہ ادا کر دیا جا چکا تھا، اور پھر واجب الوصول نہ تھا۔ اٹرنی جنرل بنام برنس (۱۹۲۲) ایل۔ جی۔ پی۔ ۳۶۔ نج سینگے کو مقدمہ اٹرنی جنرل بنام برنس اب شائع ہو گیا ہے سلسلہ میں ۱۔ کے ۱۹۱۔ پی

دفعہ ۱۱۴ ہبہ وصیتی اور باقیماندہ جائداد منقولہ کے حصص پر صرف اسی صورت میں محصول واجب الادا ہو گا، جبکہ متوفی کا آخری توطن سلطنتہائے متحدہ کا ہو گا؛ اور اس حالت میں محصول مذکور متوفی کے جملہ ہبہ وصیتی اور حصص باقیماندہ پر لیا جائے گا؛ خواہ وہ مقدار، اس متروکہ سے، جو کسی انگریزی اجازت اہتمام ترکہ سے ہاتھ آیا ہو، وصول ہو سکتی ہو یا نہ ہو سکتی ہو، اور خواہ موہوب لہ یا اشخاص مستحق باقیماندہ کا توطن کہیں کا ہو۔

قدیم اسناد اور نظائر کی رو سے محصول ہبہ وصیتی توطن پر نہیں، بلکہ جائداد کے انگلستان میں اہتمام ترکہ پر موقوف تھا، جس میں تمام اشکال زیر دفعات ۹۲۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ اور ۱۰۳، آجاتی ہیں۔ مقدمہ اٹرنی جنرل بنام کا کریل (۱۸۱۴) ۱۔ پرائیس ۱۶۵۔ نج، طامسن۔ ریچرڈ وغیرہ اٹرنی جنرل بنام سٹین تن۔ (۱۸۱۹) ۷۔ پرائیس ۵۶۰۔ عدالت اعلیٰ دیوانی انگلستان و مقدمہ لوگن بنام فرلی (۱۸۲۵) ۲۔ ایس و ایس وٹی ۲۸۴۔ نج، لیچ۔ مقدمہ ایون (۱۸۳۰) ۱۔ سی۔ آر و جی ۱۵۱۔ ۱۔ ٹائیر ۹۱۔ نج، الگزنڈر۔ بیلی۔ کارو و۔ ونگھان میں متوفی کے توطن کی بحث پیش ہوئی، اور اسی بنیاد پر فیصلہ ہوا تھا ایک مقدمہ میں،

متوفی کی پولیٹیکل قومیت بنیادِ فیصلہ قرار پائی، مگر اس میں اس معیار اور توطن کا نتیجہ واحد تھا۔ مقدمہ بروس (۱۸۳۲) ۲۔سی آر و جی۔ ۴۳۶۔ جج رلینڈہرسٹ وٹیلی، مگر اسی زمانہ میں اسی عدالت نے پھر توطن کو بنیادِ فیصلہ قرار دیا، اور اس طرح ایسے مقدمہ میں جس میں سیاسی قومیت کا وہی نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا۔ مقدمہ جیکبسن۔ بنام فارلیس (۱۸۳۲) ۲۔سی۔آر و جی۔ ۲۸۲-۲ ٹائیر-۴ ۴۲۵۔ جج الینڈہرسٹ بیلی۔ ویکھاآن۔ بولنڈ۔ لارڈ بروہام نے، عدالت چانسری میں اس صداقت نامہ پر عمل کیا، جو انگلستان کی اعلیٰ عدالت دیوانی نے مذکور الذکر مقدمہ میں دیا تھا، اور ہاؤس آف لارڈز نے اسکی تائید کی۔ مقدمہ موسومہ اٹرنی جنرل بنام فارلیس (۱۸۴۴) ۸۔بی۔ایل۔این۔آر۔ ۱۵۔۲ سی۔آئی۔ و ایف ۸۴۔ جج بروہام۔ پلنکٹ، لیکن جو دلائل پیش کیے گئے ان میں قدیم اسناد اور نظائر بصراحت مستثنیٰ رکھے گئے تاکہ اس کا امکان باقی رہے کہ محصول ایسی صورت میں بھی لیا جاسکے، جبکہ توطن سلطنتہائے متحدہ سے باہر کا ہو؛ اگر متروکہ کا اہتمام قبل اسکے کہ اس پر وہ مخصوص عمل ہوا ہو جس کا ذکر دفعہ ۹۹ میں ہوچکا ہے سلطنتہائے متحدہ میں ہوچکا تھا۔ مقدمہ لوگن بنام فیرلی (۱۸۳۵) ۱۔جی و سی۔آر۔ ۵۹۔ جج پیٹیس و یوتیانسکے (ایک مزید فیصلہ اس مقدمہ کا قبل بیع کے مقدمہ محولہ بالا سے جس میں واقعات کے متعلق مختلف رائے قائم کی گئی تھی) و مقدمہ آرنلڈ بنام آرنلڈ (۱۸۳۶) ۲۔جی و سی۔آر۔ ۲۵۶۔ جج، کاٹن ہام۔ جس میں یہ مسئلہ اس حد سے آگے نہیں بڑھا، جہاں اس کو مقدمہ اٹرنی جنرل بنام فارلیس نے چھوڑا تھا۔ آخر کار جو اصول اس دفعہ میں بیان کیا گیا ہے، وہ مقدمہ طامسن بنام اٹیڈوکیٹ جنرل (۱۸۴۵) ۱۲ سی۔ایل۔ و ایف ۱۔ ۱۳۔سم ۲۰ ۱۵۔ جج، لینڈہرسٹ۔ بروہام۔ کیمپل سے قائم ہوگیا۔ اس کا فیصلہ ٹنڈل نے لکھا، جس میں سب جج متفق الرائے تھے۔

ہبہ وصیتی کا محصول متوفی کے ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ کے حقوق پر واجب الادا ہے بشرطیکہ وہ زر نقد کی شکل میں بربنائے شراکت یا معاہدہ منتقل ہوجائے۔ مقدمہ فارلیس بنام اسٹیونس (۱۸۷۰) ایل۔آر۔ ۱۰۔اسی۔

کیو۔ ۶۰۸ ۱۷۱ سنج، جیمیس ومقدمہ اسٹوکس بنام ڈیکروز (۱۸۹۰) ۶۲۔ ایل ٹی۔ ۱۷۹ سنج تا رکھئے، محصول توریث کے ایکٹ کے جاری ہونے کے بعد یہ بحث کی گئی کہ اس ایکٹ سے ہبہ وصیتی اور ایسے باقیماندہ حصص پر جو انگلستان میں اہتمام ترکہ سے وصول ہوں اور جس کو ایسے اشخاص چھوڑ مریں جو ملک غیر کے متوطن ہوں وہی محصول ہبہ وصیتی مختلف نام سے عائد ہوتا ہے۔ مقدمہ ولیب (۱۸۶۴) ا۔ ڈی۔ جی۔ جے۔ ڈی ایس۔ ۹۵۶ میں جسٹس ٹرنر نے اس بحث کی تائید میں اظہار رائے کیا جو تصفیہ مقدمہ کیلئے ضروری نہ تھا۔ ملاحظہ ہو زیر دفعہ ۱۱۶ مقدمہ کیپ ڈی ویلی (۱۸۹۴) ۲۔ ایچ وسی ۹۸۵ میں جسٹس مارٹن اور جیبل نے اس رائے کا اتباع کیا اور جسٹس پولاک بھی اس سے اتفاق کرنے پر آمادہ تھے اگر وہ امر تصفیہ مقدمہ کے لئے ضروری ہوتا۔ اگر یہ سب خود انکی ذاتی اور براتول کی رائے کے خلاف تھا۔ یہ بحث آخر کار مقدمہ والس بنام اٹرنی جنرل اور جیوس بنام شاڈول (۱۸۶۵) ایل۔ آر۔ ا۔ چانسری مرافعہ جات۔ سنج ا تا ۸ میں رد کردی گئی۔ دیکھو ہارڈنگ بنام کمشنر اسٹامپ کوئینس لینڈ [۱۸۹۸] آئی سی۔ ۷۶۹ سنج باب ہاؤس دمقدمہ کیب بنام منول (۱۹۰۲) اے سی۔ ۲۰۸ سنج تیکاٹن ہو۔ ۱۵۲

دفعہ ۱۱۵ ہر مہتمم ترکہ جو انگریزی منظوری سے مقرر ہوا ہو متوفی کی جملہ ذاتی جائداد کے متعلق جو تمام بار سے پاک ہو محصول ہبہ وصیتی کے ادا کرنے کا سرکار میں ذمہ دار ہوگا مگر ایسے تمام متروکہ کی خالص بچت کی حد تک ... جو اس کو کسی انگریزی منظوری سے ملا ہوگا۔

مقدمہ اٹرنی جنرل بنام نیپیر (۱۸۵۱) ۶۔ ای۔ اکیں بی۔ ایچ ۲۱۷ سنج۔ بار کے والیڈرمن ا۔ اس مقدمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کا ایکٹ متعلقہ وصول محصول ہبہ وصیتی تمام انگریزی عدالتوں میں واجب العمل ہے، اگرچہ اس کی رو سے یہ محصول تمام ممالک انگریزی میں واجب الوصول نہیں قرار پایا ہے۔ یہ رائے قائم کرنا اس سے مختلف ہے کہ مہتمم ادائی محصول کا متروکہ کی اس حد تک ذمہ دار ہے جو اسکے قبضہ میں ایک غیر ملک کی حکومت کی

منظوری سے آیا جس کا وہ جواب دہ ہے اور جس سے ممکن ہے کہ انگلستان
کے قوانین مالگزاری کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔

دفعہ ۱۱۹ اب ہم اس محصول توریث سے بحث شروع کرتے ہیں
جو ایسی جائداد پر عائد ہوتا ہے، جو بعد قابض حال کے کسی دوسرے شخص کو دیگئی ہو،
اور جو انگلستان کی غیر منقولہ جائداد کے قطعی مالک کی موت (Settled property)
کی بنا پر نہو۔ تملیک کا جو طریقہ ہمارے یہاں رائج ہے، اس کی رو سے، جائداد
منقولہ، توسط امناء اور جائداد غیر منقولہ، توسط و بلا توسط امناء ــــ یکے بعد دیگرے مختلف لوگوں
کے مابین منتقل ہوتی رہتی ہے، جو بمقدار اپنے محدود حقوق کے، مالک کے نام سے
موسوم ہو سکتے ہیں۔ اگر امناء موجود ہیں، تو وہ مالکان حق استفادہ، اور اگر امناء موجود
نہیں ہیں، تو وہ مالکان قطعی کہلاتے ہیں۔ اسی محدود ملکیت کی بنا پر ان میں اور قطعی
مالکوں میں فرق واقع ہوتا ہے۔ اس لیے اکثر ہوتا ہے کہ جائداد خواہ وہ قطعی ملکیت کی
ہو یا صرف حق استفادہ کی، ایک محدود مالک کی موت، اور ساتھ ہی اس کی مدت
ملکیت کے ختم ہو جانے پر، منتقل ہو جاتی ہے۔ یہ انتقال مالک متوفیٰ کے وصیت نامے
یا قانون متعلقہ جائداد کے اثر سے نہیں بلکہ اس تملیک کی شرائط کے لحاظ سے ہوتا ہے
جس کے ذریعہ سے جائداد مذکور پر قبضہ تھا۔ ممکن ہے کہ یہ تملیک کسی پہلے قطعی مالک
کی وصیت یا معاہدہ نکاح یا علاوہ نکاح کے کوئی اور انتقال، درمیان اشخاص
زندہ (Inter vivos) کے ہو۔ یہ صورتیں ایسی ہیں جیسی جائداد کی تقسیم حق استفادہ
(Usufruct) اور قطعی جائداد (Nuda proprietas) میں ہوتی ہے، جو یورپ
کے دوسرے ممالک میں بہت مشہور اور معروف ہیں۔ اگرچہ ان ممالک میں ایک جائداد
سے چند اشخاص کو یکے بعد دیگرے مستفید کرنے کا عام طریقہ یہ تھا کہ پہلے شخص کو جائداد
دیجاتی تھی، جو برائے نام قطعی ہوتی تھی، مگر اس شخص پر یہ فریضہ عائد کیا جاتا تھا کہ وہ جائداد
کو محفوظ رکھے، اور تیسرے شخص کو حوالہ کر دے، اور یہ عمل قائم مقامی (Substitution)
کے نام سے موسوم ہوتا تھا۔ انگلستان کی تملیک کے تحت میں پہلا قابض ــــ ایک امین
بھی ہو سکتا ہے، اور اس صورت میں ایک حیثیت سے وہ استفادہ قابل اختتام سے
مستفید، اور دوسری حیثیت سے، امین ہوتا ہے، اس طرح سے اس کو ایک حیثیت سے

حق استفادہ حاصل ہو جاتا ہے جس کا منتقل کرنا اس کا فرض ہوتا ہے جو کہ قائمقامی کا اصلی اصول ہے، اور اس کا وجود انگلستان کے قانون میں نہیں ہے۔ چونکہ "قائمقامی" اکثر ممالک میں ممنوع کر دی گئی ہے جیسا کہ پنولین کوڈ کی دفعہ ۸۹۶ میں، اس لئے مصنفین اور عدالتوں نے اکثر ایسے انتقالات کو بحیثیت حق استفادہ، اور قطعی جائداد کے، جائز قرار دینے کی کوشش کی جو قدیم زمانہ میں بذریعۂ "قائمقامی" کے مؤثر ہوتے تھے۔
جن محصولوں سے ہم نے ابتک بحث کی ہے، وہ ایسے محصول ہیں جو قطعی مالک کی وفات پر لئے جاتے ہیں؛ اب ہم کو ان محصولات پر غور کرنا ہے، جو محصول توریث کے ایکٹ منظورہ ۱۸۵۳ء کی رو سے، ایسے مالک کی موت پر جس کی ملکیت موت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے، اس کی منقولہ جائداد کے انتقال پر عائد کئے جاتے ہیں؛ وہ سب اسی فصل میں داخل ہوتے ہیں جس کا عنوان توریث جائداد منقولہ بربنائے وفات ہے؛ اور ان کا ذکر، ہبہ وصیتی اور قدیم پروبیٹ کے محصولات کے بعد ہی مناسب ہے ۔ اگرچہ بلحاظ اصول کے ان دونوں کا تعلق، بہ نسبت مشابہت کے اختلاف کا ہے؛ مگر اختلاف بھی مفید علم ہو سکتا ہے۔
پس اولاً محصول توریث کو قدیم محصول پروبیٹ سے کوئی مناسبت نہیں؛ محدود مالک کی موت پر، سرکار کو، جائداد فراہم کرنے کی ضرورت نہیں واقع ہوتی؛ کیونکہ وہ پہلے سے امنا کے پاس جمع ہوتی ہے، یا بحیثیت جائداد غیر منقولہ کے، اس کا ظاہری وجود ہوتا ہے؛ اگرچہ اس وقت ہم کو، جائداد غیر منقولہ سے کوئی بحث نہیں ہے، اور نہ مالک متوفی کے دیون کے ادا کرنے کا کوئی سوال ہوتا ہے؛ کیونکہ وہ جائداد کو، اپنی محدود ملکیت کے زمانہ سے زیادہ کیلئے زیربار کرنے کا مجاز نہ تھا۔ ثانیاً توریث جائداد منقولہ کا محصول بشکل محصول ہبہ وصیتی کے ہے، اور یہ ایک ایسا ٹیکس ہے، جو مال کو، مردہ اشخاص سے لیکر زندہ اشخاص کو پہونچا دینے کی بابت سرکار وصول کرتی ہے؛ لیکن جو مال، اس طور سے منتقل کیا جاتا ہے، وہ متوفی کا نہیں ہوتا؛ اور نہ اس کا حق منتقل کیا جاتا ہے؛ کیونکہ وہ ختم ہو چکا؛ اس لئے بظاہر اس کا توطن اس محصول پر موثر نہیں قرار پا سکتا۔ وارث کو جو حق پہونچتا ہے، نہ وہ متوفی سے پہونچتا ہے، اور نہ اس قانون کے اثر سے ہے جو اس کی جائداد پر موثر ہوتا ہے، بلکہ اصل تملیک سے

پہونچتا ہے۔ اس لحاظ سے قرین عقل یہ ہے کہ محصول کی بنیاد یا تو وارث کا توطن، یا تملیک کی نوعیت قرار دیجائے اور عدالتوں کی تعبیر کے مطابق، ایکٹ مذکورہ نے آخر الذکر
143 امر کو اختیار کیا ہے اور محصول اسی حالت میں عائد ہوتا ہے جب کہ تملیک انگلستان کی ہو۔ انگلستان کے نفاذ کے مراد سلطنتہائے متحدہ ہوں نہ کہ دوسرے انگریزی ممالک۔

جب وصیت یا معاہدہ ازدواج یا کسی دوسرے انتقال درمیان اشخاص زندہ کے ذریعہ سے جائداد منقولہ ایک سلسلہ اشخاص کیلئے، ایسے امنا کے سپرد کیجائے جو ذاتی طور سے کسی عدالت موقوعہ سلطنتہائے متحدہ کے، اس طرح تابع ہوں کہ عدالت مذکور اس اتباع کی بناء پر، جائداد کے یکے بعد دیگرے استفادہ کے دعاوی کے تصفیہ کے لئے، عدالت مجاز ہو تو حق استفادہ جائداد کے ایک شخص سے دوسرے شخص کو منتقل ہونے کے وقت، اس پر محصول توریث، بلالحاظ توطن اشخاص مذکور یا تملیک کنندہ واجب الوصول ہوگا۔ اس میں کچھ فرق نہیں کہ تملیک (وصیت۔ معاہدہ یا ہبہ) ایسی ہو کہ اس سے خود سلسلہ انتقالات متعین ہو جاتا ہو، یا اس میں کسی شخص کو، ایسے تعین کا اختیار کسی طور سے کام میں لانے کے لئے دیا گیا ہو۔ اگر وہ شخص جس کو ایسا اختیار دیا گیا ہے (موہوب لہ اختیار تقسیم یا تقرر دیکھو دفعہ ۹۱) سلطنتہائے متحدہ کے باہر متوطن ہے اور اس اختیار کو بذریعہ وصیت کے عمل میں لاتا ہے تو اس حالت میں بھی، انتقال متعینہ پر محصول توریث وصول کیا جائے گا، کیونکہ اب بھی یہ انتقال تملیک متصور ہوگا نہ کہ ہبہ وصیتی از موصی موہوب لہ۔

اگر تملیک ایسے شخص کی وصیت پر کیجائے جس کا توطن سلطنتہائے متحدہ کے باہر ہے تو سرمایہ (Fund) دہبہ وصیتی ہونے کی بنا پر امنا کے سپرد کئے جاتے وقت، بوجہ ہبہ وصیتی کے محصول سے محفوظ رہے گا، لیکن بعدہ اس کے حق استفادہ کے منتقل ہونے کے وقت اس پر محصول توریث لیا جائے گا۔

مقدمات ذیل میں محصول توریث کا لیا جانا قرار پایا، اگرچہ انتقال ایسے شخص کے اختیار وصیتی کی بناء پر عمل میں آیا تھا جو ملک غیر میں متوطن تھا۔

مقدمہ لوسیس (۱۸۹۵) ۲ - ڈی - ای - جی و جے - ۲۴۰ - نج، نائٹ برو ج

ڈرز و مقدمہ اٹیب (۱۸۶۴) ۱ - ڈی - ای - جی - جے - و ایس ۶۵۶ - ...

نائٹ بروس وائس چانسلر نے

اگرچہ تملیک ایک ایسے شخص کی وصیت پر عمل میں آئی تھی جو ملک غیر میں متوطن تھا۔ مقدمہ اسٹیڈ (۱۸۶۴) ۱۲ ڈبلیو۔ آر ۳۳۹ - نیز ہائی کورٹ مقدمہ باڈوارتھ (۱۸۶۰) ایل۔ آر ۱۰ ای۔ کیو۔ ۲۰۵ - نیز اٹارنی جنرل بنام کیمبل (۱۸۷۲) ایل۔ آر۔ ۵ ای۔ وآئی ۱۰ ص ۲۴۰ - ۵ - نیز ہیڈلی بنام چیسٹرفورڈ۔ وائٹمیری۔ کولنز - اگرچہ انتقال ایسے شخص کی طرف ہوا تھا جو ملک غیر میں متوطن تھا۔ مقدمہ لائیل بنام لائیل (۱۸۷۲) ایل۔ آر۔ ۱۵ ای کیو ۱ - ضمنی امر جس حالت میں ایک موصی نے جس کا توطن نیو ساؤتھ ویلز میں تھا اپنی تولیت کے اوصیا کو ہدایت کی کہ اسکی باقیماندہ جائداد اوصیاء انگلستان کو کام میں لگانے کیلئے منتقل کر دیجائے لیکن مذکور جائداد کا کوئی حصہ اوصیا کے ہاتھ میں نہیں پہنچا تھا کہ حسب شرائط امانت مقررکردہ موصی کا توریث کا عمل ہو گیا۔ جسٹس رنڈیل کی یہ رائے قرار پائی کہ اس توریث کی بنا پر جو جائداد بعدہ اوصیا کے ہاتھ آئی اسپر محصول واجب الادا نہ تھا۔ اس طور سے ایک صریح فرق موجود تھا جس پر فیصلہ کی بنیاد قائم ہو سکتی تھی۔ مگر ہاؤس آف لارڈز کے مقدمہ اٹارنی جنرل بنام کیمبل کے فیصلہ پر ایک طویل بحث کے بعد جو اُس امر کے متعلق تھا ضمنی امر کے نسبت انھوں نے جو کچھ کہا وہ معتقد تھا کہ غیر محدود رائے کے تحت اس سرمایہ پر جو موصی کی باقیماندہ جائداد ہے کوئی محصول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ 144

اگرچہ وہ سرمایہ جس پر محصول طلب کیا جاتا تھا انگلستان سے اوصیا کے ہاتھ اسی وقت پہنچا تھا جبکہ توریث واقع ہو چکی تھی مگر اس سرمایہ پر اوصیا کو حق اس سے پہلے دیا جا چکا تھا۔ لائیل بنام لائیل (۱۸۷۲) ایل۔ آر۔ ۱۵ ای کیو ۱ - متعلقہ اصل امر - نیز رو سے لیکن یہاں مقدمہ ہذا کا ضمنی امر قابل لحاظ ہے جو فقرہ بالا میں مذکور ہوا ہے۔

اگرچہ وہ جائداد جو انگلستان سے اوصیا کی تحویل میں دیگئی ملک غیر کی حکومت کے سرمایہ یا ایک غیر ملکی کمپنیوں کے حصص پر مشتمل ہو۔ مقدمہ میگنالا (۱۸۷۸) ۷ چانسری ڈویژن ۲۵۱ - نیز جے جے ہل و اٹارنی جنرل بنام مِلس (۱۸۹۴) ۱۰ - ٹائمس لا رپورٹ

۳۴۳، جج، تھیوسوفیکو واٹرنی جنرل بنام جماعت آباد کنندہ ہیوو (۱۹۰۱) ۱ کے۔ بی۔
۱۲۳-۱ اے۔ ایل۔ جج، اسمتھ۔ کولنس واسٹرلنگ بار، اگرچہ جائداد ایسی اراضی پر مشتمل تھی، جو
ملک غیر میں واقع تھی، مگر ایک امانت کی تحت میں فروخت کیلئے انگلستان کے امنا کے
ہاتھ میں تھی۔ اٹارنی جنرل بنام جانسن (۱۹۰۷) ۲ کے۔ بی۔ ۸۸۵ جج، برے کو
باوجودیکہ تمام امنا، ذاتی طور سے سلطنتہائے متحدہ کی کسی عدالت کے تابع نہیں ہیں،
اسوقت تک کہ ان لوگوں کو جن کو حق استفادہ کا دعوی ہو امنا پر سلطنتہائے متحدہ میں
نالش کرنیکی کوئی ضرورت واقع ہو۔ مقدمہ باؤنٹ واٹرنی جنرل بنام کمپیل جو قبل ازیں درج ہو چکا ہے کو
مقدمہ سیگالا میں ابتدائی امنا میں سے ایک شخص اٹلی کا رہنے والا تھا۔
اگرچہ فیصلہ کے وقت سب امنا انگلستان کے رہنے والے تھے۔ یہاں یہ امر قابل
اظہار ہے کہ برخلاف اس کے ان امنا سے جو انگلستان کے متوطن اور
باشندہ ہوں اس منافع کی بابت جو ملک غیر کی کمپنی کے حصوں پر ایسے شخص کی
طرف سے قابض ہیں جس کا توطن ملک غیر کا ہو اور اس کا منافع براہ راست
اس کو پہنچتا ہے کوئی محصول آمدنی (Income tax) نہیں لیا گیا۔ مقدمہ
ولیمس بنام سنگر (۱۹۲۱) ۱ آئی۔ اے۔ سی۔ ۶۵۔ ۸۹ ایل جے۔ ایل ٹی (۱۹۱۹) ۱ کے
بی۔ ۵۸۰۔ اے سی۔ جج ناسوتن اڈمی واکنسن۔ اسکروٹن جسٹس نے بستیکی
کے فیصلہ کو بحال رکھا تھا۔

اکثر مقدمات میں ججوں نے ایک کروہ رقم کو انگلستان کے سرمایہ میں شامل
ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے یا دوسرے طریقہ سے ان کا ایک قسم کا مقامی
وجود سلطنتہائے متحدہ میں قرار دیا ہے مثلاً مدیون کی سکونت کی بنا پر جس سے
امنا کو رقم وصول کرنی ہو گی لیکن کسی مقدمہ میں محصول توریث اس بنا پر ایسی
صورت میں عائد کرنا قرار نہیں پایا جس میں امنا یا ان میں سے ایک یا ایک سے زیادہ
انگلستان کے نہ تھے اور مقدمہ سیگالا کا اصول جس میں ملک غیر کے سرمایہ مفوضہ
امناء انگلستان کے حقوق کے انتقال کے وقت محصول عائد کرنا قرار پایا ہے انگلستان
کے ایسے سرمایہ کے حقوق کے انتقال کے موقع پر جو کلیتاً ملک غیر کے امنا کے
قبضہ میں ہو مانع اخذ محصول متصور ہو گا۔ اس مقدمہ میں مسٹر جج کیبل نے

کہا کہ یہ جائداد غیر منقولہ نہیں ہے، بلکہ منقولہ جائداد ہے، جو انگلستان کے امنا کے ہاتھ میں ہے؛ اور ہم اس کو، بغیر اسکے کہ انگلستان میں عدالتی کارروائی کیجائے، نہیں حاصل کر سکتے، یہ معیار درست ہے کہ ہکو اسکے وصول کرنے کیلئے انگلستان ہی آنا چاہیے ٭

دفعہ ۱۱ — جب کسی ایسے شخص کے متروکہ پر، جس کا آخری توطن، انگلستان تھا، کوئی محصول ملک غیر میں ادا کیا جائیگا، تو وہ صرف اسکے باقیماندہ ترکہ سے ہوگا؛ اگر وصیت نامہ میں اس کا انتظام ہے؛ اور اس طور سے، اسکے موہوب لہ، پر کوئی بار عائد ہوگا۔ دوسری صورت میں، موہوب لہ کو ادا کرنا ہوگا، جسپر از روئے اس ملک کے قانون کے، جہاں جائداد واقع ہے، وہ عائد ہوتا ہے۔

مقدمہ اسکاٹ (ہملے) [۱۹۱۵] ا۔ چانسری ۵۹۲ ۔ میں، اے۔ ج، کورٹ آف اپیل ہارڈی، فلیمور، وجوائس، ججوں نے جسٹس وارنگٹن کے فیصلہ کو بحال رکھا، جس میں ایک موصی نے جس کا توطن انگلستان کا تھا، ملک غیر میں جائداد منقولہ ہبہ وصیتی کے محصول سے "آزاد" چھوڑی؛ قانون فرانس کی رو سے، جائداد پر یا موہوب لہ کو فرانس کا محصول، نام کے داخل خارج کئے جانے کے متعلق، ادا کرنا چاہیے تھا، قرار پایا، کہ اس فرانسیسی محصول کا ادا کرنا موصی پر لازم نہ تھا، کیونکہ محصول توریث کے الفاظ، ان دو معنوں میں استعمال ہوئے تھے ٭ 145

عدالت نے، اس مقدمہ اور دوسرے دو قدیم مقدمات پیٹر بنام اسٹرلنگ (۱۸۷۸) ۱۰۔ چانسری ڈویژن ۲۷۹۔ ج، ہالسی و آکسپر براون بنام ہارسیس (۱۸۹۶) ۷۵، ایل جی۔ ۵۱۴۔ ج، ناریتھ میں جن کے وصیت ناموں کے الفاظ صریح تھے، جو فرق تھا، اسکو ظاہر کیا ٭

نیز مقابلہ کرو مقدمہ ڈومن سارز [۱۹۱۲] ۲۔ چانسری ۶۲۲۔ ج، آیا کہ جب ایک موصی متوطن انگلستان نے، ایک غیر ملک کی کمپنی کے حصص فروخت کیلئے امنا کے سپرد کئے، اور امنا نے ملک غیر کا محصول توریث ادا کیا، تو یہ قرار پایا کہ محصول کا بار حصص فروخت شدہ کی آمدنی پر پڑنا چاہیے، نہ کہ جملہ جائداد پر ٭

چونکہ متوفی کی ذاتی جائداد کی بحث میں، استفادہ کا حق، اس ملک کے قانون کے تابع ہے، جہاں اس کا آخر توطن تھا (دفعہ ۵۹)؛ اسلئے ایک ہی قانون کا اتباع کیا جائیگا؛ اگرچہ متروکہ مختلف ممالک میں واقع ہو۔ یہ امر مطلق اہم نہیں ہے کہ کونسا قرض، کس متروکہ سے ادا کیا گیا؛ لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ فرض کرو، کہ متوفی کی غیر منقولہ جائداد، ایسے ملک میں واقع ہے، جو اس کے

مقام توطن سے علحدہ ہے، اور وہاں، جائداد غیر منقولہ کی توریث، اس قانون کے تابع سمجھی جاتی ہے، جہاں جائداد واقع ہو، اور متوفی کا قرضہ، اس جائداد کا وارث یا موہوب لہٗ وصیتی ادا کرے، حالانکہ وصیت نامہ سے یہ منشا ظاہر نہوتا ہو کہ یہ قرض اس پر عائد کیا جائے، بظاہر قانون مقام وقوع جائداد ہی ایسا قانون ہے جس کے ذریعہ سے دین جائداد منقولہ کو چھوڑکر ابتداءً غیر منقولہ پر عائد کیا جاسکتا ہے، اس لئے اگر خود قانون مقام وقوع جائداد کی رو سے وارث یا موہوب لہٗ وصیتی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قرضہ ادا کردہ کی رقم کو متوفی کی جائداد منقولہ سے وصول کرنے کی کارروائی کرسکے، تو یہ قوانین کا تصادم یا اختلاف نہیں متصور ہوگا، اور یہ ظاہر ہے کہ اس کو ہر ایسے حدود ارضی میں، جہاں متوفی کی جائداد منقولہ ملے، ایسی کارروائی کا اختیار حاصل رہے گا، اور یہی انگلستان میں یا ایسی بحث کے بعد جس کا سمجھنا کچھ آسان نہیں، طے ہوگیا ہے، لیکن اگر قانون مقام وقوع جائداد کی رو سے، قرض، ابتداءً جائداد غیر منقولہ ہی پر، عائد ہوتا ہے، تو جس مخصوص توریث سے، وارث یا موہوب لہٗ وصیتی فائدہ اٹھاتا ہے، وہ خود، اس قانون سے، اسقدر جائداد غیر منقولہ تک محدود ہے، جو دین کے ادا کرنے کے بعد باقی رہجاتی ہے۔ جب وہ قانون جس سے وہ استفادہ کرسکتا ہے، اور جس کے اثر سے وہ وارث حق استفادہ یا دین کا منتقل الیہ قرار پاتا ہے، اس کو اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ بجائے اس وارث کے جس کا دین اس نے ادا کردیا ہے، عام توریث کے مقابلہ میں کھڑا ہو، تو کوئی وجہ نہیں نظر آتی کہ اس کو کسی دوسرے حدود ارضی میں کسی ایسی کارروائی کی اجازت دیجائے۔ یہ بھی انگلستان میں طے شدہ ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ ہر مقدمہ میں حق دعوےٰ کا تعین، مقام وقوع جائداد کے قانون سے کیا جاتا ہے، بنا برعلیہ۔

دفعہ ۱۱۸ جب وصیت نامہ سے کوئی خاص منشا ظاہر نہوتا ہو، تو ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ کے وارث یا موہوب لہٗ وصیتی کے، اس حق دعوےٰ کا جو وہ، اس دین کی بابت، جو اس نے ادا کیا ہے، انگلستان میں متوفی کی منقولہ جائداد کے مقابلہ میں دائر کرے، تصفیہ، اس مقام کے قانون سے کیا جائیگا، جہاں جائداد غیر منقولہ واقع ہے۔

دعوی کی اجازت دیگئی جہاں اسکی اجازت قانون مقام وقوع کی رو سے جائز تھی۔ ہوا مین بنام ریوی (۱۸۲۱) ہیری جلد ۷، ۵۔ جج ریلکس فیلڈ بظاہر یہ وہی مقدمہ ہے جو بغیر نام کے ۹۔ موڈ۔ ۹۶ میں مورخہ ۲۳ ء ظاہر کیا گیا ہے۔ مقدمہ وٹجلسی بنام گارینی (۱۸۳۸) ۲۔ کین ۲۹۳۔ جج الینگ ڈیل مقدم الذکر مقدمہ میں متوفی کا توطن مقام وقوع جائداد غیر منقولہ کا اور موخر الذکر میں انگلستان کا تھا۔ دعوی کی اجازت دینے سے انکار کیا گیا جس حالت میں اس کی اجازت قانون مقام وقوع میں نہ تھی (مقدمہ دستاویزات اسکاٹ لینڈ قابل توریث)۔ مقدمہ ڈرومنڈ بنام ڈرومنڈ (۱۷۹۹) ۶۔ برو۔ پی۔ سی۔ ۶۰۱، ۲۰۲۔ ویسیا و پی۔ ۳۲۰۔ مقدمہ المیٹ بنام منٹو (۱۸۲۱) ۶۔ میڈ۔ ۱۶۔ جج لیچ۔ مقدم الذکر مقدمہ میں متوفی کا توطن انگلستان کا تھا مگر موخر الذکر میں توطن نہیں بتایا گیا ہے۔

دیکھو مقدمہ ہیوٹ۔ لاسن بنام ڈنکن [۱۸۹۱] ۳۔ چا۔ ۵۹۸۔ جج رومر۔ اس میں جائداد غیر منقولہ مختلف حدود اراضی میں واقع تھی۔ اس امر کا تصفیہ کہ غیر منقولہ اور منقولہ جائداد کس ترتیب سے ادائی دیون میں کام میں لائی جائے زیادہ تر وصیت نامہ کی تعبیر سے کیا گیا۔

دفعہ ۱۱۹ وصی یا مہتمم ترکہ سے جو شرح سود اس متروکہ پر دلائی جائے گی جو ان کے قبضہ میں ہو اس کی شرح لازمی طور سے وہ نہ ہوگی جو عام طور سے مقام عدالت یا متوفی کے مقام توطن میں رائج ہے بلکہ وہ ہوگی جو عام طور سے اس ملک میں دلائی جاتی ہے جہاں مال متروکہ تھا۔ یہ فرض کر کے کہ جائداد مذکور بیجا طور سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل نہیں ہوئی یا کسی ملک میں بیجا طور سے روک نہیں رکھی گئی۔

مقدمہ ملکام بنام مارٹن (۱۷۸۹) ۳۔ برو۔ چا۔ ۵۰۔ جج آرڈن۔ مقدمہ ریمونڈ بنام براڈبیلٹ (۱۸۰۰) ۵۔ ویسی۔ ۱۹۹۔ جج آرڈن۔ دیکر بنام رکٹس (۱۸۰۴) ۱۰۔ ویس۔ ۲۴۰۔ جج اگرانٹ۔ موخر الذکر مقدمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قاعدہ کا نتیجہ یہ ہے کہ جب متروکہ اور اوصیا دو یا زیادہ ممالک میں ہوں تو جو سود موصی لہ کو دلایا جائے گا اس کا انحصار اس ملک پر ہوگا جہاں دعوی کو نالشیدہ

اہتمام ترکہ میں بچت کی تقسیم

ان حقوق استفادہ کا تعین جن کے لحاظ سے ایک متوفی کی جائداد کی بچت تقسیم ہوتی ہے — خواہ وصیت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو — متعلق کے آخر مقام توطن کے قانون سے ہوتا ہے۔ یہ اصول دفعہ ۵۹ میں قائم کیا گیا تھا جو ان مضامین کے سمجھنے کیلئے، جو آئندہ لکھے جانے والے تھے، ضروری تھا: مثلاً وہ وقعت جو منظوری عطائے پروبیٹ، یا اجازت نامہ اہتمام ترکہ و جواز وصیت ناموں کے معاملات میں متعلقہ مقام توطن کی عدالتوں اور قوانین کو دیجاتی تھی۔ اس فصل کے بقیہ حصہ میں ہم کو صرف اسی کے نتائج سے بحث کرنا باقی رہگیا ہے۔ اب وہ تمام پیچیدگیاں جو بچت کے تعین ہونے کے قبل خود ترکہ پر اختیارات کے متعلق تھیں، دور ہو گئیں، اور انگلستان میں وہ اختیارات، مقام وقوع کے قانون کے سپرد کر دیئے گئے۔ اسی اثناء میں ہم اس مسئلہ پر غور کر سکتے ہیں جو لارڈ الونلے نے مقدمہ سمرویل بنام سمرویل (۱۸۰۱) ۵۔ ویس ۹۱، میں پیش کیا تھا:
147 "اگر بالفرض توطن ایک ہی وقت کا اور مساوی طور سے دو مختلف مقامات کا ہو، تو ایسی حالت میں کیا صورت ہوگی؟"

انگریزی عدالتوں کے تجربے کے لحاظ سے یہ مسئلہ صرف خیالی ہے، مگر لارڈ الونلے کے سوال کا جواب دیا جا سکتا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ "میں خیال کرتا ہوں کہ ایسی صورت مشکل سے پیش آ سکتی ہے لیکن اس کا تصور ممکن ہے — ایک شخص ایک ایسے ملک میں پیدا ہوا، جس کا علم کسی کو نہیں ہے، یا اس نے، ایسے مقدم کا توطن اختیار کیا جس کو اس نے مطلقاً ترک کر دیا تھا، اب وہی شخص، اس ملک یا دوسرے ممالک میں، ایک ہی وقت میں، دو توطن اختیار کر سکتا ہے، اور دونوں میں ایک ہی حالت میں رہ سکتا ہے، مثلاً اس نے دو ملکوں میں، دو مکانات، ایک وقت میں خرید کئے، یہ کہنا مشکل ہے کہ جس پر وہ پہلے قابض ہوا اسی کو ترجیح ہونی چاہیے۔ اب فرض کرو وہ ان میں سے ایک میں مرگیا، تو کیا موت کا اس پر کوئی اثر ہوگا؟ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی اثر ہوگا۔ اور اس حالت میں بھی بلحاظ ضرورت قانون مقام وقوع جائداد کو ترجیح ہوگی، کیونکہ جس ملک میں جائداد واقع ہے، وہ اس ملک سے باہر

لیجانے کی، اس وقت تک اجازت نہ دے گا، جبتک اس کو یہ نہ معلوم ہو کہ جائداد مذکورہ کس قاعدہ سے تقسیم کی جائے گی، اگر جائداد ہمارے ملک میں ہوتی تو اس کو باہر لیجانے کی اسوقت تک اجازت نہیں دیجاسکتی تھی جبتک کہ یہ نہ ثابت کیا جاتا کہ متوفی کا توطن کسی دوسرے مقام کا تھا" برخلاف اس کے، ستوگنی کہتا ہے "ایک آوارہ وطن شخص کی موت پر جس کا کہیں کا توطن نہو، اس کے مقام پیدائش کا قانون، موثر ہوگا، اور اگر وہ بھی نہیں دریافت ہوسکتا تو اس کے آخر مقام بود و باش، یعنے اس مقام کا قانون، جہاں وہ مرا، نافذ کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۲۰ وصیت ہونے کی حالت میں، متوفی کی ذاتی جائداد کی، خالص بچت، ان لوگوں اور ان حصوں میں، قابل تقسیم ہے، جو اس کے آخر توطن کا قانون، متعین کرتا ہے۔

مقدمہ پیپن بنام پیپن (۱۷۴۴) ایپل ۲۵۔ جج ہارڈوک بمقابلہ ن بنام واٹکنس (۱۷۵۰) ۲۔ ویس ۳۵ جج ہارڈوک کا اسکاٹ لینڈ کے قدیم نظائر، متعلقہ مضمون ہذا، جو باہم مختلف ہیں، مقدمہ بروس بنام بروس (۱۷۹۰) ۲۔ برو۔ پی۔ سی۔ ۵۶۶ میں ملیں گی، تو مقدمہ بالفور بنام اسکاٹ (۱۷۹۳) ۶۔ برو۔ پی۔ سی۔ ۵۵۰: اس مقدمہ کی اپیل کے ضمن میں یہ قاعدہ اسکاٹ لینڈ کیلئے بسطرح طے ہوگیا، جس طرح وہ انگلستان میں رائج تھا، لارڈ تھرلو کی تقریر جو مقدمہ بروس بنام بروس میں ہوئی، وہ دوسری رپورٹ میں ملے گی؛ ۲۔ بوس وپل ۲۲۹۔ نوٹ کو

دفعہ ۱۲۱ اس لحاظ سے، اگر کوئی شخص، بلا وصیت، اپنے مقام توطن کے علاوہ کسی دوسری جگہہ، جائداد غیر منقولہ چھوڑ مرتا ہے، اور اس مقام کا قانون توریث، جائداد غیر منقولہ میں، مقام توطن کے قانون کے نفاذ کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ حق وراثت، ایک مخصوص شخص کو عطا کرتا ہے، اور اس کو بھی، جائداد منقولہ میں حصہ پانے سے، اسوقت تک کے لئے محروم کردیتا ہے، جبتک کہ وہ تمام جائداد غیر منقولہ کو لاکر، جملہ متروکہ میں شامل نکردے؛ باوجود اس کے ایسا وارث، بلحاظ قانون توطن کے، بغیر جائداد غیر منقولہ کو شامل کئے، اپنے حصہ جائداد منقولہ موقوعہ ہر دو ممالک کے متعلق، دعوی کا مجاز ہوگا۔

مقدمہ بالفور بنام اسکاٹ (۱۷۹۳) ۶ برو۔ پی۔ سی۔ ۵۵۰ مرافعہ
اسکاٹ لینڈ نیز ملاحظہ ہو:۔ دفعہ ۱۲۵۔ اور اسکے تحت ۱۲۶ (ب)

دفعہ ۱۲۱ مگر مال لاوارث (Bona vacantia) جو اس ملک میں موجود ہو، وہ سرکار کا ہو جاتا ہے، اور اس پر آخر توطن کا قانون نہیں نافذ ہوتا۔

مقدمہ امانت بارنٹ [۱۹۰۲] ۱۔ چانسری، ۲۴۴، جج، کیکیٹ وچ؛

148 **دفعہ ۱۲۱** (ب) جو جائداد مرض الموت میں ہبہ کیجائے، اس سے، عام ہبہ کا قانون متعلق ہوتا ہے، نہ کہ انتقالات وصیتی کا، باوجودیکہ جائداد موہوبہ پر، بحالت غیر کافی ہونے متروکہ کے واہب کے دین کا بار ہو، اور اس سے توریث کا اور نیز سرکاری محصول، واجب الوصول ہو۔

مقدمہ امانت کروئین [۱۹۲۱] ۱۔ چانسری ۳۶۲ جج، آیوڈ؛

دفعہ ۱۲۲ ایک موصی کی جائداد منقولہ کی خالص بحیثیت پر، اس کی وصیت کے اثر کا تعیین بھی، تمام معاملات میں، باستثناء تعبیر وصیت نامہ کے، اس کے آخر مقام توطن کے قانون سے کیا جائے گا: اسلئے اگر اس کے انتقالات میں کوئی انتقال، ایسا ہے، جو قانون مذکور کے دئے ہوئے اختیارات سے متجاوز ہونے یا کسی دوسری بنا پر ناجائز ہے، تو اس کا کوئی اثر نہ ہوگا، اور اسی قانون سے، جائداد منقولہ مندرجہ وصیت نامہ کے (Destination) ورثاء کا بھی تعیین کیا جائیگا۔ مقابلہ کرو دفعہ ۸۶۔

برعکس اس کے اگر موصی کے آخر مقام توطن کا قانون، اس کو بہ نسبت اس مقام کے قانون کے، جہاں تحریر وصیت نامہ کے وقت، اس کا توطن تھا، وسیع تر اختیار انتقالات دیتا ہے، تو قانون مقدم الذکر ہی کو ترجیح دیجائے گی۔ مقدمہ گرین (تمیسٹہ) [۱۹۱۵] ۱۔ چانسری ۲، ۷۵ حسب حوالہ سوابق صفحہ ۱۹۱ء؛

اس امر کا تصفیہ کہ بیوہ اور فرزند کے قانونی حصہ (Legitim) کا حق، کس حد تک، موصی کے ان انتقالات کا مانع ہے، جو انکے حصوں میں خلل انداز ہوں، موصی کے آخر توطن کے قانون سے — نہ مقام وقوع جائداد منقولہ کے قانون — سے کیا جائے گا۔ مقدمہ ہاگ بنام لینشلے (۱۷۹۲) ۶۔ برو پی۔ سی۔ ۵۷۷۔ ۳۰۔

ہیگ۔ مذہبی ۵ اہم۔ نیز ملاحظہ ہو ہاوسن اور لارڈ وزیر مرافعہ جات اسکاٹ لینڈ بنام ونگفارنٹن بنام کرلنگ (۱۸۲۳) م۔ سم ۱۰ ۳ ۔ بیج ایل ڈی اور کیمپبل بنام سویڈ (۱۸۵۹) جونس ۳۲ بیج ۲ دیکھو

جس حالت میں انگلستان کی غیر منقولہ جائداد امانت میں فروخت کیلئے چھوڑی جائے تو اس کا انتقال موصی کے مقام توطن کے قانون کے تابع رہے گا۔ مقدمہ ڈی نوالیئر [۱۹۱۶] ۲ ۱۱۴ ایل - ٹی - آر - ۹ ۸ ۵ ۱ - بیج ایو میں ایک موصی نے جس کا توطن فرانس کا تھا اپنی جائداد غیر منقولہ واقع انگلستان کو ایک یتیم خانہ کے قیام کیلئے امانت میں فروخت کے لئے رکھا تھا چونکہ وقف کی تعمیل صحیح طور سے نہیں ہو سکتی تھی اسلئے وصیت باطل ہوگئی کیونکہ فرانس کے قانون میں انگلستان کی طرح کوئی اصول تعبیر منشاء وقف (Cy-pres) کا نہیں ہے۔[1]

اگر ہبہ وصیتی کے متعلق کوئی ایسا شرط موجود ہو جو تابع انسداد دوام ہو تو اسکی صحت کا اندازہ موصی کے آخر مقام توطن کے قانون سے کیا جائے گا۔

مقدمہ آمانی بنام نگھام یا سر چارلس ڈگلاس کا مقدمہ (۱۸۹۹) ۳ - ڈی ص ۲۰۳ دیکھو ونیز مقدمہ بیڈمی بنام جانسٹن ۵ ۔ ڈی ۔ ٹی ۔ ۵۸۵ ۔ اور مقدمہ سمرویل بنام سمرویل ۳ ۔ ہیگ مذہبی ۴ اہم ۔ نوٹس ۔ ۲ ۔ براؤن ۔ پی ۔ سی ۔ ۵۰۰ مندرجہ عنوان مقدمہ الفورڈ بنام اسکاٹ ۔ جہاں لوبرو وتھر فورڈ ۔ مرافعہ جات اسکاٹ لینڈ دیکھو

ایک وصیت کرنیوالی عورت کا توطن انگلستان کا تھا ہبہ ایک ایسے شخص کے حق میں کیا گیا تھا جو اس سے پہلے مرگیا۔ وہ انگریزی قانون کے لحاظ سے باطل ہو گیا، اگرچہ وہ اس مقام کے قانون سے باطل نہیں ہو سکتا تھا جہاں وصیت نامہ لکھا گیا اور جس مقام کی اصطلاحی زبان میں وہ مرتب ہوا تھا۔

مقدمہ انیسلے وتھر بنام چامیر (۱۸۴۹) ۲ سم ۱ ۔ بیج ۔ دیکھو

---

[1] سائپرس (Cy-press) کا اصول یہ ہے کہ اگر موصی کسی ایسے کار خیر کی وصیت کر جائے جسکی تعمیل کسی وجہ سے نہ ہو سکتی ہو تو دستاویز کی تعبیر اس طرح کیجائے کہ اس سے موصی کے منشاء کی تعمیل جہاں تک از روئے قانون ممکن ہو کیجا سکے مثلاً یہ کہ اسی قسم کا دوسرا کار خیر تجویز کیا جائے ۱۲ - مترجم

اس ہبہ وصیتی کا جواز، جو خیراتی کاموں کیلئے عمل میں آئے جائداد منقولہ کی حد تک مقام توطن کے قانون پر منحصر ہوتا ہے، اگر موصی نے جائداد غیر منقولہ اپنے مقام توطن کے باہر 149
چھوڑی ہے اور وہاں کا قانون، جائداد غیر منقولہ کی توریث میں ملک توطن کے قانون کو تسلیم نہیں کرتا، اور بلحاظ حالات مقدمہ اس خیراتی ہبہ کو نامنظور کر دیتا ہے، تو اس کا فیصلہ قانون مقام توطن سے کیا جائیگا — گویا ایسا ہبہ تا بحد جائداد منقولہ پورا نافذ کیا جائے یا بہ تناسب اس حصہ کے، جس کا ادا کرنا بمقابلہ اس حصہ کے، جس کا ادا کرنا ناممکن ہے، ساقط کر دیا جائے؛ بیکلڈ انلڈ (۱۸۷۴) ایل۔ آر۔ ۱۴۰۔ ایس کیو۔ ۴۰ بیج، نیکٹن کو

اس وصیتی ہبہ کا جواز بھی جو اوہام متعلقہ توہمات (Superstitions) کی نسبت عمل میں آئے، موصی کے توطن کے قانون پر منحصر ہے۔ مقدمہ ایلیٹ و ایلیٹ بنام جانسن [۱۸۹۱] ۳۹۔ ڈبلیو آر۔ ۲۹۷ بیج، نارتھ کو مقدمہ ایگن [۱۹۱۰] ایل۔ جے۔ نیوز۔ ۳۱۴ بیج، مونٹ آئیرش بہوار منظوری و لارڈ چیف جسٹس، ڈاپوک میں، فاتحہ کیلئے ایک ایسے شخص نے ہبہ کیا تھا، جو کہ آئرلینڈ میں پیدا ہوا تھا مگر اس کا توطن انگلستان کا تھا — اسکی نسبت قرار پایا کہ وہ بربنائے ایکٹ ۱۔ ایڈورڈ ششم فصل ۱۴ اسکا نافذ نہیں ہو سکتا، کیونکہ کسی وقف کو ایسی وہم پرستی کے کام میں لگانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔

تعبیر وصیت نامہ جات

تعبیر کی بحث کو لارڈ لینڈ ہرسٹ کی اس تقریر کے ایک فقرہ سے شروع کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو انھوں نے اسکاٹ لینڈ کے مرافعہ ٹرائر بنام ٹرائر میں کی تھی، جس کا تذکرہ زیر دفعہ ۱۲۵ کیا جا چکا ہے۔ انھوں نے کہا "کہ وکلا نے بیان کیا، اور نیز اخباروں کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ عدالت تحت میں بھی اسی امر پر بحث ہوئی تھی، کہ جب وصیت نامہ کی تعبیر کے مقامات میں اس قسم کی کوئی اصطلاحی بحث پیش آجائے تو فیصلہ کنندہ عدالت کو اس ملک کے مقننین کی رائے سے استمداد کرنا چاہیے، کہ

وصیت نامہ یا دستاویز تکمیل پائی کسی طور سے بجا نہیں متصور ہو سکتا، اور جب وصیت نامہ
معمولی الفاظ میں ہو تو اسکاٹ لینڈ کی عدالتوں کے جج اس کی صحیح تعبیر اسی طرح کر سکتے
ہیں، جس طرح کہ اس ملک کے مقننین کر سکتے ہیں، جہاں دستاویز تکمیل پائی تھی۔ مگر
حکام تحت کو اس رائے سے اتفاق نہ تھا، اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں، میرے نزدیک
ایسی رائے کبھی معقول نہیں متصور ہو سکتی ـــ وصیت نامہ کی تعبیر ہمیشہ اس ملک کے قانون
سے کیجانی چاہئے، جہاں وہ تکمیل پائی، اور جہاں وصیت کنندہ کا توطن ہے عدالتوں
میں تعبیر کے خاص خاص قواعد مقرر ہیں، اور وصیت ناموں میں جو فقرات اور جو الفاظ
مستعمل ہوتے ہیں، ان کا تعلق، اکثر انھیں قواعد تعبیر سے ہوتا ہے، اسلئے اگر ان قواعد
سے کلیتاً قطع نظر کرلیجائے، اور ان عدالتوں کے جج جو دستاویز کے لحاظ سے غیر ہیں،
بغیر اس ملک کے قانون کی ضروری واقفیت کے، جہاں دستاویز تکمیل پائی، اپنے قواعد
تعبیر کے لحاظ سے، وصیت ناموں کی تعبیر کرنے لگیں، تو اس سے بجید نقصان پہنچ سکتا ہے؛
اور اکثر صورتوں میں، اس کا امکان ہے، کہ موصی کا منشا بالکل فوت ہو جائے۔ مزید براں
ایک بڑی دقت یہ پیش آسکتی ہے، کہ جو تعبیر اس کی انگریزی عدالتیں کریں، اس سے مختلف
تعبیر ممالک غیر کی عدالتوں میں کیجائے۔ پس میرے نزدیک، جو اعتراض کیا جاتا ہے، وہ صحیح
بنیاد پر نہیں ہے۔ جس حالت میں، ایک وصیت نامہ ملک غیر میں، ایسے شخص کی طرف سے 150
تکمیل پائے، جس کا توطن، اسی ملک کا ہو تو شخص مذکور کی جائداد کے متعلق، اسکی تعبیر، اسی
ملک کے قانون کے لحاظ سے، ہونی چاہئے، جہاں وہ لکھا گیا تھا، اگر کسی کارروائی میں،
وہ زیر بحث ہو، تو اس کی وہی تعبیر قرار پانی چاہئے، جو اس ملک کی عدالتوں میں قرار
پاتی، جہاں اس کی تکمیل ہوئی ہے۔ بنائً علیہ، میری رائے میں، ججوں کا یہ ہدایت کرنا کہ حسب
قانون انگلستان، اس وصیت نامہ کے مفہوم اور تعبیر کے متعلق، انگلستان کے سربرآوردہ
مقننین کی رائے لیجائے، بالکل درست تھا۔"

اس موقعہ پر، لارڈ لینڈ ہرسٹ نے یہ فرض کر لیا تھا، کہ وصیت نامہ موصی کے مقام
توطن میں، مرتب ہوا تھا، اگر وہ کسی دوسرے ملک میں بھی مرتب ہوتا، تو انگریزی نظائر،
اور اسناد کے لحاظ سے، قانون مقام توطن کو ترجیح دیجاتی، قدیم زمانہ میں اس قانون
سے مراد اس مقام کا قانون ہوتا تھا، جو موصی کا آخری توطن تھا، مگر اب (لارڈ کنگسڈاون کے

ایکٹ کی اس تجویز کی بنا پر کہ وصیت نامہ کی تعبیر میں، موصی کے تبدیل توطن مابعد سے کوئی فرق نہ پڑے گا (دیکھو دفعہ ۵۵) اس سے مراد اس مقام توطن کا قانون ہوتا ہے جہاں موصی نے وصیت نامہ کی تکمیل کی اور اسی کے لحاظ سے اس کی تعبیر کی جانی چاہیئے۔ میں اس کو حقیقی ترقی اور اصلاح تصور کرتا ہوں اور میرے نزدیک جو عام اختیار متوفی کے آخری توطن کو جائداد کی خالص بہت کے حق استفادہ پر دیا گیا ہے وہ اس کے مخالف نہیں ہے۔ تعبیر ایک واقعاتی امر ہے اور وہ قانون جو کہ بعد تعبیر کے ہبہ وصیتی کی صحت یا غیر صحت کا فیصلہ کرتا ہے تعبیر میں کسی دوسری مدد کا محتاج نظر آتا ہے۔

مزید برآں مسئلہ تعبیر اور اس کے عمل میں تمیز کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ اس طرح سے مقدمہ اینسلر و تھرسٹن بنام چیپم جو زیر دفعہ ۱۲۲ لکھا جا چکا ہے، تعبیر کا ایک مسئلہ تصور ہو سکتا ہے یعنے یہ کہ کیا اس ہبہ کی نسبت جو موہوب لہ وصیتی کے قائم مقام کے حق میں کی گئی ہے، اور جو انگریزی قانون کے لحاظ سے جائز ہے، یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ اس ہبہ وصیتی سے مستنبط ہوتی ہے، جو ایسے قانون کی اصطلاحی زبان میں کی گئی ہے، جس میں موہوب لہ کے موصی کی زندگی میں فوت ہو جانے سے سقوط عائد نہیں ہوتا؟ اور مقدمہ میں جس قدر یہ امر صاف ہو گا کہ مسئلہ تعمیل کا نہیں بلکہ تعبیر کا ہے — اسی قدر زیادہ عدالت کو اس کا موقعہ ملے گا کہ وہ مقدمہ کے مخصوص حالات کے لحاظ سے جو اس کے پیش نظر ہوں، عام نتیجہ کو قانون مقام توطن کے مطابق کر سکے۔

اس سے مفصلہ ذیل قاعدہ مستنبط ہوتا ہے:۔

151 **دفعہ ۱۲۳** جب کسی انگریزی عدالت کو ایک وصیت نامہ متعلقہ جائداد منقولہ کی تعبیر کی ضرورت واقع ہو اور موصی کے آخر مقام توطن کے کسی فیصلہ سے مدد نہ ملتی ہو (جس کے متعلق دیکھو دفعہ ۶۰) تو اس کو اس ملک کے قانون سے ہدایت حاصل کرنے جہاں تحریر وصیت نامہ کے وقت موصی کا توطن تھا وہاں کے واجب العمل قواعد تعبیر سے کام لینا چاہیئے اور اگر وہاں ایسے قواعد موجود نہ ہوں تو تمام حالات بشمول اس ملک کی عدالتوں کے اس رجحان اور عملدرآمد کے، جو تعبیر دستاویزات کے متعلق رائج ہو اور جو ماہران فن کی شہادت سے ثابت کیا جا سکتا ہے، بطرز معقول لحاظ کرنا چاہیئے۔

لیکن موصی کے صریح اور صاف منشا کے خلاف یہ قاعدہ نافذ نہ ہوسکیگا

جس سکہ میں ہبہ وصیتی کی رقم ادا ہوتی ہے، وہ عام طور سے وہی سمجھا جائیگا، جو موصی کے مقام توطن میں رائج تھا، اگرچہ وصیت نامہ کے مفہوم اور اس سرمایہ کے مقام وقوع سے جس پر یہ رقم بصراحت عائد کی گئی ہے اسمیں فرق واقع ہوسکتا ہے۔ سانڈرس بنام ڈریک (۱۷۴۲) ۲-اے-ٹی-کے ۴۶۵ ج؛ ہارکورٹ؛ مقدمہ سپرینڈ بنام گارنٹ (۱۸۰۶) ۲-برو-چانسری ۳۲۸ ج، کیپان؛ جنھوں نے اس مقام کا ذکر کیا جہاں وصیت نامہ مرتب ہوا لیکن وہ وہی تھا جہاں اس کا توطن تھا؛ و مقدمہ ملسکم بنام مارٹن (۱۷۸۹) ۳-برو-چانسری ۵۰ ج، ارڈن؛ اگر رقم ہبہ جو توطن ملک غیر کے سکہ میں دیگئی ہے، انگلستان میں ادا کیجاتی ہے، تو اس قدر انگریزی سکہ دیا جانا چاہیئے جو اگر ملک توطن میں دیا جاتا، تو اس سے اس ملک کے سکہ کی مقدار مسینہ حاصل ہوسکتی۔ مقدمہ کاکریل بنام باربر (۱۸۱۰) ۱۶-وس-۴۶۱ ج، ایلڈن؛ و مقدمہ کیمپل بنام گرہام (۱۸۳۰) ۱-رو و ے-۴۵۳ ج؛ لیچ؛ جس کے ساتھ بروہام نے اتفاق کیا جیسا کہ انھوں نے ہوس اوف لارڈز میں مرافعہ کیمپل بنام سینڈفورڈ (۱۸۳۴) سی-ایل-و ایف میں ظاہر کیا تھا؛

اس مسئلہ کے متعلق کہ جو ہبہ از روئے وصیت نامہ کیا گیا تھا، آیا وہ اس دین کی ادا کی غرض سے تھا، جو ایک بیرونی معاہدہ ازدواج کی بنا پر واجب الادا تھا؟ ایک وصیت نامہ کی تعبیر موصی کے ملک توطن کے قانون سے کی گئی کیمپل بنام کیمپل (۱۸۶۶) ایل-آر-ای-کیو-۳۸۳-بیج، وڈ؛ اور نیز اس سوال کے متعلق کہ ایک ہبہ میں جو موہوب لہ کے قرابتداروں کے حق میں کیا گیا، کون کون لوگ شامل تھے، مقدمہ فرگوسن [۱۹۰۲] ۱-چانسری-۴۸۳-بیج، ابرنج؛ نیز مقابلہ کرو مقدمہ بونیفائیے (مذکرہ صفحہ ۱۳۲) کہ اس میں وصیت نامہ کی تعبیر موصی کے قانون قومی سے کی گئی جو کہ قانون توطن نہ تھا، مگر مقدمہ کے حالات مخصوص تھے؛

نیز دیکھو۔ ایک عجیب مقدمہ تعبیر کا جو اس دفعہ کے اصول کے مخالف تھا۔ مقدمہ

برٹن بنام برٹن (۱۸۳۸) ۲۔ ایم وسی۔ آر۔ ۵۵۹۔ نج، کاٹن ہام ٭

جب کوئی موصی اپنی جائداد، اثاثہ یا ملک کسی خاص ملک میں ہبہ وصیتی کرتا ہے، تو اس میں بادی النظری طور سے وہ سب دیون شامل ہوتے ہیں، جو اس کو اس ملک کے باشندوں سے واجب الوصول ہیں۔ نسبٹ بنام مرے (۱۷۹۹) ۵۔ دس۔ ۱۴۹۔ نج، ارڈن ٭ و مقدمہ ارنالڈ بنام ارنالڈ (۱۸۳۴) ۲۔ مے۔ و کے۔ ۳۶۵۔ نج، پیپس ٭ و مقدمہ ٹائرن بنام واٹر فورڈ (۱۸۶۰) ڈی۔ ایف۔ و جے۔ ۴۱۲۔ نج، نائٹ بروسس صفحہ ۶۲۸ ٭ اور اس سے کم واضح طور سے کمپیل و ٹرز ــــــ مقدمہ گوٹھری بنام والروند (۱۸۸۲) ۲۲۔ چانسری ڈویژن۔ ۵۷۳۔ نج، فرائی ٭ مقدمہ کلارک و سیکینی بنام کلارک (۱۹۱۰) چانسری۔ ۴۹۲۔ نج، فارول میں تمسکات کے متعلق یہ قرار پایا کہ وہ جائداد منقولہ تھی ہبہ وصیتی کے ساتھ ایسے ملک میں منتقل ہوگئے، جس میں وہ واجب الادا تھے؛ اگرچہ وہ حامل کے نام اور دوسرے ملک میں تھے۔ اور جائداد غیر منقولہ کے ہبہ وصیتی کے ساتھ حصص اس ملک میں منتقل ہوگئے، جہاں صدر اقتناعات تھے؛ اور جہاں وہ قابل انتقال تھے؛ اگرچہ وہ کمپنی جس کے یہ حصص تھے اور اس کا صدر دفتر ملک غیر میں واقع تھا۔ دیکھو مقدمات جس میں محصول پر وبیٹ اور اب محصول سرکاری عائد ہوا زیر دفعہ ۱۱۲ ٭

مقدمات بریڈ فورڈ بنام ینگ (۱۸۸۴) ۲۶۔ چانسری۔ ڈویژن۔ ۶۵۶۔
152 نج، پیرسن ٭ و (۱۸۸۵) ۲۹۔ چانسری ڈویژن۔ نج، کاٹن۔ لنڈلے۔ و فرائی۔ سے جو کچھ مستنبط ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ جائداد منقولہ کے وصیتی انتقال میں جو اصطلاحات اس قانون کے جو موصی کے مقام توطن کے قانون سے علیحدہ ہے؛ واقع ہوں، انکی تعبیر اسی قانون سے کیجانی چاہئے، جس کے وہ مصطلحات ہیں؛ اگر ان کا منشاء دریافت ہو سکتا ہو۔ مگر عدالت عالیہ اس پر آمادہ نہ ہوئی کہ وہ آسانی سے قانون مقام توطن سے آگے بڑھے ٭

کسی نظیر کیلئے جس میں ایک وصیت نامہ کی تعبیر قانون مقام توطن کے علاوہ بلحاظ اس منشا کے جو اس سے ظاہر ہوتا ہو، دوسرے قانون سے کی گئی؛

دیکھو مقدمہ پراسس ڈ تاملن بنام لیٹر [۱۹۰۰] ۱ - چانسری ۲۴۴ ج، اسٹرلنگ -
جس کا حوالہ زیر دفعہ ۱۹ متعلقہ تکمیل مختار بجات دیا گیا ہے؛ اور نیز مقدمہ سمپسن
[۱۹۱۶] ۱ - چانسری ۵۰۲ - نج ایبٹل؛ و مقدمہ امانات لیول (متذکرہ
سابق صفحہ ۱۲۲) ؛ اور ایسے مقدمہ کیلئے جس میں یہ قرار پایا کہ کوئی ایسا منشاء
ظاہر نہیں ہوتا جس سے قانون مقام توطن کا قاعدہ تعبیر ساقط کیا جائے؛
دیکھو مقدمہ بارنگ بنام ایشبرٹن (۱۸۸۶) ۵۴ - ایل - ٹی - ۴۶۳ -
نج، چیٹی ؛

جس حالت میں وصیت نامہ غیر زبان میں ہو اور پروبیٹ کے دفتر رجسٹری
میں صرف اس کی نقل داخل ہوئی ہو؛ اور پروبیٹ صرف انگریزی ترجمہ کی دیگئی
ہو جو غیر صحیح معلوم ہوتا ہو تو عدالت تعبیر نہ صرف مجاز ہے بلکہ اس پر لازم ہے
کہ وہ اصل دستاویز کا معائنہ کرے - مقدمہ لافٹ بنام لا - بیٹ (۱۹۱۷)
۱ - پی - ڈبلیو - ۵۲۶ - نج ہجکل - اس مقدمہ کی رپورٹ کی اصلاح مقدمہ
امانات کلف (۱۸۹۲) ۲ - چانسری ۲۲۹ - نج نارتھ میں کی گئی ؛ موخرالذکر
مقدمہ میں اس امر کی نسبت شبہ ظاہر کیا گیا کہ اگر مقدمہ کے کسی فریق کی
طرف سے اصرار ہو تو کیا پہلے پروبیٹ کے صیغہ سے استدعا نہ کیا جانا چاہیے کہ
وہ ترجمہ کی اصلاح کرے؛ موخرالذکر مقدمہ میں اس امر پر اصرار کیا گیا اور فیصلہ اس
ضرورت کے خلاف کیا گیا؛ مقدمہ برٹل بنام برٹل (۱۸۳۸) ۲ - ایم و سی ۲۴۰ ،
میں جو کچھ لارڈ کاٹن ہام نے کہا وہ یہ تھا کہ "پروبیٹ کا پی کو قطعی طور سے وہ
دستاویز سمجھنا چاہیے جس پر عدالت کو عمل کرنا ہوگا" اس مقدمہ میں نہ اصل
اور نہ اس کی نقل دفتر رجسٹری میں داخل کی گئی تھی ؛

دفعہ ۱۲۴ دفعہ ہذا اور دفعہ ۱۲۳ کو اس معقولہ قانونی کے قیود
(Qualification) سمجھنا چاہیے جس کی رو سے اوخال شہادت کا مسئلہ اس مقام
کے قانون کا تابع ہوتا ہے جہاں مقدمہ دائر ہو - اس کو لارڈ بروہام کے الفاظ
میں جو انھوں نے ایک اسکاٹ لینڈ کے مرافعہ میں استعمال کئے تھے، ظاہر کرنا زیادہ تر
مناسب ہوگا "اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جب شہادت میں ملک غیر کی عدالت کا

کوئی تجویز مثلاً ایک انگریزی وصیت کی پروبیٹ پیش ہو تو وہ قبول نہ کیجائے؛ اور نہ میری یہ رائے ہے کہ اسکے فطری اور واجبی اثر سے انکار کیا جائے۔ میرے نزدیک یہ امر بالکل صاف ہے کہ وہ دوسری دستاویزات کی طرح، ایسے ثبوت کے پیش ہونے پر، جو اس عدالتیں جس میں وہ پیش کی گئی ہے، رائج ہے، قبول کیجانی چاہئیے۔ اس سے جو کچھ مستنبط ہوتا ہے؛ وہ یہ ہے کہ اگرچہ ایسی پروبیٹ جس سے وصیت کا ایک جز حذف کردیا گیا ہے؛ داخل ہو سکے گی، اور عدالت اجلاس کنندہ کو جز حذف شدہ پر غور کرنے کا حق نہوگا۔ کیونکہ ایسا عمل بمنزلہ اس کی تبدیلی یا کم از کم عدالت پروبیٹ کی تجویز سے بے اعتنائی کے متصور ہوگا۔ مگر ایک شخص کے وصیت نامہ کی نامنظوری پروبیٹ کا اخراج (non probate) وصیت نامہ کے ادخال اور اس پر غور کا مانع نہوگا؛ بشرطیکہ خود اس عدالت کے قواعد اس کے ادخال کے مزاحم نہ ہوں۔ اس موقعہ پر اس امر کا فیصلہ کرنا بھی ضرور نہیں کہ انگلستان کے ان وصیت ناموں کی نسبت، اسکاٹ لینڈ کی عدالتوں میں کیا عمل ہوگا جو جائداد غیر منقولہ سے متعلق ہوں اور جن پر صرف ایک شخص کی گواہی ہو۔ اور اس کے بعد کے مجریہ قانون سے، دو آدمیوں کی شہادت ضروری قرار دیجائے، جیسا کہ اب ہوا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ان قواعد کا لحاظ کرتے،
153 جو اسوقت نافذ ہوں، وہ شہادت میں داخل ہو سکیں گے؛ لیکن اس کے انتقالات اس وجہ سے نافذ نہ ہو سکیں گے کہ انگلستان کے قواعد دو آدمیوں کی شہادت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور یہ ضرورت صرف دستاویز کی شکل کی تکمیل کیلئے نہیں ہے کہ اس سے کاغذی شہادت مہیا ہو سکے؛ بلکہ یہ ضرورت حقیقی ہے تاکہ وصیت کرنے والوں کی بستر مرگ پر حفاظت کیجا سکے۔"

اس کا استعمال مقدمہ متذکرہ میں کیا گیا، اور قرار پایا کہ اسکاٹ لینڈ کی عدالت، اس وصیت نامہ کے معائنہ کی مجاز تھی جو ایک شخص متوطن انگلستان نے لکھا تھا؛ اور جس کی پروبیٹ انگلستان میں اس وجہ سے نہیں دیجاسکی کہ وہ وصیت نامہ ایک دوسرے وصیت نامہ سے جو وہاں ثابت کیا جاچکا تھا منسوخ ہوگیا تھا۔ اسکاٹ لینڈ کی عدالت، وصیت نامہ اس غرض سے معائنہ کرنا چاہتی تھی کہ اس کو ایک دستاویز امانت یا تیسرے وصیت نامہ

کی تعبیر میں مدد ملے، جو بظاہر اسکاٹ لینڈ میں اس رقم کے متعلق جو وہاں کے ایک بینک میں جمع تھی، جائز قرار پایا تھا۔

ییٹ بنام ٹامسن (۱۸۳۵) ۳ - سی - ایل و ایف - ۵۴۴ کو

چونکہ انگلستان کا قانون نوشتہ جات کے ادخال شہادت میں شہود سختی کا برتاؤ کرتا ہے، اسلئے یہ قیاس نہیں ہو سکتا کہ انگریزی عدالت سے، یہ درخواست کیجائے گی کہ وہ ایسے نوشتہ پر غور کرے، جس کو عدالت مقام توطن نے ناقابل ادخال شہادت قرار دے چکی ہو۔ ایسی حالت میں بھی کہ لارڈ لینڈ ہرسٹ کی یہ رائے کہ ایک وصیت نامہ کی وہی تعبیر کیجانی چاہئے، جو اس ملک کی عدالت میں کیجاتی جہاں وہ مرتب ہوئی تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ "جہاں موصی کا توطن تھا"۔ لارڈ برو ہام اور عدالت مافوق کی اس رائے سے مخالفت نہ سمجھی جائے، جو انھوں نے ییٹ بنام ٹامسن میں ظاہر کی تھی۔

بمقابلہ کو مقدمہ منشول فیلڈ [۱۹۰۵] ۲ - چانسری ۴۰۸ و ۴۴۲ - سے پر

دفعہ ۱۲۵ اگر موصی، ایسے ملک میں جو اس کے مقام توطن کے علاوہ ہے، جائداد غیر منقولہ چھوڑتا ہے، اور اس کا وصیت نامہ، اس جائداد پر موثر نہیں ہوتا، مگر یہ صحت کیجاتی ہے کہ وصیت نامہ میں جو جائداد کے ہبہ کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص قانون مقام وقوع جائداد کی رو سے وارث ہے، اس کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ جائداد مذکورہ اور کسی رقم میں سے جو وصیت نامہ کے ذریعے اس کو دیجی گئی ہے، کسی ایک کو اختیار کرے۔ تو یہ سوال کہ آیا اس کو ایسا اختیار دیا گیا ہے، تعبیر کے متعلق ہے، اور وصیت نامہ کی تعمیل متعلقہ انتقال جائداد منقولہ کا تصفیہ موصی کے مقام توطن کے قانون سے ہوگا۔

مقدمہ براڈی بنام بیری (۱۸۱۳) ۲ - وی اینڈ بی ۱۲۷ - نیز ٹرانٹر بنام ٹرانٹر (۱۸۴۳) ۴ - بی - این - آر - ۵۰۲ - ۵۰۳ - بسس و شاید ۴۰ ۔ نیز حلیبرٹن بنام وسٹیلی و مقدمہ جانسن بنام ٹلفورڈ (۱۸۳۰) - آر و ایم ۲۴۴ - نیز ہیچ پوڈ بنام ٹامسن (۱۸۳۰) ۲ - ڈی وی - ۲۴۹ - نیز بروہام کا ولسن بنام انڈرسن (۱۸۴۶) ۵ - ایچ - ایل - سی - ۱۶۳ - نیز ڈیگر ہام ڈیوار بنام میٹ لینڈ (۱۸۶۶) ایل - آر - ۲

ای ـ کیو ـ ۴۳۴ ـ ۸ ـ جج اسٹورٹ ؎ و ہارنگ بنام اسپرٹن (۱۸۹۶) ۷۵ ـ ایل ـ
ٹی ـ ۴۶۳ ـ جج ریچی ـ نیز ملاحظہ ہو دفعہ ۱۲۱ ؎

ایک موصی متوطن اسکاٹ لینڈ نے دو وصیت نامے لکھے اور یہ ہدایت کی کہ انگریزی وصیت نامہ کی تعبیر اسکاٹ لینڈ کے قانون سے اور آسٹریلیا کے وصیت نامہ کی تعبیر آسٹریلیا کے قانون سے کیجائے ـ اور اسکی بیوی C نے بلحاظ اسکاٹ لینڈ کے وصیت نامہ کے جائداد منقولہ میں حق زوجیت (Jus relicta) اور ایک ثلث اراضی (Terce) کا دعوی کرنا مناسب تصور کیا، قرار پایا کہ وہ آسٹریلیا کے وصیت نامہ سے استفادہ کا دعوی نہیں کر سکتی ـ مقاصد انتخاب کے لیئے دونوں وصیت نامے ایک متصور ہونگے ـ مقدمہ ڈگلاس منزیز بنام مقلبی [۱۹۰۸] اے ـ سی ـ ۲۲۴ ـ جج بیگناٹن ـ رابرٹسن ـ اٹکنس ـ کالنس ـ ڈسن ؎

دفعہ ۱۲۵ (الف) یہ امر قابل لحاظ نہیں، کہ وصیتنامہ جائداد غیر منقولہ واقعہ ملک غیر پر موثر نہیں ہے؛ خواہ اسوجہ سے، کہ وہ نمونہ مقررہ کے مطابق نہیں؛ یا اسوجہ سے، کہ قانون مقام وقوع جائداد 154
کی رو سے، موصی، اس امر کا مجاز نہ تھا، کہ وہ اپنی غیر منقولہ جائداد، قانونی وارث کے سوائے، کسی اور کے نام منتقل کردے: دونوں صورتوں میں، وارث قانونی کو، جسے اسی وصیت نامہ کے ذریعہ سے جائداد منقولہ دیگئی ہے، حق انتخاب ؎ دیا جائے گا ـ بشرطیکہ موصی کا آخر توطن، انگلستان کا ہو ـ

مقدمہ اگلوی [۱۹۱۸] ۱ ـ چانسری ـ ۹۲ ـ ۴ ـ جج ینگر "یہ امر ایمانداری کے خلاف ہے کہ ملک غیر کا ایسا وارث، جس کو اسی وصیت نامہ میں متروکہ دلایا گیا ہو،

؎ یہ لفظ ایلکشن (Election) کا ترجمہ ہے ـ قانون میں یہ لفظ کئی معنی میں مستعمل ہوا ہے، جب کوئی موصی کسی ایسی شے کو جس کا حق اسکو نہیں ہے، بذریعہ وصیت نامہ کے منتقل کر دیتا ہے، تو مستحق کو یہ اختیار رہتا ہے، کہ اسکو منظور کرے یا نہ منظور کرے ـ . . . . نامنظوری کی حالت میں، اسکو یہ حق باقی نہیں رہتا، کہ وہ وصیت نامہ کی بناء پر کسی شے کا دعوی کر سکے، جو وصیت نامہ میں اسکو دلائی گئی ہو ا اسی منظوری یا نامنظوری کا نام "انتخاب" ہے اور یہ لفظ یہاں اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے ـ مترجم

ملک غیر کے قانون کی مدد سے، اس اراضی پر متصرف اور قابض ہوجائے، جو وصیت کی رو سے، دوسرے کیلئے تھی بالخیر اس کے کہ انگریزی متروکہ سے اس شخص کو، ایک حد تک اس مایوسی کا جو اس کو ہوئی، معاوضہ ادا کرکے موصی کے کامل منشاء کی تکمیل کرے . . . . . . عدالت ہمیشہ یہی طریقہ اختیار کرے گی، جب تک کہ وارث کے لئے ہبہ وصیتی پر اراضی کے موہوب لہ کو معاوضہ دینے کی صورت میں، ویسا ہی تصرف نہ کیا جائے؛ جیسا موصی قانون توطن کی رو سے، جائز طور سے اس پر بذریعہ وصیت کے ذکر سکتا تھا"۔

انگلستان کی عدالتوں نے اس اصول کا ایک مستثنیٰ قائم کرلیا ہے جس کی بنیاد، بمشکل کسی منطقی دلیل پر مبنی ہوسکتی ہے، لیکن وہ ایسی رائج ہوگئی ہے کہ اس کے خلاف، بحث کرنا بیکار محض ہے"۔ جبکہ قانون توطن کی رو سے، وصیت نامہ جائداد غیر منقولہ موقوعہ انگلستان کے انتقال پر غیر موثر ہو، تو انگلستان کا قانونی وارث، انتخاب پر مجبور نہ کیا جائے گا، بلکہ وصیت نامہ سے استفادہ کریگا: اور نیز وہ حصہ پائے گا جس کا بحیثیت وارث ہونے کے مستحق ہے (ہرلی بنام گرین بیک۔ ا۔ ویسن ۲۹۸: جس کا اتباع مقدمہ ڈی ورٹی، ڈیانی بنام رنگلونی ڈی، ورٹی [۱۹۱۵] ا۔ چانسری ۹۲۔ جج، جوائس، میں کیا گیا) کہا جاتا ہے کہ یہ استثنا، انگلستان کی اراضی کے وارث کے حق میں، ایک خاص رعایت کی بنا پر قائم کیا گیا ہے لیکن جو فرق، انگلستان کے قانونی وارث، اور دوسرے وارث میں، قائم کیا جاتا ہے، وہ قابل اطمینان نہیں ہے (حسب بیان جسٹس سنگر، بمقدمہ اگلوئی حسب حوالہ سابق بر صفحہ ۹۱۷)۔ جو دلیل مسئلہ انتخاب کی تائید میں پیش کیجاتی ہے کہ اس سے موصی کا منشا کامل طور سے پورا ہوجائے، وہ، ایسے موصی سے بھی متعلق ہوتی ہے جو جائداد غیر منقولہ انگلستان میں چھوڑتا ہے، اور نیز اس جائداد غیر منقولہ سے جو وہ انگلستان کے علاوہ دوسری جگہ چھوڑ جاتا ہے"۔

دفعہ ۱۲۵ (ب) جس صورت میں، ملک غیر کا قانون جائداد غیر منقولہ کی توریث میں مانع ہو، مثلاً جائداد، بذریعہ وصیت کے ورثا کے فائدہ کیلئے، امنا کے تفویض کردیگئی ہو تو معاملہ کی صورت دوسری ہوجائے گی! ور اس صورت میں، وہ وارث

جو قانون مقام وقوع جائداد کی رو سے جائداد غیر منقولہ کی توریث کا مستحق ہوگا، انتخاب پر مجبور نہ کیا جائے گا؛ اگر وہ وصیت مذکور کی رو سے دوسری اراضی کا بھی مستحق ہے مقدمہ بروان بنام گریسن (۱۹۲۰) اے سی۔ ۸۶۶۔ ایچ۔ ایل (ہاؤس آف لارڈز) فیصلے۔ ویسکاؤنٹ ہولڈن۔ کیو: مختلف الرائے) ہوا۔ ایک موصی متوطن اسکاٹ لینڈ نے بذریعہ وصیت نامہ اراضی واقعہ اسکاٹ لینڈ اور اراضی واقعہ ارجنٹائن کو اپنی اولاد کے لیے امنا کو تفویض کر دیا؛ ارجنٹائن کا قانون، اراضی کے متعلق، امانت کو تسلیم نہیں کرتا؛ اور اس کی اولاد بلا وصیت سے (Abintestato) اراضی کی وارث ہو گئی، قرار پایا کہ ایسی اراضی ملک غیر کے حصص اور ان فوائد میں جو وصیت نامہ کے تحت میں ان کو دیئے گئے ہیں، انتخاب نہیں کرایا گیا۔ "ملک غیر کی عدالت کے لیے یہ امر خلاف معاہدہ باہمی ہوگا کہ وہ ایک شخص پر اختیار رکھنے کی وجہ سے دوسرے ملک کی اراضی کو امانت کے قاعدہ کی تحت میں داخل کر دے جو اس ملک کے قانون کی رو سے ممنوع ہے۔" (بیان جسٹس فیصلے صفحہ ۸۷۶)۔

دفعہ ۱۲۶ انگلستان کے قانون تقسیم اور انگلستان کے متوطن موصی کے وصیت نامہ متعلقہ جائداد منقولہ میں لفظ "اولاد" میں — خواہ وہ لفظ "جائز" سے محدود کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو — وہ اولاد شریک ہے جو نکاح مابعد کی بنا پر جائز قرار پائی ہو؛ ان تمام حالات کو پیش نظر رکھ کر جو ایسے جواز کے لیے انگلستان میں ضروری سمجھے جاتے ہیں؛ جن کے لیے ملاحظہ ہوں صفحات ۱۰۲ و ۱۰۳۔

مقدمہ گڈمین بنام گڈمین (۱۸۶۲) ۳ گف۔ ۶۴۳۔ بج ، اسٹورٹ (ہبہ وصیتی) ؛ مقدمہ گڈمین (۱۸۸۱) ۱۷۔ چانسری۔ ڈویزن۔ ۲۶۶ ۔ بج اکاٹن۔ وجیمس: برخلاف تش، یہ منسوخ فیصلہ ہیل (۱۸۸۰) ۱۴۔ چانسری ڈویژن ۶۲۷۔ بج، کے (ہبہ وصیتی) ؛ اس کے خلاف جو فیصلہ ہے: بوائز بنام بیڈیل (۱۸۶۲) ۱۰ ایچ۔ و ایم۔ ۷۹۸۔ بج ، ووڈ (ہبہ وصیتی)؛ لیکن کاٹن اور جیمس نے گڈمین کے مقدمہ کا فیصلہ کرتے وقت اس سے اختلاف کیا ہے۔

155 انگلستان کی اراضی کے ہبہ وصیتی سے بھی یہی اصول متعلق ہوگا ! اصول یہ ہے کہ انگلستان کے رہنے والے کے وصیت نامہ میں لفظ "اولاد" کی تعبیر انگریزی قانون سے کیجانی چاہیئے جو اس جواز کو، جو ملک غیر کا مناسب قانون مقرر کرتا ہے تسلیم کرتا ہے؛ اور

یہ اس مخصوص قاعدہ سے علیحدہ ہے، جس کی رو سے انگلستان کی اراضی کے وارث غیر وصیتی، کا بحالت نکاح پیدا ہونا لازم قرار دیا گیا ہے، جس کے متعلق دیکھو دفعہ ۱۷۱ جو آگے آتی ہے۔

سیّ مقدمہ امانت گری بنام اسٹمبورڈ [۱۸۹۲] ۲- چانسری - ۸۸ -
نجّ، اسٹرلنگ میں قرار پایا۔



156

فصل ششم

دیوالیہ

ازدواج اور موت کے علاوہ جن صورتوں میں جائداد کے مخصوص تعلق کی بحث ایک شخص کی ذات سے کیجاتی ہے، وہ کارروائی دیوالیہ ہے۔ اس لفظ میں میں ان تمام صورتوں کو داخل کرتا ہوں جن میں ایک زندہ شخص یا ایک ایسی جماعت یا کمپٹی کی جائداد کے مقابلہ میں جس کا قانونی وجود ہو، دائنین کا اجتماع یا مقابلہ قائم ہو جائے، خواہ اس کا اصطلاحی نام دیوالیہ، مفلسی، ضبطی، تحویل مال بہ دائنان (Cessio-bonorum)، یا تصفیہ حساب وکتاب، ختم شراکت: اور کچھ قرار دیا جائے، اور خواہ وہ لوگ جو دائنوں کے لئے جائداد کا انتظام کرتے ہیں، امین، مفوض الیہ، محافظ، مستوفی یا مختار، یا کسی دوسرے اصطلاحی نام سے موسوم کئے جائیں، جہاں لفظ امنا استعمال ہو وہاں یہ سب لوگ شامل سمجھے جائیں گے۔ اور اس فصل میں، شخصی قانون بین الاقوام کے انھیں مسائل سے بحث کیجائے گی، جو اس طرح کے مقابلہ میں، مدیون کی جائداد کے جمع اور تقسیم کرنے میں پیش آتے ہیں۔ مدیون کی برائت کے مسئلہ پر (جس کا تعلق عموماً اگرچہ لازمی طور سے نہیں، قومی قانون میں ایسے ہی مقابلہ سے ہوتا ہے) اس وقت بحث کیجائے گی، جب ہم وجوبات کے زائل ہو جانے پر غور کریں گے۔

پہلے ہم کو ان دو آرا یا عملدرآمدوں پر غور کرنا چاہئے، جو اس معاملہ میں رائج ہیں، جو رائے کارروائی دیوالیہ کی وحدت (Unity of bankruptcy) کی مؤید ہے، وہ ہمیشہ متقنین کے نزدیک قابل پسند قرار پائی ہے۔ سنہ ۱۸۴۹ء میں سوگنی نے یہ رائے ظاہر کی کہ ''چونکہ کارروائی دیوالیہ میں چند دائنین کے دعاوی کا تصفیہ پیش نظر ہوتا ہے،

اس لیئے اس کا تصفیہ ایک ہی مقام یعنے مدیون کے مقام توطن میں ممکن ہے؛ اس طور سے کوئی مورد اری کی مخصوص عدالت اس موقعہ پر عام ذاتی عدالت سے مغلوب ہو جاتی ہے؛ اور چونکہ اس میں مالی معاملات کا تعلق ہوتا ہے اس لیئے یہاں عام ذاتی عدالت کے تعین میں جس کا اظہار ان معاملات میں ہوتا ہے جن کا تعلق ایک شخص کی ذات اور خاندان سے ہوتا ہے، توطن کو قومیت پر ترجیح دینے کی طرف میلان نہیں ہوتا جن ممالک میں قانون دیوالیہ صرف تجارت پیشہ لوگوں پر نافذ ہوتا ہے، وہاں توطن بھی عدالت دیوالیہ کے تعین میں کار آمد نہیں ثابت ہوتا بلکہ تجارت کے صدر دفتر کے مقام سے اس کا تعین کیا جاتا ہے۔ دوسری رائے جداگانہ کارروائی دیوالیہ کی موید ہے: یعنے یہ کہ جن جن حدود ارضی میں مدیون کی جائداد واقع ہو وہیں وہ جمع اور تقسیم کیجائے۔ وضع قوانین کے عمل سے اس رائے کو زیادہ تر مدد ملتی ہے جس میں تفرقہ قومی اور خود مختاری کے خیال کو بڑا دخل ہے؛ اور نیز ان داینوں کی ضروریات کا لحاظ کرنا پڑتا ہے جو وضعان قوانین سے حفاظت کی توقع رکھتے ہیں۔ 157

کارروائی دیوالیہ کا انتظام سوگنی نے مفصلہ ذیل فقرہ میں بیان کیا ہے؛ جو اس زمانہ کے مروجہ قانون پروشیا کے لحاظ سے تھا؛ اور جس کو وہ واجبی تصور کرتا تھا۔

"اس قانون کے لحاظ سے دیوالیہ کی کارروائی صرف مشترک مدیون کے مقام توطن میں ہو سکتی ہے؛ جج عدالت دیوالیہ پروشیا کی ان عدالتوں سے استمداد کرتا ہے، جن کے حدود ارضی میں جائداد کے اجزا واقع ہوتے ہیں۔ اگر جائداد کے اجزا بیرون ملک واقع ہیں تو وہ یہ دریافت کرتا ہے کہ آیا ان مقامات کے ساتھ باضابطہ معاہدات ہیں یا نہیں؛ اگر نہیں ہیں تو جج کو ملک غیر کے جج سے اس کارروائی دیوالیہ میں جو پروشیا میں ہو رہی ہے اسیطرح مدد کی درخواست کرنی چاہیئے جس طرح وہ خود پروشیا کے عدالتوں سے کر چکا ہے۔ اگر اس میں کامیابی نہیں ہوتی تو محافظ کو اس ملک (پروشیا) کے داینین کے حقوق کی حفاظت، ملک غیر کی مخصوص عدالت دیوالیہ میں کرنی پڑے گی۔ اس قانون کے بعد جس قدر معاہدات ہوئے ہیں وہ اسی اصول پر مبنی ہیں کہ دیوالیہ کی صرف ایک

ا (Syst 374—Guthrie 209)

کارروائی ہوا کرے گی؛ اور بطور قاعدہ عام، اسی مقام پر جہاں مدیون کا توطن ہے۔
مشترکہ مدیون کا اثاثہ جو دوسری سلطنتوں میں واقع ہو فروخت کر کے، اس کی قیمت، عدالت
دیوالیہ کے حوالے کر دیجائے؛ اور اسی میں تمام دائنین کو حاضر ہونا چاہیئے۔ دائنین کے تقدم
اور تاخر کی ترتیب، جائداد منقولہ کے دعاوی میں، عدالت کارروائی کنندہ کے قانون
کے مطابق، اور جائداد غیر منقولہ کے حقوق کے متعلق، بلحاظ اس مقام کے قانون کے،
جہاں وہ واقع ہے قرار پائے گی۔ صرف فرق اتنا ہے (۱۸۳۹ء کے بعد سے)،
کہ جدید معاہدات کی رو سے، اس جائداد غیر منقولہ کے حقوق کی نسبت، جو عدالت
دیوالیہ کے حدود و اختیارات سے باہر واقع ہوں، اس مقام پر بھی عذر کیا جا سکتا ہے جہاں
وہ واقع ہوں، قبل اس کے، کہ جائداد مذکور، عدالت دیوالیہ کے جج کی تحویل میں دیدیجائے۔
اگر یہ کارروائی ایسے دائنین کی طرف سے ہو جن کے پاس جائداد مکفول کر دیگئی تھی، تو وہ
وہیں فروخت کر دیجائیگی اور رقم دائنین کو دیدیجائیگی اگر اس کے بعد کوئی رقم پس انداز ہوگی،
تو صرف وہی، عدالت دیوالیہ کے سپرد ہو سکے گی[1]

اس میں کوئی شک نہیں، کہ ایک زمانہ میں یورپ کے مختلف ممالک کے ججوں میں،
کارروائی دیوالیہ میں، ایک دوسرے کی مدد کرنے کا طریقہ مروج تھا، جیسا کہ سوگنی کی تحریر
158 سے ظاہر ہوتا ہے۔ البتہ اکثر آرا ہمیشہ اس کے خلاف رہے ہیں، کہ ملک غیر کی کارروائی
دیوالیہ کا اثر جائداد غیر منقولہ پر پڑنے دیا جائے؛ جہاں تک کہ محض ذاتی دعاوی کے
استیفا کا، جائداد مذکور سے تعلق ہے جیسا کہ سوگنی کا خیال تھا؛ اور تنہا اسی کا یہ خیال نہ تھا۔
لیکن ان اثرات سے، جن کو ہم بیان کر چکے ہیں، یہ طریقہ مندرس ہو کر، اس کی جگہ دوسرا
طریقہ قائم ہو گیا، جس کی تشریح، ہم اب کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کیلئے، ہم کو، پروشیا کے
قانون ۱۸۵۵ء سے بحث کی ضرورت باقی نہیں رہی، جس میں کسی معاہدہ باہمی کے نہ موجود
ہونے کی وجہ سے، متروکہ موجودہ پروشیا میں، پروشیا کے دائنین کو ترجیح دیجاتی تھی؛ اگرچہ
اس میں یہ ہدایت بھی تھی، کہ متروکہ کی بچت، اس ملک کے دعاوی کے ادا کرنے کے بعد،
ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ میں نہیں، بلکہ موصی کے اسناد کارروائی دیوالیہ کے حوالہ کر دیجائیگی۔

---

[1] (Savigny 874- guthric 218)

اب ہم سلطنت جرمنی کے قانون دیوالیہ مورخہ ۱۰ فروری ۱۸۷۷ء سے بحث کرنا چاہتے ہیں جو ۱۸۷۹ء میں نافذ ہوا، اور جس میں مفصلۂ ذیل فقرات موجود ہیں۔

فقرہ ۴ ملک غیر کے دائنوں کی وہی حیثیت ہے جو اپنے ملک کے دائنوں کی ہوتی ہے۔ سلطنت کے چانسلر کے حکم سے جو معاون ریاستوں کی مجلس کی رائے کے اتفاق کے ساتھ صادر ہوگا، یہ طے کیا جا سکے گا کہ آیا سلطنت غیر کے اشخاص اور ایسے منتقل الیہم کے ساتھ جوابی عمل کیا جائے یا نہیں، یعنے وہ عمل جو ان سلطنتوں میں اس ملک کے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

فقرہ ۵ - دیوالیہ ہونے کے ساتھ ہی (یعنی مالی کارروائی کے بھی ہوسکتا ہے؛ اس کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جس کو انگلستان میں عمل دیوالیہ کہتے ہیں۔ جے۔ ڈبلیو) مشترکہ مدیون کا اختیار متعلقہ انتظام و انتقال جائداد متعلقہ دیوالیہ سلب ہوجاتا ہے۔ اس جائداد کے انتظام اور انتقال کا حق مہتمم دیوالیہ عمل میں لاتا ہے۔

فقرہ ۴۹ - جو اثاثہ بلحاظ عائد ہونے تعمیل کے جائداد غیر منقولہ میں شمار ہوتا ہے، وہ جداگانہ استیفاء (ادا) میں صرف کیا جائے گا جبکہ ایک ایسا حقیقی یا مخصوص حق موجود ہو جس کا اول ادا کیا جانا اس سے لازم ہو۔ سلطنت اور اس کی معاون ریاستیں یہ امور طے کریں گی کہ جائداد غیر منقولہ میں کون کون سی چیزیں شریک ہیں، اور کس قسم کے دعاوی اس سے ادا ہونے چاہئیں، اور کس ترتیب سے؟

فقرہ ۲۰۷ - جب کسی ایسے مدیون کے اثاثہ واقعہ ملک غیر پر دیوالیہ کا اثر ہو جو اس ملک میں بھی اثاثہ رکھتا ہے تو آخرالذکر اثاثہ کے متعلق اہتمام کی کارروائی ہوسکتی ہے۔

اس قاعدہ میں سلطنت کے چانسلر کے حکم سے جو معاون ریاست کی مجلس کی رائے کے اتفاق کے ساتھ صادر ہو استثنا قائم ہوسکتا ہے۔

فقرہ ۲۰۸ - سمن دیوالیہ ایسے مدیون کے اثاثہ موجودہ سلطنت پر بھی جاری کرایا جاسکتا ہے جس کی سلطنت میں کوئی عام ذاتی عدالت نہ ہو [یعنے جو بربنائے قومیت یا موطن کے جرمن کے حدود اختیارات میں نہ ہو۔ جے۔ ڈبلیو] بشرطیکہ سلطنت میں اس کا کوئی کارخانہ صنعت و تجارت کا یا دوسرا ذریعہ کسب معاش موجود ہو،

یا جس سے بلاواسطہ کاروبار ہوتا ہو۔

یہی صورت اس دیوالیہ کی ہے جس کی سلطنت میں کوئی ذاتی علامت نہیں ہے؛ مگر وہ سلطنت میں بحیثیت مالک یا متصرف یا کرایہ دار کے کسی جائداد شتر یا مکانات بود و باش یا کاروبار کا انتظام کرتا ہو۔

سمن صرف ایسے ضلع کی عدالت سے حاصل کیا جا سکتا ہے جس کے حدود اختیاری میں وہ کارخانہ یا جائداد واقع ہوگی۔

جب ملک غیر میں دیوالیہ کی کارروائی شروع ہو جائے تو سلطنت میں کارروائی شروع کرنے کے لئے دیوالیہ ہونے کا ثبوت لینے کی ضرورت نہیں۔

159 اس طور سے جو ترجیح ملک کے دائنوں کو [illegible] کے قانون پر [illegible] دیجاتی تھی وہ زائل ہو گئی بجز اس صورت کے کہ اس کا عمل جوابی طور سے کیا جائے گا لیکن ایک مخصوص جرمنی کارروائی دیوالیہ بر بنائے قیام کاروبار بحالت عدم موجودگی عام ذاتی عدالت کے اختیار کی جا سکتی ہے۔ اور اگر چانسلر اور ریاستہائے متحدہ کی مجلس نے ان اختیارات سے کام نہ لیا ہو جو ان کو حاصل ہیں اور جن کے ذریعہ سے وہ معاہدات کی تعمیل کرا سکتے ہیں تو ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ اس امر کی مانع نہیں ہے کہ مخصوص دائن اہتمام کی اجازت جرمنی میں حاصل کریں۔ اس طور سے کارروائی دیوالیہ کی وحدت تسلیم نہیں کی گئی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کارروائی دیوالیہ میں اس کی اجازت نہیں دیجاتی کہ جائداد خود ملک کے قانون سے آزاد رہے۔

فرانس کی عدالتوں کے عملدرآمد کا اگر اصولی رائے سے مقابلہ کیا جائے اگرچہ وہ رائے خود بھی مختلف ہے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ بھی وحدت کارروائی دیوالیہ کے خلاف ہے۔ ہر چند ان معاہدات کا جو سوئٹزرلینڈ سے ۱۸۶۹ء اور بلجیم سے ۱۸۹۹ء میں ہوئے وہی بنیادی اصول ہے لیکن عدالتوں کا جو عملدرآمد ہے وہ بڑی حد تک ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ پر موثر ہے۔ اس رائے کی وجہ سے جو فیصلہ جات عدالتی کی نسبت یورپ کے دیگر ممالک میں عام طور سے شائع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے دیوالیہ کی جائداد امینوں یا مختاروں کی طرف منتقل نہیں ہوتی بلکہ وہ دائنوں کے حق میں صرف ایک فیصلہ ہوتا ہے، جس کا اثر ملک غیر میں بطور امر منفصلہ (chose jugee) یا جب

اس کی تعمیل مطلوب ہوتی ہو تو بطور امر تعمیل طلب کے — جیسا کہ محاورہ ہے — یا بطور اجازت نفاذ (Exequatur) کے،[1] اسی طرح ہوتا ہے جیسا کہ عدالت ملک غیر کے، دوسرے فیصلہ جات کا ہوتا ہے۔ ان شرائط کی پابندی کی بنا پر، جو امین یا مختار، اس کے ذریعہ سے مقرر ہوتا ہے؛ اس کی وہی حیثیت ہوتی ہے، جو خود اس ملک کے مقرر کردہ امین یا مختار کی ہوتی ہے۔ اور اس جرمنی مہتمم کی طرح جو ۱۰ر فروری ۱۸۷۷ء کے قانون کے دفعہ ۵ کی تحت میں مقرر کیا جاتا تھا، اس کو وہیں کے مختار کی حیثیت سے، دیوالیہ کی جائداد کے اہتمام کا حق ہوگا، بغیر اس کے، کہ وہ دیوالیہ کی ملکیت کو اس جائداد سے زائل کر سکے اور وہیں کی طرف سے وہ تمام دعاوی، دائر کر سکے گا جو خود دیوالیہ، دائر کر سکتا تھا (عدالت دیوانی فرانس ۱۲ر جنوری ۱۸۷۵ء)۔ اس حیثیت سے، ملک غیر کا امین — اگر کوئی خود اس ملک کی علحدہ کارروائی دیوالیہ، مزاحم نہیں ہے، تو — دیوالیہ کی جائداد کے کسی جز پر قبضہ پا سکتا ہے؛ باوجود اس کے، کہ ملک غیر کا کوئی دائن، اس کی ضبطی کی کوشش کرے — لیکن اس وجہ سے کہ نپولین کے کوڈ کی دفعہ ۱۴ کی رو سے، ایک فرانسیسی دائن کو یہ حق قطعی طور سے حاصل ہے، کہ وہ ملک غیر کے مدیون پر، فرانس میں دعوی دائر کرے؛ اس لئے، جو ضبطی وہ کرائے گا، وہ جائز قرار پائے گی نیز یہ امر بھی، قابل لحاظ ہے، کہ خود فرانس کے قانون کا، یہ مقصد ہے، کہ دیوالیہ کی جائداد مساوی طور سے تقسیم ہو؛ اس لئے، اس کا اثر اس سے زیادہ نہیں ہونے دیا جائے گا، کہ جو حصہ فرانسیسی دائن کو ملک غیر کی کارروائی میں ملا ہے، اس کی حفاظت ہو جائے (عدالت مرافعہ پیرس، ۱۳ر اگست ۱۸۷۵ء)۔ فیصلہ عدالتی کے تعمیلی قرار دئیے جانے کے قبل بھی، 160
ملک غیر کا امین، اگر ابتداءً اس کی اس حیثیت کے متعلق کوئی اعتراض نہ ہو، اس امر کے متعلق عذر پیش کر سکتا ہے جس سے، بالآخر اس کے حقوق میں خلل اندازی کا اندیشہ ہو۔ (عدالت مرافعہ پیرس، ۷ر مارچ ۱۸۷۶ء) اور اس طور سے، وہ ضبطی کو برخاست کرا سکتا ہے؛ اگرچہ وہ، بغیر اجازت کے، کوئی حکم، ادائی رقم یا تحویل کا اپنے حق میں نہیں حاصل کر سکتا

---

[1] Exequatur اصل میں اس اجازت کو کہتے ہیں، جو ایک حکومت دوسرے ملک کے سفیر کو، اس کی خدمت کا جائزہ لیکر، کام شروع کرنے کیلئے دیتی ہے۔ مترجم۔

عدالت مرافعہ میلان، ۵، ۱۸؍ دسمبر ۱۸۷۶ء)

اس معاملہ میں، یورپ کے دوسرے ممالک کا، جو قانونی اصول ہے، اس کی انگریزی عدالتیں تتبع نہیں کرتیں، وجہ یہ ہے کہ ہمارے جج، ملک غیر کے ججوں کے ساتھ ملکر، اسطرح کارروائی نہیں کرتے جیساکہ سوگنی نے، فقرۂ متذکرہ بالا میں، ظاہر کیا ہے، اور نہ ہمارے یہاں، ملک غیر کے فیصلہ جات کو، تعمیلی قرار دینے کا کوئی ضابطہ ہے۔ آئندہ فصل میں، اس کی تشریح کیجائے گی، کہ مالک غیر کا فیصلہ، انگلستان میں کبھی تعمیل کیلئے نہیں لیا جاتا، بلکہ اس کو، بنائے دعوی قرار دیکر نالش کیجاتی ہے؛ اس لئے، ہمارے لئے، یہ امر ممکن نہیں، کہ ہم یورپ کے دوسرے ممالک کے فیصلہ جات دیوالیہ کی وہی حیثیت تسلیم کریں، جو ان ممالک میں تسلیم کیجاتی ہے۔ یعنے ان فیصلہ جات کو صرف، موثر بہ اہتمام جائداد، اور مزیل حق ملکیت دیوالیہ قرار دیں۔ مزید برآں، ہمارے ملک کی کارروائی دیوالیہ میں، تقرر محافظ کی بنیاد، قانون روما پر نہیں ہے؛ نہ صرف اس کا تغیر و تبدل، بلکہ خود اس کا وجود، بربنائے قانون قائم ہوا ہے، اور اسکی رو سے، دیوالیہ کی جائداد، امین کو، بطور قانونی انتقال کے پہنچتی ہے؛ اس لحاظ سے، اگر یورپ کے دوسرے ممالک کے فیصلہ جات، قابل تعمیل قرار بھی دیئے جائیں، تو وہ خود، ہمارے ملک کے فیصلہ جات سے مطابقت نہیں رکھ سکتے۔ مگر اس کی وجہ سے ہماری حقیقی وسعت نظری میں کوئی فرق نہیں آتا۔ انگلستان میں، ملک غیر کی عدالتوں کے فیصلے، جائداد منقولہ کے متعلق، نافذ کئے جاتے ہیں، بہ اس مفروضہ اصول پر، کہ وہ اپنے ملک میں، انتقالات کی حیثیت رکھتے ہیں، بشمول، اس مقولہ قانونی کے، کہ "مال منقولہ، مالک کی ذات کے ساتھ جاتا ہے"۔ یہ انتقال، ہمارے ملک میں ان انتقالات میں شمار کیا جاتا ہے، جو عموماً انتقال عام (Universal assignment) کے نام سے موسوم ہیں، اور اس مضمون پر، جو فاضلانہ مباحث ہوئے ہیں، وہ زیادہ تر انھیں دیوالیہ کے مقدمات میں، پائے جاتے ہیں۔ اسکاٹ لینڈ کے دیوالیہ کی، ایک کارروائی میں لارڈ میلڈ و بینک نے، وہ قانونی مقولہ بیان کیا، جس کا حوالہ اکثر دیا جایا کرتا ہے، "ازدواج میں، قانونی انتقال بلالحاظ ملک کے، تمام عالم میں نافذ ہوتا ہے"[1]۔

---

[1] مقدمہ رائل بینک اوف اسکاٹ لینڈ بنام کتھبرٹ (۱۸۱۲) ۱۰ روز - ۱۸۴ و ۱۷۹ - الف - سی - ۹ و ۲۰۷ - بوکینن ۲۳۶ ج

اس موقعہ پر سرسری طور سے یہ امر قابل بیان ہے کہ انتقال کا تصور انگلستان میں حساب وکتاب کر کے کمپنی کی شراکت کو فسخ کر دینے سے اسی طرح متعلق ہے جس طرح اس کا تعلق اصطلاحی کارروائی دیوالیہ سے سمجھا جاتا ہے بکیونکہ کمپنی کی جائداد کی ایک امانتی حیثیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا اہتمام عہدہ دار بیباق کنندہ (Liquidator) 161 دائنوں کی طرف سے کرتا ہے: اور اس طور سے جائداد کا حق استفادہ حقیقی طور سے منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی دلیل سے یہ بحث بھی کیجا سکتی ہے کہ ملک غیر کے فیصلہ دیوالیہ کو ایک انتقال قرار دینا فرضی اصول پر مبنی نہیں ہے بلکہ دونوں مختلف ہیں: اور ان سے جو شکلیں امانت اور حق استفادہ کی پیدا ہوتی ہیں، ان میں یورپ کے دوسرے ممالک میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ یورپ کے دوسرے ممالک کی کارروائی دیوالیہ کے مختار کے مخصوص فرائض ہوتے ہیں اور اس کو اختیار بھی ہوتا ہے، جس کے ذریعہ سے وہ ان فرائض کو بجالاتا ہے مگر وہ یہ نہیں مانتے کہ اس کے ساتھ ان اشیاء کی ملکیت میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے جن کے متعلق اس کو اپنے فرائض منصبی ادا کرنے ہیں۔

انگلستان کے مقننین نے جس طور سے اس مضمون پر نظر ڈالی ہے اس سے ایک اہم نتیجہ کا پیدا ہونا لازم تھا۔ جب ایک ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ، ملکی جج کی امداد دوستانہ کی بنا پر نافذ اور جائز قرار پائے تو اس امداد کا اثر جائداد منقولہ اور غیر منقولہ دونوں پر یکساں ہونا چاہیئے تھا۔ ایسا نہ ہونے کی وجہ صرف یہی احتیاط تھی، جو شخصی قانون بین الاقوام کے متعلق قدیم رائے کے مطابق، قوانین متعلقہ جائداد غیر منقولہ (Real statute) کی نسبت برتی جاتی تھی۔ مزید برین جب ملک غیر کے فیصلہ میں، اجازت نفاذ (Exequatur) شامل ہے تو فطری طور سے اس کا اثر بہ تحفظ ان حقوق متعلقہ جائداد غیر منقولہ کے جو انہیں نے فیصلہ جات مذکور کے ذریعہ سے حاصل کئے ہیں، جائداد غیر منقولہ پر اسیطرح پڑنا چاہیئے جیسا کہ جائداد منقولہ پر پڑتا ہے لیکن جب ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ کا جواز اس بنا پر قرار دیا جاتا ہے کہ وہ انتقال مجموعی ہے، اور خود انتقال مجموعی کے جواز کا انحصار اس مقولہ قانونی پر ہے کہ "مال منقولہ مالک کی ذات کے ساتھ جاتا ہے" تو کارروائی دیوالیہ سے جائداد غیر منقولہ کے استثناء کو قوانین متعلقہ جائداد

غیر منقولہ کی احتیاط، اور سختی پر محمول کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس کے ذریعہ سے ایسا عمل ہو ہی نہیں سکتا؛ اس لئے انگلستان کے مقننین نے کبھی اس مسئلہ سے بحث ہی نہیں کی ہے کہ آیا ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ کا اثر جائداد غیر منقولہ پر بھی پڑ سکتا ہے؟

جن کمپنیوں کی قانونی شخصیت ہو ان کیلئے وہ حدود اراضی جس کے قانون کی رو سے ان کی قانونی شخصیت پیدا ہوئی، یا وہ مقام جہاں ان کے کاروبار کا صدر مقام ہو (جو بظاہر ان کا توطن ہی ہوگا) عام مقام عدالت قرار پائے گا۔ اور وہی ان کے مقابلہ میں صدور فیصلہ کا مجاز ہوگا؛ اور جبتک یہ فیصلہ تنہا رہے گا ان لوگوں کے لئے جو کارروائی دیوالیہ کی وحدت کے قائل ہیں کافی متصور ہوگا۔ اگر ان دونوں مقامات کی عدالتوں میں اختلاف ہوتا ہے تو یورپ کے دوسرے ممالک میں اس مقام کی عدالت کو جہاں کاروبار کا صدر مقام ہوتا ہے ترجیح دیجاتی ہے۔ یہی عمل ایک تنہا تاجر کی دیوالیہ کارروائی میں کیا جاتا ہے۔ اگر ایک کمپنی دیوالیہ ہو جانے کی بنا پر کمپنی کو توڑ دینا مناسب خیال کرے، تو صرف وہی قانون جس کی اجازت سے وہ قائم ہوئی تھی، اس اجازت کو واپس لینے کا مجاز ہوگا۔ فرانس میں ایسی کمپنیاں جن کی قانونی شخصیت ملک غیر کی عطا کردہ ہوتی ہے، برابر دیوالیہ قرار دیجاتی رہتی ہیں، اگرچہ منفرد تجار کی طرح ان کے کاروبار کا صدر مقام اس ملک میں نہیں ہوتا۔ نظائر یہ ہیں: مقدمہ کریڈٹ فانسیر سوئز جس کا صدر مقام پیرس میں تھا (عدالت تجارت علاقہ سین، ۵ مارچ ۱۸۸۱ء)، ایک بلجیم کی کمپنی جس نے فرانس میں ٹوہا لینے کا کارخانہ قائم کیا تھا (عدالت مرافعہ نینسی۔ ۸ مئی ۱۸۸۵ء) حالانکہ اس کے ساتھ ہی عدالت نے بلجیم کے ایک فیصلہ دیوالیہ کے متعلق اسی کمپنی کے مقابلہ میں اجازت نفاذ دینے سے انکار کر دیا۔ ایک اسپین کی کمپنی جو اسپین میں ریل تیار کرنے کیلئے قائم ہوئی تھی، جس کا ایک دفتر اور ایک کمیٹی فرانس میں بھی تھی اور وہیں قرض لینے کی کارروائی ہوئی تھی (عدالت مرافعہ پیرس، ۱۲ جولائی ۱۸۸۴ء) اور مقدمہ ہوفمین جو لندن کا سوداگر تھا، اس کے کاروبار کی شاخیں ہیمبرگ، میلان، اور پیرس میں تھیں؛ وہ انگلستان میں دیوالیہ قرار دیا جا چکا تھا، مگر باوجود انگلستان کے آئین کے اختلاف 162

اور اس درخواست سے، کہ اس کو انگلستان کے فیصلہ دیوالیہ کے نفاذ کی اجازت دیجائے: عدالت فرانس نے اس کو دیوالیہ قرار دیا (عدالت مرافعہ پیرس، ۷ مارچ ۱۸۸۲ء) مگر اسی مدیون کے متعلق، میلان کی عدالت مرافعہ نے ۱۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو، یہ رائے ظاہر کی، کہ اس کو ملک توطن کی کارروائی دیوالیہ کے، عام تسلیم کرنے میں، کوئی تامل نہیں؛ اور انگلستان کے امین کی درخواست پر، ایک دائن کو، اس تعمیل سے مستفیض نہونے دیا: جو اس نے، اٹلی میں کرائی تھی۔ دیکھو صفحہ ۱۶۰۔ ان میں، سب سے زیادہ دلچسپ، کریڈٹ فانسیر سوئیز کا مقدمہ ہے؛ جس کا فرانسیسی فیصلہ، زیادہ تر فرانس اور سوئٹزرلینڈ کے معاہدہ ۱۸۶۹ء پر مبنی تھا؛ جس میں یہ قرار پایا تھا: کہ ایسی فرانسیسی رعایا کو جس کا تجارتی کارخانہ، سوئٹزرلینڈ میں ہو، اس علاقہ کی عدالت، جہاں، سوئٹزرلینڈ میں وہ رہتا ہے، اس کو دیوالیہ قرار دے سکتی ہے؛ اور اسیطرح اسکے خلاف۔ یہ کمپنی جنیوا میں، جہاں اس کا توطن تھا، عدالت پیرس سے دو دن پہلے، دیوالیہ قرار دیجا چکی تھی؛ اور اس کو ضلع جنیوا کی عدالت مرافعہ نے، بحال رکھا: مگر ۲۱ جنوری ۱۸۷۵ء کو، سوئٹزرلینڈ کی وفاقی کونسل نے، اس بنا پر اس کو منسوخ کر دیا؛ کہ معاہدہ کا مقصد یہ تھا، کہ دیوالیہ کی ایک ہی کارروائی عمل میں آئے۔ اور اگرچہ اسکی رو سے، دونوں دیوالیہ کی کارروائیاں درست تھیں؛ مگر اسی کو بحال رکھنا چاہیے: جو اس ملک میں ہوئی ہو، جہاں اس کے کاروبار کا صدر مقام تھا۔ کونسل مذکور نے، یہ بھی اضافہ کیا، کہ "اس کارروائی دیوالیہ میں، جنیوا کی عدالتوں کی تمام کارروائیاں، جو ان معاہدات پر مبنی ہونگی، جو کمپنی مذکور نے، بمقام جنیوا کئے، تسلیم کیجائیں گی"۔ مسٹر چارلس بروچر، صدر نشین عدالت دیوانی جنیوا نے، کونسل وفاقی کے فیصلہ کو، مبنی بر نصفت، اور موجب آسانی؛ مگر غیر قانونی، قرار دیا (کلونٹ جرنل ڈو ڈرائٹ انٹرنیشنل پرایوی، ٹی ۲ صفحہ ۴۶۲)۔ 163

بناءً علیہ، یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہیے، کہ جن فیاضانہ اصول کا، فرانس میں ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ کی نسبت، برتا جانا بیان کیا گیا ہے، وہ اسیوقت برتے جاتے ہیں، جبتک کہ خود فرانس میں، کوئی ایسی کارروائی دیوالیہ نہو رہی ہو؛ اور نیز، یہ کہ مدیون یا کمپنی کی قومیت یا توطن، اس امر کا مانع نہو، کہ خود فرانس میں وقت واحد میں، ایسی کارروائی دیوالیہ دائر کیجا سکے کارروائی دیوالیہ کے، دو جگہ ساتھ ساتھ چلنے سے، مختلف قسم کی مشکلیں ہو سکتی ہیں، جن کے متعلق، قدیم مصنفین نے بہت کچھ بحث کی ہے۔ بعض مقامی قوانین میں، ایسی کارروائی دیوالیہ کی اجازت ہے، جو توطن پر مبنی

نہ ہو اور ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں رہی ہے، جو اصول ہذا کی اس بنا پر تائید کرتے رہے ہیں کہ ملک غیر کے تاجروں کو جو قرض دیا جاتا ہے، وہ بہ نسبت ان کی ذات کے، زیادہ تر ان کی جائداد کے لحاظ سے دیا جاتا ہے اور نیز یہ کہ اختیارات حدود ارضی کے قواعد کی پابندی سختی کے ساتھ تجارت کے معاملات میں نہ ہونی چاہیے۔ دلیل سابق الذکر کی بنا پر بعض لوگوں نے یہ رائے قائم کی کہ مقامی اثاثہ میں ان دائنوں کو ترجیح دیجانی چاہیے جن سے اسی مقام میں قرض لیا گیا ہے۔ اس بحث کے لئے ہنری راڈنبرگ کی کتاب (De jure quod oritur e statutorum deversitate) حصہ اول فصل ۵۔ دفعہ ۱۶ کو ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ مصنف بہ اتفاق رائے بر گشتہ اس صورت حالت میں بھی جبکہ مدیون کے ایک ہی حیثیت کے کارخانہ جات تجارت مختلف مقامات میں ہوں، بشرطیکہ اس کا توطن بھی ہر ایسے مقام کا نہ ہو؛ وحدت کارروائی دیوالیہ کے حق میں فیصلہ کرتا ہے (توطن کے مساوی ہونے کی حالت کے لئے دیکھو صفحہ ۱۲۷ کتاب ہذا)۔ دوسری صورت میں دائنوں کی ترتیب تقدم و تاخر کا فیصلہ قانون توطن سے کیا جانا چاہیے، اور کسی دوسری جگہ اہتمام کی اجازت نہ ملنی چاہیے۔ لیکن یہ قدیم رائیں، ان بیشمار فیصلوں اور اصولی تالیفات سے جو ان کے مقابلے میں شایع ہو چکی ہیں، بالکل دب گئی ہیں، اور وہ ضوابط کے ایسے پہلوؤں سے متعلق ہیں جن کو انگلستان کے ضوابط سے کوئی مشابہت نہیں اور اس لئے اس ذخیرہ کو بطور اختصار کے بھی پیش کرنے سے کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔

دفعہ ۱۲۷۔ انگلستان کے قانون دیوالیہ کا عمل، مدیون پر، خود اس کی درخواست، یا کسی دائن کی درخواست سے ہو سکتا ہے۔ کارروائی حکم تقرر رسیور سے شروع ہوتی ہے، اور بعدہٗ حسب حالات مندرجہ دفعہ ۱۵ فصل ۵۔ قانون ۵ و ۴ جارج۔ ایکٹ ۱۹۱۴ء دیوالیہ، مدیون کے دیوالیہ قرار دیئے جانے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ دائنوں کی طرف سے ایسی کارروائی شروع ہونے کی حالت میں، علاوہ ان شرائط کے

سلہ ۱۹۱۴ء کے قانون نے ۱۸۸۳ء کے قانون کو منسوخ کر دیا ہے، جس کا حوالہ پہلے ایڈیشنوں میں دیا گیا ہے۔

جس کا تعلق قانون بین الاقوام سے نہیں ہے، اور جن کی بنا پر یہ کارروائی تجارت پیشہ لوگوں تک محدود نہیں رہتی۔ مدیون میں متعلقہ ذیل شرائط میں سے ایک[1] نہ ایک شرط کا پایا جانا لازم ہے:۔

(۱) وہ[2] انگلستان کا متوطن ہو۔ جس سے یہ مراد ہے کہ اس کا توطن کامل ہونا چاہیے جیسا کہ ذاتی اہلیت یا وصیتی مقدمات میں مطلوب ہے یا (۲) وہ معمولی طور سے انگلستان میں رہتا ہو یا وہاں اس کی سکونت کا مکان یا مقام کاروبار ہو۔ یا 164
(۳) درخواست پیش ہونے سے ایک سال قبل سے معمولی طور سے انگلستان میں رہتا ہو یا وہاں سکونت کا مکان یا مقام کاروبار رکھتا ہو یا (۴) (بہ استثناء اس شخص کے جس کا توطن اسکاٹ لینڈ یا آئرلینڈ کا ہو یا اس جماعت یا شراکت کے جس کے کاروبار کا صدر مقام اسکاٹ لینڈ یا آئرلینڈ میں ہو) اس نے انگلستان میں بذات خود یا بذریعہ مختار یا منیجر کے کاروبار کیا ہو۔ یا (۵) (بہ استثناء متذکرہ بالا) وہ ایسی جماعت یا شراکت کا ایک رکن ہو یا عرصہ متذکرہ بالا میں ایک رکن رہا ہو جس نے بذریعہ کسی شریک یا شرکا یا مختار یا منیجر کے انگلستان میں کاروبار کیا ہے یا (۶) وہ ایسا مدیون ڈگری ہو جو دفعہ ۴ ایکٹ مدیون ۱۸۶۹ء زیر حوالات رکھا جا سکے۔ اس صورت میں بجائے زیر حوالات رکھے جانے کے بہ اتفاق ڈگریدار حکم تقرر ریسیور جاری ہو سکتا ہے اور اس کے بعد فیصلہ صادر کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں اگر کارروائی دیوالیہ کا آغاز دائن کی درخواست پر ہوا ہے تو لازم ہے کہ وہ درخواست مذکورہ کسی ایسے دیوالیہ فعل پر مبنی ہو جس کا ارتکاب مدیون نے درخواست کے پیش ہونے سے تین مہینے کے اندر کیا ہو۔ ۱۸۸۳ء کے ایکٹ دیوالیہ میں یہ قرار پایا تھا کہ دیوالیہ فعل کی مرتکبہ (فرم) جماعت شرکا بحیثیت

---

[1] ایکٹ دیوالیہ ۱۹۱۴ء زیر دفعہ (۱) ضمن (۵)۔

[2] انگلستان کے لیے مدیون کے متعلق جو شرائط از (۱) تا (۵) رکھے گئے ہیں وہ ایکٹ دیوالیہ کے دفعہ (۱) میں موجود ہیں۔ (۲) شرط (۳) سے ماخوذ یا اس میں شامل ہے۔ (۶) شرط بھی ایکٹ مذکور کی دفعہ (۱۰۷) کے متعلق ہے۔ شرط (۴) کے لئے ضروری نہیں ہے کہ کوئی اور شرط بھی اس کے ساتھ پائی جائے۔ مقدمہ کلارک بنام کلارک (۱۸۹۵ء) اے کیو بی ۲۰۰ اسٹیل۔ ہنج آتھ۔ ربی۔ یہانس، جس کا اتباع مقدمہ بایس بنام ہیرس کالید (۱۹۰۹ء) ۲ کے بی ۲۳۰ صفحہ میں کیا گیا۔

جماعت کے نہیں ہو سکتی؛ بلکہ وہ ایسے شخص کا فعل یا ترک فعل ہوگا جو دیوالیہ قرار دیا جانے والا ہے۔ نظیرو۔

بلین بنام ساورس (۱۸۷۹) ۱۲۔ چانسری ڈویژن۔ ۵۲۲۔ جج جیمس۔ بریٹ و کاٹن جو مقدمہ کوک بنام اے چارلس اے وگلر وکمپنی [۱۹۰۱] اے۔ سی۔ ۱۱۳۰ میں پسند کیا گیا۔ جدید ایکٹ کی دفعہ ۴۔ (۱) ھ کے احکام نے ان اصول کو تبدیل کردیا جو ان فیصلہ جات میں قائم کیے گئے تھے؛ اور جو مقدمہ کوک بنام چارلس اے۔ اے وگلر کمپنی [۱۹۰۱] اے۔ سی۔ ۱۰۲ میں ان الفاظ میں ظاہر کیے گئے تھے "ایک ملک غیر کا باشندہ جو اس ملک میں نہیں آیا؛ اور اس ملک کی عدالت دیوالیہ کی حدود ارضی کے اندر بذات خود کسی دیوالیہ فعل کا مرتکب نہیں ہوا، دیوالیہ نہیں قرار دیا جاسکتا؛ محض اس بنا پر کہ وہ، اس ملک میں بذریعہ اپنے کارندہ کے تجارت کرتا تھا؛ اور اپنے ملک میں ایسے دیوالیہ فعل کا مرتکب ہوا؛ جس کا ارتکاب اگر وہ اس ملک میں کرتا تو فعل مذکور ضرور دیوالیہ قرار دیا جاتا۔"

مقدمہ پیرسن ومقدمہ بحیطرفہ پیرسن [۱۸۹۲] ۲ کیو۔ بی۔ ۲۶۳۔ جج ایشر وبریٹ، فرائی و لوپس میں قرار پایا کہ عدالت ایک ملک غیر کے باشندے پر جو اس کے حدود ارضی سے باہر ہو، اطلاعنامہ دیوالیہ جاری کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی گو ملک غیر کے باشندے کا مفہوم بلحاظ توطن کے لینا چاہیے، نہ کہ بلحاظ قومیت کے۔ انگلستان میں ایسے لوگوں پر اطلاعنامہ دیوالیہ کی تعمیل ہوسکتی ہے جو اسکے اجرا کے وقت انگلستان سے باہر تھا؛ اس شرط کے ساتھ کہ اسکے متعلق، اس بحث کا موقعہ رہے گا کہ اطلاعنامہ مذکور کی کیا حیثیت ہے۔ مقدمہ بلاک کی بحیطرفہ بلیک پول، کوپسنی لمیٹڈ (۱۸۹۶) ۲ کیو۔ بی۔ ۴۷۹۔ جج اے ایشر۔ لوپس۔ رگبی پر اطلاعنامہ یا درخواست دیوالیہ کی نوٹس کی تعمیل کیسلئے حکم صادر ہوسکتا ہے، اگر عدالت کو اس امر کا اطمینان ہو جائے کہ وہ اس تعمیل سے بچنے کے لئے عدالت کے حدود ارضی سے باہر چلا گیا تھا۔ مقدمہ اکہارٹ بحیطرفہ ارکہارٹ (۱۸۹۰) ۲۴ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۷۲۳۔ جج ایشر۔ فرائی۔ لوپس کہ اگر مدیون کے انگلستان کے توطن پر بھروسہ کیا گیا ہے؛ اور اسکی نسبت بحث ہے تو اس کا بار ثبوت کو ان

165

درخواست گزار پر ہوگا۔ مقدمہ بحیطر فہ کینگھام بمقدمہ مپیچل (۱۸۸۴) ۱۳ کیو۔ بی ڈی ۴۱۸۔ ۲ ج، بیگلے۔ کاٹن۔ لنڈلے وبمقدمہ بارنی (۱۸۸۶) ۱۶ کیو۔ بی ڈی ۵۲۲۔ ج، ایشر۔ لنڈلے۔ ولوپس ج ج

مکان بود و باش، جو چھوڑ دیا گیا ہو وہ ایکٹ کے حکم میں نہیں آتا؛ اگرچہ اب تک مدیون کی ملک میں ہو۔ مقدمہ نارٹون فلط (۱۸۹۵) ۱ کیو۔ بی ۔ ۱۵۱ ج، ایشر۔ لوپس۔ رگبی ج ج

دائن کی یہ درخواست کہ ایسے متوفی دیوالیہ کی جائداد کا اہتمام حسب قاعدہ دیوالیہ کیا جائے، جو انگلستان میں نہ رہتا تھا؛ ہائی کورٹ میں پیش ہونی چاہیئے۔ مقدمہ ایوانس وبحیطر فہ ایوانس (۱۸۹۱) ۱ کیو۔ بی ۱۴۳ ج، ایشر۔ لوپس۔ لنڈلے ج ج

اس سے ظاہر ہے، کہ انگلستان کا نظام قانون، دیوالیہ کی وحدت کارروائی (یعنے اس امر کو کہ دیوالیہ کی کارروائی صرف ایک ہی ملک میں ہونی چاہیئے۔ مترجم) کی تائید نہیں کرتا۔ اور ایسے مقدمات میں، جو کامل توطن یا صدر مقام کاروبار کے علاوہ دوسرے امور پر مبنی ہوں، دیوالیہ کی منظوری دینے میں، اس امر کا امکان باقی رہتا ہے، کہ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ، ملک غیر کی ایسی کارروائیوں کے ساتھ ساتھ چلتی رہے، جو انھوں نے اپنے اصول پر چلائی ہوں۔

جب مدیون نے انگلستان کی ایک جماعت کی شرکت میں کاروبار کیا ہو اور جو بیرون ملک کی جماعت کے ساتھ بھی، اور دونوں جگہ عدالتی فیصلہ ہوا ہو تو عدالت اس امر کی مجاز ہے: کہ متفقہ اہتمام کی تجویز کی منظوری دے۔ مقدمہ میکفیڈن و کمپنی وبحیطر فہ وجیا لگرم کمپنی لمیٹڈ (۱۹۰۸) ۱ کے۔ بی۔ ۶۷۵ ج بگھام ج

دفعہ ۱۲۹ حسب دفعہ ۶ ایکٹ دیوالیہ، مدیون کا درخواست دیوالیہ پیش کرنا بجائے خود ایک دیوالیہ عمل ہے۔ اور مدیون کی تعریف دفعہ ۱ ضمن (۲) میں کی گئی ہے؛ اور اس میں ہر شخص شامل ہے ــــ خواہ وہ انگریزی رعایا ہو یا نہ ہو ــــ جو فعل دیوالیہ کے عمل میں آنے، یا فعل مذکور سے متاثر ہونے کے وقت، ــــ (الف) بذات خود انگلستان میں موجود تھا؛ یا (ب) معمولی طور سے انگلستان میں رہتا تھا؛ یا وہاں اس کے بود و باش کا مقام تھا؛ یا (ج) انگلستان میں کاروبار، بذات خود یا بذریعہ مختار، یا منیجر کے کرتا تھا؛

یا (ج) ایسی جماعت یا شراکت کا ایک رکن تھا جو انگلستان میں کاروبار کرتی تھی۔
مدیون کی یہ تعریف اس جماعت سے زیادہ تر اشخاص پر حاوی ہے جن کے معاملے میں حسب دفعہ ۴ - (۱) - ج - دائن کارروائی کر سکتا ہے۔ اور ایک ملک غیر کا باشندہ انگلستان میں خود اپنی درخواست پر دیوالیہ قرار دیا جا سکتا ہے؛ صرف اس شرط کے ساتھ کہ جس وقت وہ کسی دیوالیہ فعل کا مرتکب ہوا وہ انگلستان میں تھا۔

دفعہ ۱۲۹ دائن کے درخواستگذار ہونے کی صورت میں یہ امور قابل
168 لحاظ نہیں ہیں کہ اس سے دین کہاں لیا گیا تھا؛ اور آیا وہ متوطن یا باشندہ انگلستان ہے یا وہاں کاروبار کرتا ہے؟ اور نہ کسی صورت میں اس پر لحاظ کیا جائیگا کہ آیا مدیون اپنے مقام توطن کے قانون کی رو سے (اگر وہ انگلستان کے علاوہ کوئی دوسرا مقام ہے) قانون دیوالیہ کا تبع ہے؛ اور آیا وہ بروقت پیشی درخواست انگلستان میں موجود تھا؟۔

قدیم مقدمات میں انگلستان میں تجارت کرنے اور انگلستان سے تجارت کرنے میں فرق کیا گیا ہے جس شخص کی تجارت کی کوٹھی انگلستان میں ہوتی تھی یا جو بذات خود وہاں تجارت کرتا تھا گو کہ اسکا آنا تھوڑے ہی تھوڑے زمانہ کیلئے کیوں نہ ہوتا ہو اس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ وہ انگلستان میں تجارت کرتا ہے؛ لیکن جس کی تجارتی کوٹھی ملک غیر میں ہوتی تھی اور وہ صرف سامان انگلستان میں غرض کے لئے بھیجتا تھا اور وہاں سے سامان بذریعہ مختار یا بذریعہ تحریر منگاتا تھا: اس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ وہ انگلستان سے تجارت کرتا ہے۔ اس زمانہ میں انگلستان کا قانون دیوالیہ صرف تاجروں سے متعلق تھا؛ اور فعل دیوالیہ کا ارتکاب انگلستان میں ضرور تھا؛ اور فیصلہ جات کا حاصل یہ تھا کہ صرف وہی لوگ جو انگلستان میں یا انگلستان سے تجارت کرتے تھے، دیوالیہ قرار دئے جا سکتے تھے۔ مقدمہ ٹامس سوتھ بنام اینڈرسن (۱۸۰۱) ۔ بی پی، بی جونس - ۱۴۱ انگلس بنچ؛ انگلستان میں کبھی کبھی اکثر بذات خود تجارت کرنا۔ مقدمہ برڈ بنام سحوک (۱۸۹۲) ۱۔ سال ۱۱۰ - کنگس بنچ؛ انگلستان سے تجارت کرنا۔ مقدمہ لیکلر فہ اسمتھ (۱۷۲۷) جو، پی سی - وٹ کے نوٹس متعلقہ مقدمہ الگزنڈر بنام وکیھام - سی او ڈبلیو پی - ۳۹۹ سے منتخب کیا گیا تھا؛ موخر الذکر مقدمہ بھی انگلستان سے تجارت کرنے سے متعلق تھا۔

اور لارڈ ہارڈوک نے بظاہر اس کا فیصلہ صرف باتباع مقدمہ برڈ بنام سجوک بکراہت یہ لکھ کر کیا کہ "اگر دیوالیہ کے فعل کا ارتکاب بیرون ملک ہوا ہے تو یقیناً اس فعل کے متعلق کسی کمیشن کے باہر بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے"۔ یہ الفاظ کس قدر تعجب انگیز ہیں، اور بظاہر اس میں رپورٹر کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس زمانہ میں کاروائی دیوالیہ کے متعلق کوئی کمیشن باہر اس دیوالیہ فعل کے متعلق نہیں بھیجا جا سکتا تھا، جس کا ارتکاب ملک غیر میں ہوا ہو، لیکن مقصد صاف یہ ہے کہ اس فعل دیوالیہ کی وجہ سے جس کا ارتکاب انگلستان میں ہوا تھا وہ مدیون، جو انگلستان سے تجارت کرتا تھا، وہاں کے قانون دیوالیہ کا محکوم تھا۔ مقدمہ کیلر فہ ویس (۱۷۵۱) ۲۔ وس سین۔ ۲۴۹-۱- ایک - ۲۰۴ دوسرا مقدمہ ایسے دیوالیہ کا ہے جو انگلستان سے تجارت کرتا تھا اور اسی جج کے سامنے پیش ہوا تھا اس میں بھی تاجر مقدمہ مذکورہ سورتھ بنام انڈرسن کی طرح آئرلینڈ کا متوطن تھا۔ آئرلینڈ میں اس زمانہ میں کوئی قانون دیوالیہ نافذ نہ تھا: اس بناء پر ان مقدمات میں یہ طے ہوا کہ مدیون کا اپنے ملک توطن کے قانون کی رو سے کارروائی دیوالیہ کا تابع ہونا لازم نہ تھا۔ مقدمہ انگلیس کی رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ لارڈ ہارڈوک نے مدیون کا کسی ملک متعلقہ سلطنت برطانیہ عظمیٰ میں تجارت کرنا لازم قرار دیا ہے۔ لیکن مقدمہ ولیسی کی رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے یہ کہا کہ "جب کوئی شخص جو ملک کے کسی حصہ کا باشندہ ہو یا ملک غیر کا یہاں قرض لیتا ہے" اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ فی الحقیقت مقدمہ برڈ بنام سجوک کا مدیون پرتگال میں رہتا تھا" یہاں قرض لینے سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ وہ انگلستان سے تجارت کرتا تھا۔ اور یہ کہ جب اس کا محکوم قانون دیوالیہ ہونا ثابت ہو گیا تو انگلستان کے قوانین دیوالیہ کے استفادہ کو صرف ان دائنوں تک محدود رکھنا جن سے صرف انگلستان میں قرض لیا گیا، منظور نہ تھا۔ لارڈ مینسفیلڈ نے مقدمہ الگزنڈر بنام وکھام (۱۷۶۶) سی۔ اور ٹی۔ بلیو۔ پی۔ ۳۰۔ ۴۹۔ میں ان سب پر تبصرہ کیا اور ان کو تسلیم کیا، مقدمہ ایلن بنام کینن (۱۸۲۱) ۴۔ بی وا ے۔ ۴۱۸۔ بیع، ایسٹ وغیرہ میں قرار پایا، کہ انگلستان میں چند روز کے لئے آتے رہنا اور سامان خریدنا، انگلستان سے

تجارت کرنے کے ثبوت کیلئے کافی تھا، اگرچہ وہاں سامان فروخت نہ کیا گیا ہو۔

مقدمات متذکرہ بالا کے بعد انگلستان کا قانون غیر تجارت پیشہ لوگوں سے بھی متعلق کر دیا گیا، اور ان افعال میں فرق قائم کر دیا گیا جس کا ارتکاب تجارت پیشہ اور غیر تجارت پیشہ لوگوں میں فعل دیوالیہ متصور ہوگا، اور بعض افعال کا ملک غیر میں ارتکاب، فعل دیوالیہ قرار دیا گیا مگر ان میں سے کوئی فعل ایسا نہ تھا جو صرف تاجروں کیطرف سے ظہور پذیر ہونے کی حالت میں دیوالیہ قرار پاتا۔ قانون کی اس حالت میں، اس اصول کے مطابق جو لارڈ ہارڈوک نے بمقدمہ یکطرفہ اسمتھ ظاہر کیا تھا، یہ طے ہوا کہ کوئی شخص جو متوطن انگلستان نہ ہو، یا بذات خود انگلستان میں تجارت نہ کرتا ہو کسی فعل دیوالیہ کی بنا پر جس کا ارتکاب اس نے ملک غیر میں کیا ہو، دیوالیہ نہیں قرار دیا جا سکتا، اور نیز یہ کہ انگلستان میں ہر شخص غیر تجارت پیشہ اشخاص کے افعال دیوالیہ کے ارتکاب پر دیوالیہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ بمقدمہ یکطرفہ کرسپن (۱۸۷۳)۔ ایل۔ آر۔ ۸۔ چانسری مرافعہ۔ ۳۷۴۔ جج اسیلشس و سلبورن۔ قانون کی اسی حالت میں بمقدمہ یکطرفہ پاسکل (۱۸۷۶) ۱۔ چانسری ڈویژن۔ ۵۰۹۔ جج جمیس بیلیشس دیکھئے، یہ ظاہر ہوا کہ مدیون کے سمن کی تعمیل انگلستان میں ہو سکتی ہے خواہ اس کا آنا عارضی ہی کیوں نہ ہو، بطور بنیاد فعل دیوالیہ کے، برخلاف اس کے مقدمہ یکطرفہ اولاگ لین (۱۸۷۱) ایل۔ آر۔ ۶۔ چانسری مرافعہ ۱۴۲۔ جج جمیس و مِلِش، میں یہ ظاہر ہوا کہ سمن کی تعمیل بیرون انگلستان نہیں ہو سکتی ہے۔

مفصلہ ذیل مقدمات ابھی تک قابل پابندی ہیں یعنی حالات سے ایک شخص باشندہ انگلستان یا وہاں کاروبار کی کوٹھی رکھنے والے کے نسبت یہ نتیجہ نکالا جائیگا کہ وہ ملک مذکور سے چلے جانے یا دائنوں کو محروم رکھنے یا انکو تعویق میں ڈالدینے کی نیت سے بیرون ملک ٹھہر جانے سے فعل دیوالیہ کا مرتکب ہوا، انھیں حالات کی بنا پر دوسرے شخص کی نسبت ایسا نہیں سمجھا جائے گا۔ مقدمہ یکطرفہ کرسپن بحوالہ سابق، مقدمہ یکطرفہ کرافرڈ (۱۸۷۹) ۱۱۔ چانسری ڈویژن۔ ۲۹۰۔ جج جمیل جمیس و براٹ ہو اول و مقدمہ یکطرفہ براؤنٹن (۱۸۸۴) ۲۵۔ چانسری ڈویژن (۵۰۰)۔ جج سلبورن

کاٹن و فسرائی ہو

مقدمہ یکطرفہ گراہین سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تعمیفیہ کیلئے درخواست کے پیش ہونے کے وقت مدیون کا انگلستان میں موجود ہونا لازمی نہیں ہے اور مقدمہ یکطرفہ پاسکل بحوالہ سابق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مقام قابل توجہ نہیں ہے جہاں دائن درخواست گزار سے قرض لیا گیا تھا۔

دفعہ ۱۳۰ یہ امر کہ کسی مدیون کے مقابلہ میں کسی دوسرے ملک میں کارروائی دیوالیہ جاری ہے، انگلستان میں اس کے مقابلہ میں کارروائی دیوالیہ شروع کر دینے کی قطعی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ ظاہر ہو کہ ایسے عمل سے دائنوں کا فائدہ ہے یا ہو سکتا ہے تو انگلستان کی عدالت ایسا کرنے کی مجاز ہے، مگر کارروائی کے آغاز ہو جانے کے بعد بھی اس کا التوا ہو سکتا ہے۔ اگر یہ معلوم ہو کہ وہ بیکار ہے مثلاً۔ اس وجہ سے کہ تمام متروکہ بیرون ملک اور ملک غیر کی عدالت کے ذریعے سے معرض تقسیم میں ہے۔

مقدمہ چلانے کی ایک درخواست پر اجازت دی گئی جس کی نسبت خیال تھا، کہ وہ ایک قابل کی اسکاٹ لینڈ کی کارروائی کو منسوخ کر دیگی، اور اس سے زیادہ اثاثہ وصول ہو سکیگا۔ مقدمہ میک کلا (۱۸۸۰) ۱۴۔ چانسری ڈویژن۔ ۱۶، ۔ جج بیکن جس کو جسٹس کاٹن اور تھسیگر نے بحال رکھا، مقدمہ چلانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا گیا، جبکہ ضبطی کی کارروائی اسکاٹ لینڈ میں جاری تھی اور اسکے آغاز کے بعد سے کوئی قرض نہیں لیا گیا تھا، اور نہ کوئی اثاثہ انگلستان میں تھا۔ مقدمہ رابنسن (۱۸۸۳) ۲۲۔ چانسری ڈویژن۔ ۸۱۶۔ جج جیل بیگلے۔ لنڈلے، انگلستان میں جو کارروائی ہو رہی تھی، اس کو روکنے کیلئے، دیکھو، رائے جسٹس جیمس کی جو انھوں نے مقدمہ یکطرفہ پاسکل (۱۸۷۶) ۱۔ چانسری ڈویژن ۱۲ ۵۔ و مقدمہ میک کلا حسب حوالہ گذشتہ صفحہ ۲۲۳، میں ظاہر کی ہے ہو

یہ امر کہ ایک مدیون کے متعلق ملک غیر میں دیوالیہ کی کارروائی پہلے سے چل رہی ہے جو اس کا مقام توطن نہیں ہے انگلستان کہ کارروائی دیوالیہ اس کے مقابلہ میں روک دینے کیلئے کافی وجہ نہیں ہو سکتا ہو

اگر پہلے کی کارروائی مقام توطن میں چل رہی ہو تو کیا ہو گا؟۔

مقدمہ ارتولا ہرمونا س۔ و مقدمہ یکطرفہ انڈری جالی (۱۸۹۰) ۲۴ کیو۔بی۔ ۸۹ ہیج، کاٹرج و فرائی۔

جس صورت میں درخواست گزار نے، انگلستان میں ایک مدیون کے نام، اطلاعنامہ دیوالیہ جاری کرایا تھا؛ اور تعمیل اطلاعنامہ کے بعد، مدیون کی درخواست اسکاٹ لینڈ کی جائداد کی قرقی کے متعلق پیش ہو کر، اُسی دن منظور رہی ہوئی۔ قرار پایا:۔ کہ انگلستان میں جو حکم تقرر ریسیور کا صادر ہوا، وہ درست تھا؛ جائداد انگلستان میں موجود تھی؛ انگلستان کے اطلاعنامہ کارروائی دیوالیہ کی عدم تعمیل، خود مدیون کا فعل تھا؛ اس کو اس مقصد کیلئے، اسکاٹ لینڈ کی کارروائی سے استفادہ کی اجازت نہیں دیجاسکتی تو ایک مدیون کے مقدمہ [۱۹۲۲] ڈبلیو۔ این۔ ۱۶۴ ایسی۔ اے۔ جج، اسٹرن ڈیل۔ و ارکنٹن تنکیر: عدالت نے مقدمہ رابنسن کو اس سے علیحدہ بتایا؛ اس مقدمہ میں انگلستان میں کوئی متروکہ نہ تھا، برخلاف اس کے مقدمہ ہذا میں متروکہ انگلستان میں موجود تھا۔

دفعہ ۱۳۱ جس کمپنی نے، اپنا سندی یا دوسری نوع کا قانونی وجود، انگلستان کے قانون یا قانون برطانیہ سے، جس کا تعلق، بہ نسبت ملک کے دوسرے اقطاع کے خاص انگلستان سے ہو، حاصل کیا ہو، اسکے تصفیہ حساب (Winding up) کی کارروائی انگلستان میں ہوسکتی ہے؛ خواہ اس کا کاروبار کہیں ہو۔ اور اگر اس کا کل کاروبار، ملک غیر ہی میں ہو، تو یہ بجائے خود، ایک وجہ، اس کے فسخ کی قرار پاسکتی ہے۔

مقدمہ میڈرڈ و ولینشیا ریلوی کمپنی (۱۸۴۹) ۳۔ ڈی۔جی و ایس ۱۲۷۔ جج، نائٹ بروس جن کی تجویز کو کاٹن ایم نے بحال رکھا۔ ۵ (۱۸۰۵) ۲۔ ایم و جی۔ ۱۶۹؛ مقدمہ نیکلیج پرشین لمیٹیڈ (۱۸۶۴) ۳۴۔ ایل۔ جی (این۔ ایس) چانسری ۸۹؛ جج، رنو مطے؛ مقدمہ برٹش ریلوے کمپنی لمیٹیڈ (۱۸۶۷) ایل۔ آر۔ ۲ چانسری۔ مرافعہ ۱۶۱؛ جج، کیرنس و ٹرنر: جنہوں نے ہیلینش کے فیصلہ کو بحال رکھا؛ مقدمہ جنرل کمپنی، بغرض اصلاح قرضہ متعلقہ اراضی لمیٹیڈ (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۵ چانسری۔ مرافعہ ۲۶۳۔ جج، جیمس کیفرڈ؛ جنہوں نے، مقدمہ شہر اوڈی ریسس بنام ہوس (۱۸۷۱) ایل۔ آر۔ ۵۔ ای آئی و اے۔ ۱۷۶۔ جج، ہیٹلے کو تیقن رے۔ کیرنس۔ مؤخر الذکر مقدمہ، دفعہ کے آخری جزکی سند ہے۔ کیفرڈ اور ہیٹلے کی بظاہر یہ رائے معلوم ہوتی ہے۔ کہ کمپنیوں کے ایکٹ ۱۸۶۲ء کے احکام کی رو سے کوئی کاروبار تجارت

جو بیرون ملک کیا جاتا ہو، قابل احساس نہیں تصور ہو سکتا؛ اور ایسی کمپنی کو عدالت،
توڑ دینے کی مجاز ہے "جس نے تاریخ قیام سے ایک سال کے اندر اپنا
کاروبار نہ شروع کیا ہو یا جس نے ایک سال تک اپنا کاروبار ملتوی کر دیا ہو"
لیکن یہ رائے حد سے متجاوز ہے کیونکہ بہت سی کمپنیاں انگلستان میں محض
بیرون ملک کاروبار تجارت کرنے کی غرض سے رجسٹر ہوتی ہیں اور جب ایک کمپنی،
انگلستان میں اس غرض سے رجسٹر ہو کہ وہ اندرون اور بیرون ملک، دونوں جگہ کام
کریگی، تو اس کا اول سال میں انگلستان میں کام نہ کرنا اور اثنا لیکہ اس نے بیرون ملک
کاروبار شروع کر دیا ہو، اس کے توڑ دینے کیلئے حکم مذکورہ بالا کے تحت میں کافی وجہ
نہیں تصور ہوئی۔ مقدمہ کمپیل فائر انشورنس ایسوسیشن (١٨٨٢) ٢١ - چانسری ڈویژن
٢٠٩ - جج چٹی نے مقدمہ شہزادی ریوس بنام بوس میں کیرنس کا یہ خیال تھا: کہ
"بلا لحاظ احکام مجوزہ بالا جو کمپنی بیرون ملک کاروبار کرتی ہو اور صرف وہیں کاروبار
کرنے کا ارادہ رکھتی ہو اس کو بلحاظ منشاء ایکٹ توڑ دینا مناسب اور قرین نصفت
ہوگا" سیلفس نے اسے مقدمہ میں توڑ دینے کے حکم دینے سے انکار کر دیا کیونکہ
یہ معاملہ عدالت کے اختیار تمیزی پر منحصر تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ کمپنیوں کے ایکٹ
(یکجائی) ١٩٠٨ء - ایڈورڈ کی فصل (٧) دفعہ ٦٩ - کی رو سے جس امر کی
ضرورت ہوتی ہے، وہ اسکاٹلینڈ یا آئرلینڈ میں کاروبار کرنے سے پوری
ہو جاتی ہے؛ اور جو سکہ دفعہ ہذا کے آخر جز میں دیا گیا ہے، وہ اس سے متعلق نہیں ہوتا۔
دیکھو نیز اسی بارہ میں جسٹس کیکل نے ضمنی طور سے مقدمہ لیپ ویپر انٹرنیشنل کمپنی
(١٨٦٧) ٢ - چانسری ڈویژن میں کہا تھا۔

دفعہ ١٣٢ جس کمپنی کی سند قیام سلطنت متحدہ کے قانون کی بنا پر نہ ہو،
اس کے خلاف انگلستان میں تصفیہ حساب کی کارروائی چل سکتی ہے، بشرطیکہ انگلستان
میں اس کا دفتر ہو اور وہاں اس نے کاروبار کیا ہو اور اس کا کوئی اثاثہ بھی موجود
ہو، اگرچہ کارروائی مذکورہ اس کے توڑ دینے (dissolve) پر حاوی نہیں ہو سکتی۔

دفعہ ٢٦٨ (قیام کمپنیوں کا ایکٹ بابتہ ١٩٠٨ء)
مقدمہ کمرشل بنک آف انڈیا (١٨٦٨) ایل - آر - ٦ - ای کیو - ٥١٧ -

نج، ردتے ۔ مقدمہ تھیمس پر اورس لمیٹیڈ (۱۸۸۴) ۲۷۔ چانسری ڈویزن ۲۲۵۔ نج، کے ۔ مقدمہ کمرشیل بنک جنوب اسٹریلیا (۱۸۸۶) ۳۔ چانسری ڈویژن ۱۷۴، نج، پیرسن ونارتھ ۔ مقدمہ مرکنٹائل بنک آف اسٹریلیا [۱۸۹۲] ۲۔ چانسری ۲۰۴۔ نج، نارتھ ۔ مقدمہ انگلش، اسکاٹش واسٹریلین چارٹرڈ بنک (۱۸۹۳) ۳۔ چانسری ۳۰۵۔ نج، واگن ولیمس جن کی تائید لنڈلے۔ لوپس ۔ اے ایل اسمتھ نے کی ۔ مقدمہ فڈرل بنک آف اسٹریلیا [۱۸۹۳] ڈبلیو این ۴۶۔ ایل [illegible] ایل جی۔ تی ایچ ۔ ۵۶۱۔ نج، وگمس ولیمس جس کی تائید لنڈلے۔ لوپس۔ کے ، نے کی ۔ مقدمہ کونس لنیڈ نیشنل بنک [۱۸۹۳] ڈبلیو۔ این ۱۲۸ نج، واگمس ولیمس ۔ مقدمات نمبر ۲۔ ۳ و ۶۔ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کمپنی کے مقام توطن میں فسخ کی کارروائی کا جاری رہنا ملک ہذا میں فسخی کارروائی کا مانع نہیں ہے اگر کمپنی بذریعہ رجسٹریشن اسکاٹ لینڈ یا آئرلینڈ میں قائم ہوئی ہے تو از روے ایکٹ کمپنی سلطنت ہائے متحدہ کے اجزائے مذکور فسخ کی کارروائی کیلئے مناسب مقامات متصور ہونگے ۔

دفعہ ۱۳۳ ایسی کمپنی کے متعلق، جو بیرون ملک قائم ہوئی ہو، انگلستان میں کوئی حکم فسخ کے متعلق جاری نہیں ہو سکتا، اگر اس کا دفتر انگلستان میں نہیں ہے: اگرچہ وہ اپنے مختاروں کے ذریعہ سے وہاں کاروبار کرتی ہو ۔ 169

مقدمہ لائیڈ جنرل اٹیلینو (۱۸۸۵) ۲۹۔ چانسری ڈویژن ۲۱۹۔ نج، پیرسن ۔ مقدمہ یونین بنک آف کلکتہ (۱۸۵۰) ۳۔ ڈی۔ جی وایس ۲۵۳۔ نج، نائٹ بروس میں اس امر پر لحاظ کرنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہاں فسخ کے حکم کے اجراسے بربنائے اختیار سماعت ہی انکار کیا گیا تھا ۔

دفعہ ۱۳۴ اگر محافظ یا ایجنٹ یا دوسرے اشخاص، اس ملک کے قانون کی رو سے، جہاں کا مدیون متوطن ہے، یا اگر خود مدیون، کارروائی میں کوئی فریق ہے! تو اس ملک کے قانون کی تحت جہاں کا وہ باشندہ ہے ۔ اس امر کے مجاز ہوں کہ اسکی جائداد کا منجانب دائن انتظام کریں: تو وہ لوگ، اس حیثیت کے لحاظ سے انگلستان میں، مدیون کے ذاتی اثاثہ اور اسکے حقوق نالشات کے مستحق متصور ہونگے ۔

[نوٹ - جن الفاظ کے نیچے خط کھینچا گیا ہے، وہ قدیم قاعدہ پر ان تین مقدمات کی بناء پر اضافہ کئے گئے ہیں، جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، اور جو طبع اوّل کے بعد فیصل ہوئے [illegible]]

مقدمہ سولومانس بنام راس (۱۷۶۴) ۱ - ایچ - بی - آئی - ۱۳۱، نوٹ میں جسٹس باتھرسٹ لارڈ چانسلر نارتھنگٹن کی [illegible] جولٹ بنام ڈیپانتھیو (۱۷۶۹) ۱ - ایچ - بی - ایل - ۱۳۲، نوٹ [illegible] کا تصفیہ [illegible] (۱۷۸۳) ۱ - ایچ - بی - ایل - ۱۳۲ - نوٹ میں [illegible] کے لارڈ چانسلر نے ایسا ہی فیصلہ ایک انگلستان کے منتقل الیہ کے حق میں کیا جس کے ساتھ [illegible] کے جج متفق تھے۔ ان سب مقدمات میں حاملین یا منتقل الیہم کے حقوق کا قرق کرانے والے دائن کے حقوق کے ساتھ مقابلہ تھا۔ قرق [illegible] کے فیصلہ پر [illegible] سمجھا ہوا جبکہ ان کا تقرر ہو چکا تھا۔ مقدمہ فولیٹ بنام [illegible] ۱ - ایچ - بی - آئی - ۱۳۲ کے اثنائے بحث میں، [illegible] نے جو کہ سالومنس بنام راس کے مقدمہ میں وکیل تھے کہا کہ اسکا فیصلہ صرف اس اصول پر ہوا تھا کہ دیوالیہ کی جائداد کا حاملین جائداد [illegible] تباہ شدہ واقع ملک ہالینڈ کیطرف منتقل ہونا بدل قیمت کے ساتھ انتقال تھا۔"

مقدمہ الیون بنام فرتوال (۱۸۳۴) ۱ - سی - آ - ایم - و آر - ۲۷۷ - ۲۹۴ - ٹائیرو ۱۵۷ - جج، پارک وغیرہ میں جو [illegible] حاملین کی طرف سے ان کے دیوالیہ کے واجب الوصول قرضہ کی بابت دائر کیا گیا تھا، [illegible] بغیر استفسال کے تسلیم کی گئی تھی، اور اگرچہ ان کی تعداد تین تھی مگر ایسا ثبوت کے پیش ہونے پر، کہ وہ بغیر تیسرے کی شرکت کے، فرانس میں ارجاع دعویٰ کے مجاز تھے؛ صرف دو کو رقم کی اجازت دیگئی۔

پہلا انگریزی مقدمہ جس میں بیرونی حقوق کی بنیاد کے لئے توطن کی ضرورت پر غور کیا گیا، وہ، بلتہ میں (۱۸۶۹) ایل - آر - ۲ - پی کیو - ۲۲ کا مقدمہ ہے جس میں ایک نوآبادی کی دیوالیہ کارروائی میں منتقل الیہ، اور دیوالیہ کی وصیہ میں نزاع تھی۔ [illegible] رومیلے نے یہ قرار دیا کہ مقدم الذکر شخص کے حق کا انحصار اس امر پر ہے کہ آیا دیوالیہ نوآبادی کا متوطن تھا یا نہیں۔ اسکے بعد مقدمہ سیوارڈ بنام ہیوارڈ (۱۸۹۷)

۱۔ چانسری ۵۰۹۔ دائر ہوا جس میں کیکویچ جج نے، مقدمہ ہذا کو بنظر پسندیدگی دیکھا۔ لیکن مقدمہ ڈیوڈسن (۱۸۷۳) ایل۔ آر۔ ۱۵۔ ای کیو ۳۸۳ میں جج ہیکنس نے بمقابلہ مدیون کے بحق منتقل الیہ فیصلہ کیا؛ بلا لحاظ اس امر کے کہ وطن کس مقام کا تھا؛ کیونکہ مدیون خود اپنی درخواست پر دیوالیہ قرار پایا تھا۔ اور اسی کی پیروی مقدمہ امانت لاسن میں کی گئی [۱۸۹۶] ۱۔ چانسری ۵۰۷، ۱۔ جج نارتھ کو مقدمہ اینڈرسن [۱۹۱۱] ۱۔ کے۔ بی۔ ۸۹۶، میں جج فلیمور نے یہ فیصلہ کیا، کہ ایک نوآبادی کی کارروائی دیوالیہ میں، جو انگلستان کی کارروائی دیوالیہ سے پہلے کی گئی، انگلستان کی ذاتی جائداد منتقل الیہ کیطرف منتقل ہوگی؛ اگرچہ مدیون کا وطن انگلستان کا تھا؛ اس بناء پر کہ مدیون، نوآبادی کی کارروائی کا ایک فریق تھا۔

170

بظاہر فاضل جج نے، یہ خیال کیا کہ سابق اصول مقدمات ڈیوڈسن اور امانت لاسن سے منسوخ ہوگیا؛ مگر کم از کم فیصلہ کا یہ جز مقدمات بلیتھین اور ہیورڈ کے مخالف معلوم ہوتا ہے۔ اس فیصلہ کا اتباع مقدمہ کرگ (۱۹۱۶) ۸۶۔ ایل۔ جے۔ سی ایچ۔ ۶۲، جج ایو، میں کیا گیا اور یہ قرار پایا؛ کہ ایک نوآبادی کے مقدمہ دیوالیہ میں، رقم موجودہ عدالت کا حق عودی، امین کو پہنچتا ہے؛ اگرچہ مدیون نوآبادی کا متوطن نہ ہو۔ مدیون نے ایک درخواست کے ذریعہ سے، اپنا زیر اختیار عدالت نوآبادی ہونا قبول کر لیا تھا؛ اسیطرح مقدمہ برگ۔ ۱۴۸۔ ایل۔ ٹی۔ ۱۷۵۔ جج ایسٹبری میں ہوا: اس میں منتقل الیہ ایک کارروائی ملک غیر میں متقرر ہوا تھا؛ وہ اثاثہ موقوعہ انگلستان کا مستحق قرار پایا؛ اگرچہ مدیون انگلستان کا متوطن نہ تھا۔ مدیون نے ملک غیر کی عدالت میں، ایک درخواست، عدالتی طور سے تصفیہ حساب دکھائی اثاثہ کے لئے زیر قانون ملک غیر پیش کی تھی؛ اور پھر اس کا اتباع مقدمہ گرم بنام مارش [۱۹۲۱] ۱۵۱۔ ایل۔ ٹی۔ ۲۹۴ جج ایل ہیک میں کیا گیا، جس میں ایک دیوالیہ کی کارروائی میں، ایک بلجیم کا امین، ایک انگریز متوطن انگلستان کے تمام اثاثہ کا مستحق قرار پایا؛ یہ انگریز بلجیم کی ایک کوٹھی میں شریک تھا اور ملک بلجیم کی کارروائی دیوالیہ میں اپنے شریک کے ساتھ دیوالیہ قرار پا چکا تھا۔ ابتدائی ڈگری مدعی علیہ کی عدم موجودگی میں صادر ہوئی تھی؛ بعدہ اس کو

اطلاع دیگئی اور اُس نے حاضر ہوکر، اس کی صحت کی نسبت عذر کیا، اگر اس کا عُذر قبول نہیں ہوا، اور یہ قرار پایا کہ یہ عمل بمنزلہ اس کے ہے کہ اس نے عدالت مذکور کا اختیار اپنی نسبت قبول کر لیا۔ جو اذکر مقدمات میں جو عمل انگلستان میں کیا گیا، اس سے یہ اصول مستنبط کرنا غلط ہو گا کہ مقدمات دیوالیہ میں تجارتی توطن، اختیار سماعت کی کافی بنیاد ہو سکتا ہے۔ مقدمہ ڈوینیمی بنام میرچیاوفرزند [۱۹۱۰] ا۔ کے۔ بی۔ ۲۹۰ میں جج فیشنل نے یہ قرار دیا کہ جو اسناد ذریعہ دستاویز انتقال مرتبہ مالک میرے لینڈ بغرض نفع دائنین مقرر ہوئے تھے، اور جو ملک مذکور کی عدالت کے زیر حکم اس امانت کے اہتمام کے مجاز کئے گئے تھے ان کے حقوق بمقابلہ ان تعمیل خواہ کسے جس کے حق کی بنیاد صرف یہ اصول ہو کہ مال منقولہ مالک کی ذات کے ساتھ جاتا ہے مرجح اور فائق ہیں۔ ایکٹ اہتمام ۱۸۸۳ء[1] کی دستاویزات کی تحت میں دستاویز کی رجسٹری نہیں ہوئی تھی اور وہ اس مقدمہ سے متعلق نہیں کیا گیا۔

دفعہ ۴۴ ۱۸۳ کے متعلق اسکاٹ لینڈ کے مقننین مختلف الرائے تھے لیکن مقدمہ اسٹرو تھر بنام ریڈ (۱۸۰۳) ۱۲ فیکلٹی ڈی ۴۷۵ میں عدالت سیشن نے ایک انگلستان کے متوطن کی انگلستان کی عدالت کی کارروائی دیوالیہ میں منتقل الیہم کے حقوق کو بمقابلہ ان اشخاص کے حقوق کے جو اسکاٹ لینڈ کی قرقی (Arresment) کے ذریعے سے جن کی تعمیل ذریعہ (Decreet) ڈگری قبل تفویض کے حاصل نہیں ہوئی تھی، مرجح اور فائق سمجھا۔ اسی کا اتباع مقدمہ رائل بنک آف اسکاٹ لینڈ بنام کتھبرٹ یا بنام اسٹین کے منتقل الیہم کے (۱۸۱۲) ۱۷ فیکلٹی ڈی ۔ ۲ ۔ ۷ ۔ ۱ ۔ روز ۴۶۲ میں کیا گیا۔ اس میں اسی عدالت نے یہ قرار دیا کہ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ سے بچاروں شرکا کی تمام منقولہ جائداد، جن کا کاروبار اسکاٹ لینڈ اور انگلینڈ دونوں جگہ تھا، اگرچہ ان میں سے دو انگلستان اور دو اسکاٹ لینڈ کے متوطن تھے، اسکاٹ لینڈ میں منتقل ہو گئی: تاکہ بعدہٗ اسکاٹ لینڈ کی قرقی اور تحویل د (Sequestration) کے اثر سے نا متصرف

---

[1] یہ ایکٹ اب منسوخ ہو گیا ہے اور اسکی جگہ ایکٹ بابت ۱۹۱۴ء جاری ہے۔

جاروں کی جائداد مشترکہ بلکہ ان اشخاص کی علیحدہ جائداد بھی جو اسکاٹ لینڈ
کے متوطن تھے، اور جداگانہ بھی اسکاٹ لینڈ میں کاروبار کرتے تھے، محفوظ رہے۔
اسکے بعد ہوس آف لارڈز نے ایک اسکاٹ لینڈ کے مرافعہ سلک رگ بنام
ڈیوس (۱۸۱۴) ۲۔ راس۔ ۲۹۱۔ ۲ ڈو۔ ۲۲۰۔ بج، ایلڈن میں یہ فیصلہ کیا کہ
انگلستان کی کارروائی دیوالیہ اسکاٹ لینڈ کی مابعد ترقی و تحویل کے قائمقام
ہے، جبکہ دیوالیہ اسکاٹ لینڈ کا متوطن ہو، مگر انگلستان اور اسکاٹ لینڈ دونوں
جگہ تجارت کرتا ہو۔ مگر بدقسمتی سے یہ امر دریافت کرنا سخت دشوار ہے کہ مقدمہ سلک رگ
بنام ڈیوس میں اصل بنیاد فیصلہ کیا ہے؟ یا یہ کہ مقدمہ رائل بنک آف اسکاٹ لینڈ
بنام کتھبرٹ کے فیصلہ کا کونسا جز مقدمہ سلک رگ بنام ڈیوس کے مماثل ہے؟۔
اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا، کہ اسکی بنیاد کسی نہ کسی طرح وضع قانون کی وہ شاہی
حیثیت قرار پائے گی، جس پر انگلستان کی کارروائی دیوالیہ کا انحصار ہے۔
اور نیز یہ کہ مقدمات ہذا اس امر کے متعلق بطور نظیر نہیں پیش کئے جا سکتے کہ ان سے
اسکاٹ لینڈ یا انگلستان کی جائداد منقولہ ایسی کارروائی دیوالیہ سے جو نہ سلطنتہائے 171
متحدہ میں ہوئی، اور نہ مدیون کی جائے توطن میں منتقل ہو جاتی ہے۔ چونکہ
اس وقت میں امر یہ اتفاقی تھا کہ انگلستان کے قوانین دیوالیہ کا یہ نشانہ تھا
کہ وہ اسکاٹ لینڈ کے مال منقولہ کو منتقل کردیں، اس امر سے کہ ان کو ایسا اختیار
حاصل تھا یہ استنباط نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا منشا یہ تھا اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے
کہ وہ اس اصول کا اتباع کرتے تھے کہ "مال منقولہ مالک کی ذات کے ساتھ جاتا
ہے" تو یہ دلیل وہاں کارآمد نہ ہوگی، جہاں مقام توطن انگلستان نہ ہوگا۔
مقدمات سلک رگ بنام ڈیوس و اسٹراتھمور بنام ریڈ سے مزید برآں یہ ظاہر
ہوتا ہے کہ مدیون کو اطلاع انتقال جو اسکاٹ لینڈ کے قانون کی رو سے منتقل الیہ
کے تکمیل حق وصول قرضہ کیلئے عام طور سے ضروری سمجھی جاتی ہے، اسکاٹ لینڈ
میں ان لوگوں کے لئے لازم نہیں ہے، جو ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ کی بنا پر
کسی قرضہ کے مستحق قرار پا چکے ہیں۔
جس صورت میں تواریخ کی ترتیب حسب ذیل تھی:۔

۱۔ عمل دیوالیہ جس کے متعلق انگلستان کا کمیشن مقرر ہوا تھا۔
۲۔ درخواست قرقی و تحویل جس کے متعلق اسکاٹ لینڈ کا فیصلہ تھا۔
۳۔ انگلستان کا کمیشن دیوالیہ (جواب عدالتی کارروائی متصور ہوگی)۔
۴۔ اسکاٹ لینڈ کی تجویز قرقی و تحویل۔

ایک اسکاٹ لینڈ کے مرافعہ میں ہاؤس آف لارڈز نے یہ طے کیا کہ انجمن تحویل و قرقی (Sequestration) کو تفوق ہے بمقدمہ گیڈاس بنام موٹ (۱۸۲۴) ۱۔ جی۔ ایل و جی ۱۴۱۴ گیڈاس بنام موٹ (۱۸۲۴) ۱۔ جی۔ ایل ۱۴۱۴۔ نیز گکنر ڈا

دفعہ ۱۳۵ لیکن جن صورتوں میں دستاویز انتقال کا خاص شکل میں ہونا ضرور ہو: مثلاً ایسی صورت میں کہ رقم پبلک فنڈ میں ہو یا وہ حق وصول قرضہ ذریعہ نالش ہو، جو صرف ضابطہ انگلستان نمبر ایکٹ ۱۸۷۳ کے دفعہ ۲۵ ضمن ۶ کے مطابق منتقل ہو سکتا ہے، تو ایسی حالتوں میں، ملک غیر کا قانون جس کی رو سے مہتمم یا مختار یا دوسرے اشخاص، مستحق قرار پاتے ہوں، ایسی دستاویزات انتقال کی عدم موجودگی کی کمی کو پورا نہیں کر سکتا، اگرچہ حق استفادہ، اس کا تبع اور پابند رہے گا۔

اسکاٹ لینڈ کی قرقی و تحویل گو کہ انگلستان کی پارلیمنٹ کے ایکٹ کی بنا پر ہو، امین کو اس کا مجاز نہیں کرتی کہ وہ وصول زر قرضہ کا دعویٰ، اپنے نام سے دائر کرے۔ جیفری بنام میگنا گرٹ (۱۸۱۷) ۶۔ ایم و ایس۔ ۱۲۶ نیز ایلن برو۔ وائیٹ لج

اسی طرح انگلستان کی ایک کارروائی دیوالیہ جو جائداد غیر منقولہ کو ایسی نوآبادی میں منتقل کرتی ہو، جہاں تکمیل حق کے لئے اس کی رجسٹری ہونا لازم ہے، رجسٹری کی ضرورت کو رفع نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ مقدمہ میکلارفہ بنام رابرٹس (۱۸۸۱) ۱۹۔ چانسری۔ ڈی ۲۶ میں جج جسیل نے قرار دیا۔ ۱۹۱۴ء کے ایکٹ دیوالیہ کی دفعہ ۲۲ ضمن (۲) کی رو سے دیوالیہ پر لازم گردانا گیا ہے کہ وہ اپنی جائداد کی رقوم کی فراہمی میں مدد دے؛ اور اس لئے اگر کسی انتقال کیلئے رجسٹری کرانے کی ضرورت

ہو تو اس کو اس بارہ میں حکم دیا جا سکتا ہے۔

دیوالیہ ایکٹ کی دفعہ ۱(۱) کے الفاظ یہ ہیں کہ مدیون عمل دیوالیہ کا مرتکب ہوتا ہے اگر وہ انگلستان یا کسی دوسرے مقام میں وہ اپنی جائداد کا انتقال عمل میں لاتا ہے۔ اس سے یہ قدیم قانون نہیں بدلتا کہ اس انتقال کا منشا یہ ہے کہ اس کا عمل انگلستان کے قانون کے مطابق ہونا چاہیے اور اس نئے عمل دیوالیہ ہونے کیلئے یہ ضرور ہے کہ اس کی تعمیل انگلستان کے قانون کے مطابق ہو۔

دفعہ ۱۳۶۔ ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ کا مہتمم مختار یا منتقل الیہ محض اس بناء پر کہ وہ انگلستان میں موجود ہے اور دیوالیہ کا سرمایہ اس کے ہاتھ میں ہے انگلستان کی عدالت کا جوابدہ نہیں قرار پا سکتا اور نہ وہ عدالت اس کے معاملہ میں کوئی دست اندازی کریگی جبتک یہ نہ ثابت کیا جائے کہ ملک دیوالیہ سے اسکی غیر حاضری مانع دادرسی ہے۔

ہمتہ بنام ہانٹ (۱۸۹۶ء) ایل۔ آر۔ آئی۔ اسی کیو۔ ۲۹۔ نج آوڈاہ

ملاحظہ ہول۔ اشخاص متوفی کی جائداد کے بٹوارہ کے مماثل مقدمات دفعات ۹۹-۱۰۱ گزشتہ۔

172

دفعہ ۱۳۷۔ قدیم قانون یہ تھا کہ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ یا ایسی جماعت شرکا کے تنسیخ حسابیہ کی کارروائی میں جو انگلستان میں قائم ہوئی ہو، دیوالیہ یا جماعت شرکا کی تمام قسمی جائداد یعنے جائداد غیر منقولہ سلطنت انگلستان کے ہر حصہ میں متاثر ہو سکتی تھی۔ یہ ایکٹ دیوالیہ کے اجتماعی ایکٹ بابت ۱۸۴۹ء کی دفعہ ۱۴۲ ایس محکوم تھا۔ مگر ایکٹ مذکور تنسیخ کارروائی دیوالیہ اور عدالت دیوالیہ کے ایکٹ ۱۸۶۹ء سے منسوخ ہو گیا اور ایکٹ دیوالیہ ۱۸۸۳ء کی دفعہ ۴۴ میں جو لفظ "تمام" واقع ہوا تھا، اسی پر اس مسئلہ کا انحصار ہو گیا۔ لفظ "تمام" سے دیوالیہ کی اس جملہ جائداد کا اظہار مقصود تھا جس سے اس قانون میں بحث کی گئی تھی۔ لفظ مذکور کے صاف اور سادہ معنی کے علاوہ اس تعبیر کی دو بنیادیں تھیں۔ اول یہ کہ پارلیمنٹ کے منشاء کا اندازہ اس کے وسعت اختیارات سے کیا جاتا تھا۔ دوسرے یہ کہ قدیم قانون کے الفاظ میں تبدیلی مماثل معاملات میں (in pari materia)

بغیر مخصوص مقصد کے فرض نہیں کیجا سکتی تھی۔ اگرچہ عام طور سے اس تعبیر سے خاموشی کے ساتھ اتفاق کر لیا گیا تھا، مگر لارڈ ہوب ہاؤس نے بمقدمہ کلنڈر سائیکس وکمپنی بنام سکریٹری نوآبادی وکٹوریہ وڈیوس وڈیوس بنام ڈیوس [۱۸۹۱] اے۔سی۔ ۴۶۰ صفحہ ۴۶۶ میں فیصلہ جوڈیشل کمیٹی (لارڈز واٹسن۔ ہوب ہاؤس و مارس۔ سر آر کوچ۔ و لارڈ شینڈ) صادر کرتے وقت جو کچھ کہا اس سے لوگوں کی توجہ اسطرف مبذول ہوئی اور اسپر غور کیا جانے لگا۔

"یہ امر مسلم ہے کہ ہر ملک کا قانون، اس ارضی کے متعلق نافذ ہونا چاہیے، جہاں وہ واقع ہے۔ اگر کسی نوآبادی کے قوانین، ایسے ہیں کہ اس میں ارضی محض حکم تفویض یا محض تقرر امین سے نہیں منتقل ہو سکتی، تو اس کے متعلق مختلف سوالات پیدا ہو سکتے ہیں، جن کا تصفیہ ہر مقدمہ کی صورت حال کے لحاظ سے کرنا پڑے گا۔ یہ سوالات مخصوص ان نوآبادیوں میں پیدا ہو سکتے ہیں، جن کو شاہی مجلس وضع آئین و قوانین سے خود اپنے لئے قوانین بنانے کے اختیارات عطا ہوئے ہیں، اور جن میں دیوالیہ کے متعلق، قوانین وضع ہو چکے ہیں"۔ اس معنی خیز ریمارک سے جو کمپنیوں کے ایکٹ کے عام الفاظ سے بھی اسی طرح متعلق ہے، یہ امر مستنبط ہوتا ہے کہ ۱۸۶۹ء میں پارلیمنٹ نے جو الفاظ میں تبدیلی کی اس کا منشاء یہ تھا کہ عدالتوں کو ایک درجہ تک ان تعلقات کے قیام میں آزادی رہے، جو اصل سلطنت اور اس کی اہم نوآبادیوں میں ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں کینیڈا کی نوآبادی جدید قائم ہوئی تھی، اور اس کے تعلقات بالکل نئے تھے۔ ۱۸۸۳ء کے دیوالیہ ایکٹ میں "جائداد" کی جو تعریف کی گئی ہے، اس میں صاف طور سے ہر قسم کی جائداد داخل ہو سکتی ہے — خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ، اور خواہ وہ انگلستان میں واقع ہو یا کہیں اور (دفعہ ۱۶۷)۔ ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ بیرون ملک کی ارضی موقوعہ پر بھی حاوی ہے؛ لیکن یہ خیال کہ ارضی مقامی قانون کی تابع ہے، انگلستان کے خانگی قانون بین الاقوام کے نظام قانونی میں اس طرح رائج اور مستحکم ہے، کہ یہ کسی طرح بھی فرض نہیں کیا جاسکتا کہ اصل سلطنت نے جس حالت میں کہ وہ ایسی نوآبادیاں اور ریاستیں قائم کر رہی تھی جو اخوات السلطنت (Sister state) کے نام سے موسوم کیجاتی ہیں، یہ خیال کیا ہو کہ وہ

اپنے قوانین سے ان ممالک کی اراضی پر کوئی اثر ڈالے ۔ ایسا فرض کرنے کی تائید میں اتحاد کارروائی دیوالیہ کا کوئی اصول پیش نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ انگلستان کے نظام قانونی میں کارروائی دیوالیہ کے وحدت کا اصول unity of bankruptcy اختیار نہیں کیا گیا ہے ۔ اتنا کہنا غالباً کافی نہ ہو کہ جب انگلستان کی کارروائی دیوالیہ یا کارروائی تصفیہ حسابات اسی قسم کی کارروائی سے، جو ایک خودمختار نوآبادی کے قانون کے تحت میں ہوئی ہو، تاریخ مابعد کی ہو، تو پارلیمنٹ کا ہرگز یہ منشا نہیں ہو سکتا کہ وہ مقامی جائداد منقولہ کے، اس انتظام میں ردّ و بدل کرے، جو وہاں کے قانون کے مطابق، یا اس کے ذریعہ سے، ہو چکا ہو ۔ اور اتنا کہنا بمشکل کافی ہے کہ ایسی حالت میں بھی، جبکہ انگلستان کی کارروائی بلحاظ تاریخ کے مقدم یا تنہا ہو، پارلیمنٹ کا ہرگز یہ منشا نہیں ہو سکتا کہ وہ اس نوآبادی کی اراضی پر آئندہ ان قوانین کا اثر نہ ہونے دے، جو نوآبادی مذکور میں دیوالیہ کے متعلق نافذ کئے گئے ہوں ۔ پارلیمنٹ کے منشاء غالب کا انحصار یقیناً اس امر پر نہیں ہو سکتا کہ آیا فلاں نوآبادی میں کوئی قانون دیوالیہ جاری ہوا ہے یا نہیں؟ بلکہ اس امر پر ہوگا کہ آیا آبادی مذکور نے ایسی جداگانہ حیثیت پیدا کر لی ہے، جس کی نسبت انگلستان کا خیال ہوتا ہے، کہ اس کی موقوعہ اراضی پر دوسری پولٹیکل حکومت کے قانون کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ۔ ایسی حالت میں، میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایک دیوالیہ یا کمپنی کی جائداد غیر منقولہ، واقع نوآبادی، بعض انگلستان کی کارروائی دیوالیہ یا کارروائی تصفیہ حساب کے قانونی اثر سے منتقل نہیں ہو سکتی؛ اگرچہ اس لحاظ سے کہ نوآبادی کی عدالتیں، انگلستان کی کارروائی کو بین الاقوامی حیثیت دیتی ہیں؛ جائداد مذکور اس کارروائی میں شریک ہو سکتی ہے ۔ دوسرے انگریزی ممالک کی صورت میں، تمام مقامی غیر منقولہ جائدادیں، زیر اثر قانون انگلستان، متصور ہونگی ۔

لہ ڈمولن کا یہ اصول تھا کہ ازدواجی وطن کا قانون، برنائے معاہدہ سکوت، بیرون ملک کی غیر منقولہ جائداد پر بھی جاری ہے ۔ باہیں ہمہ جو کچھ کتاب میں لکھا گیا ہے، اس پر لحاظ اصول مذکور، ڈی نکلاس بنام کرلیر کے دوسرے مقدمہ کے فیصلہ کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ۔ دیکھو صفحہ ۱۹۱ ۔

اگر کسی انگریزی نوآبادی یا حکومت ماتحت کی موقوعہ جائداد غیر منقولہ کسی انگلستان کی کارروائی دیوالیہ یا اسی قسم کی دوسری کارروائی میں شریک ہو تو اسکے حق کی تکمیل، مقامی قانون کی رو سے ہونی چاہیئے۔ ایسا عمل زیادہ تر تصفیہ حسابات (Winding up) کی کارروائی میں کرنا پڑے گا، کیونکہ جماعتہائے مشترکہ کا ایکٹ، کسی اثاثہ کو کمپنی کی ملکیت سے منتزع نہیں کرتا، بلکہ جملہ اثاثہ پر دائنوں کے فائدے کیلئے صرف بار امانت عائد کرتا ہے۔

دفعہ ۱۳۸ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ یا ایسی کمپنی کے تصفیہ حساب کی کارروائی، جو انگلستان میں قائم ہوئی ہو، دیوالیہ شخص یا کمپنی کی ایسی ذاتی یا منقولہ جائداد پر، جو ممالک انگریزی کے کسی حصہ میں واقع ہو یا وہاں دستیاب ہو سکتی ہو، حاوی سمجھی جائے گی ویسے جائداد مذکور پر موثر ہوگی۔ 174

دیکھو، مقدمہ بیکطرفہ رابرٹسن (۱۸۷۵) ایل۔ آر۔ ۲۰۔ ای کیو ۔ ۷۳۲ جج ہکن، جس میں ایک دائن متوطن اسکاٹ لینڈ کو حکم دیا گیا کہ وہ اس رقم کو جو اُسے انگلستان کے تصفیہ حساب کی کارروائی شروع ہونے کے بعد ایک تصفیہ حساب کے مدیون سے علی الحساب وصول ہوئی تھی، انگلستان کی کارروائی تصفیہ حساب کے امین کے حوالے کردے۔ جج نے فیصلہ کی بنیاد اس پر قائم کی کہ دائن نے اپنے زر بقایا کا ثبوت دیا تھا، اور اس کا ثبوت دینا بمنزلہ اس معاہدہ کے تھا کہ کل جائداد کا اہتمام تصفیہ حسابات یا دیوالیہ کی کارروائی میں کیا جائے۔

مقدمہ اورینٹل انلینڈ اسٹیم کمپنی و مقدمہ بیکطرفہ سنڈ ریلوے کمپنی (۱۸۷۴) ایل۔ آر۔ ۹۔ چانسری مرافعہ ۵۵۷، میں جب میمز جیمس و ملش نے میلنس کے فیصلہ کو بحال رکھا، اور مقدمہ انٹرنیشنل پلپ و پیپر کمپنی (۱۸۷۶) ۳۔ چانسری ڈویژن ۵۹۴۔ جج جیسیل: میں ایک کمپنی کے دائن کو جو انگلستان میں زیر تصفیہ حسابات تھی، روک دیا گیا: مقدمہ مقدم الذکر میں، اس جائداد کی قرقی سے جو کمپنی مذکور کی ہندوستان میں واقع تھی؛ اور موخر الذکر مقدمہ آئرلینڈ میں ارجاع دعوی سے، اگر کوئی ہندوستان یا نوآبادی کی کمپنی انگلستان کی تصفیہ حسابات کی کارروائی میں زیر اصول فقرہ ۲

اسکی محکوم ہوتی، تو یہ فرض کرنا مشکل تھا کہ اس کی ایسی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ، جو انگلستان سے باہر واقع تھی، اس کارروائی تصفیہ حساب سے باضابطہ طور سے منتقل ہو گئی۔ اگر چہ بغیر آسانی یہ ممکن تھا کہ اس کا اہتمام انگلستان کی عدالت کے ذریعہ سے ہوتا بشرطیکہ ساتھ ہی ساتھ کمپنی کے مقام توطن میں کوئی کارروائی تصفیہ حسابات کی نہ ہو رہی ہوتی۔

دفعہ ۱۳۹۔ لیکن اگر ایک ایسے شخص کے مدیون نے، جو انگلستان میں دیوالیہ ہے، دیوالیہ کی کارروائی کے آغاز ہونے کے بعد حکمنامہ عدالت کی بنا پر کسی ملک میں، خواہ وہ انگلستان ہو یا غیر انگلستان، اپنا قرضہ ادا کر دیا ہے، تو اسلئے کارروائی دیوالیہ، اس سے دوبارہ وصول قرضہ کے مجاز نہیں ہیں، اگرچہ وہ دائن، جس نے ذریعہ حکمنامہ قرقی، اس قرضہ کے ادا کرنے پر مجبور کیا، اس رقم کی بابت اسنا کا جوابدہ ہوگا۔

مقدمہ لی شو بلیر بنام لیچ (۱۸۷۹) ۱۔ ڈاک۔ ۲۰۷۔ ج ہنیفیلڈ ہو

دفعہ ۱۴۰۔ قبل ازیں یہ امر مسلم تھا کہ انگلستان میں دیوالیہ مجبور نہیں کیا جا سکتا، کہ وہ اسنا پر اپنی ایسی جائداد غیر منقولہ، جو سلطنت انگلستان کے حدود سے باہر واقع ہو، منتقل کر دے، یا جائداد منقولہ کی جو ایسے ملک میں واقع یا دستیاب ہو سکتی ہو، جہاں ایسی جائداد کی نسبت، اسنا کا حق اس کامل طریقہ سے تسلیم نہ کیا جاتا ہو جیسا کہ وہ انگلستان میں تسلیم کیا جاتا ہے۔

مقدمہ بیکٹرڈ المکیس (۱۷۸۷) کاکس ۲۹۸۔ ج، متفرق متعلقہ قرضہ ملک غیر

ج، ایلڈن، بمقدمہ سلک رگ بنام ڈیوس (۱۸۱۴) ۲۔ راس۔ ۲۱۱۔ ۲۔

ڈو۔ ۲۴۵ ایضاً متعلقہ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ، یہ امر نامناسب ہوگا کہ دیوالیہ دوسرے طریقوں سے مجبور کیا جائے، اور اس کا صداقت نامہ روک لیا جائے، اس وقت تک کہ وہ اپنی جائداد غیر منقولہ موقوعہ ملک غیر منتقل کر دے۔

ج، پارکی، بمقدمہ کاکرل بنام ڈکنس۔ (۱۸۴۰) ۳۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۱۳۲ ہو

لیکن ۱۸۸۳ء کے دیوالیہ ایکٹ کے دفعہ ۲۲ میں محکوم ہے، کہ مدیون ایسے تمام انتقال نامجات اور دستاویزات کی تکمیل کرے گا، جن کی تکمیل کی بطور معقول،

اسناء کی طرف سے خواہش کیجائیگی۔ اس کا اثر یقیناً اس جائداد غیر منقولہ پر نہیں پڑیگا، جو ملک غیر میں واقع ہے، اور جو قانون مقام وقوع کے لحاظ سے کارروائی دیوالیہ کے اسناء پر منتقل نہیں ہو سکتی: البتہ یہ عمل، تمام جائداد منقولہ کے انتقال میں موثر ہوگا۔ اب فرض کرو کہ ایک ایسے شخص نے، جو انگلستان میں دیوالیہ ہے، دیوالیہ کی کارروائی شروع ہو جانے کے بعد، اپنے مدیون سے، بیرون حکومت انگلستان، 175
کوئی رقم حاصل کی — خواہ وہ جائداد غیر منقولہ کی ہو خواہ ایسی جائداد منقولہ کی ہو جس کے متعلق انگلستان کے اسناء کی طرف سے نہ کوئی استدعا ہوئی، اور نہ اس ملک کے قانون کے لحاظ سے، جہاں وہ واقع یا واجب الوصول ہے، اسناء کا ایسا حق تسلیم کیا جاتا ہے — ایسی صورتوں سے جو اصول متعلق کیا جاتا ہے، وہ کلکتہ کے ایک مرافعہ (دیوالیہ ہندوستان) کے فیصلہ پرائوی کونسل میں قائم کیا گیا ہے، اور تقریباً وہی ہے جس کے مطابق انگلستان کی کارروائی دیوالیہ میں عمل ہوتا ہے: اگر قانون ۹۔ جارج فصل ۴۔ ۳، دفعہ ۹۔ (یہ ہندوستان کی کارروائی دیوالیہ کا قانون ہے) کے انتقالات کی رو سے، جائداد غیر منقولہ واقع جاوا منتقل نہیں ہوئی ہے، اور نہ عام دائنوں کے فائدہ کیلئے منتقل الیہم کو دستیاب ہو سکتی ہے، تو جو مخصوص دائن، قانونی طریقہ سے اس کے حصول میں کامیاب ہوگا، وہ اس کو اپنے قبضہ میں رکھنے کا مستحق متصور ہوگا، اور اگر اس نے، جائداد مذکور سے، اپنے دین کے کسی جز کے وصول پانے سے پہلے، اپنے قرضہ واجب الوصول کو ثابت کر دیا ہے، تو وہ جائداد دیوالیہ سے، اس وقت تک اقساط پانے کا مستحق متصور ہوگا، جبتک کہ روپیہ میں پورے سولہ آنے نہ وصول ہو جائیں، اسی طریقہ سے جس طرح کہ ایک دائن کے قرض کا بار کفالت، جائداد غیر منقولہ پہ ہوتا یا تیسرا شخص، اس کے قرض کا ضامن ہوا ہوتا۔ ایسی حالت میں جو رقم اس کو جائداد غیر منقولہ سے ملی ہے، اور نہ وہ اقساط، جو اس کو دین کی بابت ملے ہیں، اس سے واپس لیجا سکتی ہیں؛ اور نہ وہ آئندہ کے لئے ان کے لینے سے روکا جا سکتا ہے، جبکہ وہ واجب الادا ہوں۔ اصول یہ ہے کہ ایک دائن، اس رقم کا کوئی جز نہیں حاصل کر سکتا، جو تمام دائنوں کے دیون کے ادا کرنے کے لئے ہو، اور جو رقم اس کے ادا کرنے کے بعد باقی رہجائے، اس میں، پھر دوسرے دائنوں کی شرکت میں، اس کو حصہ پانے کے دعوی کرنے کی اجازت

نہیں دیجاسکتی لیکن یہ اصول، ایسے دائن سے متعلق نہیں ہوسکتا، جو اپنی دوادوش سے
کوئی ایسی شئے حاصل کرلیتا ہے، جو اس سرمایہ میں، نہ شریک تھی اور نہ شریک ہوسکتی تھی"۔
مقدمہ کاکرل بنام ڈکینس (۱۸۴۰) ۲ ۔ مو ۔ پی ۔ سی ۔ ۱۳۲ ۔ یہ انتخاب صاف طور سے
اس سرمایہ کے متعلق، ایک اصول قائم کرتا ہے، جو ایک مخصوص دائن کے قبضہ میں،
نہ آجانے کی صورت میں بھی، عام طور سے دوسرے دائن کے فائدہ کے لئے، دستیاب
نہیں ہوسکتا تھا لیکن اس سرمایہ کے متعلق ایسی صراحت کی، اس موقع پر ضرورت
نہ تھی، جس کا تمام دائنین کے فائدہ کے لئے دستیاب ہونا ممکن تھا۔ یہ مخصوص دائن،
حدود ملک غیر کے باشندے تھے؛ ان لوگوں نے نہ صرف دیوالیہ کی جائداد
غیر منقولہ واقعہ جاوا سے ایک رقم پائی تھی، بلکہ دیوالیہ کے مدیونوں کے خلاف نیکوٹن
میں، جو کہ ڈچ ایسٹ انڈیا کی ایک نوآبادی ہے، عدالتی کارروائی شروع کردی تھی؛
اگرچہ اس سے، ان کو اس وقت تک کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا تھا۔ فقرہ متجہ بالا میں، جو
کچھ لکھا گیا ہے، اس کی بنا پر، کلکتہ کے منتقل الیہم نے، وہاں کی کارروائی دیوالیہ میں،
ان کا حصہ اس وقت کے لئے موقوف کرادیا جب تک وہ نیکوٹن کی مرجوعہ کارروائی 176
سے دست بردار نہ ہوجائیں۔ اگر یہ مخصوص دائن، حدود اختیارات عدالت کے باشندے
ہوتے، اور نیکوٹن کی کارروائی سے مستفید ہوئے ہوتے، تو یہ سوال پیدا ہوتا کہ آیا
منتقل الیہم، اس امر کے مجاز نہیں ہوسکتے تھے، کہ وہ فائدہ مذکور کو ان سے واپس لے کر،
اس سرمایہ کا ایک جز قرار دیں، جو عام دائنین کے لئے تھا، اور جس کو وہ دائنین، خود
کارروائی دیوالیہ کے قانون کے زیر اثر ہونے کی بنا پر، عام سرمایہ سے علیحدہ
رکھنے کے مجاز نہیں ہوسکتے تھے۔ جو مسئلہ اس صورت میں ہمارے سامنے پیش ہے،
اب ہم اس کی توضیح کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

دفعہ ۱۴۱ ہر دائن، خواہ وہ انگلستان کا باشندہ ہو یا ملک غیر کا، اس کا
مجاز ہے کہ وہ ایسی رقم کو، جو وہ دیوالیہ یا کمپنی زیر تصفیہ کی جائداد غیر منقولہ واقع
بیرون ملک انگلستان سے وصول کرسکتا ہو، اپنے قبضہ میں رکھے، اور اگر رقم وصول شدہ،
اس کے قرضہ کا ایک جز ہو، تو کارروائی دیوالیہ یا تصفیہ حساب میں، اپنے بقیہ قرضہ کی
بابت، دوسرے دائنین کی طرح، اور انکے ساتھ، اقساط پانے کا مستحق ہوگا۔

کاکریل بنام ڈیکس (۱۸۴۰) ۲-مو- پی- سی- ۹۸-نج، پارکی ہو
مقدمہ سنٹرال شنگ نیکاکری واقع برازیل۔ ومقدمہ نلیک (۱۸۹۴) ۱-
چانسری ۲۹۹-۳۴نج، نارتھ میں ایک دائن کو ایک انگریزی کمپنی کی جائداد
غیر منقولہ موقوعہ برازیل کے متعلق کارروائی کرنے کی اِس بنا پر ممانعت
کر دی گئی تھی کہ ایسی کارروائی جائداد مذکور کے بطریق احسن فروخت میں مزاحم
تھی ؛ مگر یہ قرار دیا گیا کہ ایسے اس حق کے متعلق کہ اس کا قرضہ قیمت جائداد مذکور
سے ادا کیا جائے بعدہٗ تحقیقات کیجائے گی ہو

یہ اصول جو انگلستان کے نظائر میں، عام الفاظ میں، اِس طرح بیان کیا گیا ہے،
وہ اِس مفروضہ پر مبنی ہے، کہ ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ کو کسی ملک میں، وہاں کی
موقوعہ جائداد غیر منقولہ پر موثر ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی ؛ لیکن چونکہ
فی الحقیقت ایسا نہیں ہے، اسلئے جو اصول مقدمہ کاکریل بنام ڈکنس میں قائم ہوا ہے،
وہ ان رقوم تک محدود رہنا چاہیے، جو ایسی جائداد غیر منقولہ سے وصول کی جائیں جو ایسے
ممالک میں واقع ہوں جہاں کہ انگلستان کے امنا ان سے کسی طرح مستفید
نہیں ہو سکتے ۔

اس دفعہ کا اصول ان رقوم سے بھی متعلق ہے جو ملک غیر میں، بذریعہ فیصلہ جات
تعیمی (in rem) جائداد منقولہ سے وصول ہوں ۔

مقدمہ مینا کریگ اسٹیم شپ کمپنی بنام چارٹرڈ مرکنٹائل بنک آف انڈیا
لنڈن وچین (۱۸۹۷) ۱-کیو-پی - ۵۵-نج، کسانس ہو

اب ہم جائداد منقولہ کی عام حالت پر غور کرتے ہیں، فرض کرو کہ ایک ایسا
ملک ہے، جہاں اس کے متعلق، انگلستان کے امنا و دیوالیہ کے حقوق سے قطعی طور
سے، تو انکار نہیں کیا جاتا، کیونکہ ایسا کوئی ملک نہیں ہے ؛ مگر حقوق مذکورہ دیوالیہ کی
بعد کی کسی کارروائی کی تعمیل یا قرقی کی بنا پر ملتوی رکھے جاتے ہیں ۔ اگر
کوئی دائن ایسی تعمیل یا قرقی کے ذریعہ سے کوئی رقم وصول کر لیتا ہے، تو اس کی نسبت
یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اس رقم کا ایک جز حاصل کر لیا جو تمام دائنین کے دیون
کے ادا کرنے میں کارآمد ہو سکتا تھا ؛ کیونکہ اگر کسی کی طرف سے مداخلت نہ ہوتی، تو

177

امنا، جائداد منقولہ کے متعلق، بمقابلہ دیوالیہ کے، کامیابی کے ساتھ اپنا استحقاق ثابت کرسکتے تھے۔ اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس میں دوسرے ایسے دائن مخل انداز ہوتے، جو انگلستان کی عدالتوں کی دسترس سے باہر تھے؛ اسلیئے، اگر ایسا دائن، جو انگلستان کی عدالتوں کے تابع ہے، ملک مفروضہ میں اپنی محنت کے نتیجہ سے محروم رکھا جائیگا تو جائداد منقولہ سے صرف وہ دائنین فائدہ اٹھائیں گے، جو ان عدالتوں کے تابع نہیں ہیں جواب کا کافی یا غیر کافی ہونا خاص حالات میں، موخرالذکر دائنین کے وجود اور ان کی اہمیت پر منحصر ہے مگر عدالتوں نے کبھی اسطرف توجہ نہیں کی؛ بلکہ ایک دوسرا راستہ اختیار کیا ہے، جس کی تشریح غالباً آئندہ دو دفعات سے ہوجائے گی۔

دفعہ ۱۴۲۔ جو انگلستان کا دائن، یا انگلستان کا باشندہ، یا ایسا شخص، جو دائن کی حیثیت سے، انگلستان کا متصور ہوتا ہو اس بنا پر کہ وہ، انگلستان کے ایسے کارخانہ کا ہے، جس کا وہ ایک رکن ہے؛ انگلستان میں کارروائی دیوالیہ یا تصفیہ حساب کی کارروائی کے شروع ہونیکے بعد ــــ نہ کہ کارروائی دیوالیہ یا تصفیہ حساب کی کارروائی سے پہلے کی کفالت یا فیصلہ یا تقسیم کی بنا پر دیوالیہ یا کمپنی کی جائداد منقولہ واقع ملک غیر میں سے کوئی رقم وصول کرلے ــــ اس کو لازم ہوگا کہ وہ رقم مذکور کارروائی دیوالیہ کے امنا یا تصفیہ کنندگان حساب کو واپس دے ــــ خواہ وہ اپنے بقیہ دین کی بابتہ (اگر کچھ ہو) طالب اقساط ہو اور خواہ رقم مذکور اس کو عدالتی کارروائی کے ذریعہ سے ملی ہو اور خواہ ایسی کارروائی میں، امنا یا تصفیہ کنندگان حساب کی طرف سے طلب حق کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو ــــ اور ایسے تمام دائنین، ملک غیر میں، ایسی رقم کے وصول کی کارروائی عمل میں لانے سے ممنوع کیئے جائینگے۔

مقدمہ سوتھ ایسٹرن پرتگال ریلوی کمپنی (۱۸۶۹) ۱۷۔ ڈبلیو۔ آر۔ ۹۸۲۔ جج، ہانس کا مقدمہ نارتھ کارولینا اسٹیٹ کمپنی (۱۸۸۹)، ۵۔ ٹی۔ ایل۔ آر ۳۲۸۔ جج، جیٹی کا مقدمہ بلفاسٹ شپ اونرز کمپنی [۱۸۹۴] ۱ آئی۔ آر۔ ۳۲۱ جج، چیٹرٹن جس کی تائید ڈاکٹر۔ پالسن۔ فشر گبن نے کی، وہ نظائر دائنین کے روکنے کے متعلق ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہو

دفعہ ۱۴۳ اگر دائن کی وہ حیثیت نہیں ہے، جو دفعہ متذکرۂ بالا میں بیان ہوئی ہے، اور اس نے انگلستان کی کارروائی دیوالیہ یا کارروائی تصفیہ حساب کے شروع ہونیکے بعد — نہ برنبائے کسی بار کفالت قابل کارروائی دیوالیہ یا تصفیہ حساب، یا فیصلہ یا تقسیم کے — دیوالیہ یا کمپنی کی جائداد منقولہ، واقع ملک غیر سے کوئی رقم پائی ہو، تو اسپر لازم ہوگا کہ وہ اس کا حساب دے، اگر وہ اپنے بقیہ قرضہ کی بابت (اگر کچھ ہو) اقساط کا طالب ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو وہ رقم محصلہ پر متصرف ہوسکتا ہے، خواہ رقم مذکور عدالتی کارروائی کے ذریعے سے وصول ہوئی ہو، اور خواہ امنا یا تصفیہ کنندہ حساب کے حقوق ایسی کارروائی میں — اگر کوئی کارروائی ہوئی ہے — ظاہر کئے گئے ہوں یا نہ کئے گئے ہوں۔

اس میں اہم نظائر یہ ہیں، مقدمہ ہنٹر بنام پاٹس (۱۷۹۱ء) ۴۔ ٹی۔ آر ۱۸۲ کنگس بنچ۔ عدالت کا فیصلہ، بج، کنیان نے صادر کیا، مقدمہ سل بنام ورسوک (۱۷۹۱ء) ۱۔ ایچ۔ بی۔ ایل۔ ۶۹۵ مقدمات دیوانی فیصلہ عدالت، بج لاربوتے نے صادر کیا، مقدمہ فلپس بنام ہنٹر (۱۷۹۵ء) ۲۔ ایچ۔ بی۔ ایل۔ ۴۰۲ عدالت اعلیٰ قانون انگلستان، بج، میکڈانلڈ، ہوتھم، پیرن، ہیتھ و ٹامسن۔ و برکت برخلاف، ایرتی، ان سب مقدمات میں انگلستان کی کارروائی دیوالیہ کے منتقل الیہم نے ان دائنوں سے رقم وصول کرلی، جو انھوں نے ذریعہ قرقی بیرون ملک حاصل کی تھی۔

مقدمہ ہنٹر بنام پاٹس میں قرقی جزیرۂ روڈس میں ہوئی تھی، اور منتقل الیہم نے اس میں کوئی دخل نہیں دیا تھا، اور نہ یہ ثابت کیا گیا تھا کہ اس ملک میں انکے حقوق کس نظر سے دیکھے جاتے۔ لارڈ کنیان نے دائن کے انگلستان کی رعیت، اور اس امر سے بحث کی کہ جب اس نے قرقی کی کارروائی شروع کی، اس وقت اس کو کارروائی دیوالیہ کا علم تھا، مگر انکے فیصلہ کی اصل بنیاد دیوالیوں کا انگلستان کا وطن تھا۔ مقدمہ سل بنام وارسوک میں قرقی بار برٹش ورجن آئیلینڈیز میں ہوئی تھی، بلیں اگر منتقل الیہم کی طرف سے دعویٰ ہوتا تو ان کا حق صحیح سمجھا جاتا، اور مقدمہ کا فیصلہ اصول مندرجۂ دفعہ ۱۴۲ کی بنا پر ہوتا مگر لارڈ لابرونے

178

دائن کی سکونت انگلستان، اور اسکے انگلستان کے حلف، اور کارروائی دیوالیہ کے علم اور بیان حلفی کو جس سے کارروائی قرقی کا آغاز ہوا تھا، فیصلہ کیلئے کافی تصور کیا۔ انھوں نے اس مسئلہ میں اس سے زیادہ چھان بین کی، جسکی انکی رائے میں بلحاظ حالات مقدمہ ضرورت تھی، اور دیوالیہ کے توطن پر بڑا زور دیکر لکھا کہ "میری یہ خواہش نہیں ہے کہ اس سے یہ سمجھا جائے کہ جو رائے میں دے رہا ہوں، اس سے یہ امر بطور نتیجہ کے مستنبط ہوتا ہے، بلکہ جس دلیل سے میں کام لے رہا ہوں اس سے نتیجہ اسکے خلاف پیدا ہوگا کہ اگر ایک دائن اس ملک میں (نو آبادی نہیں، بلکہ مفروضہ ملک حکومت انگلستان سے باہر) جو کہ قوانین دیوالیہ کا تابع نہ ہو اور نہ ان سے متاثر ہو سکتا ہو، اپنا قرضہ وصول کر کے اس ملک میں آنے کے بعد رقم قرضہ کی واپسی کا مستوجب ہو؟ اگر اس نے بمقابلہ منتقل الیہم، مقدمہ دائر کر کے قرضہ وصول کیا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ کسی طرح مستوجب واپسی نہیں قرار پا سکتا لیکن اگر اس ملک کا قانون ایسا ہے کہ وہ دائن کو بمقابلہ منتقل الیہم کے ترجیح دیتا ہے تو گو کہ میں اس فیصلہ کو غلط قرار دونگا اگر میں نہیں سمجھتا کہ میں اس کے خلاف رائے دیکر اس ملک کے فیصلہ کو منسوخ کر سکونگا؛ البتہ میں اس اصول کو ضرور ناپسند کرونگا جس کی بنا پر وہاں کے قانون نے ایسا فیصلہ صادر کیا ہے"۔ فلپس بنام ہنٹر کے مقدمہ میں قرقی پنسلوینیا میں ہوئی تھی، منتقل الیہم کی طرف سے کوئی کارروائی عمل میں نہیں آئی، اور نہ یہ ثابت کیا گیا کہ ان کے حقوق وہاں کس نظر سے دیکھے جاتے۔ عدالت کے ججوں کے بڑے حصہ نے اپنے فیصلوں میں، قرقی کرانے والے دائن کے عاملا سے انگلستان ہونے سے بحث کی —— اگرچہ وہ امریکہ میں رہتا تھا —— اور نیز اس پر کہ وہ ایک ایسی جماعت تجارت کا شریک تھا، جس کی تجارتی کوٹھی صرف انگلستان میں تھی، اور جہاں اسکے دوسرے شرکاء رہتے تھے، اور جہاں دیوالیہ نے کوٹھی سے قرضہ کا معاملہ کیا تھا۔ انھوں نے ان سب امور کو اہم تصور کیا؛ انکی رائے کا خلاصہ مفصلہ ذیل فقرات سے ظاہر ہوگا: "اسلئے کہ جب قرض لیا گیا، اس وقت مقدمہ کے تمام فریق انگلستان کے قوانین دیوالیہ کے اسیطرح تابع تھے جس طرح دوسرے قوانین ملک کے تھے جہاں

وہ رہتے تھے .... اور یہ ایک دانشمندانہ اصول ہے کہ مختلف خود مختار سلطنتیں، اپنے ملک کے باشندوں کے مختلف تمدنی تعلقات کو تسلیم کرتی اور انکے مطابق عمل پیرا ہوتی ہیں"۔ ان دو دفعات کے مرتب کرتے ہیں، میں نے دیوالیہ کے قرض لینے کے مقام اور اس وقت کے مخصوص حالات کو نظرانداز کرنے کی جرأت کی ہے، کیونکہ یہ امور خانگی قانون بین الاقوام کے مسلمہ اصول کے مطابق اہل ذمہداری کے عائد کرنے میں موثر ہو سکتے ہیں؛ لیکن انکی خلاف ورزی کے چارہ کاروں پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

لارڈ ہارڈوک، اس سے قبل، اس رائے کا اظہار کر چکے تھے کہ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ میں منتقل الیہم کے حقوق بمقابلہ ان حقوق کے جو اسکاٹ لینڈ کی ترقی اور تحویل سے حاصل ہوتے ہیں، مرجح ہوتے ہیں۔ یہ ایسی رائے ہے جو دفعہ (۱۳۸) کے اصول کے مطابق ہے۔ مقدمہ میکنٹاش بنام اگلوی (۱۷۴۸) ۴۔ ٹی۔ آر۔ نوٹ ۱۹۲ میں، جج موصوف نے ذریعہ حکمنامہ ممانعت سو انگی (ne'exeat) دائن کو ایسی ترقی و تحویل کیلئے اسکاٹ لینڈ جانے سے روک دیا۔ 179

اور کپتان ولسن کے مقدمہ کی دوسری نوبت میں، جو زیر نام رچرڈسن بنام بریڈشا رپورٹ کیا گیا ہے (۱۷۵۲) ۱۔ اٹکنس ۱۲۸۔ مگر جس میں لارڈ ہارڈوک کے بیان مندرجہ مقدمہ سیل بنام دارسوک ۱۔ ایچ۔ بی۔ ایل۔ ۶۹۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لارڈ ہارڈوک اور عدالت سیشن نے انتقال کو، بمقابلہ ترقی و تحویل کے مرجح قرار دیا تھا۔ اس کے بعد لارڈ مینسفیلڈ نے ایک مقدمہ میں جس میں تھیلادہ سہ جوری (nisi prius) کے مجوز تھے، یہ فیصلہ دیا کہ ایک دائن انگلستان کا باشندہ اس امر کا مجاز تھا کہ وہ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ کے منتقل الیہم کے مقابلہ میں، ان رقوم پر متصرف رہے جو اس نے ذریعہ تعمیل آغاز کارروائی دیوالیہ کے بعد جبل الطارق میں حاصل کی تھیں، دوارنگ بنام نائٹ (۱۷۶۵) گلس بنک۔ ۳۰۰۔ اور عدالت سیشن اسبارہ میں متردد تھی، جیسا کہ صفحہ ۱۷۹ پر بیان ہوا ہے، اور یہ کل معاملہ تذبذب کی حالت میں تھا، جبکہ وہ اہم تین مقدمات، فیصل ہوئے، جن کا ہم تبصرہ کر چکے ہیں۔

مقدمات بیکطرفہ ڈوبری ول ؛ میسرو ریو ۱۹۰۳ء ۔ ڈس ۲۰۸ میں لارڈ ایلڈن نے انگلستان کی کارروائی دیوالیہ اور جرمنی کی ترقی کی اذیت کو معلوم کرنے کیلئے موریانت وقت کی کارروائی کیجانے کی اجازت دی تھی

دفعات ۱۴۲ اور ۱۴۳ کا اصول انگلستان کے ڈبنچر ہولڈر (حصص داروں) کے بیوہ اور ایسے سادہ دائنین کے درمیان ہیں، جنہوں نے بیرون ملک کوئی رقم حاصل کرلی ہو یا حاصل کرنا چاہتے ہوں، کارآمد نہیں ہوسکتا؛ بمقابلہ سادہ دائن کے ڈبنچر ہولڈر کو بربنائے نصفت کوئی ترجیح نہیں دیجاسکتی۔

مقدمہ ماڈسلے وفسہ زندان وفیلڈ (۱۹۰۰) ۱۔ چانسری ۶۰۲۔ ج، کوزنس ہارڈے تھو

دفعہ ۱۴۴ - جس حالت میں، ایک ہی شخص کی جائداد، یا ایسے ساشرکاء کی جائداد جو انہیں اشخاص سے مرکب ہو، اگرچہ اس کا نام دوسرا ہو، انگلستان اور بیرون ملک میں زیر کارروائی دیوالیہ ہو، اور ایک دائن نے، بیرون ملک کی کارروائی میں، اپنے دین کا کوئی جز حاصل کرلیا ہو، تو اس کو انگلستان کی کارروائی میں، کوئی جز اس وقت تک نہیں ملے گا، جبتک کہ سب دائن، مساوات کے درجہ میں نہ آجائیں؛ اگرچہ وہ، بیرون ملک کی، کارروائی دیوالیہ کی رو سے ترجیح کا مستحق قرار پاتا ہو۔

مقدمہ بیکطرفہ ولسن (۱۸۷۲) ایل۔ آر۔ ۷۔ چانسری مرافعہ ۴۹۰۔ ج، جیمس میلیش ؛ و مقدمہ بیکطرفہ مینکوڈی پورچگل (۱۸۷۹) ۱۱۔ چانسری ڈویژن ۷۔ ۱۳۱۔ ج، جیمس ۔ بیگلے و براٹول جس کو زیر نام مینکوڈی پورچگال بنام وادٹل (۱۸۸۰) ۵۔ مرافعہ ۔ ۹۱۔ جہان، کیرنس تیلبورن ۔ بلیکرن، نے بحال رکھا۔ مقدمہ بیکطرفہ ولسن میں یہ لکھا گیا کہ : اس مقدمہ کی فی الحقیقت صورت یہی ہے، کہ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ کے شروع ہوجانے کے بعد، ایک دائن، بیرون ملک تعمیل قرقی کے ذریعہ سے کوئی رقم حاصل کرے؛ لیکن اگر انگلستان کا دائن ایسا کرتا تو وہ، دفعہ ۱۴۲ کے سخت قاعدہ کے زیر اثر آجاتا؛ اور یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ولسن کے بیکطرفہ مقدمہ کا دائن انگلستان کا نہ تھا۔

اسی اصول پر، ایسی صورت میں، کہ انگلستان کا ایک جہاز، ڈگری ایک ملک غیر کی عدالت کی ڈگری کی بنا پر، فروخت کر دیا گیا تھا، اور قیمت تقسیم ہو گئی تھی، انگلستان میں اس رقم کی تقسیم کی بابت، دعوی دائر ہوا، جو مالکان جہاز نے، اپنی ذاتی ذمہ داری کی بنا پر، ادا کی تھی، جسٹس گورل بارنس نے، ان دعویداروں کو، جو ملک غیر کی کارروائی میں شریک نہ تھے، ان دعویداروں کے مساوی کر دینے کی تجویز کی، جو اس میں شریک رہے تھے۔ وہی کریتھی [۱۸۹۰] پی۔ ۸۷۔ اور نیز ملاحظہ ہو، تجویز منظورہ عدالت، بمقدمہ میکفاڈین وکمپنی [۱۹۰۸] اے کے۔ بی۔ ۶۷۵، جج، بیگھام۔

دفعہ ۱۴۵ جس صورت میں کوئی شخص انگلستان میں دیوالیہ ہو جائے، اور اس کے شرکا بیرون ملک رہتے ہوں — خواہ وہ ملک سلطنت انگلستان کا ایک 180
جز ہو یا نہ ہو — اور وہ لوگ دیوالیہ نہ ہوں، تو شخص متقدم الذکر کا ہر دائن، خواہ وہ انگلستان کا ہو یا بیرون ملک کا، بیرون ملک کے شرکا سے جو کچھ حاصل کرے، اسپر متصرف ہو سکتا ہے، اور اگر رقم وصول شدہ، اس کے دین کا ایک جز ہو، تو وہ اپنے بقیہ قرضہ کی بابت، کارروائی دیوالیہ میں دوسرے دائنوں کے ساتھ ساتھ حصہ پانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

بریکو بنام ملر (۱۸۱۷) ۲۔ میر۔ ۲۷۹۔ جج، گرانٹ: جن کا بیان تھا کہ "تقسیم کی صورت میں، مساوات ممکن نہیں"۔

دفعہ ۱۴۶ جس حالت میں ایک یا ایک سے زیادہ اشخاص، انگلستان میں دیوالیہ ہو جائیں، اور اس جماعت کی جائداد، جس کا شخص یا اشخاص مذکور شریک ہوں، بیرون ملک بھی — خواہ وہ ملک سلطنت انگلستان کا ایک حصہ ہو یا نہ ہو — زیر کارروائی دیوالیہ ہو، تو اس امر کا تصفیہ کہ آیا وہ دائن، جو بیرون ملک کی کوٹھی کے مقابلہ میں ثبوت دے چکا ہے، ماتحت یا انگلستان کی چھوٹی کوٹھی کے مقابلہ میں بھی ثبوت دے سکتا ہے؟ انگلستان کے ان قواعد کی رو سے کیا جائے گا، جو دوہرے یا مضاعف ثبوت دینے کے متعلق نافذ ہیں۔

مقدمہ بکطرفہ کوپیر ڈی لومیٹور، بمقدمہ ونزلیمر (۱۸۳۴) ۱۔ ایم و اے

۲۴۵ - جج، برو ہام: جنہوں نے عدالت نظر ثانی کے فیصلہ کو بحال رکھا تھا۔
و مقدمہ بیکلرفہ گولڈ اسمتھ (۱۸۵۶) ۱ - ڈی - جی - ۷۰ - ۲۵۷ - جج، نائٹ بروس
و ٹرنر۔ و مقدمہ (۱۸۵۷) صرف ٹرنر - موخر الذکر مقدمہ میں نائٹ بروس
کا اختلاف انگلستان کے قواعد کے متعلق تھا۔

دفعہ ۱۴۷ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ کے امنا کو، دیوالیہ کی جو جائداد منقولہ یا غیر منقولہ، موقوعہ ملک غیر ملتی ہے، اس کے طریقہ تصرف میں، وہ انگلستان کے قانون دیوالیہ کے تابع رہیں گے۔ اور اس لئے ان کا تصرف، ان تمام حقوق کا پابند رہے گا، جو بمقابلہ دیوالیہ کے عائد ہوتے تھے؛ بشرطیکہ حقوق مذکور خود قانون دیوالیہ کی رو سے، نا قابل نفاذ نہ ہوں - اور اگر دیوالیہ نے؛ بذریعہ معاہدہ نافذ جائداد پر کفالت کرنے کا معاہدہ کیا ہے، تو اس کی پابندی، امنا کو بھی کرنی پڑیگی؛ اگرچہ اس کفالت کی تکمیل، اس مقام کے قانون کے لحاظ سے نہ ہوئی ہو، جہاں کہ جائداد واقع ہے یا جہاں وہ واجب الوصول ہے۔

مقدمہ بیکلرفہ، ہو تھامسن (۱۸۷۴) ایل - آر - ۹ - چانسری - مرافعہ
۲۲، - جج، جیمس و میلش۔

دفعہ ۱۴۸ جب ایک دین کا جواز، قانون مقام معاہدہ یا کسی دوسرے متعلقہ قانون کی رو سے، ثابت ہو جائے، تو کارروائی دیوالیہ میں اس کے تقدم کی ترتیب، قانون دیوالیہ، مقام کارروائی، یا مقام داوری Lex loci concursus or Lex fori پر منحصر ہو گی۔

مقدمہ بیکلرفہ، ملبورن (۱۸۷۰) ایل - آر - ۶ - چانسری - مرافعہ - ۶۴ -
جج، میلش و جیمس؛ و مقدمہ مقر بون بنام اسٹوارڈ (۱۸۷۱) ایل - آر
۳ - پی - سی - ۴۰۸ - جج، کیرنس۔

دفعہ ۱۴۸ - (الف) لیکن قانون مقام کارروائی کے ایسے احکام، جن کے ذریعہ سے امنا کے حقوق کسی تاریخ قبل تجویز سے متعلق ہوتے ہوں، اس جائداد یا دیون کی کفالت، یا ترتیب تقدم پر موثر ہو نگے، جو دوسرے حدود ارضی میں واقع یا واجب الوصول ہوں؛ اور جو اس مقام کے قانون کی رو سے، بجز منہ

کی تاریخ کے قبل، حاصل کئے جا چکے ہوں۔ 181

گلبرتھ بنام گرشا (۱۹۱۰) اے سی۔ ۵۰۸۔ ہج، لو ربرن ہیگناٹن جیمس آف ہیرفورڈ۔ ڈینیڈن: جنہوں نے فارویل۔ بکلے۔ کینیڈی کی رائے کو بحال رکھا؛ اور ریڈلے کی رائے کو منسوخ کر دیا ؎

انگلستان کے یہ مسائل، جن پر تبصرہ کیا گیا ہے، ان مسائل سے بہت مشابہ ہیں، جو فرانس میں رائج ہیں، دونوں ممالک میں، مدیون کے بیرونی مقام توطن کے اثناء کارروائی دیوالیہ کے حقوق، بمقابلہ اس مخصوص دائن کے حق کے، جو کہ بعد کی تعمیل یا قرقی کے ذریعہ سے، ان کو حاصل کرنا چاہتا ہے؛ مقدم اور مرجح متصور ہوتے ہیں۔ اور خاص اپنے ملک میں، کارروائی دیوالیہ نہ ہونے کی صورت میں، مدیون کی کل جائداد، دونوں ممالک میں، انکے قبضہ میں آجاتی ہے ــ اگرچہ انگلستان میں، جائداد حقیقی (جائداد غیر منقولہ)، اس سے مستثنیٰ کیگئی ہے ــ لیکن دونوں ممالک میں، روزانہ، یہ واقعات پیش آتے رہتے ہیں، کہ ایسے مدیون، دیوالیہ قرار دیئے جاتے ہیں، جن کا توطن وہاں کا نہیں ہوتا؛ اور فرانس میں، جن حالات میں، یہ عمل ہوتا ہے، اس کے لئے یہ شرط بھی لازمی نہیں متصور ہوتی، کہ مدیون کے مقام توطن میں، کوئی کارروائی دیوالیہ، اس کے مقابل میں نہیں ہو رہی ہے: اگرچہ بظاہر انگلستان میں، ایسی کارروائی کے عمل میں آنے کی صورت میں، بجز انگلستان کی موقوعہ حقیقی جائداد کے، کوئی اور جائداد، معبد کی تجویز کیلئے دستیاب نہیں ہوسکتی۔

ان دو نظامہائے قانونی میں جو اختلاف ہے، اس سے کہیں زیادہ، جرمنی اور اٹلی کے قوانین میں، پایا جاتا ہے:۔ ایکطرف قانون جرمن ہے، جو ملک غیر کے اعلانات دیوالیہ کے بعد بھی، تعمیل کی اجازت دیتا ہے؛ اور دوسری طرف اٹلی کا قانون ہے، جس میں حسب اصول مجوزہ برگنڈس، راڈنبرگ، وسوگنی، اسکی کوشش کیجاتی ہے، کہ کارروائی دیوالیہ، صرف ایک ہی ہونی چاہئے۔

یہ امر کسیقدر تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے، کہ انگلستان کے نظام قانونی میں، اس معاملہ میں، توطن کو، اسقدر وقعت دیجاتی ہے؛ حالانکہ مسئلہ توریث مابعد موت میں، جس کے متعلق، تمام یورپ کی رائے، غیر معمولی طور سے، متفق اور متحد تھی، ہم نے توطن کی وقعت کو

جائداد منقولہ کی بحث کے استفادہ تک محدود کر دیا ہے؛ اور اس معاملہ کے اُس جز میں، جو کارروائی دیوالیہ سے بہت زیادہ مُشابہ تھا، مختلف انتظامات کر کے، وارث کے دائنوں میں، ایسی ترتیب قائم کی ہے، جو دوسرے نظامہائے قانون سے مختلف ہے۔ اس کے دو اسباب ہوئے ؛۔ کارروائی دیوالیہ میں مذہبی عدالتیں، مال متروکہ کا پروبیٹ حاصل کرنے کے لئے موجود نہ تھیں؛ اور تجارتی آسانیاں ایک ہی کارروائی کئے جانے کی مویّد تھیں، ایسی آسانیاں آئندہ اس کا فیصلہ کریں گی کہ آیا وحدت کارروائی کے طریقہ کو، توسیع دینا یا اس کو اور زیادہ محدود کر دینا چاہیئے! یا صرف اسیطرح اس کو چلاتے رہنا چاہیئے! جس طرح وہ اسوقت ملک میں چل رہا ہے؟

182 اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا، کہ اس بارے میں، قانون اور قواعد کی ضرورت ہے؛ اور اسبارہ میں جسقدر اختلاف آرا ہے، اس سے، ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے، کہ بقیاس غالب، اس کی اصلاح، عدالتی فیصلوں، اور کسی ایک ملک کے قانون وضع کر لینے سے، نہیں ہو سکتی؛ اسکے انتظام کی یہی صورت ہو سکتی ہے، کہ بین الاقوام، معاہدات کئے جائیں؛ اور ان کی تعمیل کی غرض سے، ہر قوم، قانون وضع کرے۔

188

فصل ہفتم

جائداد منقولہ

اب ہم نکاح، موت، اور دیوالیہ، کی حالتوں پر غور کر چکے؛ یہی تین مخصوص صورتیں ہیں، جن میں انسان کی جائداد، یا کم از کم اس کی منقولہ جائداد، پر بحیثیت کلی (As an entirety) اور بنائے علیہ اس کی جائداد متعلقہ ذات پر، بلحاظ حالات کے غور کرنا پڑتا ہے۔ اب ہم کو جائداد کی، خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ، مخصوص اشیاء کے حقوق، اور ان حقوق کے استفادہ سے بحث کرنا باقی ہے: مخصوص اشیاء منقولہ بلکہ جملہ جائداد منقولہ کے متعلق جو قانون ہے، وہ، ان عام تعلقات کی بنا پر، جو اس میں اور مالک کی ذات میں، مخصوص حالات سے قطع نظر کر کے، فرض کر لئے گئے ہیں؛ عام طور سے، ان اشیاء کے مالک کی ذات پر منحصر سمجھا جاتا ہے: اسلئے قانون مذکور، ان صورتوں سے جن پر ہم قبل ازیں تبصرہ کر چکے، بہ آسانی غیر منقولہ کیطرف منتقل ہو جاتا ہے؛ جن کی نسبت، ایسے عام تعلقات کا اظہار، بجز ان لوگوں کے، جو قومیت کے اثر کو، خانگی قانون پر، انتہائی اصرار کے ساتھ، ڈالنا چاہتے ہیں؛ کسی اور نے نہیں کیا ہے۔ جائداد منقولہ اور اس کے مالکوں میں جو تعلقات فرض کئے گئے ہیں، ان کا اظہار، ان قانونی مقولوں سے کیا جاتا ہے: "حق دعوی) بابتہ دین" ان کے رگ و پے میں ساری ہے" ۔ اور "مال منقولہ" مالک کی ذات کے ساتھ جاتا ہے"۔

مقولہ، متقدم الذکر میں، صاف طور سے، صرف دیون کا خیال کیا گیا ہے؛ اور جب ہم انکی ملکیت کا ذکر کرتے ہیں، تو اس سے مقصد، صرف انکے متعلق، حق دعوی ہو سکتا ہے: خواہ وہ دیون مالک کی ذات میں ابتدائی حق سے پیدا ہوئے ہوں، خواہ حسب رضامندی یا خلاف رضامندی منتقل ہوئے ہوں۔ ان حقوق کی نسبت، ہمیشہ یہ سمجھا گیا ہے، کہ وہ، خاص طور سے وقانون مقام معاہدہ یا قانون مقام ادا، پر

منحصر ہوتے ہیں؛ اور شاید ان میں کچھ تبدیلی قانون مقام دعویٰ سے بھی ہو جاتی ہے؛ اسلئے اس مقولہ قانونی سے مشکل سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اس سے جائداد کی قسم اور مالک کی ذات سے، کسی تعلق کا اظہار مقصود تھا؛ بلکہ اس کا تعلق تمام ایسی صورتوں سے تھا، جن سے، یہ ظاہر ہوتا ہو، کہ اس کی جملہ جائداد سے بحث کیا جانا پیش نظر تھا۔ اس مقولہ قانونی میں، جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ صرف اسقدر ہے، کہ ایسی صورتوں میں، جو عام انتقالات کے نام سے موسوم ہیں، دیون سے، ذاتی قانون متعلق ہوتا ہے،
نہ کہ حقیقی قانون؛ اور یہ مقولہ کسی اصول قانون متعلقہ مخصوص انتقال جائداد منقولہ کی تائید 184
میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرا مقولہ یعنی "مال منقولہ، مالک کی ذات کے ساتھ جاتا ہے" — البتہ متعلق ہے؛ اور اس کا منشا یہی ہے، کہ وہ، مادی اشیاء سے متعلق کیا جائے؛ اور اس پر زور دیا جائے، کہ ان کی ملکیت کا انتقال، فرداً فرداً، نہ کہ بحیثیت کل کے، مالک کے ذاتی قانون پر منحصر رہتا ہے۔ اسٹوری کا بیان ہے، کہ بعض لوگوں نے یہ رائے دی ہے، کہ تمام قوانین متعلقہ جائداد منقولہ، اصلی ہیں، مگر ساتھ ہی اس کے، وہ لوگ اس کے بھی قائل ہیں، کہ ایک قانونی مفروضہ کی بنا پر، تمام جائداد منقولہ کی نسبت، یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ، مالک کے مقام توطن میں واقع ہوتی ہے۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ ایسے تمام قوانین ذاتی ہیں، کیونکہ قانون کی نظر میں، جائداد منقولہ کا کوئی مقام نہیں ہے؛ بلکہ جہاں مالک ہو، وہ، اس کی ذات کے ساتھ محض متصور ہوگی؛ اور اس صورت میں، اسی قانون کی تابع ہوگی، جس کے تابع، خود اس کی ذات ہے؛ یعنے قانون توطن کی (کتاب اختلافات قوانین دفعہ [illegible]) اسطور سے، قانون کی نوعیت کے متعلق، دو مختلف خیال، اور ان کی بین الاقوامی قبولیت کا، جن کی تکمیل، مناسب مفروضات سے ہوتی ہے، ایک ہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے؛ اسی نتیجہ پر لارڈ لوبرو تیسرے طریقہ سے پہنچے تھے۔

اس مسئلہ میں، کہ جائداد منقولہ مالک کے ساتھ رہتی ہے؛ انھوں نے نہ صرف جائداد مذکور کو مالک کے مقام توطن یا اس کے مقام موجودگی میں فرض کر لینے سے انکار کیا؛ بلکہ یہ بھی قرار دیا، کہ جائداد منقولہ کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔ انھوں نے بیان کیا کہ "یہ نہ صرف قانون انگلستان، بلکہ دنیا کے ہر ملک کے قانون کا جیسا اصول [illegible] کا اطلاق

ہوسکتا ہے یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ ذاتی جائداد کا کوئی مقام نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ذاتی جائداد کا کوئی قابل احساس مقام نہیں ہوتا، بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ وہ اسی قانون کی تابع ہے، جس کی تابع مالک کی ذات ہوتی ہے؛ اور اس کے تصفیہ اور اس کے انتقال میں، خواہ وہ توریث خواہ کسی فریق کے عمل کی بنا پر ہو، اسی قانون پر عمل کیا جاتا ہے جو ذات (مالک) پر نافذ ہوتا ہے۔ مالک مجاز ہے کہ اپنا ذاتی مال جس ملک میں چاہے منتقل اور فروخت کر دے۔ اگر وہ مرجائے تو اس کی وراثت کا تصفیہ اس ملک کے قانون سے کیا جائیگا جس کی وہ رعایا ہے، نہ کہ اس ملک کے قانون سے جہاں جائداد مذکور واقع ہے۔ مثلاً اگر ایک ایسا پردیسی جس کی جائداد اس ملک کے فنڈ (سرمایہ) میں شریک ہو یہیں مرجائے تو اس کی جائداد کا دعویٰ ان حقوق کی بنا پر کیا جائے گا جو اس کے جانشینوں کو اس کے ملک کے قانون کی رو سے حاصل ہونگے۔ ڈِیل بنام وارسوک (۱۷۹۱) ۱ - ایچ - بی - ایل - ۶۹۰) جو کچھ ہم نے لکھا ہے، اس کا بڑا جز ان انتقالات سے متعلق ہے جو عام انتقالات (Universal assignments) کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔ توریث کا معاملہ اس کارروائی کی صحیح مثال نہیں ہوسکتا جس میں ذاتی قانون کا عمل مخصوص انتقالات پر ہوتا ہو؛ کیونکہ اس معاملہ میں انگلستان کا قاعدہ ذاتی قانون کے عمل کو حق استفادہ سے آگے نہیں بڑھنے دیتا، اور سختی کے ساتھ حکم دیتا ہے کہ وارث کی منقولہ اشیاء کا حق اس ملک کے قانون کے تابع رہے گا، 185
جہاں اشیاء مذکور موجود ہوں۔ لیکن باوجود ان تمام امور کے، یہ صاف طریقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لارڈ لوبرو کا منشا یہ تھا کہ ذاتی قانون مخصوص جائداد منقولہ کے انتقال کے معاملہ میں بطور قاعدہ کے نافذ کیا جانا چاہئے۔

اس قاعدہ کی نسبت جس پر لوگ اسقدر مختلف اصطلاحی طریقوں سے پہنچے ہیں، یہ سمجھنے کی گنجایش ہے کہ دراصل وہ کسی عملی ضرورت پر مبنی ہے۔ اس امر کی کہ ذاتی قانون کو ذاتی جائداد کے تصفیہ کا حق ہونا چاہیئے، ایک وجہ عدالت نے بغلیہ آرا مقدمہ فلپز بنام ہنٹر (۱۷۹۵) ۲ - ۱۰۲ ایچ - بی - ایل - ۴۰۹ میں بیان کی ہے۔ ججوں کے دلائل کے خلاصہ میں جو ہم تک پہنچا ہے، قانون مقام وقوع کے حقوق پر غور کرنے کے بعد جس کی بنا حقوق ملکیت کی وہ حفاظت ہے جو قانون مذکور سے حاصل ہوتی ہے، عدالت لکھتی ہے

"اس ملک کو جہاں مالک رہتا ہے، اس کی اور اس کی جائداد کی دوسری قسم کی حفاظت کرنے کی بنا پر، یہ حق حاصل ہے، کہ وہ اس جائداد کے متعلق، مالک کے طرز عمل کی نگرانی کرے۔ اپنی ملک میں رہنے والی رعایا کی جائداد، جو قوم ملک غیر کی جو حفاظت کیجاتی ہے، وہ خیالی نہیں، بلکہ حقیقی ہے۔ اس سلطنت کے انتظامی عہدہ دار، اپنی رعایا کی، اس تجارت کی، جو ملک غیر سے ہوتی ہے، حفاظت کرتے، اور انکے دیون کے وصول کرنے میں آسانیاں پیدا کرتے ہیں؛ اور اگر اس کی دادرسی میں تعویق یا انکار ہوتا ہے، تو بادشاہ اپنے سفرا کے توسط سے، اس کا مطالبہ کرتا اور چارہ حاصل کرتا ہے"۔ لیکن اس عارضی حفاظت کا مقابلہ، جب اس دائمی حفاظت سے کیا جاتا ہے، جس پر جائداد کا استفادہ منحصر ہے، تو ظاہر ہو جاتا ہے، کہ اس امر کے تصفیہ کرنے میں، کہ اس سے کونسا قانون متعلق ہونا چاہیے، اس عارضی حفاظت کا کوئی وزن باقی نہیں رہ سکتا۔ مزید براں یہ حفاظت، اس ملک کے انصاف کے مقابلہ میں نہیں ہے، جہاں، مالک اپنے جہاز یا سامان بھیجتا ہے؛ بلکہ عدم انصاف کے امکان پر ہوتی ہے: اور اس لیئے اپنے عمل کو، بطور قاعدہ کے، پہلے سے فرض کر لیتا ہے۔ مزید براں اس اصول کی، کہ منتقل کرنے والے کا قانون ہی اس کی جائداد منقولہ کے انتقال میں نافذ ہونا چاہیئے! اس خیال پر بھی تائید کی گئی ہے، جس کو لارڈ کامس نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ "ایک مالک یا دائن کا وصیت نامہ، بموجب قانون ممالک کے، ایک قابل نفاذ حق ہے، جو ہر ملک میں تسلیم کیا جانا چاہیئے"۔ (متعلقہ نصفت۔ بی۔۳۔سی۔۸۔ دفعہ ۴) لیکن لارڈ کامس نے، اگرچہ مالک کو، دائن سے جدا کیا ہے، لیکن وہ اپنی رائے کو انتقالات دیون سے آگے نہیں بڑھنے دیتے۔ اور قانون ممالک سے، ان کا مقصد، مثل روما کے مجسٹریٹوں کے، صرف مختلف اقوام کے قوانین کے مشترکہ اصول سے تھا۔ پس جو طریقہ استدلال انھوں نے اختیار کیا ہے، وہ اس سے مختلف ہے، جو خانگی قانون بین الاقوام کے تمام اصول کے متعلق، اختیار کیا جاتا ہے؛ یعنے ایک مخصوص قانون کا انتخاب کرنا، نہ کہ مختلف قوانین کے مشترکہ مسائل سے کام لینا۔ اس میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا کہ تجارتی ضرورتیں اسی کی مقتضی ہیں کہ مالکوں کو حق انتقال میں، بڑی آزادی دیجائے، اور یہی خیال ان انتقالات کے جواز کا مؤید ہے،

جو منتقل کرنے والے کے ملک توطن کے قانون کے مطابق کئے جاتے ہیں؛ مگر یہ خیال، اسیطرح اور اسی حد تک، اس انتقال کا بھی موید ہے، جو قانون مقام فروخت کے مطابق، عمل میں آتا ہے۔ اگرچہ متواتر اسپر اصرار کیا جاتا ہے کہ قانون مقام توطن ہی جائداد منقولہ کا قانون ہے، مگر ایسے مواقع پر، عام طور سے، مقام فروخت کے قانون کی محکومہ اشکال سے کام لیا جاتا ہے؛ اور اسی پر وہ مقننین بھی، جو کہ قانون مقام توطن کے طرفدار ہیں، زور دیتے ہیں۔ جو سوال عام طور سے پیش آتا ہے، وہ یہ ہے کہ آیا بغیر حوالگی کے کامل حق پیدا ہو جاتا ہے یا نہیں؛ ایک طرف نپولین کے کوڈ کی دفعہ (۱۱۳۸) ہے، جس کی رو سے معاہدہ فروخت کے ساتھ ہی جائداد منتقل ہو جاتی ہے۔ انگلستان کا قانون جس کا اتباع اکثر نو آبادیوں اور امریکہ کی ریاستوں میں کیا جاتا ہے، یہ ہے، کہ مشتری کا فرض ہے کہ وہ معقول مدت میں قبضہ حاصل کرے، یا اگر مال، فروخت کے وقت، سمندر میں ہو، تو بندرگاہ کے پہنچنے سے ایک معقول مدت کے اندر، اس پر قابض ہو جائے۔ اگر وہ ان شرائط کی پابندی کرتا ہے، تو انگلستان کے قانون کے لحاظ سے، اس کا حق، بمقابلہ مشتریان مابعد یا دائنین کے جنہوں نے جد و جہد کر کے، اس سے پہلے قبضہ حاصل کر لیا ہے، مرجح قرار پائے گا۔ برخلاف اس کے پرشیا کا کوڈ ۱۷۹۴ء اور لوتینیا وغیرہ کے قوانین، جو قانون روما پر مبنی ہیں، مال کا مستحق، اسی شخص کو قرار دیتے ہیں جو جائز حق کی بنا پر، پہلے قابض ہو جاتا ہے؛ اور حقوق میں ترجیح اور تقدم کا مطلق لحاظ نہیں کرتے، اور نہ اس پر لحاظ کیا جاتا ہے کہ آیا اس دعویدار کیطرف سے جو مال سے محروم رہا، قبضہ لینے میں کوئی غفلت یا توقف بیجا (laches) ظاہر ہوئی۔ اسیطرح انگلستان کے قانون کی رو سے رہن، عام طور سے، انتقال جائداد کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جس کا انفکاک، دین کے ادا کر دینے سے ہو جاتا ہے، مگر دوسرے ممالک کے قوانین کے لحاظ سے رہن، انتقال جائداد کی کارروائی سے ایک بالکل جداگانہ اور مختلف کارروائی ہے۔ اسلئے صرف یہی بحث کافی نہیں کہ جن ممالک میں فروخت کی تکمیل کیلئے حوالگی ضرور ہے، انہیں ملک غیر کی فروخت بغیر حوالگی کے تکمیل پاتی ہے یا نہیں؟ — بلکہ یہ امر بھی بحث طلب رہتا ہے کہ آیا حوالگی کے بعد بھی ملک غیر کے رہن سے کوئی حق پیدا ہوتا ہے؟ — بغیر اسکے کہ وہ حوالگی بہ صورت بیع عمل میں آئی ہو۔

متعلق، اسٹوری کہتا ہے، کہ فروخت سامان میں جوانگی کو اس بنا پر لازم قرار دینا، کہ وہ اس مقام کا قاعدہ ہے، جہاں سامان مذکور موجود ہے۔ "اس اعتبار میں بڑا خلل ڈال دے گا، جو تجارتی دنیا اس وقت تک اس حق کے مسلۂ عام اور نافذ ہونے پر رکھتی ہے، جو بل آف لیڈنگ (جہاز کے مال کی بلٹی) سے پیدا ہوتا ہے۔" (دفعہ ۲۹۳)

لیکن جب جہاز کے مال کی بلٹیاں، اور بند رگاہ کے چھر یہ اطلاع نامجات سامان متعلقہ کے قائم مقام کاغذات، قابل بیع وشری ہیں، تو یہ نہیں کہا جاسکتا، کہ مقام وقوع کا قانون، بمقابلہ قانون توطن کے ترک کر دیا گیا ہے، بلکہ اگر وہ ترک ہوا ہے، تو

187 بمقابلہ قانون مقام کارروائی (lex loci actus) کے ترک ہوا ہے: جس سے ایسی دستاویزات کا انتقال، عبارت ظہری وغیرہ کے ذریعہ سے ہو جاتا ہے۔

بہرحال، اس مقولہ قانونی کی تائید میں، کہ "مال منقولہ مالک کے ساتھ جاتا ہے، یعنے اس کے مال منقولہ پر اس کا ذاتی قانون جاری ہوتا ہے،" جو دلائل پیش کئے گئے ہیں، انکی نسبت، یہ نہیں کہا جاسکتا، کہ وہ قابل اطمینان ہیں۔ اور ناظرین کو معلوم ہوگا، کہ انیسویں صدی میں، انگلستان سے باہر، عام رائے سختی کے ساتھ، قانون مقام وقوع کو بیانہا منقولہ اور غیر منقولہ سے متعلق کرنے کے خلاف ہوگئی ہے، بجز ان صورتوں کے، جو عام انتقالات کے نام سے موسوم ہیں۔ انگلستان، اس رائے کے ساتھ کہاں تک متفق ہے، اسپر بعدہ غور کیا جائے گا، مگر اس موقع پر، ایک ملک غیر کی رائے کا انتخاب پیش کردہ فولسک، کا پیش کر دینا موجب آسانی ہوگا۔ فولسک ایک عملی مصنف ہونیکی بنا پر، خاص طور سے قابل لحاظ ہے وہ لکھتا ہے (دیکھو شخصی قانون بین الاقوام ۶۲)۔۔۔ کہ یہ ہم کو معلوم ہو چکا، کہ وہ قاعدہ، جس کی رو سے، جائداد غیر منقولہ پر، مالک کے مقام توطن کے قانون کا عمل ہوتا ہے، ان گہرے تعلقات پر مبنی ہے، جو جائداد منقولہ اور ان کے مالک کی ذات میں قائم ہوتے ہیں، اور اسی قیاس کی بنیاد وہ قانونی مفروضہ ہے جس کی رو سے یہ سمجھا جاتا ہے، کہ یہ جائداد وہیں واقع ہوتی ہے جہاں مالک کا توطن ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ قاعدہ بجز ان حالات یا انتقال کے، جن میں جائداد منقولہ اس شخص کے ذاتی لوازمات میں سمجھی جاتی ہے کسی اور صورت سے متعلق نہیں ہوسکتا، مثلاً بحالت وراثت بلا وصیت، و انتقالات بذریعہ وصیت نامہ

آخری، یا ایسے انتقالات بحالت زندگی، جیسے کہ صریح یا معنوی معاہدات نکاح ہیں۔ یہ قاعدہ کسی ایسی صورت سے متعلق نہیں ہو سکتا جس میں جائداد منقولہ کو، مالک کی ذات کے ساتھ مخصوص تعلق نہ ہو: مثلاً جبکہ جائداد منقولہ کی حقیقت کے متعلق کوئی دعویٰ، یا نزاع ہو، یا جب کہ اس مقولہ قانونی سے، کہ "جہاں تک مال منقولہ کا تعلق ہے، قبضہ ہی حق کی دلیل ہے" استمداد کیجائے؛ یا جبکہ حق ارتہان کی بحث ہو؛ یا مرتہن ادائے رقم کا دعویٰ ہو؛ یا تعمیل حکم نامہ، یا جائداد منقولہ کے عدم انتقال، اس کی قرقی، اور ضبطی منجانب سرکار، یا اس کو ملک سے باہر لیجانے کی ممانعت سے بحث ہو؛ تو ان سب حالتوں میں اسی مقام کا قانون جہاں کہ جائداد منقولہ فی الحقیقت موجود ہوگی، نافذ کیا جائیگا۔ کیونکہ متذکرہ بالا مفروضہ قانونی حقیقی واقعہ کے سامنے قائم نہیں رہ سکتا؛ واقعہ کے وقوع کے ساتھ ہی اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر ایک معاہدہ بیرون ملک کیا جائے جس میں جائداد منقولہ کا مالک اس جائداد پر جو فی الحقیقت فرانس میں واقع ہے، حق ارتہان دینا منظور کرے (حسب دفعہ ۲۰۷۳ و دفعات مابعد سول کوڈ)، تو اس کا کوئی اثر فرانس میں نہ ہوگا، اگر شے مرہونہ اُن کے قبضہ میں نہیں دیدی گئی ہے (دفعہ ۲۰۷۶) اگرچہ مالک کے مقام توطن کے قانون کی رو سے، یہ شرط لازمی نہ ہو"۔ اس طور سے 188
ان تمام صورتوں میں جن میں ایک شخص کی جائداد بمنزلہ اس کے جزو لاینفک کے، سمجھی جاتی ہے، اور اس کی ذات کے مرکز کے گرد دائرہ کے طور سے واقع ہوتی ہے؛ اور ان صورتوں میں جن میں، وہ اشیاء جس سے جائداد مذکور مرکب ہے، اس سے جُدا خیال کیجاتی ہے، بین فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

سوستنی کا اصول بھی اسی کے مماثل ہے۔ یہ بیان کرنے کے بعد "کہ ایک شے کی خانگی ملک میں آجانے کی قابلیت کا اندازہ اس قانون سے کیا جاتا ہے جہاں کہ وہ شے موجود ہوتی ہے" اور یہ کہ "یہی قاعدہ بہت سی اشیاء میں قبضہ کے ذریعے سے حصول حقیقت کے جواز یا عدم جواز کے متعلق جاری ہے، جس کی ایک مثال، وہ قوانین متعلقہ محصول سرکاری ہیں جن کی رو سے کہربا اور دوسرے معدنیات پر حق شاہی لیا جاتا ہے"۔ وہ لکھتا ہے کہ "انتقالات یعنی ایک جائداد کے برضا و رغبت کسی شخص کے نام منتقل کر دینے کے متعلق مختلف قوانین رائج ہیں، مگر اس اصول کے لحاظ سے، جو اوپر

بیان ہوا، ہم کو اسی قانون کی پابندی کرنی چاہیے، جو اس مقام میں جاری ہو، جہاں کہ شے مذکور موجود ہو، بلا لحاظ اس شے کے، کہ کسی شخص یا اشخاص کا مقام توطن کیا تھا؟ اور بلا لحاظ اسکے، کہ معاہدہ کہاں ہوا تھا؟ — اسیطرح قانون رومامیں، انتقال کا انحصار شے کی حوالگی پر ہے؛ اور پروشیا کا بھی یہی قانون ہے؛ برخلاف اسکے فرانس کے قانون میں، جائداد کا انتقال محض معاہدہ سے ہو جاتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ اگر ایک فرانسیسی، اپنا سامان خانہ داری، جو برلن میں ہے، ایک فرانسیسی کے ہاتھ، پیرس میں فروخت کر دیتا ہے، تو سامان مذکور صرف بربنائے رسم ورواج منتقل ہو جاتا ہے؛ لیکن اس کے برخلاف، اگر ایک برلن کا باشندہ اپنا سامان موجودہ پیرس، ایک برلن کے رہنے والے شخص کے ہاتھ، برلن میں فروخت کر دیتا ہے، تو اس معاہدہ کی بناء پر، جائداد منتقل ہو جاتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ اس قاعدہ پر عمل کرنا کافی ہوگا، اگر جائداد کا کسی مقام پر موجود ہونا، صرف عارضی یا تھوڑے عرصہ کیلئے ہو؛ کیونکہ ہر صورت میں، جائداد کا انتقال، فوری عمل سے ہو جاتا ہے؛ اور اس کیلئے زیادہ وقت کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن مستثنی حالتوں میں، جن میں سامان کے موجودہ مقام میں قائم رہنے کے زمانہ کا تعین نہیں ہو سکتا، اور نہ اشخاص متعلقہ کی نسبت یہ سمجھا جا سکتا ہے، کہ وہ یقین کے ساتھ کوئی علم رکھتے ہیں، تو اسکی صورت دوسری ہو جاتی ہے۔ ان صورتوں میں ہم کو اس مقام کو، جہاں کہ اشیاء مذکور موجود ہیں، ایسا مقام فرض کرنا پڑیگا، جہاں اشیاء مذکورہ کو ابتداً موجود ہونا چاہئے تھا؛ اور یہ بالعموم موجودہ مالک کا جو بائع ہے مقام توطن ہی ہوگا۔ ۔ ۔ ۔

جو حقیت جائداد بربنائے تصرف حاصل ہوتی ہے، اسمیں اور اس حقیت میں، جو محض بربنائے رسم حاصل ہوتی ہے، بڑا فرق ہے۔ مقدم الذکر کا انعقاد کسی فوری فعل سے نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کیلئے ایک زمانہ دراز درکار ہوتا ہے۔ جائداد غیر منقولہ پر، اس مقام کے قانون کا نفاذ، جہاں کہ جائداد مذکور واقع ہے، ایک مسلمہ امر ہے؛ برخلاف اس کے جائداد منقولہ پر، جو حق بربنائے تصرف حاصل ہوتا ہے، اس کے متعلق آرا مختلف ہیں۔ اور یہ مسئلہ خاص طور سے، اس وجہ سے اور زیادہ قابل توجہ ہو جاتا ہے، کہ 189
مختلف ممالک کے قوانین، اس بارہ میں مختلف ہیں۔ قانون رومامیں، اس کے لئے تین سال کا قبضہ، اور قانون پروشیا میں، دس سال کا قبضہ درکار ہے؛ فرانسیسی قانون میں مسلسل قبضہ کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کی ابتداء ہی سابق مالک کے حق نالش کو

ساقط کردیتا ہے[1]۔ یہ استثنائے مال گم شدہ یا مسروقہ کے جس کی میعاد تحفظ تین سال کے بعد ختم ہوجاتی ہے۔ اس موخرالذکر قاعدہ سے فرانس کا قانون عملی نتیجہ کے لحاظ سے قانون روما سے قریب قریب ہوجاتا ہے۔ یہی ٹھیک وہ موقعہ ہے، جہاں قانون مقام وقوع جائداد کا نفاذ یقینی ہے، اس وجہ سے کہ تمام تصرفات کی بنا مسلسل قبضہ ہے، لیکن قبضہ کا فیصلہ جو فی الحقیقت واقعات کا باہمی تعلق ہے، بلاشبہ حقیقی حق کی طرح قانون مقام وقوع جائداد کی رو سے ہونا چاہیے، مگر اب بھی ایک بحث بچجاتی ہے:- اس صورت میں کہ زمانہ تصرف میں، اشیاء کی جگہ مختلف ممالک میں بدلتی رہی ہو، اس میں کوئی شک نہیں کہ قبضہ کی یہ سب مدتیں جمع کیجانی چاہئیں، مگر تصرف کی مدت، اور جائداد کے کامل حصول کا تصفیہ اس مقام کے قانون سے ہونا چاہیے جہاں کہ اشیاء مذکورہ آخر مرتبہ پائی گئیں، کیونکہ تمام مدت کے ختم ہوجانے کے بعد ہی، حقیت اشیاء میں تبدیلی واقع ہوتی ہے، اس کے قبل صرف اس کا مواد جمع ہورہا تھا۔ جب اس قانون کے مطابق، جائداد پر بربنائے تصرف حقیت ثابت ہوجائے تو وہ ہر ملک میں قابل تسلیم ہونی چاہیے، اگرچہ اس ملک کے قانون کے لحاظ سے اس کیلئے اس سے زیادہ طویل مدت کی ضرورت ہو[2]۔

ولسٹ اور ستوری کی جو رائے ہے، وہی امریکہ کی اعلیٰ عدالت اور مد النیا ... ریاست کی رائے ہے، جیسا کہ ان کے فیصلوں سے ظاہر ہوتا ہے جن کو وارٹن نے اختلاف قانون سلسلہ ... میں بیان کیا ہے۔ وہ ان کا خلاصہ اس طرح کرتا ہے، اس لئے ہم ریاستہائے متحدہ کا قانون یہ ... سکتے ہیں کہ ایک ریاست میں ایسی جائداد منقولہ کا انتقال، جو دوسری ریاست سے متعلق ہو، درانحالیکہ جائداد مذکور راستہ میں یا مالک کیساتھ نہ ہو، کوئی حیثیت نہیں رکھتا تاکہ وہ منتقل کرنے والے کے ... دائنین کی قرقی سے محفوظ ہوجائے، تاوقتیکہ موخرالذکر ریاست کے متوطن ہوں، اور ایسا انتقال وہاں کے قانون

---

[1] En fait de meubles, la possession vaut titre. Cod. Nap., Art. 2279.

[2] Syst. §367, Guthrie, 138—141.

کے لحاظ سے ناجائز ہو" دفعہ ۵۳ ک۔ جائداد کے راستہ میں یا مالک کے ساتھ ہونے کا
جو استثنا قایم کیا گیا ہے، وہ وارٹن کے پیش کردہ نظائر میں نہیں پایا جاتا، مگر وارٹن نے
سوگنی کے اس فقرہ کے مدنظر کہ "جس صورت میں اشیاء کا وقوع اس طرح غیر متعین ہو کہ
اشخاص متعلقہ کی نسبت، یہ سمجھنے کی گنجائش نہ ہو کہ ان کو کوئی یقینی علم ہوگا" اسکو قائم
190 کیا ہے۔ سوگنی اس استثنا کو تسلیم کرتا تھا، جیسا کہ ہم کو قبل ازیں معلوم ہو چکا۔ امریکہ
کے ججوں نے بظاہر وائنین فروخت کنندہ کے توطن پر بھی زیادہ زور نہیں دیا ہے، اگرچہ جو
وجہ انھوں نے قانون مقام وقوع جائداد منقولہ کے اختیار کرنے کی قرار دی ہے، اس میں
اپنی ریاستوں کے باشندوں کی حفاظت کو بڑا دخل دیا ہے۔ اس بارہ میں اہم نظیر لوتسینا کا
مقدمہ الیور بنام ٹونس ہے (۲۴ [illegible] مارٹن۔ این۔ ایس۔ ۹۲) جس میں جسٹس پورٹر نے
عدالت کا فیصلہ صادر کیا؛ اس میں انھوں نے لکھا کہ "ہم نے ایک ایسے واقعہ کی صورت
فرض کی ہے جو اپنے [illegible] کی جائداد کو فروخت کرتا ہے، قبل اسکے کہ جائداد مذکور ذریعہ فروخت
اور حوالگی کے منتقل ہو چکی ہو" قانون لوتسینا کی رو سے بحالات موجودہ مقدمہ یہی چارہ کار
[illegible] جو پیش کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ تمام مہذب ممالک کے قوانین
کے لحاظ سے جائداد منقولہ کے انتقال کا تصفیہ مالک کے مقام توطن کے نافذہ قوانین، قواعد
اور ضوابط سے ہوتا ہے؛ اس لئے اس امر پر زور دیا جاتا ہے کہ اس ریاست کے قانون
کے لحاظ سے جہاں کہ بائع رہتا تھا، تکمیل بیع کے لئے حوالگی ضرور نہ تھی، پس بیع مذکور
یہاں بھی کامل متصور ہونی چاہیے۔ اور نیز یہ کہ اس معاہدہ سے اس ملک کے قواعد کو متعلق
کرنا جو فریقین معاہدہ کے ذہن میں بھی نہ تھے، اصول متذکرہ بالا کی صریح خلاف ورزی
ہے۔ مرافعہ علیہ کی طرف سے جو عام اصول پیش کیا جاتا ہے، اس سے بلا تامل ہم کو
بھی اتفاق ہے۔ اس نے، اپنی بحث کی تائید میں مختلف نظام قوانین کے حوالے پیش
کئے ہیں، لیکن بعض انھیں حوالوں میں وہ استثنا موجود ہے، جس پر ہمارے خیال کے
مطابق اس مقدمہ کا تصفیہ ہونا چاہیے۔ اور وہ یہ ہے کہ "جب وہ قوانین باہم
مختلف ہوں، اور اس ملک کے باشندوں کے حقوق میں مخل انداز ہوں جہاں فریقین
معاہدہ داد رسی چاہتے ہیں، تو ان میں کسی ایک قانون کو نظر انداز کر کے مقام داد رسی
کے قانون کو ترجیح دی جانی چاہیئے۔ جب انگریزی کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے، اس کے الفاظ

یہی ہیں"۔ یہ امر قابل افسوس ہے کہ عدالت نے اس عام اصول سے انکار نہیں کیا جو مرافعہ علیہ کی طرف سے پیش ہوا تھا۔ اس کا ایسا عمل دنیا کی عام قانونی رائے کے مطابق ہوتا اور جو فیصلہ اس نے فرق کسندہ وائن کے حقمیں کیا تھا اسپر سختی کے ساتھ، وہ اعتراضات نہ ہوتے جو فیصلہ مذکور پر انگلستان میں ہوئے اور آنتوری نے کئے۔ جو صورت اختیار کیگئی، اس میں اعتراضات سے محفوظ رہنے کا بہت کم موقعہ تھا کیونکہ عدالت نے استثنا کے پردہ میں اس قاعدہ کو بالکل معطل کر دیا جس کو برائے نام وہ تسلیم کرتی تھی اور وہ بھی محض لوسیانا کے باشندوں کی آسانی کے خیال سے۔ باوجود ان تمام باتوں کے اس فیصلہ سے دو مختلف صورتوں کے صحیح فرق کا پتہ چلتا ہے۔ اول وہ صورتیں جن کا تعلق وراثت سے ہوتا ہے اور جس میں جائداد مالک کی ذات سے ملحق سمجھی جاتی ہے۔ دوسرے وہ صورتیں جن میں جائداد کے انتقال سے بحث ہوتی یا اس کے مقابلہ میں کوئی خاص دعوی ہوتا ہے اجبکہ جائداد مالک کی ذات سے علیحدہ متصور ہوتی ہے۔ یہ تسلیم کر کے کہ "ذاتی جائداد کی تقسیم اس سلطنت کے قانون کے مطابق ہونی چاہیئے، جہاں موصی فوت ہوا ہے"، فاضل ججوں نے یہ اضافہ کیا مگر جہاں تک کہ قرضوں کا تعلق ہے، اس کا تصفیہ اس ملک کے قانون سے کیا جاتا ہے، جہاں کہ جائداد واقع ہے۔ اگر کوئی انگریز یا فرانسیسی اپنے ملک سے باہر جائداد چھوڑکر فوت ہو جاتا ہے تو اس امر کا فیصلہ کہ اس کے دیون کس ترتیب سے ادا کئے جائیں، ہم اپنے عدالتی اختیارات سے کرتے ہیں، نہ کہ اس کے مقام توطن کے قانون سے"۔ 191

انگلستان میں جو فیصلے حال میں ہوئے ہیں وہ تو لسک ہنگنی اور امریکہ کی عام التو کی رائے کے مطابق ہیں لیکن قبل اس کے کہ ہم ان مقدمات پر نظر ڈالیں جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے، ہم کو اس قانون یا خیالی قانون کا تذکرہ کرنا ضرور ہے جو جائداد منقولہ کی ایک قسم یعنے جہازوں سے متعلق ہوتا ہے اور جو اس ضمن میں ان تمام قوانین، یعنے قانون مقام وقوع، قانون مقام توطن، قانون مقام معاہدہ، یا قانون مقام کارروائی سے جن کا اوپر ذکر ہو چکا اہم تر سمجھا جاتا ہے۔ یہ عام بحری قانون ہے، جس کے متعلق مفصلہ ذیل نظیر بطور خاص قابل توجہ ہے:۔

لیورپول میں ایک جہاز ایک انگریز کی ملکیت میں تھا اس کو بعض لوگوں نے گرفتار کر لیا جو غارتگر بیان کئے جاتے تھے۔ اسکے نام کے اڑائے جانے کے بعد

اس کو سرکار انگریزی کے ایک جنگی جہاز نے ان لوگوں سے چھین کر شاہی بیڑہ کے ایک ناخدا کے اس غرض سے سپرد کردیا کہ وہ لیورپول پہنچا دیا جائے۔ چونکہ جہاز کو بیحد نقصان پہنچا تھا، اس لئے وہ جزیرہ فایال میں لنگرانداز ہوا اور کسٹم کے ڈائرکٹر سے سرکاری معائنہ کی درخواست کی گئی تین معائنے ہوئے: رپورٹ کا مضمون یہ تھا کہ جہاز کی مرمت تقریباً تین سو پونڈ میں ہوسکتی ہے۔ ناخدا کو اس پر اطمینان نہ ہوا؛ اور اس نے خانگی طور سے اس کی جانچ کرائی۔ رپورٹ یہ ہوئی کہ جہاز بحری مقاصد کیلئے بیکار ہے اور ناکارہ قرار دیا جانا چاہیے۔ کسٹم کے ڈائرکٹر نے ناخدا کی درخواست پر حکم دیا کہ جہاز بذریعہ نیلام عام فروخت کردیا جائے؛ اور وہاں کے طریقہ کے مطابق؛ اس کا اعلان کردیا۔ اس کو ایک پرتگال کے تاجر نے خرید لیا اور فوراً مرمت کراکے اس پر سامان بار کیا اور برسٹل بھیجدیا: جہاں اصل مالک نے اس کو ایک قبضہ دہانی کے مقدمہ میں قرق کرالیا۔

تجویز یہ ہوئی کہ (۱) ناخدا کو وہی اختیار تھا جو ایک معمولی ناخدا کو ہوتا ہے، نہ کہ اس سے زیادہ۔ (۲) فروخت کے مسئلہ کا تصفیہ قانون بحری سے ہونا چاہیے (۳) بحری اور نیز انگلستان کے قانون کے لحاظ سے ناخدا کا جہاز کو فروخت کردینا اگرچہ باضابطہ ہوا اسی وقت جائز متصور ہوگا جبکہ ایسے عمل کی اشد ضرورت ہو (۴) جہاز و سے متعلق قانون مقام معاہدہ پر عمل نہیں ہوسکتا، جبکہ وہ بحری قانون کے مخالف ہو۔ (۵) مقدمہ کی صورت حال سے بیع کی اشد ضرورت غیر ظاہر ہے (۶)۔ بیع ناقابل نفاذ ہے اور جہاز اصل مالک کو مع خرچہ کے واپس ملنا چاہیے [نقلی اور منقولہ فوٹس حاشیہ] مقدمہ سگرٹید ویا ایلیزا کارنش (۱۸۵۳) اسپنکس ایکلو ادم ۳۶۔ نج، وسٹلیکٹن ؟

ڈاکٹر لوشنگٹن نے بعض قانون سے اس موقعہ پر کام لینا ضروری تصور کیا، اس کو انھوں نے خود اس طرح بیان کیا ہے "سب سے پہلے جو امر میرے ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے: کہ جس قانون سے میں کام لینا چاہتا ہوں (بشرطیکہ میں اس کو دریافت کرسکوں)، وہ بحری قانون ہے، جس کا تذکرہ بجا بجا لارڈ اسٹوول اور دوسروں نے کیا ہے، جن کے قدم بقدم میں چلنا چاہتا ہوں؛ مگر اس کی تعریف کسی نے نہیں کی:

اور غالباً اس کی صحیح تعریف ہو بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہر ملک کا قانون بعض اجزا میں، دوسرے ملک کے قانون سے مختلف ہوتا ہے، باوجود اس کے کہ یہ (قانون بحری) ایسا لفظ ہے، جو ہر ملک میں یکساں طور سے مستعمل ہوتا ہے۔ اور میرے خیال میں اس سے مراد وہ قانون ہے جس کو عام طور سے بحری سلطنتیں برتتی ہیں" (یو۔ ایس۔ صفحہ ۵۴)۔ اس کے بعد، فاضل جج نے اس قانون کو انگلستان اور جزیرۂ فائیل کے قانون سے ممیز اور جدا کر کے دکھایا اور آگے چلکر اس کو "مہذب دنیا کے موجودہ تحریری قانون" (یو۔ ایس۔ صفحہ ۵۶) کے نام سے یاد کیا۔ اور بطور خود یہ سوال کیا کہ آیا وہ قانون مقام معاہدہ کے اصول پر جزیرۂ فائیل کے قانون کو اختیار کر سکتے ہیں؟ ــــ اور خود ہی یہ جواب دیا کہ "ایک جہاز کے فروخت کے معاملہ میں قانون مقام معاہدہ کو کسطرح دخیل اور نافذ قرار دیا جا سکتا ہے"۔ اگر ایسے عام خیالات کو دخل دیا جائے تو فروخت جہاز کا قانون، ایک ایسا قانون ہو گا جو ہر ایسے ملک کے قانون سے تبدیل ہوتا رہے گا، جہاں کہ ملک غیر میں معاملہ فروخت واقع ہوا ہو۔ ایسے قانون کی تلاش کبھی ہم کو جزیرۂ فائیل اور کبھی اپنی نوآبادیوں اور کبھی ومیرارا اور کبھی ترینیڈاڈ اور کبھی فرانسیسی نوآبادیوں اور کبھی انگلستان کے قوانین میں کرنی پڑے گی۔ میرے خیال میں، اس مشتری کو جس نے ملک غیر میں ایک جہاز خریدا ہو، بشرطیکہ وہ اس ملک کی رعایا کا نہ ہو، مطلق یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ قانون مقام معاہدہ سے استمداد کرے، سوائے اس ایک صورت کے کہ اس کو استحقاق، ایک جائز عدالت کی ڈگری کی بنا پر حاصل ہوا ہو جو عدالت مذکور نے اپنے ہی حدود اراضی میں صادر کی ہو۔ اگر جہاز کی خرید عدالت امیر البحری کی ڈگری کی بنا پر ہوتی، اور اس میں جہاز کو کسی ضمن کارروائی مقدمہ اپنی ہی حدود اراضی میں فروخت کر دینے کی ہدایت دی گئی ہوتی، یا ایسے عدالت کے قانون کی بنا پر ہوتی جو ہماری اعلیٰ عدالت دیوانی کے مماثل ہے تو مجھ کو اس کے حق کے متعلق شبہ کرنے میں بیحد تامل ہوتا" (یو۔ ایس۔ صفحہ ۵۷)۔

امر موخر الذکر پر طویل بحث کرنے کے بعد ڈاکٹر لوشنگٹن نے اپنی بحث کو اسطرح ختم کیا کہ "میں یہ امر صاف کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر عدالت امیر البحری سے جس کو ایسا اختیار حاصل ہو، یا معمولی عدالت سے کوئی حق دیا جائے تو میں اس کو حق جائز تسلیم کرنے میں مطلق تردد نہیں ہوگا۔ علاوہ اس کے فرض کرو کہ ایک جہاز کمشنران یا اعلیٰ عدالت دیوانی

کی ڈگری سے، بربنائے قرقی فروخت کردیا جائے، تو اگر ایسی صورت واقع ہو، تو میں
اس کو حق جائز تصور کروں گا۔ فرض کرو کہ ایک جہاز ملک غیر میں بربنائے قوانین نافذہ 193
دیوالیہ فروخت کردیا گیا، اس کو بھی میں صحیح فروخت سمجھونگا، مگر یہ امر ذہن نشین کرادینا
چاہتا ہوں کہ جس اصول پر میں چل رہا ہوں، اس کے سوا کوئی اور صورت میرے
خیال میں فروخت کی کافی وجہ، اور مشتری کے حق کے جواز کی نہیں ہو سکتی"۔ اور
اس اصول سے اظہار اتفاق کرکے کہ "ہر معاہدہ کی جواز کا انحصار عام طور سے
قانون مقام معاہدہ ہوتا ہے"۔ انھوں نے مسٹر براڈی کے اس نوٹ کی بعض مستثنیات
سے بحث کی، جو انھوں نے لارڈ اسٹیر کے آئین کو جمع کرتے وقت لکھا تھا۔
ڈاکٹر لوشنگٹن نے کہا کہ انکے (یعنی براڈی) کے فیصلے کے لحاظ سے اکثر ایسے وجوہ
نظر آتے ہیں، جن کی بناء پر قانون مقام معاہدہ ہمیشہ کام میں نہیں لایا جا سکتا۔
وہ کہتے ہیں کہ ایسی جماعت میں، جو اتفاقیہ طور سے کسی ملک غیر میں آگئی ہو، اور
ان لوگوں میں جو وہاں رہتے ہوں ہمیشہ فرق کیا جانا چاہئے" اور یہ فرق خاص کر اس
شخص کے متعلق، زیادہ تر قابل لحاظ ہے جو بحیثیت ایک ناخدا کے ملک غیر
کی بندرگاہ میں کسی جہاز کا مہتمم ہو۔ ایسی صورت میں ان کا بیان ہے کہ وہ
بقیاس غالب، اس ملک کے قانون سے ناواقف ہوگا"۔ اور اس لئے بیحد سختی
کے ساتھ اس کا پابند نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ ایک اور فرق ہے جو اس سے
بھی اہم ہے۔ مسٹر براڈی کہتے ہیں: کہ ایسی صورتوں میں (Mandatory)
معاہدہ، ناخدا سے ہوتا ہے، جو مالک جہاز کا معنوی مہتمم تصور ہوتا ہے"۔ اور صورت معاملہ کا بڑا
درجہ تک، اس کی وسعت اختیارات پر انحصار ہوتا ہے۔ یہ مسلم ہے کہ جو شخص کسی عہدہ پر متمکن ہوتا ہے،
اسکی نسبت، یہہ قیاس کیا جاتا ہے، کہ اسکو عہدہ مذکور کے معمولی اختیارات حاصل ہونگے، پس اسکے
معمولی اختیارات پر کسی قسم کے قیود، ایسے فریق کے مقابلہ میں جسکو پہلے سے ان قیود کی اطلاع
نہ کردیگئی ہو، کسیطرح کارآمد نہیں ہو سکتے۔ مگر اسکے ساتھ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جو لوگ مختاروں سے
معاملہ کریں، ان کا فرض ہے کہ وہ پہلے ان لوگوں کے حدود اختیارات معلوم کرلیں، جو ان کو
بصراحت حاصل ہوں، یا جن کا موجود ہونا، ان کے عہدہ کے لحاظ سے، عام طور سے،
قیاس کیا جا سکتا ہو، پس جو اختیار اہتمام بقیاس کیا جائے، اسکی جانچ یا تو قانون بحری کے

کسی عام اصول، یا اس ملک کے قانون سے جہاں کا وہ جہاز ہے ہونی چاہیئے۔ قانون بحری کا ایسا عام اصول بجائے خود میرے خیال میں ایک دوسرے طریقہ سے مقامی قانون کا مانع اور مزاحم ہوگا۔ اور چونکہ قانون بحری کا ایسا عام اور مسلمہ اصول موجود نہیں ہے، اس لیئے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں ہوسکتا کہ قانون مقامی کا استعمال اور زیادہ سختی کے ساتھ ممنوع قرار پائے۔ اس کے بعد وہ انگلستان کے قانون کفالت جہاز (Hypothecation) سے بحث کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ اس کا استعمال کس طرح ہونا چاہیئے" (یو۔ ایس صفحہ ۵۹ و ۶۰)

اس لیئے مقدمہ سگریڈ وین وا شر واشنگٹن نے جس رائے کا اظہار کیا ہے اس کا خلاصہ اس طرح ہو سکتا ہے:۔ (۱) عدالت امیر البحری یا معمولی عدالت دیوانی کی ایک قطعی اور تعمیمی ڈگری (in rem) یا کارروائی دیوالیہ کی بیع، ایک جہاز یا کسی دوسری منقولہ شیے کے متعلق حق پیدا کردیتی ہے، بشرطیکہ یہ فرض کرلیا جائے کہ عدالت دیوالیہ، یا قطعی اور تعمیمی ڈگری صادر کنندہ عدالت کو، اس بارہ میں اختیار حاصل تھا۔ (۲) ایک مختار کو یہ اختیار کہ وہ جہاز کو فروخت یا مکفول کردے، قانون مقام وقوع یا قانون مقام معاہدہ سے نہیں حاصل ہوسکتا؛ اس کا ماخذ نہ صرف وہ ہدایات ہیں جو اس کو دیئے گئے ہیں، یا اس ملک کا قانون جہاں کا وہ جہاز ہے، بلکہ قانون بحری بھی ہے۔ اس رائے کا آخر جز مسٹر براڈی کی رائے کے خلاف ہے، جن کے نزدیک کسی ایسے بحری قانون سے مدد لینا ممکن نہیں، کیونکہ کوئی ایسا قانون جو دنیا بھر میں تسلیم کیا جاتا ہو، موجود ہی نہیں ہے۔ (۳) بجز ان صورتوں کے جو ضمن (۱) میں بیان کی گئی ہیں، اور جس میں فاضل جج جہاز کی اس بیع کو بھی شامل کردینے کے لیئے یقیناً آمادہ ہو جاتے جو زیر حکم عدالت اہتمام ترکہ عمل میں آئی ہو، جو بیع سرکاری طور سے مقام وقوع جائداد میں واقع ہو، اس میں اس امر کے دریافت کی ضرورت باقی رہتی ہے کہ آیا جو شخص اس کو فروخت کرتا ہے اس کو ایسا اختیار بھی حاصل ہے یا نہیں؟ 194

اس رائے کے دوسرے اجزا پر بروقت موقعہ آئندہ غور کیا جاسکے گا؛ اگر مسٹر براڈی نے ایسے مسلمہ بحری قانون کے متعلق جس سے فی الحقیقت کوئی کام لیا جاتا ہو، جو رائے ظاہر کی ہے وہ بلا تامل قابل قبول ہے۔ اگر یہ خیال قائم کرلیا تھا تو ایسے قانون کے تعین اور دریافت میں انھیں تمام دقتوں کا سامنا ہوگا، جو نا ہبی علما کو ایسے اصول کے دریافت

اور استعمال میں پیش آئیں جو ہر زمانہ میں، ہر جگہ اور ہر موقعہ پر صحیح ہوں۔ خانگی قانون بین الاقوام کا عام اور مسلمہ تصور یہی ہے کہ وہ ہر مقدمہ میں مختلف اقوام کے قوانین میں سے کسی ایک قانون کو منتخب کر لیتا ہے، نہ یہ کہ وہ چند اصول کو لیکر بطور خود کوئی ایسا قانون بنا دیتا ہے، جس کی قانونی منظوری کسی قوم سے نہ ہوئی ہو۔ جب اس عام بحری قانون کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جس کے مطابق ہم انگلستان کی عدالت بحری میں عمل ہوتا ہے، تو اس کا مقصد انگلستان کے قانون کے ایک جز سے ہوتا ہے، جس کا ماخذ انگلستان کا کوئی خاص رواج نہیں ہے اور نہ وہ خاص طور سے وضع کیا گیا ہے، بلکہ جہاں تک ہمارے قوانین سے پتہ چلتا ہے، اس کو قانونی حیثیت ان تمام ممالک میں حاصل تھی جو ہمارے قدیم مقننین کے پیش نظر تھے۔ جسٹس ورلز نے مقدمہ لائیڈ بنام گیوبرٹ (ل۔ آر۔ ا کیو۔ بی۔ ۱۲۵[1]) کے فیصلہ عدالت مرافعہ کے صادر کرنے کے وقت، یہ الفاظ استعمال کئے تھے: "عام بحری قانون، جو انگلستان میں استعمال ہوتا ہے، یا صاف طور سے یوں کہو کہ قانون انگلستان"۔ اس مضمون پر مزید بحث ہرجہ (ڈارٹ) کے ضمن میں کیجائے گی، جہاں جہازوں کے تصادم کا تذکرہ ہوگا۔

اب ہم اس معاملہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ انگلستان میں جائداد منقولہ کی ملکیت پر مختلف فیصلہ جات اور قوانین کے اثرات کی نسبت کیا خیال تھا۔ ابتدا میں زیادہ زور
195 تعمیمی فیصلہ جات (judgments in rem) پر دیا جاتا تھا، کیونکہ اس وقت ایسی تجویزیں بمقابلہ ایسے قوانین کے عمل کے جن کا حوالہ تجاویز مذکور میں نہیں ہوتا تھا، زیادہ تر مستحکم اور قطعی تصور ہوتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ تعمیمی فیصلہ جات کی صحت کی بنیاد کسی ایسے اصول پر سمجھی جاتی تھی جو قانون میں موجود نہ ہوتا تھا، مگر بعدہٗ دونوں صورتوں کا عملاً یکساں اور مقام وقوع کے زیر اقتدار ہونا زیادہ تر قوت کے ساتھ تسلیم کیا جانے لگا، مگر ساتھ ہی اس کے جو ترتیب پہلے سے قائم تھی، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، کیونکہ تجاویز اور قوانین دونوں براہ راست اعلیٰ اقتدار کی عملی شکلیں تھیں، اور انگریزی اصول کے ارتقا میں جو تاریخوار ترقی ہوئی، اس کی ترتیب کے ساتھ ایک گونہ دلچسپی ہوگئی تھی۔

---

[1] بحری قانون یا قانون ایسر البحری اسکاٹ لینڈ اور انگلستان میں ایک ہی ہے۔ مقدمہ کری بنام میک نائٹ (۱۸۹۷) اے۔ سی۔ ۹۷۔ جج، ہالسبری، واٹسن، ہرشل، میورس، شانڈ۔

دفعہ ۱۴۹ انگلستان میں جائداد منقولہ کی ملکیت کا تعین اُسی تعمیمی فیصلے سے ہوگا جو وہ عدالت صادر کرے جس کے حدود ارضی میں جائداد مذکور موجود تھی۔ تعمیمی فیصلہ جات کی امتیازی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف جائداد منقولہ میں کسی فریق کے حق استفادہ (interest) پر موثر ہوتی ہے بلکہ خود جائداد مذکور کا تصفیہ کر دیتی ہے۔ یہ امر مطلق قابل لحاظ نہیں کہ تجویز مذکور سے یہ عمل کس طرح ہوتا ہے خواہ وہ اسطرح ہو: کہ (۱) جائداد کی ملکیت بمقابلہ تمام عالم کے فوراً کسی ایک فریق کے سپرد کر دیجائے جیسے سررشتہ مالگزاری کی ایک تعمیل کے ذریعہ سے جائداد حکومت کی ملکیت میں آجاتی ہے یا جیسے عدالت بحری کے فیصلہ سے گرفتار کردہ جہاز کی ملکیت گرفتار کرنے والے کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ یا (۲) کسی جائداد منقولہ کے فروخت کی ڈگری دیجائے یا وہ ڈگری بحال رکھی جائے ایسے مطالبہ نقد کے ادا کرنے کے لئے جس کا بار کفالت خود جائداد پر ہو نہ کہ اس میں کسی فریق کے حق استفادہ پر ہونا، عدالت تجویز کرے۔ یا (۳) کارروائی دیوالیہ یا وراثت میں کسی جائداد منقولہ کے بطور اہتمام ترکہ فروخت کئے جانے کی ڈگری دے یا اس ڈگری کو بحال رکھے۔

دوسری صورت اور فروخت زیر تعمیل میں جو فرق ہے وہ باآسانی معلوم ہو سکتا ہے؛ تعمیل میں صرف مدیون کے حق کا تصفیہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ تیسری صورت کی جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ اس میں عدالت عام انتقالات کے اصول پر عمل کرنے کی مدعی ہوتی ہے؛ اور بنا بر علیہ ایسے لوگوں کی بھی مزاحم ہوتی ہے جنہوں نے مقدمہ میں شرکت اور کارروائی سے مستفید ہونے کی اجازت سے فائدہ نہ اٹھایا ہو۔

ایم نظیر کا شرکیت بنام امرمی (۱۸۶۰ء) ۸ سی۔ بی (این۔ ایس) ۱۔ نج، آئل
چیمسن۔ ویسل تجگنگ سے منسوخ ہوا۔ (۱۸۶۰ء) ۸ سی۔ بی (این۔ ایس) ۴۰۵ ۔ نج،
کاکبرن۔ وگیٹن۔ جیمپنیئی۔ بل۔ بلیک برن۔ آرٹن۔ برآمویل۔ تنسیخ کی تائید ہوئی۔ (۱۸۷۰ء)
ایل۔ آر۔ ۴۔ ایچ۔ آئی۔ اے۔ ۴۱۴۔ نج، ہیڈرلے، جیمس، ورڈ۔ کولنز ہی۔ یہ اتباع
ہے۔۔ بلیک برن۔ برآمویل۔ بر۔ برٹ کیمپ اور کرکنگ، جنہوں نے اپنی پہلی رائے
سے برجائے فیصلہ مرافعہ مقدمہ کیل بنام سیول رجوع کیا تھا، موخرالذکر مقدمہ کو
[illegible]

اور اس کو سنہ ۱۸۶۰ء میں (۸۔ ایچ۔ ایل۔ سی ۲۸۰) لارڈ کیمبل۔ وینس لی ڈیل۔ وکرانسٹن۔ اور کینگ نے بحال رکھا۔ آئیلس نے اختلاف کیا: "فقرہ الامیں جائداد منقولہ کے ضمن میں تجویز قطعی اور تعمیمی کی جو تعریف کی گئی ہے وہ ان تمام قانون آرا کے مطابق ہے جن کا اظہار مقدمہ کاسٹریک بنام امری میں کیا گیا ہے، بجز اس کے کہ جو فرانسیسی فیصلہ مقدمہ مذکور میں زیر بحث تھا اس کو وینس۔ ایس۔ او کینگ نے بربنائے واقعات کارروائی عدالت فرانس قطعی اور تعمیمی قرار نہیں دیا۔ تیسرے مقدمہ قطعی اور تعمیمی فیصلہ متذکرہ و فقرہ بالا سے جہاں تک کہ اس کا تعلق کارروائی دیوالیہ کی فروخت سے ہے، لوشنگٹن نے مقدمہ سگرڈ میں بحث کی تھی۔ دیکھو صفحات ۱۹۴-۱۹۱ گزشتہ۔ مقدمہ کیمل بنام سیول میں لکڑی کے تختوں کی ملکیت کی بحث تھی جو ایک ایسے جہاز پر بار تھے جو کہ ناروے کے کنارے پر تباہ ہو گیا تھا۔ یہ تختے ایک بیع میں جو اسی ملک میں جہاز کے ناخدا کے زیر ہدایت واقع ہوئی خریدے گئے تھے۔ اور جہاز کے بیمہ کرنیوالوں کے مختار کی طرف سے اسی ملک میں انجنیہ تختوں کی واپسی کے دعوی میں بیع بحال رکھی گئی تھی۔ (انگلستان میں) اسی ناروے کے فیصلہ کی بنا پر عدالت تحت نے اس کا تصفیہ کیا۔ مارٹن نے اپنی اور بالک اور چینل کی طرف سے ناروے کی تجویز کو قطعی اور تعمیمی تجویز قرار دیا؛ اس بنا پر کہ اس میں حوالگی خاص کی استدعا کی گئی تھی؛ لیکن یہ واقعہ کہ جہاز کے بیمہ کرنے والے جو کہ انگلستان کی کارروائی میں مدعی تھے، ناروے کی کارروائی میں بھی شریک رہ چکے تھے اسکی قطعیت کی مزید تائید متصور ہو کر اس پر بحث کی گئی حالانکہ قطعی اور تعمیمی فیصلہ تمام عالم کے مقابلہ میں قطعی متصور ہوتا ہے۔ عدالت مرافعہ نے فیصلہ جات کی نوعیت کے متعلق زیادہ تر واضح رائے اختیار کی، اور جو فیصلہ تحت مشتہری کیا، اسکی بنیاد یہ قرار دی کہ قانون ناروے کے لحاظ سے جہاں تختے موجود تھے، جو انتقال ذریعہ بیع ہوا وہ نافذ اور جائز تھا۔ مقدمہ کاسٹریک بنام امری میں عدالت کا فیصلہ صادر کرتے وقت بلیکبرن نے کہا کہ "یہ امر قابل بیان ہے کہ نالشات متعلقہ شے (actions in rem) اور نالشات متعلقہ ذات (actions in personam) کے الفاظ اور یہ عام بیان کہ ایک کا پابند فریق ثالث ہوتا ہے، اور دوسرے کا نہیں، ایسا ہے کہ اس کی بنا پر ممکن ہے کہ انگلستان کے قانون عینیہ

198

اصحاب الفاظ مذکور کو مخصوص معنی کے تعین کئے بغیر استعمال کرنے لگیں۔ ہمارے خیال میں اس کا صحیح اصول وہ ہے جو ان موخر الذکر چند الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو اسٹوری سے ماخذ کئے گئے ہیں۔ ہمارے نزدیک سب سے پہلے یہ امر دریافت طلب ہے کہ آیا جائداد متنازعہ بر بنائے وقوع کے اس سلطنت کے جائز اختیارات میں تھی جسکے زیر حکم عدالت فیصل کنندہ قائم ہے۔ دوسرے یہ کہ سلطنت مذکورنے اپنے شاہی اختیارات کی بناء پر عدالت کو ایسی جائداد کے تصفیہ کا اختیار دیا ہے۔ اور عدالت نے ان اختیارات کے اندر عمل کیا ہے۔ اگر ان شرائط کی تکمیل ہوئی ہے تو اس کا فیصلہ تمام دنیا کے مقابلہ میں قطعی ہے۔ وائل۔ آر۔ ۴۔ ای۔ و آئی۔ ۱۔ اے۔

۲۹ (۱)۔ فقرات نہایت اہم ہیں اور ان سے وہ اصول معلوم ہوتا ہے جس پر تقسیمی اور قطعی تجویز کا بین الاقوامی جواز اور اس جواز کی شرط کا انحصار ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہ جائداد منقولہ عدالت فیصل کنندہ کے حدود اراضی میں واقع تھی۔

مقدمہ سمسن بنام فوگو (۱۸۶۰)۔ ۱۔ جی۔ ایچ ۱۸ و (۱۸۶۳) ۱۔ ایچ و ایم۔ ۱۹۵ (نج وڈ) میں نیو آرلینس کی تجویز عجیب حالات میں معرض بحث میں آئی۔ لیورپول کا ایک انگریزی جہاز جس حالت میں کہ وہ سمندر میں تھا ایک لیورپول کے بینک کے پاس انگلستان کے طریقہ کے مطابق رہن کردیا گیا۔ اس بناء پر رہن کے جواز کے مسئلہ میں قانون مقام وقوع کو مالک کے مقام توطن کے قانون کے ساتھ مخالفت کا کوئی موقعہ ہی نہ تھا۔ اسکے بعد راہن کے ناخدا نے اس جہاز کو نیو آرلینس میں غرق کرا لیا جہاں جائداد منقولہ کے حق قبضہ کی تکمیل کیلئے حوالگی ضرور ہے۔ اور [illegible] کی ڈگری کی بناء پر فروخت کردیا گیا۔ مرتہن نے قبضہ کے لئے درخواست کی مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ مرتہن نے جس کے قرضہ کی مقدار جہاز کی قیمت سے بڑھی ہوئی تھی مشتری پر انگلستان میں نالش دائر کی جہاں جہاز لایا جاتا تھا [illegible] کردیا گیا۔ مگر مشتری کا حق لفالت بمقدار اس رقم کے تسلیم کرلیا گیا جو نیو آرلینس میں بروقت تقسیم قیمت جہاز ان مخصوص [illegible] کو دلائی گئی تھی جو وہاں کے قانون کے مطابق ایسا حقیقی حق رکھتے تھے جس کی بناء پر وہ جہاز کے [illegible] کرانے کے مجاز تھے۔ وائس چانسلر نے یہ امر تسلیم کیا کہ اگر جہاز اس [illegible]

جس کا اعادہ ترقی سے ہو تا کہ فروخت کر دیا جاتا تو اسکی ملکیت منتقل ہو جاتی ۱۔ ایچ
و ایم ۲۴۸۰ — اس بنا پر ان واقعی حقوق کا پورا لحاظ کیا گیا ہو از روئے قانون
197 مقام وقوع حاصل تھے یا جن کو مقام وقوع کی عدالت نے تسلیم کر لیا تھا۔ جوبج مقدمہ
ترقی کی ڈگری کی بنا پر عمل میں آئی اس سے صرف جائداد منقولہ میں وائن کا حق
استفادہ منتقل ہو گیا اور اسکی صحت کی نسبت بمقابلہ مرتہن کے بربنا اس کے شریک
مقدمہ ہونے کے خواہ کوئی بحث کیجائے مگر یہ امر مسلم ہے کہ کم از کم بربنائے تجویز تعمیمی اور
قطعی کے وہ بمقابلہ مرتہن کے جائز نہ تھا۔ دیکھو ڈیلیکرون بمقدمہ بیارسن مقدمہ کا شریک
بنام اومری میں ایل۔ آر۔ ہم۔ ای ڈی ۳۶۰۔۷ ہم

اب ہم ان قوانین پر غور کریں گے جو تعمیمی اور قطعی تجاویز میں شامل ہوئے بغیر موثر ہوتے ہیں ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ لارڈ ڈیلیکرون نے اس وقعت کو جو ایسے تجاویز کو دیجاتی ہے اس سلطنت کے شاہی اختیارات کی طرف منسوب کیا ہے جس کے حدود ارضی میں جائداد منقولہ موجود ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اگر اسی وقعت کی نظر سے اس سلطنت کی مرضی اور خواہش دیکھی جائے جس کا اظہار سادہ تر طریقہ سے بذریعہ وضع قوانین ہوتا ہے تو ہم کو کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے۔

دفعہ ۱۵۱ جو سوالات جائداد منقولہ کے انتقال یا حصول حقیت، یا ان سے کمتر وسیع واقعی حقوق مثلاً رہن و کفالت وغیرہ کے متعلق پیدا ہوتے ہیں ان کا تصفیہ عموماً قانون مقام وقوع کی رو سے کیا جاتا ہے۔

اگر سوال ایسے جہاز کے متعلق ہو جو بوقت انتقال یا حصول حقیت کے وقت سمندر میں تھا تو اس کا تصفیہ مالک یعنے ایسے شخص کے ذاتی قانون سے کیا جائیگا جس کی طرف سے یا جس کے مقابلہ میں اس انتقال یا حصول حقیت کا عمل میں آنا بیان کیا جاتا ہے۔ اس قانون کا عمل یا تو بحیثیت قانون مقام وقوع کے ہوگا اس مفروضہ کی بنا پر جس میں جہاز ملک کا ایک جزو متصور ہوتا ہے اور اس کا تعین اس جھنڈے سے کیا جاتا ہے جو اس پر نصب ہوتا ہے یا خود اس کے ذاتی قانون کی حیثیت سے جس حالت میں کہ قانون مقام وقوع کا اطلاق سے تعلق نہیں کیا جا سکتا تو صرف یہی ایک ایسا قانون ہے جو کسی کے حق کا مزیل متصور ہو سکتا ہے۔ اس میں ضرورت سے زیادہ

تکلف ہے کہ عارضی اور اتفاقی مقام وقوع کے قانون کو عام اصول کے اندر داخل کیا جائے جس کا خیال بھی معاملہ کے وقت فریقین کو نہ تھا۔ مثلاً وہ سامان جو معاملہ کے وقت ایک تیسرے ملک کے جہاز پر ہو یا ملک مذکور کے کسی بندرگاہ کے گودام میں رکھا ہوا۔۔۔۔ اس بارہ میں سوگنی کا بیان دیکھو صفحہ ۸۸۱۔

"فریسندہ مال کا مال کو ایسے جہاز پر پہنچا دینا جو مرسل الیہ نے کرایہ کیا ہو اسکی حوالگی متصور ہوگی؛ اور فریسندہ مال کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ مال اثنائے راہ میں روک رکھے۔ ایک مقدمہ میں ایسے جہاز پر جو ملک روس میں تھا مال پہنچا دیا گیا تھا، اسی ملک کے قانون کے لحاظ سے مالک مجاز تھا کہ وہ مشتری کے دیوالیہ ہو جانے کی حالت میں جہاز سے مال کے واپس لینے کا حکم عدالت سے حاصل کرے اور مال کو قیمت کے ادا ہونے تک روک رکھے۔ مال بار کر دینے کے بعد مالکوں کو مشتری کا دیوالیہ ہونا معلوم ہوا۔ انھوں نے جہاز مذکور کے ناخدا سے درخواست کی کہ وہ جہاز کے مال کی بلٹی پر ان کی ہدایت کے مطابق دستخط کر دے؛ اور بغیر اسکے کہ عدالت سے کسی حکم کے اجرا کی ضرورت پڑے ناخدا نے اس کو منظور کر لیا؛ قرار پایا کہ یہ قانون مذکور کی پوری تعمیل تھی؛ اور ناخدا پر اس ملک میں پہنچنے کے بعد لازم تھا کہ وہ مال ان لوگوں کو حوالہ کرے جن کو بائع ہدایت کریں؛ نہ مشتری کے منتقل الیہم پر جو کہ دیوالیہ ہو گیا تھا۔" مقدمہ انگلستان بنام شیروڈ (۱۸۰۱) ا۔ ایسٹ۔ ۵۱۵ جج، کنیان۔ گراس۔ لارنس۔ لی بینک۔ کنیان اور لارنس نے معاملہ کی نسبت کہا کہ وہ ملک روس میں ہوا جس کا مفہوم معاہدہ بیع ہو سکتا تھا مگر کرایہ نے جو حوالگی ہر جو یہاں عمل میں آئی، روسی حوالگی کہا؛ اور اس طور سے اس امر کی طرف اشارہ کیا جس کا ذکر حاشیہ کے نوٹ میں ہوا تھا اور جس کو ہم نے بجنسہٖ نقل کر لیا ہے۔ 198
کسی جج نے بائع کے توطن سے بحث نہیں کی؛ اس سے ظاہر ہے کہ یہ سوال کہ مال میں حقیت کس وقت قطعی طور سے منتقل ہوئی، قانون مقام وقوع سے فیصل ہوا۔

"جہاز کا ناخدا اس کا مجاز نہیں ہے کہ وہ مال محولہ جہاز کو فروخت کر دے؛ مگر بحالت شدہ ضرورت اس کو ایسا اختیار حاصل ہے؛ اسلئے ایک مقدمہ میں جس میں ایک جہاز جو ہندوستان سے نیل لیکر آرہا تھا، اثنائے سفر میں کیپ گڈ ہوپ کے قریب،

تباہ ہوگیا۔ کمپنی جو سامان محولہ جہاز کا ایک جزو تھا تباہی سے بچ گیا اور زیر ہدایت ناخدا ہو نیک نیتی کے ساتھ عمل کر رہا تھا، اور جس کو وہ اپنی رائے میں تمام اشخاص متعلقہ کیلئے مفید تصور کرتا تھا، بذریعہ ہراج عام (نیلام) فروخت کر دیا گیا۔ مگر جوری کے نزدیک فروخت کی اشد ضرورت ثابت نہیں ہوئی، قرار پایا کہ مشتری کی طرف حقیت منتقل نہیں ہوئی اور چونکہ کمپنی اس ملک کیلئے سمجھا گیا تھا، اس لئے اصل مالک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اسکی قیمت وصول کرے"۔ مقدمہ فریزین بنام ایسٹ انڈیا کمپنی (۱۸۲۲) ۵۔ بی و الا ۔ ۱۷-۶۱۔ ججز، ایبٹ، بیلی، ہولرائیڈ اور بیسٹ نے مشتری کی واقفیت حالات کی نسبت لکھا کہ فرض کرو کہ ہالینڈ کا قانون (جو کیپ گڈ ہوپ میں رائج تھا) جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے، وہی تھا جو اس بارہ میں انگلستان کا قانون ہے، تو اس علم کی بناء پر وہ عام بازار کی خریداری کے اصول سے فائدہ اٹھا کر محفوظ نہیں ہو سکتا تھا"۔ اسی مقدمہ کمیل بنام سیول میں جسٹس کرامپٹن نے یہ ریمارک کیا کہ "مقدمہ فریزین بنام ایسٹ انڈیا میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہی عدالت نے یہ تسلیم کر لیا کہ ہالینڈ کے قانون کے کھلے بازار کے اصول کی بنا پر مال کی حقیت منتقل ہو جاتی" اگر معاملہ کے حالات کے علم کی وجہ سے وہ صورت، قانون مذکور کے حدود سے خارج نہ ہو گئی ہوتی"۔ ۵۔ ایچ و این ۷۲۸

کمیل بنام سیول کا تذکرہ قبل ازیں ہو چکا ہے، صفحہ ۱۹۹۔ عدالت تحت میں پولک نے یہ کہا تھا کہ اگرچہ ان کی رائے اس معاملہ میں بنیاد فیصلہ نہیں قرار پائی، کہ اگر منقولہ جائداد اس طریقہ سے منتقل کر دی گئی ہے جو اس ملک میں جہاں وہ واقع ہے قابل پابندی ہے تو وہ انتقال ہر جگہ موثر اور قابل پابندی متصور ہوگا۔ ۳۔ ایچ۔ این ۱۳۸۔ مرافعہ میں جسٹس کرامپٹن نے بہ استثنائے بائیلس کے جملہ عدالت کی طرف سے فیصلہ صادر کرتے ہوئے کہا کہ "بحث میں اکثر مقدمات کا ذکر ہوا اور اس سے بھی زیادہ دوسری ایسی صورتیں پیش ہو سکتی ہیں جن میں ملک غیر کے مال کی نسبت، اس ملک یا کسی دوسرے ملک کے قانون کا نفاذ سختی سے خالی نہیں معلوم ہوتا؛ مثلاً بیرونی اشخاص کے مال کی قرقی بر بنائے کرایہ، یا مال کے مسروقہ ہونے کی صورت میں اسکی حقیت کا علانیہ بازار کی فروخت کے بعد بھی نہ منتقل ہونا۔ مگر ہم

نہیں سمجھتے کہ ممالک غیر کے رہنے والوں کا مال ایسے قوانین کے عمل سے محفوظ رہ سکتا ہے؛ اگر ان قوانین کی بنا پر اس کی ملکیت منتقل بھی ہو جاتی تو ملک غیر میں مال کے لے جانے کے بعد بھی اس میں تبدیلی واقع ہوتی تھی۔ اس کے بعد انھوں نے جسٹس پولاک کے اصول مذکورہ عدالت تحت کو پسند کر کے لکھا کہ:

"ہمارے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ مال تباہ ہو گیا اور وہ اس ملک کے نے نہیں بھیجا گیا تھا جہاں وہ فروخت کر دیا گیا۔ ہمارا یہ خیال نہیں ہے کہ مال کے اس ملک میں تباہ ہو جانے کی بنا پر مال مذکور کے بارے قوانین متعلقہ علانیہ فروخت یا مالک مکان کے حق قرقی کے بر اثر ہونے میں کوئی فرق واقع ہو گا۔ اس وجہ سے کہ مالک کے خیال میں یہ تھا کہ اس کا مال کسی طرح انگلستان پہنچ جائے گا۔" بائیلس نے جو اختلاف کیا وہ مالک کے قانون مقام تولن کی بنا پر نہ تھا؛ بلکہ ملک قرقی کے کے مبینہ قوانین کی بنا پر تھا جن کی نوعیت اس کے خیال میں خوفناک اور دنیا کے عام بحری قوانین سے (کم از کم جیسا کہ وہ اس ملک میں سمجھے جاتے ہیں) مخالف تھی۔ کاکبرن نے ارمیٹیج کی رائے کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے ایک ایسا فقرہ لکھ دیا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کم از کم مذکورہ قانون کے بارہ میں جیسا بمقابلہ قانون شکنی کے براڈی کے ساتھ متفق تھے۔ اس مسئلہ کا فیصلہ قوموں کے قانون سے نہیں ہو سکتا کیونکہ قانون بین الاقوام میں ناخدا کے اختیارات کے 199
متعلق بڑا اختلاف ہے جیسا کہ ان مجموعہ قوانین سے ظاہر ہو چکا جو اثنائے بحث میں ہمارے سامنے پیش ہوئے تھے۔ ڈ۔ اینڈ وائز ۲۴۴ ۔۔۔۔ مقدمہ کاسٹریک بنام امریکہ ۸۔ کیو۔ بی (این۔ ایس) ۲۳۰۔ میں پراموٹر نے پولاک کے اصول کو پسند کر کے اس کا حوالہ دیا اور اسی مقدمہ میں بلیکبرن نے ہوس آف لارڈز کی عدالت کی طرف سے فیصلہ صادر کرتے وقت اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا: "کیل بنام سیول میں ایک اس سے زیادہ عام اصول قائم کیا گیا تھا یعنی یہ کہ اگر مال منقولہ اس طریقہ سے منتقل کر دیا ہو جو اس مقام کے قانون کے مطابق ہو جہاں کہ مال مذکور موجود تھا تو وہ انتقال ہر جگہ قابل پابندی ہے" اس کو ہم بطور عام قاعدہ کے صحیح تصور کرتے ہیں؛ اگرچہ اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ اس میں استثنا اور حدود

قائم کئے جانیکی گنجائش ہے۔ اسکی نسبت یہہ کہنا درست ہے کہ یہ عام قاعدہ
کہ عمومی اور قطعی تجویز ہر جگہ قابل پابندی ہے جو انگلستان کے قانون پیشہ
لوگوں میں عام طریقہ سے رائج ہے۔ اسی عام اصول کی ایک شاخ ہے۔ ایل
آر۔ ۴۔ ای و آئی۔ ۱۰۔ اے ۴۲۹۰ ۴ تک

مقدمہ کلائیڈس ڈیل بنک لمیٹیڈ بنام شرنیڈر و کمپنی [۱۹۱۳]
۲۔ کے۔ بی۔ آئی۔ بنچ، بر ٹے میں قرار پایا کہ جو قسمہ ملک غیر کی عدالت کے
حکمنامہ کی بنا پر ادا کی جائیگی وہ انگلستان کے مقدمہ میں اس عذر کے ساتھ کہ وہ
بذریعہ فریق وصول کی گئی تھی واپس نہیں دلائی جا سکتی۔ یہ رقم بہ اظہار عذر داری وصول
ہوئی تھی کہ اس ایک جہاز کو جو کہ ایک حکمنامہ کے ذریعہ سے مقید تھا رہائی دلائی جائے
اور ملک غیر کے قطعی اور عام حکمنامہ پر یہاں اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جس صورت میں کہ
ملک غیر کی رعایا نے بحالت مرض الموت اپنی جائداد جو انگلستان میں واقع تھی،
ہبہ کی اور وہ ہبہ انگلستان کے قانون کی رو سے جائز تھی تو واہب کے ورثاء
کے مقابلہ میں جن کی طرف سے یہ عذر کیا جاتا تھا کہ ہبہ کے جواز کا فیصلہ واہب
کے مقام توطن کے قانون سے ہونا چاہیے، موہوب لہ کا حق قائم رکھا گیا۔ مقدمہ
کاروں [۱۹۲۱] چانسری ۳۴۳ بنچ، ایر

مقدمہ کوسٹ بنام جکس (۱۸۶۲) ایل۔ آر ۱۔ ای کیو۔ ۵۹۰ بنچ، سکیریٹ
میں یہ قرار پایا کہ انگلستان کا قانون بس اور فنیشل ایکٹ اسکاٹ لینڈ میں منقولہ
مال کے ایسے بل سے متعلق نہیں کیا جا سکتا ہو ایسے انگلستان کے دائرہ سے
انگلستان میں ایک انگلستان کے مدیون کو حوالہ کیا ہو۔ اس کا اتباع مال کے
متعلق آئرلینڈ میں مقدمہ بروکس بنام ہرمین میں کیا گیا۔ (۱۸۸۰) ۹۔ ایل
آر۔ آئرش۔ ۵۸ بنچ، ہارٹن و میسٹن

مقدمہ لیور پول ماریٹائم کریڈٹ کمپنی بنام ہنٹر (۱۸۶۷) ایل۔ آر ۴ ای کیو۔
۶۲ بنچ، میں جب کو ہیتس اور فرے (۱۸۶۸) میں ایل آر ۳ چانسری
۴۷۹ بحال رکھا۔ یہ طے ہوا کہ انگلستان کے متوطن بذریعہ ... میں
جہازوں کے غرق کرانے سے باز نہیں رکھے جا سکتے ... سے کہ دارالعدالت

کے متوطن مرتہن کے ساتھ انصاف ہو سکے گا۔ اور جو دستاویز یا مچلکہ ایسے مرتہنوں نے
جہاز کی رہائی کے لئے نیوارلینس میں لکھ دیا ہو اسکی بنا پر انگلستان میں دعوے
ہو سکے گا۔ یہ امر قابل بیان ہے کہ ان بیانات کے مطابق جو مقدمہ ہذا اور مقدمہ
سمسن بنام فیلکو صفحہ (۱۹۹) میں کئے گئے ہیں نیوارلینس کی عدالتیں اصول متذکرہ
صفحہ ۱۹۱۔۱۹۰ سے اسقدر تجاوز ہو جاتی ہیں کہ وہ مال منقولہ کے ایسے انتقالات
اور ارتہان پر جو بعیہ جوانگی کے عمل میں آئے ہوں مطلق لحاظ نہیں کرتیں، اگرچہ وہ
معاملات مال کے لوسیانا میں پہنچنے سے پہلے تکمیل پا چکے ہوں۔ مقصد زیر بحث کیلئے،
جسٹس وڈ کے ان الفاظ کی طرف توجہ دلانا کافی ہے جو انھوں نے ملک غیر کے
قوانین مجریہ کی نسبت استعمال کئے ہیں "خواہ وہ کیسے ہی سخت اور بے اصول ہوں" اگرچہ
انکی مخصوص کوشش اس بارہ میں تھی کہ وہ ملک غیر کی عدالتی کارروائی اور وہاں کے
مجریہ قوانین میں تمیز اور فرق کریں۔ ایل۔ آر۔ ۴۔ ای کیو۔ ۹۸۔ اور جیمس فورڈ کے
اس بیان کی طرف بھی جو انھوں نے نوبرو کے قدیم اصول کی تجدید کی غرض سے ان الفاظ
میں کیا تھا " جائداد منقولہ کا انتقال مالک کے مقام توطن کے قانون کے لحاظ سے
ہونا چاہیئے، اور اگر اس قانون کے رو سے جائز ہو تو وہ ہر ملک کی عدالت میں بحال
کر یہ مسئلہ زیر بحث میں جائز متصور ہونا چاہیئے"۔ ایل۔ آر۔ ۳۔ چانسری۔ مرافعہ ۳۴۴ پر

یہ امر بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ان دوسری اسناد کی موجودگی میں جو اس
موقعہ پر جمع کیگئی ہیں، یہ قاعدہ اس سے وسیع تر پیمانہ پر قبول کیا جائے جتنا کہ وہ
دفعہ (۱۵۰) کی ترتیب میں تسلیم کیا جا چکا ہے، اور جس کی تائید بعد مقدمہ مٹی بنک
بنام بیروسے بھی ہو چکی ہے (۱۸۸۰) ۵۔ مرافعہ۔ کینیڈا۔ ۶۶۴۔ نیز بسلبورن بنام تہید ر۔ 800
بلیکبرن۔ واشن: لارڈ بلیکبرن نے کہا کہ "جس رہن پر مدعی علیہ اپنا دعوی قائم
کرتا ہے، وہ ایسے مال کی نسبت ہے جو اس وقت کینیڈا میں موجود تھا، اسلئے
میرے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ اس رہن کا جواز کینیڈا کے قانون پر
منحصر ہے"۔ اس مقدمہ میں لنڈلے نے بحیثیت جج عدالت ابتدائی اور تمام ججان
عدالت مرافعہ اور جملہ معزز لارڈوں نے اپنے فہم اور ادراک کے مطابق قانون کینیڈا
کی طرف توجہ کی، اگرچہ مال مرہونہ کی مالک ایک انگلستان کی کمپنی تھی، اور بظاہر ایسے

مالک کے مقام توطن کا قانون، بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے مقدمہ انگلش بنام ٹرسن [۱۸۹۸] اے۔ سی۔ ۶۱۶۔ بج، باسبری۔ ویسٹن۔ ہرشل تیگناٹن و آرس یہ میں طے ہوا کہ اس مال کے ارتہان کا جواز جو ایک متوطن انگریز نے اسکاٹ لینڈ میں کیا تھا، اسکاٹ لینڈ کے قانون پر منحصر ہونا چاہیے ہے

مگر اس سوال کی نسبت کہ آیا مرتہن، اس امر کا مجاز ہے کہ وہ مال کو کسی محدود مقصد کیلئے پھر راہن کو سپرد کردے، اور جو حق مال کی نسبت اس کو ازروئے رہن نامہ حاصل ہے، اس میں کوئی فرق نہ آئے، ایک مقدمہ میں جس میں فریقین کا مشترکہ توطن، ایسے ملک کا تھا جو اس ملک کے علاوہ تھا جہاں مال موجود تھا، یہ سمجھا گیا کہ اس کا تصفیہ مقام توطن کے اس قانون سے ہونا چاہیے جو اس معاملہ کے متعلق تھا جو فریقین میں ہوا (ہرشل) ۔ اور نہ اس مال کی حیثیت پر موثر ہونے کے لیے جو مسلم طور سے فریقین میں سے کسی ایک کا تھا (واٹسن) ۔ مقدمہ نارتھ ویسٹرن بنک بنام پوئنٹر [۱۸۹۶] اے۔ سی۔ ۵۶ ہے

اسی طرح ایک ملک غیر کی ڈگری جس کے ذریعہ سے وہ کسی جائداد منقولہ کا تصفیہ اپنے ملک میں کردے، انگلستان کی عدالتوں میں قابل پابندی متصور ہوگی بشرطیکہ ملک مذکور کے شاہی اختیارات تسلیم کرلئے گئے ہوں اور اس ملک کی عدالتیں، یہ دریافت نہیں کریں گی کہ آیا ڈگری، مال کو بحق سرکار ضبط کرنے والی، یا فطری انصاف کے اصول کے خلاف ہے؟

مقدمہ کمپنی فاروڈ ورک۔ اے۔ ایم لوتھر بنام جے۔ ساگر کمپنی [۱۹۲۱] ا۔ کے۔ بی۔ ۴۵۶ و ۴۰۰ ہ: میں بینکیز۔ اسکروٹن نے رائٹ کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا، محض اس بنا پر کہ آیا روس کی سوئیٹ گورنمنٹ کو، سرکار انگریزی نے تسلیم کیا ہے یا نہیں؟

میکسیکو کی بغاوت میں جو مقدمات پیدا ہوئے، ان کا فیصلہ بھی حال ہی میں، امریکہ کی عدالتوں نے اسیطرح کیا ہے۔ مقدمہ انجن بنام سنٹرل لیدر کمپنی [۱۹۱۷] ۲۴۶۔ یو۔ ایس۔ ۲۹۷۔ مقدمہ ریکاڈ بنام امریکن مثل کمپنی ایضاً۔ ۳۰۴ ہے

دفعہ ۱۵۱ اس موقعہ پر اس فرق کا خیال کیا جانا چاہیے جس کی طرف، مقدمہ سگر یڈ و (صفحہ ۱۹۱) میں توجہ نہیں کی گئی تھی، اور ممکن ہے کہ حالات مقدمہ کے لحاظ سے،

اس کی ضرورت بھی نہ پیش آئی ہو۔ اسمیں فخت ایل کا قانون نہایت غیر مکمل طریقہ سے ثابت کیا گیا تھا جس قانون کے پابند مالک نہ ہوں اس سے ان کے مختاروں کو ان کے مقابلہ میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہو سکتا۔ مگر باوجود اس کے قانون مقام وقوع اگر چاہیے تو جائداد منقولہ کے مشتری یا راہن کو مختاروں کے عمل کی بنا پر حیثیت عطا کر سکتا ہے۔ مختاروں کے اختیارات کا مسئلہ قانون معاہدہ سے اور مشتری یا مرتہن کے حقوق کا مسئلہ قانون جائداد سے متعلق ہے اور بالآخر اسی قانون سے اس کا تصفیہ ہوگا جس کا تعلق جائداد سے ہے، اگرچہ فروخت یا رہن کرنے والے مختاروں کے اختیارات جو اصول قانون معاہدہ کی رو سے قرار پائیں اس تصفیہ میں موثر اور دخیل ہوں۔

مقدمہ کمپنیا بنام سیول میں کراپٹن نے عدالت کا فیصلہ بہ استصواب انگلستان کی عدالت مرافعہ میں صادر کرتے وقت بیان کیا کہ "جو نتیجہ ہم شہادت سے اخذ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ناروے کے قانون کے لحاظ سے ان حالات میں جو مقدمہ ہذا میں پیش آئے جہاز کے ناخدا کا مال کو فروخت کر دینا جہانتک معاملہ کا تعلق اس سے اور اسکے مالکوں یا مال کے مالکوں سے ہے بحالات موجودہ درست نہ تھا اور جس غیر مجاز فروخت کی بابت وہ ان دونوں کا ذمہ دار ہوگا، مگر اس بحیثیت مشتری کو جس نے مال مالک کے مختار سے خرید کیا جائداد مبیعہ پر کامل حقیت حاصل ہوگی۔ اس میں ہمارے نزدیک کوئی ایسا وحشیانہ یا خلاف قیاس امر نہیں ہے جس کی بنا پر ہم اس کو تسلیم کرنے سے باز رہیں خود ہمارا قانون بھی علانیہ فروخت کے متعلق اسیطرح کا ہے۔ اور اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ ایسے بیوپار کے جائز رکھنے میں جن کی ضرورت بلا حالات مقدمہ ثابت نہو بیجا مضرت کا اندیشہ ہے لیکن اگر مشتری کا حق صرف انہیں صورتوں میں تسلیم کیا جائے جن میں ناخدا نے اپنے [illegible] مال کے مالکوں کے تعلقات کے لحاظ سے مال کے فروخت کا بالکل باقاعدہ طریقہ سے مجاز ہو، تو مضرت کا اندیشہ اس سے بہت زیادہ ہو جائیگا۔ اس صورت میں مشتری جن کو یہ مشکل صورت حال معلوم ہو سکتی ہے مال کی پوری قیمت اپنے طرف سے [illegible] ادا نہ کریں گے اور ناخدا کے جائز [illegible] اور باضابطہ فروخت میں کبھی پوری قیمت نہ آسکے گی۔ 201

۱۰۵ [illegible]

جب تک غیرہ کا کوئی جہاز ایسے حالات میں فروخت کیا جائے کہ مشتری کو مقا[illegible]

بائع کی ذاتی نصفت کے علاوہ کامل حیثیت نہ حاصل ہوتی ہو، تو قانون مقام معاہدہ سے اس امر کا تصفیہ ہونا چاہیئے کہ آیا ملک غیر کے ملک کا طرز عمل ایسا رہا ہے کہ وہ مشتری کی حقیت پر معترض ہونے کا مانع قرار دیا جاسکے۔ ہوپر بنام گمرو ایم لطانت بنام گمر (۱۸۶۷) ایل۔ آر۔ ۲۔ چانسری۔ مرافعہ ۲۸۲۔ نج ہمیس فورڈ و ٹرنر جنہوں نے مقدمہ موخر الذکر میں سٹوبن وڈ کے فیصلے کو بحال رکھا، اور مقدمہ مقدم الذکر میں ان کے فیصلے کو برپا کرنے واقعات منسوخ کردیا، ملک غیر کا اعادہ برپا کے اس معاہدہ حفاظت نقصان کے جو وہ انگلستان کے لوگوں سے کرے، جن کا جہاز یہ مال بار ہو مالکان جہاز پر فوجداری عائد کرنے کا مجاز ہے۔ موتا [۱۹۴۰] پی-۲۲- نج، ایل ٹو

امریکہ کے حصص ریلوے کے ایسے صداقت ناموں کا تصفیہ جو انگلستان میں موجود ہوں اور انکی حقیت ان معاملات پر منحصر ہو جو انگلستان میں ہوئے ہوں، انگلستان کے قانون سے ہونا چاہیئے، لیکن معمولی حقیت حصص کے صداقت ناموں کی حقیت کا تصفیہ امریکہ کے قانون کے لحاظ سے کیا جائیگا۔ ولیمس بنام کالونیل بنک۔ ولیمس بنام لندن چارٹرڈ بنک آف اسٹریلیا، (۱۸۸۰) ۳۸۔ چانسری ڈویژن۔ ۳۸۸۔ نج، کاٹن۔ لنڈلے۔ لوپز جن کو کیک ورتھ کے ساتھ اس حد تک اتفاق تھا (۱۸۹۰) ۱۵۔ مرافعہ کینڈا۔ ۲۶۷۔ نج، اسٹیر بیچ، واٹسن وہرشل۔ براموں اور موریس کی تجویز سے اتفاق تھا مگر انھوں نے انتخاب قوانین کے متعلق خاموشی اختیار کی تھی

دفعہ ۱۵۲ جس عدالت میں معمولی قرضہ کا دعوی دائر کیا جاتا ہے، اس میں اور اس مقام میں جہاں مادی جائداد منقولہ موجود ہوتی ہے، بہت زیادہ مشابہت ہے۔ اور جو اطلاع عدم انتقال قرضہ کا مدیون کے نام جاری ہوتا ہے، وہ مادی جائداد منقولہ کی اس حوالگی سے مشابہ ہے جو کہ منتقل الیہ عمل میں آتی ہے۔ جس طرح مادی جائداد منقولہ کی تکمیل انتقال کیلئے بعض قوانین کی رو سے حوالگی ضرور نہیں ہے، اسیطرح بعض قوانین ایسے ہیں جیسے کہ قانون انگلستان، جن کی رو سے اگرچہ مدیون کو دین کے منتقل کرنیوالے کو ایسے وقت میں رقم دینے کا انتقال قرضہ کی اطلاع اس کو دیدی گئی ہو،

بری الذمہ ہو جاتا ہے؛ اور اگرچہ منتقل الیہ جس نے، ایسے اطلاع عامہ کے اجراسے قبل دعوی دائر کردیا ہو کسی شکل میں منتقل کرنے والے کے نام سے کارروائی کر رہا ہو، اور اس کا مستوجب ہو کہ اس کے مقابلہ میں ایسا عذر کیا جائے جو منتقل کرنے والے کے مقابلہ میں قابل قبول ہوتا؛ تاہم وہ انتقال بغیر انتقال کی اطلاع کے اسقدر کامل ہوگا کہ اطلاع اثنائے مقدمہ (Pendente lite) اس امر کی مانع ہو جائے گی کہ اس قرضہ کو کوئی منتقل الیہ مابعد یا وائن قرقی کنندہ وصول کر سکے۔ اور چونکہ ایسے قوانین بھی موجود ہیں جن کی رو سے؛ مادی جائداد منقولہ کے انتقال کی تکمیل کے لئے اجرا لگی ضرور ہے؛ اسیطرح ایسے قوانین کا بھی وجود ہے مثلاً قانون اسکاٹ لینڈ، جن کے لحاظ سے؛ انتقال قرضہ بغیر اطلاع کے اسقدر بے اثر ہے کہ اطلاع اثنائے مقدمہ بعد از وقت متصور ہوتی ہے؛ اسلئے مادی جائداد منقولہ کے انتقال کے قوانین کے متعلق؛ ایسی ہی رائیں قائم ہیں، جیسی کہ ان قوانین کی نسبت ہیں جن کا تعلق معاملہ دین سے ہے۔ لارڈ کیمیس (دیکھو صفحہ ۱۸۵) و اسٹوری (خلاف قوانین دفعہ ۳۹۷) نے یہ رائے قائم کی کہ قرضہ کا ایسا انتقال جو مدیون کے مقام توطن کے قانون کی رو سے بغیر اطلاع کے کامل ہو، ہر جگہ کامل قرار پانا چاہیے؛ مگر انگلستان میں یہ طے ہو چکا ہے کہ جس منتقل الیہ کو وصول قرضہ کا جائز حق قانون مقام عدالت کی رو سے حاصل ہو چکا ہے؛ وہی قابل ترجیح ہے۔ 202

اس کی بنا مقدمات کو ئنس لینڈ مرکنٹائل وایجنسی کمپنی، بمقابلہ اسٹریلین انوسمنٹ کمپنی؛ بمقابلہ یونین بنک آف اسٹریلیا [۱۸۹۱] ۱۔ چانسری - ۵۳۶۔ پر ہے جو فارسیتھ ہیں: جس کو لنڈلے۔ بوین۔ فرائی نے بحال رکھا [۱۸۹۲] ۱۔ چانسری ۲۱۹ جو انگلستان کے ایک مانتی سرمایہ میں انتقال حق استفادہ کی اطلاع امنار کو دیگئی؛ قبل اس کے کہ اسی حق استفادہ کے ایک قبل کے انتقال کی اطلاع، انکو دیجاتی؛ متقدم الذکر ہی کو ترجیح دی گئی؛ باوجودیکہ پہلا انتقال منتقل کرنیوالے کے مقام توطن میں عمل میں آیا تھا؛ جہاں کہ قانون کے لحاظ سے تکمیل انتقال کے لئے امنا کو کسی اطلاع دینے کی ضرورت نہ تھی۔ مقدمہ کیلی بنام سلوئن، [۱۹۰۵] ۲۔ چانسری ۱۱۰ جج وارنگٹن کو

بنا و تجویز (Ratio decijendo) اس عدالت کا قانون تھا جو سرمایہ کا اہتمام کر رہی تھی (صفحہ ۱۲۲) یعنی "مقام عدالت کے قانون وصول قرضہ" کے مساوی ہے، جس کا ذکر کتاب میں کیا گیا ہے۔

جس حالت میں حق وصول قرضہ (Chose in action) کی نسبت، دعوی حقیقی استحقاق یا حق کفالت (lien) کی بنا پر کیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس کا انحصار مقام عدالت کے قانون متعلقہ حق وصول قرضہ پر ہوگا۔

ایک امریکہ کا باشندہ سین فرانسسکو میں ایک امریکہ کے جہاز پر جو انگلستان جا رہا تھا بطور "سکنڈ میٹ" کے لیا گیا۔ چند امورات کی وجہ سے جو پے بہ پے واقع ہوئیں، وہ جہاز کا ناخدا ہو گیا۔ اس نے عدالت امیر البحری میں اپنی اجرت کی بابت دعوی کیا تاکہ وہ رقم کرایہ سے دلائی جائے۔ طے ہوا کہ اس کے دعوی کا تصفیہ قانون مقام عدالت سے ہونا چاہیے نہ کہ قانون مقام معاہدہ یعنی اس مقام کے قانون سے جہاں کہ وہ بطور سکنڈ میٹ کے ملازم رکھا گیا تھا۔ اور قانون مقام عدالت، مرچنٹ شپنگ ایکٹ میں ملے گا، نہ کہ اس قانون بحری میں جیسا قبل ازیں انگلستان میں عمل ہوتا تھا۔ مقدمہ ملسور ٹو (۱۸۵۸) سابی۔ ۳۶۲۔ جج لوشنگٹن: یہ ممتاز مقنن، مقدمہ جناتھن گڈ ہیو (۱۸۵۹) سابی۔ ۵۲۶ میں بھی اپنی اسی رائے پر جما رہا۔ مگر جسٹس فلیمور نے مقدمہ ہلی (۱۸۶۷) ایل۔ آر۔ ۲۔ اے۔ ای۔ ۱۲ میں یہ ریمارک کیا کہ "مجھ کو اس امر کا اظہار ضرور ہے کہ جو دلیل فاضل جج نے قائم فرمائی، اور جو ان فیصلوں کی بنیاد ہے اس پر میرے دل کو کبھی اطمینان نہیں ہوا۔ مجھ کو یہ دریافت کر کے خوشی ہوئی کہ ایک حال کے مقدمہ میں جس کا ذکر مجھ سے مسٹر کلارکسن نے کیا، فاضل جج نے ان فیصلہ جات کے اصول پر نظر ثانی کرنے کی آمادگی ظاہر فرمائی ہے۔ مگر لوشنگٹن کی نسبت یہی سمجھنا چاہیے کہ انکی رائے وہی رہی جس کا اظہار پہلے ہو چکا۔ یعنی وہ قانون مقام عدالت کی تائید میں رہے جس سے ایک غیر مادی حقیقی حق کا تصفیہ ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جج موصوف کی تجویز کی بنیاد یہی قاعدہ تھا کہ وہ چارہ کار اسی عدالت کے قانون کے مطابق ہونا چاہیے جہاں کہ چارہ کار کی استدعا کی جاتی ہے، سابی،

۲۶۶ چونکہ یہ قاعدہ دوسری اور زیادہ تر مروج صورتوں میں صرف چارہ کار کی شکل سے متعلق ہوتا ہے یا زیادہ سے زیادہ چارہ کار کے اس وجود پر جس کا انحصار ضوابط پر ہوتا ہے۔ (اور انگلستان میں میعاد کے قواعد اسی مد میں آتے ہیں) لہٰذا ان کے ایسے وجود پر جس کا انحصار کسی حق پر ہو۔ اس قاعدہ کو اس طور سے لیفورڈ کے مقدمہ سے متعلق گردانی حیثیت مقامی عدالت کو ایک 203
غیر مادی حقیقی حق کے معاملے میں وہی قانونی وقعت دیتا ہے جو مقام وقوع کو مادی اشیائے منقولہ کے متعلق حاصل ہے۔ مقدمہ لیفورڈ کا اتباع مقدمہ ہوگس [۱۹۰۳] پی ۴۴۔ ڈبلیو۔ این۔ فلیمور میں بھی کیا گیا جسٹس فلیمور نے، اگرچہ مرچنٹ شپنگ ایکٹ ۱۸۹۴ء کی دفعہ ۵۹۵ کے لحاظ سے اس اصول کے خلاف بحث کی مگر اسکو اختیار نہیں کیا تھا

ایک مقدمہ میں انگلستان کے ایک بیمہ زندگی کے صداقت نامہ کا انتقال جو منتقل کرنے والے نے اپنی زوجہ کے نام ایسے مقام میں کیا تھا جہاں فریقین متوطن تھے، اور جہاں کے قانون کی رو سے ایسا انتقال جائز نہ تھا، انگلستان میں ناجائز قرار دیا گیا۔ لی بنام ایڈی (۱۸۰۶) ۱۷ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۲۰۹۔ نیز، ڈائسی۔ ویسٹ۔ دیکھو لارڈ ہرشل کی رائے۔ بمقدمہ نارتھ ویسٹرن بینک بنام پوانٹر مسندکرہ صفحہ ۲۰۰۔ ایک عدالت ملک غیر کا فیصلہ جس میں ایک غیر صحیح النسب اولاد کو جو باپ کے مرنے کے بعد پیدا ہوئی تھی، نان و نفقہ دلایا تھا، جب انگلستان میں وہ منا دعوی قرار دیا گیا تو یہ طے ہوا کہ وہ بمقابلہ اثاثہ موجودہ انگلستان کے جاری نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ انگلستان میں بنائے دعوی ہی ناقابل تسلیم تھی: نفقہ دلانے کے متعلق فیصلہ ذاتی (in personam) تھا اور قانون مقام وقوع مدعی علیہ کی ذمہ داری کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ مقدمہ میکارٹنے [۱۹۲۱] ۱ چانسری۔ ۵۲۲۔ نیز اسٹوری ۶۔

ایسے قرضہ کی بابت جو ملک غیر میں وضعی طور سے قابل وصول تھا، مدیون کے نام حکم (Garnishee) کے اجرا سے اس وجہ سے انکار کر دیا گیا کہ اس حکم کی بنا پر رقم کا ادا کیا جانا ملک غیر میں تسلیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مقدمہ مارٹن بنام نادل [۱۹۰۹] ۲۔ کے بی۔ ۲۶۔ نیز، [illegible] ڈیس واسٹر لنگ جنہوں نے

سٹن کے فیصلہ کو منسوخ کیا۔

اس مسئلہ پر کہ انگلستان کی ایک تملیک کے ضمن میں جو حق جائداد میں تصرف کا قبل حصول جائداد مذکور کے دیا گیا ہو، اسپر قیود کا قائم کر دینا جائز ہے خواہ زوجہ کا ذاتی قانون کچھ ہی کیوں نہو۔ (مقدمہ ملین بنام بروکنگ (۱۸۵۵ء) ۲۵۔ بو۔ ۲۱۸۔ نج' رو طلے)۔ جب اس تیار کے ساتھ نظر ڈالی جاتی ہے کہ تملیک انگلستان کی تھی (دفعہ ۱۱۹ صفحہ ۴۱۱)، تو وہ ایک نظیر اس امر کی ہو جاتی ہے کہ جائداد منقولہ کی ملکیت کا تصفیہ قانون مقام وقوع سے کیا جاتا ہے جو غیر مادی حقوق سے بھی اسیطرح متعلق ہے۔

لیکن رسوم (عدالتی) کی اغراض کے لئے دین اس مقام کی موقوعہ جائداد متصور ہوتا ہے، جہاں اس کی بابت ضمانت موجود ہو، اگرچہ مدیون کا توطن اور مقام وصول دین کہیں اور ہو۔ ایسی جائداد کی قیمت جس کا انحصار ضمانت پر ہو، ممکن ہے کہ مقدار قرضہ سے کم ہو، اور اگر مزید ضمانتیں دوسرے مقامات پر بھی لی گئی ہوں، تو باغراض رسوم قیمت قرار دینے میں ان پر لحاظ کیا جانا درست ہے۔

واشس بنام کوئن (۱۸۹۴ء)۔ اے سی۔ ۴۴۱۔ جے، واسٹن۔ ہرشل۔ ہائوس ہیکمائن بشینڈ۔ کوتج۔

دفعہ ۱۵۳ - قاعدہ کہ قانون مقام وقوع سے جائداد منقولہ کی حقیت کا تصفیہ ہوتا ہے، جس کی تشریح اس فصل کے ابتدائی حصہ میں ہو چکی ہے، عام طور سے حق استفادہ اور قانونی تملیک دونوں سے یکساں متعلق ہوتا ہے۔ لیکن جو صورتیں ان انتقالات میں داخل ہوتی ہیں جو عام طور سے "انتقالات مجموعی" کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں، ان میں حق استفادہ پر ذاتی قانون جاری ہوتا ہے، اور قانونی تملیک کے متعلق، قانون مقام وقوع کے تمام مراتب کی تکمیل ضرور ہوتی ہے۔ جیسا کہ دفعہ ۱۳۵ میں کیا جاتا ہے۔ توریث بعد موت کے متعلق انگلستان کے جو قواعد ہیں، انکی تیسری صورت ہے۔ ذاتی قانون کو اسقدر بھی وسعت نہیں دیگئی ہے کہ وہ تمام جائداد منقولہ کے حق استفادہ پر حاوی ہو۔ اس کے احکام صرف جائداد کے بقیہ حصہ پر جاری ہوتے ہیں، جو متوفی کے دیون کے ادا کر دینے کے بعد باقی

رہ جاتا ہے۔

اب ہم جائداد منقولہ کے مخصوص اقسام کی بین الاقوامی حیثیت سے بحث کرینگے۔

دفعہ ۱۵۴ انگریزی جہاز، انگریزی مملکت کا ایک جز ہے جب تک کہ وہ کسی سمندر، یا ملک غیر کے ایسے دریا میں تمام پلوں کے نیچے سفر کر رہا ہو، جس میں مد و جزر ہوتا ہے۔ البتہ اگر جہاز خانگی ہے تو موخرالذکر صورت میں اس سلطنت کو بھی جس کی ملک میں وہ دریا ہے، مساوی اختیار سماعت حاصل ہوگا۔ اور اگر جہاز کسی انگریزی بندرگاہ کا ہے، تو مملکت انگلستان کے ایک جز ہونے کی وجہ سے اسپر انگلستان ہی کا قانون جاری کیا جائے گا۔

سرکار بنام لوپیز (۱۸۵۸) ۱ - ڈی و بی - ۵۲۵ و سرکار بنام سٹیلر (۱۸۵۸) ۱ - ڈی و بی - ۴۹۰ جن کا تصفیہ کمیٹی - کاکبرن - پولک - کوکرنج - ٹیمین - ارل ویمس - مارٹن - کرامپٹن - کروڈر - ولس - واٹسن - چینل اور بائلز نے ملکر کیا ہو مقدمہ کوئین بنام انڈرسن (۱۸۶۸) ایل - آر - ۱ - سی - سی - آر - ۱۶۱ - ججز بایولاک - چینل - بائلز - بلیکبرن - رشن ۔ ان مقدمات میں انگریزی جہازوں پر ارتکاب جرم ہوا تھا، موخرالذکر مقدمہ میں جہاز ملک غیر کے ایسے دریا میں تھا جو مد و جزر سے متاثر ہوتا تھا۔ اس دفعہ کا حکم ایسی حالت میں بھی نافذ متصور ہوگا، جبکہ جہاز ملک غیر کے دریا کی گودی میں لنگرانداز ہو، اور نہ صرف جہاز کے ملازمین، بلکہ تمام اشخاص، جو کسی حیثیت سے بھی جہاز پر آمد و رفت رکھتے ہوں، انگلستان کے قوانین فوجداری کے تابع سمجھے جائیں گے۔ مقدمہ کوئین بنام کار (۱۸۸۲) ۱ - کیو - بی - ڈی - ۷۰۶ - ججز کولرج - پولک - لوپس - سٹیفن - واٹکن ویمس ۔

مارشل بنام مرگٹرائیڈ (۱۸۷۰) ایل - آر - ۶ - کیو - بی - ۳۱ - ججز بلیکبرن - ولس، جس میں ایک حکم متعلقہ تعیین ولدیت، زیر قانون انگلستان بمقابلہ ایک شخص کے جو اس لڑکے کا باپ مشہور تھا جو سمندر میں لیورپول کے ایک انگریزی جہاز پر پیدا ہوا تھا، بحال رکھا گیا ہو۔

دیکھو امریکہ کا مقدمہ یونائیٹڈ اسٹیٹس بنام ہملٹن (۱۸۱۶) ۱ - میس - ۱۵۲ - جج استوری، جس میں فاضل جج نے لکھا کہ ۔ "دو امیرالبحر (؟) سے ... کبھی طے نہیں ہوا کہ

ان گودیوں کا پانی، جہاں مدوجزر ہوتا ہے، صحیح طور سے عین سمندر رکھا جاسکتا ہے جب تک وہ پانی ایسا نہو کہ اس میں سمندر کی انتہائی کمی آب کا نشان موجود نہو۔ عمومی قانون نے، ان اصطلاحات کی اور زیادہ تنگ تعبیر کرنے کی کوشش کی ہے۔"

اٹلی کا ایک جہاز جو سمندر میں تنہا چھوڑ دیا گیا تھا ایک انگلستان کے بندرگاہ میں لایا گیا۔ قانون اٹلی کے بموجب اس پر ان اخراجات کا بار تھا جو گورنمنٹ مذکور نے کارکنان جہاز کو ان کے وطن بھیجنے میں برداشت کئے تھے یہ بار تسلیم کیا گیا اور قابل نفاذ قرار پایا۔ مقدمہ یوٹیا (۱۸۸۳) ۸۔ پی۔ ڈی۔ ۲۰۹۔ جج ہینن ہو

دفعہ ۱۵۴ (الف) تمسکات قابل بیع وشرا جو دفعات ۱۴۹ و ۱۵۰ کے حکم میں داخل ہیں، ان کے انتقال سے، ایسے دیون کے حق وصول کے استفادہ پر اثر پڑے گا جو کہ بموجب قانون مقام وقوع، بوقت انتقال، ان تمسکات کی بنا پر واجب الوصول تھے۔

الکاک بنام اسمتھ [۱۸۹۲] ۱۔ چانسری۔ ۲۳۸۔ جج، رومر جیمس کی، لنڈلے۔ لوپس۔ کے، نے بحال رکھا، مقدمہ امیریکاس بنام انگلو اسٹریلین بنک [۱۹۰۴] ۲۔ کے۔ بی۔ ۸۷۰۔ جج، واکٹن جیمس کی [۱۹۰۵] ۱۔ کے۔ بی۔ ۶۷۷، میں کالنس ویس۔ رومر اور اسٹرلنگ نے تائید کی ہو

کفالتوں پر رسوم اسیطرح واجب الوصول ہیں جس طرح وہ ممالک غیر کی کمپنیوں کے ان کفالات ناجات پر وصول کئے جاتے ہیں جو سلطنتہائے متحدہ میں تیار یا جاری ہوتے ہیں، بشرطیکہ وہ سلطنتہائے مذکور میں داخل ہونے کے بعد مصدق ہو جانے کیوجہ سے قابل بیع وشرا ہو جائیں۔ مقدمہ ہارنگ بنام کمشنران ان لینڈ ریوینو [۱۸۹۵] ۱۔ کیو۔ بی۔ ۸۷۔ اے ایل۔ جج اسمتھ، دکبیے، رگالنس جنہوں نے رائٹ اور رکٹے کے فیصلہ کو بحال رکھا اور اسی کی، مقدمہ لارڈ دیول اسٹوک بنام وغیرہ وغیرہ [۱۸۹۸] ۱۔ اے سی۔ ۵۶۵۔ جج، ہالسبری، بیکناٹن۔ اور مارشینڈ نے تائید کی ہو

دفعہ ۱۵۴ (ب) سند اختراع یا اس میں شرکت، یا اس سند کے استعمال کی اجازت، اس ملک کی موقوعہ جائداد نہیں متصور ہوگی، جس میں وہ حق قائم ہے: کم از کم جہانتک کہ اس کا تعلق قانون مالگزاری سے ہے۔

اسلٹنگ کمپنی آف اسٹریلیا بنام کمشنران ان لینڈ ریونیو [۱۸۹۶]
۲۔کیو۔بی۔ ۱۷۹۔ پولاک اور بروش نے اتفاق کیا؛ گر دوسری بنا پر ایشر۔
لوپس۔رگبے نے (۱۸۹۷) ۱۔کیو۔بی ۱۷۵۔ میں اسکو بحال رکھا۔

لیکن بمقدمہ رے بنام لیکوٹزیر [۱۹۰۸] ۲۔چانسری ۱۵۷۔ جو [۱۹۱۰]
اے۔سی۔ ۲۶۲ میں بحال رہا؛ یہ طے ہوا کہ ملک غیر کی ایک جماعت موجودہ انگلستان
کا نشان تجارت؛ اس جماعت کے مقام توطن کے اس قانون کا تابع نہ تھا جسکی رو سے
جائداد کی ضبطی کیجاتی تھی؛ کیونکہ ملک غیر کا قانون تعزیرات انگلستان میں موثر نہیں ہے۔

لیکن کاروبار تجارت کی ساکھ یا نیک نامی، جن میں ضمنی طور سے بعض معاہدات کا استفادہ بھی شریک ہو، قانون مال کے مفہوم میں، اس ملک کی موقوعہ جائداد متصور ہوتی ہے، جہاں اس تجارتی کاروبار کی کوٹھی واقع ہو۔

طرادہ کمپنی کی مارگرائن لمیٹڈ بنام کمشنران ان لینڈ ریونیو [۱۹۰۰]
۱۔کیو۔بی۔ ۳۱۰۔ ۱ے۔ ایل۔ جج، اسمتھ۔ کالنس ونگھان ولیمس جنہوں نے
ڈسٹرکٹ عدالت کے فیصلے کو منسوخ کردیا۔ ناسخ فیصلہ کو [۱۹۰۱] اے۔سی۔ ۲۱۷،
میں میکناٹن۔ ہاؤس آف لارڈز۔ بریمپٹن۔ مارشمن اور لنڈلے نے بحال رکھا؛ انسبری
مخالف الرائے ہے۔

اس کمپنی کے حصے؛ جو انگلستان میں؛ اس غرض سے رجسٹر ہوئی ہو کہ ایک بیرون ملک کے تجارتی کاروبار کو حاصل کرے؛ قانون مال کے مفہوم میں جائداد موقوعہ انگلستان؛ متصور ہونگے۔

کمشنران ان لینڈ ریونیو بنام نیل کمپنی (پیرس) لمیٹڈ [۱۹۰۸]
اے۔سی۔ ۲۲۔ ججز میکناٹن۔ ایشبرن۔ جیمس آف ہریفورڈ۔ اٹکنسن؛ جنہوں نے
موٹن اور فارول (کالنس نے دوسرے وجوہ پر اختلاف کیا) کا وہ فیصلہ منسوخ کردیا تھا؛
جس میں انہوں نے والٹن کی تجویز کو بحال رکھا تھا۔

مگر ذاتی اختیاری قانون گزاری کے مفہوم میں تعمیل کے لئے جائداد موقوعہ مقام عدالت نہیں متصور ہوتی۔

ڈونو ہیو شکر فیکٹری بنام کمشنران ان لینڈ ریونیو [۱۹۰۱] ۱۔کیو۔بی۔

۲۴۵۔ اے۔ ال۔ بج، اسمتھ۔ کانس واسٹرانگ جنہوں نے ریڈنے اور واررنگ کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا۔

کاغذی دیون، جو کاروبار تجارت کے سرمایہ میں شریک ہوں، اس مقصد کے لئے ذاتی ذمہ داری متصور ہوتے ہیں، اور اسلئے بغرض تعمیل، جائداد موقوعہ مقام عدالت نہیں سمجھے جاتے بلکہ ان پر انگلستان کے رسوم واجب الادا ہیں، اگر بیرونی تجارت کی بیع انگلستان میں واقع ہو۔ ویلاسکیوز لمیٹیڈ بنام کمشنران لینڈ ریونیو (۱۹۱۴) ۲۔ کے۔ بی۔ ۴۵۸۔ بج، کوزنز ہارڈی۔ ایم۔ آر۔ لارڈ جسٹس بکفورڈ۔ لارڈ جسٹس بونیفین ایڈنی نے جسٹس اسکروٹن کے فیصلے کو بحال رکھا۔

دفعہ ۱۵۴ (ج) ملک غیر کی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کے ریسیور (مہتمم) عموماً انگلستان کی عدالت سے مقرر ہوتے ہیں، لیکن جب تک انکی یہ حیثیت، مقامی قانون سے نہ قائم ہو جائے، اس وقت تک کوئی شخص جو انگلستان کے مقدمہ میں فریق نہ رہا ہو۔ اور اگرچہ وہ انگریزی رعایا بھی ہو۔ اس بناء پر توہین عدالت کا ملزم نہیں قرار پا سکتا کہ اس نے ملک غیر میں ایسی کارروائی اختیار کی جس کا مقصد ان مہتمموں کے قبضہ میں خلل اندازی تھا۔

مقدمہ ہاؤسلے دفرزندان ونیلڈ (۱۹۰۰) ۱۔ چانسری ۶۰۲۔ بج، کوزنز ہارڈی۔

دفعہ ۱۵۵ انگلستان میں، ملک غیر کے بادشاہ یا سلطنت کے دیوانی
206 حقوق کی یقیناً حفاظت کیجاتی ہے، خواہ ان کا تعلق جائداد سے ہو یا ذمہ داریوں سے، اور خواہ وہ بادشاہ کے ذاتی حقوق ہوں یا عام حقوق، لیکن یہ امر غیر متعین ہے کہ ملک غیر کے بادشاہ یا سلطنت کے سیاسی حقوق کی حفاظت کس درجہ تک ہو سکتی ہے۔ اگرچہ ان سے مالی فوائد بھی حاصل ہو سکتے ہوں۔ یا یوں کہو کہ یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا انگلستان میں سیاسی حقوق، اس بنا پر کہ ان سے مالی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، اثاثہ یا جائداد منقولہ سمجھے جائیں گے یا نہیں؟۔ بمقدمہ امپرر آف آسٹریا بنام ڈے وگوتھ (۱۸۶۱) ۲۔ گرفت ۶۲۸، بج، اسٹورٹ۔ وی۔ سی۔ ۳۔ ڈی۔ ایف۔ جے۔ ۲۱۷۔ بج، کیمبل۔ ناٹ بروس و ٹرنر میں یہ بحث پیش آئی، اس بنا پر کہ امپرر کی طرف سے یہ دعوی ہوا تھا: کہ اس کو جو مخصوص حق اپنے ملک میں کاغذات کے جاری کرنے کا حاصل ہے، اس کی خلاف ورزی کا انسداد

بذریعہ امتناعی حکم کے کیا جائے جسٹس اسٹورٹ نے حکم امتناعی بربنائے حق جاری
کرنا منظور کیا، اور اس حق کو مالی قیمت پر مبنی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی لیکن مرافعہ میں
تمام ججوں نے ان سے اس بارہ میں اختلاف کیا۔ کیمبل اور نائٹ بروس نے حکم امتناعی
کو اس بنا پر بحال رکھا کہ وہ مدعی کا ایسا حق تھا جو مالی فائدہ پر مبنی تھا۔ جسٹس ٹرنر
نے اس کی اس بنا پر تائید نہیں کی بلکہ یہ وجہ قرار دی کہ "جعلی اشاعت سے
مدعی کی رعایا کا نقصان متصور ہے"۔ لارڈ کیمبل نے دوسری قسم کے سیاسی حقوق
سے جو مالی فوائد پیدا کرتے ہیں اور جو بین الاقوامی معاہدات کے جواز کے ضمن
میں ہمارے سامنے آئیں گے، حسب ذیل بحث کی "زیادہ تر وقیع عذر اس قسم کے مقدمات
پر مبنی تھا جن میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ہم ممالک غیر کے قوانین مال کا مطلق لحاظ نہیں کرتے،
اس لحاظ سے اگر ملک غیر کا کوئی بادشاہ اس امر کے متعلق حکم امتناعی کی درخواست کرے کہ
انگلستان کے تیار کردہ سامان کو اس کے ملک میں خفیہ طور سے لانے کا انسداد
کیا جائے، جو اس کے سخت مالی نقصان کا موجب ہے، تو یقیناً وہ درخواست نامنظور
کی جائے گی۔ اگرچہ بلحاظ ارتباط بین الاقوام قاعدہ یہی رہا ہے کہ ممالک غیر کے قوانین کی وقعت
کی جائے مگر آزاد تجارت کی تائید میں "قوانین مال" اس سے مستثنیٰ رہے ہیں اور یہ
استثنا کی ایک ایسی مثال ہے جو قاعدہ کو ثابت کرتی ہے"۔ (یو۔ ایس صفحہ ۲۴۱)۔

207

فصل ہشتم

جائداد غیر منقولہ

اٹلی کے مجموعہ قوانین میں بھی، جو کہ شخصی قانون بین الاقوام میں اصول قومیت کو لئے ہوئے قانون کا بہترین اور اعلیٰ ترین نمونہ سمجھا جاتا ہے؛ اور جس کے ابتدائی دفعہ (۷) میں محکوم ہے کہ "جائداد منقولہ مالک کی قوم کے قانون کی تابع ہے، بجز اس کے کہ اس ملک کا قانون، جہاں کہ وہ جائداد پائی جائے، اسکے خلاف حکم کرتا ہو" یہ حکم موجود ہے کہ "جائداد غیر منقولہ اسی مقام کے قانون کی تابع رہے گی، جہاں کہ وہ واقع ہے" یہ امر صفحہ (۹) پر بیان ہو چکا ہے کہ قانون مقام وقوع یا حقیقی قانون کا اصول اراضی کے متعلق، انگلستان میں نہایت عجلت کے ساتھ اختیار کر لیا گیا؛ اور وہیں اس کا نشو و نما ہوا: اس لئے جائداد منقولہ کے متعلق، انگلستان کے مسائل بیان کرنے میں ہمکو صرف اس اصول کو وسیع کر کے، ان مختلف صورتوں میں دکھانا ہوگا، جن کی تائید، نظائر وغیرہ سے ہوتی ہے؛ اور جن میں باہم بہت کم اختلاف ہے۔ اگر اس کے متعلق کچھ شبہات ہیں تو وہ قانون سے زیادہ تر اختیار سماعت کے متعلق ہیں۔ مقام وقوع کے اصول کا اراضی سے متعلق ہونا مسلم ہے؛ کیونکہ وہی با اختیار لوگ، جو اس مقام پر موجود ہوں قبضہ لینے یا دینے میں جبر سے کام لے سکتے ہیں؛ ممالک غیر کے عہدہ داروں کا قبضہ دہانی یا اس کی ملکیت کی تجویز کرنے میں براہ راست کوشش کرنا ایک عبث فعل ہوگا — اگر فعل مذکور، فوری یا آئندہ کے حق قبضہ سے بالکل جدا اور غیر متعلق رہے۔ البتہ ملک غیر کے عہدہ دار بالواسطہ اراضی کے قبضہ یا ملکیت کے فیصلہ کی، اسطرح کوشش کر سکتے ہیں کہ اس شخص کو جو ذاتی طور سے ان کے احکام کا تابع ہے، مجبور کریں کہ وہ ان حقوق

قبضہ یا ملکیت کو، جو اُسے مقام وقوع جائداد میں حاصل ہیں، اس طرح کام میں لائے کہ اُن کی ایسی تجویزیں موثر ثابت ہوں جو بغیر اس عمل کے بالکل بے کار تھیں۔ مگر بظاہر معقول اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض کسی شخص کی ذات پر اختیار حاصل ہونے کی وجہ سے ایسی کوشش نہ کیجانی چاہیئے، ایسی کوشش صرف اسی صورت میں ہونی چاہیئے جبکہ کوئی ایسا فعل کیا گیا ہو جس میں شخصی اختیار سماعت سے کام لینے کی ضرورت، بربنائے اس ذمہ داری کے پیش آتی ہو جس کا تعلق صحیح طور سے فعل مذکور سے ہو؛ اور ملک غیر کی اراضی کے متعلق تجویز کرنا اس ذمہ داری کے تصفیہ کیلئے ضروری سمجھا جاتا ہو۔ یہ امر صاف طور سے ظاہر ہے کہ اس اصول کے استعمال میں بےحد احتیاط کی ضرورت ہے، اور اس میں ایسی صورتیں بھی پیش آسکتی ہیں جن میں غیر منقولہ حقوق زیر بحث 208
کا تعلق خود اراضی یا اس کے قبضہ سے نہیں ہوتا۔

دفعہ ۱۵۶ جائداد غیر منقولہ کی ملکیت اور اس کے انتقال کے طریقوں کے متعلق تمام مباحث کا تصفیہ قانون مقام وقوع کی رو سے کیا جاتا ہے۔ انگلستان میں انتقال کی ان تمام صورتوں کے جو بروئے قانون مقام معاہدہ عمل میں آئیں نامنظور کئے جانے کی نسبت دیکھو صفحہ ۰۰ اگزشتہ۔

غیر منقولہ حقوق کی دستاویزات انتقال پر مہر کا ہونا قانون مقام وقوع پر منحصر ہے۔ مقدمہ اڈمس بنام کلوٹربک (۱۸۸۳) ۱۰ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۴۰۳۔ نیز اگیوتھ

دفعہ ۱۵۷۔ اراضی کے متعلق ایسے حقوق، جو میعادی ہوں، خواہ وہ چند سال کیلئے لئے ہوں یا زندگی بھر کیلئے، یا اس کے علاوہ؛ یا ایسے حقوق جو اپنی نوعیت میں ملکیت کے مانند ہوں، مثلاً قانونی (ex jure Quiritium)؛ یا متعلقہ استفادہ (in bonis)؛ یا استفادہ ہائے حقیت تابع (servitudes)؛ یا بار یا کفالتیں؛ اور اراضی کی ہر قسم کی تقسیمیں — اراضی کی طرح غیر منقولہ متصور ہوتی ہیں۔

دفعہ ۱۵۸ قانون مقام وقوع، جس رقم کو جائداد غیر منقولہ کے قائم مقام قرار دے، اس پر وہی تمام حقوق قائم ہوتے ہیں جو جائداد غیر منقولہ پر قائم ہوتے ہیں، لیکن اگر جائداد مذکورہ مالک سے منتقل کرنے یا اس کی کسی کارروائی کی بنا پر

فروخت ہو جائے، تو اس کی قیمت پر، وہ حقوق عائد نہیں ہوتے، جو بحیثیت جائداد غیر منقولہ کے، اس پر عائد ہوتے تھے، جب تک کہ وہ فریقین کی رضامندی یا قانون مقام وقوع کی رو سے، بحال نہ رکھے جائیں۔

اس دفعہ کے جزاول کی توضیح، اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ قانون انسداد غلامی کی تحت میں، جو معاوضہ دیا گیا، اس پر وہی حقوق قائم کئے گئے، جو خود غلاموں کے متعلق تھے۔ دیکھو فاربس بنام آدمس (۱۸۳۹) ۹۔ سلم۔ ۴۶۲۔ نیز، تنازعہ اولیٰ، مقدمہ جیمس ریاوریا بنام ریا [۱۹۰۲] ۱۔ آئی۔ آر۔ ۴۵۱۔ نیز، تو، رمیں، ایک شخص متوطن آئرلینڈ، لاولد اور بلا وصیت کئے مرگیا۔ اس نے ایک بیوہ اور جائداد چھوڑی، جس کی قیمت ایکہزار پونڈ سے زیادہ تھی۔ جائداد میں، اراضی موقوعہ وکٹوریا (آسٹریلیا) بھی شریک تھی۔ اس ملک کے قانون کے لحاظ سے، ان حالات میں، بیوہ کو منجملہ جائداد کے، ایکہزار پونڈ کا حق حاصل تھا، اور بقیہ جائداد، اس میں اور رشتہ داران مابعد میں، قابل تقسیم تھی۔ وکٹوریہ کے مہتمم ترکہ نے، اراضی کو، فروخت کرکے، اس کی قیمت، بیوہ کے پاس بھیجدی، جو آئرلینڈ میں مہتمم ترکہ تھی۔ دفعہ ہذا کے جزاول کی رو سے، بیوہ، دیون کے بار کے ساتھ، قبل عائد تقسیم کے، اراضی کی قیمت میں سے، ایکہزار پونڈ کی مستحق تھی، مگر قرار دیا گیا کہ دیون کی ادائی کے لئے، اراضی موقوعہ وکٹوریا کی قیمت مع ایکہزار پونڈ کے بار کفالت کے، عام جائداد میں شریک کر دی جائے۔ اس طور سے، بیوہ کو بھی، پانچ سو پونڈ، انگلستان کے ایکٹ متوفیان بلا وصیت سنہ ۱۸۹۰ء کی تحت میں دلائے گئے، اس کا بار کفالت بھی جائداد پر پڑا۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ بیوہ، اگر اپنے حق میں مفید تصور کرتی، تو وکٹوریا کی اراضی کی نصف قیمت کا ــ بہ تحفظ رقم دیون اور ایکہزار پونڈ کے ــ دعویٰ کر سکتی تھی؛ مگر پانچسو پونڈ کے متعلق، ایسے دعویٰ کی مجاز نہیں ہو سکتی تھی، جب تک کہ وہ یہ رقم جملہ جائداد سے وصول کئے جانے پر رضامند نہ ہوتی، جیسا کہ انگلستان کی پارلیمنٹ
209 کا منشا تھا کہ اس رقم کا بار، جملہ جائداد پر عائد کیا جائے۔

دفعہ ہذا کے دوسرے جز کی توضیح، ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ کی فروخت سے ہوتی ہے، جو بغرض تصفیہ حسابات شرکت یا بہ تعمیل وصیت، ذریعہ امنا عمل میں آئے،

ایسی حالت میں فروخت کی رقم سے رسوم وراثت واجب الادا ہیں۔ مقدمہ فاربس بنام سٹیون۔ ڈگنز بنام فاربس (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۱۰۔ ای۔ کیو۔ ۱۷۸۔ نج جمیس و اسٹوکس۔ اسٹوکس بنام ڈگراز (۱۸۹۰) ۶۲۔ ایل۔ ٹی ۱۷۶۔ نج نارتھ۔ رقم فروخت میں توریث انگلستان کے قانون امانت کے مطابق جاری ہوگی نہ کہ مقام وقوع کے قانون وراثت کے مطابق۔ مقدمہ پیری و وتھام بنام پیری (۱۸۹۵) ا۔ چانسری۔ ۸۳۰۔ نج نارتھ۔

تملیک نامہ کے ذریعہ سے جو حق استفادہ دیا گیا تھا اور جس کی بنا پر انگلستان کی موقوعہ جائداد غیر منقولہ بغرض فروخت و تقسیم امانت میں تھی، ذاتی جائداد قرار پایا اور اس بنا پر اس کا بذریعہ ایسی وصیت کے جو ملک غیر کے طریقہ پر کیا جائے منتقل ہونا جائز رکھا گیا۔ ایسی وصیت جائداد منقولہ کے لئے لارڈ کنگس ڈاون کے ایکٹ کے لحاظ سے صحیح تھی۔ لیپن کے تملیک نامہ امانت کا مقدمہ (۱۹۱۹) ا۔ چانسری ۸۰۰۔ نج سوانفن ایڈی۔ ایم۔ آر۔ لارڈ جسٹس ڈیوک جسٹس تو یونگر جنہوں نے پیٹرسن کی تجویز کو منسوخ کر دیا۔

ایک موصی متوطن اسکاٹ لینڈ نے جسکو آئرلینڈ کی اراضی کی رقم فروخت کے تقرر (Appointment) کا اختیار بنا پر امانت بغرض فروخت حاصل تھا، ایک وصیت نامہ کے ذریعہ سے جو اسکاٹ لینڈ میں لکھا گیا تھا اور جو وہاں کے قانون کی رو سے نافذ تھی گو (انگلستانی) وصیت کے ایکٹ کی رو سے جائز تھا، جائداد کا بقیہ حصہ اپنی زوجہ کے لئے چھوڑا۔ طے ہوا کہ یہ انتقال جائز تھا کیونکہ رقم فروخت میں استفادہ بمنزلہ اراضی کے تھا اور اس کا انتقال قانون مقام وقوع کے لحاظ سے صحیح تھا۔ مرسی بنام جیمیز بونی (۱۹۰۰) ۲۔ آئی۔ آر۔ ۲۴۴۔ مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا یہ فیصلہ اس فیصلہ کے مطابق ہے جو لیپن کے مقدمہ امانت میں کیا گیا تھا۔ یہ وصیت نامہ حسب ایکٹ لارڈ کنگس ڈاون صحیح اور بطور جائز انتقال جائداد کے لئے کافی ہوتا اگر یہ فرض کر لیا جاتا کہ وہ ذاتی جائداد تھی۔ مگر عدالت میں اس امر پر لحاظ نہیں کیا گیا اور اس لئے یہ فیصلہ کہ: "وہ اراضی جو فروخت کے لئے امانت میں ہو، بمنزلہ اراضی کے متصور ہوتی ہے" ــــ نہایت مشتبہ ہے!

جائداد غیر منقولہ کے متعلق انگلستان کا جو عام اصول ہے، وہ انھیں تین دفعات میں درج کر دیا گیا ہے۔ انگلستان کے وہ مخصوص مباحث جن میں اس اصول سے کام لیا جاتا ہے، اہم اور مختلف ہونے کی وجہ سے علیحدہ دفعات میں ذکر کئے جائینگے۔

دفعہ ۱۵۹ بارگان، جو اراضی واقع انگلستان سے پیدا ہو، غیر منقولہ متصور ہوگا، اور جب انگلستان کے کسی قانون کی روسے، اس پر بحیثیت جائداد منقولہ کے، رسوم وراثت عائد ہوتے ہوں تو وہ رسوم واجب الادا ہیں، اگرچہ مالک متوفی کا توطن ملک غیر کا ہو، اور اس لئے جو جائداد منقولہ وہ چھوڑے، اس پر یہ رسوم نہیں لئے جائیں گے۔

مقدمہ چیٹ فیلڈ بنام برچولڈ (۱۸۷۲) ایل۔ آر۔ ۷۔ چانسری۔ مرافعہ۔ ۱۹۲۔ جج جیمس میلیش جنہوں نے بیکین کا فیصلہ منسوخ کیا (۱۸۷۱) ایل۔ آر۔ ۱۲۔ ای کیو۔ ۴۶۴۔

دفعہ ۱۶۰ جب کسی ایسے دین کی بابت جو ذاتی طور سے بھی واجب الادا ہو، جائداد غیر منقولہ کی کفالت دیجائے، تو اس امر کا فیصلہ کہ آیا دین مذکور غیر منقولہ ہے؟— اس مقام کے قانون سے کیا جاتا ہے، جہاں جائداد مذکور واقع ہے: یعنی یہ امر کہ جائداد غیر منقولہ کی قیمت کے اس جزو کی جس پر دین مذکور لیا گیا، حیثیت منتقل ہوگئی،— یا وہ صرف ایک دین، مزید کفالت کے ساتھ ہے!

ایک ارتہان کے مقدمہ میں جو دین اراضی واقع کینیڈا کی کفالت پر لیا گیا تھا جسٹس سوئنفن ایڈی نے اس دفعہ کے مندرجہ احکام کو پسند کیا (۱۹۱۰ء ۲۔ چانسری صفحہ ۳۴۱) اور عدالت مرافعہ نے (کوزنس آرڈی۔ فاروِل۔ موٹن گریو اور کنڈی نے ایسے وجوہ پر جو اس نے ظاہر نہیں کئے، اس پر شبہ کیا) یہ فیصلہ کیا، کہ ارتہان غیر منقولہ ہے۔ مقدمہ ہولیئر روبنام جیک (۱۹۱۱ء) ۱۔ چانسری، ۹۱، ۱۰۱، لیکن قانون مقام وقوع جو کام میں لایا گیا اس کی نسبت سمجھا گیا کہ وہ وہی ہے جو انگلستان کا قانون ہے، اس صورت میں جائداد کا منقولہ اور غیر منقولہ میں تقسیم کئے جانے کا کوئی عمل نہیں ہو سکتا تھا۔ دیکھو صفحہ ۱۰۵۔ مع، فاروِل۔

اسکاٹ لینڈ کے ایک تمسک قابل توریث میں یہ صورت پیش آئی کہ قرضہ جو مدیون

210

کی ذات اور نیز اُسی سے جب الوصول تھا تو وہ اُن کے وارث جائداد غیر منقولہ کو پہنچا، اور مدیون کا وارث جائداد غیر منقولہ، مدیون کی جائداد منقولہ کے حوالے سے اپنی برائت کا دعویٰ نہ کرسکا۔ اس لئے اس صورت میں کہ وائن انگلستان کا متوطن تھا اور اُس نے ایک ایسا وصیت نامہ مرتب کیا تھا جس کے ذریعہ سے جائداد غیر منقولہ موجودہ اسکاٹ لینڈ منتقل نہیں ہوسکتی تھی، قرضہ اس کے اسکاٹ لینڈ کے وارث پر عائد ہوا۔ مقدمہ بالسٹن بنام بکیر (۱۸۱۷) ۴ - میڈ - ۴۷۴ - نوٹ - جج اگرانٹ - مقدمہ جرنگھام بنام ہربرٹ (۱۸۲۹) ۴ - رسل - ۸۴۴ - بیم - ۱۰۳ - جج لیچ - مقدمہ ایلن بنام انڈرسٹ (۱۸۴۶) ۵ - ہا - ۱۶۳ - جج ویگرام، اس صورت میں بھی کہ مدیون انگلستان کا متوطن تھا، اس کا اسکاٹ لینڈ کا وارث متوفی کی جائداد منقولہ کی بنا پر اپنی برائت کا دعویٰ نہ کرسکا۔ مقدمہ ڈرینیڈ بنام ڈریسینڈ (۱۷۰۹) و ہوس اوف لارڈز بمرافعہ اسکاٹ لینڈ - رابرٹسن کی کتاب ذاتی وراثت صفحہ ۲۰۹ - ایلیٹ بنام منٹو (۱۸۲۱) ۶ - میڈ - ۱۶ - جج لیچ - نیز دیکھو دفعہ ۱۱۱ - لیکن اب قانون وکٹوریا ۳۱ و ۳۲ فصل ۱۰۱ دفعہ ۱۱۷ کی رو سے اسکاٹ لینڈ کی قابل وراثت کفالتیں اُن کی توریث کے لحاظ سے چند مستثنیات کے ساتھ منقولہ متصور ہوتی ہیں۔

دفعہ ۱۶۱ اگر دوسرے ملک میں اُسی دین کی بابت جداگانہ کفالت لے لی گئی ہوگی، تو موخر الذکر دفعہ سے کام نہیں لیا جائے گا، کیونکہ جائداد غیر منقولہ کی کفالت کا قانون مقام وقوع دین کی مجموعی حیثیت پر موثر نہیں ہوسکتا۔

جس صورت میں اس قرضہ کی بابت جو اسکاٹ لینڈ کے ایک قابل توریث تمسک سے ملا تھا، انگلستان میں کفالت لے لی گئی تھی، تو قرضہ مذکورہ وائن کے وصیتی موہوب لہ کی طرف منتقل کردیا گیا، اگرچہ وصیت نامہ ایسا تھا کہ اس سے اسکاٹ لینڈ کی جائداد غیر منقولہ منتقل نہیں ہوسکتی تھی۔ مقدمہ بکلے بنام ہور (۱۸۱۹) ۴ - میڈ - ۲۷۴ - جج لیچ جنہوں نے اپنا ذاتی اختیار وائن کے اسکاٹ لینڈ کے وارث پر استعمال کرکے اس کو موہوب لہ وصیتی کا امین قرار دیا۔ مقدمہ گسٹ بنام گورنگ (۱۸۵۴) ۲ - ۱ - بیو - ۳۰۲ - جج رومیلے۔

دفعہ ۱۶۲ دیون اور ہبہ جات وصیتی کے ادا کرنے کے طریقوں کے متعلق، کوئی قانون، جو اس ملک میں رائج ہو جہاں متوفی کی جائداد کا اہتمام ہو رہا ہو، گو کہ متوفی وہیں کا متوطن ہی کیوں نہ ہو! دیون اور ہبہ جات مذکور کے متعلق، اس سے زیادہ بار، اس کی جائداد غیر منقولہ پر نہیں عائد کر سکتا، جو از روئے قانون مقام وقوع، اس پر عائد ہوتا ہو۔

ہریس بنام ہریس (۱۸۷۲) بج، سلبورن جیمیس میلیش (۱۸۷۳)، جس میں سلبورن و میلیش نے از تولے (۱۸۷۲) کا فیصلہ منسوخ کیا، جس کی توجہ اس معاملے کی طرف مبذول نہیں کرائی گئی تھی۔ ایل۔ آر۔ ۸۔ چانسری مرافعہ ۲۰۴ و ۲۴۲ مقدمہ ہیوٹ دلاسن بنام وکنن [۱۸۹۱] ۳۔ چانسری ۵۶۸ بج، ارو مز، انگلستان کی اراضی سے خیراتی ہبہ وصیتی کا اجرا نہیں ہو سکتا، اگرچہ موصی کی یہ خواہش ہو: کہ اس کے معاملات کا تصفیہ اسکاٹ لینڈ کے قانون سے ہونا چاہیئے۔ اس بنا پر، یہ مقدمہ دوسرے امور متعلقہ اہتمام ترکہ میں ہریس بنام ہریس سے مختلف ہو گیا ہو۔

دفعہ ۱۶۳ اگر مقام معاہدہ کے قانون کی رو سے معاہدہ ناجائز ہے، تو اس کے متعلق، جو کفالت جائداد غیر منقولہ کی دیجائے گی، وہ بھی ناجائز ٹھہرے گی؛ اگرچہ معاہدہ مذکور، کفالت کے مقام وقوع کے قانون کے لحاظ سے ناجائز نہ ہوتا۔

ریکارڈ بنام گولڈ (۱۸۲۷) ۱۔ موے ۲۲۔ بج، ہارٹ ہو

211 **دفعہ ۱۶۴** اراضی کا میعادی پٹہ، اگرچہ انگلستان یا مالک کے کسی دوسرے ذاتی قانون کے لحاظ سے، جائداد منقولہ ہو؛ مگر انگلستان میں شخصی قانون بین الاقوام، کے مقاصد کیلئے، جائداد غیر منقولہ متصور ہوتا، اور قانون مقام وقوع کا تابع رہتا ہے۔

ایک موصی متوطن آئرلینڈ کو، انگلستان کے ایک میعادی ہبہ کے انتقال کیلئے، تھیلوتسن کے ایکٹ سے مدد لینی پڑے گی۔ مقدمہ فریک بنام کاربری (۱۸۷۳) ایل۔ آر۔ ۱۶۔ اکیو ۴۶۱ ۔ بج، سلبورن ہو۔ ایک ایسے مالک کے مرجانے کے بعد، جس کا توطن اٹلی میں تھا، اس کے پٹہ میعادی واقع آئرلینڈ کی توریث کا انحصار آئرلینڈ کے قانون پر رہے گا، اور حسبہ اہتمام ترکہ

کی منظوری دیجا سکے گی - مقدمہ جنبٹلی (۱۸۷۵) ایکشن لا رپورٹ - ۹ - آئی کیو - ۱۴۱ ۵ جج، اس میں بھی صورت وراثتی جہاں مقام وقوع کا انتقال تھا - مقدمہ ڈوسی - موسی بنام ولیمتائن (۱۹۰۸) ۲ - چانسری - ۲۲۵ - جج، سوفنی ایڈی ۴

انگلستان کے میعادی پٹوں سے مارٹین کا ایکٹ متعلق ہوتا ہے، اور اسکی وجہ سے جسقدر جائداد یا مقدار خیراتی کاموں سے خارج ہوجاتی ہے، وہ انگلستان کے قانون کے مطابق بعد کے قریب تر رشتہ دار کو پہنچتی ہے - مقدمہ ڈکن بنام لاسن (۱۸۶۹) ۴۱ - چانسری ڈویژن - ۳۹۴ - جج، اسکے ۴

لیکن جس حالت میں متوفی کا بحالت توطن اسکاٹ لینڈ انتقال ہوا ہو، اور اس کا مہتمم ترکہ انگلستان میں بھی منظور کر لیا گیا ہو، تو انگلستان کے پٹہ جات کے متعلق اس کو وہی اختیارات حاصل رہیں گے جو ایک انگلستان کے مہتمم ترکہ کو حاصل ہو سکتے ہیں - مقدمہ ڈبنام پار انگٹن (۱۸۶۸) ایل - آر - ۶ - اکیو - ۲۱۸ - جج،

دفعہ ۱۲۵ روٹ
جائداد غیر منقولہ کی انتقال حقیت یا وصیتی انتقالات کے موانع کے متعلق جس قدر سوالات پیدا ہوں گے، اس کا تصفیہ قانون مقام وقوع سے کیا جائیگا — خواہ وہ موانع عام ہوں یا خاص - اور خاص ہونے کی صورت میں، خواہ وہ موانع کا انتقال حقیت یا طریقہ انتقال وصیتی کے متعلق ہوں: مثلاً بذریعہ وصیت نامہ، یا مخصوص اشخاص کے حق میں جیسے زوجہ اور شوہر میں، یا خاص مقصد کیلئے، جیسے خیرات وغیرہ، اور — خواہ وہ موانع کلی ہوں، یا قیمت کے کسی خاص جز تک محدود ہوں -

مارٹین کا ایکٹ، انگلستان کی اراضی کے انتقال وصیتی کا مانع ہے، اگرچہ اس سے بیرون ملک خیراتی کام لینا بھی مقصود ہو ۴

مقدمہ کرٹس بنام ہٹن (۱۸۰۸) ۱۴ - ویس ۵۳۷ - جج، اگر انٹ: چونکہ یہ ایکٹ قانون کینیڈا کا ایک جز ہے، اسلئے اس رقم سے بھی متعلق متصور ہوگا، جو کینیڈا کی اراضی کے ارتہان سے حاصل کی گئی ہو - مقدمہ ہولیر - رو بنام جینک ز [۱۹۱۱] ۱ - چانسری ۱۷۹ جج، کوزنس ہارڈی - موشن دبحالت سبشہ) بو فاروال۔

مؤرخہ سوئفٹن ایڈمی ۸ء

اس موقع پر یہ امر قابل بیان ہے اگرچہ وہ اس دفعہ کی بحث میں صحیح طور سے نہیں آسکتا کہ ایک موصی متوطن اسکاٹ لینڈ کے اہتمام ترکہ میں انگلستان کی عدالت نے ایسی جائداد منقولہ کے وصیتی ہبہ کے نفاذ سے انکار کر دیا جس سے انگلستان کی اراضی کا خیراتی امانت میں آجانے کا امکان تھا: جو مارٹمین کے ایکٹ کے خلاف ہے۔ مقدمہ اٹارنی جنرل بنام ملز (۱۸۲۷) ۲۔ اس۔ ۳۴۰۔ ج، لنڈہرسٹ۔ اس کی تائید (۱۸۳۱) میں ہوئی، ۲۔ ڈی۔ سی۔ ایل۔ ۲۹۲۔ ج، لنڈہرسٹ لیکن اسکے بعد سے پراویوی کونسل میں یہ طے ہوا ہے جو میرے خیال میں صحیح ہے: کہ ایک نوآبادی کا رہنے والا موصی انگلستان کی اراضی کو خیراتی امانت میں لانے کے لئے جائز طور سے رقم دے سکتا ہے۔ کونسل مذکور نے یہ بحث کی کہ مقدمہ اٹارنی جنرل بنام مل میں موصی اسکاٹ لینڈ کا متوطن نہیں خیال کیا گیا تھا گرچہ اس رپورٹ اور لارڈ سینٹ لیونارڈ کے الفاظ (قانون جائداد صفحہ ۱۹۴) میں اختلاف تھا..... لارڈ سینٹ لیونارڈ اس مقدمہ میں وکیل تھے؛ مقدمہ میور افکنز بری بنام وائیمن (۱۸۹۵) اے۔ سی ۹۸: انھوں نے اپنے اور جسٹس میلبورن کی طرف سے فیصلہ صادر کیا۔ واٹسن ہیگیناتن مورس ستنیلڈ۔ اور کو تج کی رائے کا اظہار لارڈ ہاب ہوس نے کیا۔

ایک حال کے مقدمہ میں اسٹریلیا کی ایک ایسی کمپنی کے ڈبنچروں (تمسک اقرار دین) پر جس کے پاس انگلستان کی ہبہ کی اراضی بھی تھی خیراتی ہبہ وصیتی کا عائد کیا جانا ناجائز قرار دیا گیا؛ کیونکہ انگلستان کے مارٹمین کے ایکٹ کے

212 لحاظ سے ٹیلہ سے استفادہ کا حق خیراتی کاموں کیلئے وصیت نہیں کیا جا سکتا۔ اسٹریلیا کا قانون جو کہ موصی کے مقام توطن کا قانون تھا، اس امر کی اجازت دیتا تھا کہ وصیت کے ذریعہ سے خیراتی کاموں کے مصارف کا بار اراضی پر عائد کیا جائے؛ مگر مقام وقوع جائداد کے قانون کے الفاظ کے لحاظ سے تمام وصیت اس بناء پر کہ اس میں جائداد غیر منقولہ سے تمتع کا ایک شمہ پایا جاتا تھا، ناجائز قرار پائی ۹ء

مقدمہ ڈاؤسن [۱۹۱۵] ۱- چانسری ۲۹۰، ۲۹۶ سی- اے- جج اکرنس
ہارڈی، ایم- آر- فیلیمور- جو ائنس ۔

ملک غیر کی موقوعہ جائداد غیر منقولہ کو آرٹمین کے ایکٹ کے مقاصد کے لیے،
انگلستان کی عدالتیں خالص منقولہ جائداد قرار دیتی رہیں۔ مقدمہ ہوپ
بنام اولیورا (۱۸۶۸) ایل- آر- ۶- ای کیو ۵۲۴- جج، اسٹورٹ-
(۱۸۶۹) ایل- آر- ۴- چانسری- مرافعہ- ۲۰۹ - جج، سٹون- وگفرڈ ۔

مقدمہ موخر الذکر کے ضمن میں، یہ امر قابل بیان ہے کہ جس زمانہ میں،
انگلستان کی حقیقی جائداد پر، ہر صورت میں، مالک متوفی کے قرض کا بار عائد
نہیں ہو سکتا تھا تو وہ ملک غیر کی موقوعہ قسم کی جائداد کہی جاتی تھی؛ اس مقدمہ
میں، یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ حق توریث بھی ملک غیر میں واقع ہونے کی بنا پر،
ادائی دین اور وصیت کے لیے، جائداد منقولہ از قسم اثاثہ متصور ہوتا ہے۔ مقدمہ نول
بنام رابسن (۱۶۸۱) ۲- ورنرس- ۲۵۰- جج، ناٹنگھام ۔

ایک حال کے مقدمہ میں، ادائی ہبہ وصیتی کے لیے، اس اصول سے کام نہیں لیا گیا،
اور یہ قرار دیا گیا کہ ہبہ کے وصیتی بار کو اراضی اور جائداد منقولہ کے سرمایہ موجودہ
ارضی اثاثہ پر عائد کر دینے سے یہ مفہوم نہیں ہو سکتا کہ ہبہ کے ادا کرنے میں اراضی
اور اثاثہ کی حیثیت یکساں ہوگی، بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ اراضی اس کی ادائی
کے لیے ایک مزید فنڈ ہو جائے۔ مقدمہ اسمتھ بنام اسمتھ [۱۹۱۳] ۲- چانسری
۲۱۷- جج، آئیو- جج نے اس اصول کو، جو انگلستان کی اراضی کے متعلق ہے،
ملک غیر کی اراضی سے متعلق کیا ۔

دفعہ ۱۶۵ (الف) جائداد غیر منقولہ کے متعلق، معاہدہ کرنے کی قابلیت، قانون مقام وقوع جائداد کے تابع ہے۔

جو معاہدہ، ایک منکوحہ عورت متوطن انگلستان، انگلستان میں، جائداد
موقوعہ ملک غیر کے متعلق کرے، وہ قابل نفاذ نہ ہوگا، اگر معاہدہ مذکور کا منکوحہ
عورت کی طرف سے عمل میں آنا قانون مقام وقوع کے لحاظ سے باطل ہو۔ مقدمہ
بنک آف افریقہ لمیٹیڈ بنام کوہن [۱۹۰۹] ۲- چانسری ۱۲۹- جج، بکلے۔ کینیڈی۔

کورٹس ہارڈی ہیں جنہوں نے جسٹس ایو کی تجویز کو بحال رکھا ہے۔

دفعہ ۱۶۵ (ب) اراضی کے متعلق، جو معاہدہ ہو اس کی تعبیر میں، صحیح قانون معاہدہ کو — جس کا، قانون مقام وقوع جائداد ہونا لازمی نہیں ہے — ہمیشہ ترجیح حاصل ہوگی۔ مقدمہ برٹش ساؤتھ افریقہ کمپنی بنام ڈی بیرس کانسولیڈیٹڈ مائینس لمیٹیڈ (۱۹۱۰) ۲۔ چانسری ۵۰۲۔ نیز ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۷۔

دفعہ ۱۶۶ کسی ولی، مہتمم، جائداد کی کمیٹی، یا کارروائی دیوالیہ میں مفوض الیہ کو — خواہ ان کا تقرر ملک غیر کے عدالتی اختیارات کی بناء پر ہوا ہو، خواہ ملک غیر کے قانون کی وجہ سے انکی یہ حیثیت قائم ہوئی ہو، — اپنے نابالغ، مجنون یا دیوالیہ کی جائداد غیر منقولہ واقع انگلستان کے متعلق کوئی اختیار نہیں ہے۔

ایک اراضی کی قیمت، جو ریاست چلی کے ایک مجنون کی ملک تھی، ۱۸۶۹ء کے ایکٹ تقسیم کے لحاظ سے فروخت کر دی گئی مگر قیمت اس کی چلی کے مہتمم کے حوالہ نہیں کی گئی۔ مقدمہ گرموڈ بنام بارٹلس (۱۸۷۷) ۴۶۔ ایل۔ جے (این۔ ایس) چانسری۔ ۸۴۷۔ نج ۴ آل کو

عہد وکٹوریہ کے ایک ایکٹ دیوالیہ کی رو سے دیوالیہ کو یہ حکم دیا جا سکتا ہے کہ وہ داعیوں کے فائدہ کے لئے اپنی غیر منقولہ جائداد نو آبادی سے باہر لائے۔ چونکہ دیوالیہ کی زندگی میں ایسے حکم کے اجرا کی درخواست نہیں کی گئی، اس لئے اسکے حق متعلقہ جائداد موقوعہ انگلستان پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑا۔ مقدمہ ویٹ بنام بیگلے (۱۸۸۲) ۲۱ چانسری ڈویژن ۶۷۴۔ نج ۳ آل کو

دفعہ ۱۶۷ جب ازدواجی توطن کے قانون کی رو سے ازدواجی جائداد
218 کا مشترک ہونا لازم ہو، یا باہم اس قسم کا صریح معاہدہ ہو گیا ہو، تو ان کی مملوکہ جائداد غیر منقولہ واقع انگلستان میں زوجین میں سے کسی ایک کا حق تابع قانون مقام وقوع نہ متصور ہوگا۔ دیکھو مقدمہ ڈی نکلاس بنام کرلیر (۱۹۰۰) ۲۔ چانسری ۴۱۰۔ یوٹ صفحات ۷۵-۷۶۔ لیکن دوسری صورتوں میں زوجین کی انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کے متعلق صرف انگلستان کا قانون نافذ کیا جائے گا، خواہ جائداد قبل ازدواج پیدا کی گئی ہو یا بحالت ازدواج۔

دفعہ ۱۶۸ بلا وصیت فوت ہونے کی حالت میں انگلستان کی جائداد غیر منقولہ انگلستان کے قانون کے مطابق ورثاء کو پہنچتی ہے، خواہ متوفی کا ذاتی قانون کچھ ہو۔ دیکھو دفعات ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۹۔

دفعہ ۱۶۹ کوئی محدود حق استفادہ، یا بار کفالت، یا دوسرے قسم کا تقسیم ملکیت، انگلستان کی اراضی کے متعلق عمل میں نہیں آسکتی؛ اور نہ انگلستان کی کوئی غیر منقولہ جائداد بشمول چند سالہ کے اشخاص زندہ میں منتقل ہوسکتی ہے؛ اور نہ کوئی انگلستان کی غیر منقولہ جائداد وصیت کے ذریعہ سے عطا ہوسکتی ہے، جب تک وہ اس شکل میں نہ ہو، جو انگلستان کے قانون میں، ان مختلف مقاصد کیلئے مقرر ہے۔

سنہ ۱۹۲۵ء کا ایکٹ انتقال اراضی، وصی یا مہتمم کو حقیقی قائمقام قرار دیتا ہے، جس انگلستان کی تمام غیر منقولہ جائداد، جن کا حق کسی شخص کو اس طرح حاصل ہو، کہ اس میں کسی دوسرے شخص کو حق پس ماندگی (survivorship) نہ ہو، اس کی موت پر، کسی وصیتی انتقال کی موجودگی میں بھی اسی وصی یا مہتمم کی طرف منتقل ہوگی۔ ایسے قائمقام کو، دیون اور ہبہ وصیتی کے ادا کرنے کی غرض سے جائداد غیر منقولہ کا انتظام کرنا ہوگا؛ اور اس پابندی کے ساتھ ان لوگوں کے فائدہ کے لئے، جو از روئے قانون، اسکے مستحق ہیں، جائداد مذکور کو امانتاً رکھنا پڑے گا۔ ایکٹ وصیت، البتہ قانون مقام وقوع متصور ہوگا؛ اور اسی سے، ایسے وصیت نامہ کی شکل کا تصفیہ ہوگا جس سے انگلستان کی حقیت، قابل ارث (Free holds) میں حق استفادہ کا تعین ہوتا ہو۔ قائمقام کی قانونی ملکیت، ایک درمیانی ملکیت متصور ہوگی۔

انگلستان کی اراضی اگر میعادی یعنی چند سال کیلئے ہو تو بحالت موت، اس کے منتقل ہونے کا یہ قاعدہ ہے کہ اس کی قانونی حقیت صرف پروبیٹ یا سند اہتمام کی بناء پر منتقل ہوتی ہے۔ اور ایسے انتقال کے لئے جس شکل یا صورت کی ضرورت واقع ہوتی ہے، اس کا جواب ان شرائط کی تشریح میں دیا جا چکا ہے، جو حصول پروبیٹ یا سند اہتمام کی منظوری کے لئے ضرور ہیں۔ اس موقع پر ہم کو صرف انتقال حق استفادہ سے بحث ہے، خانگی قانون بین الاقوام کے متعلق، انگلستان میں جو رائے قرار پائی ہے، اس کے لحاظ سے، ایسے انتقال کے لئے، وصیت نامہ

کا جس شکل میں ہونا ضرور ہے، اس کا تصفیہ قانون مقام وقوع سے ہونا لازم ہے؛ مگر یہاں ایک دقت پیش آتی ہے، اس بناء پر کہ انگلستان کی حقیت پٹہ lease hold کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں، یعنے غیر منقولہ اور منقولہ کی۔۔۔ مقدم الذکر کا تعلق صحیح طور سے قانون مقام وقوع سے ہے؛ اور اس میں تمام ذاتی لحاظ، ناقابل توجہ ہونے چاہئیں، مگر انگلستان میں، جو قواعد، حقیت پٹہ کو بحالت فوت منتقل کرنے کے متعلق جاری ہیں، ان کا تعلق موخر الذکر حیثیت سے ہے۔ اور اس بناء پر، اس میں ذاتی لحاظ کی آمیزش ہو جاتی ہے۔ ایسے مواقع پر، ایکٹ وصیت نامجات، اور اجرائی ایکٹ مذکور سے پہلے کا قانون متعلقہ وصیت نامجات، اور قانون تقسیم statute of distribution برنبائے
214 توطن، ہمیشہ کام میں لائے جاتے رہے ہیں؛ مگر حقیقت یہ ہے، کہ اس معاملہ میں کوئی ایسا قانون مقام وقوع نہیں ہے، جیسا کہ انگلستان کی حقیت قابل ارث کے بارہ میں موجود ہے۔ ایسی حالت میں، اس مشکل کو حل کرنے کے لئے، جو صورت اختیار کیجا سکتی ہے، اور جس پر سب سے کم بے قاعدہ ہونے کا اعتراض ہو سکتا ہے، وہ یہی ہے، کہ یا تو صرف ایکٹ وصیت نامجات منتخب کر لیا جائے، یا ایکٹ وصیت نامجات اور لارڈ کنگس ڈاون کا ایکٹ بلحاظ حالت مخصوصہ مقدمہ، ملا کر، انگلستان کی حقیت پٹہ کے وصیت نامہ کی شکل کے لئے، قانون مقام وقوع قرار دیا جائے؛ اور اسطرح، وصیت نامہ نہ ہونے کی صورت میں، حق استفادہ حقیت پٹہ کے متعلق، قانون تقسیم، قانون مقام وقوع ٹھہرا لیا جائے۔ چنانچہ مقدمہ ڈنکن بنام لاسن میں، جس کا ذکر دفعہ ۱۶۴ کی تحت میں ہو چکا ہے، موخر الذکر صورت کے مطابق عمل ہوا؛ لیکن دوسری صورت کے متعلق، جو مقدمات پیش آئے، انکو جانچنا ضرور ہے۔

مقدمہ ڈی فاگاسیرپاسس بنام ڈویورٹ (۱۸۸۱) ۱۱۰ ایل۔ آر۔ آئرلینڈ ۱۲۳، جج، وارن میں، خانگی قانون بین الاقوام کی اغراض کے لئے، یہ قرار پایا، کہ آئرلینڈ کی حقیت پٹہ کے متعلق (جس کی حالت مثل انگلستان کی حقیت پٹہ کے ہے) جو وصیت کیجائے، اسکی شکل اور صورت، قانون وصیت نامجات کے مطابق ہونی چاہیئے، اور وہی اس کی صحت کا معیار ہے اور جب وصیت نامہ اس کے مطابق پایا گیا، تو نہ صرف اہتمام معہ وصیت نامہ

جو حقیقی اثاثہ واقع آئرلینڈ تک محدود تھی، اس غرض سے عطا کی گئی کہ وصیت کا عمل اس کے متعلقہ حق استفادہ کی نسبت ہو سکے۔ موصی فرانسیسی رعایا اور فرانس ہی کا متوطن تھا؛ وصیت نامہ اس کے ملک توطن کے قانون کے مطابق نہ بروقت تحریر تھا، اور نہ اس کی فوت کے وقت؛ اور اس لیے بجز خانگی قانون بین الاقوام کی مدد کے، نہ پروبیٹ مل سکتا تھا اور نہ سند اہتمام ترکہ؛ اور لارڈ کنگسڈاون کے ایکٹ کا جس سے اس معاملہ میں کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی، کوئی تذکرہ بحیثیت معیار کے نہیں کیا گیا تھا۔ مقدمہ پیپن بنام بروڈ [۱۹۰۰] ۲۔ چانسری ۴۔ ۵۔ جج ایکوچ میں جس کی تائید [۱۹۰۲] ۱۔ چانسری ۳۴۔ جج ۲۔ ہیگھن میستھن۔ ریوم۔ کوزن ہارڈی نے کی، وصیت نامہ موصی کی وفات کے وقت اس کے مقام توطن کے قانون کے مطابق تھا، اور جو سند اہتمام ترکہ اس کے ساتھ منسلک تھی، وہ لارڈ کنگسڈاون کے ایکٹ کی مدد کے بغیر عطا ہوئی تھی، چونکہ وہ ایکٹ وصیت ناموں کے مطابق نہ تھی، اور وہی ایکٹ بطور معیار کے مذکور ہوا تھا؛ اسلئے انگلستان کے ٹیہ کا حق استفادہ جس کی نسبت وہ وصیت تھی، قریب تر رشتہ دار کو دلایا گیا۔ برخلاف اس کے، ایک انگریز متوطن چلی کا وصیت نامہ جو چلی کے قانون کے مطابق تھا، انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کے منتقل کرنے کے لئے کافی متصور ہوا؛ وہ اس طرح مرتب اور مصدق ہوا تھا کہ انکی تکمیل ایکٹ وصیت ناموں کے مطابق صحیح اور جائز تھی۔ مقدمہ نکلاس بنام نکلاس [۱۹۲۱] ۲۔ چانسری ۱۱۲ ایوج، ایو ٹو

مقدمہ گرامی۔ اسٹیرفیلڈ بنام گرامی [۱۹۰۵] ۱۔ چانسری ۴۸۰۔ ج، بکلے، میں موصی نے جو انگلستان کی رعایا تھا، اپنا وصیت نامہ وصیت ناموں کے ایکٹ کے مطابق نہیں، بلکہ مقام ترتیب کے قانون کے مطابق مرتب کیا تھا، اور وہ لارڈ کنگسڈاون کے ایکٹ کی دفعہ (۱) کے تحت میں پروبیٹ کے لئے منظور کر لیا گیا، اور قرار پایا ــــ کہ اس سے انگلستان کی حقیت ٹیہ اس بنا پر منتقل ہو گئی، کہ دفعہ مذکور میں یہ حکم ہے کہ "وصیت نامہ پروبیٹ کی منظوری کیلئے

جائز متصور ہوگا اور اس کا قائم مقام ہوگا ایسے مقاصد کے لئے جب قانون انگلستان، پروبیٹ سے پیدا ہوتے ہیں، نافذ سمجھا جائیگا"۔ یہ دلیل پیپن بنام بورویر کے مقدمہ کے اصول سے بمشکل مطابق ہوسکتی ہے؛ اس میں مسئلہ اہتمام ترکہ معہ وصیت نامہ کے متعلق، جو شامل پروبیٹ کے ہے، یہ قرار پایا تھا کہ اس سے وہ نتائج نہیں پیدا ہوسکتے جو فاضل جج نے پروبیٹ کی طرف منسوب کئے ہیں۔ لیکن اگر ہم قانون مقام وقوع کو ایکٹ وصیت نامجات اور لارڈ کنگس ڈاون کے ایکٹ کا مجموعہ مخصوص حالات کے لحاظ سے قرار دیں تو اس فیصلہ کا اصول، مقدمہ پیپن بنام بورویر اور آرلیسٹر کے مقدمہ کے اصول سے مخالف نہیں رہتا۔ یہ امر کہ خاص حالات میں انگلستان کے قانون کا کیا فیصلہ ہوگا، حقیقی قانون مقام وقوع کے سوال سے زیادہ بعید ہے اور نہ میری رائے میں کسی طرح
215 اس سوال سے کچھ کم متعلق ہے کہ جو شخص بحالت توطن انگلستان میں فوت ہوجائے اسکے متعلق انگلستان کا وہ قانون کیا عمل کرتا ہے جو انگلستان کی حیثیت بلدہ کے متعلق، وصیت نامہ کی شکل کی صحت کا معیار صرف ایکٹ وصیت نامجات کو قرار دیتا ہے؛

انگلستان کی جائداد غیر منقولہ ایک ایسے وصیت نامہ کے ذریعہ سے منتقل ہوگئی جس پر صرف تین آدمیوں کی شہادت تھی؛ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جبکہ اس مقصد کے لئے انگلستان میں یہی شکل رائج تھی، اگرچہ وصیت نامہ ہمقدر بار مرتب ہوا تھا۔ کوپن بنام کوپن (۱۷۲۵) ۲۔ پی۔ ڈبلیو۔ ۲۹۱۔ نیز کنگ۔ دیکھو مقدمہ آدمس بنام جیٹر بک مذکورہ صفحہ ۵۶۱؛

دفعہ ۱۷۰ معاہدات، وصیت نامجات، یا دوسرے انتقالات متعلقہ جائداد غیر منقولہ کی دستاویزات کی تعبیر کی نسبت، کوئی عام قاعدہ مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ قانون مقام وقوع جائداد غیر منقولہ زیر بحث کا قاعدہ مقررہ تعبیر اس امر کا ناشئ ہوگا کہ کوئی دستاویز جائداد غیر منقولہ پر موثر ہو جب تک کہ وہ قانون مذکور کے مطابق مرتب نہ ہوئی ہو؛ لیکن دوسری صورت میں تمام حالات بشمول قانون مقام معاہدہ، یا تعمیل، اور وصی یا دوسرے منتقل کرنیوالے، اور فریقین کی قومی خصوصیات

یا توطن پر معقول توجہ کرنی پڑے گی۔

ایک اسکاٹ لینڈ کے باشندے نے بذریعہ وصیت نامہ جو اسکاٹ لینڈ کی مروجہ شکل میں مرتب ہوا تھا اپنی اسکاٹ لینڈ اور انگلستان کی جائداد غیر منقولہ اپنے بیٹے اور اپنے صلب کی اولاد ذکور کے حق میں وصیت کی۔ قرار پایا ہے کہ ان الفاظ سے انگلستان کی جائداد کے متعلق حقیت محدود و قابل ارث (estate tail) پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ ان سے اسکاٹ لینڈ کی جائداد کے متعلق ایسا حق پیدا نہیں ہوتا۔ انگلستان کے قانون مقام وقوع میں تعبیر کا جو معین قاعدہ مقرر تھا اسکی پابندی کی گئی اور انگلستان کی اراضی کے ذیلی حقوق کا تعین اسی قانون کی رو سے ہونا چاہیئے۔ بمقدمہ رلر [۱۹۱۴] ا۔ چانسری۔ ۱۱۵ ہج، توا انگلش لیکن مقدمہ اسٹڈ بنام کک۔ ۸ مرآۃ۔ ۵۰۱۔ ہج اسٹلبورن۔ واٹسن۔ فٹز جرالڈ میں موصی متوطن انگلستان نے بذریعہ وصیت نامہ کے جو کہ بطریق انگلستان مرتب ہوا تھا، جائداد موقوعہ انگلستان واسکاٹ لینڈ چھوڑی۔ قرار پایا ہے کہ تمام وصیت نامہ کی تعبیر انگلستان کے قانون کے مطابق ہونی چاہیئے اور اس سے اسکاٹ لینڈ اور نیز انگلستان کی جائداد غیر منقولہ میں صرف حقیت حین حیاتی پیدا ہوتی ہے۔

مفصلہ ذیل مقدمات وہ ہیں جن میں سکے یا اس مقام کا تعین جہاں رقم کا ادا کرنا مقصود تھا، یا جو شرح سود مقرر ہوئی تھی، اس کا تعین کسی اور طریقہ پر نہیں ہوا تھا؛ اور جن میں وصیت یا انتقال کی بناء پر ایسے ملک کی موقوعہ اراضی پر رقم عائد کی گئی تھی جو اس ملک سے مختلف تھا، جہاں وصیت یا انتقال عمل میں آیا تھا، یا جس میں موصی یا منتقل کرنے والا متوطن تھا۔

مقدمہ فلپس بنام انگلسی (۱۸۲۱) ا۔ پی۔ ڈبلیو۔ ۶۹۶۔ ۵۔ دن۔ ایر۔ ۲۰۹۔ ہج، پارکر و مقدمہ واٹسن بنام برائٹ ول (۱۸۲۲) ۲۔ پی۔ ڈبلیو۔ ۸۸۔ ہج، مکلیش فیلڈ، مقدمہ لینیڈرن بنام لینیڈرن (۱۸۲۰) ۲۔ بی۔ ایل۔ ۹۰۰۔ ہج، ایلڈن۔ ریڈ تسڈل: ان سب مقدمات میں، فیصلہ موصی یا منتقل کرنے والے کے مقام توطن کے سکے کی تائید میں ہوا، مگر ادا کا مقدمہ، قرار پایا، جہاں وہ جائداد

واقع تھی، جس پر یہ رقم عائد کی گئی تھی۔ مقدمہ ہوسن بنام ہوسن (۱۸۲۰)
۱۔ رو۔ و سحمے۔ ۶۶۰۔ بج، نتیجہ میں موصی وصیت کے وقت اسی ملک کا
متوطن تھا، جس میں وہ جائداد واقع تھی، جس پر سالانہ رقم کا بار عائد کیا گیا تھا۔ فیصلہ
اس ملک کے اسی وقت کے مروجہ سکے کے حق میں کیا گیا؛ اگرچہ اس کی موت
کے قبل سکہ اور نیز اس کا مقام توطن بدل گیا تھا۔ جس صورت میں تملیک نامہ ازدواج
کی بنا پر جو انگلستان کے قاعدہ کے مطابق مرتب ہوا تھا، رقم جائداد موقوعہ
آئرلینڈ پر عائد کی گئی تھی، اور نیز یقین بھی بظاہر انگلستان یا اسکاٹ لینڈ
کے رہنے والے تھے، یہ قرار پایا۔ کہ تملیک نامہ میں کسی ایسے لفظ کے نہ ہونے
سے جس سے اس کے خلاف کوئی امر مستنبط ہوتا ہو، آئرلینڈ کی شرح سود
نافذ ہونی چاہیے۔ مقدمہ الفور بنام کوپر (۱۸۰۲) ۲۳۔ چانسری ڈویزن
216 ۲۷۴۔ بج، بلکہ۔ و۔ لنڈنئے جس کی تائید بحوالہ جسٹس کوزنس ہارڈی نے
مقدمہ ڈارکیس سیوبی بنام ڈارکیس [۱۹۰۲] ۱۔ چانسری صفحہ ۹۶، میں دیا ہے۔
مفصلہ ذیل مقدمات اس سوال کے متعلق ہیں کہ آیا غلام، جانور، اور دوسری جائداد منقولہ، جو اس حقیت کے استفادہ کے لئے ضروری ہو، ایسے وصیت نامہ کے ذریعہ سے منتقل ہو جاتی ہے، جس میں موصی نے صرف حقیت کا ذکر کیا ہو؟ — قرار پایا کہ وہ جملہ اشیاء، اس ملک کے مفہوم کے مطابق، جہاں جائداد واقع ہو، حقیت کے ساتھ منتقل ہو جاتی ہیں۔

وشنگٹن بنام بیول (۱۸۲۷) ۱۔ سم۔ ۴۳۵۔ بج، بارنٹ۔ و اسٹورٹ بنام گارنٹ (۱۸۳۰) ۲۔ سم۔ ۲۹۸۔ بج؛ شاذ و نادر؛ مؤخر الذکر مقدمہ میں موصی، اسی ملک کا متوطن تھا، جہاں جائداد واقع تھی؛ مگر مقدم الذکر مقدمہ میں یہ حالت نہ تھی۔

دفعہ ۱۷۱ جائداد غیر منقولہ میں حصول حقوق بربنائے قدامت (Prescription) کی میعاد قانون مقام وقوع جائداد پر منحصر ہوتی ہے۔

بیک فورڈ بنام ویڈ (۱۸۰۵) ۱۷۔ وس۔ ۸۷؛ فیصلہ پریوی کونسل بر صدر گرانٹ؛ غیر حاضر ورثے کے متعلق، جب کہ بصراحت تذکرہ نہ ہو، کوئی استثنا، جائز

نہیں رکھا گیا؛ اگرچہ وہ لوگ کبھی مقام وقوع جائداد میں نہیں آئے تھے پر مقدمہ پیٹ (۱۸۶۹) ایل۔ آر۔ ۷۔ اکی کیو۔ ۲۰۲۔ بح جبتیس میں جو رقم ہندوستان میں اراضی کی فروخت سے حاصل ہوئی تھی — اور مقدمہ پیٹ بنام ڈیکری (۱۸۷۶) ۲۔ چانسری۔ ڈویژن ۲۹۵۔ بح نال میں: جو لگان اور منافع، اراضی واقع جمیکا سے حاصل ہوا تھا — اس کا اہتمام، انگلستان کی عدالت کے ذریعہ سے انجام پانا قرار پایا؛ اور جو دعاوے ان کے متعلق تھے، ان کا تصفیہ، اس مقام کے قانون حقوق برنائے قدامت سے کیا گیا، جہاں سے وہ حاصل ہوا تھا۔

دفعہ ۱۷۲ انگلستان کی عدالتیں مجاز ہیں کہ ملک غیر کے مالک جائداد غیر منقولہ یا اس میں حق رکھنے والے شخص کو اس پر مجبور کریں — بشرطیکہ ان کو شخص مذکور کی ذات پر اختیار حاصل ہو — کہ وہ جائداد کی حقیت یا اپنے حق کو، اس غرض سے فروخت کر دے، کہ اس سے ان ذمہ داریوں کی تکمیل ہو سکے، جو خود اسی کے معاہدہ یا ہرجہ سے، جائداد مذکور کے متعلق پیدا ہوئی ہوں۔ اور ان ذمہ داریوں کا اندازہ ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ کے قانون مقام وقوع سے نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ خانگی بین الاقوام کے قواعد سے ہوگا، جو ان ذمہ داریوں کے متعلق ہیں، جو معاہدہ یا ہرجہ کی بنا پر، یا ان سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر فی الحقیقت اس ملک کا قانون جہاں جائداد واقع ہے، مدعی علیہ کو، ایسے عمل کی اجازت نہیں دیتا، یا ایسا نہیں کرنے دیتا جیسا کہ عدالت حکم دینا مناسب تصور کرتی ہے، تو ایسی حالت میں، مدعی علیہ کو، کسی ایسے فعل کے کرنے کا حکم دینا، محض فضول اور بیجا ہوگا؛ لیکن اگر ایسے موانع نہ ہوں، تو اس ملک کی عدالتیں، ان معاہدات پر، اختیارات رکھنے کی بنا پر، جو یہاں کئے گئے ہوں، یا ان فریقین میں مساوات قائم کرنے کی غرض سے، جو اس ملک میں رہتے ہوں، خود اپنے قواعد پر عمل کریں گی؛ اور اس کی کچھ پروا نہ کریں گی کہ ایسے معاہدات کا اس ملک میں کیا اثر ہوگا، جہاں جائداد واقع ہے؟ — یا وہاں کی عدالتیں، ایسی نصفت رسانی کے متعلق، کس طرح عمل پیرا ہوں گی؟۔

جو انتخاب اس دفعہ میں دیا گیا ہے، وہ لارڈ کالٹن ہام کی اس تجویز سے

سے ہے جو انھوں نے پولارڈ کے بیطرف مقدمہ (۱۸۴۰) مونٹ وچار۔ ۲۳۹ (صفحہ ۲۵۰) ۴۔ ڈیکین ۲۷۔ میں صادر کی تھی: اس مقدمہ میں ایک معاہدہ ضمانت کی
217 تعمیل جس کی شکل انگلستان کی دستاویز استحقاق کے رہن کی سی تھی، اسکاٹ لینڈ کی اراضی پر بمقابلہ مدیون کے منتقل الیہ کے جو کارروائی دیوالیہ میں مدیون کے قائمقام کی حیثیت رکھتا تھا کرائی گئی، اگرچہ معاہدہ مذکور بجائے خود اسکاٹ لینڈ کے قانون کی رو سے ناقابل نفاذ تھا۔ مقدمہ سٹیجی بنام کیتھی (۱۸۹۲) اے۔ سی صفحہ ۱۷۵ میں جو کچھ لارڈ میکناٹن نے لکھا وہ ضرور قابل لحاظ ہے: "انگلستان کی عدالت چانسری کے توسیع اگر سختی کے ساتھ ان اراضی جائدادوں کی کارروائیوں سے متعلق کئے جائیں، جو ملک غیر کے رہنے والوں کے مقدمات میں ملک غیر کے قوانین کے تحت میں عمل میں آتی ہیں اور جن کے تعلقات صحیح طور سے امین یا ماموں لہ کے نہیں ہوتے تو اس میں ایک مرتبہ بے انصافی کا اندیشہ ہے"۔

مقدمہ ارگلاس بنام میوزکیپ (۱۶۸۲) ۱۔ ورن ۔۔۔ ۷۵۔ نج؛ ناٹنگھام میں ایک حکم جاری ہوا جس سے وہ بار جو مدعی کی اراضی واقع آئرلینڈ پر براہ فریب عائد ہوا تھا اٹھا لیا گیا۔ مقدمہ ناکس بنام ناکس (۱۷۳۶) مقدمات ویسٹ ۔ نج؛ ارڈوک میں ایک حکم بابت قبضہ اراضی واقع اسکاٹ لینڈ بربنائے فریب۔ مقدمہ پین بنام بالٹیمور (۱۷۵۰) ۔ ورس سینیئر ۴۴۴۔ نج؛ ارڈوک: ایک معاہدہ تصفیہ سرحدات نوآبادی امریکہ کی تعمیل مخصص کے متعلق۔ مقدمہ گرسینشاون بنام جانسٹن (۱۷۹۶) ۳۔ ورس۔ ۱۷۰۔ نج؛ ارڈون جیکس بنام پڑی (۱۸۰۴) ۱۰۔ ورس ۱۶۴۔ نج؛ ایلفنٹن ہورائٹ بنام ہال (۱۸۰۹) ۱۲۔ ورس ۲۲۱۔ نج؛ ارسکن؛ احکام بمقابلہ ونیں کے جن کی نسبت یہ الزام تھا کہ انھوں نے فریب سے عدالتی فروخت کی اجازت مقام وقوع جائداد یعنی ویسٹ انڈیز میں حاصل کی تھی۔ مقدمہ مذکور مقدمہ میں سرآرپلی آرڈن نے مدعی علیہ کو اس جائداد کا جو اس نے حاصل کی تھی امین قرار دیا، بغیر یہ کہے ہوئے کہ یہ فروختہ مال یعنے مقام وقوع جائداد میں از روئے قانون یا

نصفت منسوخ ہو سکتی تھی۔" اور اسقدر اضافہ کیا، کہ میں یہ قاعدہ بطور عام قرار دیتا ہوں کہ عدالت ہذا اس کو کسی ملک کے قانون سے استفادہ کر کے صریح ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیگی۔ ۳۔ وس ۱۸۳۰۔ کوڈ بنام کوڈ (۱۸۶۳) ۹۔ جر (سلسلہ جدید) ۱۳۳۵۔ جج، ارو تلے: ایک مالک اراضی واقع چلی، امین قرار دیا گیا، اور اس کو اجازت دیگئی کہ وہ تمام کارروائی، اس معاہدہ فروخت کی تعمیل کے متعلق عمل میں لائے جس کی نسبت چلی کی عدالتیں یہ طے کر چکی تھیں کہ اس کا وجود نہیں ہے، اور اس کو ان عدالتوں میں مزید کارروائی نہ عمل میں لانے کا حکم دیا گیا۔ مرکنٹائل انوسٹمنٹ اینڈ جنرل ٹرسٹ کمپنی بنام ریور پلیٹ ٹرسٹ لون اینڈ ایجنسی کمپنی [۱۸۹۲] ۲۔ چانسری ۳۰۳۔ جج، نارتھ: دعوی منظور کیا گیا، جس صورت میں کہ مدعی علیہ کمپنی نے ملک غیر کی ایسی اراضی لی تھی، جس پر مالک سابق نے ایک مطالبہ (Equity) عائد کر دیا تھا۔ ڈ وڈ بنام ڈاسٹرڈم پارسی کنٹور [۱۹۰۲] ۲۔ چانسری ۱۳۲۔ جج، بائرن: برازل کی اراضی پر مطالبہ کا عائد کیا جانا۔ برٹش ساؤتھ افریقہ کمپنی بنام ڈی بیرس کانسولیڈیٹڈ مائنس لمیٹیڈ [۱۹۱۰] ۲۔ چانسری ۵۰۲۔ جج، کوزنس ہارڈی: فارول وکنیڈی، جنھوں نے جسٹس ایڈی کی تجویز کو بحال رکھا (جس کی رائے انگریزی قانون کے متعلق منسوخ کر دیگئی تھی [۱۹۱۲] اے۔ سی۔ ۵۲) انگلستان کا قانون مانع انفکاک کا استعمال اس بار پر کیا گیا، جو انگلستان میں ملک غیر کی اراضی پر عائد کیا گیا تھا۔ ایک ایسے مقدمہ میں جس میں موصی نے ایک انگریزی دستاویز کے ذریعہ سے جائداد غیر منقولہ موقوعہ ملک غیر میں اپنے حصہ پر بضمانت ادائی ایک قرضہ کے ایک بار عائد کیا تھا، اور عند الطلب رہن نامہ لکھ دینے کا معاہدہ کیا تھا، باتباع اس فیصلہ کے حکم دیا گیا کہ مہتممان ترکہ موجودہ انگلستان، باضابطہ رہن نامہ کی تکمیل کر دیں۔ ملک غیر کے قانون کی رو سے، اس رہن کا بار جائز طور سے جائداد پر عائد نہیں ہوتا تھا، مگر معاہدہ کی تعبیر انگریزی قانون کے لحاظ سے ہونی چاہیے تھی، اور فریقین میں سے کسی ایک شخص کا فوت ہو جانا قانون تعبیر میں کسی تغیر اور تبدیل پیدا کرنے کے لئے کافی

نہ تھا۔ مقدمہ اسمتھ [۱۹۱۶] ۲۔ چانسری ۲۰۶۔ نج، آیو: اسیطرح کا عمل، اس مقدمہ میں ہوا جس میں اراضی موقوعہ فرانس کے انگریزی معاہدہ فروخت میں یہ شرط تھی کہ بائع کا حق بغیر طلب کے تسلیم کیا جائیگا، اور اگر خواہش کیجائے گی تو جائداد بائع ہی کی نام قائم رکھی جائے گی، اور اس صورت میں بائع کو لازم ہوگا کہ وہ بحق مشتری ایک اقرار نامہ بشمول اعلان امانت لکھ دے۔ قرار پایا کہ اگرچہ فرانس کے قانون کے لحاظ سے کسی دستاویز انتقال کی ضرورت نہ تھی مگر انگلستان کے قانون کے لحاظ سے بعض امور تکمیل طلب تھے، اور اس لئے عدالت بقیہ زرثمن کے دعوی کی سماعت نہیں کر سکتی تھی۔ مقدمہ بالفورڈ بنام کلارک [۱۹۱۵] ۵۶۔ ایل۔ ٹی۔ ۶۸۔ نج، شیرین مقدمہ بلیک پوائنٹ سنڈیکیٹ بنام ایسٹرن کانسیشنز لمیٹیڈ [۱۸۹۸] ۷۹ ایل۔ ٹی۔ ۶۵۸ میں جسٹس اسٹرلنگ نے کہا کہ اگر ملک غیر کی اراضی سے استفادہ کے معاہدہ کی تعمیل کے متعلق عدالت کو کوئی اختیار حاصل ہے تو اس کا 218 استعمال نہایت احتیاط کے ساتھ ہونا چاہیئے۔

جو مقدمات تملیک نامہ یا دوسرے دستاویزات کے امنا کے مقابلہ میں بغرض تکمیل امانت دائر کئے جائیں، اور ان میں ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ شریک ہو، ان کا تعلق بھی اسی دفعہ سے ہے۔ ایسے اور نیز ان تمام مقدمات میں جو اس دفعہ کی تحت میں دائر ہوں ملک غیر کی جائداد کیلئے بحالت ضرورت ریسور مقرر کئے جائینگے۔ ہرسین بنام گرانی (۱۸۲۱) ۲ جیکب و ولیو ۵۶۲۔ نج، ایلڈن۔ کلارک بنام ارمنڈ (۱۸۲۱) جیک۔ ۱۱۹۔ ۱۲۱۔ نج: ایلڈن۔ مقدمہ ہرسین بنام گرانی میں امنا کو ہدایت کی گئی کہ وہ عدالت مقام وقوع میں اسی امانت کی تعمیل کے لئے انگلستان میں ڈگری پا سکنے بعد مزید کارروائی سے باز رہیں جس صورت میں ایک موصیہ متوطن اسکاٹ لینڈ نے اسکاٹ لینڈ کی جائداد غیر منقولہ کو بعض امانت میں منتقل کر دیا تھا، انگلستان کی عدالت نے قرار دیا کہ جائداد امانتی کی فروخت کے لئے درخواست اسکاٹ لینڈ کی عدالت سشن میں پیش ہونی چاہیئے۔ مقدمہ جارجس (۱۹۲۱) ڈبلیو۔ این۔

۱۱۔ ج، سارجنٹ: بعض اشخاص نے حقوق معدنیات موقوعہ ایکاڈور کے متعلق، نیو یارک میں ایک معاہدہ کیا، اور یہ قرار دیا کہ اس معاہدہ کی نسبت یہ سمجھا جائیگا کہ وہ لندن میں کیا گیا اور وہیں تکمیل پایا۔ عدالت نے تجویز کی، کہ اس کو اختیار سماعت حاصل تھا گرچہ مدعی علیہ نے انگریزی عدالت سے سمن کے جاری ہونے کے بعد اس معاہدہ کے متعلق نیو یارک میں کارروائی شروع کر دی تھی۔ مقدمہ برٹش کنٹرولڈ آویل فیلڈس لیمیٹیڈ بنام اسٹیگ [1921] ڈبلیو۔ این۔ ۳۱۹۔ ج، سارجنٹ۔

مقدمہ جینی بنام میکنٹاش (۱۸۸۶) ۳۳۔ چانسری ڈویزن۔ ۵۹۵۔ ج، نارتھ: منجملہ چند مدعی علیہم کے جن کو اراضی موقوعہ ٹرینیڈاڈ میں حقوق حاصل تھے، ایک مدعی علیہ پر بیرون حدود اراضی عدالت، اجرائی سمن کی اجازت دیگئی، اراضی مذکور میں حق استفادہ، قانون ٹرینیڈاڈ کی رو سے بذریعہ دستاویز دائمی محدود تھا، اور اسی کی تعمیل کی استدعا تھی، دوسرے مدعی علیہم انگلستان میں رہتے تھے۔

منفصلۂ ذیل مقدمات سے دفعہ ہٰذا کے آخری جز کی توضیح ہوتی ہے: انگلستان کے تملیک ازدواجی کے ایک معاہدہ میں جو شرط اس جائداد کی تملیک کے متعلق تھی جو بعد از ازدواج پیدا کیجائے، ناقابل نفاذ قرار پائی: جہاں تک کہ اسکا تعلق اراضی واقع جرسی سے تھا: قانون مقام وقوع کے لحاظ سے بغیر کافی مالی بدل کے ملنا کے نام انتقال باطل تھا۔ مقدمہ پیرس سٹلمنٹ و پیرس بنام پیرس [۱۹۰۹] ۱۔ چانسری ۳۰۴۔ ج، آیٹہ: و بنک آف افریقہ لیمیٹیڈ بنام کوہن [۱۹۰۹] ۲۔ چانسری۔ ۱۲۹ (متذکرہ زیر دفعہ ۱۶۵) الف۔

دفعہ ۱۷۳ لیکن جب صورت میں ایسی دادرسی کی استدعا — جس کا اثر ملک غیر کی موقوعہ اراضی پر پڑتا ہو، ان وجود کی بنا پر جن کا ذکر دفعہ بالا میں کیا گیا ہے — نہ کیجائے، تو انگلستان کی عدالت محض مدعی علیہ کی ذات پر، اختیار رکھنے کی وجہ سے جائداد و ملک غیر کے متعلق حقوق کا تصفیہ کرنے، یا اس پر قبضہ دہانی سے، انکار کر دیگی۔ شاید یہ ممکن ہو کہ وہ، ایسے حقوق کا اس بنا پر

تعین کرنا منظور کرے، کہ اسی کارروائی میں، جائداد منقولہ بھی شریک ہے ۔

اراضی ملک غیر کی تقسیم کے متعلق انگلستان میں دعویٰ نہیں کیا جا سکتا،
کارٹرٹ بنام ایپی (۱۶۷۶) ۲۔ ایس۔ ڈبلیو۔ ۳۲۴۔ نوٹ ۔ ۲۔ سی۔ ایچ۔ سی
۱۔ سے۔ ۲۱۴ ۔ نیز فیصلہ؛ اور نہ ملک غیر کے وصیت نامہ کی صحت کی جانچ کیلئے
کارروائی ہوسکتی ہے، بایئک بنام ہور (۱۷۶۳) ۲۔ ایڈن ۔ ۱۰۲۔ جج، ہینلے؛
اور نہ ملک غیر کی اراضی پر کوئی بار عائد کرنے کی کارروائی ہوسکتی ہے، اس
بناء پر کہ مالک نے اُس کو ایک معاہدہ یا منصوبہ انتقال کی اطلاع کے ساتھ
لیا تھا جس میں نہ وہ خود کوئی فریق تھا اور نہ شریک، مقدمہ نارس بنام ہمیبرس
(۱۸۶۱) ۲۹۔ بیو ۔ ۲۴۶۔ جج، رومیلے، جس کو جسٹس کیمبل نے بحال رکھا (۱۸۶۱)
۳۔ ڈی۔ ایف۔ و جے ۔ ۵۰۳؛ اور نہ کوئی کارروائی اس غرض سے ہوسکتی ہے کہ
جس شخص نے ملک غیر کی وہ جائداد فروخت کردی جس کی نسبت مدعی اپنے
حق کا اظہار کرتا ہے، اسکے زرِ ثمن کے متعلق شخص مذکور مدعی کا امین قرار دیا جائے؛
مقدمہ ہتھارن گرہام بنام مارسی (۱۸۸۲) ۲۳۔ چانسری ڈویژن ۔ ۳۴۷۔
جج، کے؛ اور نہ ملک غیر کی اراضی کے استقرار حق یا حق قبضہ کے متعلق، مقدمہ
کمپنی موزمبیک بنام برٹش ساؤتھ افریقہ کمپنی [۱۸۹۲] ۲۔ کیو۔ بی ۔ ۳۵۸، تجویز 219
لارنس صاحب، جس کو رائٹ نے صادر کیا اور مرافعہ میں اس بحث سے دستبرداری
کرلی گئی؛ مقدمہ ڈی سمیپ بنام ملر [۱۹۰۸] ۱۔ چانسری ۔ ۸۵۶۔ جج، پارکر؛
مقام وقوع جائداد میں جو کارروائی جائداد غیر منقولہ کے متعلق ہورہی ہو، اسکے
خلاف بادی النظری طور سے نہ کوئی حکم حاصل کیا جاسکتا ہے، مقدمہ مور بنام
انگلو اٹیلین بنک (۱۸۷۹) ۱۰۔ چانسری ڈویژن ۔ ۶۸۱۔ جج جیسل ۔
نیز ملاحظہ ہو: نارٹن بنام فلارنس لینڈ و پبلک ورکس کمپنی زیر دفعہ ۱۴۵ لغایت

مگر جو اصول اس دفعہ میں بیان ہوا ہے، وہ ایک زمانہ میں مضبوطی سے
قائم نہ ہوا تھا؛ مقدمہ آرچر بنام پریسٹن جس کا حوالہ جج نے تائیداً
مقدمہ انکلاس بنام ہیمیپ (۱۶۸۲) ۱۔ ورن ۔ ۷۷ میں دیا ہے اور مقدمہ کلٹر
بنام اٹیس (۱۶۸۹) ۱۔ ورن ۔ ۴۱۹۔ جج جیفریز ۔ ڈنگل فیلڈ و انگلستان ۔ درد

لارڈ ڈانگلیسی کا مقدمہ جس کا ذکر بطور اپنی ڈگری متعلقہ تصفیہ حدود اراضی واقعہ آئرلینڈ کے ہارڈوک نے مقدمہ پن بنام بالٹیمور ۱ - وس سین - ۴۴۴ میں کیا ہے۔ ان سب مقدمات میں کوئی وجہ صدور ڈگری بجز ذاتی اختیارات سماعت کے ظاہر نہیں ہوتی۔ ان ڈگریوں کے صدور میں ممکن ہے کہ کچھ عمل اس اعلیٰ اختیار کو ہو جو انگلستان کی عدالتیں اس وقت آئرلینڈ کی اراضی کے متعلق استعمال کرتی تھیں اور یہ سب مقدمات اراضی ہی کے متعلق تھے۔ لیکن مقدمہ فوسٹر بنام ویسل (۱۷۴۷) ۲ - ایٹک - ۵۸۹ میں لارڈ ہارڈوک نے نوآبادیات کی وہی حیثیت قرار دی جو آئرلینڈ کی تھی۔ اور ناٹنگھام نے مقدمہ کاربرٹ بنام پٹ کا فیصلہ کیا تھا جس کا تعلق آئرلینڈ کی اراضی سے تھا و مقدمہ روبرڈیو بنام روس (۱۷۳۸) ۱ - ایٹک - ۵۴۳ - نج لارڈ ہارڈوک کی رپورٹ ناقابل فہم ہے بجز اس امر کے جس کا ذکر دفعہ ۱۶۹ کی تحت میں کیا گیا ہے۔

دفعہ ہذا کے آخری جز کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ مقدمہ ہیزی بنام ہیزی (۱۸۳۹) ۱ - بو - ۲۱۸ - نج المنیگٹ ڈیل میں جس کو کاٹن ہام نے بحال رکھا۔ مدعی علیہم ڈمیرارا میں اس غرض سے کارروائی کر رہے تھے کہ وہاں کی بعض اراضی میں اپنے حقوق قائم کرائیں۔ حجت یہ کیجاتی تھی کہ قانون مقام وقوع کے لحاظ سے جائداد زیر بحث اس جائداد میں شریک ہو گئی ہے جو زوج اور زوجہ میں مشترک تھی۔ مدعی کی استدعا یہ تھی کہ زوج نے جو تملیک نامہ اور وصیت نامہ لکھا تھا (اور جو بحالت صحت حجت مدعی علیہم صرف اس کے حقوق متعلقہ اراضی پر موثر ہو سکتا تھا) ان دونوں کی تعمیل کل اراضی اور خود جائداد منقولہ کی نسبت کرائی جائے۔۔۔ مدعی کو کامیابی ہوئی اور مدعی علیہم مزید کارروائی ڈمیرارا میں کرنے سے روک دیئے گئے۔ مقدمہ ہوپ بنام کارنیگی (۱۸۶۶) ایل۔ آر۔ ۱ - چانسری - مرافعہ ۳۲۰ میں بھی ۔۔۔ جس میں ماتحت عدالت نے اسٹورٹ کی تائید کی اور ناٹ بروس نے اختلاف ۔۔۔ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ دونوں شریک تھیں (دیکھو دفعہ ۱۷۰ گزشتہ) اور موخرالذکر جائداد کے متعلق عدالت مقام وقوع کی کارروائی روک دی گئی تھی کیونکہ یہ ثابت نہیں کیا گیا تھا کہ کارروائی صرف

اس جائداد کے متعلق تنہا بھی چل سکتی تھی۔

مقدمہ ٹلاک بنام ہارڈلے (۱۸۴۱) ۱۔ وائی و سی وی۔ سی۔ ۴۱۱ جج "نائٹ بروس" میں: اراضی موقوعہ جمیکا سے، ہبہ بالوصیت اور رقوم سالانہ کے ادا کرنے کی ڈگری کا دیا جانا ظاہر ہوتا ہے؛ اور اس غرض کے لیے موصیہ کی جائداد موقوعہ جمیکا کے حدود کا دریافت کرنا، اور اگر ضرورت ہو تو اس کا تصفیہ، ان کمشنروں کے ذریعہ سے ہونا چاہیے جن کو انگلستان کی عدالت چانسری نے مقرر کیا ہو۔

نیز ملاحظہ ہو مقدمہ گرے بنام مینٹوبا و نارتھ ویسٹرن ریلوی کمپنی لمیٹڈ [۱۸۹۷] اے۔ سی۔ ۲۵۴۔ جوڈیشل کمیٹی، اور مقدمہ کلنٹن وکلنٹن بنام کلنٹن [۱۹۰۳] ڈبلیو۔ این۔ ۲۰۔ جج، جو ایسی ہیں انگلستان کی عدالت نے ایک غیر منقولہ جائداد مشترکہ موقوعہ نوآبادی کے اس جز پر اپنے اختیارات کو استعمال کیا، جسے شریک متوفی نے امانت میں دیا تھا۔ نہ اس جز پر جو براہ راست، موصی کے وارث کو پہنچتا تھا۔

دفعہ ۱۷۴ مالک غیر کی اراضی کے انفکاک رہن، یا سقوط استحقاق انفکاک کا مسئلہ جداگانہ بحث کے قابل ہے۔ یہ امر کہ ایک دین کی کفالت، اس قسم کے رہن سے کی گئی ہے، اس کا مانع نہیں ہے کہ مدیون اور دائن سے حساب لیا جائے، اور ایسی عدالت، جو مدیون کی ذات کی نسبت، اختیار سماعت رکھتی ہو، بقیہ رقم واجب الادا کے ادا کرنے کا حکم دے۔ یہ امر بھی، دفعہ ۱۷۳ کے خلاف نہیں ہے، کہ مدیون کی رقم واجب الادا کے ادا کرنے کے بعد، ایسی عدالت، جسے اس کی ذات پر اختیار سماعت حاصل ہو، جائداد کی واپسی، یا اس کو بار کفالت سے سبکدوش کرنے کا حکم دے لیکن مدیون سے رقم نہ ادا ہونے کی حالت میں انفکاک کی ڈگری کا دیا جانا دفعہ ۱۷۳ کے خلاف ہوگا، اور یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ مقام کفالت کی عدالت ایسی ڈگری کی کوئی وقعت کرے گی۔ اگر قانون مقام وقوع کی رو سے، رہن مذکور ہنوز قابل انفکاک ہو، اور اس مقصد کے لیے وہاں کارروائی شروع بھی ہو چکی ہو۔ مگر باوجود ان تمام امور کے، انگلستان کا عملدرآمد یہی ہے کہ ممالک غیر کی اراضی کے

320

انفکاک کی ڈگریاں دیجاتی ہیں۔

مقدمہ ٹالر بنام کارٹریٹ (۱۷۰۵) ۲- ورن ۴۹۴- مج رائٹ - پنکیٹ بنام اٹیر (۱۸۰۴) ایل - آر - ۱۸۰- ای کیو - ۱۱۰۸ - مج بکنج ؟

اراضی ملک غیر کے انفکاک رہن کا مقدمہ نہ صرف عدالت میں لیا گیا بلکہ اس کی تائید میں ایک حکم امتناعی برخلاف اس کارروائی کے جاری کیا گیا جو مقام وقوع میں انفکاک رہن کیلئے ہورہی تھی، اس بناء پر کہ حسابات کا تصفیہ زیادہ تر آسانی اور اطمینان کے ساتھ انگلستان میں ہوسکتا ہے۔

بکیفورڈ بنام کیمبل (۱۸۲۲) ۱- ایس وایسٹ - ۷، سنج ، لیچ ؟

اور سر شاڈول نے یہ رائے ظاہر کی کہ اراضی ملک غیر کے انفکاک رہن کے متعلق، قانون مقام وقوع، کام میں لایا جانا چاہیے۔

مقدمہ بینٹ بنام ینگ (۱۸۳۸) ۹ - سم - ۱۸۰ صفحہ ۱۹۰ ؟

اور یہ عام طور سے صحیح ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو، تو محض ذاتی اختیار کی بنا پر مدعی علیہ کی ملکیت، یا جائداد غیر منقولہ سے جو اس کو قطعی طور سے، قانون مقام وقوع سے حاصل ہے، لیلجا سکتی ہے جو دفعہ ۱۷۳ کے منشا کے خلاف ہے۔ دیکھو دفعہ ۱۷۵۔ لیکن یہ دلیل، دہرجگہ اکارآمد نہیں ہے؛ اور قیاس غالب یہ ہے کہ جسٹس شاڈول ایسی رائے کبھی نہ دیتے، ایسی حالت میں کہ مدعی علیہ کسی خاص معاہدہ کا پابند ہوتا جس کا تعلق کفالت سے محض ضمنی نہ ہوتا، تاکہ دفعہ ۱۷۲ کے اختیارات عمل میں لائے جاسکیں۔

دفعہ ۱۷۵ جس حالت میں کہ ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ کا مالک، یا حق استفادہ رکھنے والا، اپنے کسی معاہدہ یا افعال قابل ہرجہ کی بنا پر جائداد مذکور کے متعلق کسی ذمہ داری کا پابند ہو، اور پھر اختیار سماعت مقدمہ تسلیم کرلیا جائے تو ایسی حالت میں اس امر کا تصفیہ، قانون مقام وقوع کے لحاظ سے ہونا چاہیے کہ آیا وہ یہی جائداد یا اسکے استفادہ سے کسی ایسے معاہدہ کی تعمیل کا پابند ہے جو فریق ثالث نے جائداد مذکور یا اسکے منصوبہ انتقال کے متعلق کیا ہو۔ اس بنا پر کہ اس کو جائداد مذکور کی ملکیت یا حق استفادہ حاصل کرتے وقت، ایسے معاہدہ یا منصوبہ انتقال کا علم تھا، یا کسی دوسری بنا پر۔

321 مقدمہ مارٹن بنام مارٹن و ولی بنام مارٹن (۱۸۳۱) ۲۔ ریو ۔ ے ۷، ۵۰ نج تیج : از دواج کے معاہدہ کے متعلق تھا۔ مقدمہ واٹرہاوس بنام اسٹین فیلڈ (۱۸۵۱) ۹۔ ہا ۔ ۲۳۴ و (۱۸۵۲) ۱۰۔ ہا ۔ ۲۵۴۔ بنچ ٹرنز میں معاہدہ ضمانت اور مقدمہ ریکس بنام پاول (۱۸۶۹) ایل ۔ آر ۔ ۴۔ چانسری مرافعہ ۔ ۱۴۷، میں وہ جس میں مسٹر جسٹس ہیتھ رلے نے نتیجہ کی تائید کی، ایک غیر رجسٹری شدہ تملیک نامہ زیر بحث تھا ۔ اس کی نسبت قرار دیا گیا کہ وہ فریق ثالث کے مقابلہ میں ناقابل نفاذ تھا کیونکہ وہ قانون مقام وقوع کی رو سے ان کے مقابلے میں نافذ نہیں ہو سکتا تھا۔ اور مقدمہ مارٹن بنام فلارنس لینڈ و پبلک ورکس کمپنی (۱۸۷۷) ۷۔ چانسری ڈویژن ۔ ۲۲۲۔ بنچ جسٹیل میں نہ صرف یہ طے ہوا کہ اس امر کا انحصار قانون مقام وقوع پر تھا کہ آیا اراضی موقوعہ ملک غیر کے متعلق معاہدہ کفالت بمقابلہ فریق ثالث کے قابل تعمیل تھا یا نہیں ؛ بلکہ یہ بھی تجویز ہوئی کہ عدالت مقام وقوع میں مقدمہ کا دائر ہو جانا جس میں مسئلہ زیر بحث کا تصفیہ ہو سکتا ہے، دعویٰ کی (دوسری جگہ) سماعت کا قطعی مانع ہے۔

مقدمہ نلسن بنام برڈپورٹ (۱۸۴۶) ۸۔ بیو ۔ ۵۴۷۔ بنچ لینگ ڈیل میں ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ کو بذریعہ وصیت نامہ ایک شاخ میں منتقل کرنے کی کوشش کی گئی تھی، اس ترکیب سے کہ وارث مندرجہ وصیت نامہ میں مقرر کر دیا گیا تھا جہاں تک کہ بلا خلاف ورزی قانون مقام وقوع ممکن ہو وہ تعمیل امانت پر مجبور کیا جا سکتا تھا، کیونکہ اس نے وراثت قبول کر کے اپنے آپ کو ایک درجہ تک معاہدہ کا پابند کر لیا تھا۔ اس طور سے پابند ہو جانے اور اس ذریعہ سے ایک محدود حق استفادہ حاصل کر لینے کے بعد قانون مقام وقوع میں تبدیلی واقع ہوئی، اور حق مذکور قطعی ہو گیا۔ اب وہ اس قطعی حق کو تعمیل امانت کیلئے مزید کام میں لانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ؛ بلکہ وہ اس کو محض اپنے لئے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

دفعہ ۱۵۶ جب کسی عدالت میں جس کو مدعی علیہ کی ذات پر اختیار سماعت

حاصل ہو کسی رقم کا مطالبہ کیا جائے، تو یہ عذر نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا کسی طور سے تعلق ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ سے ہے۔

مقدمہ کارٹریٹ بنام پٹی (۱۶۷۶) ۲۔ ایس۔ ڈبلیو۔ ۳۲۳۔ نوٹ۔ ۲۔ چانسری۔ کیسز۔ ۲۱۴۔ جج، فنچ؛ آئرلینڈ کی اراضی کے معمولی کاشتکاروں، نقصان کا حساب ہوا۔ رابرڈیو بنام روس (۱۷۳۸) ۱۔ ایٹک۔ ۵۴۳۔ جج، ہارڈوک؛ سینٹ کرسٹوفر کی اراضی کے معمولی کاشتکاروں سے لگان اور منافع کا حساب۔ مقدمہ بیلی بنام ایڈورڈز (۱۷۸۴) جج، تھرلو نے اسی نام کے مقدمہ ۳۔ ایس۔ ڈبلیو۔ ۷۰۳ میں جمیکا کی اراضی کے محاصل زمانہ قبضہ کا ذکر کیا جو ایک وصیت نامہ کی بنا پر قبضہ میں آئی تھی۔ مقدمہ باتھ یانی بنام والفورڈ (۱۸۸۶) ۳۳۔ چانسری ڈویژن۔ ۶۲۴۔ جج، نارتھ؛ آسٹرو ہنگیرین کے ایک مقدمہ امانت ذریعہ وصیت (Fidei commis) میں وارث کو، مقدمہ اہتمام ترکہ میں اپنے جانشین سابق کی جائداد کے مقابلے میں کھڑے ہونے کی اجازت دیگئی تاکہ وہ آسٹرو ہنگری میں جائداد کے نقصان اور اضاعت کی بابت کے متعلق اپنا دعویٰ ثابت کرسکے۔

لیکن یہ قاعدہ اس حالت میں متعلق نہیں ہوتا جب کہ مطالبہ ٹیکس یا محصول یا اسی نوعیت کا ہو۔ مقدمہ میونسپل کونسل آف سڈنی بنام بل (۱۹۰۹) ۱۔ کے بی۔ ۷۔ جج، گرانتھام؛ اس مقدمہ میں اگر وہ ریمارک جو جج نے کیے ہیں، اس دوسری بنا کی تائید میں تصور ہوں جو عنوان میں دی گئی ہے یعنی یہ کہ جب رقم کا بار ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ پر عائد کیا گیا ہو تو اس کے متعلق انگلستان میں مدعی علیہ پر دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ تو کہنا پڑتا ہے کہ یہ ان نظائر کے خلاف ہے جو اوپر بیان کی گئی ہیں۔

بعض امور جن کا تعلق بہ نسبت خانگی قانون بین الاقوام کے، انگلستان کے قانون سے معنی خاص میں زیادہ تر ہے، بلکہ اسی کا ایک جزو ہیں، اسی سلسلہ میں بہ آسانی ذکر کیے جاسکتے ہیں۔

دفعہ ۱۷۷ انگلستان کے بادشاہ یا اس کی حکومت کی نسبت ہمیشہ

یہ سمجھا جائے گا کہ وہ حکومت انگلستان کے ہر حصہ میں موجود ہے، پس بادشاہ یا گورنمنٹ کے محکمہ کا ایک لازمی فریق ہونا، ایسی ارضی کے مقدمہ کے واسطے جو حکومت کے دوسرے حصے میں واقع ہو، انگلستان میں اختیار سماعت نہیں پیدا کرتا۔ 222

مقدمہ ہوسس (۱۸۶۱) ۲۔ جے وایچ۔ ۵۲۷۔ جج، ڈیویز بنام سلیسبری (۱۸۷۶) ۲۔ چانسری ڈویژن۔ ۲۷۰۸۔ جج، ناٹس ٹو

دفعہ ۷۸ا انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کی وراثت کے لیے لازم ہے کہ وارث، خانگی قانون بین الاقوام کے قواعد صحیح النسبی کے مطابق صحیح النسب ہو۔ دیکھو قواعد مندرجہ صفحات ۹۹-۱۰۴ — اور اپنے والدین کے حقیقی ازدواج کے بعد پیدا ہوا ہو، جو اس ازدواج سے مختلف ہے، جس کی تاریخ کسی قیاسی یا امر مفروضہ قانونی کی بنا پر قبل کی قرار دیگئی ہو، یعنے وہ صحیح النسب، ازدواج مابعد کی بنا پر، نہ قرار پایا ہو، خواہ وہ ایسے ملک ہی کا کیوں نہ ہو، جہاں قیاس یا امر مفروضہ قانونی کی بنا پر ازدواج مابعد سے صحیح النسبی تسلیم کرلی جاتی ہے۔[1]

مقدمہ برٹوسیل بنام ورڈل (۱۸۲۶) ۵۔ بی۔ سی۔ ۴۳۸۔ جج، ایبٹ۔ بیلی۔ ہولرائیڈ۔ لٹل ڈیل۔ (۱۸۳۰) ۲۔ سی۔ ایل والیف۔ ۱۰۷۵ و ۹۔ بی۔ ایل این۔ آر۔ ۳۲۔ ججوں کا فیصلہ اسی اصول پر تھا جس کو لارڈ الگزنڈر نے ہاوس آف لارڈز میں صادر کیا (۱۸۳۵) ۲۔ سی۔ ایل۔ والیف۔ ۵۸۲۔ ۹۔ بی۔ ایل۔ (سلسلہ جدید)۔ ۷۔ بروہام نے جو تجویز صادر کی، وہ اس مضمون کی تھی کہ جو حیثیت، صحیح النسبی کی قائم کی گئی ہے، وہ کافی ہے۔ لینڈ ہرسٹ اور ڈنمین نے اپنی رائے محفوظ رکھی۔ مرافعہ سے مقدمہ میں ججوں کے سامنے مزید بحث کیجانے کا حکم دیا گیا۔ (۱۸۳۹) ۷۔ سی۔ ایل۔ والیف۔ ۸۹۵۔ ٹنڈل۔ وائٹمان۔ بوسانکے پیٹسن۔ ولیمس۔ کولرج۔ کولٹمین۔ ماٹلے۔ پارک وگرنی کی تجویز ہاوس آف لارڈز میں ٹنڈل نے صادر کی، جو دفعہ ہذا کے مطابق تھی۔ (۱۸۴۰) ۷۔ سی۔ ایل

---

[1] بعض نظام قانونی میں، یہ اصول تسلیم کرلیا گیا ہے کہ "ازدواج مابعد سے، سابق کی مجامعت مجرمانہ کا نقص رفع ہوجاتا ہے"۔ مترجم۔

وایف ۔ ۱۹۴۰ ۔ ہوس آف لارڈز کی تجویز کی بہ تائید فیصلہ (ستحت)
تحریک کاٹن ہام نے کی ۔ برٹو ہام نے اختلاف نہیں کیا ، اگرچہ وہ اس پر مطمئن
نہ تھے ۔ اس بڑے مقدمہ کے سلسلہ میں اسکاٹ لینڈ کے مرافعہ نفش بنام
لنگ اسٹون (۱۸۵۹) ۳ ۔ میک ۔ ۷۴۰ بنچ ۔ برٹو ہام کی تقریر تھ ۔ دنیلے ٹرل ۔
چیسفورڈ کو بھی پڑھنا چاہیئے ۔
یہ مسئلہ اسی حالت تک محدود ہے جس میں وصیت نہ کی گئی ہو ۔ دیکھو صفحہ ۱۸۱
گزشتہ ۔

اس یعنی وِ عَشْا اَمر کے اصول کے متعلق عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ
اس قانونی اصول کا عملدرآمد ہے کہ "جائداد غیر منقولہ قانون مقام وقوع کی تابع ہوتی
ہے" ۔ اس اصول کی بنا پر یہ رائے قائم ہوئی ہے کہ جو شخص انگلستان کی اراضی
کا وارث ہو ، اس کو لازم ہے کہ وہ قانون انگلستان کے مخصوص مفہوم کے لحاظ
سے ، وارث ہو ، اور اس کے لئے اس پر لازم ہے کہ وہ قانون مذکور کے مخصوص مفہوم کے
لحاظ سے ، اپنے آپ کو صحیح النسب ثابت کرے ۔ اور قانون انگلستان میں ازدواج
مابعد سے صحیح النسبی ثابت نہیں ہوتی ۔ اگر جائداد منقولہ زیر بحث ہو تو اس کو
قانون انگلستان کے وسیع مفہوم میں ، اپنے آپ کو صحیح النسب ثابت کرنا کافی ہے ،
جو اس اصول کی بنا پر کہ جائداد منقولہ مالک کے ساتھ جاتی ہے "صحیح النسبی کو ذاتی
قانون پر محول کر دیتا ہے ۔ اور اس صورت میں ازدواج مابعد کی صحیح النسبی کو جو ذاتی
قانون سے حاصل ہوتی ہے ، اپنا ایک جز قرار دیکر اختیار کر لیتا ہے ۔ یہ بظاہر درست
معلوم ہوتا ہے ، لیکن بہ نظر تعمق دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے دو بڑی قباحتیں
لازم آتی ہیں :۔ اول یہ کہ صحیح النسبی کو ذاتی قانون پر محول کرنا جیسا کہ صفحہ ۹۹ میں بتایا جا چکا
ہے ، دائرہ میں دلیل کرنا ہے ، کیونکہ اکثر صورتوں میں ، ایک شخص کی قومیت یا توطن کا
حال معلوم کرنے کیلئے جس پر اس کے ذاتی قانون کا انحصار ہوتا ہے پہلے اس کی 228
صحیح النسبی کے فیصلہ کرنے کی ضرورت واقع ہوتی ہے ۔ صحیح النسبی کا مسئلہ مختلف واقعات
کی قانونی وقعت پر منحصر ہے ، اور منافی قانون بین الاقوام ، جو کچھ کرتا یا کر سکتا ہے ، وہ
صرف اسقدر ہے کہ وہ ان مختلف واقعات کی قانونی وقعت کی علیحدہ علیحدہ جانچ کے

متعلق، ایک مناسب قاعدہ بتادے۔ دوسرے یہ کہ اگر قرار دیا جائے، کہ جب جائداد غیر منقولہ زیر بحث ہو، تو صحیح النسبی، قانون مقام وقوع پر محول ہونی چاہئیے۔ تو اسکے معنی اور اس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا، کہ ان تمام مختلف واقعات کی قانونی جانچ جن پر صحیح النسبی کا انحصار ہوتا ہے، مقام وقوع کے قانون سے ہونی چاہیئے، لیکن اس صورت میں حقیقی ازدواج کے قبل یا مابعد کی پیدائش کے مسئلہ سے ہم کو آگے بڑھ جانا پڑے گا۔ صحیح النسبی کیلئے نکاح کا، گو کہ وہ پیدائش کے قبل کا ہو، جائز ثابت ہونا لازم ہے۔ اور پھر ممکن ہے کہ نکاح کا جواز قبل کے نکاح سے طلاق کے جواز پر منحصر ہو، پس ہم کو یہ دریافت کرنا پڑیگا، کہ قانون مقام وقوع کے استعمال کا سلسلہ کہاں جاکر ختم ہوگا؟ — اس سے ظاہر ہے کہ جو بظاہر معقول اصول قائم کیا گیا ہے، جب اس کا استعمال کہ جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کی نسبت کیا جاتا ہے، تو وہ ناقابل اطمینان ثابت ہوتا ہے۔ لارڈ برد ہام کی زور کے ساتھ یہ رائے تھی، کہ جن واقعات پر صحیح النسبی کا انحصار ہوتا ہے، ان میں قانون مقام وقوع کے استعمال کی حد کو متعین کر دینا محال ہے؛ اور انہیں وجوہ کی بناء پر، انھوں نے مقدمہ برٹوسیل بنام ورڈل میں اس امر پر زور دیا، کہ انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کے وارث سے بجز اس صحیح النسبی کے جو محض اسکی ذاتی حیثیت کا ایک جز ہے نسبی اور صحیح النسبی کا ثبوت طلب کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحیح النسبی، قانون مقام وقوع یا کسی دوسرے ایک قانون کی رو سے نہ کوئی چیز ہے، اور نہ بہ آسانی اس کا امکان ہے۔ جو کچھ خانگی قانون بین الاقوام بتاتا، اور جب تک کہ سخت تغیر اس کے سدراہ نہ ہوں بتا سکتا ہے، وہ یہی ہے: کہ صحیح النسبی، ایک ذاتی حیثیت ہے، جس کا انحصار اس مجموعی نتیجہ پر ہوتا ہے، جو مقدمہ کے ہر جداگانہ واقعہ کو، اس کے مناسب قانون سے جانچنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس بنا پر یہ کہنا، کہ صحیح النسبی کے تعین میں، ایک قانون کو بمقابلہ دوسرے قانون کے، ترجیح دینے صحیح نہیں ہو سکتا۔ کہنا یہ چاہیئے کہ انگلستان کی اراضی کی توریث کے مسئلہ میں، صحیح النسبی کی ذاتی حیثیت، قابل قبول ہے یا ناقابل قبول۔ مقدمہ برٹوسیل بنام ورڈل میں، جو کچھ طے ہوا، وہ دراصل یہی ہے؛ اور یہی فاضل ججوں کا خیال تھا، کہ انگلستان کے قانون کا ایک قاعدہ، ایسی توریث کیلئے پیدائش بعد ازدواج کی ایک نئی شرط

لگاتا ہے۔ اسپارہ میں بلحاظ تاریخ کے، ان کا خیال غالباً غلط نہ تھا، اور یہ امر قابل لحاظ
ہے کہ ڈی آرجنبرٹی نے اسطرح کا ایک عام قاعدہ قرار دیا تھا، کہ اگر کوئی شخص کسی 224
ملک میں صحیح النسب قرار دیا جائے، تو اصولاً اسکے یہ معنی نہیں ہوتے، کہ اسکے وراثتی اور جائدادی حقوق بھی قائم ہوگئے (رٹیوم لیگس دفعہ ۲۱۸ فصل ۶ نمبر ۲۰)۔ یہ قاعدہ، بجنسہ نہیں ہے، جو اوپر ذکر ہوا، کیونکہ کلیسائی قانون، جو صحیح النسبی کے متعلق تھا، اسقدر رائج اور شائع تھا، کہ کسی ایسے قاعدہ کے منظور کرلئے جانے کی امید نہیں ہوسکتی تھی، جو کلیسائی قاعدہ کو منسوخ کرکے، تناقض قوانین کو دور کرنے کے لئے، ایسے عام الفاظ میں مرتب ہوسکے۔ سیاق عبارت سے ظاہر ہے، کہ ڈی ارجنبرٹی ملک غیر کے عدالتی احکام متعلقہ صحیح النسبی، کے اثر کا خیال کررہا تھا، مگر یہ صورت کافی طور سے، قاعدہ مذکورہ بالا سے مشابہ ہے۔ فرض کرو، کہ تمام ممالک کے جاگیری قوانین کے مصنف، اس امر پر متفق ہوجائیں، کہ ملک غیر کا حکم متعلقہ صحیح النسبی، یا ایسی صحیح النسبی، جو کسی ایسے قانون سے قرار پائی ہو، جس کا وجود مقام وقوع میں نہ ہو، جائداد غیر منقولہ کی وراثت کے مستحق ہونے کے لئے، کافی نہ متصور ہوگا۔ یہ باوجود قرار پاجانے کے بھی، اپنی نوعیت کے لحاظ سے، ہر ملک کے مخصوص قانون کا ایک قاعدہ متصور ہوگا، نہ کہ مختلف مخصوص قوانین میں، ایک قانون کے انتخاب کا۔ یا یوں کہو، کہ ہمارے مفہوم کے مطابق شخصی قانون بین الاقوام کا کوئی قاعدہ۔

اسپارہ میں جس رائے کا اظہار ہوا ہے، اس سے اس سوال کا جواب ملجاتا ہے، جو لا کوارٹرلی ریویو جلد ۵ صفحہ ۲۴۴ میں پیش کیا گیا تھا، جب کہ انگلستان کی اراضی کا میعادی پٹہ بقانون بین الاقوام کے اغراض کے لئے، جائداد غیر منقولہ متصور ہوتا ہے (دیکھو دفعہ ۲۶۴ (۱))، تو اس کی وراثت کے لئے صحیح النسبی کا تعین، قانون مقام وقوع سے نہیں ہوسکتا۔ اور کیا یہ قاعدہ، اس سے مطابق ہوگا، کہ انگلستان کی جائداد منقولہ کی وراثت کے واسطے، وہ بچہ صحیح النسب ہے، جو والدین کے ازدواج مابعد کی بناء پر، اس ملک میں جہاں کہ ایسا قانون جاری ہے، صحیح النسب سمجھا جاتا ہے؟ (دفعہ ۱۲۶ گزشتہ) — اس کا جواب یہ ہے، کہ انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کی حالت میں بھی، وارث کی صحیح النسبی، ان معنے میں جو کہ سوال میں مقصود ہے، قانون مقام وقوع پر محول نہیں کیجاتی ہے، بلکہ وراثت، انگریزی

قانون کے ایک ایسے قاعدہ کے ماتحت ہوتی ہے جو سیعاوی پیٹہ کیلئے نہیں ہے:
ایسی حالت میں موخرالذکر (یعنی پیٹہ) بترتیب ترجیح النسب رشتہ دار کے نام بغیر خلاف ورزی دفعہ ۱۶۴ کے منتقل ہوجاتا ہے۔

دفعہ ۱۷۹ جو شخص دفعہ ۱۷۰ کی رو سے انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کا وارث نہیں ہوسکتا، وہ انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کو بذریعہ وراثت سوائے اپنی خاص اولاد کے، اور کسی شخص کیطرف منتقل بھی نہیں کرسکتا۔

مقدمہ ڈان ۱۷۵ ۱۸۵۱۔ ذریعہ ۴۔ ۱۹۔ جج کنڈرسلے

225

فصل نہم

اختیارِ سماعت و حدودِ اختیارِ سماعت (Jurisdiction) کے متعلق عام تصورات

شخصی قانون بین الاقوام کے متعلق انگلستان کے اصول کی توضیح میں، جو تیسری فصل سے شروع ہوتی ہے، ہم نے جو ترتیب ملحوظ رکھی ہے، وہ یہ ہے، کہ سب سے پہلے اشخاص کی حیثیت پر غور کیا گیا ہے، اور بعدہٗ ان مقدمات پر، جن سے ممیز طور سے جائداد کے مختلف حقوق اور ذمہ داریاں ظاہر ہوتی ہیں، اور جو بمنزلہ اس دائرہ کے ہیں، جن کا مرکز خود مالک کی ذات ہے، اور سب سے آخر میں، خود جائداد کے حقوق سے بحث کی گئی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم نے، وہ تمام مسافت طے کرلی ہے، جو اس فن کی قدیم اصطلاح میں ذاتی اور حقیقی قوانین کے نام سے موسوم کیجاتی تھی۔ اب ہم کو صرف ذمہ داری سے بحث کرنا باقی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسا قانون، جو کسی شخص کی ذاتی حالت کا، خود اس کے یا دوسرے اشخاص کے، طرز عمل کی بنا پر تصفیہ کرتا ہے ! ــــ مثلاً اسکو خود اس کے یا اس کے والدین کے بعض رسوم کے ادا کرنیکی بنا پر منکوح یا صحیح النسب قرار دیتا ہے، یا ــــ بعض افعال کے ارتکاب یا ان کے ترک مثلاً وصیت یا غیر وصیت یا انتقال وغیرہ کی بنا پر بعض امور کا بشمول غیر مادی حقوق کے تصفیہ کرتا ہے، اس قانون سے بالکل جدا ہے جس سے معاہدہ یا ہرجہ کی بنا پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مقدم الذکر صورتوں میں ایک حالت یا شئے کے متعلق تصفیہ ہوتا ہے، اور اگرچہ حالت کی بنا پر بعض فرائض، قابل عمل پیدا ہوتے ہیں، مگر جو فرائض شئے کے متعلق پیدا ہوتے ہیں، وہ صرف منفی ہوتے ہیں؛ یعنے یہ کہ جس شخص کے حق میں قانون نے اس شئے کا تصفیہ کردیا ہے، اسکے استفادہ میں کسی قسم کی خلل اندازی نہ ہونے پائے۔ موخر الذکر صورتوں میں عملی فرائض جن کا تعلق دینے یا کرنے یا مہیا کرنے سے

ہوتا ہے بطریق پر عائد کئے جاتے ہیں۔ ان کے سوائے کوئی دوسرا امر بمقابل تصفیہ نہیں ہوتا جو قوانین مقدم الذکر صورتوں سے متعلق ہیں۔ ان کی بنیاد، وہ اختیارات ہیں، جو ان کو اس حالت یا شے کے متعلق، حاصل ہوتے ہیں، جو مادی طور سے ان قوانین کے حدود سماعت میں موجود ہوتی ہے، یا مسلمہ رسم و رواج یا مفروضہ اصول کی بنا پر، ان امور سے جن پر وہ محاط ہیں تعلق رکھتی ہے۔ برخلاف اس کے جو قوانین موخرالذکر صورتوں سے متعلق ہوتے ہیں، ان کی بنیاد وہ اختیارات ہیں، جو ان کو فاعل فعل (Agent) کے متعلق حاصل ہوتے ہیں۔ فاعل کے مفہوم میں، وہ فریق بھی داخل ہے جو ترک فعل کا مرتکب ہو، لیکن فاعل پر اختیارات ہونے کی حالت میں، قانون اور اختیار سماعت، صرف ان اختیارات کی دو مختلف حیثیتیں متصور ہوں گی۔ ہم صفحہ ۱۷ پر لکھ چکے ہیں کہ 226
قانون بین الاقوام کے قواعد، اکثر حدود سماعت کے بین الاقوامی قواعد سے، اس اصول کے ذریعہ سے کہ "قانون کا انحصار اس مقام پر ہوتا ہے، جہاں مقدمہ کی سماعت ہوتی ہے" اخذ کئے گئے ہیں۔ اس عمل کی صحت کے دلائل حسب ذیل ہو سکتے ہیں:۔

اولاً۔ یہ کہ: روایات، طرز عمل یا مقدمہ کے ضروریات، ان حدود ارضی کا پتہ دیتی ہیں، جس میں اس مقدمہ کا تصفیہ بہترین طریقہ سے ہونا چاہئے؛ یا بطریق موثر ہو سکتا ہے۔

ثانیاً۔ ان لوگوں کو جنھیں تصفیہ مقدمہ سے تعلق ہے، عام طور سے کوئی وجہ اس دعوی کرنے کی نہیں ہوتی کہ عدالت سماعت کنندہ کو، بجز اپنے قانون کے کسی دوسرے قانون کا اتباع کرنا چاہیئے۔

ثالثاً۔ اگر معاملہ اتفاقیہ طور سے، دوسرے حدود ارضی میں پیدا ہوا ہو، تو یقین، جو کہ قانون میں اسقدر اہم ہے، اس کا مقتضی ہوتا ہے، کہ اس کا تصفیہ اسطرح کیا جائے، جسطرح اس مقام پر ہوتا، جو ابتدائی اختیار سماعت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ کیفیت، ہر قسم کے مقدمات کے حسب حال ہے، مگر دوسری شکل، بہ نسبت اشیاء یا حالت کے، ذمہ داری کے معاملہ میں، زیادہ تر مستحکم ہو جاتی ہے۔ ذمہ داری کے معاملہ میں، اس امر کا جس کی نسبت تصفیہ مطلوب ہوتا ہے، کوئی وجود، اس ابتدائی اختیار سماعت کے قانون سے علیحدہ نہیں ہوتا، جو اسکی تعمیل کیلئے معین ہے۔ حدود

اختیارات کے ابتدائی ہونے کا یہی نتیجہ ہے؛ اگر وہ عدالت جس کا صحیح طور سے مدعی علیہ تبیع ہے بلحاظ حالات مقدمہ اس کو ذمہ دار نہیں قرار دیتی تو وہ ذمہ دار نہیں ٹھیرتا: اور مقدمہ میں کوئی جان باقی نہیں رہتی۔ البتہ اس میں یہ شرط ضرور لگی ہوئی ہے کہ ذمہ داری کی بحث میں قواعد متعلقہ انتخاب قوانین بر بنائے روایات بحال خود قایم ہوں؛ اگرچہ اختیار سماعت کے وہ قاعدے جن سے قواعد مذکور پیدا ہوئے منسوخ اور باطل ہو گئے ہوں، یا یہ کہ ایسے قواعد ان ممالک میں اختیار کر لئے گئے ہوں جنھوں نے اختیار سماعت کے قواعد کو جو ان کے ماخذ ہیں کبھی اختیار نہیں کیا تھا۔ انضمام سابق کے لئے جو اتحاد اقوام میں قائم ہوتا ہے، اس سے اس قسم کے نتائج کا پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے؛ لیکن اس سے ان اصول پر کوئی اثر نہیں پڑتا جن پر یہ اتحاد مبنی ہے۔ ان قیود اور خود ان مسائل سے جن کے متعلق یہ قیود قائم کئے جاتے ہیں، اس امر کی ضرورت ثابت ہوتی ہے کہ ذمہ داری کے متعلق انتخاب قوانین کے قواعد سے بحث شروع کرنے سے پہلے طالب علم کو ان مسائل کی تاریخ سے آگاہ کر دیا جائے، جو اختیار سماعت کے متعلق یورپ میں رائج تھے۔ تبصرہ کے اس حصہ میں جو قوانین روما کے متعلق ہے، میں سوگنی کی اس اہم کتاب کی آٹھویں جلد کا اتباع کروں گا جو اس نے زمانہ حال کے قوانین روما پر تالیف کی ہے۔

جسٹینین کے عہد حکومت میں ہر قسم کی ذمہ داریوں کے مقدمات، بلا لحاظ نوعیت اور مقام معاہدہ کے، مدعی علیہ کی ذاتی عدالت میں پیش ہو سکتے تھے؛ یہ ہر اٹلین کے لئے تھا، خواہ وہ شہری ہو یا سلطنت کے کسی دوسرے حصہ کا باشندہ، یا اس مقام کا، جہاں اس نے توطن اختیار کر لیا ہے؛ کیونکہ تمام اٹلی سوٹیاس Civitas یا رس پبلکا (Respublica) میں منقسم تھی جن کو ابتدائی اختیارات سماعت حاصل تھے؛ اور ہر اٹلین میونسپل شہری 227

ـــــــــــــــ

[1] سیوس (Civis) کا استعمال صرف روما کے شہری کی نسبت ہوتا تھا بمقابلہ لیٹینس (Latinus) اور پریگرینس (Peregrinus) کے؛ اگر میونیسپس (Municeps) سے مراد ہر میونسپل کا شہری تھا خواہ وہ میونیسپیم کا ہو یا خواہ کالونیا (Colonia) کا، دونوں رس پبلکا (Respublica) سے تھے؛ لیکن کالونیا میونیسپیم میں داخل نہ تھا۔

ہونے کی حیثیت سے، ان میں سے کسی نہ کسی ایک کا رکن ہوتا تھا۔ جس کے، یہ معنے ہیں کہ وہ اس جماعت کے اختیارات عدالت ابتدائی کا تابع ہوتا تھا؛ اگرچہ وہ کسی ایسے دوسرے شہر یا صوبہ کا متوطن ہو۔ اور ایسی حالت میں وہ اپنے مقام توطن کی عدالت کا بھی تابع متصور ہوتا تھا۔ اصول کے لحاظ سے، مدعی کو اختیار تھا کہ وہ اپنا دعوی اس عدالت میں دائر کرے، جو اسکی مستقل سکونت کا مقام، پیدائش کی بنا پر ہو؛ یا مدعی علیہ کے مقام توطن کی عدالت میں! ——— لیکن قیاس غالب یہ ہے کہ کسی صریح حکم کی بنا، پر، جس کا پتہ اس وقت نہیں چلتا، اس کو عدالت مقدم الذکر میں مقدمہ دائر کرنے کی ممانعت تھی؛ بجز اس حالت کے کہ مدعی علیہ اپنی پیدائش کے ملک میں پایا جائے۔ اگر ایسا نہ بھی ہوتا تب بھی اپنی آسانی کے لحاظ سے مدعی عام طور سے مقام توطن کی عدالت ہی کو ترجیح دیتا ہوگا۔

لیکن چونکہ صوبوں میں جو شاہی گورنروں کے ماتحت ہوتے تھے، ایک عرصہ تک ابتدائی اختیارات کے ساتھ سوتیس ((Civitates)) قائم نہ تھے؛ اس لئے کچھ اسی قسم کے اختیارات کے ساتھ ڈیفنسوریس ((Defensores)) پیدا ہو گئے؛ اور ایک صوبہ کے باشندے کے لئے بجز اس کے مقام توطن کی عدالت کے، کوئی دوسری ذاتی عدالت نہ تھی۔ البتہ کارا کلا کے آئین کے مطابق جس کی رو سے حکومت کی تمام آزاد رعایا کو شہر روما کی باشندگی کے حقوق دیدیئے گئے تھے؛ اس کے لئے مقام سکونت بر بنائے پیدائش کی عدالت روما میں بھی کھلی ہوئی تھی۔ اس سے بہت قبل شہر روما کی باشندگی کے حقوق، آئین جولیا کے ذریعے سے تمام اٹلین کو حاصل تھے؛ اس بنا پر ایسے اشخاص کو، جن کا بلا واسطہ تعلق، شہر روما سے نہ تھا ——— بلکہ وہ در اصل کسی دوسری اٹلی کی رس پبلکا کے رہنے والے تھے، ——— دو شہروں کے حقوق حاصل تھے۔ علاوہ اس حق توطن کے، جو بظاہر ان دونوں سے جدا تھا، ایسے اٹلین اور باشندگان صوبہ کے متعلق، کارا کلا کے آئین کے اجرا کے بعد مجموعہ قوانین میں صریح احکام موجود ہیں کہ ان پر روما میں بنائے حقوق شہریت، دعوی نہیں ہوسکتا تھا؛ جب تک وہ حقیقی طور سے وہاں موجود نہ ہوں۔ اور اس میں بھی بہت سے مستثنیات تھے جو مجموعی طور سے (Jus domum - Revocandi) کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے۔ اس سے یہ استنباط ہوتا ہے؛

جیسا کہ قبل ازیں بیان ہوا، کہ اس قسم کی حفاظت کا وجود تھا کہ حق شہریت کی بنا پر، مدعی علیہ کو، اپنے توطن سے جواب دہی کے لئے کھینچ کر بلوانے کی ضرورت نہ واقع ہو۔

مدعی علیہ کی عدالت کے علاوہ، مدعی کو قانون روما سے یہ اختیار حاصل تھا، کہ وہ ذمہ داری کے صحیح حدود اختیارات میں، مدعی علیہ پر دعویٰ دائر کرے، اسی کیلئے عدالت مقام معاہدہ (Forum contractus) اور قانون مدعی علیہ (Rei gestae) زمانہ حال کی اصطلاحات ہیں، اور وسیع طور سے ان مقدمات کے متعلق مستعمل ہوتی ہیں، جن کا پتہ ان الفاظ سے نہیں چلتا۔ سوگنی کا بیان ہے کہ ان اختیارات سماعت کو مفصلۂ ذیل صورتوں پر مبنی قرار دینا چاہیے:۔

۱۔ "ایسے مقام پر، جس کو فریقین نے باہمی رضامندی سے بطور خاص تعمیل کے لیئے قرار دیا ہو، خواہ اس مقام کا بصراحت نام لیا گیا ہو"، جیسا کہ اس مشہور اصول قانون میں بتایا گیا ہے، کہ "ہر شخص کی نسبت اس جگہہ معاہدہ کیا جانا سمجھا جائے گا، جہاں اس نے ادائی کی ذمہ داری قبول کی ہو" (خلاصہ ۴۴۔ ۷۔ ۲۱)۔ یا اس بنا پر کہ "جو فعل، ذمہ داری کے قبول کرنے سے عمل میں آنے والا ہے، وہ صرف ایک ہی مقام پر، عمل میں لایا جا سکتا ہو"، جیسا کہ اراضی یا مکان کی فروخت یا پٹہ میں ہوتا ہے، جس میں قبضہ کا دیا جانا لازم ہے۔ 228

۲۔ "مقام تکمیل نہ متعین ہونے کی صورت میں، یہ اختیار سماعت" اس امر پر مبنی ہو سکتا ہے کہ ذمہ داریاں "مدیون کے سلسلہ کاروبار سے پیدا ہوتی ہیں"، اور مقام کاروبار متعین ہوتا ہے[1] جیسے ان اشخاص کی ولایت جو اپنا انتظام خود نہ کر سکتے ہوں، اور دوسری ہر قسم کی حفاظت، اور دوسرے اشخاص کے کاروبار کی انجام دہی — خواہ اس کے کل کاموں کی ہو، بذریعہ مختار نامہ عام، یا خاص کاموں کی، مثلاً صرف صنعتی یا تجارتی کاموں کی — اور خواہ وہ بربنائے معاہدہ ہو یا حکم، بشرطیکہ وہ محض ایک مخصوص

---

[1] گوتھری کا یہ کہنا کچھ کم صحیح ہو گا، بلکہ بعض مثالوں میں زیادہ ترموزوں ہو گا، جیسا کہ میں قبل ازیں ترجمہ میں کہہ چکا ہوں کہ حدود اختیارات کی بنیاد اس واقعہ پر قائم کیجا سکتی ہے کہ ذمہ داریاں مدعی علیہ کے اس کاروبار کی انجام دہی سے پیدا ہوتی ہیں جس کا تعلق ایک قابل تعین مقام سے ہوتا ہے۔

کام کیلئے، عارضی نہو؛ ـ یا تمثال معاہدات کی تعمیل آوری جس میں فریقین میں سے صرف ایک فریق کی مرضی پر کام ہوا ہو؛ ـ یا بلا علم و رضامندی مالک کے کوئی کام کیا جائے: اس میں بھی یہی شرط ہے کہ وہ صرف ایک مخصوص کام اور عارضی نہو۔ اور سب سے آخر مثال، خود ایک شخص کی مہاجنی اور کمیشن ایجنسی کی ہے۔ اس دوسری قسم میں جو مثالیں دی گئی ہیں، ان میں کچھ اختیارات، بربنائے کاروبار قائم ہوتے ہیں، وہ اکثر صورتوں میں، اس اختیار سے مطابق ہوجاتے ہیں، جن کی بنیاد توطن پر ہوتی ہے، مگران دونوں کے علحدہ علحدہ ہونے کا امکان ہے۔

۳ ‘‘ اختیار سماعت’ اس مقام سے بھی متعین ہوتا ہے، جہاں ذمہ داری پیدا ہوتی ہے، اگر مدیون کے توطن کا مقام بھی یہی ہو؛ یعنے’ اس حالت میں، اختیار سماعت کی دو بنیادیں ہوجاتی ہیں؛ اگر مدیون کے تبدیل مقام یا موت سے’ اس کے ورثا، یا خود وہ، جدید مقام توطن کی عدالت کا منجملہ دو وجوہ متذکرہ بالا کے، ایک وجہ کی بنا پر، تابع ہوجاتا ہے؛ پھر بھی وہ، اور اس کے ورثا، دوسری وجہ کی بنا پر، قدیم عدالت کے تابع رہتے ہیں۔

۴ ‘‘ اس مقام سے بھی جہاں ذمہ داری پیدا ہوتی ہے، اختیار سماعت قائم ہوجاتا ہے؛ گوکہ وہ مدیون کے مقام توطن سے علحدہ ہو؛ بشرطیکہ حالات ایسے ہوں کہ اسنے اس امید کئے جانے کی گنجائش ہو کہ اس کی تعمیل بھی، اسی مقام میں ہوگی’’۔

‘‘ ایسی امید، اس شخص سے کی جاسکتی ہے، جو اپنے مقام توطن سے علحدہ،
229 ایک درجہ تک مستقل، کوئی تجارتی کاروبار قائم کرتا ہے، اور ایسا انتظام کرتا ہے، جس سے یہہ خیال ہوسکتا ہے کہ جس سامان کو، وہ، اس مقام پر فروخت کررہا ہے، اس کو، وہیں حوالے کردیگا۔ اس طور سے، وہ اپنے آپ کو، اس مقام کی مخصوص عدالت ذمہ داری کا تابع کردیتا ہے، جہاں معاہدہ منعقد ہوا تھا۔ ‘‘ ابیتن نے، اس اصول کو تفصیل سے بیان کیا ہے؛ مگر اسکے ساتھ ہی محض معاہدہ کے کسی مقام پر منعقد ہونے کی بنا پر، بغیر تمام شرائط کے پائے جانے کے، اختیار سماعت کے فرض کرلینے کے خطرات سے بھی متنبہ کیا ہے۔ اس نے، اس انتباہ کی تائید میں، ایسے شخص کی صورت پیش کی ہے، جو

سفر کی حالت میں کوئی معاہدہ کرتا ہے، اور ایسی حالت میں کسی صورت سے، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مقامِ معاہدہ کی عدالت کے اتباع پر رضامند تھا۔

"ایسے تجارتی تعلق کو عدالت ذمہ داری کی ایک مثال تصور کرنا چاہیئے، نہ کہ لازمی شرط، کیونکہ جب کوئی معاہدہ اس مقام کے زمانۂ قیام میں ہوتا ہے، جو جائے توطن کے علاوہ ہے، تو مضمون پر غور کر کے یہ اخذ کرنا ضرور ہوتا ہے کہ اس کی تکمیل کے متعلق، بقیاس غالب فریقین کا کیا منشاء تھا؟ اسلئے اگر کوئی عہدہ دار سرکاری بغرض ادائے فرائض منصبی، یا مجلس وضع آئین و قوانین کا کوئی نمائندہ، چند ماہ کسی ایک مقام پر قیام کرے، اور وہاں اپنے روزمرہ کے مصارف کے لئے قرض لے، تو اس میں کوئی کلام نہیں کہ وہاں ذمہ داری کی مخصوص عدالت قائم ہو جائے گی؛ اسیطرح اگر کسی مقام تفریح پر جا کر انھیں اغراض سے قرض لیا جائے۔ برخلاف اسکے اگر تفریحگاہ یا مقام تفریح میں ایسے تجارتی معاہدات کئے جائیں، جن میں مزید کارروائی مقام توطن میں متوقع ہو، تو اختیار سماعت مقام معاہدہ کو حاصل نہیں ہو سکتا؛ چونکہ اس معاملہ میں تمام تر دارومدار فریقین کے غالب منشاء پر ہوتا ہے، اس لئے بعض حالات میں چند روزہ قیام بھی، ایسے اختیارات کے قائم کر دینے کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ ایسا اختیار سماعت اس مسافر کے مقابلہ میں ثابت قرار دیا جائیگا، جو سرائے کے مطالبہ کو ادا کرنے سے انکار کرتا ہے؛ کیونکہ اس معاملہ میں فوراً رقم ادا کرنے کا عام دستور ہے، اور اسی کی ہر شخص کو توقع ہوتی ہے۔ اس طور سے تمام امور کا انحصار اس تعلق پر جا کر ٹھہرتا ہے، جو قیام کی نوعیت اور مدت کو ذمہ داری کے معاملہ سے ہوتی ہے۔"

۵ "اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے، تو عدالت ذمہ داری، مدیون کے مقام توطن کی عدالت ہے"۔ امثلہ:۔ وہ معاہدات جو بحالت سفر کئے جائیں، اس حد تک کہ وہ ضمن الف کے تحت میں نہ داخل ہوتے ہوں۔ مقدمات واپسی جہیز، شوہر کے مقام توطن 230
میں دائر ہونے چاہئیں، نہ کہ وہاں جہاں ان کا معاہدہ ہوا تھا۔ اس صناع کا مقدمہ، جو اپنے ایجنٹ کو حصول فرمایشات کے لئے باہر بھیجتا ہے؛ کیونکہ اس صورت میں معاہدہ کی تعمیل اشیاء کی روانگی سے اس جگہہ ہوتی ہے، جہاں وہ تیار ہوتی ہیں۔ جیسا کہ قانون روما کی، اس تجویز سے ظاہر ہوتا ہے، کہ اشیاء اسی وقت سے خریدار کی

ذمہ داری میں آجاتی ہیں، اگرچہ ملکیت جس کی تبدیلی کے لیئے تحویل ضرور ہے، اسوقت تک قائم رہتی ہے جب تک کہ اشیاء مذکورہ مقام مقصود تک نہ پہنچ جائیں۔

"یہ تمام مقدمات اگرچہ بظاہر مختلف معلوم ہوتے ہیں، اور ان کے باہمی تعلقات محض عارضی نظر آتے ہیں، باوجود اس کے، وہ سب ایک عام اصول کے تحت میں آجاتے ہیں: یعنے ہمیشہ مقام تعمیل سے، اختیارات سماعت کا تعین ہوجاتا ہے، خواہ وہ صریح طور سے مقرر کیا گیا ہو (نمبر ۱) یا اس کا انحصار صریح توقع پر ہو (از نمبر ۲ تا ۵)۔ دونوں صورتوں میں، یہ فرض کرلیا جاتا ہے کہ مدعی علیہ نے، اس اختیار سماعت کا اتباع بخوشی منظور کرلیا تھا، جب تک کہ بصراحت اس کے خلاف، اظہار عمل میں نہ آیا ہو"[1]

مخصوص اختیارات سماعت، جو بربنائے ارتکاب افعال قابل ہرجہ پیدا ہوتے ہیں، ان کا پتہ قدیم قانون روما میں نہیں چلتا؛ قیام بادشاہی کے بعد سے ان کا آغاز ہوا؛ ان کو اس حد تک قبولیت کا مرتبہ ملا کہ بعدہ وہ قوانین مصدرہ سلطنت میں بھی شکل عدالت توطن، و عدالت معاہدہ، و عدالت مدعی علیہ، کے شمار ہونے لگے۔ ان کو عدالت ذمہ داری کی، جو عام طور سے عدالت معاہدہ بھی کہی جاتی ہے، ایک شکل قرار دینا غلط ہوگا؛ کیونکہ عدالت ہرجہ (Forum delicti) مفروضہ اختیاری اتباع سے نہیں پیدا ہوتی؛ اور اس لحاظ سے وہ حدود جو عدالت ذمہ داری کے متعلق قائم کئے گئے ہیں، اس پر صادق نہیں آتے۔ اس اختیار سماعت کے قیام کے لیئے، نہ توطن، اور نہ کسی دوسرے ظاہری تائیدی حالات، کی ضرورت ہوتی ہے، بلکہ وہ اتفاقی اور عارضی قیام کے مقام میں بھی، ارتکاب فعل قابل ہرجہ سے پیدا ہوجاتا ہے؛ اس لحاظ سے، اس کی ایک مخصوص صورت ہے۔ اس کا قیام خود اختیاری اتباع پر نہیں، بلکہ جبری اتباع پر ہوتا ہے جو خطاکار کے، ارتکاب خطا کے ذریعہ سے، خلاف ورزی حق، کا بلا واسطہ نتیجہ ہے۔ علاوہ اس کے خطاکار کی نسبت، جو اختیار سماعت حاصل ہوتا ہے، اس میں بھی، معاہدہ کی طرح بہت کم مستثنیات کی گنجایش ہوتی ہے، تاہم مدعی کو ہمیشہ یہ اختیار رہتا ہے کہ وہ

---

[1] صفحہ ۳۶۳ کے (۱) سے لیکر یہاں تک، سوگنی کی کتاب نظام قانون روما کے دفعہ (۳۷۰) سے لفظ بلفظ یا بطور خلاصہ کے لیا گیا ہے۔ جو فقرے "انورنڈ" کا ۱۸۶۹ء میں شایع ہوا وہ گوتھری کے ترجمہ کے صفحات ۱۶۴-۱۶۰ سے

خواہ اس مخصوص اختیار سماعت سے استفادہ کرے، یا اس عام اختیار سماعت سے جو مدیون کے توطن پر مبنی ہے !" — "یہ سوال اکثر پیش کیا گیا ہے کہ آیا عدالت ذمہ داری صرف انہی افعال تک محدود ہے جو ذمہ داری کے سلسلہ میں فطری طور سے بڑھکر اس کی تعمیل کی طرف منجر ہوتے ہیں، یا اس کا تعلق ان افعال سے بھی ہے جن کا 231
رجحان دوسری طرف ہوتا ہے، یعنے وہ کہ ذمہ داری کو منسوخ یا جو کچھ اس کی تعمیل کے متعلق ہو چکا ہے، اس کو الٹ پلٹ کر دینا چاہتے ہیں۔ عام قاعدہ تو یہی ہے کہ اس اختیار سماعت کا اصلی اور محدود استعمال ہی تسلیم کیا جاتا ہے، اور اس کا ضمنی اور وسیع تر استعمال بطور استثنا کے ان چند مقدمات میں واقع ہوتا ہے، جن میں ذمہ داری کے پیدا اور اس کے مفقود ہو جانے کی بنیادوں میں اشتراک ہوتا ہے، مثلاً — جب ایک ایسی ذمہ داری کی تنسیخ جو معاہدہ سے پیدا ہوئی ہو، دوسرے اسی کے ساتھ کے معاہدہ سے ہوئی ہو" . . . .

"مقام ذمہ داری کے اختیارات سماعت اسی وقت کامل متصور ہوتے ہیں، جبکہ اس ملک میں مدیون موجود ہو، یا وہاں اس کے قبضہ میں جائداد ہو، موخر الذکر صورت میں ڈگری کی تعمیل اس کے خلاف اس جائداد کی قرقی سے عمل میں آئے گی، جو اس کے قبضہ میں ہوگی۔ قدیم قوانین روما کے لحاظ سے اس صورت کی نسبت جو علیٰ سبیل البدل بتائی گئی ہے، کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا، مگر جسٹینین کے ایک قانون کے لحاظ سے اس کو منسوخ سمجھنے کا امکان ہے، مگر وہ قانون خود اسقدر عام اور غیر محدود الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے، اور مختلف حدود و اختیارات اس طور سے بلا امتیاز مخلوط کر دیئے گئے ہیں، کہ اس سے یقین کے ساتھ یہ استنباط نہیں کیا جا سکتا، کہ قدیم قانون کو منسوخ کرنا مقصود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈگریوں کے فیصلہ جات میں اس کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا، بلکہ قدیم قانون کی لفظی پابندی کیجاتی ہے۔ سوگنی کہتا ہے : کہ "موجودہ عملدرآمد کا زیادہ تر رجحان (اس سے اس کی مراد اس عملدرآمد سے نہیں ہے، جو زمانہ حال کے قوانین یا آئین میں بتایا گیا ہے، بلکہ مقصد اس عملدرآمد سے ہے جو قانون روما میں جہاں قانون مذکور رائج ہے بتایا گیا ہے) اسی رائے کی طرف ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مقام ذمہ داری کے اختیارات سماعت محض ایک ملک غیر کی عدالت کی درخواست پر

ایک غیر حاضر شخص کے مقابلے میں موثر نہیں ثابت ہو سکتے۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ اس شرط کے لگا دینے سے، عدالت مقام ذمہ داری کی اہمیت میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے[1]،

سوگنی کی اس رائے کی مخالفت میں جو رائیں پیش ہوئی ہیں، ان میں سے جس پر سب سے زیادہ عملدرآمد رہا ہے، وہ یہ رائے ہے، کہ قانون روما میں عموماً مقام تکمیل معاہدہ سے — نہ کہ اس مقام سے جہاں اس کی تعمیل قرار پائی تھی — مخصوص اختیارات کا تعین ہوتا ہے، اور یہی رائے قرون وسطیٰ میں عام طور سے رائج تھی۔ اس کی تائید میں الپین کی یہ عبارت پیش کیجاتی تھی "اگر کوئی سوداگر کسی مقام پر اپنا مال فروخت یا تقسیم کرتا یا معرض بیع میں لاتا ہے (بجز اسکے کہ وہ اس کو حفاظت کے لئے کسی دوسرے مقام پر جمع کرے) تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اسی مقام کی عدالت میں جوابدہی کرنی چاہیئے"، کتاب ڈائجسٹ ۵-۱-۱۹- دفعہ ۲- مگر یہ صرف اس فقرہ کی تمہید ہے جس میں الپین، اپنے ناظرین کو تنبیہ کرتا ہے کہ اس کے الفاظ کی غیر مشروط تعبیر کیجانی
282 چاہیئے، اور بعدہٗ اپنے خیالات کی توضیح کرتا ہے، جس کو ہم صفحہ ۲۲۹ پر لکھ آئے ہیں۔ دوسرا اقتباس، جو اسی مقصد کیلیئے پیش کیا جاتا ہے، وہ گیئس کی ایک تالیف متعلقہ احکام صوبہ جات سے اخذ کیا گیا ہے، جو حسب ذیل ہے۔

"معاہدات کے متعلق۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ معاہدہ کا وقوع محل آنہم اس جگہ سمجھا جاتا ہے، جہاں رقم کا ادا کرنا قرار پاتا ہے۔ نہ کہ وہاں جہاں، اسکے متعلق گفت و شنید ہوئی ہو"۔ خلاصہ ۴۲-۵-۳-

اس اقتباس کا آخری جز بلحاظ تاثیر کے قانون مقام مصرحہ معاہدہ کے مساوی ہے، جس کو ہم صفحہ ۲۲۸ پر بیان کر چکے ہیں۔ اور اس کو فقرہ کے جز اول — "جہاں ایک شخص معاہدہ کرتا ہے" — کی توضیح تصور کرلی چاہیئے؛ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو رائے، قانون مقام تعمیل معاہدہ کے متعلق تھی، اس میں زور پیدا ہو گیا۔ اور یہ سمجھا جانے لگا کہ فقرہ کے جز اول میں، ایک قاعدہ بتایا گیا ہے؛ اور جز ثانی میں، قانون مقام مصرحہ معاہدہ کے ساتھ، ایسی حالت میں کہ معاہدہ میں، رقم کے ادا کرنے

---

[1] سوگنی دفعہ (۳۷۱) نظام قانون گومتری-۴-۱۷-۱-۱۷۱ ؎

کے لیے کوئی مخصوص مقام مقرر کیا گیا ہو، اس کا صرف ایک استثنا بیان ہوا ہے۔ پروشیا کا ضابطہ دیوانی انھیں خیالات کے مطابق مرتب ہوا ہے؛ اور اس میں بتایا گیا ہے کہ عدالت معاہدہ، اس مقام کو قرار دینا پڑے گا، جو از روئے معاہدہ، اس کی تعمیل کے لئے متعین کیا گیا ہو؛ بشرطیکہ کوئی تعین ہوا ہو۔ اگر کوئی تعین نہیں ہوا، تو اس مقام کو، جہاں معاہدہ نے، واجب التعمیل ہونے کی حیثیت پیدا کی۔ حصہ اول فصل ۲، دفعہ ۱۴۹ مگر عام رائے یہ قرار پائی ہے: کہ مقام تعمیل سے ـــ خواہ اس کا تعین، معاہدہ سے ہوتا ہو، یا اس کا استنباطاً، مقدمہ کی نوعیت سے کیا جا سکتا ہو؛ ـــ صحیح عدالت ذمہ داری قائم ہوتی ہے؛ اور جو ضابطہ دیوانی ۱۸۷۶ء میں تمام جرمنی سلطنت کے لئے جاری ہوا ہو، اس کو بلا کسی امتیاز کے، عدالت مدعی علیہ کا صحیح بدل قرار دیتا ہے۔ دفعہ ۲۹۔

تمام یوروپین ممالک میں، روما کے نظام قوانین کے خلاف صرف یہی ایک اہم استثنا پایا جاتا تھا: کہ قرون وسطیٰ میں فرانس میں، عدالت معاہدہ، خواہ تکمیل سے متعلق ہو یا تعمیل سے، تسلیم نہیں کی جاتی تھی۔ فیس پانے والے امرائے علاقہ جات کو انصاف رسانی کا موروثی حق حاصل تھا؛ اور شاہی عدالتوں میں ججوں کو جو تنخواہ ملتی تھی، وہ زر خرید ہونے کی بنا پر، ان کی ایک قسم کی جائداد متصور ہوتی تھی۔ اس لحاظ سے، مدعی علیہ کی تحقیقات کا، اس کے مقام توطن میں عمل میں آنا، مدعی علیہ سے زیادہ جج کا حق سمجھا جاتا تھا؛ جس سے مدعی علیہ، دوسری جگہ مقدمہ دائر ہو جانے کی حالت میں، عدالت مذکور کے اختیارات کو تسلیم کر لینے، یا معاہدہ میں پہلے سے شرط کر لینے کی بنا پر، دست بردار نہیں ہو سکتا تھا۔ اور امرائے مذکور، اور نیز شاہی عدالتوں کو، یہ اختیار حاصل تھا: کہ وہ ایسی عدالتوں سے بھی ـــ جہاں مقدمات دائر ہو چکے ہوں، اور جو بلحاظ اصول قانون روما، و نوعیت معاملہ مجاز سماعت ہوں؛ مگر صرف بربنائے توطن غیر مجاز قرار پاتی ہوں! ـــ مقدمات کی واپسی کا دعویٰ کریں۔ فریقین مقدمہ کے حقوق سے، جو بے پروائی کی جاتی تھی، وہ اس ظاہری شاندار اصول کے تحت میں سمجھی جاتی تھی: بکہ نفاذ اختیارات سماعت کے تعین کا حق، عام قانون کو ہے؛ کسی فریق کو یہ حق نہیں پہنچتا، کہ وہ، اس میں

خلل انداز ہوئے[1]۔ سنہ ۱۸۰۷ء میں جو آئین تجارت جاری ہوا، اُسی سے عدالت معاہدہ کی بنیاد پڑی، اور وہ بھی صرف ایسے مقدمات کے لیے جو جہاں ان کونسل، کی سماعت کے قابل تھے۔ ان میں مدعی کو اختیار تھا کہ وہ اپنا مقدمہ مدعی علیہ کے مقام توطن میں، جہاں پر وعدہ ہوا، اور سامان حوالہ کیا گیا، یا جہاں پر اس کی قیمت واجب الادا قرار پائی تھی، دائر کرے (فصل ۱۲۔ دفعہ ۱۷ فرمان) کے موجودہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۴۲۰ جو صرف تجارتی عدالتوں سے متعلق ہے، سنہ ۱۶۷۳ء کے ایکٹ سے بجنسہ ماخوذ ہے؛ مگر اُن معاملات میں جن پر فرانس میں لفظ دیوانی کا اطلاق ہوتا ہے، اس وقت تک عدالت معاہدہ کسی تحریری قانون کے ذریعہ سے تسلیم نہیں کی گئی ہے، البتہ یوں تسلیم کی جاتی ہے کہ ایکٹ مذکور کے ایک فقرہ سے معاملہ کے فریق کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ معاملہ کی تمام کارروائیوں کے متعلق ایسے مقام توطن کو منتخب کرے جو اس کے حقیقی مقام توطن کے علاوہ ہو (کوڈ نپولین دفعہ ۱۱۱)۔ برخلاف اس کے نپولین کے کوڈ کی دفعہ ۱۴ میں باشندگان فرانس مجاز کیے گئے ہیں کہ وہ ممالک غیر کے رہنے والوں پر فرانس میں دعویٰ دائر کریں؛ اگرچہ وہ لوگ وہاں مقیم نہ ہوں؛ اور گو معاہدہ ملک غیر میں ہوا ہو۔ اس سے مدعی کی ذاتی عدالت کا یہ تصور پیدا ہوا۔ بنیاد یہ قرار دی گئی کہ ملک کے باشندے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی سلطنت سے انصاف کا خواستگار ہو۔

عدالت معاہدہ کی، جو حالت فرانس میں تھی، اس کو مدنظر رکھ کر، بونیس سمجھتا ہے کہ قانون مقام معاہدہ کے اصول کی، جو دوسرے ممالک میں اصل بنیاد سمجھی جاتی ہے، وہ یہاں مفقود ہے؛ اور بجائے اس کے کہ وہ اسے کوئی قاعدہ تسلیم کرے، وہ تمام ایسے مقدمات کے فیصلہ میں، جو عام طور سے اس کے تحت میں آ سکتے ہیں، ہر ایک کے فیصلہ کی جداگانہ وجوہ قرار دینا زیادہ تر مناسب تصور کرتا ہے۔ ہم صفحہ (۱۸) پر بتا چکے ہیں کہ فرانس کے بڑے بڑے مقننوں کا رجحان اس طرف تھا کہ وہ رسم و رواج کو بجائے قانون کا مرتبہ دینے کے فریقین

[1] فصل اول صفحہ ۲۰، ۳۰ وار کتاب [illegible] (۳) ایڈیشن ۔

سے منشا کے اظہار کا ایک ذریعہ تصور کریں؛ اور مقامِ وقوع کے رسم و رواج کو مقامِ توطن کے رسم و رواج کے مقابلہ میں جس کا استنباط منشاءِ مفروضہ سے ہوتا ہو باطل قرار دیں۔ متذکرہ بالا حالات میں یہ امر فطری تھا کہ مقامِ توطن کے رسم و رواج، مقامِ معاہدہ کے رسم و رواج پر بھی غالب آجائیں؛ اسی بناء پر ڈائجسٹ میں لکھا گیا ہے کہ "قانون مقامِ معاہدہ پر عموماً اس قانون کو ترجیح دی جاتی تھی، جو مقامِ توطن کا ہوتا تھا" (۲۱-۲-۶)۔ یہ عام طور سے مقامِ فروخت کے رسم و رواج کے متعلق سمجھا گیا تھا، مگر ڈوموِلن کے نزدیک یہ قاعدہ، اس ایک ہی ملک کے بائع اور مشتری سے متعلق نہیں ہو سکتا تھا، جنھوں نے اتفاق سے کسی دوسرے ملک میں معاہدہ کی تکمیل کی ہو۔ کیونکہ اپنے مشترک مقامِ توطن کے رسم و رواج کا دونوں کو علم تھا، اور ان دونوں کا منشا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اس کو صریح طور سے، رد کر دیں، اور اسی لحاظ سے، اس معاملہ میں بائع کی ذمہ داری کا تعین ہونا چاہیے۔[1] 234

جب ہم بحر کے اس طرف ۔۔ یعنی اپنے ملک انگلستان ۔۔ کا خیال کرتے ہیں تو ہم کو بالکل مختلف حالت نظر آتی ہے، جس وقت سے قانونی تاریخ شروع ہوتی ہے، انگلستان کی اعلیٰ عدالتوں کو ملک کے تمام حدود میں ابتدائی اختیارات حاصل تھے۔ انگلستان میں ایسے مقامی اختیارات کا وجود نہ تھا، جس کی بنا پر توطن و مقامِ معاہدہ وغیرہ کے مقدمات میں تمیز کرنے کے لئے قواعد کے وضع کئے جانے کی ضرورت ہو؛ البتہ اس امر میں غور اور تمیز کئے جانے کی گنجایش تھی کہ کونسے مقدمات قومی یا شاہی عدالت میں دائر ہو سکیں گے، اور کن مقدمات کا تعلق محض ممالکِ غیر کی عدالتوں سے رہے گا؛ مگر بعض مخصوص اصول، ایسے شائع تھے کہ انھوں نے اس معاملہ پر زیادہ توجہ مبذول نہ ہونے دی۔ قانون غیر موضوعہ یا تعمیمی (Common law) کی رو سے یہ امر لازم تھا کہ جب حکمنامہ سے مقدمہ شروع ہوتا ہے، اس کی تعمیل، مدعی علیہ کی ذات پر اور ملک کے اندر ہونی چاہیئے اس لئے اگر مدعی علیہ ملک سے باہر ہوتا تھا تو اس کے توطن یا انگلستان کے

[1] دیکھو البونیس کی کتاب فصل ۲ صفحہ ۲۵۶ نو

تبع ہونے (allegiance) کی وجہ سے اس کے خلاف کسی فیصلہ کے حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ برخلاف اس کے اگر حکمنامہ کی تعمیل ملک کے اندر مدعی علیہ کی ذات پر ہو جاتی تھی تو اس کے خلاف فیصلہ ہو سکتا تھا، اگرچہ اس کا مستقل توطن یا اتباع، ملک غیر کا ہو۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ جب عارضی اتباع کا ایک راہ رو مسافر پر عائد ہونا سمجھا جاتا تھا، وہ عدالت مدعی علیہ کے قیام کیلئے کافی متصور ہوتا تھا؛ اس طور سے توطن، جو رومیوں اور قرون وسطیٰ کے یورپ کے مقننین کی نظروں میں اسقدر اہم تھا، وہ انگلستان کے مقننین کے مطلق پیش نظر نہ تھا: ایسی حالتوں میں بھی، اسپر توجہ مبذول نہ ہوتی تھی، جبکہ قرقی اور حقوق قانونی سے محرومی کے احکام، ایسے مدعی علیہم کے متعلق جاری کرنے ہوتے تھے، جن پر ذاتی تعمیل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے بعد اجرائی سفینہ کا طریقہ ایجاد ہوا، اور عدالت چانسری کے حدود قائم ہوئے؛ اس قید کیساتھ، کہ سفینہ کی تعمیل ملک کے اندر ہی ہونی چاہئے۔ اگرچہ تعمیل میں، یہ اجازت بھی تھی، کہ خواہ سفینہ کی تعمیل، مدعی علیہ کی ذات پر ہو، اور خواہ وہ اس کے مقام سکونت میں، ایسے شخص کے سامنے پیش کیا جائے، جس کا اس واقعہ سے، مدعی علیہ کو مطلع کرنا فرض ہو۔ — تاہم موخرالذکر صورت میں، مدعی علیہ کا، ملک کے اندر موجود ہونا، لازم نہ تھا، اور نہ یہ ضروری قرار دیا گیا تھا، کہ یہ مقام سکونت، اس کا مقام توطن بھی ہو؛ اس لحاظ سے، جو مقدمات عدالت چانسری میں دائر ہوتے تھے، ان میں، ذات پر تعمیل لازم نہ تھی، جو قانونی عدالتوں کی کاروائی میں،
235 اسقدر تکلیف دہ ثابت ہوئی تھی۔ تاہم توطن کا خیال — کسی قدر غیر قانونی اور دوراز کار رہا جیسا کہ پہلے تھا؛ اور اس سے، — نہ ایسے اشخاص کے مقابلہ میں کارروائی کرنے کے اختیارات کو محدود کرنے کا کام لیا گیا، جو اتفاقیہ طور سے، انگلستان میں موجود تھے، یا وہاں، کوئی سکونتی مکان رکھتے تھے؛ اور — نہ ایسے اشخاص کے مقابلہ میں، اختیارات کے قیام کی کارروائی کی گئی، جن کا توطن، انگلستان کا تھا، مگر وہ نہ وہاں موجود تھے، اور نہ ان کا وہاں کوئی، سکونتی مکان تھا۔

مگر ساتھ ہی اس کے، یہ بھی لازم نہ تھا کہ جب مقدمہ میں سفینہ کی تعمیل، ملک کے اندر ہو، اس کی تحقیقات، انگلستان ہی میں ہو۔ قانون غیر موضوعہ یا عمومی میں مقام تحقیقات (Venue) کے متعلق قواعد موجود تھے: یعنے اس مقام کے

متعلق تھا جہاں سے ایک جوری طلب کی جا سکتی تھی تاکہ وہ مقدمہ کے ان امور کا، جن کا تعلق واقعات سے ہو، تصفیہ کرے۔ اور اگرچہ ان قواعد کے وضع کئے جانے کا کوئی اور منشا بجز اس کام کی تقسیم کے نہ تھا، جن کے عمل میں لانے کی، اعلیٰ عدالتیں قطعی طور سے مجاز تھیں، مگر ان قواعد سے عدالتہائے مذکور کے اختیارات پر ایک گونہ اثر ضرور پڑا اور ان کے اختیارات، ان مقدمات تک محدود ہو گئے، جن کا مقام تحقیقات متعین ہو سکتا تھا۔ ذاتی مقدموں کی تقسیم، مقامی اور غیر مقامی میں تھی — مقامی مقدمات وہ تھے، جن کے اسباب کسی دوسرے مقام پر بجز اس کے جہاں وہ واقع ہوئے وقوع میں نہیں آ سکتے تھے، مثلاً مداخلت بیجا، اس قسم کے مقدمات کی سماعت کا مقام تھا وہ تعلقہ (جس میں خاص لندن بھی شامل تھا، اگرچہ وہ تعلقہ نہ تھا) جہاں اس کا وقوع ہوا، اس لئے مقامی مقدمات میں، ملک میں، مدعی علیہ کی ذات پر حکم نامہ کی تعمیل ہونے کے علاوہ، یہ بھی ضرور تھا کہ مقدمہ کا وقوع انگلستان ہی میں ہوا ہو۔

غیر مقامی وہ مقدمات تھے جن کی نسبت کہا جا سکتا تھا کہ وہ ہر ایک مقام پر واقع ہو سکتے ہیں، مثلاً ذاتی نقصان یا خلاف ورزی معاہدہ، ایسے مقدمات کا مقام تحقیقات غیر معین تھا، یعنے مدعی کو اختیار تھا کہ وہ اپنا دعویٰ کسی تعلقہ میں دائر کرے۔ اس لحاظ سے یہ ممکن تھا کہ حقیقی مقام وقوع، انگلستان سے باہر ہو، یا انگلستان کے اندر، اس تعلقہ کے علاوہ ہو، جہاں مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔ اگر حکم نامہ کی تعمیل، انگلستان میں، فریق ثانی کی ذات پر کرا دی گئی ہے تو مزید کسی شرط کے پورا کرنے کی ضرورت باقی نہ رہتی تھی۔ چانسری کے مقدمات میں جوری کی ضرورت نہ تھی، اور اس لئے حدود سماعت کا تعین بھی نہ تھا، اور نہ کوئی دوسری ایسی باضابطہ ضرورت تھی جس کی تعمیل کیلئے اس کے اختیارات، ایسے مقدمات میں بھی محدود ہو سکیں، جن کا تعلق اراضی سے ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ ایک زمانہ میں عدالت مذکور ان اصول کی پابندی پر قادر نہیں ہو سکتی تھی جو دفعہ ۲۳ میں مذکور ہیں، یعنے یہ کہ عدالت محض مدعی علیہ کی ذات پر اختیار رکھنے کی وجہ سے اس کی مجاز نہیں قرار دی جا سکتی کہ وہ مدعی علیہ کی جائداد یا قبضہ اراضی واقعہ بیرون ملک کے حقوق کی نسبت کوئی فیصلہ صادر کر سکے۔

دیکھو مضمون مندرجہ صفحات ۲۱۸ و ۲۱۹۔

انگلستان کی عدالتیں جن قانونی اصول کو خود بخود کام میں لانے لگیں، ان سے انگلستان کے اختیارات سماعت کے قدیم مروجہ قواعد پر دو طریقے سے اثر پڑا۔ اول، عدالت چانسری میں۔ اس قاعدہ کے اجراء سے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، دوسرے قانون غیر موضوعہ میں، مینسفیلڈ کے اس قاعدہ کے قرار دینے سے 286 کہ "انصاف رسانی کے اغراض میں خلل نہ واقع ہونے کے لحاظ سے اس امر کی ضرورت ہے کہ اس مقامی بناء دعویٰ کی بابت، جو ملک غیر میں پیدا ہوا ہو ہر شخص جوابدہی پر مجبور کیا جائے[۱]۔" اگرچہ اس قاعدہ پر پوری طور سے کبھی عمل نہ ہو سکا۔ مگر عدالت چانسری اور قانونی عدالتوں کے اختیارات سماعت میں جن کا تعلق زیادہ تر اندرون ملک کے مدعی علیہم اور معاملات ہی سے تھا؛ جارج دوم کے وقت سے لیکر اس وقت تک، وقتاً فوقتاً قوانین یا احکام مجلس وضع آئین، قوانین کے ذریعہ سے توسیع ہوتی رہی۔ اس تبدیل کی تدریجی ترقی سے بحث کرنا اس موقع پر بیکار ہے، کیونکہ اس کو خانگی قانون بین الاقوام کی پیدائش، یا اس کے اصول کی تسلیم یا عدم تسلیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو خیالات اسبارہ میں تھے، وہ ان خیالات سے بہت زیادہ مماثل نہ تھے، جو یورپ کے دوسرے ملک میں حدود اختیارات کے قواعد کے وضع کئے جانے کے باعث ہوئے، اور پھر ان سے قانونی قواعد بنائے گئے۔ اور اگر یہ خیالات مختلف بھی تسلیم کر لئے جائیں، تاہم یہ مسلم ہے کہ انگلستان میں حدود اختیارات کے مسائل میں اسوقت تک ترقی نہیں شروع ہوئی، جب تک کہ خانگی قانون بین الاقوام کے اصول بڑی حد تک ملک میں داخل ہو کر شائع نہیں ہوئے۔

انگلستان والوں کے خیالات حدود اختیارات کے متعلق، عام طور سے غیر موزوں اور ناقص تھے، اور جو مختصر حصہ اُن کا غیر موزوں اور ناقص نہ تھا، وہ اسقدر دیر میں شائع ہوا کہ اس اصول کی بنا پر یہ ہے کہ جہاں جورسڈکشن ہو وہاں حق بھی پیدا ہو سکتا ہے۔" اس

---

[۱] دیکھو لارڈ مینسفیلڈ کا فیصلہ بمقدمہ موسٹن بنام فیبریگاس (۱۷۷۵) کوپٹ - ۱۶۱ - اور نوٹ جو آئندہ صفحہ ۲۵۵ پر شروع ہوتا ہے۔

ملک میں قانونی قواعد حدود اختیارات کے قواعد سے وضع نہیں کئے جا سکتے تھے۔ حدود اختیارات کے متعلق جن عام تصورات پر ہم نے فصل ہذا میں تبصرہ کیا ہے، اس سے ان کی اس رفتار کا پتہ چل جائیگا جو انھوں نے یورپ کے دوسرے ممالک میں اختیار کی، اور جو قانونی قواعد ان سے ماخوذ ہوئے، اُن کا منشاء اور مفہوم بھی سمجھ میں آنے لگے گا، جو انگلستان میں اختیار کئے جانے کی بجائے اکثر انکے ساتھ لگا ہوا ہے، اگرچہ وہ منشا اور مفہوم ایسا ہے کہ نہ وہ انگلستان میں پیدا ہوا ۱۹ اور نہ ہو سکتا تھا۔

فصل دہم

237

انگلستان میں حدود اختیارات (Jurisdiction)
اور
قوانین ملک سے برائت (Exterriotoreality)

انگلستان کی تفصیلی حدود اختیارات کی تاریخ کا تعلق، انگلستان کے قدیم قانون کی تاریخ سے ہے؛ اور اس کو اس کتاب کے مضمون سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ اس میں شخصی قانون بین الاقوام کے اصول کے قائم ہونے، اور ان کے قبول کئے جانے، سے کوئی بحث نہیں ہے۔ اور اگر بغور دیکھا جائے تو انگلستان کے موجودہ حدود اختیارات کی بحث کو بھی، ہمارے مضمون سے زیادہ تعلق نہیں ہے؛ اور اس کی ایک دوسری وجہ ہے۔ اکثر ممالک میں عام طور سے عدالتیں، ایسے مقدمات بھی لے لیتی ہیں، جن میں بلحاظ حالات کے، وہ خود بھی سمجھتی ہیں، کہ اختیارات کی بنیاد، ایسے اصول پر قائم نہیں ہے، کہ ممالک غیر کی عدالتوں کے فیصلہ جات، جو ایسے ہی حالات میں قائم کئے گئے ہوں، بین الاقوامی طور سے قابل تسلیم ہونگے، مثلاً، نپولین کے کوڈ کی دفعہ ۱۴ سے، مدعی کیلئے، جو ذاتی عدالت قائم کی گئی ہے (دیکھو صفحہ ۲۲۳) اور جس کی نقل، دوسرے ممالک میں کی گئی ہے، جن کا نظام قانون، اس کوڈ پر مبنی ہے، اسکی نسبت خود فرانس میں یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس کو بین الاقوامی قبولیت کا مرتبہ حاصل ہے۔ اور اس اصول کی بنا پر، جو دوسرے ممالک میں، فیصلے صادر ہوتے ہیں، ان کو خود فرانس تسلیم نہیں کرتا، پس حدود اختیارات کے معاملے میں اصل سوال، قانون بین الاقوام کا یہ نہیں ہے کہ کس قسم کے مقدمات، ایک ملک کی عدالتوں میں دائر ہو سکتے ہیں، بلکہ تحقیقی سوال یہ ہے کہ کن مقدمات

میں، وہ عدالتیں ممالک غیر کے فیصلہ جات کو تسلیم کرتی ہیں۔ اس بارہ میں انگلستان کا جو عملدرآمد ہے، اس پر علیحدہ فصل میں غور کیا جائے گا۔ سوال مقدم الذکر کو مخصوص مفہوم میں قومی قانون سے اسی قدر تعلق ہے جتنا اس سوال کو ہے کہ آیا ایک ملک کے قانون میں ممالک غیر کے باشندوں کے لئے کوئی مخصوص انتظام کیا گیا ہے یا نہیں؟ اسکو ہمارے مضمون سے اتنا تعلق ضرور ہے کہ ہم حدود اختیارات کے ان اہم قواعد کو جو سپریم کورٹ کے قواعد ۱۸۸۳ء کی بنا پر جن کی ترمیم وقتاً فوقتاً ہوتی رہی ہے، انگلستان میں رائج ہیں، اس موقعہ پر پیش کرسکتے ہیں۔

دفعہ ۱۸۔ سپریم کورٹ آف جوڈیکیچر (اعلیٰ محکمہ عدل گستری) کا کوئی ایکٹ یا حکم، اس امر کا مانع نہیں ہے کہ محکمہ مذکور کسی ایسے مقدمہ کے لینے سے باز رہے جس میں سفینہ کی تعمیل، مدعی علیہ کی ذات پر اندرون ملک ہوچکی ہو، اور جو اختیارات قانونی اور نصفتی، اعلیٰ عدالتوں کو حاصل تھے، وہ سب اس کو حاصل رہیں گے۔ علاوہ اس کے، جو قید، مقام تحقیقات کے متعلق تھی، وہ اٹھالی گئی ہے، اور سپریم کورٹ 238
کے قواعد ۱۸۸۳ء کی تنسیخ میں، جو قواعد ۱۹۱۱ء میں جاری ہوئے، ان میں بذریعہ قاعدہ (۳۶) یہ حکم دیا گیا ہے کہ سمن یا سفینہ میں جو ہدایتیں دیجاتی ہیں، ان میں یہ بتایا جایا کرے گا کہ مقدمہ کی سماعت کہاں ہوگی۔

مگر انگلستان کی عدالتیں اپنے اس اختیار سماعت کی ملک میں تعمیل سمن ہوچکی بنا پر دعویدار ہیں، اس کے استعمال میں دفعہ ۳ ۷ ا کا اصول مانع ہوگا۔ یہ اصول بتدریج عدالت چانسری میں قائم ہوا، اور بالآخر اس کو سپریم کورٹ نے بھی تسلیم کرلیا؛ جیسا کہ ان نظائر سے ظاہر ہے جن کو ہم دفعہ مذکور کے تحت درج کراتے ہیں۔

انگلستان کی عدالتیں اس اختیار سماعت کو ان مقدمات میں استعمال نہ کرینگی، جہاں اسکا استعمال فریقین کے حق میں موجب ناانصافی ہوگا؛ یا جہاں اسکے سمن یا سفینہ کا بیجا استعمال ہوا ہوگا۔

مثلاً کوئی شخص براہ فریب اس خفیہ غرض سے حدود ارضی میں لایا جائے کہ اس پر سمن کی تعمیل کرادی جائے۔ دیکھو مقدمہ ٹامس بنام مارتھا امریکن لینڈ اینڈ کمپنی لمیٹڈ [۱۹۰۲ء] ۲ - کے بی ۵۳۷ ... اور ہنری فورڈ ...

بمقابلہ مدعی علیہم کے ایک انگلستان کا رہنے والا تھا، اور خاص مدعی علیہ، جو ایک کمپنی اسکاٹ لینڈ کی رجسٹری شدہ تھی، پر سمن کی تعمیل، اسکی ایک شاخ پر جو انگلستان میں واقع تھی عمل میں آئی۔ مدعی، اسکاٹ لینڈ کا رہنے والا تھا اور بنائے دعوی بھی وہیں پیدا ہوئی تھی۔ مقدمہ کی کارروائی رد کر دی گئی۔ لوگن بنام بینک آف اسکاٹ لینڈ (نمبر ۲) [۱۹۰۶] ۱۔ کے۔ بی۔ ۱۴۱۔ جج گورل بارنس سپیشنسر۔ رو مرٹ

ایک مقدمہ میں مدعی عارضی طور سے انگلستان میں مقیم تھا، مدعی علیہ کی ذات پر سمن کی تعمیل ہوئی، درانحالیکہ وہ چند روز تفریح کیلئے انگلستان میں آیا تھا۔ بنائے دعوی ہندوستان میں پیدا ہوئی تھی، مقدمہ خارج کر دیا گیا۔ اگبرٹ بنام شارٹ [۱۹۰۷] ۲۔ چانسری۔ ۲۰۵۔ جج وارنگٹن، ایک اور اسی قسم کے مقدمہ میں کارروائی روک دی گئی۔ مقدمہ نارتھ سلفرسٹ و نارتھ بنام ہارٹن [۱۹۰۸] ۱۔ چانسری ۱۰۴۔ جج واگھن ویلیس۔ فارول۔ کینیڈی ج

تعمیل سمن سے جو اختیارات سماعت حاصل ہو جاتے ہیں، ان کے تسلیم کرنے سے عدالت پر یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مقدمہ کا فیصلہ بھی کرے۔ حدود اختیار سماعت اور حدود حقوق ۔۔۔۔۔۔ ایک نہیں ہیں، مقدمہ جان رسل و کمپنی بنام کیزر اردن و کمپنی [۱۹۱۶] ۲۔ اے۔ سی۔ ۲۹۰۔ جج ہالڈین۔ سمر۔ پارمور۔ وارنبری صفحہ ۳۰۲ اور جب قانونی اختیار سماعت کا استعمال خلاف نصفت ہوگا تو عدالت اسکے استعمال سے دستکش ہو جائیگی

دفعہ ۱۸۱ (۱) اس وقت تعمیل سمن کی ضرورت نہیں ہوتی، جب مدعی علیہ، اپنے سالیسٹر کی معرفت یا بذریعہ تحریر تعمیل سمن کو تسلیم کرکے حاضر عدالت ہو جاتا ہے۔ (۲) جس صورت میں تعمیل سمن کی ضرورت ہوتی ہے تو اسکی تعمیل جہاں ممکن ہوتا ہے اسیطرح کیجاتی ہے جس طرح فی زمانہ ذات پر تعمیل کا قاعدہ ہے لیکن اگر عدالت یا جج کو اس کا اطمینان دلا دیا جائے کہ مدعی کسی وجہ سے مدعی علیہ کی ذات پر فورا تعمیل سمن نہیں کرا سکتا، تو عدالت یا جج حسب ضابطہ تعمیل قائم مقامی یا کسی دوسرے طریقہ تعمیل یا اس کی بجائے اجرائے نوٹس

ذریعہ اعلان کے حکم دے سکتا ہے"۔ سنہ ۱۸۸۳ کا آرڈر (۹) قواعد ۱ و ۲۔ د آرڈر ۷ ۵ قاعدہ (۶) بھی آرڈر نمبر ۹ قاعدہ ۔ ۲۔ کے مماثل ہے۔

آرڈر (۹) کے قاعدہ (۲) کے متعلق کسی قدر تشریح کی ضرورت ہے۔ 239
دفعات ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴ سے ظاہر ہوگا کہ بعض خاص قسم کے مقدمات کیلئے جو سرکار کے خلاف دائر کئے جائیں اور مقدمات بابت دخل یابی اراضی اور مقدمات تقسیم in rem امیر البحری میں تعمیل کا مخصوص طریقہ قرار دیا گیا ہے۔ ان کے لئے قائم مقام تعمیل یا Substituted Service کی اصطلاح نہیں استعمال ہوئی ہے۔ یہ مخصوص طریقہ تعمیل اس اصول کے مستثنیات متصور ہوتے ہیں، جن کی رو سے مدعی علیہ کی ذات پر سمن کی تعمیل لازم ہوتی ہے۔ اس اصطلاح کا استعمال ان صورتوں میں ہوتا ہے، جن میں اس اصول کا تعلق تو مان لیا گیا ہے مگر عملی طور سے حقیقی تعمیل، ذات پر نہیں ہو سکنے کی وجہ سے اس طریقہ کی تعمیل کی اجازت دیجاتی ہے۔ مثلاً بذریعہ خط یا مدعی علیہ کے آخری مقام سکونت پر معہ اعلان یا بلا اعلان کے، یا ایسے شخص پر تعمیل کے ذریعہ سے جس کی نسبت قیاس غالب ہو کہ وہ مدعی علیہ کو اس سے مطلع کر دے گا، وغیرہ وغیرہ۔ جن مقدمات میں ذات پر تعمیل سمن کا اصول تسلیم کیا جاتا ہے، اور جن میں اس بنا پر کارروائی قائم مقام تعمیل کی ضرورت پیش آتی ہے وہ جہانتک کہ ان کا تعلق اشخاص سے ہے، حسب ذیل ہیں۔

(۱) ان تمام اشخاص کے مقدمات جو اختیارات کے حدود ارضی کے اندر موجود ہوں، مگر ان مقدمات کے دفعات ۱۸۴ یا ۱۸۳ و ۱۸۲ کی تحت میں نہ آتے ہوں۔

کنگ بنام ڈے (۱۸۷۶) ۲۔ چانسری ڈویژن ۲۱۸۔ نج، ہال شاہی جہاز پر جو عہدہ دار سمندر زخار میں ہوں، وہ حدود اختیارات کے اندر متصور ہونگے۔ مقدمہ سی گرو بنام بارکس [۱۸۹۱] ۱۔ کیو۔ بی۔ ۵۱۵ میں مسٹر جسٹس چارلس نے جسٹس ڈینمن سے اتفاق کیا۔ جب یورپ میں جنگ عظیم جاری تھی، اس زمانہ میں اس امر کی اجازت دیگئی تھی کہ ملک غیر کے دشمنوں کے مختاروں پر جو انگلستان میں کاروبار کرتے تھے، سمن کی تعمیل بذریعہ قائم مقامی کیجائے۔ پورٹر بنام فرڈنبرگ [۱۹۱۵] ۱۔ کے۔ بی۔ ۸۵۷

(۲) انگلستان کی ایسی تمام رعایا کے مقدمات، جو حدود ارضی اختیارات سے باہر رہتی ہو اور اسکے مقدمات، دفعات ۱۸۲ و ۱۸۳ یا ۱۸۴ میں نہ داخل ہوتے ہوں، مگر جن میں حدود ارضی سے باہر تعمیل بحسب دفعہ ۱۸۶ جائز ہو!

جسٹس براَمول، مقدمہ گریٹ آسٹریلین گولڈ مائننگ کمپنی بنام مارٹن (۱۸۷۷) ۵ چانسری ڈویژن ۱۰

(۳) ان ممالک غیر کے رہنے والوں کے مقدمات، جو انگریزی سلطنت میں موجود ہوں، مگر اس کے حدود و اختیارات کے تحت میں نہ ہوں!

تعمیل کے بجائے، اجرائی نوٹس کی غرض یہ ہے، کہ سمن کے اجرا کی اطلاع ملک غیر کے، ایسے مدعی علیہ کو ہو جائے، جو سلطنت انگلستان کے حدود کے باہر ہو۔ ایسے مقدمات میں، جو دفعات ۱۸۴ یا ۱۸۳ یا ۱۸۲ میں نہیں بلکہ دفعہ ۱۸۶ کی تحت میں داخل ہوتے ہیں، سلطنت انگلستان کے باہر سمن کی تعمیل، ملک غیر کے باشندہ پر — بجائے اجرائے نوٹس کے — نہ صرف بے ضابطہ بلکہ محض باطل ہے۔

مقدمہ ویسٹین بنام ایجنٹ بو لاگٹ اکمیش سیکا نسکا سنیکا رنیبرگ (۱۸۷۶) ۱۔ ایکس۔ ڈی۔ ۲۳۷، میں جج کیلی۔ براَمول۔ اپیلنٹ نے ۱۸۷۵ کے قواعد کی بنا پر فیصلہ کیا۔ مقدمہ سیڈلے بنام کمیناسن (۱۸۷۸) ۱۰۔ چانسری ڈویژن۔ ۵۵۰۔ میں جسٹس جسٹل۔ بیگلے، ٹھیسنگر نے جسٹس ہال کے فیصلہ کو بحال رکھا!

مقدمہ ہیوٹسن بنام فیبری (۱۸۸۸) ۲۱ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۶۔ جج فیلڈ و روسن میں، اجازت دیجئی تھی، کہ مختلف مقامات کیلئے، حکم نامے جاری ہوں، اور انکی تعمیل، اس طرح ہو کہ اس کی ایک نقل، ذریعہ ڈاک، ایسے مقام پر بھیجدی جائے، جو عدالت کے حدود ارضی کے اندر واقع ہو — قرار پایا، کہ یہ بادی النظری طور سے بے ضابطگی تھی، کیونکہ اس سے ملک غیر کے باشندے پر، جو حدود سلطنت سے باہر تھا، تعمیل کی ہدایت ہوتی تھی؛ مقدمہ کیپ بنام ٹی ڈبلیو۔ ایس [۱۹۱۲] ۶۲۔ جج فارول و کینیڈی جنھوں نے رولٹ کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا!

240 جس صورت میں، ایک ملک غیر کے باشندے کو، جو بیرون ملک ہو!

صرف کارروائی کی اطلاع دینا لازم ہو اور تعمیل کی ضرورت نہ ہو! وہاں ایسا عمل جو شکل میں تعمیل کے مشابہ ہو بجائے اطلاع کے نہیں تسلیم کیا جائے گا۔ مقدمہ ایکسپی جنرل وغیرہ [۱۹۱۰] ۲۔ چانسری۔ ۴۰۱۔ جج؛ اسٹرلنگ: جب حسب ضابطہ سمن انگلستان میں تعمیل کیلئے جاری کیا جائے گر اس کی تعمیل؛ باضابطہ طور سے انگلستان میں نہ ہوسکتی ہو، تو نہ صرف تعمیل بلکہ سمن بھی بے ضابطہ تصور ہوگا۔ مقدمہ ہوک بنام پیراس مائننگ کمپنی (۱۸۰۶) ۲۵۔ ڈبلیو۔ آر۔ ۸۰۰۔ جج ہیڈ لسٹن جائے ایل اسٹمتھ لیکن جب سمن بیرون حدود ارضی تعمیل کیلئے جاری ہو تو، اس کی تعمیل اندرون حدود ارضی بھی ہوسکتی ہے۔ مقدمہ فورڈ بنام شیپرڈ (۱۸۸۵) ۳۴۔ ڈبلیو۔ آر۔ ۶۳۔ جج؛ ڈنے واسمتھ جب حکم نامے مختلف مقدمات کے لئے جو بیرون حدود ارضی واقع ہوں جاری کئے جائیں، تو یہ حکم دیا جاسکتا ہے کہ مختلف مقامات پر کارروائی قائم مقام تعمیل عمل میں آئے گو ان میں سے بعض حدود ارضی کے اندر واقع ہوں۔ مقدمہ ویسٹرن بلڈنگ سوسائٹی بنام رکلج [۱۹۰۵] ۲۔ چانسری ۴۰۲۔ جج سونگھنی ایڈی ہاک ملک غیر کے باشندے کو اجازت ہے کہ وہ حکم نامہ لینے کے لئے کسی شخص کو اپنی جانب سے عدالت کے حدود ارضی کے اندر اپنا مختار مقرر کرے۔ مقدمہ منٹگمری بنام لی جہال [۱۸۹۸] ۱۔ کیو۔ بی۔ ۴۸۷۔ جج؛ اے۔ ایل۔ اسمتھ جی؛ وکالسن جنہوں نے جسٹس ظیمور کے فیصلہ کو بحال رکھا۔

بلحاظ متعلق معاملات، وہ مقدمات جن میں بیرون حدود اختیارات عدالت ذات پر حکمنامہ کی تعمیل یا اس کے قائمقام نوٹس، کے اجرا کی اجازت ہے، وہ آئندہ کی دفعات ۱۸۶ و ۱۸۷ اور غالباً ۱۸۸ میں بیان کئے گئے ہیں۔ حدود اختیارات سے باہر کے مدعی علیہم پر عدالت کے اختیارات، ان مقدمات سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور نہ ان مقدمات سے، جو قائمقام تعمیل کے قواعد کی رو سے، دفعات ۱۸۴ یا ۱۸۳ یا ۱۸۲ میں، داخل ہوتے ہیں۔

مقدمہ فیلڈ بنام بنیٹ (۱۸۶۱) ۵۶۔ ایل۔ جے۔ کیو۔ بی ۸۹۔ جج، کولرج و ڈینمین کی تائید۔ مقدمہ دی ہرنس بنام نیو یارک ہیرالڈ

(متذکرہ صفحہ آئندہ ۲۴۲۰) میں کی گئی — نیز ملاحظہ ہو! گبسن و کمپنی بنام گبسن [۱۹۱۳] ۳۔ کے۔ بی۔ ۳۷۹۔ جج اٹکن۔ (زیر دفعہ ۳۲۱)۔

عدالت کے حدود اختیارات میں ملک غیر کے باشندوں کے اس امر کے تسلیم کر لینے سے کہ وہ عدالت مذکور کے تابع رہیں گے توسیع ہو جاتی ہے۔

جب ملک غیر کے مالکان جہاز جن کے خلاف کارروائی استقرار حیثیت ہو رہی تھی، حاضر عدالت ہو گئے تو وہ مواتی طور سے زر قسم ڈگری کی ادائی کے ذمہ دار ہو گئے، مقدمہ گیا (۱۸۹۹) پی۔ ۲۰۰۔ جج اے۔ ایل اسمتھ۔ دیکھیں بیس۔ مقدمہ ڈوپلے [۱۹۱۲] پی۔ ۸۔ جج ایوانس۔ ایک ملک غیر کے باشندہ کو جو بذریعہ اپنے مختار کے انگلستان میں دعویٰ دائر کرے پیشی دستاویز (Discovery) کا حکم نہیں دیا جا سکتا، لیکن عدالت اس کی مجاز ہے کہ کارروائی کو اس وقت تک کیلئے روک دے، جب تک کہ دستاویز نہ پیش کیجائے۔ مقدمہ ولسن و کمپنی بنام بڑے [۱۸۹۲] ۲ کیو۔ بی۔ ۲۲۴۔ جج لارڈ ایشر۔ بوون و اے ایل۔ اسمتھ۔ کہ ملک غیر کا مدعی علیہ مذکر کے حاضر عدالت ہو سکتا ہے، اس کو اس قسم کی مشروط حاضری کی اجازت لینی چاہیئے اور وقت مقررہ عدالت میں تنسیخ حکمنامہ کے لئے درخواست پیش کر دینی چاہیئے؛ ایسی صورت میں جو کارروائی عمل میں آئیگی، اس کیلئے دیکھو مقدمہ بوئل بنام برٹن [۱۹۰۸] ڈبلیو۔ این۔ ۱۵۵۔ جج ہملٹن۔ فارول۔ مقدمہ میئر بنام کلارک (۱۸۹۰) ۷۔ ٹی۔ آر۔ ۴۔ جج ماتھیو و گرنتھام جس میں مدعی علیہ کی جواب دہی کے بعد جو عذر کے ساتھ کی گئی تھی حکم نامہ منسوخ کر دیا گیا۔ تنسیخ حکمنامہ کیلئے جو مدت ابتداءً مقرر کیجائے، اس میں توسیع ہو سکتی ہے۔ مقدمہ کیر بنام ہیڈی
241 [۱۹۱۲] ۱۔ کے۔ بی۔ ۱۵۰۔ جج موسٹن و فارول۔

آخر امر قابل بیان یہ ہے کہ ذاتی تعمیل اور قائمقام تعمیل زیر دفعات ۱۸۰ یا ۱۸۳ و ۱۸۲ اور اعلان قائمقام تعمیل کا ایک ہی اثر ہوتا ہے۔

دفعہ ۱۸۲ (۱) دو یا دو سے زیادہ اشخاص جو شرکت کے

دعویدار ہوں، یا اس کی بناء پر ذمہ دار قرار پائیں، اور عدالت کے حدود اختیارات کے اندر، کاروبار کرتے ہوں، وہ اپنی اپنی جماعتوں کے نام سے (اگر کوئی ہوں) دعوی دائر کرنے، اور دعوی دائر کئے جانے کے مستحق متصور ہوتے ہیں، بشرطیکہ بنائے دعوی کے پیدا ہونے کے وقت، وہ شریک رہے ہوں۔ (۲) جب زیر قاعدہ (۱) اپنی اپنی جماعتوں کے شرکا کی حیثیت سے اُن پر مقدمہ دائر کیا جائے، تو حکمنامہ کی تعمیل شرکا میں سے کسی ایک شریک یا ایک سے زیادہ شرکا، پر ہوسکتی ہے، یا ایسے مقام پر، جو کاروبار شراکتی کا صدر مقام ہو۔ ایسے شخص پر، جو تعمیل کے وقت، وہاں کاروبار شراکتی کا منتظم اور مہتمم ہو، یہ تعمیل بپابندی قواعد ہذا اس جماعت پر صحیح تعمیل متصور ہوگی، جس کے مقابلہ میں دعوی دائر ہوا ہے، خواہ جماعت مذکور کا کوئی رکن بیرون ملک ہو یا نہ ہو، اور ان کے مقابلہ میں، اجرائی حکمنامہ کی اجازت لینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ (۲) اگر کوئی شخص، عدالت کے حدود اختیارات کے اندر، اپنے نام کے علاوہ کسی دوسرے نام سے کاروبار کرتا ہے، اسپر اس نام سے دعوی دائر ہوسکتا ہے گویا کہ وہ کمپنی کا نام تھا؛ اور اس سے وہ تمام قواعد بلحاظ نوعیت مقدمہ متعلق کئے جائینگے، جو ان کارروائیوں میں کام میں لائے جاتے ہیں، جو کمپنیوں کے مقابلہ میں بیجاتی رہیں۔"

حکم ۴۸ الف بابتہ جون سنہ ۱۸۹۱ء واجزاء قواعد ۱ و ۳۔ قاعدہ ۲ جس کے ذریعہ سے حکم ۹ بابتہ سنہ ۱۸۸۳ء کے قواعد ۶ و ۷ منسوخ ہوئے۔

اگر مدعی کے علم میں شراکت کا خاتمہ ہوگیا ہے تو حکم نامہ کی تعمیل ہر شخص پر اندرون حدود ارضی عدالت ہونی چاہیئے، جسپر ذمہ داری کا عائد کیا جانا مقصود ہے حسب قاعدہ ۳۔ اور جبکہ حکم نامہ کی تعمیل ہو، اس کو ذریعہ نوٹس تحریری، یہ اطلاع دیجانی چاہیئے کہ آیا اس پر بحیثیت شریک کے دعوی ہوا ہے یا بحیثیت مہتمم اس کاروبار کے، حسب قاعدہ ۴۔

ان شرکاء پر جو ملک غیر کے متوطن اور باشندے ہوں، اور وہیں کاروبار کرتے ہوں، اور انگلستان کے نہوں، ان قواعد کی روسے دعوی نہیں ہوسکتا، اگرچہ ملک غیر کے قانون کے لحاظ سے شراکت ایک ذات متصور ہوتی ہو، اور

نہ ان شرکا پر قدیم قواعد نمبر ۶۲ کی بنا پر دعوی کیا جاسکتا ہے۔ مقدمہ رسل بنام کمپنی فورٹ (۱۸۸۹) ۲۳۔ کیو۔ بی۔ ڈی ۵۲۶۔ بج، کاٹن۔ فرائی ولیس ججوں نے مقدمہ اونیل بنام کلاسن (۱۸۷۲) ۴۹۔ ایل۔ جے کیو۔ بی۔ ۱۹۱۔ بج کوبرن ج و پالک کو منسوخ کردیا۔ موخرالذکر ججوں نے کلیس بائی کے فیصلہ کی تائید کی تھی!۔۔۔ یہ مقدمہ اس قاعدہ پر فیصل ہوا تھا جو ۱۸۷۵ء کے قاعدہ کے مساوی تھا؛ اور اس سے مقدمہ بوکس فن بنام عبسن (۱۸۹۶) ۱۶۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۲۰ ۹۷۔ بج امیتھو واسمتھ منسوخ ہوا تھا۔ لیکن جو مدعی علیہ عدالت کے حدود اراضی کے اندر ہو، اسپر شخصی طور سے دعوی دائر ہوسکتا ہے؛ دوسرے شرکا کا نام جدا جدا حکم نامہ میں ہونا ضرور ہے۔ ویسٹرن نیشنل بنک شہر نیویارک بنام پریز ٹرانینا دی کمپنی [۱۸۹۱] ا۔ کیو۔ بی ۳۰۴۔ بج، لنڈلے۔ بووین جج کو بمقابلہ جسٹس ایشر کے غلبہ حاصل ہوا؛ اور جنہوں نے جسٹس پولاک اور رائٹ کے فیصلہ کو منسوخ کردیا؛ مقدمہ انڈیگو کمپنی بنام انگلوی [۱۸۹۱] ۲۔ چانسری ۳۱۔ بج؛ نارتھ اور مرافعہ میں جسٹس لنڈلے و سمتھ؛ مقدمہ گرانٹ بنام اینڈرسن [۱۸۹۲] ا۔ کیو۔ بی۔ ۱۰۸۔ بج، ایشر و سمتھ جنہوں نے کالرج اور رائٹ کے فیصلے کی تائید کی؛ مقدمہ ہمین کمپنی بنام ہیل کمپنی [۱۸۹۱] ۲۔ کیو۔ بی۔ ۸۲۔ بج جسٹس ایشر و سمتھ جنہوں نے کیو اور چارلس کے فیصلے کو منسوخ کیا؛ مقدمہ ڈابسن بنام فسٹی ریکی کمپنی (۱۸۹۱) ۲۔ کیو۔ بی ۹۲۔ بج، لنڈلے۔ بوئس و سمتھ جس میں انھوں نے جسٹس کیو اور گرنتھام کے فیصلہ کی تائید کی؛ حکم نامہ کے متعلق جو نوٹس دیا جائے، اسکی تعمیل بیرون حدود اختیارات ملک غیر کے شریک پر بنام کمپنی شراکتی ناجائز قرار پائی؛ اگرچہ ملک غیر کے قانون سے کمپنی مذکور ایک جداگانہ ذات تسلیم کیجاتی تھی؛ اور اسپر کمپنی کے نام سے دعوی ہوسکتا تھا۔ مقدمہ وان ہیفلڈ بنام رشنرز [۱۹۱۴] 242
ا۔ چانسری۔ ۸۴۷۔ بج، بیکلے فلیچر و اسٹبری کو

حسب قاعدہ (۱) ایسی کمپنی شراکا پر، جو عدالت کے حدود اراضی کے اندر کاروبار کرتی ہو، کمپنی مذکور کے نام سے بغیر اجازت کے دعوی ہوسکتا ہے؛

اگرچہ تمام شرکا ملک غیر کے باشندے ہوں اور بیرون ملک رہتے ہوں۔
مقدمہ ارسکسٹر سٹی و کاونٹی بینک لمیٹڈ کمپنی بنام فوربینک بالنگ و کمپنی
[۱۸۹۴] کیو۔ بی۔ ۴ ۸ ۳ ۰ ج جیفیورو کالنز ججوں کے ساتھ جسٹس لنڈلے
لارڈ۔ اور ڈیوس نے جرا اتفاق کیا مقدمہ لاساچ بنام کلارک و کمپنی
[۱۸۹۱] ۱ کیو۔ بی۔ ۵۲۰ ج کیہ وگرہتا ہو کہ ایک ملک غیر کی کمپنی جس نے
لندن میں ایک ایجنٹ اس غرض سے مقرر کیا ہو کہ وہ کمیشن پر لوگوں سے
فرمائشیں حاصل کرے، وہ اس قاعدہ کے مفہوم میں حدود ارضی عدالت میں
کاروبار نہیں کرتی ہے۔ مقدمہ گرانٹ بنام اینڈرسن (متذکرہ سابق) مقدمہ
اُوکورا و کمپنی بنام فاربسکا و کمپنی [۱۹۱۴] ۱۔ کے۔ بی۔ ۱۵ ج سے بتلے۔
فلیسوز جنھوں نے جسٹس رڈلے کی تائید کی۔ قاعدہ (۲) اس ملک غیر کے
باشندے سے جو بیرون ملک رہتا ہو اور عدالت کے حدود ارضی کے اندر اپنے
نام کے علاوہ کسی دوسرے نام سے کاروبار کرتا ہو متعلق نہیں ہو سکتا۔ مقدمہ سینٹ
گوبین چانی و سے ری کمپنی بنام ہیوریٹس ایجنسی [۱۸۹۳] ۲ کیو۔ بی۔
۹۶ ج، لنڈلے اے ایل اسمتھ، مقدمہ ڈی برناس بنام نیویارک ہیرلڈ
[۱۸۹۲] ۲ کیو۔ بی۔ ۹۷ (نوٹ) ج، لنڈلے و اے۔ ایل اسمتھ،
جنھوں نے جسٹس لوپس و کالرج کی تائید کی جو کینیڈی کے فیصلہ کے مؤید تھے،
و مقدمہ میکا ور بنام جی و جے برنس [۱۸۹۸] ۲۔ چانسری ۲۰ ج، لنڈلے،
لوپس و رگبی۔

دفعہ ۱۸۲۔ الف۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں ایک قاعدہ جاری ہوا جس میں ایسے
مختار پر جو عدالت کے حدود ارضی کے اندر رہتا اور کاروبار کرتا ہو تعمیل کی اجازت
دیدی گئی ہو کہ اصل شخص جس کا وہ مختار ہے، عدالت کے حدود ارضی سے
باہر ہو۔

جب کوئی معاہدہ اصل شخص کیطرف سے جو عدالت کے حدود ارضی کے
باہر رہتا یا کاروبار کرتا ہو، اس کا ایسا مختار جو عدالت کے حدود ارضی کے اندر
رہتا یا کاروبار کرتا ہو، عدالت کے حدود ارضی کے اندر کرے یا اس کے ذریعے سے

سے کیا جائے، تو اس معاہدہ کے متعلق یا اس کی بنا پر جو مقدمات پیدا ہوں، انہیں باجازت عدالت یا جج، حکم نامہ کی تعمیل مختار پر ہو سکتی ہے۔

قبل اس کے کہ مختار کے اختیارات اور اصل شخص کے ساتھ اس کے تجارتی تعلقات کا تعین ہو، اس حکم کی اطلاع، جس کے ذریعہ سے اجازت دی گئی ہے، اور اس کی اور حکم نامہ کی نقل بذریعہ ایک محصول ادا شدہ اور رجسٹرڈ خط کے فوراً مدعی علیہ یا مدعی علیہم کے پاس ان کی حدود ارضی کے باہر کے پتہ پر بھیج دی جائے گی؛ مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس قاعدہ کے اجرا کے وقت، جو طریقۂ تعمیل کا مقررہ تھا تو، اس قاعدہ کی بنا پر نہ ناجائز متصور ہوگا: اور نہ اس پر کسی طرح کا اثر پڑے گا۔"

سپریم کورٹ کے ایک اعلان میں جو اس جدید قاعدہ کے متعلق جاری ہوا ہے یہ بتایا گیا ہے کہ جو اختیار مختار پر تعمیل کا دیا گیا ہے، اس کا استعمال نہایت احتیاط کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اس قاعدہ کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ معمولی مقدمات میں تعمیل بیرون حدود اختیارات کا طریقہ مسدود کر دیا جائے۔ اس قاعدہ کی تحت میں حکم کا اجرا عدالت کے اختیار تمیزی پر منحصر ہے؛ اور بجز خصوصی مقدمات کے، اس کا استعمال ایسے مقدمات میں نہ ہونا چاہیے جن میں تعمیل کے لیے حکم حاصل کرنے اور اس کے حدود اختیارات کے باہر عمل میں آنے میں معمولی طور سے کوئی دقت نہیں ہے۔ اس قاعدہ کی تحت میں محض اس بنا پر حکم نہ دیا جانا چاہیے کہ مدعی علیہ نے اس ملک میں معاہدہ، بہ توسط یا بذریعہ اپنے مختار کے کیا ہے۔" جو درخواست، اس قاعدہ کی تحت میں اجرائی حکم کے لیے کی جائے، اس کے ساتھ ایک بیان حلفی کا ہونا لازم ہے جس میں تفصیل کے ساتھ معاہدہ کے منعقد ہونے کی کیفیت اور وہ دقتیں جو معمولی طور سے بیرون حدود عدالت تعمیل میں پیش آ رہی ہوں، بیان ہونی چاہئیں؛

243 دفعہ ۱۸۳۔ دخل یابی اراضی کے مقدمات میں جبکہ وہ خارج القبضہ ہو سمن کی تعمیل، اگر اور کسی طریقہ پر نہیں ہو سکتی، تو اس طرح ہونی چاہیے کہ سمن کی ایک نقل، مکان بود و باش کے دروازہ، یا جائداد کے کسی دوسرے نمایاں حصہ پر چسپاں

کر دی جائے" آرڈر ۹ بابتہ سنہ ۱۸۸۳ء قاعدہ ۹۔

دفعہ ۱۸۴ "(۲) تعمیلی مقدمات امیر البحری میں جب کوئی سمن یا وارنٹ جہاز کے محولہ اسباب یا سامان کے متعلق جاری کیا جائے، تو اس کی تعمیل اس طرح ہونی چاہیے کہ اصل سمن یا وارنٹ تھوڑی دیر کے لئے جہاز کے بڑے یا مستقل مستول پر لگا دیا جائے، اور جب وہ نکال لیا جائے تو اس کی جگہ اس کی ایک مصدقہ نقل لگا دی جائے۔ (۳) اگر جہاز کا سامان اتار لیا گیا ہے یا کسی دوسرے جہاز پر منتقل کر دیا گیا ہے، تو سمن یا وارنٹ متعلقہ اسباب یا سامان کی تعمیل اس طرح کی جائے گی کہ سمن یا وارنٹ تھوڑی دیر کے لئے خود اسباب یا سامان پر لگا دیا جائے گا، اور جب وہ اتار لیا جائے گا تو اس کی ایک مصدقہ نقل وہاں چھوڑ دی جائے گی۔ (۴) اگر سامان کسی شخص کی حفاظت میں ہو، اور وہ سامان تک پہنچنے کی اجازت نہ دیتا ہو تو سمن یا وارنٹ کی تعمیل محافظ سامان پر کی جائے گی۔" حکم ۹ بابت سنہ ۱۸۸۳ء قواعد ۱۴-۱۳-۱۲۔

عدالت کو صدور تجویز کا اختیار ہے، اگرچہ بعد تعمیل حسب قاعدہ ہذا جہاز خفیہ طور سے عدالت کے حدود اختیارات سے باہر کر دیا گیا ہو۔ مقدمہ [۱۸۹۰] پی۔ ۱۲۱، ... دی لیڈی ... ۴۴ جے۔ ایڈ۔ ۳۷۳۔

جب فریقین نے باتفاق اسباب محولہ کو فروخت کر دیا ہو تو قانونی قیمت پر اس قاعدہ کی تحت میں تعمیل نہیں ہو سکتی، کیونکہ مالک حدود اختیار عدالت سے باہر ہیں۔ مقدمہ فارن جاٹ [۱۹۰۷] ۲۴۔ ٹی۔ آر۔ ۲۶ ...

جہاز کے اسباب محولہ پر وارنٹ اس وقت تک جاری نہیں ہو سکتا جب تک جہاز اور اس کا سامان ضبط نہ کر لیا جائے۔ مقدمہ ڈی کلائمین [۱۹۱۴] ٹی ایل ۵۷۲ ... پی۔

دفعہ ۱۸۵ سو خر الذکر دفعہ کے ضمن میں یہ امر قابل بیان ہے کہ جو مقدمات ملاحوں کی طرف سے — خواہ وہ انگلستان کے ہوں یا ممالک غیر کے — ملک غیر کے جہازوں کے مقابلہ میں دائر کئے جاتے ہیں، ان میں اگرچہ انگریزی عدالتوں کو معاہدہ خدمت کی وجہ سے زیادہ دخل نہیں رہتا، لیکن اس سے عدالت

کے اختیارات کا سلب لازم نہیں آتا، بلکہ عدالتوں کو، ایسے دعاوی کی سماعت کے متعلق، اختیار تمیزی حاصل ہوتا ہے۔ مگر ایسے دعاوی کو لینے سے پہلے اس امر کی ضرورت ہوتی ہے، کہ جس ملک کا جہاز ہو، اس ملک کی حکومت کے نمائندہ کو، اس کی اطلاع دیجائے۔

مقدمہ گلوبک (۱۸۴۰) ۱ ڈبلیو۔ روب۔ ۱۴۳۔ جج ڈاکٹر لوشنگٹن کی رائے۔ نینا (۱۸۶۷) ایل۔ آر۔ ۲۔ اے و ای۔ ۴۴۔ جج فلیمور ہو و ایل۔ آر۔ ۲۔ پی وسی ۳۸۔ جج، روسیلیہ و دی لیون سینز و ہسپم۔ ۸۔ پی ڈی۔ ۱۲۱ (۱۸۸۲) جج فلیمور (۱۸۸۳)۔ جج ہربرٹ و برودن، مقدمہ ایمٹی و ڈورا (۱۹۱۹)۔ پی ۱۰۵۔ جج ہل، میں: عدالت انگریزی نے بقبضہ جہازات کے ایک مقدمہ میں جو کہ ملک غیر کے باشندوں کے درمیان میں تھا، اس ملک کے نمائندہ کی درخواست پر، اختیار سماعت کو قبول کر لیا، شمال روس کی عارضی حکومت کی طرف سے، یہ عذر ہوا کہ بعض جہازات، اس حکومت کی ملازمت میں ہونے کی وجہ سے، ضبطی سے مستثنیٰ تھے۔ چونکہ وہ حکومت، باضابطہ طور سے تسلیم نہیں کی گئی تھی، اس لئے یہ عذر، ناقابل قبول قرار پایا۔

244

دفعہ ۱۸۶ ۱۔ "عدالت یا جج مجاز ہے، کہ سمن یا اطلاع سمن کی، بیرون حدود تعمیل کیلئے حکم دے۔ جبکہ:۔

(الف) کُل شے متدعویہ کلیتاً ایسی ارضی ہو (معہ لگان یا منافع یا بغیر ان کے) جو اس کے حدود ارضی میں واقع ہو، یا اس ارضی کے متعلق، شہادت کا پیش کرنا یا قلم بند کیا جانا تحفظ کی غرض سے ضرور ہو۔

(ب) مقدمہ میں کسی ایکٹ دستاویز، وصیت نامہ، معاہدہ، یا ذمہ داری، یا وراثت متعلقہ ارضی موقوعہ حدود ارضی کی تعبیر، اصلاح، تنسیخ، یا تعمیل کرانی ہو۔ یا

(ج) کسی شخص متوطن، یا عام طور سے، ان حدود ارضی کے رہنے والے کے مقابلہ میں، دادرسی چاہی جاتی ہو۔ یا

(د) مقدمہ کسی ایسے متوفی کی ذاتی جائداد کے اہتمام کے متعلق ہو، جو مرنے کے وقت، عدالت کے حدود ارضی میں متوطن تھا، یا ارضی موقوعہ حدود ارضی

متعلق کسی تحریری دستاویز یا امانت کی تعمیل جاری یا باقی ہو، اور جس کی تعمیل (سمن) مقصود ہو، وہ امین ہو، اور دستاویز کا قانون انگلستان کے مطابق تعمیل ہونا لازم ہو یا

"(ھ) مقدمہ بمقابلہ ایسے مدعی علیہ کے، جو اسکاٹ لینڈ کا متوطن نہ ہو یا عام طور سے وہاں نہ رہتا ہو — بغرض نفاذ، تنسیخ، ابطال، یا دوسری طرح سے معاہدہ پر موثر ہونے کی غرض سے دائر کیا گیا ہو، یا اس کا مقصد، وصول ہرجہ، یا دوسری دادرسی، ایسے معاہدہ سے متعلق ہو، جو (۱) حدود اراضی کے اندر کیا گیا ہو، یا (۲) بذریعہ یا بہ توسط ایسے مختار کے کیا گیا ہو، جو حدود اراضی کے اندر رہتا یا کاروبار کرتا ہو، اس اصل شخص کی طرف سے، جو حدود اراضی کے باہر رہتا اور کاروبار کرتا ہو، یا (۳) بذریعہ شرائط صریح یا استنباط کے، قانون انگریزی کا پابند ہو، یا ایسے مدعی علیہ کے مقابلہ میں پیش کیا گیا ہو، جو اسکاٹ لینڈ یا آئرلینڈ کا متوطن نہ ہو اور نہ وہاں عام طور سے بود و باش رکھتا ہو، اور ایسی خلاف ورزی سے متعلق ہو، جو عدالت کے حدود اراضی میں واقع ہوئی ہو، خواہ معاہدہ کہیں ہوا ہو — گو کہ اس خلاف ورزی سے پہلے، یا اس کے ساتھ ساتھ بیرون حدود عدالت بھی، ایسی خلاف ورزی ہو چکی ہو — جس کی وجہ سے معاہدہ کے اس جز کا نفاذ، جو اندرون حدود عمل میں آنا چاہیے تھا، ناممکن ہو گیا ہو۔" آر۔ ایس۔ سی۔ جون ۱۹۲۱ء جس سے ضمن (ھ) حکم (۱۱) قاعدہ ۱۔ کا منسوخ ہو گیا۔

"(و) مقدمہ کی بنیاد افعال ناجائز قابل ہرجہ (ٹارٹ) پر ہو، جس کا ارتکاب عدالت کے حدود اراضی کے اندر کیا گیا ہو (آر۔ ایس۔ سی۔ ۱۹۲۰ء)۔

"(ز) جب کہ عدالت کے حدود اراضی میں کسی فعل کے کرنے کی — یا کسی امر باعث تکلیف عام کے انسداد، یا اس کو دور کرنے کے لئے، عدالت سے حصول حکم کی ضرورت ہو، بخواہ اس کے متعلق ہرجہ کا بھی دعویٰ کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ 245

"(ح) جب اس مقدمہ میں، جو ایسے شخص کے مقابلہ میں دائر کیا گیا ہو، جس پر باضابطہ طور سے، حدود اراضی کے اندر سمن کی تعمیل ہوئی ہو، کسی ایسے شخص کا فریق مقدمہ بنانا، مناسب یا لازم ہو، جو عدالت کے حدود اراضی کے باہر ہو — یا

"(ط) جب مقدمہ ایسی ذاتی جائداد کے رہن کا ہو، جو عدالت کے حدود

ارضی میں موجود ہو۔۔خواہ راہن کی طرف سے ہو یا مرتہن کی طرف سے؛۔۔ اور ایسی مفصلۂ ذیل اقسام کی دادرسی چاہی جاتی ہو؛ مثلاً فروخت، بیبات، حوالگی قبضہ منجانب راہن، انفکاک، واپسی جائداد منجانب مرتہن؛ اگر معاملہ ارتہان کے متعلق کسی رقم واجب الاداکے لئے کسی ذاتی فیصلہ یا حکم کی استدعا نہ ہو (بہ استثنائے اس رقم کے جو زیر دفعہ ضمنی (۴) قاعدہ ہذا جائز ہو)۔

اس ضمنی دفعہ میں؛ ذاتی جائداد موجودہ حدود ارضی عدالت سے مراد وہ ذاتی (منقولہ) جائداد ہے جس کی بابت مالک کے بلا وصیت فوت ہونے کی حالت میں اس کے اسٹیٹ کو سند اہتمام ترکہ خاص رجسٹر پروبیٹ سے دیجا سکتی ہے۔ رہن سے مراد بار ارتہان یا کسی قسم کا حق کفالت ہے۔ اور مرتہن سے مراد وہ فریق ہے جس کو معاملہ ارتہان میں فی الوقت کوئی حق یا غرض ہو۔ اور راہن سے وہ فریق مقصود ہے جس کو فی الوقت جائداد مرہونہ میں حق ہو یا اس سے کوئی غرض متعلق ہو (آر۔ ایس۔ سی۔ اگست ۱۹۱۶ء)۔"

"۲۔ جس وقت عدالت یا جج سے حسب دفعہ بالا اسکاٹ لینڈ یا آئرلینڈ میں کسی سمن کے اجرا کی اجازت چاہی جائے؛ اور عدالت یا جج کو یہ معلوم ہو کہ اسکاٹ لینڈ یا آئرلینڈ (جیسی صورت ہو) میں بھی اس کے لئے چارہ کار موجود ہے؛ تو عدالت یا جج پر لازم ہوگا کہ وہ ان مصارف اور آسانیوں کا باہم مقابلہ کرے؛ جو کارروائی کے جس انگلستان، یا مدعی علیہ یا اس شخص کے مقام سکونت میں جس پر سمن کی تعمیل چاہی جاتی ہے۔۔ چلنے سے عائد حال ہونگی؛ اور مطالبات خفیفہ میں شرف "کی عدالتوں" یا اسکاٹ لینڈ کی عدالتہائے مطالبہ خفیفہ اور آئرلینڈ کی "سول بل کورٹس" کے اختیارات اور حدود ارضی کا جو ان کو قوانین متعلقہ سے حاصل ہیں؛ بطور خاص لحاظ کیا جائے گا۔

"۳۔ الف۔ اس آرڈر کے دفعہ (۱) میں جو کچھ درج ہے؛ باوجود اس کے؛ ہر معاہدہ کے فریق مجاز ہیں کہ وہ اس پر متفق ہو جائیں کہ۔

(الف) اس معاہدہ کے متعلق جو مقدمات پیدا ہوں، ان کی سماعت کی مجاز "ہائیکورٹ جسٹس" ہوگی؛ اور مزید براں، یا علی السبیل البدل۔

(ب) ایسے مقدمات کے سمنوں کی تعمیل فریق پر یا ہر فریق کے مختار پر — اس طریقہ سے جو معاہدہ میں طے ہوا ہو، ہر جگہ، خواہ وہ مقام عدالت کے حدود ارضی کے اندر یا باہر ہو — ہو سکے گی؛ اور ایسے سمنوں کی تعمیل اس جگہ (اگر کوئی ہو) یا اس فریق یا شخص پر (اگر کوئی ہو) یا اس طریقہ پر (اگر کوئی ہو) جو معاہدہ میں معین یا درج ہو چکا ہے، صحیح تعمیل متصور ہوگی؛ فریقین خواہ کہیں رہتے ہوں۔ اور اگر معاہدہ میں کوئی مقام یا طریقہ یا شخص معین یا مندرج نہیں ہوا ہے، تو بیرون حدود عدالت ایسے سمن کی تعمیل کا حکم دیا جا سکتا ہے (آر۔ ایس۔ سی۔ ۱۹۲۰ء)۔ 246

"۳۔ پروبیٹ کے مقدمات میں سمن یا اجرائی سمن کا نوٹس، باجازت عدالت یا جج کے، حدود ارضی عدالت کے باہر تعمیل کیلئے بھیجا جا سکتا ہے"۔

"۴۔ ہر درخواست، جو مدعی علیہ بیرون عدالت کے نام، ایسے سمن یا نوٹس کے اجرا کیلئے کیجائے، اس کے ساتھ بیان حلفی یا دوسری شہادت ہونی چاہئے، جس سے، یہ معلوم ہو سکے کہ بیان حلفی دینے والے کے یقین میں، مدعی کا بناء دعویٰ قابل لحاظ ہے، اور یہ کہ مدعی علیہ کس مقام یا ملک میں ہے، یا غالباً وہ کہاں مل سکے گا؛ اور آیا وہ انگریزی رعایا ہے یا نہیں: اور اس درخواست کی پیشی کے کیا وجوہ ہیں۔ ایسی کوئی درخواست، اس وقت تک منظور نہ ہو سکے گی، جب تک کہ عدالت یا جج پر یہ کافی طور سے ظاہر نہ کرا دیا جائیگا کہ اس حکم کے تحت میں مقدمہ مذا کی، ایسی حیثیت ہے کہ اس میں سمن کا بیرون حدود ارضی تعمیل یا نامناسب ہے"۔

"۵۔ جس حکم میں، ایسے سمن یا ایسے نوٹس سمن کے اجرا کی، اجازت دیجائے گی، اس میں، یہ بتا دیا جائیگا کہ تعمیل سمن یا نوٹس سے، اتنی مدت کے اندر، مدعی علیہ کو، حاضر عدالت ہونا چاہئے؛ مدت کے تعین کا انحصار، اس مقام یا ملک کے لحاظ سے ہوگا، جہاں سمن یا نوٹس کی تعمیل منظور ہے"۔

"۶۔ جب مدعی علیہ نہ انگریزی رعایا ہو اور نہ حکومت انگلستان کے حدود میں ہو، تو اس کو سمن کا نوٹس دیا جائیگا، خود سمن کی تعمیل، اس پر نہ ہوگی"۔

"۷۔ جب اس حکم کے قاعدہ ۱ و ۶۔ کے مطابق، عدالت کے حدود ارضی سے باہر سمن کے نوٹس کے اجرا کی اجازت دیجائے گی، تو نوٹس کی تعمیل، بپابندی

قاعدہ ۔ ۸ بحکم ہذا اسیطرح ہوگی، جس طرح سمن کی تعمیل ہوتی ہے "۔

" ۸ ۔ جب کبھی ایسے ملک غیر میں اجرائی سمن کی اجازت دیجائے گی، جس سے حسب الحکم لارڈ چانسلر یہ قاعدہ وقتاً فوقتاً متعلق ہوگا تو کارروائی بطریق ذیل کیجائیگی:-

(۱) جس نوٹس کو بھیجنا منظور ہو تو اس پر سپریم کورٹ کی وہ مہر ثبت کیجائیگی، جو بیرون حدود عدالت کے لئے مخصوص ہے، اور نوٹس مذکور معہ ترجمہ کے اس ملک کی

247 زبانوں میں جہاں اس کی تعمیل چاہی جاتی ہے، ڈویژن کے پریسیڈنٹ (صدر نشین) کی طرف سے حکومت انگلستان کے امور خارجیہ کے پرنسپل سکرٹری آف اسٹیٹ کی خدمت میں اس درخواست کے ساتھ بھیجا جائیگا کہ وہ اس کو اس ملک کی حکومت کے پاس بھیجدیں، جہاں نوٹس کی تعمیل کی اجازت دیگئی ہے "۔ وغیرہ وغیرہ۔

" ۸ (الف) عدالت یا جج بیرون حدود اراضی صرف مفصلۂ ذیل سمنوں یا سمنوں کے نوٹس کے اجرا کی اجازت دیگا "۔

(الف) ابتدائی سمن زیر احکام ۴ ۵ و ۵ ۵ قاعدہ ۲ یا ۴ کسی ایسے مقدمہ میں جس میں اگر کارروائی اجرائی سمن سے آغاز ہوتی تو وہ اس حکم کے قاعدہ ۱ ۔ کے مطابق ہوتی "۔

(ب) کوئی ابتدائی سمن، درخواست، اطلاع تحریک، یا دوسری ابتدائی کارروائی — (۱) بنسبت کسی نابالغ یا مجنون یا غیر صحیح الدماغ کے — یا (۲) کسی قانون کے تحت — یا (۳) عدالت کے کسی قاعدہ یا عملدرآمد کی پابندی میں — جس کی رو سے کارروائی سمن کے علاوہ دوسرے طریقہ سے بھی شروع ہو سکتی ہے "۔

(ج) بغیر ضمن متذکرہ بالا کی عمومیت میں خلل انداز ہونے کے، کوئی سمن، حکم، یا اطلاع جو ثالث تصفیہ نزاعات المتنازعہ یا تقرر ثالث یا حکم یا اس ثالثی کے فیصلہ کو، جو عدالت کے حدود اراضی میں منعقد ہوئی ہو یا ہونے والی ہو، تبدیل، منسوخ، یا نافذ کرانے کی کارروائی میں جاری ہو "۔

(د) کوئی سمن، حکم، یا اطلاع جو کسی کارروائی میں جو باضابطہ طور سے بذریعہ سمن یا دوسرے ابتدائی ذرائع مندرجہ بالا سے شروع ہوئی ہو، جاری ہوں ۔

" حکم ہذا کے قواعد [illegible] تبدیلی الفاظ تبدیل مطلب، اس

قسم کی تعمیل سے بھی متعلق ہونگے"۔

"جو کچھ یہاں درج ہوا ہے وہ کسی طور سے عدالت کے اس عملدر آمد یا اختیار میں حارج نہ ہوگا جس کی رو سے عدالت مجاز ہے کہ وہ ایسی کارروائیوں میں جن میں اراضی، رقوم، حقوق نالش، عام حقوق یا جائداد موقوعہ حدود اراضی عدالت زیر تصفیہ یا بحث ہوں، ایسے شخص کو جو اس کے حدود اراضی سے باہر ہو بغیر اس دعوی کے کہ اس کو شخص مذکور کی ذات پر اختیارات حاصل ہیں اس کو کارروائی متدائرہ کے وجود یا نوعیت سے اس غرض سے اطلاع کرادے کہ اگر اس کو کوئی دعوی، یا اختلاف، یا حق مداخلت ہو تو وہ اس کو پیش کر سکے"۔

قاعدہ ۹- میں وہ ضابطہ بتایا گیا ہے جو ان درخواستوں کے متعلق برتا جائیگا جو ملک غیر کی عدالتوں سے ان لوگوں پر جو انگلستان میں ہوں تعمیل سمن کے لئے وصول ہونگی۔

قاعدہ ۱۰- اہیں قائمقام تعمیل "متذکرہ قاعدہ ۹، کے متعلق اجرائی احکام کی اجازت دیگئی ہے۔

یہ حکم ۱۱- بابت ۱۸۸۳ء ہے جس کی ترمیم قواعد مورخہ جولائی ۱۹۰۲ء اگست ۱۹۰۹ء مارچ ۱۹۱۱ء و مئی ۱۹۱۲ء و اگست ۱۹۱۶ء و جولائی ۱۹۲۰ء و جولائی ۱۹۲۱ء سے ہوئی۔ اس کے مختلف اجزا کے متعلق جو مقدمات فیصل ہوئے وہ حسب ذیل ہیں:

قاعدہ ۱- ا- جب مقدمہ کا صرف ایک جزو اس قاعدہ کے تحت میں داخل 248
ہو تو غیر مشروط حاضری بمنزلہ اس کے سمجھی جائے گی کہ عدالت کا اختیار کے تمام دعوی کے متعلق تسلیم کرلیا گیا۔ مقدمہ سینیٹو باد نارتھ ویسٹ لینڈ کارپوریشن بنام ایلین [۱۹۰۴] ۲- چانسری ۴۳۲- نج، نارتھ ؏

۱- الف- مقدمہ متعلقہ اخراجات میں جو شاہراہ عام کے زیادہ تر استعمال کی بنا پر دائر کیا گیا تھا۔ قرار پایا کہ وہ نہ ضمنی دفعہ اور نہ ضمنی دفعہ (۴) میں داخل ہوتا ہے۔ مقدمہ کلیر کاؤنٹی کونسل بنام ولسن [۱۹۱۳] ۲- آئی آر- ۸۹ ؏

۱- (ب) مقدمہ متعلقہ ترمیم نہ بانی بنسبت حق اراضی اس ضمن میں نہیں آتا

مقدمہ کاسی بنام ارنانٹ (۱۸۷۶) ۲۔سی۔پی۔ڈی۔۲۴۔جج گرو و ڈنیمن۔ فیصلہ زیر قواعد ۱۸۷۵ء اور نہ مقدمہ بابت کرایہ اس میں داخل ہو سکتا ہے۔ مقدمہ انگیو بنام اشر (۱۸۸۴ء) ۱۳ کیو۔بی۔ڈی۔۸۰۷۔ جج کالرج و میتھو۔ آمتھ و لسٹن کی کتاب "عمل درآمد سپریم کورٹ" ساتویں ایڈیشن کے صفحہ ۱۵۱ پر بیان ہوا ہے کہ عدالت مرافعہ نے اس فیصلہ کو اس بنا پر بحال رکھا کہ مدعی اس کو نہ ثابت کر سکا کہ مدعی علیہم پٹہ کے منتقل الیہم تھے۔ جو مقدمہ بغرض حصول معاوضہ بابتہ حق کرایہ داری بربنائے رسم صوبہ السٹر ہوا اس کی نسبت قرار پایا کہ وہ اس ضمن میں داخل ہے۔ مقدمہ کے بنام سدرلینڈ (۱۸۸۷ء) ۲۰ کیو۔بی۔ڈی۔۷۴۱۔جج اسٹیفن و چارلس۔ پٹہ میں جو شرط ترمیم تھی اس کی خلاف ورزی کا مقدمہ اس ضمن کی تحت میں سمجھا گیا۔ مقدمہ ٹاسل بنام بلین [۱۸۹۲ء] ۱۔کیو۔بی۔۳۲۱۔جج کالرج و کالنس۔ نیز ملاحظہ ہو مقدمہ اٹرنی جنرل بنام ڈریپر و کمپنی [۱۸۹۴ء] ۱۔آئی۔آر۔۵۸۸ جس میں آئرلینڈ کی عدالتوں نے اراضی کے متعلق خیانت کے مقدمہ میں انگلستان میں تعمیل کی اجازت دی ہو۔

۱۔ (ج) جماعت شرکا کے توطن یا قیام کے متعلق، دیکھو فصل آئندہ متعلقہ جماعت شرکا و دیگر جماعتیں۔

ایک سفیر کی زوجہ کا سفارت خانہ میں رہنا اس قاعدہ کی تحت میں قیام حدود اراضی عدالت کے اندر نہیں متصور ہو سکتا۔ چیکس بنام ہوسیورس (۱۹۰۹ء) ۲۷۔ٹی۔آر۔۲۲۵۔جج پارکر۔

۱۔ (ح) ایسی جائداد کا عدالت کے حدود اراضی میں واقع ہونا اس ضمن کے تحت میں تعمیل سمن کی مقدم شرط ہے۔ مقدمہ ونٹر بنام ونٹر [۱۸۹۲ء] ۱۔چانسری ۴۲۱۔جج اسٹرلنگ۔ ایک عجیب مقدمہ کیلئے جس میں ایک صوبہ کی عدالت کا قاعدہ اس قاعدہ سے وسیع تر تھا اور اس بنا پر مقدمہ کے ہائیکورٹ میں منتقل ہونے کے بعد پیچیدگیاں پیش آئیں۔ دیکھو ونٹ بنام میڈلٹن [۱۸۹۷ء] ۱۔چانسری ۱۵۸۔

۱۔ (۵) یہ ضروری نہیں ہے کہ عدالت کے حدود اراضی میں تعمیل (معاہدہ) کی صریح شرط ہو، مگر اس کا معاہدہ سے مستنبط ہونا لازم ہے۔ مقدمہ پل و کمپنی بنام انٹورپ، لندن و برازیل لائن [۱۸۹۱] ۱۔ کیو۔ بی۔ ۱۰۳۔ ا۔ جج، ایشر و سکے جنہوں نے جسٹس کیو اور ڈے کے فیصلہ کو بحال رکھا، ایک معاہدہ کے متعلق جو انتقال حصص کے بارہ میں تھا، یہ قرار پایا کہ اس کی تعمیل کی ذمہ داری اس بنا پر عائد ہوئی کہ دستاویز انتقال منتقل الیہ کے سپرد کر دی گئی تھی، جو کہ عدالت کے حدود اراضی کا رہنے والا تھا۔ رینالڈس بنام کولیس (۱۸۷۲) ۳۶۔ چانسری ڈویژن۔ ۴۵۳۔ جج، سکے جس کو کاٹن اور لوڈن نے بحال رکھا، ایک ملک غیر کی کمپنی نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ صرف مدعیوں کو انگلستان میں اپنا ایجنٹ مقرر کرے گی، اس کے متعلق یہ قرار پایا کہ معاہدہ کی بنا پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ حدود عدالت کے اندر ایجنسی کے معاملے میں کوئی دست اندازی نہ واقع ہونے دی جائے گی۔ مقدمہ ٹمرن بکر بنام لا اسپیگوراڈ ورا اپیلو [۱۹۰۶] ۱۔ کے۔ بی۔ ۴۔ ۲۵۔ جج، کالنس و گورل بارنس جو اس معاہدہ کے متعلق کہ مدعیان ساکنان حدود اراضی عدالت، ایک کل کا بیرون حدود عدالت کھڑا کر دیں گے، یہ قرار پایا کہ حکم صحیح ہے، کیونکہ مدعا علیہم پر لازم تھا کہ وہ قیمت مدعیوں کو بھیجتے یا خود لا کے۔ مقدمہ رو سے بنام اسٹائل مائننگ کمپنی (۱۸۸۸) ۲۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۲۰۱۔ جج، انسٹن و چارلس۔ ہاسن بنام ایپر (۱۸۹۳) ۲۔ کیو۔ بی۔ ۵۰۔ جج، لشیر، لوپس، اے۔ ایل اسمتھ و ڈیوس اس سامان کے متعلق جو مشتری کے لئے جرمنی میں بھیجا گیا تھا۔ مقدمہ رین بنام آئیرن (۱۸۹۲) ۱۔ کیو۔ بی۔ ۳۷۵۔ جج، ملنڈ نے دئے، جنہوں نے جسٹس ... اور ... کے فیصلے کی تائید کی تھی، جو اس علی القیاس معاہدہ فروخت شراب کے متعلق جس میں مدعا علیہم نے جو کہ بیرون حدود کے تھے، مدعیان متوطن انگلستان سے بحیثیت ان کے ایجنٹ کے شراب کی فروخت کا معاہدہ کیا تھا۔ مقدمہ چارلس ڈول کمپنی لمیٹڈ بنام کالنس [۱۹۰۴] ۲۔ کے۔ بی۔ ۶۸۵۔ جج، اسٹرلنگ ... مقدمہ رسل بسبت رسل [۱۹۱۹] ۱۔ چانسری۔ ۵۷ ... ۲۹۰۔ جج ... میں یہ طے ہوا ہے کہ زوجہ ساکن انگلستان کے نفقہ اقرار کا نہ ادا کرنا،

حدود عدالت کے اندر خلاف ورزی کا ارتکاب ہے؛ اگرچہ دستاویز میں کوئی
249 مقام ادا کے لئے نہ مقرر ہوا ہو۔ قاعدہ ۱۹۲۱ء کے اجرا سے پہلے، جو بغرض
ترمیم قاعدہ سابق جاری ہوا، ہاؤس آف لارڈز نے یہ طے کیا تھا کہ جب ایسے
معاہدہ کی، جو انگلستان میں ہوا ہو، صریح خلاف ورزی بیرون حدود عمل میں
آئے تو اس بنا پر کہ معاہدہ کے شرائط کی صحیح تعمیل انگلستان میں نہیں ہوئی،
انگلستان کی عدالتوں کو اختیار سماعت حاصل نہیں ہو جاتا۔ مقدمہ جانسن بنام
ٹیلر برادرس [۱۹۲۰] اے۔ سی۔ ۱۴۴ میں جج برکن ہیڈ وسی ہلڈین و ڈنیڈن
و اٹکنسن و بک ماسٹر جنہوں نے جسٹس بینکس و ارنگٹن اور لارڈ چیف جسٹس
اسکروٹن کے فیصلہ کو منسوخ کیا۔ معاہدہ یہ تھا کہ چند سال تک سوئیڈن سے
'لوہا جہازوں کے ذریعہ سے انگلستان پہنچایا جاتا رہیگا'۔۔۔۔ صریح خلاف ورزی
یہ تھی کہ مال نہیں بھیجا گیا۔ ۔۔۔ ضمنی خلاف ورزی یہ ہوئی کہ دستاویزات متعلقہ
روانگی مال انگلستان میں حوالے نہیں کی گئیں۔ قدیم قاعدہ کے لحاظ سے
یہ استعمال اختیارات کیلئے کافی نہ تھا، لیکن انگلستان کے واضعان قواعد
کا رجحان ہمیشہ اسی طرف رہا ہے کہ ان معاہدات کے متعلق جو ملک غیر کے
لوگ اس شرط کے ساتھ کریں کہ ان کی تعمیل انگلستان میں ہوگی، انگلستان
کی عدالتوں کو وسیع اختیارات حاصل رہنے چاہئیں، اور اس قاعدہ میں،
کہ مدعی، مدعی علیہ کی عدالت کا تابع ہے"، جہاں تک موقع ملے کمی کی
جانی چاہیے۔ یہ امر قابل بیان ہے کہ مقدمہ جانسن بنام ٹیلر پر ایک حال کے
مقدمہ ہمبرگ بنام ولیم لائیل شپنگ کمپنی [۱۹۲۱] میں پریوی کونسل
میں بحث ہو کر یہ طے ہوا کہ ایسے مشتری کا انکار، جو ایک معاہدہ فروخت
جہازات میں مستغرق تھا، اور جس میں یہ قرار پایا تھا کہ جہاز عدالت کے حدود
ارضی میں حوالے کئے جائیں گے، اور قیمت بیرون حدود مذکور ادا ہوگی: فی الحقیقت
ایک حقیقی اور صریح خلاف ورزی علیحدہ تھی؛ اور اس کی بنا پر حکم نامہ بیرون
حدود عدالت جاری کرنا قطعاً جائز تھا۔ موخر الذکر قاعدہ جن الفاظ میں ظاہر
کیا گیا ہے، اسکے بعد کسی شبہ کے باقی رہنے کی گنجائش نہیں رہتی ہے

ایک جہاز کو انگلستان کے ساحل پر پہنچانے کے معاوضہ کے وصول کے متعلق جو دعویٰ کیا جائے گا وہ اس ضمن میں نہیں آتا ہے بشرطیکہ مقام ادا بیرون ملک قرار پایا ہو۔ مقدمہ ڈومی ایڈر [۱۸۹۳] ۱۔ پی۔ ۱۱۹۔ جج اصحاب۔ ایشر۔ لنڈلے و بووان نہ اس حالت میں ایسا دعویٰ ہو سکتا ہے، جبکہ ادائی بشکل زر نقد حدود اراضی عدالت کے اندر نہ قرار پائی ہو۔ مقدمہ کمیر بنام لی لینڈ [۱۸۹۰] اے۔ سی۔ ۵۲۴۔ جج، ہالسبری۔ ہرشل۔ میکناٹن۔ موریس و شینڈ جنہوں نے ایشر۔ اے۔ ایل اسمتھ اور ریگبی کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا تھا، نہ اس سامان کی فروخت کے متعلق جو معاہدہ سی۔ آئی۔ ایف کی بناء پر ایسے مقام سے ذریعہ جہاز منتقل کرنا ہے جو عدالت کی حدود اراضی سے باہر واقع ہے۔ مقدمہ کوروزر اسٹیفن و کمپنی بنام اوربیک [۱۹۰۸] ۲۔ کے۔ بی ۱۶۱۔ جج، ڈگھان ولیمس و فارول جنہوں نے جسٹس بگھام کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا تھا۔ و مقدمہ بارو بنام میرس ۴۔ ٹی۔ آر۔ ۴۱۴۔ جج، کینیڈی و مینتھو۔ لیکن مقدمہ بڈل برادرس بنام ہورسٹ و کمپنی [۱۹۱۲] ۱ اے۔ سی۔ ۱۸۔ یہ طے ہوا کہ سی۔ آئی۔ ایف کے اس معاہدہ میں جو ایک ملک غیر کے بائع اور انگلستان کے مشتری کے مابین منعقد ہو، مقام تعمیل انگلستان قرار دیا جائیگا، جب تک کہ معاہدہ میں کوئی ایسا امر نہ موجود ہو جس سے منشا اسکے خلاف ظاہر ہوتا ہو۔ اور جہازی دستاویزات کی عدم تحویل کے متعلق انگلستان میں دعویٰ ہو سکتا ہے جس حالت میں کہ ناظم عدالت کو اس امر کے متعلق شبہ ہو کہ آیا حدود اراضی کے اندر معاہدہ کی خلاف ورزی ہوئی یا نہیں ہے۔ تو وہ حدود اراضی سے باہر تعمیل کا حکم صادر کریگا، اور ساتھ اسکے مدعی پر یہ شرط عائد کر دیگا کہ وہ اس مقدمہ میں صرف اسیقدر رقم وصول کرے جسکی بابت ثمن کی تعمیل بیرون حدود عدالت مناسب متصور ہو سکتی ہے۔ ٹامسن بنام بلھٹن (۱۸۹۹)، ۱۷ ایکو۔ بی۔ ڈی۔ ۵۹۲۔ جج، ڈسے جسکی تائید جسٹس ایشر۔ بووین اور فرائی نے کی ہو و مقدمہ اٹکنس بنام ٹامسن [۱۹۲۲] ۲۔ اے۔ آر۔ ۱۰۲۔ ملک غیر کے مالک اخبار کا بذریعہ خط اپنے انگلستان کے نامہ نگار کو موقوف کر دینا حدود اراضی عدالت میں معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں ہے؛ اور نہ اس

ضمن میں داخل ہوتی ہے۔ مقدمہ ہالینڈ بنام ہمیٹ [۱۹۰۲] ۱۔ کے۔
بی۔ ۵۶۷، نج، وگھان ولیمس و میتھو ج

ضمن (ح) کے اضافہ سے پہلے یہ طے ہوا تھا کہ جو مقدمہ بابتہ
سقوط حق انفکاک رہن دائر کیا جائے وہ مقدمہ بربنائے معاہدہ زیر ضمن (ہ)
متصور ہوگا۔ (دی نیلشی نیشنل بنک بنام پال [۱۸۹۸] ۱۔ چانسری ۲۸۲
نج، اسٹرلنگ ج) اور نہ وہ مقدمہ جس کے ذریعہ سے ایک انگلستان کی کمپنی
کے حصص پر بار کفالت عائد کئے جانے کا حکم دیا جائے۔ مقدمہ کاہین بنام
میرس [۱۹۰۲] ۱۔ کے۔ بی۔ ۵۲۴۔ نج، وگھان ولیمس و اسٹرلنگ ج
جنہوں نے جوائس کے فیصلہ کو بحال رکھا) اس حکم کی جدید شکل میں جس کی
بنا پر سمن کی تعمیل کرائی جاتی ہے، جو شرائط ہوتے ہیں وہ علی سبیل البدل 250
ہوتے ہیں، اور اس لئے اس معاہدہ کے متعلق جو حدود ارضی کے اندر کیا جائے
سمن کی تعمیل بیرون حدود کرائی جا سکتی ہے، اگرچہ اس کا تصفیہ قانون
انگلستان سے نہ ہو سکتا ہو۔ مقدمہ وانسبرو پیپر کمپنی بنام لاف لینڈ [۱۹۲۰]
ڈبلیو این۔ ۳۴۴۔ نج، ہنکیس، اسکروٹن۔ ایٹکن ج برخلاف اس کے جس
حالت میں معاہدہ بمقام نیویارک ایک کینڈا کی کمپنی میں جس کا ایک دفتر
لنڈن میں تھا اور ایک ملک غیر کی رعایا میں ہوا تھا اور اس میں بصراحت قرار
پایا تھا کہ معاہدہ ہذا کی ترتیب اور تکمیل کا باضابطہ طور سے ہونا لنڈن میں
سمجھا جائیگا ..... یہ طے ہوا کہ شرائط کے لحاظ سے اس سے انگلستان کا قانون
متعلق ہوگا اور اس لئے جو حکم سمن کے بیرون حدود عدالت تعمیل کرانے کا
دیا گیا وہ بالکل صحیح تھا۔ مقدمہ برٹش کنٹرولڈ آئل فیلڈس لمیٹیڈ بنام اسٹیگی
[۱۹۲۱] ڈبلیو۔ این ۳۱۹ نج، سارجنٹ ج

اس ضمن کی رو سے ایسے مدعی علیہ پر جو اسکاٹ لینڈ یا آئرلینڈ شمالی کا متوطن
یا عام طور سے باشندہ ہو، بیرون حدود عدالت سمن کی تعمیل کا حکم
نہیں دیا جا سکتا۔ جو صریح استثنا قاعدہ ۱۔ (ہ) میں درج ہے وہ قاعدہ
۲، کی بنا پر ایسا استثنا نہیں ہو جاتا جس کا انحصار اختیار تمیزی پر ہو لیکن

بنام انڈرسن (۱۸۸۳) ۱۲ کیو۔ بی ڈی۔ ۵۰۰۔ ج، گریو۔ ہڈلسٹن و فیلڈ۔ متفق الرائے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو چینل کولن و کمپنی بنام راس [۱۹۰۷] ۱۔ کے بی۔ ۱۴۵۔ ج، الور اسٹون و فوآر لنگ؛ اور ایک اسیطرح کا مقدمہ کاونٹی کورٹ کے قواعد کے تحت میں ہوا۔ ایسے مقدمہ میں "قائم مقام تعمیل" کا عمل نہیں ہو سکتا۔ بلیارڈ بنام اسمتھ (۱۸۸۷) ۳۶ ڈبلیو۔ آر۔ ۷۰۰ ج، اسمتھ۔ چارلس؛ یہ شرط کہ سمن کی تعمیل ایجنٹ پر انگلستان میں ہو سکے گی، جائز ہے۔ انگلیمری جوئنس کمپنی بنام لاہتھل و کمپنی [۱۸۹۸] ۱ کیو۔ بی۔ ۷۰۸؛ لیکن یہ شرط کہ سمن کی تعمیل مدعی علیہ پر اسکاٹ لینڈ میں ہو سکے گی، باطل ہے۔ برٹش ویگن کمپنی لمیٹڈ بنام گرے [۱۸۹۶] ۱ کیو۔ بی۔ ۳۵۔ ج، اشر۔ لوپیس۔ کے ج؛ یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا یہ نظیر صحیح قاعدہ ۲۰۔ (الف) کی موجودگی میں کارآمد تصور ہو گی۔

۱۔ (۹) دیکھو مقدمہ ٹائزر بنام ہانس (۱۸۸۵) ۱۵۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۶۵۰۔ ج، کالرج؛ دیکھو اور اسی مقام پر ۶۸۰۔ ج، برٹ۔ بگلیے۔ و بولن۔ اور اس مقدمہ کے لئے جس میں پیٹنٹ رجسٹر شدہ انگلستان کی خلاف ورزی ملک غیر کے باشندوں نے کی تھی، یہ مقدمہ کیمیشن فبرک وارلمس سینداس واقع باسل بنام بیڈش انیلین اینڈ سوڈا فبرک [۱۹۰۴] ۲۰۔ ٹی۔ ۲۔ ۵۵۵۔ ج، میکناٹن۔ ڈیوی۔ مینجیس۔ رابرٹس جنہوں نے جسٹس کولنس۔ رومر۔ اور کوزنس ہارڈی کے فیصلہ کو بحال رکھا، اور انھوں نے جسٹس جوائس کے فیصلہ کی تائید کی تھی کہ اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ انگلستان میں حکم کی تعمیل کا نہ کوئی ذریعہ ہے، اور نہ بقیاس غالب تعمیل ہو سکتی ہے، تو بھی بظاہر اس ضمن کے تحت میں سمن کا اجرا نہ ہو سکے گا۔ دیکھو مقدمہ ڈی برناس بنام نیو یارک ہرلڈ [۱۸۹۲] ۲ کیو۔ بی۔ ۹۷ (نوٹ) ج، لوپس کا آرج صفحہ ۹۸ جس میں اجازت کے دئے جانے سے اس بنا پر بھی انکار کر دیا گیا تھا کہ جو استدعا حکم کے متعلق کیجاتی ہے، وہ نیک نیتی پر مبنی نہیں ہے؛ بلکہ وہ صرف اس غرض کے سے بڑھا دی گئی ہے کہ مقدمہ اس ضمن کی تحت میں داخل ہو جائے جو عدالت کو اختیار تمیزی حاصل ہے۔ مقدمہ ڈی مینی بنام ڈی مینی

بنام کراسٹی [۱۹۱۹] ۲۔ چانسری ۳۰-۶۲۔ جج ہنچی جو ایک مبینہ ازالہ حیثیت عرفی کے مقدمہ میں جو اسکاٹ لینڈ کے ایک اخبار کے خلاف تھا، اجازت تعمیل سے انکار کر دیا گیا، اس کی بہت تھوڑی کاپیاں انگلستان میں فروخت ہوئی تھیں۔ مقدمہ واٹسن و فرزندان بنام ڈیلی ریکارڈ (گلاسگو) لمیٹڈ [۱۹۰۷] ۱۔ کے۔ بی۔ ۸۵۳۔ جج اگزاور کوزنس ہارڈی جنہوں نے اے۔ ٹی لارنس کا فیصلہ منسوخ کر دیا۔ عدالتہائے آئرلینڈ نے ایک مقدمہ میں جو کہ ایسی کمپنی کے خلاف تھا جو کہ حدود اختیار عدالت سے باہر واقع تھی، ایک حکم کے اجرا کی اجازت دی جس میں یہ ہدایت تھی کہ کمپنی اس اشتہار کی اشاعت سے آئرلینڈ میں باز رہے جس میں مدعی کی تصویر تھی، اور اس کی فرضی حیثیت بیان کی جاتی تھی... جب نقصان کی شکایت کی جاتی تھی، اس پر مقامی طور سے اظہار ناراضگی کیا جاتا تھا، اسلئے جو چارہ کار تجویز کیا جائے اس کو مقامی طور سے موثر ہونا چاہیئے۔ مقدمہ ڈنلاپ ربڑ کمپنی بنام ڈنلاپ [۱۹۲۱] ۱۔ اے۔ سی۔ ۳۶۷۔ ایچ۔ ایل۔ جج برکن ہیڈ، فنلے، ایٹکنسن، [illegible] جنہوں نے آئرلینڈ کے عدالت مرافعہ کے فیصلے کو بحال رکھا، ایک باضابطہ مقدمہ میں تعمیل جائز قرار دی گئی۔ مقدمہ آکسفورڈ کیمیکل لمیٹڈ بنام [illegible] و فرزندان [۱۹۰۸] [۱۹۰۷] ۲۵۔ ٹی۔ آر۔ ۲۹۔ جج بکلے۔ و کینیڈی [illegible] میں کہ حدود اختیار میں کسی عمل کا کیا جانا کیا ہے؟ — دیکھو اوس یا وشن اینیلین دسوڈا فیبرک بنام ہیل کیمیکل ورکس سپیشلر [۱۸۹۸] اے سی ۲۰۰۔ جج ہالسبری، ہرشل، میکناٹن و ڈیوی۔

انگلستان کی کسی عدالت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی انگلستان کے
251 باشندہ کو ان حقوق میں دست اندازی کرنے سے باز رہنے کا حکم دے جو کسی دوسرے انگلستان کے باشندہ کو ملک غیر میں اس ملک کے قانون کے مطابق دیئے گئے ہوں۔

مقدمہ مراکو باند ہولڈرز کمیٹی لمیٹڈ بنام ہیرس [۱۹۵۱] ۱۔ چانسری ۵۳۴۔ جج ہیکوچ جو ۱ - ذ [illegible] قبل اس کے کہ سمن یا اس کی تحت میں بیرون حدود عدالت اجرائی سمن کا حکم جاری کیا جائے اس شخص پر جو حدود عدالت کے

اندر ہو اُس کی تعمیل ہونی چاہیئے۔ لائٹ تولر بنام لائٹ تولر (۱۸۸۴) ڈبلیو۔ این۔ (۱۸۸۴) صفحہ ۸۔ نج، بت۔ پارک شائر میزی بنام اگلنٹن کمیکل کمپنی (۱۸۸۴) ۵۴۔ ایل۔ جے۔ سی۔ ایچ۔ ۱۸ نج، پیرسن ہیٹیل بنام ہیٹیلن متذکرہ بالا زیر ۱۔ (ب) اس ضمن کی تحت میں ایک فریق بغیر لازمی اور ضروری ہونے کے مناسب متصور ہو سکتا ہے اور وہ مناسب اس وقت متصور ہوگا جب کہ حدود عدالت کے اندر ہونے کی حالت میں وہ بہ اقتضائے رائے عدالت زیر حکم ۱۶ بابت سلسلہ فریق بنایا جا سکتا ہو۔ میسی بنام ہینس (۱۸۸۸) ۲۱ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۳۳۰۔ نج، وکنن وگر نتھام جس کی تائید ایشر۔ لنڈلے اور توپس نے کی دیکھو لوہی ایلٹن [۱۸۹۱] صفحہ ۲۹۵۔ نج، چین مقدمہ نیانیمو را اسٹیم شپ کمپنی بنام ٹامسن (۱۸۸۵) ۲۵۔ ایل۔ ٹی۔ ۲۵ صحیح معیار یہ ہے کہ یہ فرض کر لئے کہ دونوں مدعی علیہا کمپنیاں عدالت کی حدود اراضی کے اندر کی باشندہ ہوتیں تو کیا ان کا شریک مقدمہ کیا جانا ممکن تھا۔ مقدمہ ویڈ بنام گلبرٹ (۱۸۹۵) کیو۔ بی۔ ۵۰۰ نج، لنڈلے وسکے جنہوں نے جسٹس ہاکنس اور کالرج کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا۔ اس کا اتباع مقدمہ راس بنام ایسن [۱۹۱۱] ۲۔ آر۔ ۴۵۹ نج، واکر پلیٹن کمیشن اور بوائیڈ میں کیا گیا۔ واسترکی اسپورٹ بنام برٹش انڈمنٹی کمپنی [۱۹۱۴] ۲۔ کے۔ بی۔ ۷۰۳ نج، کنیڈی وشیفن اڈلی (لارڈ چیف جسٹس) جنہوں نے جسٹس کالرج کے فیصلے کی تائید کی۔ جب ایک پالیسی پر دستخط کرنے والی دو کمپنیاں تھیں ایک انگلستان اور دوسری اسکاٹ لینڈ کی تو یہ طے ہوا کہ مقدمہ میں اسکاٹ لینڈ کی کمپنی فریق مناسب تھی۔ مقدمہ میں دونوں مدعی علیہا کے مقابلہ میں بنائے دعوی قطعاً ایک ہی ہونی چاہیئے۔ کانسٹ بنام ہارسٹ برٹش مرکنٹائل انشورنس کمپنی، ڈوپریٹ بنام ڈمی کو [۱۹۰۴] ۳۔ چانسری۔ ۲۲۸۔ نج، گیکو نج۔ یہ امر کہ بنائے دعوی کا بیرون حدود عدالت پیدا ہونا قابل لحاظ ہے۔ ڈمی ڈیری ائلی [۱۹۰۲] پی۔ ۱۸۔ نج، گورل بارنس، مقدمہ امپیریل نیشنل بنک بنام پال [۱۸۹۸] ۱۔ چانسری۔ ۲۸۲۔

بج، اسٹرلنگ نو

دیکھو او وہ احکام جو زیر ضمن ہذا بہ تائید کارروائی پیشی دستاویز و اٹن، متعلقہ اراضی ملک غیر صادر ہوئے۔ مقدمہ جبنی بنام سیکنٹوش متذکرہ صفحہ ۲۱۸۔ اور وہ احکام جو ملک غیر کی اراضی پر بار رہن سے عائد کئے جانے کی تائید میں جاری ہوئے۔ مقدمہ دیوور بنام اسٹرڈم ٹرسٹی کنٹور [۱۹۰۲] ۲۔ چانسری ۱۳۲۔ بج، باکرن ہواور اس صورت میں کہ ایک شخص نے جو کہ حدود عدالت سے باہر تھا ایسا سامان، ایک تاجر کو آئرلینڈ میں بھیجا تھا جس سے آئرلینڈ کے رجسٹری شدہ حق پٹنٹ کی خلاف ورزی ہوتی تھی۔ مقدمہ جوائنٹ بنام میک کرم [۱۸۹۹] ۱۔ آئی۔ آر۔ ۲۱۷ ہو اور ایسی کارروائی کی تائید میں جو ایسے شخص کی جائداد کے اہتمام کے متعلق تھی جو بیرون ملک کا متوطن تھا مگر اثاثہ انگلستان میں چھوڑا تھا۔ مقدمہ لیین۔ لیین بنام رابن (۱۸۸۹) ۵۵۔ ایل۔ ٹی (سلسلہ جدید) ۱۴۹۔ بج، پیرسن۔ اور دیکھو مقدمہ سیکٹ تکین بنام گائیلس صفحہ ۲۵۳۔ کتاب ہذا۔ طے ہوا کہ یہ قاعدہ اس صورت سے بھی متعلق ہے جس میں مدعی کو علی سبیل البدل بمقابلہ ایسے شخص کے دعوے ہو جو حدود عدالت کے اندر ہو یا ایسے شخص کے مقابلہ میں جو حدود عدالت سے باہر ہو۔ مقدمہ وٹیڈ بنام گلبرٹ [۱۸۹۳] ۱۔ کیو۔ بی۔ ۴۲۱۔ (دیکھو بھی مقدمہ صفحہ ۷۷۵ کتاب ہذا) کہ عدالت کو اختیار تمیزی حاصل ہے، جس کو باحتیاط تمام استعمال کرنا چاہیے۔ مقدمہ دی ہیگین [۱۹۰۸] پی۔ ۱۸۹۔ بج لوبوہ اسٹون۔ فارول۔ کنیڈی جنہوں نے جسٹس بارگریو ایڈین کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا تھا۔ جس میں ایک ملک غیر کے جہاز کے مالکوں پر تعمیل سمن کی اجازت کا حکم منسوخ کر دیا گیا تھا۔ اس بنا پر کہ تصادم بیرون ملک واقع ہوا تھا اور کارروائی بغیر غیر ضروری تعویق کے ممالک غیر کے مالکوں نے مقامی عدالت میں شروع کر دی تھی ہو۔

اختیار تمیزی اس وقت کام میں نہ لانا چاہیے، جب کہ مدعی نے انگلستان میں کو کمپنیوں پر جو حدود عدالت کے باہر ہوں، دعویٰ دائر کر دیا ہو۔ انہوں نے

اپنا سامان ایک جہاز پر بار کیا تھا جس کے مالک اسکاٹ لینڈ کے
متوطن تھے۔ جہاز سرکاری ضرورتوں کے لیے پکڑ لیا گیا اور سامان دوسرے
جہاز پر بدون [illegible] علیہ یا اجازت کے منتقل کر دیا گیا۔ یہ جہاز ڈوب گیا۔
مدعی علیہ اول نے انگلستان کی عدالت کے اختیار کو تسلیم کر لیا۔ اس پر مدعیوں نے
درخواست کی کہ دوسرے مدعی علیہ پر بیرون حدود عدالت سمن کی تعمیل کی
اجازت دی جائے۔ مدعی علیہ اول کی رضامندی کا کوئی اثر دوسرے
مدعی علیہ کے حقوق پر نہیں پڑ سکتا۔ اور مدعی علیہ کے مقابلہ میں جو دعویٰ یہاں 252
دائر کیا گیا وہ صحیح نہ تھا۔ مقدمہ رول بنام کیرز [۱۹۱۱] اے سی۔
۲۴۔ [illegible] صفحہ ۲۳۴ [illegible] اختیار تمیزی کا حکم۔ ۱۱۔ قاعدہ (۲)
سے محدود نہیں ہوتا۔ مقدمہ لوسپن بنام [illegible] [۱۹۰۱] [illegible]
[illegible] قاعدہ [illegible] سے متعلق ہوتا ہے۔ مقدمہ [illegible]
[illegible] [۱۸۹۴] ایکیو۔ بی۔ ۲۱۹ [illegible] مقدمہ [illegible]
بنام [illegible] [۱۸۹۵] ۱۔ کیو۔ بی۔ ۳۴۲ [illegible]

۱۴۔ جو اختیار تمیزی اس قاعدہ کی رو سے حاصل ہے وہ [illegible] سے متعلق ہے
جو قاعدہ ۱۱ (۱) [illegible]
[illegible] بنام [illegible] جو قاعدہ ۱۱ (۱) کے تحت [illegible] دیا جا چکا ہے کا اس کا
تعلق اندرون حدود عدالت کی تعمیل سے نہیں ہے۔ لوکس بنام بینک آف
اسکاٹ لینڈ [۱۹۰۴] ۲۔ کے۔ بی۔ صفحہ ۵۰۰

مفصلہ ذیل مقدمات سے معلوم ہو گا کہ جو اختیار تمیزی اس قاعدہ کی
رو سے حاصل ہے اس کا استعمال کس طرح ہونا چاہیے۔ کرسول بنام پارکر
(۱۸۷۹) ۱۱۔ چانسری ڈویزن۔ ۶۰۱۔ جج جیمس۔ بیگلے و برامویل نے
جسٹس ملینس کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا۔ مقدمہ ہیرس بنام فلیمنگ (۱۸۷۹)
۱۳۔ چانسری ڈویزن ۲۰۳۔ جج ہال۔ ان دو مقدمات اسی قسم کے اختیار تمیزی
کے متعلق تھے جو قواعد ۱۸۷۵ء کی رو سے حاصل تھا۔ مقدمہ ہروی بنام ڈاگرتی
(۱۸۸۷) ۵۶۔ ایل۔ جے (سلسلہ جدید) ۲۲۲۔ جج [illegible] کے۔ مقدمہ مارشل

بنام ارنسل (۱۸۸۸) ۴۰۔ چانسری ڈویژن ۳۲۰۔ جج کاٹن و فرائی، جنہوں نے جسٹس نارتھ کے فیصلے کو بحال رکھا۔ مقدمہ برلینڈ ٹریڈ مارک برلینڈ بنام برانسبرن ایئل کمپنی (۱۸۸۹) ۴۱۔ چانسری ڈویژن ۵۴۲۔ جج چیٹی کا، مقدمہ کیناہن بنام کیناہن (۱۸۹۰) ۴۵۔ چانسری ڈویژن ۷۸، جج کیکوچ کا مقدمہ ڈی کی چینی [۱۸۹۱] ۲۔ چانسری ڈویژن۔ جج ہیچنز کا مقدمہ وٹیڈ بنام گلبریٹ متذکرہ بالا، متنازعہ اخراجات اور آسانی ہر دو فریق کی مقصود ہے۔ مقدمہ ویمیس بنام کارٹ رائٹ [۱۸۹۵] ا کیو۔ بی۔ ۲۴۲ صفحہ ۲۴۸۔ جج الورسٹن و رگبی کی تحریر ملاحظہ ہو۔ مقدمہ جائنٹ بنام لیک کرم [۱۸۹۹] ا۔ آئی۔ آر۔ ۲۱ متذکرہ سابق، شہادت کے کافی یا غیر کافی ہونے کی بحث، مقدمہ کمیشن فیبرک وارلس سینڈارڈ ان پاسل بنام بیڈس امیلین اینڈ سوڈ افیبرک [۱۹۰۴]۔ ۲۰۔ ٹائمس لا رپورٹ ۵۵۲۔ متذکرہ قاعدہ ۱۰ (ب) کو

۳۔ یہ قاعدہ اس تعمیل سے متعلق نہیں ہوتا جو سرکار انگریزی کی رعایا پر ان ممالک میں عمل میں آئے جہاں قاعدہ ہذا نافذ ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ لارڈ چانسلر کے حکم مورخہ ۴۔ جولائی سنہ ۱۹۰۷ء کی بنا پر سلطنت جرمنی سے متعلق کیا گیا تھا مگر نومبر سنہ ۱۹۱۴ء میں منسوخ کر کے مخصوص ہدایات جاری ہوئیں۔ دیکھو اینول پریکٹس ۱۹۲۲ صفحہ ۱۱۔ اور روس سے بذریعہ حکم مورخہ ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۰۹ء کے متعلق کیا گیا، اور فرانس، اسپین، اور بلجیم سے بذریعہ حکم مورخہ ۲ اگست سنہ ۱۹۱۰ء، پرتگال سے بذریعہ حکم ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء اور جاپان سے بذریعہ مورخہ اپریل سنہ ۱۹۱۲ء اور یونان سے بذریعہ حکم مورخہ ۶۔ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء جبتک اس قاعدہ کا نفاذ نہیں ہوتا، قدیم عملدرآمد جاری ہوتا ہے۔

۴۔ (الف) جو جدید قاعدہ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء میں نافذ ہوا اس سے عدالت کے اختیارات تعمیل بیرون حدود میں وسعت ہو گئی ہے اور علاوہ سمن یا نوٹس سمن کے دوسری عدالتی کارروائیوں کی تعمیل کی اجازت کا بھی اختیار حاصل ہو گیا: اس طور سے قاعدہ مذکورہ حکم ۱۱۔ کی تحت ابتدائی سمن یا

دوسری قسم کے سمن، نوٹس، یا حکم کو لے آتا ہے۔ مگر جب تک وہ حالات ثابت کئے جائیں گے، جن کی بنا پر عدالت، زیر قاعدہ ۱۔ سمن یا نوٹس سمن کی تعمیل کی بیرون حدود اجازت دینے کی مجاز ہوتی ہے، زیر قاعدہ ۴ (الف) کسی سمن، حکم، یا نوٹس کے اجرا کی اجازت نہ دیجائے گی۔ اس قاعدہ کے آخری جزو سے قاعدہ ۸ کے شرائط ایسے سمن، حکم، یا نوٹس سے متعلق ہونگے، جو ملک غیر کے باشندے پر ایسے ملک میں تعمیل کیا جائے، جس سے قاعدہ (۸) متعلق ہوتا ہے۔ مقدمہ ہیولاگ رابرٹس فارسٹ لا سوسائٹی اینانمی (۱۹۱۰) ۲۔ کے۔ بی۔ ۲۷۔ ۲ جج، اور اسٹون بخضور ملو وکا آرج ہو

قدیم قاعدہ کی رو سے یہ قرار پایا تھا کہ ابتدائی سمن کی تعمیل کا حکم بمقابلہ ایسے فریق کے جو اسکاٹ لینڈ میں ہو، نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ قاعدہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ تعمیل کا ملک غیر میں ہونا ضرور ہے، اور اسکاٹ لینڈ پر ملک غیر کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ مقدمہ کیمبل [۱۹۲۰] ۱۔ چانسری۔ ۳۵ جج، آیونگر موجودہ قاعدہ کے الفاظ وسیع تر ہیں، اور تمام ایسے سمنوں پر جو کسی انگریزی عدالت یا جج بیرون حدود عدالت تعمیل کرائے جائیں، حاوی ہیں ؎

دفعہ ۱۸۷ جس صورت میں کسی مدعی علیہ کو کسی ایسے شخص کے مقابلہ میں، جو فریق مقدمہ نہو، یہ دعوی ہو کہ اس کو معاوضہ نقصان، یا رقم ہرجہ کا حصہ رسدی، اس شخص سے ملنا چاہیئے، تو وہ بہ اجازت عدالت یا جج، شخص مذکور کے نام، اس مضمون کا ایک نوٹس جاری کرا سکے گا، جو آئندہ نوٹس بنام فریق ثالث کے نام سے موسوم ہو گا۔ اس نوٹس پر وہی مہر ثبت کیجائے گی، جو عموماً سمنوں پر ثبت ہوتی ہے۔ ایک نقل، اس نوٹس کی عہدہ دار مجاز کے سامنے پیش کیجائیگی، اور اس کی تعمیل، شخص مذکور پر، انہیں قواعد کی پابندی کے ساتھ ہوگی، جو تعمیل سمن کے لئے مقرر ہیں۔ حکم ۱۲۔ بابت سنہ ۱۸۸۳ع قاعدہ ۴۸۔ 258

؎ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مقدمہ حکم ۱۱ (دفعہ ۱۸۶) میں داخل ہو تو اس میں بیرون حدود عدالت فریق ثالث کے نام نوٹس کے اجرا کی اجازت ہے۔

باستثناء اسکاٹ لینڈ و آئرلینڈ مستذکرہ حکم مذکور کے دیکھا جانا چاہیئے مقدمہ ڈیو بنام بیکفرسن (۱۸۸۹) ۲۳ کیو۔بی۔ ڈی۔ ۳۴۰۔ ۳۴۴ جج آئشر و ڈسکو لیکن جس معاوضہ نقصان کی بابت مدعی علیہ کو فریق ثالث کے نام نوٹس جاری کرانے کا حق پیدا ہوتا ہے وہ زیر معاہدہ معاوضہ نقصان ہونا چاہیئے مقدمہ اسپلر بنام برٹش اسٹیم نویگیشن کمپنی (۱۸۸۴) ۱۳ کیو۔بی۔ ڈی۔ ۹۶ جج۔ بریٹ۔ بوون و فرائی ثو

لیکن فریق ثالث کے نام کوئی نوٹس بہ شرکت طور سے قاعدہ ہذا اور حکم ۹ قاعدہ ۱۰ (ج) کے تحت میں جاری نہیں ہو سکتا جبتک کہ مجوزہ فریق ثالث پر اندرون حدود اراضی عدالت نوٹس کی تعمیل ہوئی ہو۔ مقدمہ میاٹ بنام کالیس (۱۹۰۲) ۱ چانسری ۴۲۸ جج۔ ویگھان ولیمس رومر کوزنز ہارڈی

دفعہ ۱۸۵ (الف)۔ عدالت باختیار ہے کہ مقدمہ کی کسی نوبت کارروائی پر کسی فریق کی درخواست پر یا بطور خود ایسے شرائط کے ساتھ جو اس کو مناسب معلوم ہوں یہ حکم دے ۔ ۔ ۔ ۔ کہ زمرہ مدعیان یا مدعی علیہم میں ایسے اشخاص کے نام شریک کئے جائیں جن کے نام شریک ہونے چاہیے تھے یا جن کی حاضری عدالت میں مقدمہ یا معاملہ کے تمام متعلقہ امور کے کامل اور قطعی تصفیہ کے لئے ضروری ہو۔ حکم ۱۶ بابت ۱۸۸۳ قاعدہ ۱۱۔

اس قاعدہ کے متعلق عدالت کو اختیار تمیزی حاصل تھا مگر اس نے مدعی کو یہ حکم دینے سے انکار کر دیا کہ وہ زمرہ مدعی علیہم میں ایک شخص کو شریک کرے مجوزہ مدعی علیہ ملک غیر کا باشندہ اور عدالت کے حدود اراضی سے باہر رہتا تھا۔ مقدمہ ولسن فرزندان و کمپنی بنام بلیکرس بروک اسٹیم شپ کمپنی (۱۸۹۲) ۱ کیو۔بی۔ ۴۲۲۔ جج ایشر بوون رائے۔ ایل جسٹس

دفعہ ۱۸۶ سمن یا نوٹس سمن یا دوسری کارروائی کی تعمیل بیرون حدود عدالت اب صرف ان قواعد کے مطابق ہو سکتی ہے جو دفعات ۱۸۶ اور ۱۸۷ میں بیان ہوئے ہیں کسی سابق یا دوسرے عملدرآمد کو اس میں دخل نہیں ہے مگر ان مستثنیات کو پیش نظر رکھنا چاہیئے جو ملحوظ ہے کہ مقدمہ مندرجہ ذیل سے

مستنبط ہوں۔

بیرون حدود عدالت تعمیل کی اجازت دینے کے لیے یہ وجہ کافی نہیں متصور ہو سکتی کہ لحاظ روئداد مقدمہ عدالت مجاز سماعت ہوتی اگر جہاز اس کے حدود اختیارات کے اندر گرفتار کر لیا گیا ہوتا۔ مقدمہ ہمپٹن (۱۸۶۷ء) ۱۔ پی۔ ڈی۔ ۳۰۰۔ جج فلیمور۔ دیکھو مقدمہ ڈیوار (۱۸۷۶ء) ۲۔ پی۔ ڈی۔ ۱۹۔ جج فلیمور جس کا فیصلہ جسٹس جیمس، بگلے اور براموِل نے بحال رکھا۔ مقدمہ رائس بنام الکزانڈر فرنکوینا (۱۸۷۷ء) ۲۔ سی۔ پی۔ ڈی ۱۷۳۔ جج کارنس، گریو، ڈینمن۔

تعمیل بیرون عدالت کا حکم اس بنا پر بھی جاری نہیں کیا جا سکتا کہ جو واقعہ بیرون حدود عدالت ظہور پذیر ہوا ہے اس سے اندرون حدود عدالت ہرجہ ہوا۔ مقدمہ شیر مین بنام فونڈسنے (۱۸۸۳ء) ۳۲۔ ڈبلیو۔ آر۔ ۱۲۲۔ جج گرین۔ لیکن مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی جس کا اعلان بیرون حدود عدالت ہوا تھا اور قوم موجودہ عدالت کی کارروائی کو بیرون حدود عدالت ایسے شخص پر تعمیل کرنے کی بربنائے ضرورت اجازت دی گئی جس کی نسبت بیان کیا جاتا تھا کہ اس کو رقوم مذکورہ کے متعلق حق حاصل ہے یا وہ اس کا دعویٰ دار ہے۔ مقدمہ کالس بنام رائس (۱۸۹۶ء) ۵۵۔ ایل۔ ٹی۔ (سلسلہ جدید) ۹۷۔ جج کیو؛ مقدمہ امانت رڈین (۱۸۸۴ء) ۳۱۔ ہول۔ جے ۲۶۱۔ جج اسٹرلنگ؛ مقدمہ تملیک امانت گارڈنس (۱۸۸۷ء)۔ ڈبلیو۔ این صفحہ ۱۹۲۔ جج چٹی؛ مقدمہ کارخانہ بیرن لیکس کو کوا اینڈ کمپنی (۱۸۸۸ء) ڈبلیو۔ این۔ ۱۲۰۔ جج نارتھ؛ مگر مقدمہ جیلارڈ (۱۸۸۸ء) ڈبلیو۔ این صفحہ ۱۸۴۔ ۱۸۶۔ میں جسٹس نارتھ نے گارڈنس کے تملیک امانت کے مقدمہ کے مطابق عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ جسٹس کاٹن، فرائی، لوپس نے جو مشکل در پیش تھی اس کو دوسری طرح سے حل کیا اور اس بحث کا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ 254

اگرچہ انگلستان کے ایک نشان تجارت کی منسوخی کی تحریک کی اطلاع بیرون حدود نہیں دی جا سکتی مگر عدالت نے رجسٹر شدہ مالک کی عدم موجودگی

میں جو ملک غیر میں تھا، اور جس کو حقیقی نوٹس دیا گیا تھا حکم صادر کیا۔
مقدمہ رنگ کمپنی ٹریڈ مارک [۱۸۹۲] ۲۔ چانسری۔ ۴۶۲۔ جج لنڈلے۔
بوون وڈ کے جنہوں نے ہائیکورٹ کے فیصلہ کو بحال رکھا تھا، پیرا ملاحظہ ہو۔
مقدمہ جنرل کمپنی معدنیات [۱۸۹۱] ۲۔ چانسری۔ ۴۵۱۔
جج اسٹرلنگ ملاحظہ ہو۔

مزدوروں کے معاوضہ کے ایکٹ بابت سنہ ۱۸۹۷ء (۶۰ و ۶۱۔ وکٹوریہ فصل ۳۷ ضمیمہ ۲ فقرات ۹ و ۱۴) کی تحت میں جب کہ فریقین سلطنت متحدہ کے مختلف حصوں میں رہتے ہوں، اس ضلع کی عدالت کو جہاں حادثہ پیش آیا، اختیار سماعت حاصل ہے اور کارروائی کی نقل بذریعہ خط رجسٹری شدہ ملک کے دوسرے حصوں میں کی جا سکتی ہے۔ مقدمہ جیمسن بنام اڈیٹ [۱۹۰۲] کے بی۔ ۲۳۶۔ جج الورسٹون۔ ڈارلنگ ملاحظہ ہو۔

دفعہ ۱۸۹ — سنہ ۱۸۸۳ء کے قواعد کا کوئی اثر بعض معاملات میں (جن میں سے صرف کارروائی طلاق یا دوسرے ازدواجی مقدمات ہمارے مضمون کے لئے اہم ہیں) ضابطہ یا عملدرآمد پر نہیں پڑتا۔ حکم ۶۸ بابت سنہ ۱۸۸۳ء قاعدہ ۱-۸ اور ایسے مقدمات کا عملدرآمد قدیم کے تاریخ رسم پر ہے۔

درخواست کی تعمیل ہمشیرہ یک مدعی علیہ پر بیرون عدالت بلا اجازت اور بلا لحاظ اس کے توطن یا قومیت کے ہو سکتی ہے۔ مقدمہ رینٹ بنام رینٹ پر اسٹورٹ [۱۹۱۰] پی۔ ۱۶۷۔ جج ایونس۔ اعادہ حقوق زوجیت کے مقدمات میں تعمیل کے قواعد پر جو پریسیڈنٹ ڈویژن نے سنہ ۱۹۱۲ء میں جاری کئے صفحہ ۹۱ پر درج ہو چکے ہیں۔

مقدمہ ٹرنر بنام ٹرنر و کرسٹینیا (۱۸۸۹) ۱۵۔ پی۔ ڈی۔ ۴۴۔ جج ہینن:

میں یہ اجازت دی گئی کہ سمن ملک غیر کے شریک مدعی علیہ پر بیرون حدود عدالت تعمیل کیا جائے، اس طور سے کہ سمن اس کے نام کا ایک رجسٹری شدہ خط میں ملفوف کر دیا جائے۔ یہ ثابت کیا گیا تھا کہ اگر ملک غیر کا کوئی سمن اسی طرح بذریعہ کسی مقامی شخص کے تعمیل پاتا تو اس کو اس ملک کے قانون سے

جہاں وہ رہتا تھا، حق کارروائی پیدا ہو جائے گا۔ اسی طرح کی ایک تعمیل کا خبر یک
مدعی علیہ پر حکم دیا گیا ہو پرتگال میں تھا، اگرچہ یہ ثابت کیا گیا تھا کہ اگر انگلستان
سے پرتگال کو کوئی درخواست بھیجی گئی تو وہ بیکار ثابت ہوگی۔ مقدمہ دے
بنام رسے و ڈومن المیڈیا [۱۹۰۱] پی ۱۳۲۔ نیز ج گورل آرنش کا مقدمہ ایپل
وزیل [۱۹۰۱] ۷۰۰۔ ایل۔ جے۔ پی۔ ۶۔ جج رجیس نے جہیں ملک غیر کے باشندے
پر جو کہ بیرون ملک ہونے کا الزام لگایا جائے اس پر درخواست کی تعمیل بغیر حضوری
ہونے سے متعلق دیکھو مقدمہ بوچر بنام بوچر [۱۹۰۸] پی ۳۰۰۔ نیز بارکر و
مقدمہ مسٹر شمس بنام رشن کو پاٹینٹا [۱۹۱۲] مذکورہ صفحہ ۹۸۔

نوٹ متعلقہ کارروائی مداخلت بیجا بملک غیر

مقدمہ ایم۔ ماکسہام عدالت امیر البحری میں شروع ہوا، مگر اس عدالت
کے انضمام کے بعد سپریم کورٹ میں طے ہوا۔ ایک انگریزی جہاز کی ٹکر سے
اسپین کے ساحل سے ایک گھاٹ کو نقصان پہنچ گیا تھا۔ فریقین اس امر پر
متفق ہو گئے تھے کہ ان میں جو تنازعات اسبارہ میں ہیں ان کا تصفیہ انگلستان
میں کرایا جائے۔ اس کے متعلق لارڈ چیف جسٹس جیسل نے یہ لکھا کہ اگر باہمی 255
اتفاق نہ ہو گیا ہوتا تو "عدالت ہذا کو ایک ایسے مقدمہ میں کسی قسم کی کارروائی
کرنے میں بے شمار دقتوں کا سامنا تھا جس میں نقصان ملک غیر میں واقع ہوا تھا۔"
(۱۸۷۶) ا پی۔ ڈی۔ ۱۰۹ علاوہ بریں دفعہ ۱۸۰ سے معلوم ہو چکا ہے کہ جو
ایکٹ یا احکام سپریم کورٹ کی ہدایت کے لئے جاری ہوئے ہیں ان میں
کوئی امر اس قسم کی کارروائی کا مانع نہیں ہے، جبکہ سمن کی تعمیل انگلستان
میں ہوئی ہو، برخلاف اس کے ان ایکٹوں اور احکام میں کوئی ایسا امر نہیں ہے
جس سے بصراحت اختیارات کا حاصل ہونا مستنبط ہوتا ہو۔ پس اس مسئلہ کو
طے کرنے کے لئے کہ آیا اختیار حاصل ہے یا نہیں، ان عدالتوں کے اختیارات
کو ملاحظہ کرنا چاہئے جن کی جانشین سپریم کورٹ ہے۔

مقدمہ اسکنر بنام ایسٹ انڈیا کمپنی (۱۶۶۵) میں جو مقدمہ مسٹن بنام فیبریگاس (۱۷۷۴) سی او ڈبلیو پی صفحہ ۱۶۱، لارڈ مینسفیلڈ کے سامنے پیش کیا گیا تھا، بادشاہ کی طرف سے (بہ اجلاس) کونسل ججوں سے یہ سوال ہوا تھا کہ "آیا مسٹر اسکنر" جو اس ہرجہ کے طالب تھے، جو ملک غیر اور غیر مہذب اقطاع میں عائد ہوا تھا، کسی معمولی عدالت میں کامل دادرسی حاصل کر سکتے ہیں؟" ججوں نے اس کا جواب یہ دیا۔ کہ "اعلیٰحضرت کی معمولی عدالتیں، موقعہ ویسٹ منسٹر — انکے جہاز کے چھین لئے جانے، اور اس کو اور سامان اور کاغذات کو خراب کر دینے، اور خود انکی ذات پر حملہ کرنے اور ان کو زخمی کر دینے کی بابت — دادرسی کی مجاز ہیں؛ اگرچہ یہ کل کارروائی سمندر پار ہوئی ہو؛ لیکن مکانات اور جزائر پر قبضہ قائم رکھنے کا جو تذکرہ مقدمہ میں کیا گیا ہے، اس کے متعلق، کوئی معمولی عدالت چارہ کار عطا کرنے کی مجاز نہیں ہے۔"

لارڈ مینسفیلڈ (صفحہ ۱۸۰) نے ایک ایسے مقدمہ کا بھی ذکر کیا جو قبل ازیں انہیں کے سامنے کیپٹن گیمبر کے خلاف، انگریزی اقطاع میں، اگرچہ غیر مہذب ہوں، مکانات کے منہدم کر دینے کے متعلق پیش ہوا تھا، اس کے متعلق، نظیر متذکرہ بالا کی بنا پر عذر کیا گیا، مگر اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا مقدمہ پیش کیا گیا، جس میں لارڈ چیف جسٹس (ایری) نے اصول مذکور کو غلط ٹھہرایا تھا۔

لارڈ مینسفیلڈ کا بیان ہے کہ "میں نے اس عذر کو اس بنا پر ناقابل قبول قرار دیا کہ جو معاوضہ مقدمہ ہذا میں طلب کیا جا رہا ہے، وہ ذاتی اور بربنائے نقصان کے ہے؛ اگر یہ عذر قابل سماعت قرار دیا جائے، تو انصاف میں خلل واقع ہوگا، کیونکہ سوائے نوا سکاٹیا کے جہاں کا یہ واقعہ ہے؛ ضابطہ عدالتیں موجود نہیں ہیں؛ اور اگر ہوتیں، تو کپتان گیمبر وہاں دوبارہ کیوں جانے لگے تھے؛ بناءً علیہ مقام کا عذر، انگلستان میں دعوی دائر کرنے کے متعلق نہیں چل سکتا۔ نیز اسی قسم کے زیان بیجا کا ایک اور مقدمہ ایسٹ انڈیز کے متعلق پیش کیا تھا، جس میں لارڈ ہارڈوک نے باوجود عدالت کے مخالفت ہونے کے ہرجہ کی ادائی کا حکم دیا۔"

مقدمہ برٹش ساؤتھ افریقہ کمپنی بنام کمپنیا دی موزمبیک [۱۸۹۳] اے۔ سی۔ ۶۰۲ صفحہ ۶۲۲ میں جج لارڈ ہالسبری نے اس مقدمہ کو جو جسٹس آیر کے سامنے پیش تھا، مقدمہ شلنگ بنام فارمر [۱۷۳۸] ۱۰۱ سٹرینج ۶۴۶ کے مطابق ٹھہرایا اور بیان کیا کہ لارڈ مینسفیلڈ نے جس طرح اس کو بیان کیا تھا، وہ صحیح نہ تھا۔ جسٹس آیر نے اس شہادت کو جو ایسٹ انڈیز کے موقوعہ مکان یعنی ملکیت جائداد کے متعلق پیش ہوئی صحیح ناقابل قبول قرار دیا بلکہ صرف ذات کے متعلق جو مداخلت بیجا ہوئی تھی، اس کو قبول کیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ لارڈ مینسفیلڈ کی رائے میں (اگرچہ وہ جسٹس آیر کی رائے کے مطابق نہ ہو) اس بنائے دعویٰ پر جو بیرون ملک پیدا ہو، مقامی طور سے نالش ہو سکتی ہے بشرطیکہ یہ ثابت کر سکے کہ مدعی علیہ یا انگلستان کی رعایا یا انگلستان کا باشندہ ہے۔ اگر ایسا قیاس نہ کیا جائے تو ان کی دلیل قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ اس حالت میں اس پر نالش خود اس کے ملک میں ہو سکے گی۔

لیکن مقدمہ ڈاؤس بنام ہیتھ کوٹ (۱۷۹۲) ۴ ٹی۔ آر۔ ۵۰۳ کو جس کی بنائے دعویٰ یہ تھی کہ مدعی اپنے مکان سکونت واقع کنیڈا سے نکال دیا گیا تھا، جسٹس کینیان اور بلر نے صرف اس فرق کی بنا پر جو عارضی اور مقامی مقدمات میں کیا جاتا ہے، مدعی کے خلاف فیصلہ کیا۔ جسٹس بلر نے یہ بھی کہا کہ اس وقت اصول ہذا کی تطبیق یا اس کی حکمت عملی پر بحث کرنا بیکار ہے اور برٹش ساؤتھ افریقہ کمپنی کے مقدمہ میں ہاؤس آف لارڈس کے ججوں نے یہ طے کیا کہ ایسے فیصلوں کی بنا محض وہ اصطلاحی شکلیں نہیں ہوتیں جو مقامی حدود و اختیارات سماعت کے متعلق پیش آتے ہیں۔ دیکھو بالخصوص خصوصی طور سے ہرشل صفحہ ۶۲۱: اس مقدمہ میں قطعی طور سے یہ طے کر دیا گیا ہے کہ انگلستان کی عدالتوں کو ایسے مقدمات کی سماعت کا اختیار نہیں ہے جس میں اراضی موقوعہ ملک غیر کے نقصان کے بابت دعویٰ ہو۔ کمپنیا دی موزمبیک بنام ساؤتھ افریقہ کمپنی [۱۸۹۳] اے۔ سی۔ ۶۰۲۔ جج ہرشل۔ ہالسبری، میکناٹن و مارس جنہوں نے جسٹس فرائی اور لوپس کے فیصلہ کو منسوخ کیا تھا [۱۸۹۲] ۲ کیو۔ بی۔ ۳۵۸۔ ۴۰۴

اٹیشر کی رائے کی تائید کی جنہوں نے جسٹس لارنس اور رائٹ کی رائے سے،

عدالت مرافعہ میں اختلاف کیا تھا؛

قوانین ملک سے برائت Exterritoriality

قواعد متذکرہ بالا میں جن سے ان مقدمات کا تعین ہوتا ہے جو انگلستان کی عدالتوں میں مسموع ہو سکتے ہیں، بعض قسم کے مستثنیات بھی ہیں جن کو خاص طور سے ہمارے مضمون زیر بحث سے تعلق ہے، کیونکہ وہ نہ صرف قانون بین الاقوام کے اجزاء ہیں بلکہ وہ انھیں اصول اور انھیں حدود، یا تقریباً انھیں حدود کے ساتھ دوسرے ممالک میں بھی تسلیم کئے جاتے ہیں: ان کا تعلق سلطنتوں، بادشاہوں، سفیروں، یا دوسرے ایسے اشخاص سے ہے، جو سفارت کی خدمات پر مقرر ہوتے ہیں۔ انکی بنیاد سلطنتوں، حکمرانوں اور انکے نمائندہ سفرا کی خود مختاری، اور وقعت، اور اس ضرورت پر قائم ہے کہ جو سرکاری کام سفرا کے ذمہ کئے جاتے ہیں، ان کی انجام دہی میں، وہ تکلیف اور تضیع اوقات، جو مقدمات کا لازمی نتیجہ ہے، مانع اور حارج نہ ہو۔ اس آزادی اور برائت میں دست اندازی عام قانون بین الاقوام کی سخت خلاف ورزی متصور ہوتی ہے۔ قدیم زمانہ میں ان کو ضرورت سے زیادہ وسعت ہو گئی تھی، اور اکثر ممالک میں سفارت خانے، جرائم فوجداری کے ملزمین کیلئے جائے پناہ بن گئے تھے، اور بعض اوقات، شہر کے اس حصہ کو جہاں یہ سفارت خانے واقع ہوتے تھے، بڑے بڑے حقوق حاصل ہو جاتے تھے۔ اصول مفروضہ کے لحاظ سے جس کو عملی طور سے، ان حدود سے آگے نہ بڑھنا چاہئے، جس کے لئے ہر معاملہ میں صریح سند موجود ہو، ایسے مقامات، اور نیز وہ مقام جہاں ملک غیر میں بادشاہ کا قیام ہوتا تھا، اس سفیر یا اس بادشاہ کے ملک کا ایک کڑ متصور ہوتا تھا، اور اس طور سے اس ملک کے حدود سے خارج ہو جاتا تھا، جہاں وہ فی الحقیقت واقع ہوتا تھا۔ اور اسی اصول مفروضہ سے، انگریزی میں Exterritoriality کی اصطلاح ماخوذ ہے، جو اب عام قواعد اختیارات کے تمام مستثنیات کے متعلق استعمال ہونے لگی ہے۔

عام طور سے یہہ کہا جا سکتا ہے کہ جو سلطنت یا اشخاص، اس قسم کے

مستثنیات میں داخل ہوتے ہیں، اُن پر اگر دعوی ہو سکتا ہے تو اس کے لئے عدالت (Forum rei-gestae) کا وجود نہیں ہے، اور عدالت مدعی علیہ (Forum rei) وہ عدالت قرار پائے گی جو خود اس سلطنت میں یا اس شخص کے صحیح ملک میں واقع ہوگی، لیکن برائت کے یہ مستثنیات، عدالت مقام وقوع جائداد (Forum rei sitæ) پر حاوی نہ ہونگے، کیونکہ کسی حکومت سے، یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے ملک کی اراضی پر کسی دوسرے ملک کے تصفیہ کو نافذ کرنے پر رضامند ہوگی۔ جو اصول انگلستان میں قائم کئے گئے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:۔

دفعہ ۱۹ سلطنتہائے غیر اور ان کے حکمرانوں پر۔ خواہ وہ شہنشاہ کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے ہوں، خواہ بادشاہ، یا سردار اعظم، یا کسی اور خطاب سے، اور خواہ وہ اپنے ممالک میں جملہ یا محدود اقتدارات کام میں لاتے ہوں،۔ انگلستان میں معاہدہ، یا معاملات از قسم معاہدہ، یا افعال بیجا کی بنا پر، دعوی نہیں ہو سکتا؛ البتہ یہ ممکن ہے کہ دعوی تقسیمی میں، ایک ملک غیر کے بادشاہ 257
کے خانگی جہاز کے مقابلہ میں جو پوری طور سے تجارتی کام میں لگا ہوا ہو، بحری کفالت کا نفاذ کرایا جا سکے۔[1]

ایک ملک غیر کے بادشاہ پر اس طور سے اور ایسے معاملہ میں جس کو اس کی شاہی حیثیت سے کوئی تعلق نہ ہو، دعوی دائر ہونے میں ممکن ہے کہ اتنا اعتراض نہ ہو، جتنا اس پر سمن یا اطلاع سمن کے اجرا میں ہو سکتا ہے۔[2]

بحری کفالتیں، ملک غیر کے جنگی جہازوں کے مقابلہ میں نہیں نافذ کیجا سکتی ہیں۔
مقدمہ دی کانسٹیٹیوشن (۱۸۷۹) ۴ ۔ پی۔ ڈی۔ ۳۹۔ جج فلیمور، جہاز کے بچانے کے معارضہ کے ایک مقدمہ میں، یہ برائت اس سامان پر حاوی قرار دی گئی۔

---

[1] کتاب ہذا کی پہلی طبع میں یہ الفاظ تھے کہ "غالباً کفالت کا نفاذ کرایا جا سکتا ہے" بلحاظ جدید فیصلہ جات کے، جس میں سرکاری جہازوں کی برائت میں کسیقدر اضافہ ہوگیا ہے، یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو پہلے سے زیادہ تر محتاط ہیں۔

[2] اس کل بحث پر، اے۔ ڈی۔ میکنائر کا مضمون پڑھو جو برٹش ایربک آف انٹرنیشنل لا ۱۹۲۱-۱۹۲۲ء میں طبع ہوا ہے۔

جس کی نسبت ملک غیر کی حکومت کی طرف سے یہ بیان کیا گیا تھا کہ اس نے قاعدہ عامہ کے لحاظ سے سامان مذکور کو اپنی حفاظت میں لے لیا تھا۔

مقدمہ جہاز موسومہ جیرچیہ (۱۸۲۳) ایل۔آر۔۲۔اے۔ای۔۹۷ میں جس میں ہرجہ کا دعویٰ بمقابلہ ایک جہاز ملوکہ خدیو مصر کیا گیا تھا جو کہ تجارت کے کاروبار میں لگا ہوا تھا، جسٹس فلیمور نے بحق مدعی ڈگری صادر کی۔ اس بناء پر کہ خدیو نہ کامل طور سے بادشاہ تھے، اور نہ غیر کامل طریقہ پر، اور اگر وہ بادشاہ تسلیم ہوتے بھی تو مقدمہ کے موجودہ حالات کے لحاظ سے وہ بری نہیں ہو سکتے تھے۔ جہاز موسومہ پارلیمنٹ بلج کے مقدمہ (۱۸۷۹) ۴۔پی۔ڈی۔۱۲۵۔ میں جس میں ہرجہ کا دعویٰ بمقابلہ ایک بلجیم کے سرکاری جہاز کے کیا گیا تھا، اسکے جج نے مدعی کے حق میں فیصلہ کیا۔ اس بناء پر کہ اس سے کامل طور سے تجارتی کام لیا جاتا تھا۔ مگر اس کو جیمس، بگلے اور برٹ نے منسوخ کر دیا اور یہ طے کیا کہ بادشاہ بلجیم کے اس اعلان کے بعد کہ جہاز مذکور اُن کے قبضہ میں بحیثیت شاہی تھا اور سلطنت کا عام جہاز تھا، اس امر کے دریافت کی کوئی گنجائش نہیں رہی کہ اس سے فی الحقیقت کیا کام لیا جاتا تھا۔ (۱۸۸۰) ۵۔پی۔ڈی۔۱۹۷۔ اسی تجویز میں اس خیال کو بحث کر کے غلط قرار دیا ہے، کہ صرف جنگی جہاز نہ کہ تمام سرکاری جہازات ملک غیر کے اختیار عدالتی سے خارج ہیں۔ اس کا اتباع مقدمہ جہاز موسومہ دی جیسی [۱۹۰۶] پی۔۲۷۰۔ میں جج گورل بارنس نے کیا گیا۔ ۱۹۱۴ء سے لیکر ۱۹۱۸ء تک جو لڑائی یورپ میں جاری رہی، اس میں اس قاعدہ کی اور زیادہ توسیع ہوئی۔ جنگ مذکور کے دوران میں تجارتی بیڑے کا بڑا حصہ سلطنتوں نے سامان جنگ کے حمل اور نقل کیلئے بحق سرکار مستغرق کر لیا تھا، اور بقول لارڈ چیف جسٹس اسکروٹن "قومی بنا لینے کا نیشنلائزیشن رائج ہو گیا تھا"۔ جو جہاز اس طور سے حاصل کئے جاتے تھے ان کو برأت کے وہی حقوق حاصل ہو جاتے تھے جو سرکاری جہازوں کو حاصل ہیں، اگرچہ ان سے محض جنگ کا کام نہ لیا جاتا ہو۔ مقدمہ پورٹو الکسندر [۱۹۲۰] پی۔۳۰۔سی۔اے۔ لارڈ چیف جسٹس بینکس، وارنگٹن اور اسکروٹن نے جسٹس

ہل کے فیصلے کو بحال رکھا۔ امریکہ کے مشہور جج مارشل نے رائے اس کے خلاف قائم کی، مگر مقدمہ یونائیٹڈ اسٹیٹ بنک بنام پلینٹرس بنک (۱۸۲۲ء) ۹۔ وہیٹن ۹۰۴ میں اس کا اتباع نہیں کیا گیا، نیز ملاحظہ ہو مقدمہ جہاز موسومہ براڈمین [۱۹۱۶] پی۔ ۶۴۔ جج ایوانس جس کو سوئنفن ایڈی، پکفورڈ اور بینکیز نے بحال رکھا، مقدمہ جہاز موسومہ سیکوانا [۱۹۱۶] ۳۲۔ ٹی ایل۔ آر۔ ۵۱۹۔ جج ایوانس ہو، مقدمہ انیٹی و ڈورا [۱۹۱۹] پی۔ ۱۰۵۔ جج ہل ہو، مقدمہ گھاگرا [۱۹۱۹] پی۔ ۹۵۔ جج ہل ہو۔

جن جہازوں کو کوئی سلطنت بحق سرکار قرق کر لیتی ہے، وہ اس قرقی کے قیام تک قید وغیرہ سے آزاد رہتے ہیں، مگر کارروائی تعمیمی ان کے مقابلہ میں جاری رہ سکتی ہے تاکہ قرقی کے ختم ہوتے ہی فیصلہ کا نفاذ کیا جا سکے۔ مقدمہ جہاز موسومہ براڈمین (امریکہ) نیز ملاحظہ ہو مقدمہ جہاز تروائی ضمیمہ صفحہ (۲۷)۔

جو حقوق سرکاری جہازوں کو حاصل ہیں، ان کا ایسے جہازوں سے متعلق کرنا جو سلطنت اپنے تجارتی کاروبار کے لئے استعمال کرے، اصولاً صحیح نہیں متصور ہو سکتا۔ اور یہ امر قابل لحاظ ہے کہ جنگ عظیم کے ختم ہو جانے کے بعد جو معاہدات ہوئے ان میں ایک فقرہ اس مضمون کا شریک کر دیا گیا ہے کہ اگر وہ سلطنتیں جو قبل ازیں دشمن شمار ہوتی تھیں، بین الاقوامی تجارت میں شریک ہونگی، تو ان کو وہ حقوق اور رعایتیں اور براءتیں نہیں دی جائیں گی، جو بادشاہ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں، (دیکھو فقرہ ۲۸۱ معاہدہ ورسیلز و فقرہ ۲۶۰ معاہدہ سیورس) بظاہر قرین قیاس یہی ہے کہ بین الاقوامی عدالت کی رائے یہی قرار پائے گی کہ یہی قواعد تحدید کے ان جہازوں سے بھی متعلق کئے جائیں جو تجارتی کاروبار میں مصروف ہوں، اور یہ فقرات اس بین الاقوامی قاعدہ کی تمہید ٹھہریں کہ برات کا حق صرف سرکاری جہازوں تک محدود رہیگا۔ عدالت ملک غیر کے بادشاہ یا حکومت کے اختیارات کی نوعیت اور حدود کی نسبت تجویز کی مجاز ہے۔ مقدمہ میگھیل بنام سلطان جوہر [۱۸۹۴] ۱۔ کیو۔ بی۔ ۱۴۹، متذکرہ زیر دفعہ ۱۹۲، مقدمہ فوسٹر بنام

258

گلوب سنڈیکیٹ لمیٹڈ (۱۹۰۰) ۱۔ چانسری ۸۱۱۔ جج فاروِل۔ کسی جدید حکومت، ریاست، یا بادشاہ کے ایک مرتبہ تسلیم کر لئے جانے سے اس میں قطعیت نہیں پیدا ہو جاتی۔ ممکن ہے کہ وہ تسلیم عارضی ہو۔ لیکن جب اس کی تصدیق سکریٹری انگریزی سے ہو جائے تو اس کا تسلیم کرنا عدالت پر لازم ہو جاتا ہے۔ اور اس کی ضرورت نہیں رہتی کہ وہ سلطنت مذکور کے سرکاری ایجنٹوں یا حکومت یا بادشاہ کے طرز حکومت پر خود غور کرے۔ مقدمہ گلیاگرا۔ وہ۔ انیتی رڈ ورا (امریکہ) ہوسٹلہ قائمقام تعمیل کے ایریجیر سے ایسی تاویل نہیں کیجا سکتی جس کی بنا پر سلطنت انگریزی کی کسی نوآبادی کی حکومت پر انگلستان میں نالش ہو سکے۔ مقدمہ سالومن بنام گورنر و گورنمنٹ نیوزیلینڈ (۱۸۷۶) ۱ سی۔ پی ڈی۔ ۵۶۳۔ جج جسٹس سلیشل و بیگلے۔

جو جہاز کینیڈا کی گورنمنٹ کا مملوکہ ہو وہ اس مقصد کے لئے سلطنت (انگلستان) کا جہاز متصور ہوگا۔ مقدمہ شیپ بنام ایس۔ ایس۔ ... (۱۹۰۳) اے سی۔ ۵۰۱۔ جج ہالسبری، میکناٹن، شینڈ۔ ڈیوس۔ رابرٹسن، لینڈلے۔ لیسن۔

ہندوستان کا ایک شہر کی خود مختار حکمران بلحاظ کسی مقدمہ میں شریک مدعی علیہ نہیں ہو سکتا۔ شیتہم بنام شیتہم و گائیکوار بڑودہ (۱۹۱۲) پی۔ ۹۲۔ جج بارگریو ڈین۔

دفعہ ۱۹۔ (الف) سرکاری جہازوں کی عدم گرفتاری کا جو اصول ہے وہ اس وقت متعلق نہیں ہوتا جبکہ جہاز سرکاری کام سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اور جو کارروائی اسکے خلاف ایسے زمانہ کے کسی فعل کے متعلق ہو رہی تھی جبکہ وہ سرکاری کام میں تھا اسکی تعمیل اب ہو سکتی ہے۔

ایک جہاز حکومت بلجیم کا جو حکومت مذکور کے کام میں تھا دوسرے جہاز سے لڑ گیا۔ اس تصادم کے بعد جہاز مذکور ایک خانگی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا۔ قرار پایا کہ مالک مذکور جس کے جہاز سے فروخت شدہ جہاز لڑ گیا تھا مجاز ہے کہ وہ جہاز مذکور کے معاملہ میں بحری حق کفالت کی تعمیل کرائے۔ جہاز موسومہ ترنی۔ ڈبلیو۔ این (۱۹۲۲) صفحہ ۱۰۶۔ جج، ڈیوک۔ پی۔

انگریزی عدالتوں میں، ملک غیر کے سرکاری جہازوں کے معاملہ میں، جو دست اندازی سے انکار کیا جاتا ہے اس کی یہ بنا نہیں ہے کہ جو افعال سلطنتوں کے

ملازمین سے صادر ہوتے ہیں، ان سے حقوق پیدا نہیں ہوتے یا ایسی ذمہ داری عاید نہیں ہوتی، جس کے متعلق مقدمہ چل سکے؛ اور نہ یہ ہے کہ جو اشیاء سلطنتیں سرکاری کام میں استعمال کرتی ہیں، وہ سرکاری کام میں آنے کی وجہ سے ان دعاوی سے بری ہو جاتی ہیں، جو عام طور سے قابل سماعت عدالت ہیں؛ بلکہ سلطنت ملک غیر اپنے منظور کردہ مختاروں کے ذریعہ سے اپنے جہازوں پر ہرجہ یا بار کفالت عائد کرتی ہے۔ اور اس ہرجہ یا بار کفالت کی تعمیل کرائی جا سکتی ہے، بشرطیکہ یہ عمل سلطنت ملک غیر کے کام میں بواسطہ یا بلاواسطہ حارج و مزاحم نہ ہو۔

مقدمہ جہاز تراوتی (امریکہ) ہو

دفعہ ۱۹۱۔ جو قاعدہ دفعہ ۱۹۰ میں درج ہے، اس سے مستثنیٰ، بظاہر وہ ملک غیر کا بادشاہ ہے، جو سرکار انگریزی کی رعایا بھی ہو۔ ۱۸۳۷ء میں ڈیوک آف کمبرلینڈ ہینوور کے بادشاہ منتخب ہوئے۔ ایک ایسے فعل کی بابتہ، جس کو عدالت چانسری اور نیز ہوس آف لارڈز نے سرکاری کام قرار دیا تھا، ان پر اس ملک میں دعویٰ دائر کرنے کی کوشش کی گئی، مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ لارڈ لینگ ڈیل نے لکھا: کہ "میرے نزدیک بادشاہ ہینوور اس ملک کی عدالت میں مدعی علیہم کے زمرہ میں شریک کئے جانے سے مستثنیٰ ہیں، اور ان کو مستثنیٰ رکھنا چاہئے، ان افعال کی بابتہ جو وہ بحیثیت بادشاہ ہینوور یا رئیس ہونے کے عمل میں لائیں، لیکن اس لحاظ سے کہ وہ سرکار انگریزی کی رعایا ہیں، ان پر ہر ایسے فعل کی بابتہ جو وہ بحیثیت رعایا سرکار انگریزی کے عمل میں لائیں، یا عمل میں لا رہے ہوں، دعویٰ دائر ہو سکتا ہے۔ مقدمہ ڈیوک آف برنسوک بنام کنگ آف ہینوور۔ ۴۴ - ۱۸ - ۶ بیون ۵۷۔

اس مقدمہ کے مرافعہ میں لارڈ بروہام نے لکھا: کہ "یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ اگر بالفرض ملک غیر کے ایک ایسے بادشاہ کی، جس نے اس ملک کی رعایا کے حقوق حاصل کر لئے ہوں (Naturalized) کوئی جائداد غیر منقولہ اس ملک میں واقع ہو، اور اس نے جائداد مذکور کے متعلق کوئی معاملہ مثلاً معاہدہ بیع یا رہن کیا ہو، تو اس ملک کی عدالت منصفت اس سے معاہدہ مذکور کی تعمیل مخصوص نہ کرا سکے۔" ۱۸۴۸ - ۲ - ایچ - آف - ایل - ۲۴ - اور لارڈ کیمبل نے اس میں یہ اضافہ کیا: کہ اگر وہ (گرانڈ ڈیوک)

ایک تملیک ازدواجی کا، ایسے وقت میں امین ہوا ہو جب کہ وہ اس ملک میں موجود تھا، اور جس امانت کو وہ قبول کر کے اس کا ذمہ دار ہو گیا تھا، اور جس کو وہ اس وقت صحیح طریقہ سے انجام نہیں دے رہا ہے، تو ایسی حالت میں، میں یہ کہنے کے لئے آمادہ نہیں ہوں کہ عدالت چانسری کو اس پر اختیار حاصل نہیں ہے۔" حوالہ متذکرہ بالا، صفحہ ۲۵۔ لیکن فی زمانہ، یہ امر تقریباً محال ہے کہ ایک ملک غیر کا بادشاہ انگریزی رعایا بھی ہو، کیونکہ اگر کوئی شخص، انگریزی رعایا میں سے کسی ملک غیر کی بادشاہت کو قبول کرتا ہے، تو وہ برضامندی خود، اس ملک کی رعایا ہونا قبول کر لیتا ہے، اور حسب دفعہ ۱۲ قانون قومیت انگلستان، اس کی انگریزی قومیت، زائل ہو جاتی ہے، اور ملک غیر کا کوئی بادشاہ، بغیر پارلیمنٹ کے خاص ایکٹ کے، ان شرائط کو پورا نہیں کر سکتا، جو اس ملک کی رعایا ہونے کے لئے لازم ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے، کہ اس کو ان شرائط کے پورا کرنے کے لئے کوئی خاص وجہ تحریک نہ ہوگی، کیونکہ اگر وہ اس ملک میں جائداد غیر منقولہ لینا چاہتا ہے، تو وہ اب بحیثیت باشندہ ملک غیر کے بھی، لے سکتا ہے۔ اگر ملک غیر کے کسی بادشاہ کو، بذریعۂ انتقال کے، کوئی جائداد، انگلستان میں ملے، اور وہ اس پر قابض ہو جائے، تو یہ خیال نہیں کیا جا سکتا، کہ ایک ایسے مدعی کے حق میں، جو اسی اراضی کا بہتر حق کے ساتھ دعویدار ہو، فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، اور قبضہ نہیں دلایا جا سکتا، یا ایک انگلستان کی اراضی کا مرتہن، اپنا معمولی چارۂ کار، انگلستان میں، اس بناء پر حاصل نہیں کر سکتا، کہ راہن، ایک ملک غیر کا بادشاہ ہے۔ برائت کا استثناء، جیسا کہ قبل ازیں بتایا جا چکا ہے، عدالت متعلقہ جائداد پر حاوی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں، غالباً عدالت، وزارت امور خارجہ سے درخواست کرے گی، کہ بذریعۂ سفیر، اس کی اطلاع، اس بادشاہ کو دیجائے، اور ایسی اطلاع وہی، حسب حکم ۹ بابتہ ۱۸۸۳ء قاعدہ (الف) یا (ب) بمنزلہ تعمیل سمن کے متصور ہوگی، ایسے بادشاہوں کے متعلق، جو انگلستان کی اراضی پر بحیثیت انگلستانی پیدائشی رعایا، یا ایسی رعایا کہ جس نے ایسے حقوق بعدہ حاصل کر لئے ہوں، قابض ہوں۔ قدیم زمانہ میں، خواہ کچھ کارروائی ہو، مگر فی زمانہ ظاہر ہے کہ ملک غیر کے بادشاہ کو، جو ان اراضی پر بحیثیت باشندہ ملک غیر کے قابض ہو، کوئی انگریزی

عدالت، اس امر پر مجبور نہیں کر سکتی، کہ وہ معاہدہ یا رہن کی تعمیل مختص کرے۔

دفعہ ۱۹۲ لیکن، اگر کوئی حکومت یا شخص، جو اس براءت کا مستحق ہو، کوئی دعویٰ، انگلستان میں دائر کرے، تو اس پر مثل ایک معمولی جماعت یا شخص کے، لازم ہوگا، کہ وہ، مقدمہ کی تمام کارروائی میں، مدعی علیہ کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرے؛ اور مدعی علیہ مجاز ہوگا، کہ اس کے مقابلہ میں عکسی دعاوی، اور متقابل مطالبات، اور ایسی جوابدہی اور کارروائی کرے، جس کا وہ معمولی اشخاص کے مقابلہ میں، کامل انصاف کے حصول، یا مدعی کے دعویٰ سے اپنی حفاظت، کے لئے مجاز ہو سکتا تھا۔ عدالت چانسری کا قدیم مقولہ یہ تھا، کہ جو شخص نصفت کا طالب ہو، اس کے لئے ضرور ہے، کہ خود بھی نصفت کا عمل کرے۔ پاٹس کہتا ہے: کہ ایک ملک کا باشندہ، دوسرے ملک کے باشندہ کے خلاف، دادرسی کا خواستگار ہو سکتا ہے، لیکن ساتھ ہی مدعی پر از روئے انصاف یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ ملک غیر کی ضمنی کارروائیوں اور فیصلہ جات کو قبول کرے، 26(خواہ وہ، اُسکے خلاف ہی کیوں نہ ہوں! ڈائجسٹ ۵-۱-۲۲-

مقدمہ لیسٹ بنام شاہ اسپین (۱۸۲۸) ۱- ڈی سی- اے- ۱۹۹- بنچ، روڈسٹڈیل ولینڈ ہرسٹ: میں، منظوری رائے سوخر الذکر، یہ طے ہوا۔ کہ ایک ملک غیر کا بادشاہ، عدالت نصفت میں چارہ جوئی کا مجاز تھا؛ اسپر اعتراض یہ کیا گیا تھا، کہ اسپر صحیح طریقہ سے سمن کی تعمیل یا نصفت کا ہونا، یا ڈگری کی تعمیل، محال ہے؛ لیکن جسٹس لینڈ ہرسٹ نے کہا، کہ جب وہ عدالت ہذا میں بحیثیت مدعی کے آئے ہیں، تو "عدالت کو ان پر پورا اختیار ہے، اور وہ انکو، تمام مناسب شرائط کا پابند کرا سکتی ہے" — اسکے بعد، ایک عکسی عرضی، اسکے مقابلہ میں پیش کیا گیا؛ اور عدالت نے طے کیا، کہ اسکو بذات خود، حاضر عدالت ہو کر، بحلف جوابدہی کرنی چاہیئے؛ مقدمہ بادشاہ اسپین بنام ہلیٹ (۱۸۳۳) ۱- سی- ایل وایف ۳۳۳- بنچ، پلنکٹ- ونٹورڈ- برو ہام: جس میں سوخر الذکر کی رائے سے اتفاق کیا گیا تھا؛ مقدمہ روہس پاٹیلڈ بنام ملکہ پرتگال (۱۸۲۹) ۲- ڈبلیو- اے- اس- سی- ۳- ۵۹۴ بنچ، ایلڈن شن: میں، عدالت نصفت نے ایک حکمنامہ، بغرض

پیشی دستاویزات ایک ملک غیر کے بادشاہ کے نام جاری کرنا منظور کیا، تاکہ مدعی علیہ کو اس مقدمہ کی جوابدہی میں تائید ملے، جو ملکہ موصوفہ کی طرف سے دائر ہوا تھا، مقدمہ گورنمنٹ کولمبیا بنام روتھس چائیلڈ (۱۸۲۶) ۱ سم-۴۹۲؛ میں جسٹس لیچ نے، یہ طے کیا کہ ملک غیر کی ریاست جمہوری کو عدالت چانسری میں، اپنے کسی عہدہ دار کے نام سے نالش دائر کرنی چاہئے تاکہ مدعی علیہ کے سمن کی تعمیل، اس شخص کے نام پر ہو سکے، اور جس سے دعوی عکسی کا جواب (بحالت ضرورت) لیا جاسکے، مگر بعد کو یہ قاعدہ قرار پایا کہ جن ریاستہائے جمہوری کو حکومت انگلستان تسلیم کرتی ہے، وہ خود اپنے نام سے دعوی دائر کرسکتی ہیں۔ اور عدالتیں اس امر کا اطمینان کرلیں گی کہ ان کے دستاویزات وغیرہ کے پیش کرائے جانے کا مناسب انتظام ہوگیا ہے۔

دیکھو مقدمہ پریولو بنام ریاستہائے متحدہ امریکہ (۱۸۶۶) ایل-آر-۲-ای کیو ۶۵۹-نج، وڈ؛ و مقدمہ ریاستہائے متحدہ امریکہ بنام وگنر (۱۸۶۷) ایل آر ۲-چانسری-مرافعہ-۵۸۲-نج چیمسفورڈ، ٹرنر و کیرنس، جنہوں نے جسٹس وڈ کے فیصلے کو منسوخ کیا۔ ایل-آر-۳-ای کیو-۲۴؛ و مقدمہ ریاست جمہوری لبریا بنام امپریل بنک (۱۸۷۳) ایل-آر-۱۶-ای کیو-۱۷۹-نج، مالنس؛ و مقدمہ ریاست جمہوری پیرو بنام وگولن (۱۸۷۵) ایل-آر-۲۰-ای کیو-۱۴۰-نج، مال؛ و مقدمہ ریاست جمہوری کاسٹاریکا بنام ارلانگر (۱۸۷۵) ۱-چانسری ڈویژن-۱۷۱-نج جیمس بیلاش و بلیکبرن، جنہوں نے جسٹس مالنس کے فیصلہ کو منسوخ کردیا، ایک ملک غیر کی دعوی کرنے والی حکومت سے خرچہ کے بابت ضمانت لی گئی۔ مقدمہ ریاست جمہوری کاسٹاریکا بنام ارلینگر (۱۸۷۶) ۳-چانسری ڈویژن-۶۲-نج جیمس میلش و بیگلے؛ جو اس بارہ میں، مالنس سے متفق تھے، ایک ملک غیر کے بادشاہ کی طرف سے، اس ہرجہ کا دعوی پیش ہوا، جو جہازوں کے تصادم سے واقع ہوا تھا؛ بادشاہ کو اس ہرجہ کی بابت بوجہ مدعی علیہ کے دعوی عکسی سے مانع ہوا ادخال ضمانت کا حکم دیا گیا، کیونکہ مدعی کے جہازوں کی گرفتاری ممکن نہ تھی۔ مقدمہ جہاز نہ

موسومہ نیو سبیل (۱۸۸۵) ۱۰ ۔ پی ۔ ڈی ۔ ۲۳ ۔ جج ۔ برٹ ۔ کاٹن و لنڈلے: جنہوں نے جسٹس بٹ کے فیصلہ کو بحال رکھا ہو

یا مثلاً ملک غیر کے بادشاہ پر بجائے خود دعویٰ نہیں ہو سکتا، ایسے عکسی دعوے کے قبول کئے جانے کی کوئی دلیل نہیں قرار دیا جا سکتا؛ جو ایک معمولی مدعی کے مقدمہ میں قبول نہیں کیا جا سکتا تھا ۔ مقدمہ ریاست جمہوری جنوبی افریقہ بنام فرانس و بلجیم کمپنی [۱۸۹۷] ۲ ۔ چانسری ۔ ۴۸۷ ۔ جج: لینڈلے ۔ لوپس ۔ چیٹی جنہوں نے جسٹس نارتھ کے فیصلہ کو بحال رکھا ۔ یا جس دعویٰ عکسی کا قبول کرنا انصاف رسی کیلئے اس کے مقدمہ میں ضرور نہیں ہے ۔ فریقین حسب سابق [۱۸۹۸] ۱ ۔ چانسری ۱۹۰ ۔ جج نارتھ بی ملک غیر کے بادشاہ کا اختیار عدالت کو تسلیم کرنا بعد دائر ہونے مقدمہ کے ہونا چاہیئے، اس کا استنباط اس کے کسی عمل ماقبل سے کرنا صحیح نہیں متصور ہو سکتا ۔ مقدمہ میگل بنام سلطان جوہر [۱۸۹۴] ۱ ۔ کیو ۔ بی ۔ ۱۴۹ ۔ جج ملس ولارنس: جسکو جسٹس ایشر، لوپس اور کے نے منظور کیا ہو جو بادشاہ زیر حفاظت کسی سلطنت کے ہو وہ قاعدہ ۱۲۰ کے مقاصد کیلئے؛ بادشاہ متصور ہوگا ہوا (حسب سابق صفحہ ۱۴۴) اسیطرح ہندوستان کے حکمران رئیسوں کا حال ہے ۔ مقدمہ اسٹیتھم بنام اسٹیتھم و گائیکوار بڑودہ [۱۹۱۲] پی ۔ ۹۲ ۔ دیکھو صفحہ ۲۵۸ ہو

اس کا تصفیہ عدالت سے ہوگا کہ آیا ایک ملک غیر کی حکومت جو خود اپنے نام سے دعویٰ کر رہی ہے، سرکار انگریزی کی تسلیم کردہ ہے یا نہیں ہو مقدمہ سٹی آف برن بنام بنک آف انگلینڈ (۱۸۰۴) ۹ ۔ ویزی ۔ ۳۴۷ ۔ جج ایلڈن ہو کسی حکومت یا بادشاہ کے تسلیم کئے جانے کے متعلق؛ عام طور سے؛ دفتر وزارت خارجہ کا صداقت نامہ کافی متصور ہوگا؛ اکثر مقدمات میں، جو انگلستان کی عدالتوں میں ۱۹۱۸ء میں روس کی سلطنت کے ٹوٹنے اور اسکے مختلف ریاستوں میں تقسیم ہو جانے کے بعد پیش ہوئے؛ عدالتوں نے ان عارضی حکومتوں کیلئے شاہی حقوق تسلیم کر لئے ہیں؛ باوجود عارضی ہونیکے دفتر وزارت خارجہ سے انکی یہ حیثیت تسلیم کر لی گئی تھی ۔ اسی بنا پر مقدمہ جہاز موسومہ گھاگرا میں عدالت نے جہاز مذکور پر جس کی ملک کی استھونیا کی قومی کونسل دعویدار تھی کسی قسم کا

اختیار رکھنے سے انکار کر دیا سلطنت کے ایک نمائندہ کے اس بیان پر کہ ملک معظم
کی حکومت نے ۔۔۔ فی الحال عارضی طور سے، اور بہ تحفظ تمام آئندہ حق کاروائی
کے ۔ استھونیا کی قومی کونسل کو واقعی خود مختار مجلس تسلیم کر لیا ہے ؎

اسیطرح مقدمہ اے۔ او۔ لوتھر بنام جیمس سیگور و کمپنی [۱۹۲۱] ا۔ کے
بی۔ ۴۵۶ و ۴۷۴ کی عدالت مرافعہ نے یہ طے کیا کہ اس کو لکڑی کے اس
ذخیرہ پر جو انگلستان میں موجود تھا اور جس کی نسبت روس کی سوئیٹ گورنمنٹ
دعویدار تھی، کوئی اختیار نہیں ہے ۔ دفتر وزارت خارجہ نے جو صداقت نامہ
دیا تھا، اس کا مضمون یہ تھا کہ سوئیٹ گورنمنٹ کے متعلق یہ تسلیم کر لیا گیا ہے
کہ وہ ملک روس میں شاہی اختیارات پر قابض ہے۔ جسٹس رآشس نے فیصلہ
اسکے خلاف کیا تھا کیونکہ جب یہ مقدمہ انکے سامنے پیش تھا، اس وقت تک
سوئیٹ گورنمنٹ تسلیم نہیں کی گئی تھی اور اسی بنا پر انھوں نے یہ لکھا کہ اگر
کوئی حکومت یا بادشاہ سلطنت انگلستان سے نہیں تسلیم کیا جاتا تو اس
ملک کی عدالتیں بھی اس کو نہ تسلیم کر سکتی ہیں اور نہ ان کو تسلیم کرنا چاہئے ۔
جو عرصہ مقدمہ کی ابتدائی سماعت اور مرافعہ کے پیش ہونے میں گزرا اسمیں
ایک تجارتی معاہدہ سرکار انگریزی اور سوئیٹ گورنمنٹ میں ہو گیا تھا جس سے
اس گورنمنٹ کا تسلیم کیا جانا مستنبط ہوتا تھا اور یہی ابتدائی تجویز کی تنسیخ
کا باعث ہوا ؎

ضابطہ کے مسائل کو چھوڑ کر اب ہم اس امر کیطرف متوجہ ہوتے ہیں کہ سلطنتہائے
ملک غیر یا اس کے بادشاہوں پر جو انگلستان میں دعوی کریں لازم گردانا گیا
ہے کہ وہ ان معاملات میں جو مقدمہ میں زیر بحث ہوں، مدعی علیہ کی جوابدہی
کی پوری وقعت کریں اور اس کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کریں جیسا کہ مقدمہ ذیل
سے ظاہر ہوگا: مقدمہ ریاستہائے امریکہ بنام پریولیو (۱۸۶۵) ایکویٹی ۵۹ ۵ جلد دوم
مقدمہ ریاستہائے متحدہ امریکہ بنام میکرائی (۱۸۶۷) ایل۔ آر۔ ۳ ایکویٹی ۷۹ ۔ ۳۴۷ جلد دوم جس کو
جزاً جیمسفورڈ نے منسوخ کیا تھا۔ ایل۔ آر۔ ۳ چانسری مرافعہ ۷۹ کہ ایک گورنمنٹ جو دوسری
گورنمنٹ کی قائم مقام اور جانشین ہو انکو مدعی علیہ کے ان تمام عذرات کی وقعت کرنی چاہئے،

جو سابق گورنمنٹ کے مقابلہ میں پیش ہو سکتے تھے۔ مقدمہ ریاست جمہوری۔ پیرو بنام ڈریفس (۱۸۸۸) ۳۸۔ چانسری ڈویژن۔ ۳۴۸۔ جج، کے، ہو لیکن ایک فاتح گورنمنٹ مفتوحہ گورنمنٹ کے مطالبہ جات کی ذمہ دار نہیں ہو سکتی۔ مقدمہ ویسٹ رینڈ گولڈ مائننگ کمپنی بنام سرکار [۱۹۰۵] ۲۔ کے۔ بی۔ ۳۹۱۔ اگر کسی حکومت غیر کے وزیر سے کوئی معاہدہ ہوا ہو تو اس کا جانشین عہدہ دار اسکی بنا پر دعوی کر سکتا ہے بشرطیکہ معاہدہ کے ظاہری معنا یہی ہوں۔ مقدمہ یڈ کروڈ بنام کلائیڈ بینک انجینیرنگ و شپ بلڈنگ کمپنی [۱۹۰۲] اے۔ سی۔ ۵۲۴۔ جج، ہالسبری۔ بیگناٹن۔ برامپٹن۔ رابرٹسن۔ ولنڈلے۔ نتیجین سابق [۱۹۰۵] اے۔ سی۔ ۶۔

اگر ملک غیر کی حکومت یا شخص، جو کہ حق براءت کا مستحق ہے، اپنے مقدمہ میں آخری فیصلہ حاصل کر چکا ہے تو بربنائے دفعہ ہذا اس کو یہ حق نہ ہوگا، کہ وہ کوئی جداگانہ مقدمہ اسی بنا پر دائر کرے۔ مقدمہ اسٹورسبری بنام ریاست جمہوری کاسٹاریکا (۱۸۸۰) ۲۹۔ ڈبلیو۔ آر۔ ۱۲۵۔ جج، جیسل۔ جیمس۔ لوش۔ جسٹس جیمس نے لکھا ہے، کہ اگر صدور فیصلہ کے بعد کوئی امر ایسا پیدا ہو جائے، یا علم میں آئے جسکی بنا پر مدعی کی ڈگری کا نفاذ قرین انصاف نہ ہو تو میری رائے میں مدعی علیہ کیلئے صحیح راستہ یہی ہوگا کہ وہ بجائے جدید مقدمہ کے ایسی کارروائی میں ان اختیارات کو کام میں لانے کی درخواست کرے، جو ہر عدالت خود اپنے فیصلوں کی نسبت ہمیشہ کام میں لا سکتی ہے، اور مقدمہ میں ڈگری مذکور کے ملتوی رکھے جانے کی اس بنا پر درخواست کرے کہ اس پر عمل آوری قرین انصاف نہ ہوگی۔

گورنمنٹ جاپان جو کہ انگلستان کے سفارت خانہ کی عدالت میں مدعی ہے، اسپر مجبور نہیں کی جا سکتی ہے کہ وہ کسی دعوی کی سماعت کے اختیارات کو بھی تسلیم کرے اگرچہ وہی واقعات جو اس مقدمہ کے دائر کئے جانے کی بنا بتائے جاتے ہیں، اسکے دعوی کے مقابلہ میں بطور جوابدہی کے مستعمل ہو سکتے ہوں۔ چونکہ عدالت کے اختیارات محدود ہیں، اسلئے اگر جاپان کے کسی معمولی

شخص کیطرف سے بھی دعوی ہوتا، تب بھی نتیجہ واحد ہوتا۔ مقدمہ شاہی
262 گورنمنٹ جاپان بنام پی و او۔ اسٹیم نویگیشن کمپنی [۱۸۹۵] اے۔ سی۔ ۶۴۴
ججان ہرشل۔ واٹسن۔ ہوب ہاوس۔ میگناٹن۔ شینڈ۔ ڈیوی۔ و کوچ ج۔

دفعہ ۱۹۳ جو قاعدہ دفعہ ۱۹۰ میں قائم کیا گیا ہے، اس کے متعلق، ایک اصول کا بیان کیا جانا ضرور ہے، جس کو لارڈ لینڈلی کے ان الفاظ سے شروع کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، جو انھوں نے عدالت چانسری کے متعلق کہے تھے: "اکثر ایسے مقدمات پیش ہوئے ہیں، جن میں عدالت ہذا کو ایسی رقمیں تقسیم کرنی پڑی ہیں، جن کا تعلق کسی ملک غیر کی حکومت یا بادشاہ سے تھا؛ ایسی رقوم کی صحیح تقسیم کے لئے، یہ امر مناسب اور قرین مصلحت سمجھا گیا کہ وہ حکومت یا بادشاہ بھی فریق مقدمہ بنایا جائے؛ اس ترکیب سے مقدمہ ترتیب فریقین کے لحاظ سے، تو مکمل ہو جاتا ہے لیکن جو ملک غیر کی حکومت یا بادشاہ اس قسم کے مقدمات میں زمرۂ مدعی علیہم میں شریک کر لیا جاتا ہے، اس کا یہ اثر نہیں ہے کہ ایسی حکومت یا بادشاہ کو مجبور کیا جائے یا مجبور کرنے کی کوشش کیجائے کہ وہ معمولی کارروائی مقدمہ میں شریک ہو کر فیصلہ کی تعمیل کرے؛ بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ اس بادشاہ کو اس امر کا موقعہ دیا جائے کہ اگر وہ چاہے تو مقدمہ میں شریک ہو کر اپنا دعوی یا حق، جائداد زیر بحث میں ثابت کرے۔ اگر وہ دعوی میں شریک ہو گیا، تو گویا اس معاملہ میں، اس نے عدالت ہذا کے اختیار کو تسلیم کر لیا؛ اور اگر اس نے شرکت مقدمہ سے انکار کر دیا تو پھر غالبًا اس کو اسی حق کی نسبت کسی دوسری شکل میں دعوی کرنیکا حق باقی نہ رہے گا۔ ایسا ہی عمل، اس صورت میں ہوگا، جب کہ اس ملک میں کسی مدعی علیہ سے، ایسی کارروائی کے متعلق، جواب لیا جاتا ہو، جو اس نے ملک غیر کے بادشاہ کے گماشتہ (ایجنٹ) کی حیثیت سے کی ہو۔ مقدمہ کی تکمیل از روئے فریقین کے لحاظ سے، اسوقت تک نہیں ہو سکتی، جب تک کہ وہ بادشاہ، باضابطہ طریقہ سے زمرہ مدعی علیہم میں شریک نہ کر لیا جائے؛ اور اس کو زمرہ مدعی علیہم میں شریک کر لینے سے، خود اس کو اپنی براءت کے لئے جوابدہی کا موقعہ ملتا ہے؛ بجائے اس کے کہ کل جوابدہی گماشتہ کے ہاتھ میں رہے۔ اور اس طور سے اگر وہ چاہے شریک مقدمہ

ہوسکتا ہے؛ اگر اس نے شرکت سے انکار کیا تو جو فیصلہ اس کے گماشتہ کے خلاف ہوگا، اس کا نمائندہ ذمہ دار قرار پائے گا۔" مقدمہ ڈیوک آف برنس وک بنام شاہ ہینودر -۲ ۱۸۴۴- ۶- بیو- ۲۹۔

یہ اصول جس حد تک صحیح ہے، اب (بجائے چانسری کے) سپریم کورٹ سے متعلق ہوگا۔ اس کا جزو اول یقینی طور سے صحیح ہے، جس کا تعلق ان رقوم سے ہے، جو عدالت کو تقسیم کرنی پڑیں۔ دوسرا جزو جس کا تعلق ان مقدمات سے ہے جنہیں لوگوں نے ملک غیر کے بادشاہوں کی طرف سے بحیثیت گماشتہ کے کارروائی کی ہو، زیادہ تر محتاط طریقہ سے بیان کیا جانا چاہئے تھا۔ اگر مدعی یہ ثابت کرسکتا ہے کہ اس جائداد کی نوعیت، یا اس رقم یا شئے کے ارتھان کے لحاظ سے، جو گماشتہ کے اہتمام میں اس ملک میں ہے، اس کو کوئی حق حاصل ہے، تو یہ معاملہ اسی اصول کے تحت اور انہیں مقدمات میں آجاتا ہے، جن میں عدالت کو رقم تقسیم کرنی پڑتی ہے؛ کیونکہ فی الحقیقت، ایک رقم عدالت کے حدود اراضی میں موجود ہوتی ہے، اور اس کے متعلق عدالت صدور فیصلہ اور اس کی تعمیل کرانے سے انکار نہیں کرسکتی۔ اس سے انکار کرنا ایسا ہی خلاف انصاف ہوگا جس طرح عدالت اس اراضی کے حوالہ کرنے سے انکار کرے، جس کی نسبت کسی شخص نے اپنا بہتر حق قبضہ یا حق سقوط انفکاک رہن، بمقابلہ ملک غیر کے بادشاہ کے ثابت کردیا ہو۔ ان اختیارات کے استعمال کی تائید میں ایک مزید وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ملک غیر کے بادشاہ پر نالش کی ضرورت ہی نہیں باقی رہتی؛ کیونکہ جائداد منقولہ پر بذریعہ گماشتہ کے عدالت کی دسترس ممکن ہے؛ اور اس گماشتہ کی حفاظت، بمقابلہ اصل شخص کے بذریعہ تجویز کے ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر مدعی کے دعویٰ کی بنیاد ایسی ذمہ داری ہے، جس کا عاید ہونا، ملک غیر کے بادشاہ یا مملکت پر بیان کیا جاتا ہے؛ اور اس کو وہ خود مملکت یا بادشاہ کے مقابلہ میں نہیں چلا سکتا تھا، تو وہ اس کو بالواسطہ گماشتہ کے ذریعہ سے بھی نہیں چلا سکتا ہے: اور مملکت غیر یا اس کے بادشاہ کے انکار حاضری اور عدم تسلیم سے، اس کا دعویٰ باقی نہیں رہتا ہے۔ 263

منصلہ ذیل مقدمات میں، لارڈ لینگ ڈیل کے اس اصول کے آخری

جز سے کام لینے کی کوشش کی گئی، جس کا ذکر، دفعہ ۱۹۳ میں ہو چکا ہے، مگر آخر کار ان میں سے کسی مقدمہ میں بھی چارہ کار نہ حاصل ہو سکا۔ تمام مقدمات میں یہی طے ہوا کہ نوعیت جائداد یا رقم یا شئے زیر اہتمام گماشتہ کے ارتہان کے لحاظ سے کوئی حق ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ مقدمہ ہمتہ بنام وگلیس (۱۸۶۹) ایل۔ آر۔ ۸۔ اسی کیو۔ ۱۹۸۔ جج' رتولے، مقدمہ لاریورکی بنام ارگن جس کا فیصلہ جسٹس مالنس نے بحق مدعی کیا، اور مرافعہ میں جسٹس ہیڈ رتے سے نے تائید کی تجویز صادر کی۔ (۱۸۷۲) ایل۔ آر۔ ۷۔ اسی وآئی۔ اے۔ ۲۲۳ منفصلہ کرنسن۔ ادہیکن جمیسفورڈ، مقدمہ ٹوئیکی ہس بنام ڈریوفس۔ (۱۸۷۷)۔ ۵۔ چانسری ڈویژن ۶۰۵ جج' ہال جس کی تائید جسٹس جیل اور جیمس نے کی، مقدمہ گلیڈ اسٹون بنام مسرور بے (۱۸۶۲) ۱۔ ایچ۔ ایم۔ ۹۵ م۔ جج' ووڈ میں مدعیون سے بنک آف انگلینڈ پر جس کے پاس رقم شرطاً جمع کرا دی گئی تھی ایک درمیانی حکم حاصل کیا، لیکن اس سے زیادہ مقدمہ کا پتہ نہیں چلتا، مقدمہ گلیڈ اسٹون بنام عثمانیہ بنک (۱۸۶۳) ۱۔ ایچ۔ ایم۔ ۵۰۵۔ جج' ووڈ میں مدعیوں نے اس رقم یا شئے پر اکتفا نہیں کیا، جو انگلستان میں موجود تھی، بلکہ عثمانیہ بنک کو، جو ٹرکی میں، ان حقوق کے استعمال سے باز رکھنے کی کوشش کی جو اس کو سلطان ٹرکی کے حکم سے ملے تھے، اور جن کو مدعیان اپنے حقوق کی خلاف ورزی تصور کرتے تھے۔ اگر وہ سرکار انگریزی کی پارلیمنٹ کی کسی کارروائی کے متعلق بھی اسی قسم کی شکایت کرتے تو اس کا نتیجہ بھی یہی ہوتا جیسا کہ جج نے بتایا ہے، مقدمہ اسٹراس برگ بنام ریاست جمہوری کاسٹاریکا (۱۸۸۰) ۲۹ ڈبلیو۔ آر۔ ۱۲۵: میں جج جیسل و جیمس نے، لارڈ لینگڈیل کے اصول کا اعادہ کیا، جو ان اقوام کے متعلق ہے جو حدود عدالت کے اندر رہنے والوں کے ہاتھ میں ہوں، کو اس سے زیادہ ہے۔

مقدمہ ویلاسیسور بنام کروپ (۱۸۷۸) ۹۔ چانسری ڈویژن ۳۵۱: میں (جج جیسل جس کی تائید جیمس، برٹ و کاٹن نے کی) ایک ملک غیر کے بادشاہ کو، بم کے گولوں کو باہر لیجانے کی اجازت دی گئی، اگرچہ مدعیوں کی استدعا

یہ تھی کہ وہ اس بنا پر ضایع کر دیئے جائیں کہ بادشاہ مذکور کے گماشتہ نے ان کے پٹینٹ کی خلاف ورزی کی تھی ؎

دفعہ ۹۴ "تمام ایسے سمن اور اطلاع نامے جو اس کے بعد تعمیل ہوں، یا ان کے متعلق کارروائی کیجائے۔ اور انکی بنا پر، کسی ایسی مملکت غیر یا وہاں کے بادشاہ کا ــ کوئی سفیر یا وزیر (Minister) ــ جسکو ایسا حق دیا گیا ہو اور اس کو ملکہ معظمہ، ان کے ورثا، یا جانشینوں نے تسلیم کر لیا ہو، یا ایسے سفرا یا وزیر کا ــ کوئی خانگی شخص یا خانگی ملازم ــ گرفتار یا قید کیا گیا ہو، یا ــ اسکا یا انکا ــ 264 سامان یا اسباب خانگی، قرق یا ضبط کیا گیا ہو، ــ وہ سب اس مقصد انشاء اور تعبیر کیلئے، باطل اور کالعدم متصور ہونگے"۔ اسٹاٹیوٹ بر این۔ فصل ۱۲ دفعہ ۳۔

"لیکن یہ شرط پیش نظر رہنی چاہئے کہ کوئی سوداگر یا تاجر۔ جو ان قوانین کی تعریف میں داخل ہوتا ہے جو اشخاص دیوالیہ کے متعلق جاری ہوں، ــ کسی سفیر یا وزیر کی خدمت میں داخل رہنے یا داخل ہو جانے کی بنا پر، اس ایکٹ سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کا مجاز نہ ہوگا"۔ حوالہ حسب سابق، دفعہ ۵۔

اس قانون کے نفاذ کی وجہ یہ ہوئی: کہ ایک معمولی شخص نے روس کے سفیر کو اسکی گاڑی سے اتروا کر قید کرا دیا تھا۔ اس کی دفعہ ۳۔ متذکرہ بالا کے متعلق ہمیشہ یہ سمجھا گیا کہ وہ صرف غیر موضوعہ قانون کا اعادہ ہے، البتہ سفرا یا وزرا کو اس سے زیادہ برائت حاصل ہے، جتنی اس دفعہ سے بظاہر معلوم ہوتی ہے۔ نہ صرف ان کی ذات قید سے مستثنیٰ، اور ان کا سامان اور اسباب قرقی سے محفوظ ہے، بلکہ ان پر مطلق دعویٰ ہی نہیں ہوسکتا۔ اس غرض سے بھی نہیں کہ اسوقت فیصلہ حاصل کر لیا جائے، اور تعمیل، ایسے وقت کرائی جائے، جب کہ وہ اس برائت کے مستحق نہ رہیں۔

میگڈا لینا اسٹیم نیویگیشن کمپنی بنام مارٹن (۱۸۵۹) ۲۔ ای۔ ای۔ ۹۴۔ جج کیمپبل۔ وٹیمن۔ آرل۔ کرامپٹن: یہ حق طلب شدہ سفرا سے بھی متعلق رہتا ہے جو ملک میں اپنے سرکاری کاروبار کو ختم کرنے کیلئے چند روز قیام کریں، جب کہ ایک سابق وزیر اپنا کام ختم کرنے کے بعد چھ ماہ تک غائب رہا، تو یہ طے ہوا کہ اس کے حق کے باقی رہنے کے متعلق کوئی سوال قابل

تصفیہ نہیں ہے۔ مقدمہ سوارز بنام سوارز [۱۹۱۸] ۱۔ چانسری ۱۷۶۔ سی۔ اے۔ ج، سوئنفن ایڈی۔ وارنگٹن و اسکروٹن (لارڈ چیف جسٹس)۔ میعاد کا آغاز اس وقت تک نہیں ہوتا، جب تک کہ سابق سفیر پر کامل طور سے تعمیل (سمن) نہ ہو جائے؛ اور اس قانون کا کوئی اثر اس اختیار پر نہیں پڑتا جو بیرون حدود تعمیل کے متعلق حاصل ہے۔ مقدمہ سمورے بنام گڈبان [۱۸۹۴] ۲۔ کیو۔ بی۔ ۳۵۲۔ ج، اے۔ ایل۔ اسمتھ و ڈیوی جنھوں نے رائٹ اور لارنس کے فیصلہ کو بحال رکھا۔

نہ وہ بحیثیت اپنے بادشاہ یا مملکت کے قائمقام کے، مدعی علیہ بنایا جا سکتا ہے، اس غرض سے کہ اس کو حاضر عدالت ہو کر اپنے بادشاہ یا مملکت کے حقوق کی حفاظت کا موقعہ ملے، جبکہ ان کا تصفیہ لارڈ لیننگ ڈیل کے اصول متذکرہ دفعہ ۱۹۳ کے مطابق کیا جاتا ہو۔

مقدمہ گلیڈ اسٹون بنام مسورپے (۱۸۶۲) ۱۔ ایچ و ایم۔ ۴۹۵۔ ج، وڈ۔

اور نہ اس حالت میں۔ کہ ملک غیر کا بادشاہ یا مملکت کسی ایسے مقدمہ میں جس کا ذکر اوپر ہوا، مدعی علیہ بنائی گئی ہو۔ سمن کی تعمیل سفیر یا وزیر پر، اس غرض سے ہو سکتی ہے: کہ اس کی اطلاع ایسے بادشاہ یا مملکت کو ہو جائے۔

مقدمہ اسٹوارٹ بنام بنک آف انگلینڈ [۱۸۷۶] ڈبلیو۔ این صفحہ ۲۶۳۔

ج، جسیل۔

265 اگر سفیر یا وزیر نے عدالت کے اختیار کو تسلیم کر لیا ہے، اور اس کا موقعہ باقی نہیں رہا کہ وہ مقدمہ سے اپنا نام خارج کرائے یا اپنے مقابلہ میں کارروائی کے ملتوی رکھے جانے کی درخواست کر سکے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس پر مشمول دوسرے اشخاص کے دعوی چل رہا ہو: تاہم جبتک وہ اس عہدے پر قائم ہے فیصلہ کی تعمیل میں اس قانون کا لحاظ رکھا جائیگا (یعنی اس کے مقابلہ میں فیصلہ کی تعمیل نہ ہو سکے گی)۔

مقدمہ ٹیلر بنام بسٹ (۱۸۵۴) ۱۴۔ سی۔ بی۔ ۴۸۷۔ ج، جروس مالٹ۔

مقدمہ سوارز بنام سوارز (نمبر ۱) [۱۹۱۷] ۲۔ چانسری۔ ۱۲۱۔ ج، ایو۔

لیکن اگر اس نے بصراحت اپنے حقوق سفارت سے دست بردار ی کرکے عدالت کے اختیارات کو تسلیم کر لیا ہے، تو بعد ختم زمانہ سفارت اس پر فیصلہ کی تعمیل ہو سکے گی، اگرچہ وہ اس وقت تعمیل کے متعلق بربنائے اپنی خدمت کے عذر کرے۔ مقدمہ سوارز بنام سوارز (نمبر ۲) [۱۹۱۸] ا۔ چانسری۔ ۶۰۱ سی۔ اے۔ بج اسوینفن ایڈی وارنگٹن۔ لارڈ چیف جسٹس اسکروٹن ۴۶

اس حق برائت سے سفیر اپنی گورنمنٹ یا بادشاہ یا عہدہ دار بالادست کی رضامندی سے دست بردار ہو سکتے ہیں، اور جب کوئی سفیر بصراحت اپنے حق سے دست بردار ہوگا تو یہ فرض کر لیا جائیگا کہ اس نے ایسی رضامندی حاصل کر لی ہے، کیونکہ خود بادشاہ سے یہ درخواست نہیں کیجا سکتی کہ وہ اپنے مقبولہ گماشتہ کے فعل کی منظوری دے۔ لیکن دست برداری بصریح اور صاف ہونی چاہئے۔ مقدمہ ملبویا اکسپلوریشن سنڈیکٹ [۱۹۱۴] ا۔ چانسری ۱۳۹۔ بج۔ ایسٹ بری ۴۶

قانون میں جن ملازمین کا ذکر ہے، اور انکی نسبت جو فیصلے ہوئے ہیں، ان کا اصول مفصلہ ذیل انتخابات سے ظاہر ہوگا۔

"خانگی ملازم قرار دئے جانے کے لئے یہ ظاہر ہونا لازم نہیں ہے کہ وہ اسی مکان میں رہتا ہے۔ اگر تم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ شخص مذکور گرجا میں مناجات خوان اور ایسی حالت میں ہے کہ جو تیریا کے سفیر کو سفارت خانہ کی گرجا میں عبادت کیلئے اس کو وقتاً فوقتاً بلانے کی ضرورت پڑتی ہے، تو میرے نزدیک اس بناء پر وہ ایک درجہ تک ملازمین خانگی میں شمار کئے جانے کا حق رکھتا ہے۔ بج ہیلی: مقدمہ فشر بنام بگرز (۱۸۳۲) ا۔ سی۔ ایم۔ ۱۱۷ صفحہ ۲۴ جسٹس بولنڈ نے بھی تقریباً یہی رائے دی، اور اس میں اسقدر اضافہ کیا جو یقیناً جسٹس ہیلی کا بھی منشا تھا: کہ اگر ایسا شخص گرجا میں حاضر رہتا ہے بحوالہ سابق صفحہ ۱۲۷ اگرچہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہر وقت طلب کیا جا سکتا ہے، مگر یہ ظاہر نہیں کیا گیا ہے کہ اس کو فی الحقیقت کسی وقت سفیر نے کسی عبادت میں شریک ہونے کیلئے طلب بھی کیا تھا، جسٹس ہیلی:

بمقدمہ فشر بنام بگرز (۱۸۳۳) ۲۔ سی۔ ایم۔ ۲۴۰۔ صفحہ ۲۴۳؛ مقدمہ لوئیٹر بنام کروزا (۱۷۴۹) ۱۔ ڈبلیو۔ بی ایل۔ ۴۸ میں ساراڈینیا کے سفیر کی ماہینہ خدمت غیر ثابت قرار پائی ہو

ممکن ہے کہ ملازم علیحدہ اور مناسب مکان میں قیام کرے، اس کا جو سامان اس مکان میں ہوگا وہ محفوظ متصور ہوگا؛ لیکن اگر اس نے کوئی عام قیامگاہ قائم کر رکھا ہے تو اس کا جو سامان وہاں پایا جائے گا وہ غربا کے ٹیکس کے مطالبہ میں قرق ہو سکے گا۔ مقدمہ ناویلو بنام ٹوگڈ (۱۸۲۳) ۱۔ بی وسی۔ ۴۷۵، جج ایبٹ چیف جسٹس۔ ہولرائیڈ ہو

قانون میں، الفاظ خانگی اشخاص اور خانگی ملازمین میں فرق کیا گیا ہے؛ خانگی اشخاص سے سفیر یا وزیر کے خاندان اور اس کے عملہ کے لوگ مراد ہیں۔ عام قانون بین الاقوام کے مقننین کا ایک اصول یہ ہے، اگرچہ اس کے استعمال کا اب تک انگلستان میں کوئی موقعہ پیش نہیں آیا: کہ جو حق برائت ممبران خاندان اور ملازمین کو دیا گیا ہے وہ فی الحقیقت سفیر یا وزیر کا حق ہے، جو ان سے اس حق کے سلب کر لینے کا مجاز ہے، اگر اس حالت میں کہ وہ لوگ خود اس کے مقرر کردہ ہوں، نہ کہ اس کے بادشاہ یا مملکت کے۔

266 مگر وہ لوگ خود ان حقوق سے دست برداری نہیں کر سکتے، جس کا تعلق مملکت کی وقعت اور اس کے کاروبار کی آسانی سے ہے۔

یہ حق متوسلین اور ایلچیوں سے بھی متعلق ہے۔ مقدمہ ہاپکنس بنام ڈی روبک (۱۷۸۹) ۳۔ ٹی۔ آر۔ ۷۹، جج کینیان۔ اشہرسٹ و گراس؛ مقدمہ پارکنس بنام پوٹر (۱۸۸۵) ۱۶۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۱۵۲، جج ہیتھو۔ ووکنس و ملس

جس صورت میں سفیر، وزیر، یا سفارت خانہ یا وزارت کا کوئی رکن، اسی ملک کی رعایا ہو جہاں وہ متعین کیا گیا ہے، تو اس کو بھی برائت کے تمام حقوق حاصل رہیں گے، اگر اس ملک کی حکومت نے، جہاں وہ شخص متعین کیا گیا ہے، اسکی تعیناتی کے وقت ہی بالصراحت اس کے دینے سے انکار نہ کر دیا ہو۔

مقدمہ میکارٹنے گاربٹ (۱۸۹۰) ۲۴۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۳۶۸، جج میتھو: ایک انگریزی رعایا جس نے سفارتخانہ میں ملازمت اس غرض سے اختیار

کی ہے کہ وہ اپنے قرضخواہوں سے محفوظ ہو جائے اور اس کے تقرر کو انگریزی حکومت نے تسلیم نہیں کیا ہے تو وہ ایسی حفاظت سے مستفید نہیں ہو سکتا۔ مقدمہ کلوٹ بمقابلہ کلوٹ [۱۸۹۱] ۶۵۔ ایل۔ ٹی۔ ۱۰۲۔ ج، انٹشر۔ لوپس و کے۔

دفعہ ۱۹۴ (الف) حکومت سویٹ کا ایسا سرکاری مختار، جو اس تجارتی معاہدہ کے مقاصد کے لئے، جو انگریزی حکومت اور روسی سویٹ جمہوریہ میں ہوا، انگلستان میں تسلیم کر لیا گیا ہو، دیوانی کارروائی سے برأت کا مستحق نہیں قرار دیا گیا، جیسا کہ دوسرے ممالک غیر کے مسلمہ نمائندے قرار دیئے جاتے ہیں۔ جو تجارتی معاہدہ ہوا، انہیں سرکاریں کے مختار، صرف قید اور تلاشی سے بری کئے گئے تھے۔

مقدمہ فنش ٹیکسٹائیل ایسوسی ایشن بنام گراسن [۱۹۲۲] سی۔ ۱۰ اے۔ ۳۸۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۲۵۹ کا

دفعہ ۱۹۵ قنصل (consul)، اس کا خاندان، اور اس کے ملازم، احکام دفعہ ۱۹۴ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مشرقی ممالک میں قنصلوں کی حیثیت، سیاسی ہوتی ہے۔

مقدمہ بارٹ (۱۷۲۰) فوسٹر کیس ٹمپ ٹالبوٹ۔ ۲۸۱۔ ج، ٹالبوٹ کو نیز ملاحظہ ہو مقدمہ ویٹش بنام بیکر (۱۸۱۴) ۳۔ ایم واپس۔ ۲۸۴۔ ج، ایسے مقدمہ میں، اس سوال کے ساتھ کہ آیا قنصلوں کو سفارت کی برأت حاصل ہے یا نہیں؟ یہ سوال بھی زیر تحریک تھا کہ اگر حاصل ہے، تو اس میں، اس ملک کی رعایا بھی شریک ہو سکتی، جہاں وہ متعین کئے گئے ہیں!

قنصلوں کی عدالتوں کے اختیارات کے متعلق دیکھو امپیریل جاپانی گورنمنٹ بنام پی اینڈ او نیویگیشن کمپنی [۱۸۹۵] ۱۰ اے سی۔ ۶۴۴ جس میں یہ طے ہوا کہ انگلستان کے قنصل کی عدالت واقع جاپان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس عکسی مقدمہ کی سماعت کرے جو ایک انگریز مدعی علیہ نے ایک جاپانی مدعی کے مقابلہ میں دائر کیا تھا۔ ایسے مقدمات کی سماعت کا اختیار جاپان کی عدالتوں کو رہے گا۔

267

فصل یازدہم

افعال ناجائز قابل ہرجہ (Torts)

اگر کسی ایسے فعل کے متعلق جس کا عمل یا ترک ناجائز متصور ہوتا ہے، ہرجہ کا دعویٰ کیا جاتا ہے تو اس قانون کے انتخاب میں جس سے اس کا تصفیہ کیا جائے گا، فریقین کے کسی ملک کے قانون کے تسلیم کرنے یا نہ کرنے کا سوال مطلق پیش نہیں آتا، جو ان مقدمات میں پیش آتا ہے، جو معاہدات پر مبنی ہوتے ہیں؛ کیونکہ اس صورت میں ایسے معاملہ کا وجود ہی نہیں ہوتا جس پر فریقین متفق ہوتے ہوں۔ معاہدات میں جو کچھ واقع ہوتا ہے، اس کا اتباع اور نقل کر کے، یہ بحث کیجاتی ہے، کہ مدعیٰ علیہ نے اس ملک کے قانون کو تسلیم کر لیا ہے، جس میں وہ اپنے عمل یا اس کے ترک سے اس فعل یا اس کے ترک کا مرتکب ہوا۔ یا اگر وہ اس ملک کا رہنے والا نہیں ہے۔ اس نے اس ملک کے داخل ہونے کی بناء پر وہاں کے قانون کو تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن یہ استدلال حد سے بڑھا ہوا ہے؛ کیونکہ اگر ہر ایسا امر اس ملک کے مخصوص قوانین سے متعلق کر دیا جائے، جہاں وہ واقعہ ہوا تو شخصی قانون بین الاقوام کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ کسی ملک میں داخل ہونے، یا وہاں کسی عمل کے کرنے سے، تم اس ملک کے مخصوص قوانین کے، اسی حد تک پابند ہو جاتے ہو، جس حد تک، فن قانون میں یہ متعین کر دیا گیا ہے کہ فلاں مقدمہ کا تصفیہ فلاں قانون کی رو سے کیا جائیگا۔ یا زیادہ صحت کے ساتھ، یوں کہا جا سکتا ہے کہ تم اس ملک کے مخصوص قوانین کو اپنے اوپر عمل کرنے کا اس حد تک موقعہ دیتے ہو۔ قانون کا عمل خاص حالات پر منحصر ہوتا ہے؛ اور جہاں وہ حالات موجود ہوتے ہیں، وہاں قانون اپنا عمل اس ملک کی پیدا شدہ رعایا، اور ان لوگوں پر، جو بطور خود اپنے آپ کو اس کے تحت میں لے آئے ہیں یکساں کرتا ہے؛ پس قانون افعال ناجائز بین الاقوام پر معاہدات،

کے خیالات سے علیحدہ ہو کر، اور اس مضمون سے پہلے نظر ڈالنی چاہیئے۔

یہ امر پیش نظر رکھ کر، کہ حدود اختیارات کے عام خیالات کے لحاظ سے عدالت مقام وقوع جرم (Forum delicti) اور عدالت مدعی علیہ (Forum rei) دونوں مقدمات افعال ناجائز کی سماعت کی مجاز ہیں، ہم کو اس پر غور کرنا ہے کہ ان دونوں عدالتوں میں سے ابتدائی اختیارات رکھنے والی کون سی عدالت ہے۔ اس پر بلحاظ تاریخ کے نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہم صفحہ ۲۲۰ پر لکھ آئے ہیں کہ عدالت مدعی علیہ قدیم تر ہے۔ ہم کو جو کچھ دیکھنا ہے، وہ یہ ہے کہ مناسب تر کونسی عدالت ہے، جس کو بجز اپنے قوانین کے دوسرے ممالک کے قوانین سے استمداد کی ضرورت نہ ہو! (دیکھو صفحہ ۲۲۹)۔ یہ مرتبہ صرف عدالت مقام وقوع جرم کو حاصل ہے، کیونکہ شخص متضرر کی یہ خواہش واجبی ہوتی ہے کہ جلد سے جلد اور بطریق آسان اسکی دادرسی ہو جائے! اور اس کو ضرر رساں کے پیچھے پیچھے اس کے ملک تک جانے کی ضرورت نہ پڑے۔ علاوہ اس کے قانون کا اہم مقصد یہ ہے کہ ملک میں امن قائم رہے، اور اس بنا پر ایسے افعال کی قانونی دادرسی کیجائے جو بحالت عدم دادرسی امن میں خلل انداز ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر مدعی عدالت مدعی علیہ میں جانا پسند کرے، تو کیا وہ یہ خیال کر سکتا ہے کہ اس کے مقدمہ کا وہی فیصلہ ہوگا، جو عدالت مقام وقوع جرم میں ہوتا؟ — لقیاس غالب، دوسری عدالتوں کے حدود اختیارات میں، اس قانون کے اتباع کا جس سے عدالت ابتدائی میں کام لیا جاتا، اصل محرک حصول یقین ہے، مگر اس یقین سے وہی یقین مراد ہے، جو انسانوں کو باہمی معاملات میں ہوتا ہے: اور اسے افعال ناجائز کے مقدمات میں بہت کم دخل ہے، کیونکہ ان مقدمات میں معاملت کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ جو قانون، افعال ناجائز کی بابتہ ہرجہ دلاتا ہے، اس کو انصاف یا عامہ خلایق کی آسانی پر مبنی ہونا چاہیئے! اور اگر مدعی علیہ کا ذاتی قانون، اس ہرجہ کے دلانے سے انکار کرتا ہے، جو قانون مقام وقوع فعل ناجائز دلاتا، تو مقدم الذکر کو موخر الذکر قانون کے اختیار کرنے میں، اسیقدر، بلکہ اس سے بہت زیادہ تکلیف ہوگی، جتنی، مدعی کو اپنے دعوی کے ناقابل سماعت قرار پانے سے ہو سکتی ہے — اس فرض کر لینے کے بعد بھی کہ اس کو مدعی علیہ پر کامیابی کے ساتھ 268

فعل زیر نالش کی بابتہ مقام وقوع جرم میں دعوی کرنے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ برخلاف اس کے اگر مدعی علیہ کا ذاتی قانون ایسے فعل کی بابتہ جرم دلاتا ہے جس کو قانون مقام وقوع جرم جائز سمجھتا ہے تو مدعی علیہ یہ عذر کرسکتا ہے کہ اگر اس کے فعل سے کسی تمدنی ترکیب میں خلل پڑا تو وہ اس مقام کا تمدن تھا جہاں کہ فعل مذکور واقع ہوا اور وہیں کا قانون اس بارہ میں معتبر ہوسکتا ہے۔

اس استدلال سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی فعل کے قابل ہرجہ قرار دینے کیلئے قانون مقامی اور قانون مقام وقوع جرم کو متفق ہونا چاہئے اور یہی اصول جیسا کہ ہم کو معلوم ہوگا انگلستان نے اختیار کرلیا ہے۔ یورپ کے دوسرے ممالک اس بارہ میں متفق الرائے نہیں ہیں۔ سوگنی کی یہ رائے ہے کہ صرف قانون مقامی کو بحیثیت مثبت یا منفی کے اس بارہ میں اختیار حاصل ہے یعنی اسی قانون کو کام میں لانے کی نسبت اسکی رو سے ازخود فعل ناجائز کی بنا پر ذمہ داری عائد ہوتی ہو[1] اس کی دلیل یہ ہے کہ جسقدر قوانین افعال ناجائز کی نسبت ہیں ان کا تعلق امن خلایق کے ساتھ ایسا گہرا ہے کہ وہ سب اس سے فائدہ اٹھانے کے مستحق ہیں جن کو ہم نے صفحہ [2] میں "حکمت عاقلی حکمت عملی کے تحفظ" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ برخلاف اس کے ایم جارلس بروچر قانون مقام وقوع فعل ناجائز کی تائید ایسے الفاظ میں کرتے ہیں جس سے مستنبط ہوسکتا تھا کہ اختیار صرف اسی قانون کو ہے۔ اگر وہ ناظم عدالت کی نسبت یہ نہ کہتے کہ اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ امن خلایق کے مسئلہ پر غور کرے اور اسپر غور کرنے کے بعد عملی طور سے وہ جس نتیجہ پر پہنچے گا وہ غالباً اس سے مختلف نہ ہوگا جو عام طور سے انگلستان میں شایع ہے۔

دفعہ ۱۹۶ انگلستان میں کسی مدعی علیہ کا کوئی ایسا فعل ناجائز نہیں قرار پائے گا جو اس ملک میں جہاں وہ واقع ہوا مدعی علیہ کیلئے ناجائز نہ ہو خواہ وہاں کے موجودہ قانون کی رو سے یا کسی مابعد کے قانون برائت کی رو سے

[1] (Syst) دفعہ ۴، ۳ گٹھری۔ ۲۵۴ ؟

[2] صفحہ ۲۱۵، مقالہ جدید قانون بین الاقوامی دکھوی

269

جس کی بنا پر وہ اپنے آپ کو اس ملک میں بری الذمہ ثابت کر سکتا ہو۔

اس دفعہ کا جز ثانی جس میں بدلائل قوی تر جز اول بھی شریک ہے؛ ایک دیوانی کارروائی میں جس میں جمیکا کے ایک سابق گورنر پر ہرجہ کا دعوی ہوا تھا، طے ہوا تھا، گورنر نے ایک بغاوت کے وقت جو کارروائی کی تھی، اس سے برأت کے متعلق نوآبادی مذکور کی طرف سے ایک ایکٹ جاری کیا گیا تھا۔ مقدمہ فلپ بنام ایری (۱۸۶۹) ایل۔ آر۔ ۴ کیو۔ بی۔ ۲۲۵۔ ج، کاکبرن۔ توثیق شدہ جو بحال رہا (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۶ کیو۔ بی۔ ۱ ج، کیلے، مارٹن، چینل، برٹ، کلینسبائی، لش، بریٹ: عدالت تحت کا فیصلہ صادر کرتے وقت جسٹس کاکبرن نے لکھا کہ "ہماری رائے میں یہ امر صاف ہے کہ جب کسی دوسرے ملک کے قانون کی رو سے وہ فعل جس کی بابت دعوی کیا جائے جائز ہو تو وہ فعل اگرچہ اس کا اس ملک میں ارتکاب ہمارے قوانین کی رو سے ناجائز ہوتا، کسی انگلستان کی عدالت میں بنائے دعوی نہیں قرار پا سکتا"۔ یو۔ ایس صفحہ ۲۳۹۔ اور جسٹس ولس نے عدالت مرافعہ کا فیصلہ صادر کرتے وقت کہا کہ یہ ضرور نہیں کہ جو فعل عمل میں آیا وہ اس ملک کے قانون کے لحاظ سے جائز ہو جہاں اس کا ارتکاب ہوا۔ یو۔ ایس صفحہ ۲۹۔ مقدمہ ہارٹ بنام وان گمپاچ (۱۸۷۳) ایل۔ آر۔ ۴۔ پی۔ سی۔ ۴۳۹۔ ج، ماٹنگ آستھ میں ایک بیمہ ازالہ حیثیت عرفی سے جو ملک چین میں ہوئی تھی، ہرجہ کا عاید ہونا بیان کیا گیا تھا۔ مقدمہ خارج ہو گیا، کیونکہ انگلستان کے قانون کی رو سے جوابدہی کافی تھی۔ اسی ضمن میں یہ بحث پیش آئی مگر کوئی فیصلہ نہیں ہوا کہ آیا چین کے قانون کے لحاظ سے اس تحریر کا محفوظ ہونا کافی جوابدہی متصور ہو سکتی تھی یا نہیں؟ (صفحہ ۵-۴۶۴) ہم اس سے یہی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ جوابدہی ضرور کافی ہوتی۔ مقدمہ جہاز موسومہ ایم موکسہام (۱۸۷۶) ا پی۔ ڈی۔ ۱۰۷۔ ج جیمس، میلش، بگلے، انہوں نے فلیمور کے فیصلہ کو منسوخ کیا (۱۸۷۵) حسب حوالہ سابق ۴۳ میں ایک انگریزی جہاز کی غیر محتاط رفتار سے ایک گھاٹ کو جو اسپین کے ساحل پر واقع تھا، نقصان پہنچ گیا اور یہ کہا جاتا تھا، کہ اسپین کے

قانون کے لحاظ سے اس نقصان کا ذمہ دار نہ تھا اور اس کا عذر تھا کہ جہاز یا جہاز کا مالک۔ طے یہ ہوا کہ اگر ایسا ہے تو انگلستان میں بھی وہ ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ "جو عذر اس مقام میں قابل قبول ہے، جہاں کہ واقعہ پیش آیا، وہ اس مقام پر بھی قابل قبول ہونا چاہئے، جہاں کہ اس کے مقدمہ کی سماعت ہو رہی ہے۔" یہ لارڈ مینسفیلڈ، مقدمہ موسٹن بنام فیبریگاس (۱۷۷۵) سی ہاو ڈبلیو بی۔ ۵، ۱، اتفاقیہ طور سے کہہ چکے تھے۔

"ہمارے نزدیک عام اصول قانون فوجداری کا یہ ہے کہ ہر فعل کی نوعیت اس ملک کے قانون پر منحصر ہے، جہاں اس کا ارتکاب ہوتا ہے"۔۔۔ یہ جسٹس سیلیشن کا مقولہ ہے جنہوں نے پریوی کونسل کا فیصلہ بمقدمہ اٹارنی جنرل ہانگ کانگ بنام کوا سنگ (۱۸۷۳) ایل۔ آر۔ ۵۔ پی۔ سی۔ ۱۹۹، صادر کیا تھا۔ اگر فعل ناجائز ہو تو یہ امر کہ اس کی بابت حسب قانون مقام وقوع ہرجہ وصول نہیں ہو سکتا، قابل لحاظ ہے، مقدمہ میکاڈو بنام فونٹس (۱۸۹۷) ۲ کیو۔ بی۔ ۲۳۱۔ جج، لوپس۔ رگبے: ایک مقدمہ میں ایک شخص متوطن کیوبک، انٹاریو میں سفر کرتا ہوا ریلوے کمپنی کے ملازمین کی غفلت سے فوت ہو گیا، اس کی بیوہ نے کیوبک کے قانون دیوانی کے لحاظ سے، کمپنی پر ہرجہ کا دعویٰ دائر کیا۔ طے ہوا کہ چونکہ قانون انٹاریو کی رو سے جو کہ قانون مقام وقوع تھا، کمپنی پر نہ فوجداری ذمہ داری عاید ہوتی ہے اور نہ دیوانی، اس لئے کیوبک میں کوئی دعویٰ نہیں چل سکتا، مقدمہ کینیڈین پیسفک ریلوے کمپنی بنام پیرنٹ۔ پی۔ سی (۱۹۱۷) اے۔ سی۔ ۱۹۵۔ جج، ہالڈین، ڈونیڈن۔ پارکر۔ پارمور۔ شنبری یہ عذر کہ جو فعل کیا گیا وہ اس ملک کے شاہی حکم سے کیا گیا، قانونی عذر کے مساوی ہے۔ مقدمہ ڈوبرے بنام نیپیر (۱۸۳۶) ۲ بینگ۔ این سی۔ ۷۸۱۔ جج ٹنڈال، وغیرہ۔ مقدمہ سر کار بنام فینسلے (۱۸۶۰) ایل۔ سی۔ سی۔ ۲۲۔ جج، ارل۔ ولیمز، ویلیس۔ وائٹمن۔ بل۔ مقدمہ کار بنام فرانسس ٹائمس و کمپنی (۱۹۰۲) اے۔ سی۔ ۱۷۶۔ جج ہالسبری، میکناٹن شینڈ۔ برامپٹن۔ لنڈلے جنہوں نے اے۔ ایل۔ اسمتھ، وگھان ولیمز اور

ریوم کے فیصلہ کو منسوخ کیا جنہوں نے جسٹس گرانتھام کی تجویز کو منسوخ کیا تھا۔

دفعہ ۱۹۷ ۔ کوئی ایسا فعل انگلستان میں ناجائز متصور ہو سکتا ہے، جو انگلستان کے قانون کے لحاظ سے، مدعی علیہ کے لئے ناجائز نہیں ہے، اگرچہ اس ملک کے قانون کی رو سے جہاں فعل مذکور واقع ہوا، مدعی علیہ پر ذمہ داری عاید ہوتی ہو لیکن انگلستان کی عدالتیں قانون ملک غیر کے ثابت کرنیکی ۔۔۔۔ بطور ایسے واقعہ کے اجازت دیتی ہیں، جسپر فعل ناجائز کے وجود یا ہرجہ کے حق کا انحصار ہو۔ مثلاً ملک غیر کی ایک معمولی سڑک پر تصادم کے مقدمہ میں ممکن ہے کہ وہ قواعد۔۔ جو وہاں اسوقت راہروؤں کی ہدایت کے لئے نافذ ہیں، اس امر کے تصفیہ کے لئے کہ سینہ غلطی یا بے پروائی کس فریق کی طرف سے ہوئی لابد ہوا۔۔ اور اس طور سے مقدمہ کی یہ صورت قائم ہوجائے گی، اسپر وہ اپنے ملک کا قانون استعمال اور نافذ کریں گی۔

جو فقرات دفعہ بالا میں نقل کئے گئے ہیں وہ مقدمہ جہاز موسومہ ہیلی (۱۸۶۸) ایل۔ آر۔ ۲۔ پی۔ سی۔ ۱۹۳ ۔ ۱ ۔ جج اسیلون صفحہ ۱۷۲ ۔ ۲۰۲ سے لئے گئے ہیں؛ اس میں یہ طے ہوا کہ ایک ہرجہ کے مقدمہ میں جو سلم کی غفلت کی بناء پر ایسے ملک کے سمندر میں تصادم سے واقع ہو جہاں جبریہ سلم کا لیا جانا کافی جواب نہ متصور ہوتا ہو، تو مالک جہاز کا یہ جواب کہ وہ سلم کے لینے پر مجبور تھا بالکل کافی ہے۔ اس میں ظلیمو کا فیصلہ منسوخ ہوا تھا۔ (۱۸۶۰) ایل۔ آر۔ ۲۔ اے۔ ای۔ ۷۰ لیکن اس کا استعمال اس موقعہ پر نہیں کیا جاسکتا جہاں جہاز کا کپتان سلم کے لینے پر تو مجبور ہو مگر اس پر لازم نہ ہو کہ وہ جہازرانی کا کل انتظام اس کے سپرد کردے۔ مقدمہ جہاز موسومہ گے میئر ٹنگ (۱۸۷۴) ۔ پی۔ ڈی۔ ۴۴ ۔ ۱ ۔ جج ۴۳ کا آر جے۔ دکاٹر جہنوں نے جسٹس فلیمو کے فیصلہ کی تائید کی۔ مقدمہ انگلیسٹر (۱۸۸۳) ۱۲۔ پی۔ ڈی۔ ۵۹۔ جج بٹ۔ مقدمہ جہاز موسومہ پرنس ہینڈرک (۱۸۹۹) پی ۷۷۔ ۱ جج گورل بارنس۔

دفعہ ۱۹۸ ۔ دفعہ متذکرہ بالا کی نسبت ہمیشہ یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اس اصول

سلہ اس معاملہ میں انگلستان کا قانون پائیلاٹیج ایکٹ سنہ ۱۹۱۳ سے تبدیل ہو گیا ہے لیکن اصول وہی ہے۔

میں کسی طرح خلل انداز نہیں ہوسکتی، کہ انگلستان کے قانون کی رو سے ایک فعل جائز قرار پاسکتا ہے جو انگلستان کے قانون کے لحاظ سے مدعی علیہ کے لئے ناجائز نہ تھا۔ مگر یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ قانون مذکور عام قانون بین الاقوام کے کسی قاعدہ کو اختیار کرے۔

مقدمہ جہاز موسومہ اسٹر اسکنور ا (۱۸۱۳) ڈاڈوسن ۲۹۰۰ ج ۱ اسکاٹ ۔ میں ایک شریک مالک اس جہاز کے افعال کا ذمہ دار قرار پایا؛ اگرچہ انگلستان کے قانون کی تنگ تعبیر کئے جانے کی حالت میں وہ اسطرح ذمہ دار نہیں قرار پاسکتا تھا؛ کیونکہ اس کا نام جہاز کے رجسٹر میں درج نہ تھا۔

271 دفعہ ۱۹۹ اگر کوئی فعل ایسا ہے کہ وہ اس ملک کے قانون کے لحاظ سے جہاں وہ واقع ہوا جائز نہیں ہے؛ اور اس کی بابت ہرجہ قانون انگلستان کے اصول کے مطابق دلایا جاسکتا ہے تو اگر اس کی بابت انگلستان میں بصیغہ دیوانی کارروائی کیجائے، تو یہ جواب کافی نہیں متصور ہوسکتا کہ قانون مقام وقوع فعل کی رو سے، اس میں کوئی دیوانی کارروائی اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کے ساتھ، یا اس کے قبل، بصیغہ فوجداری کارروائی نہ ہوچکی ہو۔ کیونکہ اس کا تعلق چارہ کار سے ہے، اور اس بنا پر اس کا تصفیہ قانون مقامی سے ہوگا۔

مقدمہ اسکاٹ بنام سیمور (۱۸۶۲) ۱۔ ایچ وسی۔ ۲۱۹۔ ۰ ج، پولاک۔ بارن۔ وائلڈ، جیس کو جسٹس، ہیتن۔ بلیس۔ کرامپٹن۔ ٹرس اور بلیکبرن ججوں نے بحال رکھا۔

دفعہ ۲۰۰ لیکن ایسی حالت میں کیا ہوگا جب کہ ایک فعل جو اس ملک کے قانون سے جہاں وہ واقع ہوا جائز نہ ہو؛ اور باوجود اس کے اس فعل کی بابت وہاں کے قانون سے ہرجہ نہ دلایا جاسکتا ہو؛ اگرچہ انگلستان کا قانون اس کی اجازت دیتا ہو؟ — جن مقدمات فوجداری میں حقیقی مالی نقصان واقع ہوتا ہے؛ وہاں یہ سوال بقیاس غالب پیدا ہی نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ انگلستان کا قانون دیوانی اور فوجداری؛ ایسے معاملات میں چارہ کار کے دینے میں دوسرے ممالک کے قوانین سے زیادہ فیاض نہیں ہے۔ مگر ایسے ممالک بھی ہیں؛ مثلاً فرانس، جن میں ناجائز تعلقات (زنا) کی بنا پر

ہرجہ کے دعویٰ کی اجازت ہی نہیں دیجاتی ہے، کیونکہ جو تحقیقات اس کے لئے کرنی پڑے گی، اس کے برے اثرات کا عام اخلاق پر پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اور غالباً ایسے ممالک بھی ہیں جن میں خفیف حملہ اور دوسرے جسمانی ضرر میں جو حقیقی مالی نقصان کا باعث نہیں ہوتے فوجداری چارہ کار دیا جاتا ہے مگر انکی نوعیت ہرجہ کی نہیں ہوتی۔

یہ سوال مقدمہ اسکاٹ بنام سیمور کی بحث میں پیدا ہوا تھا۔ مگر صحیح طریقہ سے، پیش نہیں کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس پر بحث تو ہوئی مگر کچھ طے نہ ہوا۔ جسٹس وائٹمن کی رائے یہ تھی کہ ایک انگریزی رعایا دوسری انگریزی رعایا کے مقابلہ میں، اس حملہ کی بابت جو ایسے ملک میں کیا گیا ہو جہاں فوجداری چارہ کار کے سوائے کوئی چارہ کار از قسم ہرجہ نہ مل سکتا ہو، انگلستان میں مقدمہ دائر کرنے کی مجاز ہے۔ مگر جسٹس ویلیمس اس سے ساتھ اتفاق کرنے کیلئے آمادہ نہ تھے۔ جسٹس بلیکبرن کے نزدیک، یہ امر مشتبہ تھا کہ آیا ایسی حالت میں، حملہ کی بابت خواہ کیسا ہی سخت کیوں نہ ہو کوئی ہرجہ نہیں دلایا جاسکتا ہے۔ مگر وہ اس خیال کے موید تھے کہ فریقین کے انگریزی رعایا ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا" (۱۸۶۲) ای۔ ایچ و سی۔ ۲۳۴۔ ۵۰۷۔ لارڈ مینسفیلڈ نے مقدمہ موسٹن بنام فیبریگاس میں بیان کیا۔ کہ اگر دو شخص فرانس میں لڑیں، اور اتفاقیہ طور سے اس ملک میں چلے آئیں اور ایک شخص، دوسرے کے مقابلہ میں، اس حملہ کی بابت دعویٰ کرے تو اس دعویٰ کا یہاں چلنا مشتبہ ہے۔ اگرچہ وہ استغاثہ فوجداری نہیں ہے مگر اس کو شاہی امن میں خلل انداز تصور کرنا چاہیے، جس امن میں، وہ نزاع خلل انداز ہوئی، وہ صرف مقامی تھا۔ اور جو مداخلت بیجا، ذات کے متعلق عمل میں آئی، وہ عارضی تھی۔ اس لئے بغیر کسی (قطعی) رائے کا اظہار کئے اس کا تصفیہ شاید وہیں ہوگا جہاں کے فریقین، اس وقت رعایا تھے۔ کیا اس میں شبہ کی گنجائش ہے کہ اس ملک میں نہ صرف معاہدات کی بنا پر جو فریقین کے ساتھ کئے جاتے ہیں، بلکہ اس ضرر کے متعلق بھی جو ایک رعایا دوسری رعایا کو پہنچاتی ہے، دعویٰ دائر ہو سکتا ہے؟" (۱۷۷۵) سی او ڈبلیو پی۔ ۱۶۱ - ۱۷۶ ایسی صورت میں جس میں، انگریزی عدالت شوہر کے مقدمہ طلاق کی سماعت کرتی ہو، یہ مشکل فرض کیا جاسکتا ہے کہ ایک شریک مدعیٰ علیہ،

اس عذر کی بناء پر کہ جہاں زنا واقع ہوا تو وہاں یہ فعل ناقابل ادائی ہرجہ تھا ہرجہ کی ذمہ داری سے بچ سکتا ہے۔ کم سے کم ایسی حالت میں جبکہ بروقت ارتکاب فعل اس کی نسبت انگلستان کا توطن ثابت ہو جو مقدمات طلاق کے اختیار سماعت کی بنیاد ہے (دیکھو دفعات ۴۴۔ ۴۵۔ ۵۰۔ کتاب ہذا)۔ 272
ایسا زنا ازدواجی تعلقات میں ضرر رساں ہوگا اور وہ تعلقات اس کے مستحق ہیں کہ ان کی حفاظت انگریزی عدالت کرے۔ مگر زنا کی بابتہ ہرجہ کا دلایا جانا طلاق کی کارروائی میں ایک ضمنی امر ہوگا اور اس سے ایک مستقل ضرر کی کارروائی میں اس ضرر کی بابتہ جو ملک غیر میں پہنچا ہو ہرجہ دلایا جانیکی نظیر قائم کرنا صحیح نہیں متصور ہو سکتا۔ غالباً بہتر رائے یہ ہے کہ ایسی صورت میں کوئی مستقل مقدمہ دائر ہی نہیں ہو سکتا جس میں ہرجہ اس ملک کا قانون جہاں وہ فعل واقع ہوا نہیں دلاتا ہے خواہ فریقین انگریزی رعایا ہوں یا نہ ہوں۔ کیونکہ مقدمہ میں کوئی ایسا خاندانی تعلق نہیں ہوتا جس کی حفاظت انگلستان کے قانون کے ذمہ ہو اور نہ ابتدائی حدود اختیارات میں مدعی کوئی ایسا دیوانی حق حاصل کرتا ہے۔ اسبارہ میں دیکھو مقدمہ میکا ؤد بنام فانیٹس [۱۸۹۷] ۲۔ کیو بی۔ ۲۳۱۔ بج، لوپس۔ و دیگر دیکھو مقدمہ رینٹ بنام رینٹ و اسٹوارٹ [۱۹۱۰] پی۔ صفحہ ۲۸۶۔ بج۔ ایونس۔ مقدمہ غلب بنام باتھو [۱۹۱۲] ۳۔ کے۔ بی۔ ۲۵۔ جس میں جسٹس اسکروٹن کی یہ رائے تھی کہ ایک مستقل کارروائی انگلستان میں اس انگریز شریک مدعی علیہ کے مقابلہ میں ہو سکتی ہے۔ جو ہندوستان کے ایک مقدمہ طلاق میں شریک مدعی علیہ تھا۔ ہندوستان کی عدالت نے شریک مدعی علیہ پر اسکی غیر حاضری میں ہرجہ دلانے کی رائے کا اظہار کیا تھا مگر وہ صرف ایک ضمنی امر تھا۔

دفعہ ۲۰۰ (الف) جو ایکٹ بابتہ سنہ ۱۸۴۶ء و سنہ ۱۸۶۴ء مہلک حادثات کے متعلق نافذ ہیں وہ ملک غیر کے متوفی اشخاص کے ورثا کے فائدہ کے لئے ہر صورت میں ایک انگلستان کے خاطی کے مقابلہ میں استعمال کئے جاتے ہیں۔

ڈیوڈسن بنام ہل [۱۹۰۱] ۲۔ کے۔ بی۔ ۶۰۶ جسٹس کینیڈی و فلیمور

نے مقدمہ اوم بنام برٹش و نارن اسٹیم شپ کمپنی [۱۸۹۸] ۲ کیو۔ بی۔ ۳۳۰ میں جج ڈارلنگ سے اختلاف کیا اور مقدمہ جہاز موسومہ اسپلورر (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۳۔ اے۔ اینڈ ای۔ ۲۸۹۔ جج سر رابرٹ فلیمور کی تائید کی اور اس کا اتباع ایک اسکاٹ لینڈ کے مقدمہ کانوری بنام لانرک شائر ٹرامویز کمپنی [۱۹۰۵] ۸۔ ایس۔ ای۔ ایس میں سلسلہ نسبت جج ڈیونیڈن۔ اڈم ایم لارن۔ کنزیس کیا گیا، اس بنا پر کہ اگر دعویٰ کا قانون مقام تحقیقات اور قانون مقام وقوع جرم میں قابل سماعت ہے تو یہ امر کہ وہ دعویٰ کے ذاتی قانون کے لحاظ سے ناقابل سماعت ہے قابل لحاظ نہیں متصور ہو سکتا تھا ایک ملک غیر کا شخص بمقابلہ اپنے ملک غیر کے آقا کے، مزدوروں کے معاوضہ کے ایکٹ سے اس بنا پر فائدہ نہیں اٹھا سکتا کہ حادثہ، انگلستان یا انگلستان کے سمندری علاقہ میں ہوا۔ مقدمہ سینا گالش بنام سینا گالش [۱۹۱۲] ۱۔ کے۔ بی۔ ۴۰۰ جج کوزنس ہارڈی۔ بوٹن ولارڈ جسٹس فارول نے

دفعہ ۲۰۱ جب تک کہ اصول متذکرہ دفعات بالا مانع نہ ہوں، ایک ملک غیر کے [illegible] کے خلاف جو انگلستان میں موجود ہو ہرجہ کا دعویٰ ہو سکتا ہے [illegible] اقتناعی جاری کیا جا سکتا ہے۔

مقدمہ کالڈویل بنام وانلیٹ (۱۸۵۱) ۹ ہیر ۵۱۴ جج [illegible]

حال میں مختلف ممالک [illegible] یہ اصول عام طور سے اختیار کر لیا گیا ہے کہ بحری [illegible] میں [illegible] بشرطیکہ ان کا حقیقی قصور نہ ہو یا وہ اس کے معین نہ ہوں، اس ہرجہ کی ذمہ داری [illegible] کا باعث [illegible] جہاز [illegible] مال کی قیمت تک محدود رہے [illegible] مالکوں کے [illegible] [illegible] صورتوں سے [illegible] پہلی مرتبہ کامل طور سے [illegible] (انگلستان میں [illegible]) [illegible] ایکٹ [illegible] کے مقرر کی گئی۔ [illegible] جہازوں اور [illegible] مالکوں کی [illegible] ملک غیر کے جہازوں اور ان کے مالکوں پر جو اثر اس کا پڑتا تھا وہ قانونی [illegible] پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہ حالت تقریباً نصف صدی تک قائم رہنے کے بعد سنہ ۱۸۶۲ء کا ایکٹ متعلقہ جہازات تجارتی جاری ہوا، 278
جس کی دفعہ ۵۴ سے ہر جہاز کے مالک کی ذمہ داری کو خواہ جہاز مذکور انگلستان کا ہو،

یا ملک غیر کا اس کے وزن کے ہر ٹن کی بابتہ ایک معین رقم تک محدود کر دیا[1]۔ اس لیے اب انگلستان کی عدالتوں کو ملک غیر کے مالکان جہاز کی ذمہ داری کی مقدار کے تعین میں قانونی استدلال کی ضرورت نہیں پڑتی، لیکن شخصی قانون بین الاقوام کی کتاب میں اصول سے بحث کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ عام بحری قانون جن سے ہم بضمن ملکیت جائداد منقولہ (صفحہ ۱۹۴-۱۹۶) روشناس ہو چکے ہیں، ان تمام بحری قواعد کا مجموعہ ہے جو زمانہ قدیم میں یورپ کے اکثر ممالک میں رائج تھے، مگر ان میں کوئی ایسی حد جس کا ذکر یہاں ہوا ہے، متعین نہ تھی۔ اس زمانہ میں ہر مالک جہاز اپنے ممالک کے قانون کے لحاظ سے بلا تعین کسی حد کے ذمہ دار قرار پاتا تھا۔ جو لوگ ایسے معاملات میں عام بحری قانون سے جو انگلستان میں نافذ ہوا ہے مدد لینے کے عادی ہیں وہ معلوم نہیں اس کی نسبت کیا رائے قائم کریں گے؟ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون جہاز موسومہ کارل جان کے مقدمہ سے شروع کیا جائے جس میں لارڈ اسٹول کو ہرجہ کی مقدار کے تعین پر غور کرنا پڑا تھا، جبکہ دونوں متصادم جہازوں کے ممالک کے قوانین مختلف تھے۔

کارل جان کا مقدمہ (۱۸۲۱ء) جج اسٹول مشتہرہ نہیں ہے۔ اس کا حوالہ مقدمہ جہاز موسومہ ڈنڈی ۔ ۱ ہیگ۔ اڈم۔ ۱۱۳۔ اور مقدمہ جہاز موسومہ گرولاموو۔ ۲ ہیگ۔ اڈم۔ ۱۰۶ میں دیا گیا ہے۔ وہ ایک تصادم کا مقدمہ تھا جس میں ایک انگلستان اور ایک سویڈن کا جہاز لڑ گیا تھا، قصور مدعا علیہ کا تھا اور اس کی ذمہ داری کے تعین کا قاعدہ سویڈن کے قانون میں موجود نہ تھا، مگر انگلستان کے قانون میں حال ہی میں آئین ۲۵ جارج ۲ کے ذریعہ مقرر ہو چکا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ سویڈن کا مستغیث انگلستان کے قانون سے استفادہ کر کے جوابدہی نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ وہ نہ اس کا ذاتی قانون تھا اور نہ قانون مقام وقوع فعل۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس بارہ میں لارڈ اسٹول نے یہ رائے

[1] آئین انگلستان کا تیدہ سنہ ۱۸۵۴ء یعنی ایکٹ تجارتی جہازات کے قواعد اور ایکٹ معاہدات بحری ۱۹۱۱ء سے تبدیل ہو گیا، مگر اس کے اصول پر کوئی اثر نہیں پڑا ہے۔

قائم کی گئی جو قاعدہ ۵۲ (۵۳ ہونا چاہیے) آئین جارج ۲ میں قرار پایا ہے، وہ خانگی
حکمت عملی پر مبنی ہے، اور اس کا استعمال ملک غیر کے جہازوں کے ساتھ نہیں ہو نہیں
ہو سکتا ہے، جب اس کے فائدے اور مضرتوں میں ملک غیر کے جہازوں کے ساتھ
انگلستان کے جہاز بھی شریک ہو سکتے ہوں۔ اگر تمام سلطنتیں اسی قاعدہ کی پابند
ہوتیں، تو کوئی وقت نہ تھی مگر کوئی ایسا اشتراک بیان نہیں کیا جاتا ہے۔ اگر سویڈن
کے قانون میں ایسا قاعدہ موجود ہوتا، جو دونوں ممالک کے جہازوں سے متعلق
ہوتا تو دوسری بات تھی۔ ایسی صورت میں سویڈن کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس
قاعدہ سے استفادہ کا دعوی کرے، درانحالیکہ وہ انگریزی جہازوں کو اسی قسم
کے مقدمات میں ایسا فائدہ نہ پہونچا سکتی ہو۔۱ ۲۔ ہیگ۔ آدم ۱۰۵۔ ماخذ از نوٹ
ڈاکٹر ارنالڈ۔ اس سے ظاہر ہے کہ لارڈ اسٹول نے قانون انگلستان کی حقیقی حالت
پر نظر کر کے یہ کہا کہ سویڈن کے مالکان جہاز حد مقررہ سے مستفید ہو سکتے اگر وہ
حد ان کے ملک کے قانون میں بھی موجود ہوتی۔ وہ صاف طور سے یہ نہیں کہتے کہ
انگلستان کے قانون میں کوئی حد مقرر ہونے کی صورت میں بھی سویڈن کے
مالکان جہاز ایسی حد سے جو ان کے ملک کے قانون میں مقرر کی گئی ہوتی استفادہ
حاصل کرنے کے مجاز تھے۔ مگر کہا یہ جاتا ہے کہ انھوں نے جو کچھ طے کیا، وہ یہ ہے کہ
"وہ آئین مذکور صرف انگلستان کے جہازوں کے لیے ہے، نہ کہ ملک غیر کے جہازوں
اور وہ ان کے مالکوں کے لیے" (۱ ہیگ اڈم ۱۴)۔ اس بنیاد پر یہ دریافت 27
کرنا دشوار ہے کہ قاعدہ کے وجود یا عدم وجود سے سویڈن کے جہاز کے مالک کی
ذمہ داری میں کس طرح فرق پڑ سکتا ہے۔ لارڈ اسٹول نے جو کچھ طرفین کے استفادہ
کے متعلق کہا ہے اس پر غور کرنا باقی ہے۔ تمام حالات پر نظر کر کے بظاہر انکی
رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ انگلستان کے آئین کے وجود یا عدم وجود سے سویڈن
کے مالک جہاز کی ذمہ داری میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا، لیکن اگر کوئی ملک جس نے
اپنے جہازوں کے لیے ایسی حد مقرر کر رکھی ہے، اپنی عدالتوں میں انگلستان کے
جہازوں کو اس حد سے فائدہ نہیں اٹھانے دیتا، تو ان کو یہ حق حاصل ہے، کہ وہ
عدالت ہذا میں بطور جواب کے اس ملک کو بھی اس حد سے مستفید نہ ہونے دیں۔

اس سے ظاہر ہوگا کہ لارڈ اسٹول کی جو رائے بیان کی جاتی ہے اس میں بجز جوابی کارروائی کے کوئی امر ایسا نہیں ہے جو بربنائے اصول آئندہ دفعہ میں خلل انداز ہو۔

دفعہ ۲۰۲ اصولاً بحری تصادم کے مقدمات میں خاطی جہاز کے مالک کی طرف سے یہ عذر ہو سکتا ہے کہ اس کی ذمہ داری قیمت جہاز اور سامان محمولہ کی حد تک رہنی چاہیئے، بشرطیکہ اس ملک کے قانون میں اس کو ایسا حق دیا گیا ہو جس کا جھنڈا اس پر قائم ہے۔ یہ امر یا تو اس امر سے مستنبط ہوتا ہے کہ خاطی جہاز کا قانون، قانون مقام وقوع ہے، اس مفروضہ اصول کے لحاظ سے جس کی بنا پر جہاز اس ملک کا ایک قطعہ سمجھا جاتا ہے جس کا جھنڈا اس پر قائم ہوتا ہے — یا یہ فرض کرنے سے کہ کوئی مقامی قانون موجود نہیں ہے اور اس لیئے مدعی علیہم پر کوئی ایسی ذمہ داری عاید نہیں ہو سکتی، جو ان کا ذاتی قانون عاید نہیں کر سکتا لیکن خاطی جہاز کے مالک یہ عذر نہیں کر سکتے کہ انکی ذمہ داری جہاز کی قیمت اور مال محمولہ تک محدود رہنی چاہیئے جس کی اجازت صرف مدعیوں کے ملک کے قانون سے ہے اور خود ان کے ملک کے قانون سے نہیں ہے۔

(۱) "اگر وہ بحری قوانین، جس کو دونوں قومیں جن سے کہ وہ جہاز ہیں کام میں لاتی ہیں، ذمہ داری کے معاملات میں یکساں ہیں تو ایسے قوانین اگر عدالت کے سامنے پیش کیے جائیں تو عدالت پر لازم ہے کہ وہ ان معاملات میں جن پر فریقین متفق ہو گئے ہیں، انکو کام میں لائے اگرچہ وہ ان بحری قوانین سے مختلف ہوں، جو مقدم الذکر کے ملک میں بحری قوانین سمجھے جاتے ہیں، کیونکہ جہاں تک فریقین کا تعلق ہے، بحری قانون وہی ہے جس کو ان دونوں نے قبول کر لیا ہے"۔ ماخوذ از تجویز سپریم کورٹ ریاستہائے متحدہ امریکہ، جسے جسٹس بریڈلے نے مقدمہ جہاز موسومہ بلجنلینڈ (۱۸۸۵) ۱۱۴ یو۔ ایس۔ ۳۵۵ صفحہ ۳۷۰ میں صادر کیا تھا اور مقدمہ جہاز موسومہ اسکاٹ لینڈ۔ ۱۰۵۔ یو۔ ایس۔ ۲۴۔ ۳۱ کا حوالہ دیا تھا۔ جو مقدمات جہاز موسومہ ٹیٹانک کی تباہی سے پیدا ہوئے، ان میں امریکہ کی سپریم کورٹ نے یہ طے کیا کہ انگریزی جہازوں کے مالک امریکہ کی عدالتوں میں اس ذمہ داری کی حد سے فائدہ اٹھانے کے مستحق ہیں جو امریکہ کے قانون

میں قرار پائی ہے، اگرچہ جہاز تباہ شدہ انگلستان کا تھا، اور مدعی امریکہ کے رہنے والے تھے۔ مقدمہ اورسنگ نویگیشن کمپنی بنام طور۔ ۲۴۳۔ یو ایس ۱۸۹۱ء

دفعہ ۲۰۲ (الف) لیکن جو زمانہ لارڈ اسٹول اور ۱۸۶۲ء کے ترمیمی ایکٹ تجارتی کے نفاذ کے درمیان میں گزرا، اس میں ہمیشہ انگلستانی عدالتوں کا رجحان اس اصول کے اختیار کرنے کی طرف مائل رہا ہے۔ انگلستان کے ایسے جہاز کے مالک پر جس کا جہاز کسی ملک غیر کے جہاز سے لڑ جائے صرف انگریزی قانون کی سے جو ذمہ داری عاید ہوگی لیکن اگر ملک غیر کا جہاز جو باشندہ ملک غیر کی ملک میں ہو، حدود بحری سے باہر کسی انگریزی جہاز سے لڑ جائے اگرچہ اس کے مالک پر اس کے ملک کے قانون کے لحاظ سے اسقدر ذمہ داری عاید ہوتی ہو جتنی انگلستان کے قانون بحریہ 270
سے عاید ہوتی ہے، مگر انگلستان میں وہاں کے قانون کے اس جز سے جو عام بحری قانون کے نام سے موسوم کیا جاتا اور کام میں لایا جاتا ہے، اسپر غیر محدود ذمہ داری عاید کیجائیگی۔ [(دنام سے موسوم کیا جاتا ہے) کے جو الفاظ عدالت مرافعہ نے مقدمہ لائیڈ بنام گیو برٹ۔ ایل۔ آر۔ آئی کیو۔ بی۔ ۱۲۵۔ استعمال کئے وہ صحیح تھے، مقصد قانون انگلستان سے تھا، مگر رفع ابہام کیلئے اسطرح کہا گیا۔ نیز دیکھو تجویز لارڈ جسٹس برٹ بمقدمہ جہاز موسومہ گہنا نودیمریا۔ ۷۔ پی۔ ڈی۔ ۱۴۳]

غالباً پہلا مقدمہ جس میں یہ اصول برتا گیا، کوپ بنام دوہارٹی (۱۸۵۸ء) ۴۔ کے و جے۔ ۳۶۷۔ جج، وڈ تھا، جو بحال رہا (۱۸۵۸ء) ۲۔ ڈی۔ جے۔ ۶۱۴۔ جج، نائٹ بروس وٹرنر: جس میں یہ طے ہوا۔ کہ ذمہ داری کی جو حد انگلستان کے قانون میں مقرر کر دی گئی ہے وہ ان دو امریکہ کے جہازوں سے متعلق نہیں ہو سکتی، جو انگلستان کے ساحل سے تین میل کے فاصلہ کے اندر لڑ گئے تھے جسٹس وڈ نے لکھا: کہ اگر یہ بیان، اور ثابت کیا جاتا کہ اسبارہ میں ہمارا اور امریکہ کا قانون ایک ہی تھا تو ہم اس کو دو امریکہ کے جہازوں کے معاملہ میں کام میں لا سکتے تھے، مگر امریکہ کے شاطیوں کے متعلق بمقابلہ اسکے امریکہ کے غرق شدہ جہاز کے مالکوں کے حق میں کچھ انگلستان کے لوگ بھی شریک تھے، جو یقیناً محدود ذمہ داری کے اصول کو کام میں لانے سے انکار کرتا۔ جسٹس وڈ اور ٹرنر کی تجویز میں اسپر خوب بحث

کرکے یہ طے کیا گیا ہے کہ انگلستان کا ایکٹ پارلیمنٹ بیرونی جہاز والوں کے مالکوں کی ذمہ داری کو محدود کرنے کی غرض سے کام میں نہیں لایا جا سکتا۔ یہ ایک ایسا امر تھا جس سے کبھی زیادہ وقت کے پیش آنے کا خیال نہیں ہو سکتا تھا۔ انگریزی چانسلر نے اس سوال کی طرف توجہ نہیں کی کہ صورت مفروضہ میں انگلستان کے مالکانِ جہاز پر ذمہ داری عائد کرنے کے لیے کیا وثیقہ ہوگا۔ جسٹس نائٹ بروس نے ایسی صورت کے متعلق اظہار رائے سے انکار کر دیا جس میں منجملہ دو جہازوں کے صرف ایک جہاز بلحاظ نوعیت ملکیت کے انگلستان کا ہو، یا تصادم کسی انگریزی دریا یا انگریزی بندرگاہ میں واقع ہوا ہو۔ جو سوال جسٹس ووڈ نے پیش کیا تھا اور جس کے متعلق جسٹس نائٹ بروس نے اپنی رائے محفوظ رکھی، وہ مقدمہ جہاز موسومہ وائلڈ رینجر (۱۸۶۲) وش۔ ۵۵۳۔ جج لوشنگٹن میں پیش آگیا، جس میں امریکہ کا ایک جہاز وسط سمندر میں ایک انگریزی جہاز سے لڑ گیا تھا، اور جس میں امریکہ کی حد ذمہ داری کا عذر پیش کیا گیا تھا ـــــ ڈاکٹر لوشنگٹن نے ذمہ داری کی حد کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے اپنی رائے کی بنیاد عام بحری قانون پر قائم کی، اور جو اس قانون کے متعلق ہے، وہ ہم کو انتقال جائداد منقولہ کے ضمن میں معلوم ہو چکی ہے۔

مقدمہ جیل آیئرن اسکرو کولیر کمپنی بنام رشرمین (۱۸۹۰) ۱۔ جے وایچ۔ ۱۸۰۔ جج ووڈ میں انگلستان کی حد ذمہ داری کے اصول سے ایک انگریزی جہاز کے متعلق بمقابلہ ایک ڈچ جہاز کے کام لیا گیا۔ تصادم انگلستان کے ساحل سے تین میل کے اندر واقع ہوا تھا۔ مقدمہ جہاز موسومہ امیلیا اکیل بنام یاپانی (۱۸۹۳) ۱۰۔ پی۔ سی۔ (سلسلہ جدید) ۱۴۔ جس میں پریوی کونسل نے لوشنگٹن کی تجویز کو بحال رکھا۔ اس میں بھی انگلستان کی ذمہ داری کے اصول کا استعمال ایک انگریزی جہاز کے حق میں بمقابلہ ایک بلجیم کے جہاز کے کیا گیا تھا۔ تصادم بحیرۂ روم میں واقع ہوا تھا۔ یہ دونوں مقدمات دفعہ ۲۰۲ کے مطابق ہیں۔

اس کا دریافت کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جو اصول دفعہ (۲۰۲) الف میں قائم کیا گیا ہے وہ کس نوعیت کے تصورات سے پیدا ہوا ہوگا، کیونکہ وہ ایسے

لوگوں کے نزدیک، جو عدالت کے مجریہ احکام کو لوگوں کی ذات اور ملکوں کی حکومت
پر مبنی خیال کرتے ہیں۔ عجیب معلوم ہوتا ہے۔ اس معاملہ پر ایک درجہ تک، اس ریمارک
سے روشنی پڑ سکتی ہے، جو ڈاکٹر لوشنگٹن نے جہاز سوسومہ زولوبرن کے مقدمہ
میں کیا تھا، جو کہ بحری راہ کے قواعد سے متعلق تھا۔ انہوں نے کہا کہ "ملک غیر کے
جہازوں کے مالکوں کی نسبت، یہ نہیں فرض کیا جاسکتا کہ وہ اس ملک کے میونسپل قوانین
سے واقف، یا ان کے پابند ہونگے۔ اس لئے مقدمہ کا فیصلہ بحری قوانین سے 276
ہونا چاہئے یعنی جہازرانی کے ان قواعد کی رو سے، جو عام طور سے ان اقوام میں
رائج ہیں، جو سمندر کے اس حصہ میں، جہاں کہ تصادم واقع ہوا، جہازرانی کرتی ہیں۔ اگر
ملک غیر کا رہنے والا اس ملک کی عدالتوں میں آتا ہے، تو دادرسی اور نیز کارروائی،
مقامی قانون کے لحاظ سے کیجائے گی" سابق۔ کے۔ اڈم رپورٹ ۹۹۔ بحری قانون
کو مقامی قانون کہنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف، اس امر سے
واقف تھے کہ باوجود ایک ظاہری نام دیئے گئے وہ فی الحقیقت انگلستان
کے قانون کو ملک غیر کے لوگوں پر استعمال کر رہے تھے، جس سے غالباً ہم کو ان کی
اس دلیل کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ جب کسی عدالت امیر البحری کے متعلق، یہ تسلیم کر لیا جاتا
ہے کہ وہ مقدمہ کی سماعت کی مجاز ہے، تو عدالت مذکور کا قانون، اس اصول کی بنا پر
کہ "جہاں جورسڈکشن موجود ہو، وہاں حق اور قانون، دونوں پائے جاتے ہیں" نافذ
متصور ہوتا ہے۔ لیکن یہ اصول، صرف ان عدالتوں سے متعلق ہو سکتا ہے، جن کو مقدمہ
کی اس کارروائی سے صحیح طور سے تعلق ہو۔ (صفحہ گزشتہ) مگر جن لوگوں کے ذہن نشین
یہ امر ہے کہ مہذب دنیا میں تمام اقتدارات، یا تو ذات پر ہوتے ہیں، یا مقامات پر،
وہ اسی کے قائل ہونگے کہ وسط سمندر میں، اجرائی قوانین یا معمولی حدود اختیارات، قائم
کرنے کی صحیح طور سے صرف بادشاہ یا سلطنتیں، مجاز ہو سکتی ہیں:۔ (۱) اپنی رعایا یا ان کا
پر۔ (۲) ملک غیر کے باشندوں پر، جو ان جہازوں میں سفر کر رہے ہوں، جو صحیح طور سے
اُن کا جھنڈا اڑا رہے ہوں۔ (۳) اور بحری غارتگروں پر۔ اور صرف اسی اصول کی بنا پر
جو کارروائی جہازوں پر ہوتی ہے، اس کا قانونی اثر پیدا ہو سکتا ہے۔ اور اگرچہ جہاز کسی
کسی بندرگاہ میں موجود ہونے سے مقامی عدالت، عدالت مقام قیام مدعی علیہ بن جاتی ہے

اور اس کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اشیاء کے متعلق ان قانونی اثرات کو جو اسکے حدود اختیارات سے باہر واقع ہو سکتے تھے، عمل میں لائے، مگر اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی عدالت کے قانون سے ان اثرات کا تعین اور تصفیہ کرے۔ اس سے کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا کہ قدیم زمانہ میں وسط سمندر کے غیر مملوکہ ہونے سے یہ نتیجہ نہیں اخذ کیا جاتا تھا کہ کسی حکومت کو بغیر خاص استحقاق کے سمندر پر باضابطہ اختیارات کے کام میں لانے کی اجازت نہیں ہے۔ برخلاف اس کے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا تھا کہ ہر حکومت اس کی مجاز ہے۔ اس سے جو گمان ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ ایک مخصوص ملک کے قانون کو بنام نہاد قانون بحری بیرونی اشخاص کے ایسے افعال ناجائز سے متعلق کرنا ہو جو ملک مذکور کے حدود سے باہر واقع ہوئے ہوں۔ اس خیال کی ایک یادگار ہے جس کی رو سے وسط سمندر عام اور بلا امتیاز اختیارات کے استعمال کا ایک وسیع میدان سمجھا جاتا تھا۔ اس کا اقرار لارڈ جسٹس بریٹ کے اس قول سے مستفید ہوتا ہے جس کا اظہار انہوں نے مقدمہ چارٹرڈ بنک آف انڈیا بنام نیدرلینڈ انڈیا اسٹیم نیویگیشن کمپنی میں کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ "چونکہ مخصوص اختیارات کا قاعدہ کام نہیں دے سکتا؛ اس لئے میرے نزدیک اگر اس ملک میں ملک غیر کے رہنے والے پر اس سمت کی مسل ہو جائے جو اس کے لازم کے مقدمہ میں کسی ایسے فعل کی بابتہ جاری ہوا ہو جس کا ضرر
277 وہ وسط سمندر میں ہوا تھا تو اس لحاظ سے کہ سمندر پر انگلستان کو وہی حق حاصل ہے جو دوسرے ملکوں کو ہے، مقدمہ معمولی عدالت میں چل سکے گا۔" ۱۰۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۵۳۷۔

دفعہ ۲۰۳ - دفعات ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ اور ۲۰۳ کے متضاد اصول کا تعلق اس قانون سے ہے جس کی رو سے کسی ملک میں ایسی ہرجہ کی ذمہ داری، جس کا باعث محض ناخدا یا عملۂ بحریہ کی غفلت ہو، انہیں پر عائد ہو گی، اور مالکان جہاز اس سے بری رہیں گے۔ اگر مالکوں کی ذمہ داری کا اندازہ کرنے کے لئے دفعہ ۲۰۲ سے کام لیا جاتا ہے تو اس سے یہ نتیجہ مستخرج ہوتا ہے کہ خود انکی ذمہ داری کے وجود کا انحصار اس ملک کے قانون پر ہونا چاہئے جس کا جھنڈا جہاز پر قائم ہے۔ اگر دفعہ ۲۰۲ الف سے کام لیا جاتا ہے تو ملک غیر کے مالک انگلستان میں ذمہ دار قرار پائیں گے، اگرچہ

وہ اپنے ملک کے قانون کی رو سے بری الذمہ رہیں گے۔

مقدمہ جہاز موسوریلون (۱۸۶۸) ۶۔ پی۔ ڈی۔ ۱۴۰۔ جج، سر آر فلیمور میں اسپین کے رہنے والے مالکوں کی نسبت گو کہ یہ کہا جاتا تھا کہ وہ اپنے ملک کے قانون سے بری الذمہ ہیں مگر انگلستان میں وہ لوگ اس ہرجہ کے ذمہ دار قرار دیئے گئے جو وسط سمندر میں محض ناخدا یا عملہ بحریہ کی غفلت سے ہوا تھا۔

دفعہ ۲۰۳ سمندر میں تصادم واقع ہونے کی حالت میں جبریہ معلم کا لیا جانا انگریزی عدالتوں میں مالکوں کو اس ہرجہ سے بری کر دینے کے لئے کافی ہوگا جو اس معلم کی غفلت سے ہوگا خواہ مالک کسی ملک کے ہوں اور خواہ ان کا قانون کچھ ہو۔ بلکہ اس اصول کے مطابق ہے کہ انگلستان میں کوئی فعل ناجائز نہیں متصور ہوتا جو انگریزی قانون کے اصول کے مطابق مدعی علیہ کیلئے ناجائز نہیں ہے (دیکھو دفعہ ۱۹۷)

مقدمہ جہاز کرسچینا (ملک غیر کے جہازوں سے دریائے ٹیمس میں نقصان کا پہنچنا اور بربنائے مقام ذمہ داری میں کسی قسم کا فرق نہ آنا) (۱۸۴۸) ۲۔ ہیگ ایڈم۔ ۱۳۳۔ جج، گرانس کا مقدمہ درزن (جو نقصان انگلستان کے جہازوں سے دوسرے ملک کے جہازوں کو پہنچے) (۱۸۴۲) ۱۔ ڈبلیو۔ روب۔ ۳۱۶۔ جج، لوشنگٹن کا مقدمہ نیپولین ثانی (۱۸۱۴) ۱۔ ڈاڈس، ۹۶۔ جج، اسکاٹ کا مقدمہ گریوالو (۱۸۲۴) ۲۔ ہیگ ایڈم۔ ۱۹۹۔ جج، تکلاس میں تصادم سمندر کے اس حصہ میں واقع ہوئے جو انگریزی علاقہ میں تھا اور باوجود جبریہ معلم دیئے جانے کے ملک غیر کے جہاز ذمہ دار قرار دیئے گئے۔ مؤخر الذکر مقدمہ میں غلطی خود ناخدا کے جہاز کی قرار پائی تھی اسلئے جو فیصلہ مقدمہ کرسچینا میں ہوا اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا جیسا کہ فاضل جج نے صفحہ ۲۰۰ پر کہا ہے۔ مقدم الذکر مقدمہ میں معلم کے جبریہ لئے جانے کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لئے ممکن ہے کہ سر ڈبلیو اسکاٹ نے معلم کے جبریہ رکھے جانے کی نسبت شبہہ کیا ہو۔ مقدمہ گریوالو میں یہ دوسرا امر ہے جس سے

سر۔ جے۔ بنگال نے بحث کی ہے ۔

دفعہ ۲۰۵ جس وقت سمندر میں دو جہازوں کے تصادم کا اندیشہ ہو، تو ہر جہاز کو وہ قاعدہ راہروی (Rule of the road) اختیار کرنا چاہئے جو اسکے جھنڈوں (ممالک) کے لئے مشترک ہوں، یا اگر اس زمانہ میں دونوں جھنڈوں کیلئے کوئی مشترک قاعدہ موجود نہو تو وہ قاعدہ، جو کسی زمانہ میں دونوں میں مشترک تھا۔

انگلستان کے قانون میں، جو قواعد بحری راہروی کے لئے قرار پائے
278 ہیں، ان کے استعمال کا سوال انگلستان کے قانون کی اس مقررہ حد ذمہ داری کے استعمال کے سوال سے، جسمیں ذمہ داری، جہاز اور مال محولہ کی قیمت سے بڑھنے نہیں پاتی، اور نیز ان قانونی مستثنیات کے استعمال کے مسئلہ سے جن میں جبریہ معلم سپرد کئے جانے کی بناء پر، ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے، بالکل مختلف ہے۔ جو جہاز ایک دوسرے کے مقابل آرہے ہوں، ان میں سے ہر ایک سے، ایک ہی بحری راہروی کا قاعدہ متعلق ہوگا، یا دونوں سے متعلق نہوگا، برخلاف اس کے تصادم کے فریقین میں یہ ممکن ہے کہ اس کا ہر فریق، ذمہ داری اور مقدار ذمہ داری کے متعلق، مختلف قانون کا پابند ہو، جو قواعد راہروی کے علاوہ کسی دوسری بنا پر عاید ہوتی ہو۔ پرایوی کونسل کی جو تجویز، مقدمہ جہاز ہیلیے میں صادر ہوی ہے، اس کے انتخابات، دفعہ ۱۹۷ میں دیئے گئے ہیں، انکو دیکھنا چاہئے۔ یہ واقعہ ہے، اور محض خیال نہیں ہے، کہ ایک زمانہ میں، یورپ کی تمام بحری سلطنتوں کے لوگوں میں، بحری راہروی کے قواعد مشترک تھے۔ اس صورت میں، جب انگلستان یا کوئی دوسری حکومت، راہروی کا قاعدہ بدلتی ہے، تو اگر اس کے خلاف صراحت نہیں کر دی گئی ہے، تو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کا یہ مقصد ہے کہ تمام ایسی صورتوں میں، جن میں، امکانی تصادم کا ایک فریق، جدید قاعدہ کا پابند نہیں ہے، الٰہ ورنہ واضعان قوانین، اس پر قاعدہ مذکور کی پابندی عاید کر سکتے ہیں، قدیم قاعدہ بحال خود جاری رہے، اور خود اس کی رعایا بھی، اس کی پابندی کرے۔

مقدمہ ڈنڈریز (۱۸۵۶) صفحہ ۶۲ میں جسٹس لوشنگٹن نے یہ طے کیا۔ کہ ایک انگریزی اور ایک ڈنمارک کے جہاز کے معاملہ میں، انگلستان کا قانونی

قاعدہ نہیں، بلکہ قدیم قاعدہ کام میں لایا جائے گا۔ یہ تجویز بربنائے واقعات، منسوخ ہوگئی۔ (۱۸۵۶) سابق ۱۲۵ پریوی کونسل کی تجویز، جسٹس پٹیرسن نے صادر کی تھی۔ ڈمفریز کے متعلق، یہ تجویز ہوئی کہ وہ غلطی پر تھے، یہ فرض کئے جانے کے بعد بھی کہ پارلیمنٹ کا ایکٹ ان پر نافذ تھا، اگرچہ اس کے نافذ یا غیر نافذ ہونے کے متعلق کوئی رائے نہیں قائم کی گئی تھی۔ مقدمہ جہاز موسومہ زلویرن (۱۸۵۶) سابق۔ ۹۶۔ بج، لوشنگٹن میں، ایک روسی جہاز کو، یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ بمقابلہ ایک انگریزی جہاز کے، یہ عذر کر سکے کہ انگریزی جہاز، ایک انگریزی قاعدہ کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوا ہے۔ جہاز موسومہ چانسلر (ڈیس بنام کچ) (۱۸۶۱) ۱۴۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۲۰۲۔ بج، روتھلے کے مقدمہ میں بھی یہ تسلیم کیا گیا، کہ ایک انگریزی اور ایک امریکہ کے جہاز کے مقدمہ میں، انگریزی قاعدہ سے کام نہیں لیا جا سکتا۔ مقدمہ ریڈر بنام بریگا یا کراگیرو (۱۸۹۵) ۱۴۔ ایل۔ ٹی۔ بج کیلی میں آئرلینڈ کی عدالت امیر البحری نے، ایک انگریزی اور ناروے کے جہاز کے معاملہ میں انگلستان کے قاعدہ کی پابندی کی۔ ناروے ایک معاہدہ کا پابند تھا جو وہاں کے بادشاہ اور ملکہ معظمہ کے درمیان میں ہو گیا تھا۔ مقدمہ کلپس پلسوینیا (ہمبرگ) امریکن اسٹیم شپ کمپنی بنام نارتھ آف اسکاٹ لینڈ بنکنگ کمپنی (۱۸۶۲) ۱۵۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۲۶۲۔ میں، جس میں جسٹس روتھلے نے جسٹس لوشنگٹن کے فیصلہ کو بحال رکھا، یہ قرار پایا۔ کہ انگریزی قاعدہ، انگریزی جہاز اور ایک ملک غیر کے جہاز کے معاملہ میں متعلق نہیں ہو سکتا، جس میں ساحل انگلستان سے تین میل کے اندر سمندر میں تصادم ہو گیا تھا۔ اگر تصادم سولینٹ میں ہوتا جو جزیرہ وٹ اور ساحل ہمشائر کے درمیان واقع ہے، تب بھی قاعدہ مذکور متعلق نہ ہوتا۔ مقدمہ جہاز شاہی موسومہ کنگ الفرڈ (۱۹۱۴) پی۔ ۴۸۔ بج، پی ایوانس میں، ایک اسپین کا خالی جہاز، ایک انگریزی جنگی جہاز سے لڑ گیا تھا۔ طے ہوا کہ اسپین کے جہاز کی کوئی غفلت نہ تھی، جس نے مجموعہ قواعد بحریہ کے ایک قاعدہ پر عمل کیا تھا۔ البتہ اس نے بورڈ آف ٹریڈ کے ایک اشتہار کی ہدایات کی پابندی نہیں کی تھی، جو چند سال قبل اس غرض سے

جاری ہوا تھا کہ معمولی جہازوں کو جنگی جہازوں کے بیڑے میں سے ہو کر گذرنے سے احتیاط کرنی چاہیئے ۔ یہ امید نہیں کیجا سکتی کہ ممالک غیر کے جہاز والوں کو انگلستان کی اس ہدایت سے واقفیت کا کوئی ذریعہ ہے ؛

279 **دفعہ ۲۰۶** جس صورت میں مدعی علیہ کو مدعی کی رقم یا جائداد سے کسی ملک میں اس طور سے استفادہ کا موقعہ ملا ہو کہ اس سے مدعی کا ہرجہ ہوا ہو تو اس کی قیمت پر اس ملک کی شرح سود کے مطابق اس کو سود دلایا جائے گا ؛ اور اتنی رقم کی ڈگری دیجائے گی جو بحساب نرخ تبادلہ ملک مذکور میں اسقدر سود کے حاصل ہونے کیلئے کافی ہو ۔

ایکنس بنام ایسٹ انڈیا کمپنی (۱۸۱۷) ۔ پی ۔ ڈبلیو ۔ ۳۹۵ ۔ ن ج ؛ کوپراوجو بحال رہی (۱۸۱۷) ۲ ۔ برو ۔ پی ۔ سی ۔ ۲۸۳ ۔ دیکھو آئندہ دفعہ ۲۲۵ و ۲۲۶ ؛

غلاموں کی خرید و فروخت کا رواج بذریعہ قانون انگریزی موقوف ہو جانیکے بعد بھی بعض ممالک ایسے تھے جن میں اس کی ممانعت نہیں ہوئی تھی ۔ انگریزی جہاز کے افسروں کے ہاتھ سے اس تجارت کے انسداد کی کوشش میں ان ممالک کی رعایا کو نقصان پہنچتا تھا ۔ یہ حالت ایک خاص قسم کے مقدمات کی پیدائش کا موجب ہوئی ۔ ایسے مقدمات قابل سماعت قرار پائے کیونکہ عام قانون بین الاقوام کا قدیم قاعدہ جس کی رو سے غلاموں کی خرید و فروخت جائز تھی ان مدعیوں کے حق میں نافذ تھا ؛ اور اس حد تک وہ انگلستان کے قانون کا ایک قاعدہ تھا ؛ اور اس طور سے وہ مقدمات دفعہ ۱۹۸ میں داخل ہو کر دفعہ ۲۰۲ کے اصول بینہ کے خلاف نہیں ہوتے تھے ۔ اور یہ بھی طے ہوا ؛ کہ جہاں کوئی مقامی قانون نہیں ہے وہاں مدعی علیہ پر اس کے ذاتی قانون کی رو سے ذمہ داری عائد ہو سکے گی ۔

میڈرازو بنام ولیز (۱۸۲۰) ۳ ۔ بی ۔ اے ۔ ایل ۔ ۳۵۳ ۔ ن ج ؛ ایبٹ ۔ بنیلی ۔ ہولیسوڈ ۔ گلیبٹ ؛

280

فصل دوازدہم

معاہدات

ضوابط معاہدات

دفعہ ۲۰۷ پابندی دفعہ (۲۰۸) معاہدہ کے ان ضوابط کی تعمیل جو قانون مقام انعقاد (Lex loci Contractus Celebrati) میں بتائے گئے ہیں، انگلستان میں اس کی ظاہری صحت کیلئے کافی متصور ہوگی۔

مقدمہ گیوبرٹ بنام نیک (۱۸۵۱) ۴۔ ڈی۔جی وایس۔۷۔۲۱۔

نج، ثانت بروس میں دیکھو صفحہ (۰۷)۔ فاضل جج کا قانون مقام تعمیل (Lex loci actus) کو منتخب کرنا مخصوص انگلستان کیلئے تھا۔

دفعہ ۲۰۸ لیکن ایک معاہدہ جو ظاہری طور سے قانون مقام انعقاد کے لحاظ سے مکمل ہو انگلستان میں اس وقت تک قابل تعمیل نہیں قرار پاسکتا جبتک کہ وہ شہادتوں سے اس طرح موثق نہ ہو جسطرح انگلستان کے قانون میں بتایا گیا ہے۔

یہ رائے اس اصول پر مبنی ہے کہ طریقہ کارروائی مقامی قانون (Lex fori) کے مطابق اختیار کیا جائیگا۔ لیکن دوسرے ممالک میں یہ عام طور سے تسلیم نہیں کیا جاتا اور معاہدہ کی شہادت اور اسکی ظاہری شکل میں، اکثر کوئی تمیز نہیں کیجاتی ہے۔ فی الحقیقت یہ کہنا کہ ایک معاہدہ بغیر تحریر کے درست ہو سکتا ہے، مگر اس کی تعمیل اس وقت تک نہیں کرائی جاسکتی جبتک کہ اسکے متعلق شہادت تحریری موجود نہو بغیر کسی حقیقی فرق کے فرق کرنا ہے خصوصًا ایسی حالت میں، جبکہ ایک ہی ملک کے قانون سے بحث ہو۔ البتہ فرق کا مفہوم اس وقت سمجھ میں آنے لگتا ہے، جب دو مختلف ممالک کے نظامہائے قانونی پر نظر ڈالنی پڑتی ہے جیسا کہ اس دفعہ میں ہوا ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی حقیقت یہ ہے کہ قانون مقام انعقاد معاہدہ اس معاہدہ کو جائز اور قابل تعمیل سمجھتا ہے اور قانون مقامی اس کو بالکل

ناقابل توجہ قرار دیتا ہے۔ بونیس کی رائے یہہ تھی کہ طریقہ ثبوت مثلاً یہہ کہ شہادت زبانی ہونی چاہئے یا تحریری؟ — قانون مقام معاہدہ پر بطور جز اقرار ذمہ داری کے (Vinculum Obligationis) منحصر ہونا چاہئے[1] اور اسیطرح اٹلی کے کوڈ کے ابتدائی فقرہ (۱۰) کا مضمون یہہ ہے کہ ذمہ داریوں کے ثبوت کے ذرائع کا تعین اس مقام کے قانون سے کیا جاتا ہے جہاں کہ فعل عمل میں آیا۔ سوئی کہتا ہے کہ دو تاجروں کے کھاتوں کی وقعت کا اندازہ بحیثیت شہادت کے اس مقام
231 کے قانون سے کیا جانا چاہئے جہاں وہ کھاتے مرتب ہوتے ہیں کیونکہ ان کے عدالتی ثبوت کا (Probativeness) تعلق ضابطہ سے ہے اور اس طور سے وہ قانون مقامی کے تحت میں بطریق صحیح داخل ہو جاتے ہیں۔ مگر اس موقعہ پر ان کا عدالتی ثبوت قانونی فعل کی شکل اور اثر کے ساتھ بطور جز لاینفک کے ملا ہوا ہے اور یہاں عمل ہی کو جز غالب تصور کرنا چاہئے۔ ایک غیر کا باشندہ جو ایسے ملک کے تاجر کے ساتھ معاملت کرتا ہے جہاں تجارتی کھاتے عدالتی ثبوت میں لئے جاتے ہیں اپنے آپکو اس ملک کے قانون کا تابع کر دیتا ہے"۔ یہہ استدلال اس حد تک قبول کیا جا سکتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ایسے کھاتے شہادت میں بربنائے قانون مقام معاہدہ لئے جائیں؛ اس عمل کے معنی یہہ ہونگے کہ وہ تاجر جس نے ایسے کھاتوں کو لکھا ہے، قانون مقام معاہدہ کی بنا پر دوسرے فریق کا ایسا کارندہ ہے جس کو یہہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس کیطرف سے معاہدہ کو بطریق خاص ضبط تحریر میں لائے مگر پھر بھی یہہ صورت باقی رہتی ہے کہ اگر مقامی قانون، انسداد دروغ حلفی کے لحاظ سے زبانی شہادت کا مانع بھی ہو تب بھی اس کو اس دعوی کا حق پہونچتا ہے کہ وہ قانون مقام معاہدہ کے کسی قاعدہ کو، جو اس کے خلاف ہو، رد کر سکے: نہ صرف اس بنا پر کہ وہ ایک ضابطہ کا مسئلہ ہے، بلکہ اس عالی حکمت عملی کے تحفظ کے خیال سے جو شخصی قانون بین الاقوام کے تمام مسائل کی روح رواں ہے۔

جہاں قانون انسداد فریب کی دفعہ ۴ کی رو سے ضرورت ہو حال

[1] صفحہ ۹۵۴۔ مقالہ قانون جائداد منقولہ وغیر منقولہ کم

تحریری شہادت پیش ہونی چاہئیے، اگرچہ قانون مقام انعقاد معاہدہ اُس کو ضروری نہ قرار دیتا ہو۔ لیرائس بنام براؤن (۱۸۵۲) ۱۲۔ سی۔ بی ۔ ۸۰۱ ۔ نج؛ جرورس ۔ آل ٹالفور ڈلو

اسیطرح جو فریق انگلستان کی عدالتوں میں ایسے معاہدہ کے متعلق دعویٰ کرے جو ملک غیر کی اراضی کے متعلق ہو، اسکو بھی قانون انسداد فریب کے دفعہ (۴) کی پابندی کرنی چاہئیے۔ مقدمہ کومبس بنام کوئینی [۱۹۱۷] ۱۴۲۔ ایل۔ ٹی ۲۳۔ سی۔ اے ۔

دفعہ ۲۰۹ تکمیل معاہدہ کیلئے جن ضوابط کی پابندی، ازروئے قانون مقام انعقاد ضرور ہے، انکی پابندی، انگلستان میں بھی صحت معاہدہ کے لئے ضرور ہے۔

مدعی، ایسے تحریری معاہدہ کی بنا پر ڈگری نہیں پاسکتا، جو جمیکا میں لکھا گیا تھا، اگر اس جزیرہ کے قانون کے مطابق اسٹامپ نہونے کی وجہ سے باطل تھا۔ یہ مقدمہ الوس بنام ہاڈسن (۱۷۹۷) ۷۔ ٹی۔ آر۔ ۲۴۱۔ کے حاشیہ کی عبارت میں درج ہے۔ اس مقدمہ میں جسٹس کنیان نے کہا کہ "یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ہم ممالک غیر کے قوانین اراضی سے بحث نہیں کرسکتے، لیکن میرے نزدیک اس ملک کے قوانین کا لحاظ کیا جانا ضرور ہے جہاں حاشیہ کی عبارت مذکور لکھی گئی، اور جبتک عبارت مذکور اس مقام پر جائز نہو، وہ یہاں کی عدالت میں بھی جائز نہیں متصور ہوسکتی"۔ مقدمہ برسٹو بنام سی کیوولی (۱۸۵۰) ۵۔ ایکسچیکر ۔ ۲۷۵ ۔ نج؛ پولکٹ مؤلف ۔ ایڈ ورسن ۔ پلیت؛ اسمیں معاہدہ کے ثابت کرنے کا کوئی سوال نہ تھا، بلکہ صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ معاملہ متعلقہ معاہدہ، ایک رقم کے ادا کرنے کی بنا پر پیدا ہوا تھا، اور اسی رسید کو بطور شہادت کے کام میں لانے کی اجازت دی گئی تھی، جس کی اس ملک میں جہاں وہ لکھی گئی تھی، بر بنائے عدم ادائی اسٹامپ مجوزہ، اجازت نہیں ہوسکتی تھی: اس لئے مقدمہ ہذا کی بنیاد اس اصول پر قایم ہوئی ہے کہ ضابطہ کا تعلق مقامی قانون سے ہوتا ہے۔ دفعہ ہذا کے

مضمون سے، اس میں بحث نہیں کی گئی ہے، لیکن ڈاکٹر تولف نے یہ اس رائے کا اظہار کیا کہ مقدمہ الوس بنام ہاڈسن کے حاشیہ پر جو عبارت درج ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔ اگرچہ میں اس خیال کرنے پر مجبور ہوں کہ اس مقدمہ کے 282
رپورٹ کئے جانے میں کہیں نہ کہیں کوئی غلطی ضرور ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ میں اس بارہ میں متفق الرائے ہوں کہ "اگر کوئی معاہدہ، جو ملک غیر میں کیا گیا ہے، عدم ادائی اسٹامپ کی وجہ سے وہاں ناقابل نفاذ ہے، تو وہ یہاں بھی نافذ نہیں کرایا جاسکتا"، لیکن اس سے مجھ کو قطعاً اختلاف ہے کہ مقدمہ منفصلہ سے یہ مقصد ہے کہ "جن صورتوں میں ملک غیر کے قوانین اراضی کی رو سے ایک دستاویز بغیر ادائے اسٹامپ کے شہادت میں نہیں داخل ہوسکتی، تو اس بنا پر دستاویز مذکور اس ملک میں بھی شہادت میں نہ لیجائے گی"۔ جسٹس انڈرسن نے لکھا ہے کہ "اگر ملک غیر کے قانون سے کوئی دستاویز محض عدم ادائی اسٹامپ کی بنا پر ناقابل ادخال ہے تو وہ معاہدہ جائز ہوگا اور دوسرے ملک میں قابل ادخال شہادت قرار دیا جائیگا"۔ مقدمہ الوس بنام ہاڈسن۔ جج، لارڈ کینان جس طور سے رپورٹ کیا گیا ہے، اور جس کی تفصیل اوپر گذری ہے، اس کی صحت کی نسبت کسی شک کی گنجائش نہیں ہے، اور اس سے صاف طور سے ظاہر ہوتا ہے کہ تنقیح طلب یہ امر تھا کہ آیا قانون مقام انعقاد معاہدہ کی رو سے وجوب لازم ہوتا ہے یا نہیں؟ اور پھر لفظاً یہی مستنبط ہوتا ہے کہ ایسے وجوب کا کوئی وجود نہیں ہے، خواہ وہ پرامیسری نوٹ جو معاہدہ کی (اگر کوئی معاہدہ منعقد ہوتا) بنیاد ہے، قانون مذکور کی رو سے باطل کیا جائے، یا ناقابل ادخال شہادت قرار پائے۔ فرض کرو کہ ایک شہادت پڑھی جاسکتی ہے، لیکن اگر اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ایک معاملہ ہوا، مگر اس معاملہ سے بروئے قانون متعلقہ اس کا وجوب ظاہر نہیں ہوتا، تو وہ شہادت محض بے سود ہے"۔

میری قطعی رائے یہ ہے کہ اگر اس معاہدہ کو جائز قرار دینے کے لئے،

سٹرمینم میں اسٹامپ لازم تھا، تو وہ یہاں بھی شہادت میں بغیر اس اسٹامپ کے نہیں لیا جا سکتا۔ جو معاہدہ کیا جائے، وہ مقام انعقاد معاہدہ کے قانون کی رو سے قابل قبول ہونا چاہیے، ورنہ وہ تمام عالم میں باطل قرار پائے گا۔ جسٹس ایٹکنسن مقدمہ کلارک بنام لیوی (۱۸۱۲) ۴ کیمپ۔ ۱۶۷؛ ایک رقم سالانہ، جو انگلستان میں عطا کیا جائے اور جس کا بار کفالت، اراضی موقوعہ آئرلینڈ پر عاید ہوتا ہو، آئرلینڈ میں باطل ہے، اگر ان ضوابط کی پابندی نہیں کی گئی ہے، جو انگلستان کے ایکٹ عطائے رقوم سالانہ میں بتائے گئے ہیں، مقدمہ رچرڈس بنام گولڈ (۱۸۲۷) ۱۔ مولے۔ ۲۲۔ بیج، ہارٹ جج کی رائے یہ تھی کہ "ایک ایسا معاہدہ، جو اس مقام کے قانون کی تعمیل سے، جہاں کہ وہ منعقد ہو، باطل تھا، کسی مقام پر بھی صحیح نہیں قرار دیا جا سکتا"۔ ہیں ہے ان فیصلوں میں، ان الفاظ پر خط کھینچ دیا ہے، جو ان معاہدات کی، جو بصراحت قانون مقام انعقاد معاہدہ کی رو سے باطل قرار پاتی ہیں، انگلستان میں ناقابلیت نفاذ کے محدود کر دینے کے مؤید نہیں معلوم ہوتے ہیں۔

مقدمہ جیمس بنام کاتھروڈ (۱۸۲۳) ۳۔ ڈی۔ آر۔ ۱۹۰، بیج، ایبٹ بالآرائیڈ۔ بحث میں ایسے رسائد، جو فرانس میں دیئے گئے تھے، اور جو وہاں اسٹامپ نہ ہونے کی وجہ سے ناقابل ادخال شہادت قرار پائے تھے، قرضہ کے ثبوت میں لے لیے گئے۔ اس کی جو وجہ بتائی گئی تھی، وہ صرف یہی تھی کہ ملک غیر کے مالی قوانین کا کوئی لحاظ نہیں کیا جا سکتا۔ اس استدلال سے بظاہر جسٹس بولک کو بھی اتفاق تھا، جبکہ انھوں نے مقدمہ برسٹو بنام سیکیوولی کا حوالہ دیا تھا۔ مدعی علیہ پر ایک وجوب، جو معاملہ کے مناسب قانون کی رو سے، اس پر کسی طرح عائد نہیں ہوا تھا، اس دلیل سے عائد کرنا کہ اگر ملک غیر کا مالی قانون مزاحم نہ ہوتا تو وہ اس پر عائد ہوتا، ملک غیر کے مالی قانون کا لحاظ نہ کرنے سے مافوق ہے۔ لیکن ان مخصوص حالات میں، جو مقدمہ جیمس بنام کاتھروڈ میں موجود تھے، معاہدہ قرضہ کا ثابت کرنا غالباً لابد نہ تھا۔ اگر مدعی علیہ نے مدعی کا روپیہ بغیر قانونی عذر کے روک

رکھا تھا، تو انگلستان کے قانون کی رو سے، اس کا واپس کرنا اسپر واجب تھا! خواہ اس نے روپیہ کسی مقام پر بھی لیا ہو، اور اس طور سے مقدمۂ مذکور مثل مقدمہ بسٹو بنام سیکیوولی کے، ایک واقعہ کے ثبوت پر جا ٹھہرتا ہے۔

مقدمہ ڈینی بنام جیکسن ۲-ایس-۵۲۰، ۳ میں، جسٹس لیچ کا یہہ اصول، رپورٹ کیا گیا ہے، کہ (بعض) بلوں کا، (فرانس میں) اس طور سے مرتب ہو جاتا، کہ اس کا قابض، اسکے ذریعہ سے، فرانس میں، رقم نہیں وصول کرسکتا! — اس امر کا مانع نہیں ہے — کہ وہ انگریزی عدالت میں بھی، ان کے ذریعہ سے، رقم وصول نکرے — اس اصول کے حوالہ دینے میں، یہہ فرض کرلیا جاتا ہے، کہ جو اعتراض، ان بلوں کی ترتیب کے متعلق تھا، وہ عدم ادائی اسٹامپ کا تھا! لیکن بظاہر ایسا نہیں معلوم ہوتا: کیونکہ یہہ بیان کیا جاتا ہے، کہ بل، اس شکل سے مطابق، مرتب نہوئے تھے "جو فرانس کے مجموعۂ قوانین میں بتائی گئی ہے" — اس لحاظ سے، یہہ اصول، غیر موجہہ قرار پاتا ہے۔ مقدمہ کا فیصلہ، مرافعہ میں عدالت چنسلر اور جسٹس ایلڈرسن نے، (۱۸۳۶) میں، اس بدل کی بنا پر کیا، جس کے لئے، یہہ بل حوالہ کئے گئے تھے۔

283 نیز دیکھو بازیر دفعات ۲۲۷، ۲۲۸ قواعد، جو بل آف اکسچینج کے ایکٹ مجریہ ۱۸۸۲ میں، بل آف اکسچینج (ہنڈی) کی شکل کے متعلق وضع کئے گئے ہیں! — خصوصًا وہ قاعدہ جس کی رو سے ملک غیر کا اسٹامپ، لازمی نہیں قرار پایا ہے، — جس کی بنا پر، یہہ، دستاویزات زیر بحث کے مستثنیات میں داخل ہو جاتے ہیں، اگر یہہ اصول عام طور سے صحیح قرار دیا جائے۔

دفعہ ۲۱۰ ایک سند، اس مضمون کی موجود ہے، کہ جو ضابطہ (Formality) مقام انعقاد معاہدہ میں 'عارضی' بغیر کسی نتیجہ کے متصور ہوتا ہے، اس کا اثر، انگلستان میں وہی ہوگا، جو اس کیلئے انگلستان کے قانون میں مقرر ہے۔

ایک معاہدہ، ہندوستان میں، بہ ثبت مہر مرتب ہوا تھا۔ وہاں دستاویز قرضہ مہری اور دستخطی (Specialty) اور سادہ معاہدۂ قرضہ میں، کوئی فرق نہیں کیا جاتا، وہ انگلستان میں، دستاویز قرضہ مہری و دستخطی قرار پائے گی:

اور طویل تر میعاد اس سے متعلق ہوگی (الائنس بنک آف شملہ بنام کیسیری (۱۸۸۰) ۵۔ سی۔ پی۔ ڈی۔ ۴۲۹ بیچ الوبیشا)

تعبیر معاہدات

فرض کرو! کہ ایک معاہدہ ان تمام شرائط کے لحاظ سے، جو اسکی ترتیب کیلئے ضروری ہیں مکمل ہے، اب دوسرا کام، اسکی تعبیر کرنا ہے، یعنی یہہ دریافت کرنا کہ فریقین نے جو الفاظ استعمال کیئے ان سے انکا کیا مقصد تھا؟ — اسکے بعد یہہ سوال پیدا ہوسکتا ہے، کہ آیا قانون کا کوئی قاعدہ، ایسا تو نہیں ہے! جو فریقین کے مقصد میں حارج ہوکر، کاملِ وجوب کے عائد ہونے میں مانع ہو؟ — اسی بنا پر ہمارے مضمون کے متعلق، یہہ سوال پیش آتا ہے، کہ ایک معاہدہ کے جواز کا مسئلہ کس قومی قانون سے حل کیا جانا چاہئیے؟ — اور بالآخر معاہدہ کے جائز قرار پانے کی حالت میں، اکثر یہہ صورت پیش آتی ہے، کہ معاہدہ کے مخصوص نتائج کے متعلق، جو زیر بحث ہوتے ہیں فریقین، کوئی معنی نہیں قرار دیتے، جس کی بنا پر، ہمارے مضمون میں یہہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ معاہدہ کے غیر مصرح نتائج کس قومی قانون سے نکالے جانے چاہئیں؟ شخصی قانون بین الاقوامی کی تعبیر کے متعلق، جو کچھ صفحات ۵۰۱ پر لکھا جاچکا ہے، اس میں کسی اضافہ کی گنجائش نہیں معلوم ہوتی۔

دفعہ ۲۱۱ (الف) انگلستان کے لوگوں میں، اس مال کے متعلق جو امریکہ میں تھا، بیع کا معاہدہ ہوا۔ جو الفاظ معاہدے میں تھے، انکی تعبیر انگریزی قانون سے کیگئی۔ عدالت نے اس امر کے متعلق شہادت لینے سے انکار کردیا، کہ امریکہ میں لفظ شپڈ (Shipped) کے معمولی طور سے کیا معنی ہیں؟ — کیونکہ وہ بالکل اس اصطلاح سے مخالف تھے جو انگریزی معاہدہ میں ظاہر کیگئی تھی۔

مور برے ور انسن بنام ر اسرائیل۔ ۱۹۲۲ء صفحہ ۱۰۲۔ بیچ، اسٹرن ڈیل وار گھنٹن۔ و اسکروٹن بیچ

دفعہ ۲۱۱ (ب) جب کوئی تحریری معاہدہ، غیر ملک اور غیر زبان میں منعقد ہو تو عدالت کو اسکی تعبیر کیلئے ضروری ہے کہ اولاً اس دستاویز کا ترجمہ حاصل کرے، ثانیاً اگر اس میں کوئی اصطلاحات فن ہوں، تو انکی تشریح کرلے، ثالثاً ملک غیر کے قانون کا، جو مقدمہ سے متعلق ہو ثبوت لے، رابعاً اگر ملک غیر کے قانون میں تعبیر کا کوئی مخصوص قاعدہ ہو تو اس کے متعلق ثبوت لے — ایسی مدد لیکر، عدالت کو عمولی اصول تعبیر کے مطابق، اسکی تعبیر کرنی چاہئیے۔ لارڈ کرنیور تھ مقدمہ

ڈی ہوراباہم ظلیس ۱۸۶۲۔۱۰۔ایچ آف ایل۔۶۳۳۔ انتخاب مندرجہ بالا میں یہہ نہیں بتایا گیا ہے،
کہ مقدمہ سے کونسا قانون متعلق ہوگا؟ — مثال کیلئے فرض کرو! کہ ایک ہی ملک
کے، دو باشندے، ایک دوسرے ملک میں، ایسے کام کے متعلق معاہدہ کرتے ہیں جس کا
عمل تیسرے ملک میں ہونیوالا ہے! — لارڈ کرینورتھ نے جو کچھ لکھا اس کا یہہ منشا نہیں ہے
284 کہ ان میں سے کسی ایک ملک کا قانون بحیثیت اس ملک کے قانون ہونے کے،
تعبیر کے لئے، کام میں لایا جائیگا بلکہ مقدمہ کے تمام واقعات پر غور کرنے کے بعد
یہہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ فریقین نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ کس ملک کے
قانون کی اصطلاحات کے مطابق ہیں؟ — یا یہ کہ فریقین، امر زیر بحث کے کسی معنی
کے متعلق کبھی متفق نہیں ہوے تھے۔ موخرالذکر صورت میں، یا تو نتیجہ یہہ نکلے گا، کہ
اس امر کے متعلق، کوئی ذمہ داری نہ قرار پائے گی، یا اس امر کے متعلق کسی دوسرے
امر سے، جس کے معنی میں فریقین کسی قانون کی رو سے متفق تھے، ذمہ داری قرار
دیجائے گی۔ بہر صورت فریقین کے معنی کی تعبیر کا سوال، ایک امر متعلقہ واقعات
رہے گا، جیسا کہ ہم صفحہ (۸۰) پر لکھہ آئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے مقدمہ
مندرجہ صفحہ (۶۳۸) میں لارڈ چیمسفورڈ کی نسبت، یہہ کہا جاتا ہے کہ ان کا قول
یہہ تھا کہ "یہہ امر بہ مشکل سمجھ میں آسکتا ہے کہ تعبیر معاہدہ کس طرح ایک امر متعلقہ واقعات
قرار دیا جاسکتا ہے"۔ مگر اس سے ان کا منشا یہہ تھا کہ یہہ ایسا امر نہیں ہے، جس کے
متعلق کسی گواہ کے اظہار کی اجازت دیجاسکے۔ گواہ کے اظہار صرف ایسے ابتدائی
امور کے متعلق کرائے جاسکتے ہیں، جن سے، خود عدالت کو معاہدہ کی تعبیر کرنے میں
ہدایت ملے۔ رپورٹ میں جو عبارت، اس کے بعد آئی ہے، وہ یہہ ہے، کہ "کسی معاہدہ
کی تعبیر کرنا، اس سے زیادہ نہیں ہے، کہ فریقین کا منشا، ان الفاظ سے جو انھوں نے
استعمال کئے ہیں، اخذ کیا جائے"۔ — یہہ اس کہنے کے مساوی ہے کہ یہہ سوال، اس
معنی میں جو یہاں مراد ہیں، ایک سوال متعلقہ واقعات ہے۔ اور اگرچہ لارڈ چیمسفورڈ
نے آگے چلکر یہہ بھی لکھہ دیا ہے کہ "اگر قانون متعلقہ نے خاص الفاظ کے خاص معنی
متعین کردیئے ہیں تو جو فریق، ان کو استعمال کرتے ہیں، وہ انھیں معنوں کے پابند
کئے جائیں گے، لیکن یہہ قاعدہ وہیں تک چل سکتا ہے، جہاں تک کہ تمام معاملہ، اسکے

فریقین اور اشیاء متعلقہ ایک ہی ملک کی ہوں۔ اس کو آگے بڑھانے کے لئے اسکی ضرورت پڑے گی کہ قانون تعبیر کا کوئی خاص قاعدہ منتخب کرلیا جائے جو ایک مشکل کام ہے۔

مقدمہ ڈنکن بنام کیمبل (۱۸۴۲) ۱۲ سم ۶۱۶ ۔ نج ٹیشا ٹوڈل ۔ میں ایک دستاویز جو اسکاٹ لینڈ میں تکمیل پائی تھی اور وہیں کے طریقہ مروجہ کے مطابق مرتب ہوئی تھی بلحاظ حالات مقدمہ انگلستان کے قانون کے اصطلاحی الفاظ کے معنی میں تعبیر کی گئی ہو مقدمہ کراسلینڈ بنام ہر گگے (۱۸۹۵) ۳ ، ایل۔ ٹی ۔۔ ۶۰ ۔ نج کیکوچ ۔ ۲۲۷ ۔ نج ، لنڈلے۔ لوپس درگیے جس میں خاندان کے ارکان کو رقم دینے کی ہدایت کی تعبیر خاندان کے مقام توطن کے قانون سے کی گئی ہو مقابلہ کرو مقدمہ طرنبر (۱۹۱۴) ۱ ۔ چاپ ۱۱۵ ۔ مقدمہ اسٹیڈ بنام کنگ ۔ ہ ۔ مقدمات مرافعہ ۱۰۹ ۔ بر صفحہ ۲۱۵ ۔ دیکھو ۱۱۵ تتمہ ۴۔

دو اہم مقدمات ایسے ہیں جن میں واقعات سے یہہ ظاہر ہوتا تھا کہ ترتیب معاہدہ کے وقت فریقین کے پیش نظر کوئی اور قانون بجز قانون انگلستان کے نہ تھا اور جس میں بلحاظ اسکے کہ اس کس ملک کا قانون متعلق کیا جائے ۔ معاہدہ کی سادہ تعبیر سے مقدمہ بجز ثالثی کے فیصلہ کے جس کی نسبت معاہدہ میں شرط موجود تھی اور کسی طرح عدالت میں نہیں آسکتا تھا۔ ان دونوں مقدمات میں یہہ کوشش کی گئی کہ بغیر تصفیہ ثالثی کے مقدمہ بربنائے معاہدہ عدالت میں دائر ہوسکے مگر اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ مقدمات مذکور یہہ ہیں: مقدمہ ہمالیہ وکمپنی بنام تالسکر ڈسٹلری (۱۸۹۰) ۱ اے ۔ سی ۔ ۲۰۲ ۔ نج ہرشل ۔ واٹسن ۔ ایشبارن ۔ میکناٹن ۔ مارس 203
دسٹینڈ جس میں یہہ کوشش عدالت سیشن کی طرف سے ہوئی تھی اس بنا پر کہ اسکاٹ لینڈ کے قانون میں یہہ حکم ہے کہ فقرہ ثالثی میں ثالثوں کے نام بتائے جانے چاہئیں۔ اور مقدمہ اسپیو ریر بنام لا کلاش (۱۹۰۲) اے ۔ سی ۔ ۲۴۶ میں جس میں لارڈ ہالسبری نے اپنی ، میکناٹن ، ڈیوی ، رابرٹسن اور لنڈلے کی تجویز صادر کی اس میں جرسی کی شاہی عدالت نے یہی کوشش کی تھی اس بنا پر کہ قانون جرسی کے لحاظ سے ثالثی کا

فقرہ ناقص طور سے مرتب ہوا تھا۔ فاضل ججوں نے تجویز میں جو الفاظ استعمال فرمائے ان میں ایک معاہدہ کی تعبیر اور اس کے جواز اور اس کے غیر مصرحہ نتائج — یا یوں کہو کہ اس کے ذاتی جواز اور اس کے اثرات میں کوئی تمیز نہیں کی جس کی تمیز عام طور سے قانون بین الاقوام میں کی جاتی ہے اور کی جانی چاہئے۔ اگرچہ دوسرے مقدمہ میں جو ڈویژنل کمیٹی نے سوال زیر بحث کو سوال متعلقہ واقعات قرار دیا اور یہ لکھا کہ "معاہدہ ایسا ہے کہ اس سے کوئی بناء دعوی نہیں پیدا ہوتی جب تک کہ رقم واجب الادا کا تعین اس ثالثی سے نہ ہو جائے جس کا معاہدہ میں ذکر کیا گیا ہے۔" ہمارے مضمون کے اس جزو کے متعلق جو سوالات پیدا ہو سکتے ہیں ان میں بلا تمیز کئے فاضل ججوں نے یہ فرض کر لیا کہ فریقین کے پیش نظر کوئی نہ کوئی قانون ضرور ہوگا اور دونوں مقدمات میں انھوں نے یہ طے کیا کہ وہ قانون انگلستان ہی کا قانون ہوگا اور انھوں نے اپنی تجویز کی بنیاد اس کو قرار دیا جس کو ڈویژنل کمیٹی نے دوسرے مقدمہ میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ "معاہدہ کے فریقین کا ارادہ اس امر کا صحیح معیار ہے کہ ان کا معاہدہ کس قانون کے تحت میں ہوگا۔ اس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ دیکھو مقدمہ ہمالیہ وہیپی بنام ناسکر ڈسٹلری۔ اور یہاں ارادہ بالکل صاف اور صریح ہے۔"

معاہدہ کا اندرونی یا ذاتی جواز (Intrinsic Validity) اور اسکے اثرات

فرض کرو کہ ایک معاہدہ ان شرائط کے لحاظ سے جو اس کی تکمیل کیلئے ضروری ہیں مکمل ہے اور اس کی تعبیر جہاں تک کہ فریقین کا صریح مقصد متعلق ہو چکی ہے، اب وہ سوال باقی رہجاتے ہیں جو عام طور سے اس کے جواز اور غیر مصرحہ نتائج یا اندرونی یا ذاتی جواز اور اسکے اثرات کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔ بعض اوقات ایک دوسری اصطلاح "ذمہ داری معاہدہ" (Obligation of Contract) استعمال ہوتی ہے جس کے تحت میں یہ سب داخل ہو جاتے ہیں۔ یہاں سے قانون

مقام انعقاد معاہدہ (Lex loci Contractus Celebrati) اور قانون مقام تعمیل معاہدہ میں کشمکش شروع ہوتی ہے؛ موخرالذکر قانون سے مراد اس مقام کا قانون ہے، جو صحیح روما کے اصول کے مطابق، عدالت معاہدہ (Forum Contractus) بھی جا سکتی ہے۔ انگلستان کے ججوں کی رائے کا رجحان، مقدم الذکر قانون کیطرف رہا ہے؛ کیونکہ جس زمانہ میں شخصی قانون بین الاقوام کے اصول اس ملک میں شائع ہوئے، یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی، اسی رائے کو ترجیح دیجاتی تھی؛ اس کی وجہ یہہ تھی: کہ قانون روما کی عدالت معاہدہ کے معنی سمجھنے میں غلطی کیجاتی تھی۔ اور نیز یہہ کہ قانون مقام انعقاد معاہدہ (Lex loci Contractus Celebrati) اور قانون مقام عمل (Lex loci actus) ایک ہی ہیں مگر ہمارے ملک کے جج، جو کہ قانون مقام عمل کے اصول سے زیادہ واقف نہ تھے، وہ معاہدات کے مراتب تکمیل، اور اصطلاحی الفاظ کے معانی، سے جو ذمہ داریاں عائد کی جا سکتی ہیں، ان کی تعبیر کو، قانون مقام انعقاد معاہدہ پر محول کرنے لگے؛ جو دوسرے ممالک میں، اکثر قانون مقام عمل پر محول کیجاتی تھی؛ اور اس طور سے وہ لوگ، ایسی حالت میں بھی، قانون مقام انعقاد معاہدہ کی طرف، رجوع کرتے رہے، جبکہ وہ قانون مقام عمل کے متوازی اور ساتھ ساتھ نہیں چلتا تھا، بلکہ قانون مقام تعمیل کے مقابلہ میں آجاتا تھا لیکن جو دلائل، قانون مقام تعمیل کی اس تائید میں پیش کئے جاتے ہیں کہ عام طور سے، وہی معاہدات کی ذمہ داریوں کا تعین کرنے والا ہے؛ اسقدر قوی ہیں، اور اس قیاس غالب پر مبنی ہیں، کہ مقام تعمیل میں، معاہدہ کی ذمہ داری پر بحث ہو کر تعمیل ہوگی! کہ انگلستان کے ججوں کو، اکثر صورتوں میں مقام انعقاد معاہدہ کی اس طرفداری سے، جو وہ اپنے اصول کے مطابق کر رہے تھے، دست بردار ہونا پڑا؛ اس طور سے مقام انعقاد معاہدہ کے اصول کی تائید میں، بمقدمہ دی پینینشولا اور اورینٹل اسٹیم نویگیشن کمپنی بنام شینڈ ۱۸۶۵ء-۳-مو۔ پی۔ سی سلسلہ جدید۔ ۲۹۰ پرایوی کونسل کا فیصلہ صادر کرتے وقت، جو کچھ لارڈ جسٹس ٹرنر نے کہا ہے، اس سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا؛ "۔۔۔ عام قاعدہ یہہ ہے، کہ اس ملک کا قانون جہاں معاہدہ منعقد ہو، اس کی نوعیت ذمہ داری اور تعبیر کا تعین کرنے والا ہے۔ فریقین معاہدہ، یا تو اس حکومت کی رعایا ہیں جو اس ملک میں حکمراں ہے یا وہاں عارضی قیام کی بنا پر،

اس کے عارضی طور سے تابع ہیں۔ دونوں صورتوں میں، انکی نسبت یہہ سمجھا جانا چاہئے کہ وہ وہاں کے مروجہ قانون کے پابند ہیں، اور اس کے عمل پر انھوں نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا ہے۔ یہہ امر مطلق قابل لحاظ نہیں کہ اس رضامندی کا اظہار صریح الفاظ میں نہیں ہوا، یہہ رضامندی فی الحقیقت بلحاظ واقعہ کے مسلمہ اور مفروضہ ہے، اور جو ملک غیر کی عدالت اس کی تعبیر یا تعمیل کسی دوسرے قاعدہ سے کرانی ہے، وہ فریقین کے منشا اور مسلمہ اصول ارتباط اقوام کی خلاف ورزی کی مرتکب ہوتی ہے۔" اسکے بعد ہی جج موصوف لکھتے ہیں:-

287 "فاضل ججوں نے عام قاعدہ کا ذکر فرمایا ہے، اس میں شک نہیں کہ اس قاعدہ کے استعمال کے حدود اور مستثنیات موجود ہیں، لیکن مقدمہ زیر بحث پر ان کا کوئی اثر نہیں، فریقین معاہدہ کا حقیقی منشا بالکل صاف اور صریح ہے۔ یہہ معاہدہ انگلستان میں، دو انگریزی رعایا کے درمیان میں ہوا، بالخصوص اس غرض کے لئے کہ فلاں شئے ساوتھ امپٹن سے مورشینیز تک بحفاظت تمام پہونچا دیجائیگی۔ تعمیل کا آلہ ایک انگریزی جہاز ہے، جو ایک انگریزی بندرگاہ میں لنگر انداز تھا، شروع ہوا ہے اور ایسے جہازوں میں جاری رہتا ہے جو اس مقصد کیلئے اپنا ملک اپنے ساتھ رکھتے ہیں، اور مورشینیز پہنچکر تمام ہوتا ہے۔ مگر یہہ ممکن ہے کہ اس تعمیل میں جزاً یا کلاً، ایسے ممالک میں، جو اثنائے سفر میں طے کرنے پڑیں، کوئی نقص یا خلل واقع ہو۔ اس معاہدہ میں، جو مرافعان نے مرتب اور جاری کیا تھا، اپنی حفاظت کے لئے یہہ شرط بصراحت درج کر دی تھی: کہ جو ذمہ داری ان پر عائد ہو سکتی ہے، وہ انگلستان کے قانون کی حد سے آگے نہ بڑھنے پائے گی۔ فرانس کے قانون کے مطابق، جو مورشینیز میں شائع تھا، ایسی شرط جو ذمہ داری کو اسطرح محدود کر دے، نا قابل لحاظ تھی؛ مگر پرایوی کونسل نے عدالت مورشینیز کے فیصلہ کو منسوخ کرتے ہوئے، یہہ طے کیا: کہ ایسی شرط قابل لحاظ ہے۔" جسٹس ٹرنر نے لکھا: کہ "فریقین معاہدہ کا حقیقی منشا یہہ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ معاہدہ، انگریزی معاہدہ سمجھا جائے، اور اس کی تعبیر انگلستان کے قانون کے قواعد سے کی جائے۔ چونکہ کوئی عام قاعدہ یا حکمت عملی ایسی نہیں معلوم ہوتی، جس کی بناء پر اس کے خلاف کوئی رائے قائم کیجا سکے، اس لئے فاضل جج،

یہہ طے کریں گے، کہ عدالت تحت نے ان قواعد کے مطابق، نہ عمل کرنے میں غلطی کی۔"

اب ہم اس امر پر غور کریں گے، کہ یہہ مقدمہ اور یہہ تجویز کن امور پر مشتمل ہے جب ایک ایسا معاہدہ منعقد ہوا جس میں بالصراحت تمام کمپنی کی ذمہ داری محدود کر دی گئی تھی، تو اس میں شبہہ کرنے کی کوئی گنجایش نہیں معلوم ہوتی، کہ فریقین کا منشا یہی تھا۔ اصل سوال یہ ہے، کہ آیا یہہ منشا جایز، اور اس بنا پر قابل نفاذ تھا یا نہیں؟ — اور اس کا انحصار اسپر تھا، کہ مقدمہ سے انگلستان کا قانون متعلق ہوگا، یا مورشس کا؟ — اس بیان سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، کہ ہر دو قوانین سے فریقین کے پیش نظر، اگر کوئی قانون تھا، تو وہی قانون ہوگا جسکی رو سے انکا معاہدہ جایز قرار پاتا ہو، کیونکہ ان کے اس منشا عام کے جواز کی نسبت بھی وہی اعتراض وارد ہو سکتا ہے، جو کمپنی کی ذمہ داری کو محدود کرنے پر وارد ہو سکتا تھا۔ عدالت مورشیس نے یہہ طے کیا، کہ مقدمہ سے اسی جزیرہ کا قانون متعلق ہوگا، کیونکہ وہیں تک مال پہنچا دینے کا معاہدہ کیا گیا تھا، اور اس بنا پر وہی مقام تعمیل معاہدہ قرار پائیگا — پراوی کونسل نے قانون انگلستان کے حق میں 288
فیصلہ کیا، لیکن باوجود اس مضبوط اصول کے جس سے اس نے، اپنی تجویز کا آغاز کیا تھا، یہہ کوشش مطلق نہ کی، کہ اس کو حقیقی یا فرضی طور سے مقام معاہدہ کا قانون قرار دے۔ حقیقی طور سے، اس نے یہہ بتایا، کہ معاہدہ کی تعمیل، کال بندگی ہے، نہ کہ صرف اس کا آخر مقام، اور کمپنی کے انگریزی ہونے کی حیثیت، اسطرح قرار دی، کہ جو معاہدہ ہوا، اس کے دونوں فریق انگریز تھے۔ فرضی طور سے، اس نے اپنی رائے فریقین کے اس مفروضہ ارادہ پر قائم کی، کہ وہ انگلستان کا قانون اختیار کرنا چاہتے تھے۔ اب اگر سوگنی کی بحث متعلقہ عدالت معاہدہ مندرجہ صفحہ ۲۲۱ و ۲۲۲ پر نظر ڈالی جائے گی، تو ظاہر ہوگا، کہ یہہ مقدمہ نمبر (۱) میں داخل نہیں ہوتا، کیونکہ ان تمام مقامات میں سے جن پر اس کی تعمیل پھیلی ہوئی تھی، کسی خاص مقام کا نام بالصراحت نہیں لیا گیا تھا، بلکہ وہ نمبر (۲) میں داخل ہوتا ہے، اس بنا پر کہ کمپنی کے اس اثنا کے کاروبار میں، جو انگلستان میں جاری تھا، یہہ ذمہ داری پیدا ہوئی تھی، اور نیز نمبر (۳) کے تحت میں، کمپنی کی انگریزی حیثیت ہونے کی وجہ سے، اور اس لیے ان وجوہ کی بنا پر جو پراوی کونسل

سے حقیقی وجوہ کے مطابق تھے؛ انگلستان، قانون روما کا، عدالت معاہدہ تھا۔ اور غرضی وجوہ کی نسبت، جو کچھ کہا جا سکتا ہے، وہ یہہ ہے؛ کہ اس امر پر پورا اعتماد کیا جانا چاہیئے، کہ اگر بالفرض، انگلستان کے قانون میں کمپنی کی ذمہ داری، محدود کرنے کی ممانعت ہوتی؛ اور فرانس کا قانون، ایسی اجازت دیتا؛ تب بھی پرایوی کونسل کا فیصلہ انگلستان ہی کے قانون کے حق میں ہوتا؛ اور فریقین کے اس ارادہ کا، کوئی ذکر نہ کیا جاتا؛ کہ وہ ایسا قانون، اختیار کرنا چاہتے تھے، جس کی رو سے، ان کا معاہدہ، جائز اور قابل نفاذ قرار پائے۔

انگلستان کی عدالتوں کی، کوئی ایسی نظیر، موجود نہیں ہے، جس میں بمقابلہ مقام انعقاد معاہدہ کے مقام تعمیل معاہدہ کے قانون کو ترجیح دیگئی ہو۔ مقدمہ رابنسن بنام بلینڈ (۱۷۶۰) میں، لارڈ منسفیلڈ نے کہا: کہ "جب معاہدہ، اس صریح منشا کے ساتھ منعقد ہو، کہ وہ فلاں ملک کے قانون کے تابع رہے گا! تو مقام معاہدہ کا قانون، اس کا فیصلہ کرنے والا نہیں قرار پا سکتا" بر ۱۰۷۸..... ایک ہنڈی کے بدل کے جواز کی نسبت بحث تھی؛ جس کو، ایک شخص نے، خود اپنے اوپر، دوسرے ملک میں، ادا کئے جانے کے لئے لکھا تھا! مگر اس ملک کے قانون سے، ایسی ہنڈی پر، ادائی نہیں ہو سکتی تھی: اور اس مقام کے قانون کے سوائے، جہاں کہ ہنڈی لکھی گئی، کوئی اور قانون ایسا نہیں ہو سکتا تھا، جس سے کوئی قاعدہ اس کے متعلق مستنبط کیا جا سکے.... لارڈ منسفیلڈ کا مطلب صریح منشاء سے، کوئی ایسا امر نہ تھا، جو اس مقدمہ کے لئے مخصوص ہو؛ بلکہ وہ عام امید تھی، جو مقام تعمیل معاہدہ سے، فطری طور سے، وابستہ ہوتی ہے: ایسی حالت میں بھی جبکہ وہاں دادرسی چاہنے کا نتیجہ، فریقین کے صحیح منشا کی درہمی اور برہمی کا باعث ہو۔

288 **دفعہ ۲۱۲** ان حالات میں، یہہ کہنا، غالباً صحیح ہوگا، کہ ایک معاہدہ کا اندرونی جواز، اور اس کے اثرات متعین کرنے کے لئے

قانون کا انتخاب، انگلستان میں حقیقی وجوہ پر کیا جائے گا؛ ترجیح اس ملک کو دیجائے گی، جس سے معاملہ کا حقیقی طور سے تعلق ہوگا — نہ مقام معاہدہ کو، محض بربنائے مقام معاہدہ ہونے کے۔

اس اصول کی توضیح، مقدمہ جیکب بنام کریڈٹ لائنس۔ ۱۲۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۵۸۹ (۱۸۸۳) مع، ڈینس وینسٹی۔ (۱۸۸۴) ۱۱ج، بریٹ دبراؤن۔ اور مقدمہ پینوری اسٹیم شپ کمپنی ۲۴ چانسری ڈویژن۔ ۳۲۱۔ (۱۸۸۱) مع اپچٹی میں ہوئی؛ اور اس کی تائید سنہ ۱۸۸۹ میں، السبری۔ کاٹن۔ اور فرائی نے کی۔۔۔ ان دونوں مقدمات میں، جو قانون منتخب کیا گیا، وہ روبا کا عدالت معاہدہ کا قانون تھا؛ جیسا کہ سونچنی نے بیان کیا ہے۔ لیکن دونوں مقدمات میں، فاضل ججوں نے، بہت زیادہ زور، فریقین کے منشا پر دیا ہے؛ اور انتخاب قوانین میں، اسی کو اپنا رہبر بنایا ہے، جو اپنی کتاب کی اخیر طبع میں، ویسٹ لیک نے، قاعدہ مندرجہ دفعہ ہذا کی صحت پر اسطرح دلیل قائم کی تھی۔

جب کوئی ایسا مقدمہ پیش ہو، جس میں معاہدہ کی نوعیت اور اس کے حالات، اس کے جواز کے فیصلہ کو، ایسے قانون پر محمول کرتے ہوں، جو اس معاہدہ کا موید نہ ہو، اور عدالت سے یہہ درخواست کی جائے، کہ اس کا تصفیہ دوسرے قانون سے کیا جائے؛ کیونکہ فریقین کی نسبت یہہ فرض کر لیا جانا چاہئے، یا یہہ کہ وہ خود بیان کریں، کہ ان کا منشا، اس قانون کے لحاظ سے معاہدہ کرنے کا تھا، جس کی رو سے، ان کا معاہدہ قابل نفاذ ٹھہرے! — تو ایسی درخواست کی نسبت، یہہ قطعی طور سے سمجھنا چاہئے: کہ جج، اس کو ہرگز منظور نہ کریں گے۔ دیکھو! مقدمہ رائل ایکسچینج انشورنس کارپوریشن بنام سوجوفار سیکر انگس اکٹی بولاگٹ ویگا (۱۹۰۲) ۲۔ کے۔ بی۔ ۳۸۴۔ جج اکولنس۔ میتھیو۔ کوزنس ہارڈی؛

جنھوں نے نگھتام کے فیصلہ کو بحال رکھا [۱۹۰۱] ۲-کے-بی-۲۰ ۶ ۵ ۵۶
اس موقع پر دو حال کے نظائر اور قابل اندراج ہیں جن میں سے موخرالذکر
کی نسبت یہہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس کے مبینہ اصول کی تائید کرتا ہے مقدمہ
انکم و جنرل انوسٹ منٹ ٹرسٹ لمیٹیڈ بنام بوراکس کانسالی ڈیٹیڈ لمیٹیڈ
[۱۹۲۰] ۱-کے-بی ۴۹ ۵-نج اسٹینکے کو مقدمہ راسیہ اور بنام کمپنیا نویرا
سوٹا وائی ازنار- [۱۹۲۰] ۱-کے-بی-۶۱۴-نج اپیل جس کی تائید
جسٹس اسٹرٹن ڈیل ایم آر- وار نگٹن- لارڈ چیف جسٹس اسکروٹن نے کی-
(۱۹۲۰) ۲-کے-بی-۲۵۷- مقدمہ الذکر مقدمہ میں ایک ریلوے کمپنی سے
جو سلطنتہائے متحدہ میں قائم ہوئی تھی، مدعی کی کمپنی کے نام تمسکات جاری
کئے، اور اصل اور سود انگلستان میں ادا کرنے کا ذمہ لیا۔ اور مدعی علیہ کی کمپنی
جو دستاویزات کی ایک فریق تھی، اس امر کی ضامن ہوئی کہ اگر مدعی کی
کمپنی نے ادائے رقم میں قصور کیا تو وہ ادا کرے گی، دونوں کمپنیاں انگریزی تھیں؛
اور مدعی کی کمپنی انگلستان میں دعوی کئے جانے پر راضی ہوئی- اس کے
بعد امریکہ کی گورنمنٹ نے اس آمدنی پر انکم ٹیکس قائم کر دیا جو ملک غیر کی
کارپوریشن کو ملتی تھی، اور ریلوے کمپنی نے ادائی سود کے وقت انکم ٹیکس
کی رقم کو منہا کر دینا چاہا...... قرار پایا، کہ دعوی صحیح نہ تھا، کیونکہ انگلستان کے
قانون کی رو سے ملک غیر کے ٹیکس کے ادا کرنے کا حق، انگریزی معاہدہ کی
تعمیل نہیں متصور ہو سکتی، اور معاہدہ کے پڑھنے سے کہیں یہہ مستنبط نہیں ہوتا،
کہ یہہ قرار پایا تھا، کہ امریکہ کا قانون ٹیکس، بمقابلہ مدعیان انگلستان میں، ان پر
نافذ قرار پائے گا۔ معاہدہ کی پوری تعمیل میں کوئی امر خلاف ضابطہ نہ تھا،
اور نہ انگلستان کی عدالتوں کا یہہ فرض ہے کہ وہ ملک غیر کے قوانین ٹیکس کی
تعمیل کرائیں- دوسرے مقدمہ میں امر زیر بحث یہ تھا: کہ ایک ایسے انگریزی
کرایہ نامہ جہاز کے متعلق تصفیہ کرنے میں، جس میں معاہدہ کے ایک جز کی
تعمیل، اسپین میں قرار پائی تھی، عدالت کو قانون اسپین کا لحاظ کرنا چاہیے،
جس میں مقدار کرایہ واجب الوصول کی ایک حد مقرر کر دی گئی ہے... قرار یہہ

یا یا کہ معاہدہ کے اس جز کی نسبت جس کی تعمیل اسپین میں قرار پائی ہے، اسپین کے قانون کا لحاظ کیا جانا ضرور ہے، اور جو ناجوازی قانون اسپین کی رو سے عائد ہوتی ہے اس سے معاہدہ کے شرائط ناجائز اور ناقابل نفاذ قرار پاتے ہیں۔ مقابلہ کرو مقدمہ ترینیڈاڈ شپنگ کمپنی بنام المٹن [۱۹۲۰] اے ۔ سی ۔ ۸۸۸ ، جج یا تھورسالڈین ۔ تھولٹن جس میں کہ ایک ایسے معاہدہ کی بنا پر جو سرکار انگریزی کے ممالک میں ملک غیر میں مال پہنچانے کے کرایہ میں تخفیف کے متعلق ہوا تھا قابل نفاذ قرار پایا، اگرچہ ایسی تخفیف سے مالکان جہاز پر قانون ملک غیر کے لحاظ سے جرمانہ عاید ہوتا تھا۔

مقدمہ برٹش ساؤتھ افریقہ کمپنی بنام ڈی بیرس کانسالی ڈیٹیڈ مائنز 290
[۱۹۱۰] ۱ ۔ چانسری ۔ ۳۵۴ [۱۹۱۰] ۲ ۔ چانسری ۔ ۵۰۲ میں جج سوئنفن ایڈی کی اور عدالت مرافعہ میں کوزنس ہارڈی ۔ فارول ۔ اور کینیڈی نے اس کفالت کے متعلق جو جائداد غیر منقولہ موقوعہ ملک غیر پر عائد ہوتی تھی، قانون انگلستان کو صحیح قانون معاہدہ قرار دیا، جس سے معاہدہ کی ایک اہم شرط باطل قرار پائی، اگرچہ اس مقام کے قانون کے لحاظ سے جہاں جائداد کا بڑا جز واقع تھا، یہ شرط جائز قرار پا سکتی تھی۔ جسٹس سوئنفن نے اگرچہ صحیح قانون معاہدہ کے انتخاب کو فریقین کے ارادہ پر محمول کیا، مگر ارادہ کو محض اس سے استنباط کرنے سے انکار کیا کہ شرط قانون مقام وقوع کے لحاظ سے درست تھی۔ جسٹس کینیڈی نے بھی اس مسئلہ کو فریقین کے منشا پر محمول کیا، مگر کوزنس ہارڈی اور فارول نے اس کو حسب دفعہ ۲۱۲ طے کیا، مفروضہ منشا سے کوئی بحث نہیں کی۔ مقدمہ ہیٹن بنام ڈکسن [۱۹۰۶] ۲۳ ۔ ٹی ۔ ایل ۔ آر ۔ ۵۶ ، جو نظیر ہائے مندرجہ تحت دفعہ ۲۲۴ میں ہے، جس میں فریقین کے منشا سے بحث تھی، اس اہم امر جس پر فیصلہ ہوا مقام تعمیل معاہدہ تھا، جو وعدہ تنخواہ کے متعلق تھا۔

ایسے مقدمات میں بھی جن میں فریقین کے مفروضہ منشا پر بظاہر اعتماد کیا گیا ہے، منشا مذکور ایک فرضی منشا سے زیادہ نہیں تھا، جو دفعہ ہذا کے اصول سے

ابتداء میں فرض کر لیا گیا تھا اور بجائے خود انتخاب قانون میں کوئی حقیقی بادی نہیں ہو سکتا تھا۔

مفصلہ ذیل مقدمات کا فیصلہ دفعہ ۲۱۱ کے مطابق ہوا ہے، ریٹشی بنام برازیلین سب مرائن ٹیلیگراف کمپنی [۱۸۹۱] ۱۔کیو۔بی۔۹۰۔ج، انیشٹر لنڈے و لوپس، جنہوں نے جسٹس ڈنے کے فیصلہ کو بحال کیا۔۔۔ یہ ایک ایسا مقدمہ ہے کہ جس میں مسئلہ تعبیر اور اثر میں تمیز اس صراحت سے کی گئی ہے کہ اس کو عنوان مقدمات کی عبارت سے منتخب کر کے یہاں درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔۔۔

"قرار پایا۔ کہ مدعی کا منشاء قابل ترجمین اور ماہران فن، اور اگر ضرورت ہو تو برازیل کے قانون داں اشخاص، کی شہادت سے دریافت کیا جا سکتا ہے، اگر ایسی شہادت سے یہ منشا ظاہر ہوتا ہو کہ جو اختیار دیا گیا ہے اس سے انگلستان میں کام لیا جائے، تو اس اختیار کے حدود۔۔۔ جہاں تک کہ اس کا تعلق انگلستان کے معاملات سے ہے۔۔۔ انگلستان ہی کے قانون کی رو سے متعین کئے جانے چاہئیں۔"

مقدمہ میری تاس [۱۸۹۴] پی۔۱۵۰۔ج، گورل بارنس: جن کے فیصلہ کو جسٹس لنڈلے۔۱ے ایل آسمتھ۔ ڈیوی نے بحال رکھا؛ مقدمہ رساو تھ افریکن بریویز بنام بادشاہ [۱۸۹۹] ۲۔چانسری ۲۷۱ جس میں جسٹس کیکوچ نے دفعہ ۲۱۱ کا حوالہ دیا، اور اسکو پسند کیا۔ یہ فیصلہ بحال رہا، [۱۹۰۰] ۱۔چانسری ۲۷۳۔ج، لنڈلے۔ دائمان ڈیمیس۔ رومر۔ اور اس کا اتباع مقدمہ بکس بنام میکیٹن ۱۔ڈبلیو۔سی۔سی۔۱۵۰ میں کیا گیا۔ مقدمہ مذا معاوضہ مزدوراں کے ایکٹ سے متعلق تھا؛ اور اس میں یہ قرار پایا۔ کہ ایسا ملازم، جو انگلستان میں رہتا ہو، اور جس کو کوئی شخص فرانس میں، کام کے لئے لے گیا ہو، اور اس کو وہاں نقصان پہنچا ہو! اس کو معاوضہ پانے کا استحقاق نہیں ہے بکیونکہ اس امر کی کوئی شہادت نہ موجود ہونے کیحالت میں، کہ معاہدہ سے قانون مقام معاہدہ متعلق ہوگا، قانون مقام تعمیل معاہدہ، نافذ کیا جائے گا۔"

دیکھو دفعہ ۳۹ جس میں تملیک نامہ ازدواج یا معاہدات سے بحث کی گئی ہے۔

قبل اس کے کہ ان مقدمات سے بہ تفصیل بحث کیجائے، جن میں کسی دوسرے ملک کا مقابلۃ انعقاد معاہدہ سے ہو، جو کہ معاملہ زیر بحث کی قرارداد کا صحیح مقام ہے؛

اور اسی بنا پر اسی مقام کا قانون، معاہدہ کا صحیح قانون ہے۔ یہہ امر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مقدمات سے بحث شروع کیجائے، جن میں قانون مقامی کا مقابلہ اس قانون سے ہوتا ہے، جو کہ انعقاد معاہدہ کے مسلمہ مقام میں نافذ ہے۔

دفعہ ۲۱۳ جو معاہدہ، اپنے مناسب Proper law قانون کی رو سے ناجائز ہے، وہ نافذ نہیں کرایا جاسکتا۔ یہہ نتیجہ اس خیال سے پیدا ہوتا ہے، کہ کوئی ذمہ داری، مقامی قانون سے، بحیثیت مقامی قانون کے نہیں پیدا ہوتی: یعنے جبکہ معاملہ کے انعقاد کی عدالت، مناسب عدالت نہیں ہے۔ اور اگر معاہدہ کا کوئی جزء، قانون مقام تعمیل کی رو سے ناجائز ہے، تو وہ جزء ناقابل نفاذ قرار پائے گا۔ 291

مقدمہ پیریز بنام ریورا (۱۸۴۰) ۱۱ سم ۳۱۸ ۔ جج شاڈول ۔ ریلے براورس بنام کنپیا نوبرا وغیرہ (امریکہ)۔ ونیز ملاحظہ ہو فورڈ بنام کو تسورتھہ ۵۔ کیو۔ بی ۔ ۵۴۴ جج بلیکبرن۔ تال وغیرہ ۔ ومقدمہ کنگھام بنام ڈاون ۳۔ سی۔ پی۔ ڈی ۴۴۳۔

کثیر التعداد مقدمات میں، یہ طے ہوا ہے۔ کہ انگلستان کا قانون، ممالک غیر کے قوانین متعلقہ مال یا تجارت کی خلاف ورزی کو ناجائز نہیں قرار دیتا، اور اس بنا پر وہ معاہدہ، جس کا مناسب قانون، انگلستان کا قانون ہے، نافذ العمل قرار پائے گا، گو کہ منشا یہ ہو کہ ان کی خلاف ورزی کیجائے۔ مقدمہ پلانچی بنام فلیچر (۱۷۷۹) ۱۔ ڈاگ ۔ ۲۵۱ ۔ جج لارڈ مینسفیلڈ وغیرہ ۔ ومقدمہ لیور بنام فلیچر (۱۷۸۰) پارک کی کتاب متعلقہ بیمہ بحری، آٹھواں ایڈیشن صفحہ ۵۰۶ ۔ جج مینسفیلڈ ۔ ومقدمہ سائمن بنام بازٹ (۱۸۱۳) ۲ ۔ ایم وایس ۹۴ ۔ جج ایلنبرو وغیرہ، جو بحال رہا (۱۸۱۴) بہ تبدیل اسما، بازٹ بنام سیمن ۔ ٹانٹ ۔ ۲۲۸ ۔ جج گاستن وغیرہ ۔ ومقدمہ شارپ بنام ٹیلر (۱۸۴۹) ۲ ۔ پی ۔ ایچ ۔ ۸۰۱ ۔ دیکھو صفحہ ۸۱۶ ۔ جج کاٹن ہام۔ اس اصول کی صحت پر، یہاں بحث کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ اگر وہ تسلیم بھی کرلیجائے، تو اس سے یہہ نتیجہ نہیں نکل سکتا، کہ ایسا معاہدہ، یہاں نافذ العمل قرار پاسکتا ہے، جو اپنے مناسب قانون کی رو سے، کوئی ذمہ داری نہیں عائد کرتا: درانحالیکہ

ایسی ناجوازی کا باعث، ملک متعلقہ کے قوانین تجارت یا مال کی خلاف ورزی ہو۔ مگر مقدمہ براؤن بنام لاسن (۱۷۸۵)، اور اسی زمانہ کے دوسرے مقدمات، ہارڈوک ۸۵۔ ہارڈوک۔ بیچ۔ د۔ پی میں ایسا ہوا، جب تک کہ مقدمہ موخرالذکر کی تائید، اس بنا پر نہ کیجائے کہ جو معاہدہ، ایک ملک سے دوسرے ملک میں، (مال) لیجانے کے متعلق ہوتا ہے، اس کا تعلق، موخرالذکر ملک سے ہوتا ہے۔ نیز دیکھو دفعہ ۲۲۲ ؎

یہہ امر، اس موقع پر قابل بیان ہے کہ جس معاہدہ کا مقصد، یہہ ہو کہ دوست کسے ملک میں بغاوت پھیلائی جائے، یا ایسی باغی حکومت کو، رقم دیجائے، جس کو اس ملک کا بادشاہ نہیں تسلیم کرتا، وہ انگلستان میں قابل نفاذ نہیں قرار پاسکتا ؎ مقدمہ جونس بنام گارسشیا ڈیل رائیو (۱۸۲۳) ٹی و آر ۲۹۷۔ جج، ایلڈن۔ و مقدمہ بری بنام تامسن، جس کا ذکر جسٹس شاڈول نے، مقدمہ ٹیلر بنام بارکلے میں کیا ہے۔ ۲ سم۔ ۲۲۲۔ جج ایلڈن ؎ و مقدمہ میکنامارا بنام ڈی ایورکس (۱۸۲۴) ۳۔ ایل۔ جے۔ چانسری۔ ۱۵۶۔ جج، لیچ۔ و مقدمہ ڈی وٹیز بنام ہنڈرکس (۱۸۲۴) ۹۔ مور۔ ۵۸۶۔ ۲۔ بنگ۔ ۳۱۴۔ جج، البسٹ۔ مقدمہ تامسن بنام پاورس (۱۸۲۸) ۲۔ سم۔ ۴۹۔ بہ تبدیل اسماء، تامسن بنام بارکلے۔ ۶۔ ایل۔ جے۔ چانسری ۹۲۔ جج، شاڈول۔ و مقدمہ ٹیلر بنام بارکلے (۱۸۲۸) ۲۔ سم ۲۱۳ جج، شاڈول۔ موخرالذکر مقدمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدالت، وجہ ثبوت میں، اس امر کو تسلیم کرسکتی ہے، کہ فلاں باغی گورنمنٹ مسلمہ نہیں ہے، اگرچہ جوابدعوی میں، اسکے خلاف بیان کیا گیا ہو ؎ جب کسی جوابدعوی میں، ایسی ریاست کا ذکر ہو، جس کو ان ممالک کے بادشاہ نے تسلیم نہ کیا ہو، اور ممکن ہے کہ وہ باغی بھی نہو، بلکہ ایسے ملک میں جدید قائم ہوئی ہو، جو پہلے غیر مرتب حالت میں تھا! تو جو فریق، اس کے وجود کا مدعی ہو، اس کو ثابت کرنا چاہئیے۔ مقدمہ سیلگرا اگر بنام لو (۱۸۲۴) آئی۔ سی۔ وی۔ ۲۰۰ رائی دمو۔ ۵۷۔ جج، ایبٹ ؎

دفعہ ۲۱۳ (الف) لیکن یہ امر کہ معاہدہ کی تعمیل انگلستان میں، حکومت غیر کے کسی فعل یا مقام تعمیل میں کسی غالب قوت کی وجہ سے، ناممکن ہو گئی ہے، معاہدہ مذکور کو ناجائز نہیں کر دیتا؛ اور نہ اس کا مانع ہے، کہ مناسب قانون کی رو سے، اس کی خلاف ورزی کی بابت، ہرجہ دلایا جائے۔

مقدمہ بلیکبرن رابن کمپنی بنام ایلیس و فرزندان [۱۹۱۸] ۱۔ کے۔ بی۔ ۵۴۰۔ ہیکار ڈمی؛ مدعی علیہم نے، مدعیوں کے ہاتھ، لکڑی، اس شرط سے فروخت کی تھی؛ کہ وہ فنلینڈ سے لاکر، انگلستان میں، مدعیوں کے حوالے کیجائیگی۔ فنلینڈ میں، لکڑی نہ ملنے کی وجہ سے مدعی علیہم معاہدہ کی تعمیل نہ کر سکے۔۔۔ قرار پایا۔۔۔ کہ وہ لوگ ہرجہ کے ذمہ دار رہیا۔ ملک غیر میں، عدم تعمیل کے جو لا بدا اسباب پیدا ہوئے؛ ان پر لحاظ نہیں کیا گیا۔ 292

دفعہ ۲۱۴ جب معاہدہ کا یہ منشا ہو، کہ انگلستان کے قانون کی خلاف ورزی کیجائے گی، تو اس کی تعمیل، انگلستان میں نہیں ہو سکتی؛ اگرچہ معاہدہ مذکور، قانون مناسب کی رو سے جائز ہو۔

مقدمہ بگس بنام لارنس (۱۷۸۹) ۳۔ ڈی۔ آر۔ ۴۵۴۔ جج، کنیان۔ اشہرسٹ۔ بلر۔ گراس، سب نے اپنی رائے کی بنیاد، اس پر رکھی تھی، کہ مدعیوں میں سے تین شریک، بروقت انعقاد معاہدہ، انگلستان میں رہتے تھے؛ مقدمہ کلوگاس بنام پنالرنا (۱۷۹۱) ۴۔ ٹی۔ آر۔ ۴۶۶ میں صرف ایک شخص مدعی تھا، جو کہ مقام انعقاد معاہدہ ہی میں رہتا تھا؛ اور انگریزی رعایا بھی تھا؛ اسی پر جسٹس کنیان اور غالبا جسٹس گراس نے بھی، اپنی رائے قائم کی۔ برخلاف اس کے جسٹس اشہرسٹ اور جسٹس بلر کی رائے، اس وسیع تر اصول پر قائم ہوئی، جس کا اظہار، دفعہ ہذا میں کیا گیا ہے؛ مقدمہ ویل بنام ریڈ (۱۷۹۴) ۵۔ ٹی۔ آر۔ ۵۹۹۔ جج، کنیان۔ بلر۔ گراس، اس میں، مدعی، انگریزی رعایا نہ تھا؛ اور بالآخر، دفعہ ہذا کے بالکل مطابق فیصلہ ہوا؛ مقدمہ ہالمین بنام جانسن (۱۷۷۵) سی او ڈبلیو پی۔ ۳۴۱ میں لارڈ مینسفیلڈ نے اس اصول کو قائم کیا تھا؛ مگر اس کا استعمال، نہ خود اس مقدمہ

میں، اور نہ مقدمہ لیکیٹ بنام انگل (۱۸۲۵) ۲۔ بی۔ آر۔ ایم۔ آر۔ ۲۱۱۔ جج، آبنگر۔ برلیٹ۔ ایلڈرٹن۔ گرنی میں ہو سکا، کیونکہ مال فروخت کی کامل حوالگی، ملک غیر میں ہو چکی تھی؛ اور بایع نے، مال کو، بطریق پوشیدہ انگلستان میں داخل کرنے کی کارروائی میں، کوئی مدد نہیں کی تھی: اگرچہ وہ مشتری کے اس ارادہ سے، واقف تھا، کہ وہ ایسا عمل کرنا چاہتا ہے۔ جو مقدمہ، لارڈ کنیان کے اجلاس پر تھا، اس میں بایع نے، سامان کو، ایک مخصوص طریقہ سے، خفیہ طور پر، داخل ملک کرنے کیلئے باندھا تھا۔

مقدمہ سینٹو ز بنام الاجی (۱۸۵۹) ۶۔ سی۔ بی۔ (سلسلہ جدید) ۸۴۱۔ اور (۱۸۶۰) میں بسلسلہ مرافعہ۔ ۸۔ سی۔ بی۔ (سلسلہ جدید) ۸۶۱ میں۔ دعوی، ایک برازیل کے باشندہ کی طرف سے، انگریزی رعایا کے مقابلہ میں، دائر ہوا تھا؛ ان غلاموں کی عدم تحویل سے متعلق، جو انگریزی رعایا نے، اس کے ہاتھ، برازیل میں فروخت کئے تھے: امر قابل تصفیہ یہ تھا ــ کہ آیا ان کو، انگلستان کی پارلیمنٹ کے ایکٹ کی رو سے، غلاموں کے فروخت کی ممانعت تھی یا نہیں؛ اگر ممانعت تھی، تو گو معاہدہ کا منشا یہ نہ تھا، کہ انگلستان کے قانون کی خلاف ورزی کیجائے؛ مگر حقیقی طور سے، یہ خلاف ورزی تھی: اور اس لئے انگلستان میں، اس کی بابت، دادرسی نہیں ہو سکتی تھی۔۔۔ ضمنی طور سے جسٹس براتول اور بلیکبرن کی رائے یہ ٹھہری؛ کہ "جو حق ملکیت، بذریعہ بیع، برازیل میں، غلاموں کے متعلق، حاصل کیا گیا ہے، اور جو اس ملک میں، جائز اور قابل بیع و شرطی ہے، اس کو انگلستان میں، برازیل کا جائز حق، تسلیم کرنا چاہیئے؛ اگرچہ یہ ممکن ہے، کہ مشتری کے انگریزی رعایا ہونے کی حالت میں، اُن کے حصول کی بابت، وہ انگلستان کی پارلیمنٹ کے ایکٹ کی تحت میں، مجرم قرار دیا جا سکے۔ ۸۔ سی۔ بی۔ (سلسلہ جدید) ۸۶۲ و ۸۶۹ ۔ مگر جسٹس بلیکبرن کا یہ خیال تھا، کہ یہ رائے، اعتراض سے خالی نہیں ہے، اگرچہ بایع انگلستان کی رعایا، بلحاظ توطن کے ہو۔ یہ مسئلہ بغیر اس قید کے بھی، بالکل صاف ہے؛ مگر جسٹس وکر۔ ولیمس۔ اور بائلس نے، عدالت تحت میں،

اور جسٹس، وٹنگٹن اور یوکلٹ نے، عدالت بالا میں، اس کے خلاف رائے قائم کی ؛ اثنائے جنگ میں اکثیر التعداد مقدمات میں، جو بربنائے معاہدات، انگریزوں اور دشمن کی رعایا میں چلے، یہہ طے ہوا : کہ خواہ معاہدہ، کسی قانون کی تحت میں ہوا ہو، اگر جنگ نے، تمام ایسے تکمیلی معاہدات کا خاتمہ کر دیا، جن میں مزید کارروائی کے لئے، شاہ انگلستان کی رعایا، اور بیرونی دشمن کی رعایا، یا ایسے لوگوں میں، جو بالا رادہ، دشمن کے ملک میں رہتے ہوں، ربط و ضبط کی ضرورت ہوتی ہے ؛ مقدمہ ارٹل باہی برو کمپنی بنام رائیو ٹنٹو کمپنی [۱۹۱۸] اے سی ۲۶۰۔ جج، پارکر۔ ڈ اینڈن و ٹنکنسن ؛ و مقدمہ سیلور ہنرن و کمپنی بنام کرینشی - ۱ - جی [۱۹۱۸] ۱ - کے - بی ۳۳۱ - جج، بیک کارڈی ؛ جس کی تائید سی - اے [۱۹۱۸] ۲ - کے - بی - ۴۸۶ میں کی گئی : یہہ معاہدات، جرمن کو، ایک عرصہ دراز تک، دھات مہیا کرنے کے متعلق تھے ؛ جن میں یہہ شرط کی گئی تھی، کہ جنگ کی حالت میں، اقساط (مال) ملتوی رہیں گے ـــــ قرار پایا کہ : یہہ شرط قایم نہیں رہسکتی، کیونکہ وہ، انگلستان کے قانون کے خلاف تھی ؛ اور کل معاہدہ، منسوخ کر دیا گیا ؛

دفعہ ۲۱۵ جب کوئی معاہدہ، ان اصول کے خلاف ہوتا ہے، جو انگلستان میں، اہم عامہ اور اخلاقی مقاصد متصور ہوتے ہیں، تو اس کی تعمیل نا ممکن نہیں ہوسکتی ؛ اگرچہ، وہ، اپنے مناسب قانون کے لحاظ سے، جائز ہو۔

ایسے مقدمہ میں، مدعی کی راہ میں، وہ حفاظت حایل ہوتی ہے، جو ہر مستحکم خانگی حکمت عملی کی کرنی پڑتی ہے ؛ اور اسی کا خیال رکھ کر، ملک غیر کے قانون کو، نافذ کرنے کا، ہر اصول منظور کیا جاتا ہے۔ دیکھو صفحات ۵۱ و ۵۲۔

ہر مخصوص مقدمہ میں، جو دقت پیش آتی ہے، وہ، اصول کے متعلق نہیں ہوتی ؛ بلکہ صرف اس کے متعلق ہوتی ہے، کہ آیا وہ، مقاصد عامہ و اخلاق، جو زیر بحث نہیں، اسقدر اہم ہیں، کہ انکی بنا پر، اصول مذکور کا استعمال کیا جانا مناسب ہوگا، یا نہیں ؛ ـــ جن صورتوں میں، قانون انگلستان کی خلاف ورزی مقصود نہیں ہوتی،

293

وہ، ایسی صورتیں ہیں، جن میں، لازمی طور سے مختلف ججوں کی رائے میں، اختلاف ہونا چاہیئے۔

مقدمہ کافمین بنام گرسن میں، دفعہ ۲ کا حوالہ دیا گیا؛ اور اس کی تائید کی گئی۔ [۱۹۰۴] ا۔ کے۔ بی۔ ۵۹۱۔ جج، کالنس۔ رومر۔ و میتھیو؛ جنہوں نے رائٹ، کے فیصلہ [۱۹۰۳] ۲۔ کے۔ بی۔ ۱۱۴، کو منسوخ کر دیا؛ اس میں، عدالت نے، ایک معاہدہ کی تعمیل کو، نامنظور کر دیا؛ جو دو ایسے اشخاص میں منعقد ہوا تھا، جنہوں نے، فرانس کا توطن اختیار کر لیا تھا؛ معاہدہ، اخلاقی زور ڈال کر کرا لیا گیا تھا؛ اور حسب رائے ایک ماہر فن کے، وہاں قابل نفاذ تھا۔ پھر اس کا استعمال، مقدمہ سوسائٹی دی ہوٹلس رینیس بنام ہاکر (۱۹۱۳) ۲۹۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۵۷۸ جج، اسکروٹن میں کیا گیا؛ جس میں عدالت نے یہہ قرار دیا کہ ـــــ ایسے چیک کی رقم، جو فرانس میں، ایک انگریز سے جبراً اس غرض سے لکھوالی گئی تھی، کہ اسکے ذریعہ سے، ایک دوسرے شخص، کا قرضہ قماربازی ادا کیا جائے؛ انگلستان میں بذریعہ تعمیل نہیں ادا کرائی جا سکتی: گو کہ ایسا معاملہ فرانس میں جائز ہو۔ دیکھو، مقدمہ فٹز جرالڈ بنام فٹز جرالڈ مندرجہ صفحہ ۹۲، جس میں منجملہ چار ججوں کے، دو فاضل ججوں نے یہہ قرار دیا: کہ بالغ لڑکے کے نان نفقہ کے انتظام کے لئے، کسی فنڈ کا قایم کیا جانا، انگلستان کی مصلحت عامہ کے خلاف تھا۔

فرض کرو! ــ کہ یہاں (انگلستان میں)، ایک دعویٰ، اس رقم کی بابت، دائر کیا جائے، جو قماربازی میں جیتی گئی ہو؛ یا قماربازی کے لئے، ایسے مقام پر قرض دی گئی ہو، جہاں کا قانون، اس کو حق دعویٰ دیتا ہے۔ مقدمہ رابنسن بنام بلینڈ (۱۷۹۰) بر۔ ۱۰۷۷ میں، جسٹس ہینفیلڈ نے، اس امر کے متعلق، کسی رائے کا اظہار نہیں کیا؛ کیونکہ ان کے نزدیک، یہہ ثابت نہیں ہوا، کہ اس معاملہ کے متعلق، انگلستان کے قانون اور قانون مقام انعقاد معاہدہ میں، کوئی فرق ہے۔ اگر جسٹس، ولس

اور ولسٹڈ کی یہہ رائے ہوئی، کہ قانون انگلستان، ہر حالت میں، مانع وصول رقم مذکور ہوگا؛ مقدمہ کوار بنام کوٹن (۱۸۴۲) ۱۰ پی۔ ایچ۔ ۷۴۱ میں، جسٹس لینڈ ہرسٹ نے، یہ قرار دیا: کہ انگلستان کا قانون، مزاحم وصول ہوگا؛ اور اسی کا اتباع، مقدمہ سیکسیائی بنام فلٹن (۱۹۰۹) ۲۔ کے۔ بی۔ ۲۰۸۔ بج، برتے میں کیا گیا، جس کی تائید، ڈنگھام و کیس بیکلے بکینیڈی، نے اس بناء پر کی، کہ اس قرض کا ادا کرنا، جو قمار بازی کی غرض سے، ملک غیر میں لیا گیا، جہاں اس قسم کی قمار بازی جائز ہے؛ قانون انگلستان کی حکمت عملی کے خلاف نہیں ہے ٭

مقدمہ ونبی بنام کیلنڈر (۱۸۲۶) ۱۔ اس۔ ۲۹۲۔ بج، گفرڈ میں، اس رقم کی بابت، جو انگلستان میں، قمار بازی میں ہار دی گئی تھی، ملک غیر میں، بل (ہنڈی) منظور کرلی گئی تھی، اس بل کے متعلق، قرار پایا، کہ وہ، یہاں قابل اجرا نہ تھا؛ لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا، کہ آیا، یہ، مقامی قانون کی حکمت عملی کی بنا پر تھا؛ یا مقام انعقاد کے قانون کے بل کے حل قیمتی کی بناء پر؛ مقدمہ موس بنام اون [۱۹۰۷] ۱۔ کے بی۔ ۷۴۶۔ بج، کالنس اور کوزنس ہارڈی نے (بہ اختلاف رائے جسٹس، سولٹن؛ جنہوں نے، انگلستان کے قانون کو، ایک مخصوص نقطۂ نظر سے دیکھا)، یہ قرار دیا، کہ جو چک، فرانس میں، اس رقم کی بابت، جو بمقام فرانس، جوئے میں ہار دی گئی تھی؛ ایک انگلستان کے بینک کے نام، لکھی گئی؛ وہ، یہاں قابل نفاذ نہیں ہوسکتی؛ اگرچہ قانون فرانس کے لحاظ سے، وہ صحیح ہو؛ کیونکہ جو قانون، اس چک سے متعلق کہا جاسکتا ہے، وہ مقام ادا کا قانون ہے ـــ اور نیز یہ کہ، ایکٹ قمار بازی بابت ۱۸۳۵ء و ۱۸۹۲ء جن میں بتایا گیا ہے، کہ دعویٰ نہیں ہوسکے گا؛ وہ قانون 394
مقامی کو، اس حیثیت سے، کہ وہ، ایک ضابطہ بتاتا ہے، متعلق قرار دیتے ہیں جسٹس کوزنس ہارڈی نے، نہایت صراحت سے، مصلحت عامہ کے سوال پر غور کرنے سے انکار کر دیا۔ (صفحہ ۷۵۶)؛ نیز ملاحظہ ہو مقدمہ

سوسائٹی ڈی ہوٹل بنام ہاکر (امریکہ)، کو

کوئی انگریزی عدالت، ایسے معاہدہ کی تعمیل نہیں کرائے گی، جو زوج و زوجہ میں ہوا ہو، اور جس کی ایک شرط کا مقصد یہ ہو، کہ انگلستان میں طلاق کی کارروائی میں، آسانی پیدا کیجائے، یا جس کے، دونوں فریق سے، باشندگان انگلستان ہونے کی حالت میں، گوکہ ان کا وطن، ملک غیر کا ہو! اولاد کی حضانت کی نسبت، ایسی شرط کیجائے، جو انگلستان کے قانون کی رو سے، وہ، نہیں کر سکتے تھے، اگرچہ وہ قابل اعتراض شرائط، عمل میں بھی آچکے ہوں تو مقدمہ ہوپ بنام ہوپ (۱۸۵۷) ۸۔ ڈی۔ ایم۔ جی۔ ۷۳۱۔ جج۔ نائٹ بروس۔ و ٹرنر۔ اسی مقدمہ (۱۸۵۶) ۲۲۔ بیو۔ ۳۵۱ میں جسٹس، رومیلے نے، یہ قرار دیا، کہ اگر قابل اعتراض شرائط پر عمل ہو چکا ہے، تو بقیہ شرائط کی تعمیل، کرائی جا سکتی ہے۔ اسیطرح، انگریزی عدالتیں، مصلحت عامہ کے خلاف ہونے کے باعث، اس معاہدہ کی تعمیل بھی نہیں کرائیں گی، جو حرامی اولاد کی ماں کو، دوامی نان و نفقہ ولانے کے متعلق کیا جائے۔ مقدمہ میکارٹنے [۱۹۲۱] ۱۔ چانسری۔ ۵۲۲۔ جج، اسٹیلبری کو اسی بنا پر، عدالت نے، اس مال کی حق ملکیت کو، منسوخ کرنے سے، انکار کر دیا، جو روس میں تھا، اور جس کو، اُس ملک کی ایک رعایا نے، جو اس ملک کے قانون کے لحاظ سے، اس کی مالک تھی، انگلستان لیجانے کے لئے، فروخت کر دیا تھا۔ اور نہ اسکی اجازت دی، کہ ان اصول کی جانچ کیجائے، جس پر، ملک غیر کی حکومت نے، عمل کیا تھا۔ مقدمہ لوتھر بنام ساگور و کمپنی [۱۹۲۱] ۱۔ کے۔ بی۔ ۴۵۶۔ جج، راشش کو

ایک معاہدہ پر، جو انگلستان کے ایک دعوی کے متعلق تھا، روپیہ دیکر لڑانے اور حصہ ٹھہرا لینے (Champerty) کی بنا پر، اعتراض کیا گیا — انگلستان کے قانون کو، جو ایسے عمل کو، ناجائز قرار دیتا ہے، بمقابلہ قانون مقام معاہدہ کے، جو اس کی تائید میں تھا، ترجیح دیگئی۔ مقدمہ آر ل

بنام لیوی (۱۸۶۷ء) ۱۶۔ سی۔ بی (سلسلہ جدید) ۴۳۔ جج، ارل۔ ولیس۔ وآلیز ٹو

اگر ایک معاہدہ، جہانتک کہ اس کا تعلق، انگلستان کی تجارت سے ہے، انگلستان کے قانون کی رو سے، تجارت کی ناجائز روک ٹوک کی بنا پر، قابل اعتراض ہے، تو اسکی تعمیل نہیں ہوسکتی؛ اگرچہ وہ قانون مقام معاہدہ کے لحاظ سے جائز ہو۔ حسب رائے فرائی، مقدمہ روزیلان بنام روزیلان (۱۸۸۰) ۱۴۔ چانسری ڈویژن۔ ۳۵۱ صفحہ ۳۶۹۔ نیز ملاحظہ ہو، دفعہ ۲۴۱، آئیندہ ؛

برخلاف اس کے، ایک معاہدہ، جو اٹلی میں، ایک اٹلی کے باشندہ کو، بلا بدل قیمتی، اخلاقی بنا پر، ایک قرض کے ادا کرنے کے متعلق، کیا گیا تھا، یہاں قابل نفاذ قرار پایا؛ کیونکہ یہہ اصول، کہ انگریزی معاہدہ کی تائید کے لئے، بدل قیمتی کا ہونا ضرور ہے، کوئی مصلحت عامہ کی بنیاد نہیں قرار دیا جاسکتا۔ بمقدمہ لوناسینا [۱۹۱۲] ۲۔ چانسری۔ ۴۹۴ سی۔ اے جج، کوزنس ہارڈی۔ فاروِل۔ کینیڈی ؛

اب ہم، ان مقدمات سے بحث شروع کرتے ہیں، جن میں، مقابلہ، قانون مقامی اور اس مقام کے قانون میں نہیں ہے، جو کہ مسلمہ طریقہ سے، انعقاد معاملہ کا مقام ہے۔

دفعہ ۲۱۶ جو معاہدات، جائداد غیر منقولہ کے متعلق ہوتے ہیں، ان پر بحیثیت معاہدہ کے، ان کا مناسب قانون معاہدہ، نافذ کیا جاتا ہے؛ اس حد تک، کہ جائداد غیر منقولہ کے مقام وقوع کا قانون، انکی تعمیل میں مانع نہو۔

مقدمہ کیمبل بنام ڈنٹ (۱۸۳۸) ۲۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۲۹۲۔ جج، لونگشن و مقدمہ بینک آف افریقہ لمیٹیڈ بنام کوہن [۱۹۰۹] ۲۔ چانسری۔ ۱۲۹۔ جج، اپیل۔ کوزنس ہارڈی۔ بکلے۔ کینیڈی؛ اس میں، معاہدہ کی تعمیل، اس وجہ سے نہوسکی، کہ قانون مقام وقوع کے لحاظ سے، منکوحہ عورت، اس قابل نہیں سمجھی جاتی تھی؛ مقدمہ برٹش ساؤتھ

افریقیہ کمپنی بنام وی بیریز کانسالیڈیٹڈ مائینز لمیٹڈ (متذکرہ زیر دفعہ ۲۱۲): جس میں، دفعہ ہذا کا، پسندیدگی کے ساتھ حوالہ دیا گیا تھا۔ [۱۹۱۰] ۲۔ چانسری صفحہ ۵۱۴؛ نیز ملاحظہ ہو دفعہ ۱۹۳، آئندہ۔ مقدمہ الفیوروب بنام کلارک [۱۹۱۵] ۵۔ ایل۔ ٹی۔ ۶۸۰۔ اور دیکھو صفحہ ۲۱۶۔

دفعہ ۲۱۷۔ وہ معاہدات، جن کی نسبت، یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ حق منابلی (حق قطعی یا شرکت غیرے کسی تجارت یا صنعت وغیرہ) کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

295 پیٹیسن بنام ملز (۱۸۲۸)۔ ڈوی وسی ایل۔ ۴۴۲ (بی سقدمہ بینڈلی اسم ایبین انشورنس کمپنی بنام ملس۔ ۳۔ ڈبلیو و ایس ایچ۔ ۲۱۰) زیاد الیفنڈ مرشد: جس میں، ایک کمپنی کا کیا ہوا معاہدہ، قانون مقام انعقاد معاہدہ کی بنا پر، جائز قرار دیا گیا؛ اگرچہ خود کمپنی کی ملک میں، ایک دوسرے شخص کو، حق منابلی، حاصل ہونے کی وجہ سے، ایسا معاہدہ ناجائز ہوتا۔

دفعہ ۲۱۸۔ معاہدات متعلقہ خدمت۔

معاہدات خدمت، جہاں تک کہ ان کا تعلق، خدمت لینے والے سے ہے، اس ملک کے قانون کے تابع ہیں جہاں، وہ منعقد ہوئے؛ اور جہاں خدمت لینے والا رہتا ہے؛ نہ اس مقام کے قانون کے لحاظ سے، جہاں خدمت کا ادا کرنا قرار پاتا ہے۔

سود کی ذمہ داری کے ضمن میں جسٹس ابٹ کے اجلاس منفردہ میں یہی رائے تھی؛ مقدمہ ارناٹ بنام ریڈفرن (۱۸۲۵) ۲۔ چانسری۔ ڈی پی۔ ۸۸؛ اور ملاحظہ ہو اساوتھ افریقیہ بہ دیریز بنام کنگ (۱۸۹۹) ۲۔ چانسری ۱۷۳۔ [۱۹۰۰] ۱۔ چانسری ۲۷۳؛ و مقدمہ انگلو اسٹرین بینک [۱۹۲۰] ۱۔ چانسری۔ ۶۹۔ جج نیگر۔

ایک بارسٹر کے محنتانہ کے دعوے، اور اس کی وصولیابی کا حق، اس قانون پر منحصر ہے، جس کا تعلق، اس کی بیرسٹری سے ہے؛ نہ اس مقام کے قانون سے، جہاں وہ وکیل کیا گیا، اور نہ اس مقام کے قانون سے، جہاں

اس سے کام لینا مقصود ہے۔ اور یہی اصول، دوسرے اہل ہنر پیشہ وروں سے متعلق ہے۔

ملکہ بنام دوتری (۱۸۸۴ء) ۹۔ مرافعہ جات ۔۸۵ ۔ ۸۴ ۔ بنچ ڈویژن

بحری خدمات کے متعلق، مرچنٹ شپنگ ایکٹ بابتہ ۱۸۹۴ء کی دفعہ ۲۶۵ میں، یہ حکم ہے:۔ کہ "جب جہاز یا کسی شخص متعلقہ جہاز کے معاملہ میں، دو قوانین میں اختلاف ہو، تو اگر، ایکٹ کے اس حصہ (حصہ دوم، متعلقہ ناخدا و ملازمین بحری، دفعات ۲۶۶-۹۲) میں، کوئی حکم، اس کے متعلق موجود ہو، جو ذریعہ ہذا بصراحت تمام، جہاز سے بھی متعلق کیا جاتا ہے؛ تو اس کا فیصلہ اس حکم کے مطابق کیا جائیگا؛ لیکن اگر کوئی حکم نہیں ہے، تو اس کا فیصلہ اس بندرگاہ کے قانون سے کیا جائے گا، جہاں جہاز مذکور درج رجسٹر ہوا ہے"۔

دفعہ ۲۱۹ جو معاہدہ، کرایہ لیکر مال پہنچا دینے کا کیا جاتا ہے اسکے عمل کا انحصار، اس ملک کے قانون پر ہوتا ہے، جس کا نشان، جہاز پر قائم ہوتا ہے، یعنے، مالک جہاز کے ذاتی قانون پر۔ اگر مالک جہاز، اپنے جہاز کو کسی دوسرے ملک میں، رجسٹر کرانا مناسب تصور کرتا ہے، تب بھی، اس کا قانون، وہ ہی رہتا ہے، نہ کہ مادی جھنڈے کا۔۔۔۔۔ اور یہی، اس اصطلاح سے مقصود ہے۔ اس بارہ میں، جو کچھ لارڈ جسٹس، بریٹ نے، مقدمہ چارٹرڈ مرکنٹائیل بینک آف انڈیا بنام نیدرلینڈس انڈیا اسٹیم نویگیشن کمپنی ۱۸۸۳ء ۱۰ کیو۔ بی۔ ڈی صفحہ ۵۳۶-۵۴۴ میں لکھا ہے، وہ قابل ملاحظہ ہے۔

مقدمہ لائیڈ بنام گلبرٹ: اس میں، ایک فرانسیسی جہاز، اس کے مالک نے، ایک انگریزی رعایا کو، ڈنمارک کے ایک بندرگاہ میں، کرایہ پر دینے کا معاہدہ کیا؛ اس غرض سے کہ وہ ہسپانیہ کے ایک بندرگاہ سے، انگلستان کو سامان لیجائے۔ سوال یہہ تھا: کہ آیا مالک جہاز، کرایہ دار کو اس رقم کے ادا کرنے کا ذمہ دار ہے، جو دستاویز (باٹمری) کفالت جہاز، و مال، و کرایہ پر، ناخدا نے اثنائے سفر میں، ایک پرتگال کے بندرگاہ میں لکھدی تھی؟ ۱۸۶۵ء ۲۳۔ ایل۔ جے۔ کیو۔ بی۔ ۱۴۱

میں جسٹس بلیکبرن۔ کاکبرن و میلور نے ۔۔ اور رپورٹ ۲۔ بی۔ ایس ۱۰۰۔ میں،
کیپٹن کا نام بھی لکھا ہے، یہ فیصلہ کیا کہ ناخدا کا، مالک جہاز کو، بہ تقاضائے کرایہ دار
کے، ذمہ دار کر دینے کا اختیار، جہاز کے جھنڈے کے قانون پر منحصر ہے۔ یہ
فیصلہ اس فیصلہ کے مطابق ہے، جو اسٹوری نے بحیثیت امریکہ کے جج کے،
مقدمہ پوپ بنام نکرسن (۱۸۴۴) ۳۔ جج اسٹوری۔ ۴۶۵، کیا تھا۔ مرقومہ
(۱۸۶۵) ایل۔ آر۔ آئی۔ کیو۔ بی۔ ۱۱۵ اور ۶۔ بی۔ ایس ۱۰۰ میں
جسٹس، ولو۔ اور پیگاٹ۔ آرٹن، کیٹنگ اور سنگیٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ ذمہ
ایسا ہی ہے جیسا کہ تجویز ہوا، بلکہ مالک جہاز اپنی حفاظت کے لئے، اپنے
نشان (جھنڈے) کے قانون کو پیش کر سکتا تھا۔ اگر کسی مالک غیر کے بندرگاہ
میں ہوتا اور بذات خود، اس نے کرایہ کا معاہدہ کیا ہوتا۔

ناخدائے جہاز کا معاہدہ، باٹمری کے ذریعہ سے، مال محمولہ کو مکفول کر دینے کا
اختیار معاہدہ کرایہ جہاز کا، ایک نتیجہ بھی تصور ہو سکتا ہے، جس کی بنا پر وہ
مال کو، جہاز میں لادنے دیتا ہے۔ اس کے اختیار کا انحصار اس ملک کے قانون
پر ہوتا ہے، جس کا نشان، اس کے جہاز پر نصب ہو۔ اسی کے مطابق، مقدمہ
ڈروج بنام اسٹورٹ یا کرناک (۱۸۶۹) ایل۔ آر۔ ۲۔ پی۔ سی۔ ۵۰۵۔
جج، اول، اور مقدمہ گیٹا نووا رپا (۱۸۸۲)، ۷۔ پی۔ ڈی۔ ۱۳۷۔ جج
بریٹ۔ کاٹن و کاترج میں ہوا، جنہوں نے جسٹس فلیمور کی تجویز کو منسوخ کر دیا
تھا۔ مقدمہ ایکوئیٹر (۱۹۲۱) ا۔ سی۔ سی۔ رپورٹ ۶۷۔ جج، ڈیوک ورتھ
میں یہ طے ہوا: کہ "وہ قاعدہ ۔۔۔ جس کی رو سے، ایک کارندہ، جو اپنے ملک غیر
کے آقا کی طرف سے معاہدہ کرتا ہے، اس کی نسبت، یہ سمجھا جاتا ہے، کہ وہ اپنی
طرف سے معاہدہ کر رہا ہے۔ اس معاہدہ سے متعلق نہیں ہو سکتا، جو جہاز
کی ضروریات، پوری کرنے کے لئے، مالک جہاز کا کارندہ، کسی ملک غیر
کی بندرگاہ میں کرے۔"

ناخدائے جہاز کا، جہاز اور کرایہ جہاز کو، ذریعہ معاہدہ باٹمری مکفول کر دینے کا
اختیار، اسی اصول پر منحصر ہے، جس پر مقدمہ لائیڈ بنام گلبرٹ کے فیصلہ میں

سے، تنگ تر فیصلہ منحصر ہے، کیونکہ اس کے پاس، کوئی اور اختیار، مالک جہاز کو، قرض دینے والے یا کرایہ دار کی رقم کا ذمہ دار بنانے کیلئے، موجود نہیں ہے۔ تو دفعہ (۱۵۰) میں، ہم دیکھ چکے ہیں، کہ جائداد منقول کے متعلق بھی، حقیقی حقوق کا فیصلہ، مثل حق کفالت و ضبط کے، قانون مقام وقوع سے کیا جاتا ہے، لیکن مختاری کے سوال پیدا ہونے کی حالت میں، قانون مقام وقوع، ایسے شخص کی طرف سے، حق مختاری دینے کا مجاز نہیں ہے، جو خود اسکے تابع نہیں ہے۔ جیسا کہ صفحہ ۲۰۰ پر بیان ہو چکا ہے۔

ناخدائے جہاز کا مال مورد فروخت کر دینے کا اختیار، اس قانون پر منحصر ہے، جو اسکے نشان (جھنڈے) کے ملک کا قانون ہے۔ جہاز موسوم گسٹ [۱۸۹۱] پی۔ ۳۲۰۔ جج ہینن کو اور اسیطرح اس سامان کے کرایہ کا حق ہے جس کو ناخدا فروخت کر دیتا ہے: دی انڈسٹری (۱۸۹۴) پی ۵۸ ج گورل بارنس۔ بجز اسکے کہ معاہدے میں کوئی دوسری شرط لگی ہو۔ (دیکھو سی آئی پی ج، اینشر، لوپس و کے۔ جنہوں نے، گورل برنس سے، تعبیر معاہدہ میں اختلاف کیا) سامان فروخت شدہ کے حق کے متعلق، دیکھو صفحات ۱۹۸ و ۱۹۹ اور یہ امر بھی، کہ آیا ناخدائے جہاز نے مال صحیح طریقہ پر پہنچا دیا ہے؟ جہاز کے نشان (جھنڈے) کے قانون پر منحصر ہوتا ہے۔ مقدمہ جہاز اسٹیشن۔ (۱۸۸۹) ۱۴۔ پی۔ ڈی۔ ۱۴۲ ج، برٹ کو

مقدمہ میسری اسٹیم شپ کمپنی (۱۸۸۸) ۴۲۔ چانسری ڈویزن میں صفحہ ۳۲۷ پر جسٹس چٹی لکھتے ہیں: "کہ قانون نشان، نہ صرف تعبیر معاہدات اور حقوق متعلقہ اور معاملات کرایہ میں، استعمال ہونا چاہئے، بلکہ خود معاہدے کی شرائط کی صحت اور غیر صحت کی نسبت بھی"۔

بیمہ کرنے والوں کے مقابلہ میں، قانون نشان کا، کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ مقدمہ گریر بنام پول (۱۸۸۰) ۵۔ کیو۔ پی۔ ڈی۔ ۲۷۲ ج، لوشن و کاکبرن کو

ایام قیام کا شمار، اس دن سے ہوگا، جو اس بندرگاہ میں، جہاں مال اتارنا ہے، روز وصول سمجھا جاتا ہے۔ مقدمہ منارڈن اسٹیم شپ کمپنی بنام

ڈمپ سی (١٨٧٦) ا۔سی۔پی۔ڈی۔٤۔٦٥۔بج، کالرج۔ برٹ۔ لنڈلے:
اس کا تعلق، بجائے عمل معاہدہ کے، زیادہ تر تعبیر معاہدہ سے ہے ؎
اس دفعہ کے مضمون کے متعلق، ملاحظہ ہو: مقدمہ پیٹریاد (١٨٧١)
ایل۔آر۔٣۔اے ٧ و ای۔٦٣٤۔بج، ظیلمو۔ ومقدمہ اسپرس (١٨٧٢)
ایل۔آر۔٣۔اے۔ای۔٥٩٧۔بج، ظیلمو ؎

دفعہ ٢٣٠ عام اوسط [عله] (General average) یعنی اس نقصان کی تقسیم، جو مال کو، اثنائے سفر دریا میں پہنچے۔

بندرگاہ مقصود پر پہنچنے کے بعد، وہاں کے قانون کے مطابق، مال کے نقصان کا جو اندازہ کیا جائے، اسکے حسب حصہ رسدی، مالکان جہاز، ذمہ دار ہیں؛ اور اسیطرح، بیمہ کرنے والے، اس نقصان کے ذمہ دار ہیں، جو
297 اشیا بیمہ شدہ کو پہنچے؛ یا جس کی بابت، اشیا بیمہ شدہ کو حصہ رسدی دینا پڑے؛ اس خطرہ یا اسکے نتائج کی وجہ سے، جس سے بچنے کے لئے، بیمہ کرایا گیا ہے: یا ان مناسب کوششوں کی بنا پر، جو خطرہ مذکور یا اسکے نتائج کو، روکنے کے لئے، عمل میں لائی جائیں۔ مقدمہ سیمس بنام اسکارامنگا (١٨٧٢) ایل۔آر۔٧۔سی۔پی۔٤١٨۔بج، ٹول کیٹنگ۔برٹ ؎ و مقدمہ میرےٹاس (١٨٩٤) پی۔١٠٨۔بج، گورل بارنس، جس کو، لنڈلے۔اے ایل اسمتھ اور ڈیوی نے، بحال رکھا؛ یہ، جہانتک کہ اس کا تعلق، بیمہ کرنیوالوں سے ہے، مقدمہ والپول بنام ایور (١٧٨٩) کے مطابق ہے۔کتاب بیمہ بحری، مصنفہ پارک۔٨۔ایڈیشن صفحہ ٩٨٠۔بج، کنیان ؎ اور مقدمہ نیومین بنام کازالٹ، حسب سابق صفحہ ٨٩٩۔بج، بلر کے نتیجہ سے مطابقت رکھتا ہے؛ اگرچہ اس مقدمہ میں، اسکی بنیاد، رسم ورواج پر رکھی گئی تھی، نہ کسی اصول

[عله] "جنرل ایورج" لفظی معنی، عام اوسط کے ہیں؛ مگر اصطلاح قوانین بحری میں، اس حصہ رسدی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، جو تاجر و دیگر اشخاص، اس نقصان کو باہم تقسیم کر لیتے ہیں، جو جہاز یا جہاز یونکی جانیں بچانے کے لئے، سامان کو، سمندر میں پھینک دینے وغیرہ سے، عائد ہوتا ہے۔ مترجم ؎

قانون پر، مگر اس نے مقدمہ پاور بنام [illegible] (۱۸۹۸ء) ۔۔۔ ۱۹۰۱ء کا اصول تبدیل ہو جاتا ہے جج، ایمن تیچر ورلی بالکنسن جس میں رسم و رواج ثابت نہیں کیا گیا تھا۔ اور قانون [illegible] پایا گیا تھا کہ بیمہ کرنے والا صرف ان نقصانات کے حصہ رسدی کا ذمہ دار ہے، جو بموجب قانون مقام انعقاد معاہدہ قرار پائے۔

دیکھو [illegible] بنام [illegible] (۱۹۰۲ء) ۔۔۔ جسٹس کینیڈا [illegible] ۱۹۰۳ء ۔۔۔ ۲۰۰ ۔۔۔ [illegible] انگلستان ہوا اور مقدمہ برگلا (۱۹۳۱ء) صفحہ ۲۰ [illegible]

دفعہ ۲۳۱ — بیمہ بحری۔

یہ سوال، کہ آیا بیمہ کرانے والا اس امر پر مجبور ہے کہ وہ اس رقم کا حساب، جو اس کو نقصانات کی بابت کسی دوسرے طریقہ پر وصول ہوئی ہو، ایسے بیمہ کرنے والے شخص کو بتائے، جس نے ان نقصانات کی بابت اس کو رقم ادا کی ہو، اس قانون پر منحصر ہے جس کے تحت میں بیمہ کا معاہدہ ہوا ہے۔ مقدمہ برنانڈ بنام روڈوکاناکی (۱۸۸۲ء) ۷ – اے۔ سی۔ ۳۳۳ جج، کا فیصلہ دیکھو جس کے دیکھنے سے اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا، کہ مقصود قانون معاہدہ کا حوالہ دینا تھا، اگرچہ قانون مقامی لکھا گیا ہے۔ نیز دیکھو دفعہ ۲۲۰ و مقدمہ کریئر بنام پول جس کا حوالہ زیر دفعہ ۲۱۹ دیا گیا ہے۔

دفعہ ۲۳۲ — ایک بردہ مال کا معاہدہ، مسافروں اور مال کو، ایک ملک سے دوسرے ملک میں لیجانے کا۔

بار کفالت کی ناجوازی، بربنائے عدم مساوات کے متعلق جسٹس ارل اور جسٹس کیٹنگ کا مقدمہ پرنیلے بنام ساؤتھ ایسٹرن ریلوے کمپنی، (۱۸۶۲ء) ۱۲ – سی۔ بی۔ سلسلہ جدید ۶۳ میں — یہ خیال تھا: کہ اس کا تصفیہ، قانون مقام انعقاد معاہدہ کی رو سے ہوگا، نہ بردہ مال کے ملک کے قانون سے لیکن تصفیہ مقدمہ کیلئے، اس کی نسبت، کسی فیصلہ کی ضرورت نہ تھی۔

ذمہ داری کی ایسی شرائط کے جواز کے متعلق جس سے ذمہ داری مذکورہ محدود ہو جائے، قانون مقام انعقاد معاہدہ، بشرطیکہ وہ بر بندہ مال کا صحیح تک ہو، متعلق ہوگا۔ مقدمہ سپفنیولر اور نشل اسٹیم نویگیشن کمپنی بنام سشنینہ (۱۸۹۶) ۳۔ سو۔ پی۔ سی۔ (سلسلہ جدید) ۲،۲ نج اٹرنز۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۴۸۶۔ مقدمہ کوہمن بنام ساوتھ ایسٹرن ریلوی کمپنی (۱۸۷۷) ۲۔ ای اکیس ڈی۔ ۲۵۳۔ یہاں کمپنی نے معاہدہ ایک ملک غیر میں کیا تھا، جہاں کا قانون، اس معاملہ میں، کمپنی کے ملک کے قانون کے مطابق قرار پایا تھا، مگر ضرورت، اس کی واقع ہوئی تھی، کہ ان دونوں قوانین میں سے، ایک کا انتخاب کیا جائے۔ جسٹس بیگلے کا رجحان، قانون مقام انعقاد معاہدہ کی جانب تھا، اور جسٹس میلیش کا رجحان، کمپنی کے ملک کی طرف، اس خیال سے اکثر فریق ثانی بھی، اسی ملک کا تھا۔ جسٹس بریٹ، موخر الذکر رائے کی طرف، مائل تھے، مگر فریق ثانی کے ملک ہونے یا نہ ہونے کے مسئلہ کو، اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ سمندر میں بر بندگی مال کے متعلق، انٹرنیشنل لا ایسوسی ایشن کانفرنس میں، جو مقام ہیگ ۱۹۲۱ء میں منعقد ہوئی، ایک ضابطہ مرتب کیا گیا تھا، اس کو بعض ممالک کے چیمبرس آف کامرس، بشمول انگلستان، اختیار کرتے جاتے ہیں، مگر بالفعل، ان کو، قانون کا مرتبہ حاصل نہیں ہے۔[۱]

دفعہ ۲۲۳۔ مختاری۔

298 ایسے اصل مالک کا حق دعوی، جس کا نام ظاہر نہ کیا گیا ہو، اس معاہدہ کے متعلق، جو اس کے مختار نے، فریق ثالث سے کیا ہو، اور ایسے دعوی کرنے سے، جو نتائج پیدا ہوں، ان کا انحصار، اس قانون پر ہے، جو معاہدہ سے متعلق ہے، نہ کہ اس قانون پر، جس کے مطابق مخفی معاہدہ، اصل شخص اور اسکے مختار میں ہوا تھا۔

مقدمہ باسفون بنام ہالیڈرڈ (۱۸۸۲) ۹ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۵۳۰۔
بج النڈلے۔ جسٹس بوئن۔

---

[۱] دیکھو مضمون مندرجہ جنرل قوانین متقابلہ بابت ۱۹۲۲ء صفحہ ۲۴۔

دفعہ ۲۲۲ (الف) ایک کمپنی کے مقدم اور معمولی حصہ داروں میں جو معاہدہ ہوگا وہ، زیر قانون کمپنی ہوگا۔ یعنے اس ملک کے قانون کے لحاظ سے جہاں کمپنی کا توطن ہے۔

مقدمہ اسپلر بنام ٹرنر [۱۸۹۷] ۱۔ چانسری۔ ۹۱۱ نج، کیکوچ ؟

دفعہ ۲۲۳ (ب) فروخت سامان کے ایکٹ کی تحت میں، جو معاہدہ ایسے سامان کے مہیا کرنے کے متعلق کیا جائے، جو بائع کے علم میں، ملک غیر میں لیجانے کے لئے ہو، ناجائز نہ ہوگا؛ اگرچہ سامان مذکور، اس ملک میں، بطریق جائز، قابل فروخت نہو۔ اس امر کے متعلق، کوئی معنوی ذمہ واری استنبط نہ کیجائیگی، کہ مال، اس مقام پر جہاں بھیجا جاتا ہے، قابل فروخت ہے۔ مقدمہ سمنز، پرین وکمپنی بنام وب وکمپنی [۱۹۲۱] ۱۔ ڈبلیو۔ این، صفحہ ۳۰۶۔ سی۔ اے نج، بینکیز، اسکروٹن۔ ایٹکنس، جنہوں نے جسٹس بیلہیک کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا۔

دفعہ ۲۲۳ (ج) ایک معاہدہ کے متعلق، جو کہ فرانس کے ڈراما انگلستان میں کرنے کے حقوق کے متعلق تھا، یہہ قرار پایا، کہ وہ فرانسیسی اصول تعبیر کے تحت میں رہیگا۔ مقدمہ سرا بنام فیمس لائکے فلم سروس لمیٹڈ [۱۹۲۱] ڈبلیو۔ این۔ ۲۴۷ ج، آیو، جن کا فیصلہ بحال رہا۔ سی۔ اے [۱۹۲۲] ڈبلیو۔ این۔ ۴۴۔

مقام معاہدہ بصورت معاہدہ غائبانہ

دفعہ ۲۲۴ جبکہ معاہدہ، تبادلہ خطوط یا ٹیلیگرام کے ذریعہ سے کیا جائے تو وہ منعقد متصور ہوگا، جہانتک کہ معاہدہ مذکور، اس مقام میں جہاں سے اس تکمیل معاہدہ کا آخری جواب روانہ کیا گیا ہے، وہ باوقعت متصور ہوتا ہو۔

مقدمہ کوان بنام او کنور (۱۸۸۸) ۲۰۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۶۴۰۔ نج، سٹیفن وہاکنس: معاہدہ نکاح کے ایجاب سے پیدا ہوا تھا، جو ایک خط کے ذریعہ سے کیا گیا تھا؛ یہہ خط، انگلستان سے روانہ ہوا تھا؛ ایجاب بذریعہ خط قبول کیا گیا، جو ڈنمارک سے بھیجا گیا تھا۔ قرار پایا — کہ اس نے انگلستان کا قانون متعلق ہوگا، لیکن اسکی بنیاد، زیادہ تر یہہ تھی: کہ مقام تکمیل معاہدہ، انگلستان قرار پایا تھا۔ مقدمہ سنین بنام ڈکسن [۱۹۰۶] ۲۳۔ ٹی۔ آر۔ ۵۶ نج، برے ؟

ایک پارسل کا ذریعہ ڈاک، ایک ملک سے دوسرے ملک میں بھیجنا، اس ہدایت پر کہ پارسل، ذریعۂ ڈاک روانہ کر دیجائے، مقدم الذکر ملک کا عمل سمجھا جائیگا، نہ کہ موخرالذکر کا: اگرچہ اس کا نتیجہ، موخرالذکر ملک سے پارسل کا روانہ ہونا ہے۔ مقدمہ بادشاہ ایلن و سوڈا فریک بنام مہری جانسن کمپنی ۴؛ و مقدمہ پاسل کمپیل ورکس بنشیہ لیر [۱۸۹۷] ۲۔ چانسری۔ ۳۲۲۔ جج، لنڈلے و اے، ایل۔ اسمتھ؛ جنہوں نے جسٹس، نارتھ کی تجویز کو منسوخ کر دیا؛ جسٹس، ریگبے نے اختلاف کیا؛ تجویز تنسیخ بحال رہی۔ [۱۸۹۸] ا۔ اے۔ سی۔ ۲۰۰۔ جج، ہالسبری۔ ہرشل میکناٹن۔ شینڈ و ڈیوی ؛

جو مختارنامہ اس غرض سے دیا جائے کہ اس کے مطابق، ایک خاص ملک میں عمل کیا جائے، اس کا عمل، اس ملک کے قانون کے مطابق ہوگا۔ مقدمہ چیٹنی بنام برازیلین سب مرائن ٹیلگراف کمپنی [۱۸۹۱] ا۔ کیو۔ بی۔ ۷۹۔ جج، ایشر۔ لنڈلے و جنہوں نے جسٹس، ڈے کی تجویز کو بحال رکھا تھا ؛

299 **دفعہ ۲۲۵** عدالت سے سود، اسی ملک کے قانون کے مطابق دلایا جائیگا جس میں اصل رقم ادا ہونی چاہیے تھی۔

مقدمہ چیپنیٹ بنام زیلا (۱۷۰۰) پری۔ چانسری۔ ۱۲۸۔ ۱۔ ای کیو سی۔ اے۔ اے۔ بی۔ آر۔ ۲۸۹؛ اسکی رپورٹ۔ ۲۔ ورن میں غلط طور سے کی گئی ہے۔ ۳۹۵۔ جج، رائٹ ؛ و مقدمہ ایلیس بنام لائیڈ (۱۷۰۱) ۱۔ ای کیو۔ سی۔ اے۔ اے۔ بی۔ آر۔ ۲۸۹ ؛ و مقدمہ ڈیگانن بنام ہیکٹ (۱۷۰۲) ۱۔ ای کیو۔ سی۔ اے۔ اے۔ بی۔ آر۔ ۲۸۹ ؛ و مقدمہ اسٹیپلٹن بنام کنوائے (۱۷۵۰)۔ وس یسن۔ ۴۲۴۔ جج، ہارڈوک۔ (مقدمہ کونر بنام بلاونٹ (۱۷۴۲) ۲۔ اے۔ ٹی۔ کے۔ ۳۸۲۔ جج، ہارڈوک؛ غالباً یہہ ظاہر ہوا کہ رقم مندرجۂ دستاویز، آئرلینڈ میں ادا ہونیوالی تھی) ؛ و مقدمہ بوڈلی بنام بل ایمی (۱۷۶۰)۔ بر۔ ۴۔ ۱۰۹۴۔ جج، مینسفیلڈ ؛

جس میں اس سود، میں جو مندرجۂ فیصلہ ہے، اور اس سود میں جب پر فیصلہ موثر ہے، فرق کیا گیا ہے، موخرالذکر کے متعلق، قانون مقامی کا اتباع کیا جائیگا۔

ان دونوں مقدمات میں، شرح سود کی بحث تھی، مگر قاعدہ وہی ہے جو اس مسئلہ کے متعلق ہے، کہ آیا سود در سود، ادا ہونا چاہیے یا نہیں ؟۔

مقدمہ فرگوسن بنام فائف (۱۸۴۱)۔ ۸۔ سی و ایف۔ ۱۲۱: نیز، کاؤنٹ اِمرا۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے، کہ جس قدر مقدمات، اس فقرہ میں ذکر کیے گئے ہیں، ان میں، قانون مقام ادا (lex loci solutiois) صریح طریقہ سے، بنیاد فیصلہ نہیں قرار دیا گیا ہے، مگر اس کو بنیاد فیصلہ قرار دینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے؛ نیز، ملاحظہ ہو، مقدمہ کوپر بنام والڈگریو زیر دفعہ ۲۲۹ و زیر دفعہ ۲۰۶۔

چونکہ انگلستان میں سود بیجا (usury) کے تمام قوانین، منسوخ ہو گئے ہیں، اس لیے، صرف ان مقدمات کا ذکر کر دینا کافی ہے، جن پر، ان کے نافذ رہنے کے زمانہ میں، معاہدات کے دوسرے ممالک سے متعلق ہونے کی وجہ سے، غور کرنا پڑا تھا؛ مگر ان مقدمات سے، ہم کسی قاعدہ کے استخراج کی کوشش نہیں کریں گے۔ اگر یہ امر غور طلب ہو، کہ معاہدہ کے جواز پر، ملک غیر کے قانون سود بیجا، کا کیا اثر پڑتا ہے، تو اس کا انحصار، خود اس قانون کی حیثیت اور نوعیت پر منحصر ہو گا۔ مقدمہ ڈیوی بنام اسپان (۱۷۸۹) ۳۔ ٹی۔ آر۔ ۴۲۵۔ نیز، کنیاٹن۔ ایتھرسٹ بنام گرانٹ؛ و مقدمہ ہاروی بنام آرچبولڈ (۱۸۲۵) ۳۔ بی۔ سی۔ ۶۲۶؛ نیز، ایسٹ۔ بیلی۔ لیسٹرلینڈ آئل؛ و مقدمہ مجہول الاسم (۱۸۲۵) ۳۔ بنگ۔ ۱۹۳: اس میں، ججوں کی رائے، ہاؤس آف لارڈز کو بھیجی گئی تھی؛ فیصلہ بیسٹ نے لکھا تھا؛ و مقدمہ ٹامسن بنام پاؤل (۱۸۲۸) ۲۔ سم۔ ۱۹۴۔ نیز، ٹاڈول؛ مقدمہ سیکلرڈ بنام گلبرٹ (۱۸۳۰) ۲۔ ڈسی۔ ۵۰۹۔ نیز، ارسکن۔ روز۔ کراس۔

دفعہ ۲۲۶ — ملک غیر میں، خلاف ورزی معاہدہ کی وجہ سے، جو ہرجانہ عائد ہوا ہو، یا وہ قرضہ، جو ملک غیر میں، واجب الادا تھا، انگلستان میں وصول کیا جاتا ہو، تو ڈگری، انگلستان کے اس قدر سکہ کی ہونی چاہیے، جو، اگر اس ملک میں بھیجی جائے جہاں وہ ادا ہونی چاہیے تھی، اس شاون کے نرخ سے — جو

خلاف ورزی معاہدہ، یا بروقت واجب الادا ہونے رقم کے، یا قرض لینے کے وقت تھا، مقدار رقم مجکری شدہ، یا قرضہ بشمول سود، یا ہرجانہ مندرجہ ڈگری، کے مساوی ہو۔

اس سے قبل کی طبع میں قاعدہ، یہ بتایا گیا تھا — کہ "اس تبادلہ کے نرخ سے، جو ڈگری کے وصول کے وقت ہو" — مگر انگریزی عدالتوں کے اکثر فیصلوں میں، تبادلہ کے نرخ کی عظیم تبدیلیوں کی بنا پر جو ۱۹۱۸ء کی صلح کے بعد واقع ہوئیں، اس اصول پر دوبارہ غور کرکے، تبدیل کی ضرورت واقع ہوئی۔ اب معاہدات بر مندگی مال یا فروخت میں بھی، وہی اصول ہے، جو اوپر بیان ہوا۔ مقدمہ ڈی فرڈیننڈ بنام سائمن اسمتھ و کمپنی [۱۹۲۰] ۳۔ کے۔ بی۔ ۴۰۹۔ سی۔ اے، منج، بینکیز، اسکروٹن۔ ایٹو، جنہوں نے جسٹس رالٹ کی تجویز کو بحال رکھا، و مقدمہ باری بنام وان ڈین ہرک [۱۹۲۰] ۲۔ کے۔ بی۔ ۷۰۹، منج ہلبیک، و مقدمہ رالی برادرس بنام کمپنیا نویرا وغیرہ [۱۹۲۰] ۱۔ کے۔ بی۔ ۶۱۴۔ دیکھو صفحہ ۴۸۹، جس میں مدیون نے، انگلستان میں، دعویٰ دائر ہو چکنے بعد، اپنا دین، ملک غیر کے سکہ میں، جس میں، وہ واجب الادا تھا، وہیں خود دائن کو ادا کر دیا۔ عدالت مرافعہ نے طے کیا: کہ عدالت کو، تبادلہ کے نرخ کے لحاظ سے اسکا انگریزی میں، قرضہ کی مقدار کو متعین کرنے کی ضرورت نہیں رہی، کیونکہ رقم قرض ادا ہو گئی۔ و مقدمہ سوسائٹی ڈی ہوٹلس وغیرہ کمپنی [۱۹۲۱] ڈبلیو۔ این۔ ۲۶۰۔ منج، اور تی: جس کا فیصلہ مرافعہ میں بینکیز، اسکروٹن۔ ایٹکن نے منسوخ کر دیا۔ [۱۹۲۲] ڈبلیو۔ این۔ ۱۶ —

نیز ملاحظہ ہو ضمیمہ ۵۔

300 ٹارٹ (فعل بیجا) اور معاہدات کے مخصوص مقدمات میں، یہ قاعدہ، اور زیادہ وسیع ہو جاتا ہے: جب کسی فعل بیجا کی بابت، ملک غیر کے سکہ میں، مقدار ہرجہ کا صحیح اندازہ کر لیا گیا ہو، تو انگلستان کی تجویز کے لئے، اسکا اس تبادلہ سے — جو ملک غیر کے سکہ میں، حسب قانون، اندازہ کرتے وقت رائج تھا — تبادلہ کیا جانا چاہئے۔ مقدمہ ولٹرنو۔ [۱۹۲۱] ۲۔ اے۔ سی۔ ۵۴۴۔

و [۱۹۲۰] پی ۳۴۴۔ ایچ۔ ایل۔ ج، بکٹ اسٹر۔ سمنر۔ پارکر۔ بنبری۔ کارسن مختلف الرائے۔ یہ مقدمہ اس تصادم سے پیدا ہوا، جو ایک انگریزی اور ایک اٹلی کے جہاز میں ہو گیا تھا؛ اور دونوں کی نسبت، یہ قرار پایا؛ کہ وہ دونوں غلطی پر تھے۔ سوال یہ تھا، کہ جو ہرجہ اٹلی کے جہاز کے مالکوں کو، اس نقصان کی بابت، دلایا جائے، جو ان کو، جہاز کی مرمت کے لئے جہاز کو روک رکھنے سے ہوا، وہ کس تاریخ کے نرخ مبادلہ سے محسوب کیا جائے؟ —— قرار پایا؛ کہ ان تاریخوں کا نرخ مبادلہ لیا جانا چاہیے، جن تاریخوں سے نقصان، جہاز کے رکنے کی وجہ سے عائد ہوا ہو

جب حساب لین دین کی بابت، جو ملک غیر کے سکہ میں مرتب ہوا ہے، عدالت میں دعویٰ ہو اور وہ عدالت سے دلایا جائے، تو نرخ مبادلہ، وہ ہونا چاہیے، جو اس دن تھا جس دن کہ حساب دلایا گیا؛ نہ وہ، جو کہ ہر رقم کے واجب الادا ہونے کی تاریخ پر تھا۔ مقدمہ سینسر بنام پیرس کمپنی [۱۸۹۸] ا۔ چانسری۔ ۱۸۵۔ ج، لنڈلے ور گبیے؛ جنہوں نے کیکوچ کے فیصلہ کو بحال رکھا؛ و اگھان ویس نے اختلاف کیا۔ اختلافی تجویز میں جسٹس، و اگھان ویلیمیس نے وہ قاعدہ تجویز کیا، جو مقدمات متذکرہ صدر میں بیان کیا گیا ہے —— یعنی یہ، کہ جس تاریخ، قیمت کا تعین کیا جائے، وہ تاریخ خلاف ورزی ہونی چاہیے، نہ کہ تاریخ تجویز ہو

بعض مقدمات میں، جو اس سے قبل، انگریزی عدالتوں سے فیصل ہوئے تھے اور جن میں تجویز طلب امر یہ تھا؛ کہ مقدار ڈگری، انگلستان کے دوسرے ممالک کیلئے، کس قدر ہونی چاہیے؟ —— طے ہوا؛ کہ مبادلہ کی شرح، وہ ہونی چاہیے، جو ڈگری کی وصولیابی کے وقت ہو

مقدمہ اسکاٹ بنام بیون (۱۸۳۱) ۲۔ بی۔ اینڈ ایڈ۔ ۷۸؛ ج، ٹنٹرڈن و پارکی وغیرہ؛ مقدمہ کیشش بنام کنیان (۱۸۰۴) و (۱۸۰۵) ۱۱۔ ویس ۳۱۴۔ میں؛ لارڈ ایلڈن نے، اس شخص کے فرض سے بحث کی، جس کو، ایک خاص مقدار رقم، خاص جگہ اور خاص دن ادا کرنی ہے؛ اس کو چاہیے کہ وہ رقم،

اسی دن، وہیں موجود کرے۔ اگر وہ، اپنا معاہدہ پورا نہیں کرتا ہے، تو جہاں دائن، دعوی کرتا ہے، وہاں کے قانون کو چاہئیے، کہ اس کو اسیقدر دلائے، جو اس کو بحالت بجاآوری معاہدہ ملتا۔ اس سے، یہہ نتیجہ نکالا جاتا ہے: کہ اگر معاہدہ میں، مقام اور وقت کا تعین کیا گیا ہو، تو بٹاون کا نرخ، اسیوقت کا محسوب ہونا چاہئیے، جو معاہدہ میں درج ہے۔ مقدمہ بر نام بنام ٹم دہال (۱۸۴۸)

۲۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۲۱۲۔ نیز، ارکچینج ؛

مقدمہ لا سوسائٹی ڈی ہوٹلس وغیرہ بنام کومنگس، اب شایع ہوچکا ہے، (۱۹۲۲)۔ ۱۔ کے۔ بی۔ ۵۱۵۔ لارڈ چیف جسٹس، اینکن نے بطور خاص، اپنی رائے، اس تاریخ کے متعلق محفوظ رکھی، جس تاریخ کی شرح بٹاون سے ایسے مقدمہ میں حساب کیا جانا چاہئیے، جس میں، ملک غیر کے دائن نے، جسے اپنا دین کی رقم، ملک غیر میں، اسی ملک کے سکہ میں واجب الوصول ہو: — انگلستان کی عدالت میں، دین مذکور کے متعلق دعوی دائر کیا ہو۔ مقدمہ منقدرجہ بالا میں، یہہ سوال طے نہیں کرنا پڑا، کیونکہ عدالت کو معلوم ہوگیا تھا، کہ ملک غیر کے دائن کو، جملہ رقم واجب الادا، صدور فیصلہ سے پہلے ادا ہوچکی تھی۔ بظاہر جسٹس موصوف کی رائے کا رجحان، اسطرف تھا — (صفحہ ۴۶۵)، کہ مدیون پر، رقم کا، ملک غیر کے سکہ میں ادا کرنا، اس وقت تک واجب ہے، جبتک کہ دوین، فیصلہ میں مندرج نہ ہوجائے۔ اسکے بعد، اس کی رقم، انگریزی سکہ میں، دلائی جائے گی: جو اس تاریخ کی شرح بٹاون سے، ملک غیر کے سکہ کے مساوی ہوگی ؛

دفعہ ۲۲۶ (الف) یہ امر — کہ بعد نقض معاہدہ، یا بعد داخل تختہ جات حساب منجانب کمپنی بہ اقرار قرضہ، حکم فسخ شراکت کمپنی صادر ہوچکا ہے؛ اور فسخ شراکت کی کارروائی میں، دعوی ثابت قرار پایا ہے: — ملک غیر کے سکہ کو، انگریزی سکہ میں، تبدیل کی تاریخ پر، موثر نہیں ہوسکتا۔ یہہ تاریخ، یا تو نقض معاہدہ کی تاریخ ہوگی، یا وہ تاریخ، جس میں درخواست، داخلہ حساب کی پیش کی گئی تھی۔

مقدمہ برٹش امریکن کانٹیننٹل بنک لیمیٹڈ وگولڈزیہر کلیم و کریڈیٹ جنرل

دیگرانس کلیم [۱۹۲۲] ڈبلیو۔ این۔ صفحہ ۱۰۲ پی او جسٹس الارنس ہو

بل آف ایکسچینج (ہنڈی) پرامیسری نوٹس

اس فصل کے متذکرہ قواعد کے استعمال کے لئے بل آف ایکسچینج اور پرامیسری نوٹس کا میدان، وسیع اور دلچسپ تھا، مگر ایسے قانون کا نفاذ، انگلستان کے واضعان قانون کے ہاتھ میں ہے۔ ۱۹۱۲ء میں جو انٹرنیشنل کانفرنس، ہیگ میں منعقد ہوئی تھی، اس نے بل آف ایکسچینج اور چیک کے متعلق، ایک بین الاقوامی قانون مرتب کیا تھا، جس میں انتخاب قانون کے متعلق، بعض اہم قواعد موجود تھے۔ انگلستان اگرچہ وہ کانفرنس کا ایک رکن تھا، مگر ابتک اس نے معاہدہ پر دستخط نہیں کئے ہیں؛ اور اکثر سلطنتوں نے، جنہوں نے، معاہدہ پر دستخط بھی کر دئے تھے، ابھی تک اسکی تصدیق نہیں کی ہے؛ اس لئے اس کے احکام نافذ نہیں ہیں۔

تناقض قوانین

دفعہ ۲۲۷ "۲۲۷۔ جو بل (ہنڈی)، ایک ملک میں لکھی جائے، اور دوسرے ملک میں منتقل، قبول، یا قابل ادائی ہو، تو اس کے فریقین کے حقوق، فرائض، اور ذمہ داریوں، کا تعین، بطریق ذیل ہوگا۔ 301

(۱) بل کی صحت کا تعین، جہاں تک کہ اس کا تعلق، ضروریات ترتیب (شکل) سے ہے؛ اس مقام کے قانون سے کیا جائیگا، جہاں سے وہ جاری ہوا۔ اور ضمنی معاہدات؛ مثلاً بلا عذر یا عذر کے ساتھ سکارنے، یا ہنڈی لکھنے، وغیرہ، کی صحت کا تعین، اس مقام کے قانون سے ہوگا؛ جہاں معاہدہ (اگر اس کو معاہدہ کہہ سکتے ہیں) ہوا"۔

بشرطیکہ:-

(الف) جب بل سلطنتہائے متحدہ (انگلستان) کے باہر سے جاری ہوا ہو، تو

وہ شخص اس بنا پر تاوان کا ذمہ دار متصور ہوگا کہ ہر مقام اجرا کے قانون کے مطابق، استامپ چسپاں نہیں ہے۔"

(ب) جب ایسا بل، جو کہ سلطنتہائے متحدہ کے باہر سے جاری ہوا ہو، بلحاظ ضروریات ترتیب کے سلطنتہائے متحدہ کے قانون کے مطابق ہو گا، تو وہ ایسے جملہ اشخاص کیلئے — جنھوں نے اس کو منتقل کیا، یا جنھوں نے لیا، یا سلطنتہائے متحدہ میں، اس کے فریق ہوں، — ادائی رقم کے واسطے، قابل نفاذ متصور ہوگا۔"

(۲) "تابع احکام ایکٹ ہذا، بل مذکور کے لکھے جانے، بے عذر یا عذر کے ساتھ سکارنے، یا بیچی لکھے جانے، کی تعبیر، اس مقام کے قانون سے کیجائیگی، جہاں یہ عمل پیدا ہوا۔"

بشرطیکہ — جب اندرون ملک کے بل پر ملک غیر میں بیچی لکھی جائے، تو اس عبارت کی تعبیر جہانتک کہ اس کا تعلق سکارنے والے سے ہے، سلطنتہائے متحدہ کے قانون کی رو سے کیجائیگی۔"

(۳) "بل کو سکارنے یا ادا کے لئے پیش کرنے کے متعلق، جو فرائض، قابض بل پر عائد ہوتے ہیں، اور اسکے متعلق، عذر، یا اطلاع منظوری، یا نامنظوری، کی ضرورت اور کفایت کا تعین، اس مقام کے قانون سے کیا جائیگا؛ جہاں فعل مذکور کا ارتکاب ہوا، یا بل نامنظور کیا گیا۔"

(۴) "جب بل، بیرون سلطنتہائے متحدہ، مرتب ہوا ہو، مگر اندرون سلطنت واجب الادا ہو؛ اور رقم واجب الادا کا تعین، سلطنتہائے متحدہ کے سکہ میں نہ کیا گیا ہو، تو بصراحت شرط کے نہ موجود ہونے کی صورت میں، تاوان کی اس شرح سے رقم محسوب ہوگی، جو شرح بل کے واجب الادا ہونے کے دن، مقام ادائی درشنی ہنڈی کی ہوگی۔"

(۵) "جب بل، ایک ملک میں مرتب ہوا، اور دوسرے ملک میں واجب الادا ہوا، تو اسکی ادائی کی صحیح تاریخ کا تعین، اس مقام کے قانون سے کیا جائیگا؛ جہاں وہ واجب الادا ہے۔"

بل آف اکسچینج ایکٹ بابت ۱۸۸۲ء آئین ۴۵ و ۴۶ وکٹوریا دفعات ۲ و ۶ ۔

اس موقعہ پر دو اہم مقدمات، قابل ذکر ہیں، جن کا فیصلہ، نہ ایکٹ متذکرہ بالا سے ہوا، نہ بل کے فریقین کے حقوق پر، بلکہ ان میں، قانون مقام وقوع جائداد منقولہ کے انتقال کے، عام اصول، کا لحاظ رکھ کر، فیصلہ کیا گیا ہے۔

انگلستان کے ایک مرتبہ بل پر، ناروے میں، الغیر نام کے، پیچھے لکھی گئی! ایسی عبارت ظہری، انگلستان اور نیز ناروے کے قانون سے جائز تھی؛ یہ بل، خارج المیعاد ہونے کے بعد، ناروے میں، ایک تعمیل کی بنا پر، فروخت کر دیا گیا۔ ناروے کے قانون میں، خارج المیعاد بلوں کیلئے، کوئی مخصوص قاعدہ نہیں ہے؛ اس لیئے بذریعہ اس فروخت کے، بل اور اس سے رقم وصول کرنیکا حق، مشتری کیطرف منتقل ہو گیا۔ مشتری کی نسبت، قرار پایا ——— کہ وہ، اس کا مستحق ہے، کہ اس کی رقم، انگلستان میں وصول کرے؛ بلا لحاظ ان اصول نصفت کے، جو انگلستان میں خارج المیعاد بلوں سے متعلق کیئے جاتے ہیں۔ مقدمہ الکاک بنام اسمتھ [۱۸۹۲] ۱۔ چانسری۔ ۲۳۸۔ بنچ، رومر جج کے فیصلہ کو، جسٹس لنڈلے۔ لوپس اور کے نے بحال رکھا۔ ایک چک پر، جو انگلستان کے ایک بنک کے نام، بیرون ملک سے لکھی گئی تھی، ایک جعلی عبارت ظہری، درج ہوئی؛ اس کو، آسٹریا کے ایک بنک نے، پوری قیمت پر، دیانتداری کے ساتھ؛ اور بغیر کسی غفلت کے قبول کر لیا۔ آسٹریا کے قانون کے لحاظ سے، بنک مذکور کا حق، اس رقم سے متعلق مسلم تھا؛ قرار پایا ——— کہ بنک مذکور، اس کا مستحق ہے، کہ وہ رقم انگلستان کے بنک سے وصول کرے۔ مقدمہ امبریکاس بنام اینگلو آسٹرین بنک [۱۹۰۴] ۱۔ کے۔ بی۔ ۸۷۰۔ بنچ، والٹن، یہ فیصلہ بحال رہا۔ [۱۹۰۵] ۱۔ کے۔ بی۔ ۶۷۷۔ بنچ، والگھاٹن ولیمس۔ رومر۔ واسٹرلنگ ۔

دفعہ ۲۲۷ (الف) مقام اجرا کے قانون سے، اس کا فیصلہ کیا جاتا ہے، کہ آیا فلاں دستاویز، تحریر مشروط آف اکسچینج سمجھے جانے کے قابل ہے یا نہیں؛ مقدمہ گارنٹی ٹرسٹ کمپنی نیویارک بنام ہانے کمپنی (۲) [۱۹۱۸] ۱۔ کے۔ بی۔ ۴۳۔ بنچ، بیلیک جج کا فیصلہ، دوسری بنا پر، مرافعہ میں منسوخ ہو گیا۔

[۱۹۱۸] ۲۔ کے۔ بی۔ ۶۲۳۔

اس مقدمہ میں، مدعی علیہم نے جو کہ انگلستان میں، کاروبار کرتے تھے، امریکہ کے تاجروں سے روئی خریدی تھی۔ جنہوں نے قیمت کی بابت، مدعی علیہم کے نام، ایک بل آف اکسچینج، مرتب کر کے، جاری کر دیا۔ مدعیوں نے، جو کہ امریکہ میں، بل آف اکسچینج کا کام کرتے تھے، دیانتداری کے ساتھ، اس بل کو، مع روئی متعلقہ کی بلٹی جہاز کے خرید کر، مدعی علیہم کے پاس، انگلستان میں بھیجدیا۔ انھوں نے بل کو، سکارا؛ اور مدت معینہ کی تکمیل کے بعد، رقم ادا کر دی۔ جہاز کی بلٹی، مصنوعی تھی؛ اور اس کے ذریعہ سے کوئی روئی، نہیں بھیجی گئی تھی، مدعی علیہم کو، جب اس جعل کا حال معلوم ہوا، تو انھوں نے، رقم وصول پانے کا دعویٰ، امریکہ میں، اس بیان سے کیا، کہ بل، جہاز کی بلٹی کی صحت کیساتھ، مشروط تھا۔ امریکہ کی عدالت مرافعہ نے، یہ قرار دیا — کہ معاملہ کا تصفیہ انگلستان کے قانون کے مطابق، ہونا چاہئے۔ اس پر، مدعیوں نے، انگلستان میں، عدالتی کارروائی، اس استقرار کے لئے شروع کی، کہ ان کا بل مع بلٹی کے منظوری کیلئے پیش کرنا، اس امر کا ضامن نہ تھا، کہ بلٹی مال کی صحیح تھی۔ عدالت نے طے کیا، کہ یہ سوال، کہ بل مشروط تھا یا نہیں، بحسب دفعہ ۲۲۷، ترتیب سے متعلق ہے، جس کا فیصلہ، مقام اجرا، یعنی امریکہ کے قانون سے، ہونا چاہئے۔ چونکہ قانون مذکور سے، بل مشروط قرار پاتا ہے، اس لئے مدعی علیہم اپنی رقم، وصول پانے کے مستحق ہیں۔ جو مرافعہ انگلستان میں ہوا، اس میں، یہ طے ہوا، کہ بل کی تعبیر، خواہ انگلستان کے قانون سے کی جائے، یا امریکہ کے قانون سے، حکم غیر مشروط تھا، اور، اس لئے، مدعی علیہم کو، رقم ادا شدہ نہیں لیجا سکتی ہے۔ اس سوال کے متعلق، کہ آیا عدالت کو، یہ مقدمہ، امریکہ کی عدالت کا بھیجا ہوا قبول کرنا چاہئے تھا یا نہیں؟ — صفحہ ۴۸ پر بحث ہو چکی ہے۔

803 **دفعہ ۲۲۸** جز اول، دفعہ ۲۲۷ (دفعہ ۲۲۷ مندرجہ بالا) سے، اس سوال کا تصفیہ ہو جاتا ہے، جس کے متعلق، انگلستان کے نظائر سے، کوئی امر

قطعی طور سے طے نہیں ہو سکا تھا؛ یعنے کیا ایک بل یا نوٹ کے فریق (جہاں تک کہ ان کی ذمہ داری کا انحصار ایسی عبارت ظہری پر ہوتا ہے، جو فریق ثالث لکھتا ہے) اس شخص کو ادا کرنے کا معاہدہ کرتے ہیں، جو کچھ — ایسی عبارت ظہری کی بنا پر لیتا ہے، جو خود اسکے قانون سے صحیح ہے؟ — یا ایسی عبارت ظہری کی بنا پر — جو ان کے قانون معاہدہ کی رو سے صحیح سمجھی جاتی ہے؟ — یہ سوال، ایسی دستاویزات کے متعلق، پیدا ہوتا ہے، جس پر فرانس میں، انتقال کنندہ منتقل الیہ کا نام لکھے بغیر، دستخط کر دیتا ہے — وہاں ایسی عبارت ظہری سے بل یا نوٹ کی ملکیت منتقل نہیں ہوتی؛ اگرچہ انگریزی قانون سے منتقل ہو جاتی ہے۔

مقدمہ ٹریسی بنام وگنیر (۱۸۴۴ء) ا۔ بنگ سلسلہ جدید۔ ۱۵۱۔ ۴۔ سو۔ ایپ۔ سی۔ ۵۹۵۔ بعد ٹنڈل وغیرہ؛ یہ مقدمہ ایک پرامیسری نوٹ کے لکھنے والے کے خلاف تھا؛ یہ پرامیسری نوٹ، فرانس میں واجب الادا، اور بلا نام منتقل الیہ کے تھا۔ فیصلہ بحق مدعی علیہ ہوا؛ اگر یقین کے ساتھ یہ نہیں معلوم ہوا کہ آیا مقام تحریر عبارت ظہری، یا مقام ادا، کی وجہ سے، فرانس کا قانون اختیار کیا گیا تھا۔ مقدمہ لیبل بنام مکروثہ (۱۸۶۹ء) ایل۔ آر ۴۔ کیو۔ بی۔ بعد ہیلر۔ وٹش؛ یہ مقدمہ بل کے سکارنے والے کے مقابلہ میں دائر ہوا تھا؛ یہ بل انگلستان میں واجب الادا تھا، اور فرانس میں بلا نام منتقل ہوا تھا۔ فیصلہ مدعی کے حق میں ہوا۔ مقدمہ بریڈلا بنام ڈیرن (۱۸۶۸ء) ایل۔ آر۔ ۳۔ سی۔ پی۔ ۵۳۸ء میں یہی دعوی، ایک ایسے بل کے سکارنے والے کے خلاف تھا، جو انگلستان میں واجب الادا تھا، اور فرانس میں، بلا نام کے منتقل ہوا تھا۔ جسٹس مونٹیگ نے مدعی کے حق میں فیصلہ صادر کیا؛ مگر جسٹس، بول اور وِلس نے اس کے خلاف کیا؛ ان وجوہ پر، جو مقام تحریر عبارت ظہری کیطرف، اشارہ کرتے تھے۔ اگرچہ انہوں نے، مقام واجب الوصول کی بنا پر، اس میں، اور مقدمہ لیبل بنام مکروثہ میں، امتیاز قائم کیا؛ جس کی طرف جسٹس، ہیلر اور وٹش نے بالکل اعتنا نہیں کیا تھا۔

جو ایکٹ، اس وقت زیر بحث ہے، اس نے مخصوص سوال کو، اس ترتیب

(اشکال دستاویز) کے حق میں فیصل کر دیا ہے، جو قانون مقام تکمیل عبارت ظہری کی رو سے، ضروری ہو؛ جو ہمارے مضمون کے عام اصول، اور اسٹوری کی رائے کے مطابق ہے (کتاب تناقض قوانین دفعہ ۳۱۶ الف)۔ آسانی بھی، اسی نتیجہ کی تائید کرتی ہے؛ کیونکہ عبارت ظہری کے لکھنے والے سے، یہ امید نہیں کیجا سکتی، کہ وہ، ان اشکال ترتیب سے واقف ہوگا، اور ان کا اتباع کرے گا؛ جو اس ملک کے علاوہ، جس میں وہ عمل کر رہا ہے، دوسرے ممالک میں، ضروری متصور ہوتی ہیں۔ لیکن یہ امر قابل لحاظ ہے، کہ اس عام فیصلہ میں، ایک استثنا، ذریعہ شرط (ب) قایم کر دیا گیا ہے، جس کی رو سے، اجازت ہے، کہ ایک بل، انگلستان کی ترتیب کے مطابق، انگلستان کے باہر، مرتب کیا جا سکے ـــ اس غرض سے، کہ وہ، انگلستان میں چل سکے، اور انگلستان ہی میں، اس کی رقم ادا ہو۔

اگر ایسے بل پر، جس کا تصور دفعہ ۵ استثنا میں قائم کیا گیا ہے، انگلستان میں پہنچنے سے قبل، ایسی عبارت ظہری لکھی جائے، جو کہ انگلستان کے قانون کے لحاظ سے صحیح ہو، مگر قانون مقام عمل کی رو سے، غلط ہو، تو کیا ہوگا؟۔

یہ صورت (۱۸۹۹) ۲۰۔ چانسری ڈویژن ۔ ۵۹۰۔ جج، پیرسن، بعدالت بارسیلیز اسٹنشن ریلوے ولین کمپنی، وامال ایج و براڈن میں پیش آئی۔ یہ بل ۱۸۸۲ء کے ایکٹ سے پہلے کے تھے؛ مگر اصول کی بنا پر، وہ، تمام مقاصد کے لئے انگریزی قرار پائے: اور اس بنا پر انکی عبارت ظہری کی تائید کی گئی ہے

شرط (الف) میں، مقام اجرا کے اسٹامپ کو، غیر ضروری قرار دیا گیا ہے؛ اس طور سے، صورت زیر بحث کے متعلق، اس سوال کا فیصلہ ہو جاتا ہے، جس سے، دفعہ ۲۰۹ میں بحث کی گئی ہے۔

304 **دفعہ ۲۲۹** جو ذمہ داری، ایک بل آف اکسچینج کے سکارنے یا اس پر ظہری تو کے لکھنے، سے عائد ہوتی ہے؛ اس کا اندازہ، اس مقام کے قانون سے کیا جاتا ہے؛ جہاں، وہ واجب الادا ہوتے ہیں۔ یہ ایک مشہور مثل ہے: کہ ایام مہلت رعایتی Days of grace کا شمار، مقام ادا کے قانون سے ہوتا ہے۔

بل کا سکارا جانا ــــ ایک عدالتی فیصلہ کی رو سے، جو ایسے مقام میں صادر ہوا، جہاں بل مذکور سکارا گیا، اور واجب الوصول تھا ــــ منسوخ ہو گیا، تو سکارنے والے پر انگلستان میں دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ مقدمہ بروز بنام جینیو (۱۸۲۶) ۶ ج، کنگ ـ تو سلے۔ اسیل۔ کا۔ جانسن ۶۹-۲۔ اسی کیو۔ کا۔ اسی بی آر۔ ۴۴ ۵۔ اسٹرینج ۳۴۔ ؛ جو اگر سکارنیوالا، ادائی رقم میں قصور کرے، تو وہ ادائی سود کا ذمہ دار ہے؛ اس شرح سے، جو اس مقام کا قانون مقرر کرے، جہاں بل واجب الادا تھا۔ مقدمہ کوپر بنام والڈگریو (۱۸۴۰) ۲۔ بیو۔ ۲۸۲۔ ج، لینگ ڈیل۔ نیز دیکھو دفعہ ۲۲۵، کہ ایک ایسے چیک کی صحت کا مدار، جو فرانس میں، انگلستان کے ایک بنک کے نام لکھی گئی ہو، اس رقم کے ادا کرنے کے لئے، جو جوئے میں، بمقام فرانس ہار دی گئی ہو، انگلستان کے قانون پر ہے۔ مقدمہ موس بنام اون [۱۹۰۷] ۱۔ کے۔ بی۔ ۴۶۷۔ متذکرہ زیر دفعہ ۲۱۵؛

مقدمہ سپین بنام کاٹرل (۱۸۶۵) ۳۰۔ ایچ۔ سی۔ ۵۸۹۵؛ ایک پرامیسری نوٹ، فلارنس میں لکھا گیا، لنڈن میں، اسپر تاریخ ڈالی گئی؛ اور وہیں، کاتب کے مختار نے، مکتوب الیہ کو حوالے کر دیا۔ مسئلہ حدود اختیارات کے متعلق، بروئے ایک ایکٹ کے، جو منسوخ ہو گیا ہے، جسٹس، مارٹن، برامول اور چینل نے، یہ قرار دیا: کہ بربنائے حوالگی، معاہدہ کا عمل میں آنا، انگلستان میں سمجھا جائے گا۔

دفعہ ۲۲۶۔ چونکہ، بل آف ایکسچینج کا مرتب کرنے والا یا عبارت ظہری کا تحریر کرنیوالا، اور پرامیسری نوٹ کا عبارت ظہری لکھنے والا، اس ذمہ داری کو، بطریق کافی، ادا کرنیکا ضامن ہوتا ہے؛ جو ان کے منظور کرنے یا مرتب کرنے سے عائد ہوتی ہے، اس لیئے، اس مقام کا قانون، جہاں وہ بل یا نوٹ، حسب شرائط مندرجہ، واجب الادا ہے، تکمیل تعمیل کی نظر سے، منظور کرنے، اور مرتب کرنے والے کی حیثیت سے انکی ذمہ داری پر بھی موثر ہو گا۔

یہ اصول، غالباً دفعہ ۲، کی ضمن ۲ (صفحہ ۲۰۱) سے معطل نہیں ہوتا؛

کیونکہ لکھنے، یا عبارت ظہری ثبت کرنے کی تعبیر، خواہ کسی قانون سے کیجائے، وہ، اس اصول تجارت کے خلاف نہیں ہو سکتی: کہ، لکھنے والا یا عبارت ظہری ثبت کرنے والا، اس کا ضامن ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

سنہ ۱۸۷۰ء کی لڑائی میں، جو فرانس اور جرمنی میں ہوئی؛ اور ان ہنگاموں میں، جو فرانس میں، اس کے بعد برپا ہوئے، فرانس کے قوانین نے، بلوں کی ادائی رقم اور تصدیق عذر protest of bill کی میعاد کی توسیع کر دی تھی، توسیع میعاد کے بعد، تمام کارروائی، اصول کے مطابق ہونگی ۔۔۔ جن لوگوں نے، فرانس کے واجب الادا بل، انگلستان میں لکھے یا سکارے تھے؛ وہ بدستور اسکے ذمہ دار رہے۔ مقدمہ راکٹ بنام اورمین (۱۸۷۵) ایل۔ آر۔ ۱۰ کیو۔ بی۔ ۵۲۵۔ منج، سکاکبرن۔ توضیح۔ کوان تو

ایک بل آف اکسچینج، انگلستان کے ایک شخص کے نام لکھا اور سکارا گیا تھا؛ بل ایک جرمنی رعایا کے حکم پر، واجب الادا تھا؛ اس نے اسکو دوسرے شخص کے حکم پر منتقل کر دیا۔ قرار پایا ۔۔۔ کہ اس امر کے متعلق شہادت لیجا سکتی ہے کہ اس قسم کا انتقال جرمنی کے قانون کے لحاظ سے مفید نہیں؛ بلکہ جائز سمجھا جاتا ہے۔ مقدمہ ہرل لیمپر بنام ریسلین (۱۹۱۴) ۱۲۷ ایل۔ ٹی۔ ۲۰۹ ہ تو

ایسی صورت میں، کہ بل، جو بعد سکارے جانے کے، دشمن کے ملک میں، ۱۹۱۴ء کی جنگ شروع ہو جانے کے بعد، واجب الادا تھے؛ ایک دشمن کی کمپنی نے، جو انگلستان میں کاروبار کرتی تھی، لکھے تھے؛ اور اس کمپنی سے، ایک انگلستان کے بنک نے، ان کو، جنگ سے قبل خرید لیا تھا؛ جس کے پاس، وہ بغیر وصول شدہ پڑے رہے ۔۔۔ انگلستان کے بنک کے دعوی پر، جو دشمن کی کمپنی کے انفساخ کے وقت، اس کے اثاثہ کے مقابلہ میں کیا گیا تھا؛ قرار پایا ۔۔۔ کہ ادا کی صحیح تاریخ کا تعین، دشمن کے ملک کے قانون

305 سے ہونا چاہیئے؛ جہاں وہ بل واجب الادا تھے؛ اور اس قانون سے متاثر ہونا چاہیئے؛ جو دشمن نے، بلحاظ ضرورت کے، اپنے ملک میں جاری کیا تھا؛ اور جس کی رو سے، بلوں کی تاریخ ادا، دوسری اطلاع تک ملتوی کر دیگئی تھی! ۔۔۔ چونکہ وہ وقت، ابتک نہیں آیا ہے، اس لئے دعوی قابل اخراج ہے؛ مقدمہ

فرانک ورراشی [۱۹۱۸] ۱۔ چانسری ۔ ۴۰۰۔ جج ینگر: جس ملک میں بل، واجب الادا ہے، وہاں کے قانون کی رو سے، اگر بل کے قابض کو، نویسندہ بل کے معاہدہ پر، اعتبار ہے، تو تمام مقاصد کیلئے، باہمی طور سے، تاریخ ادا متعین ہونی چاہیئے" (آئی۔ بی۔ ۰۰۸۴)۔ مگر عدالت نے، یہ بھی لکھا: کہ ملک غیر کا قانون، اس درجہ تک حکومت ضابطہ بال ہو سکتا ہے، کہ انگلستان کا قابض بل، یہ دعوی کرے، کہ اس کا معاہدہ، دشمن کی کمپنی کے ساتھ، منسوخ کر دیا جائے؛ اس بنا پر، کہ بدل قیمتی کا وجود، مطلق باقی نہیں رہا لیکن اس مقدمہ میں، دشمن کا قانون بناتا، اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھا گیا؛

مقدمہ ایلن بنام کیمبل (۱۸۴۸) ۶۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۳۱۴، جج پیمبرٹن لیہ: میں، بل کے سکارنے والے کو، اس ملک کے قانون سے، جہاں بل واجب الادا تھا، مجرا واشت کا حق حاصل تھا یہی حق، نویسندہ اور منتقل کرنے والے کو بھی، ان مقامات کے قانون سے، جہاں بل مذکور لکھا اور منتقل کیا گیا تھا، دیا گیا؛ اور اس کا، بلحاظ ذمہ داری کے، تجویز میں، اس قانون سے مقابلہ کیا گیا جس سے سکارنے والے کی ذمہ داری کا تعین کیا جاتا ہے؛ لیکن مجرا داشت مدعی علیہ کی ذمہ داری کی ترمیم یا تخفیف نہیں ہے؛ بلکہ اس کی تکمیل کا ایک ضمنی امر ہے۔ اور اس بنا پر، اس کا تعلق، مقامی قانون سے ہوتا ہے؛ اس طور سے، اگر سکارنے والا، خود مدعی علیہ ہوتا، تو اس کو یہ حق مقامی قانون کی بنا پر حاصل ہوتا، نہ اس مقام کے قانون کی وجہ سے جہاں بل واجب الادا تھا، گرچہ فیصلہ ہوا، وہ صحیح تھا؛ کیونکہ لکھنے اور سکارنے والوں پر، ایسے مقام میں دعوی ہوا تھا جہاں وہ بل کے فریق ہوئے تھے؛ پس اسی جگہ کا قانون، فی الحقیقت مقامی قانون تھا؛

مقدمہ ایلن بنام گبس (امریکہ) میں، بل کے نویسندہ نے، بل کو سکارنے والے کے نام، اس کے مقام قیام پر، جو ایک ملک میں تھا، لکھا تھا؛ سکارنے والے نے، اس کو دوسرے ملک میں واجب الادا کر دیا تھا۔ یہ بالکل صحیح ہے، جیسا کہ تجویز میں لکھا گیا، کہ ایسی تبدیلی سے، بل سے کے

لکھنے والے یا کسی ایسے دوسرے شخص کی ذمہ داری میں، کوئی فرق نہیں پڑ سکتا، جس نے، تبدیل سے پہلے، اس کو سکارا تھا۔

دفعہ ۲۳۱ جس کے نام بل لکھا گیا ہے، اس کا بل آف ایکسچنج کو نامنظور کرنا۔ یا بل آف ایکسچنج کے سکارنے والے، یا پرامیسری نوٹ کے لکھنے والے کا، رقم نہ ادا کرنا۔ یا طریق طلب کی ضرورت، اور کفایت، یا عذر، کے ساتھ منظوری یا نامنظوری کی اطلاع؛ آخری قابض بل کیطرف سے، اس غرض سے، کہ بل کے دوسرے فریقوں پر ذمہ داری عائد ہو: ایسے امور ہیں جن کا تصفیہ، اس مقام کے قانون سے کیا جاتا ہے، جہاں بل واجب الادا ہو۔

یہ قانون مقام تکمیل معاملہ کے ایک اصول کا نتیجہ ہے۔ بل کا لکھنے یا منتقل کرنے (عبارت ظہری لکھنے) والا۔ خواہ کسی قانون کی تحت میں، بل یا نوٹ کا فریق ہوا ہو۔ مگر جہانتک کہ اس کی ذمہ داری کا انحصار، ان افعال پر ہے، جو اس کو مقام ادا پر کرنے ہیں اس کو یہہ خیال رکھنا لازم ہے، کہ وہ افعال، اسی طریقہ پر کرتے ہوئے جسطرح، اس مقام کے قانون میں بتائے گئے ہیں؛ نہ کہ کسی دوسرے طریقہ پر۔ آخری قابض دستاویز دام بلا میں پھنس جائے گا، اگر اس نے، ان افعال کے کرنے میں۔ جو اس کو اس مقام پر اپنے اُن ذرائع کے تحفظ کیلئے، جو اس کو سابق فریق بل کے مقابلہ میں، حاصل ہیں، کرنے چاہئیں: کسی دوسرے قانون کا اتباع کیا!

۳۔ دفعہ ۲۷ (صفحہ ۳۰۱) اس دفعہ کے مطابق ہے؛ اگرچہ پارلیمینٹ سے، عجیب عبارت میں، یہ مضمون ادا کرایا گیا ہے کہ فعل کی ضرورت کا تعین، اس مقام کے قانون سے، کیا جاتا ہے، جہاں فعل مذکور، عمل میں آیا۔ حالانکہ واقعہ یہہ ہے، کہ جب فعل نہیں واقع ہوتا، وہاں ضرورت کا سوال پیدا ہوتا ہے۔

306

دفعہ ۲۳۱ سے، جو مقدمہ پیدا ہوا، اس کا تصفیہ، اس دفعہ کے مطابق کیا گیا۔ مقدمہ رتس چائلڈ بنام کرتی (۱۸۴۱) - ا - کیو - بی - ۴۳ - ۴۔ پی - ڈی - ۷ - ۴۷ - جج، ڈینیٹ، لٹل ڈیل - ویٹس کولرج، مقدمہ ہرشفلڈ بنام اسمتھ (۱۸۶۶) - ایل - آر - ا - سی - پی - ۳۴۰ - جج، بائیس کیننگ - متفقہ مقدمہ ہارنی بنام بو کے (۱۸۷۸) ۳ کیو - بی - ڈی - ۵۱۴ - جج، بریٹ۔

براتویل - کاٹن نے، مقدمہ راکٹ بنام اوربین، متذکرہ تحت دفعہ ۲۳۰ : میں بحث، نہ صرف وقت ادا کی توسیع کے متعلق تھی، بلکہ طلب کے کافی ہونے، اور عذر اور اطلاع کے وقت مقررہ کے اندر پیش کئے جانے سے متعلق بھی تھی :۔ اور جہانتک، مقدمہ کا تعلق، ان امور سے ہے، وہ دفعہ ۲۳۱ کے لئے مزید سند ہے ؛

دفعہ ۲۳۲ جب کوئی شخص، بل یا نوٹ پر، عبارت ظہری ثبت کرنے کی وجہ سے، باضابطہ طریقہ سے، اس کا ذمہ دار ہو جاتا ہے تو — جو اطلاع، اس کو، ایسے شخص کو — جس نے، خود اس کے نام، عبارت ظہری لکھی تھی، یا اگر کوئی درمیانی فریق نہ ہوا تو خود نویسندہ کو — دینی چاہئیے ! اسکا انحصار، اس قانون پر ہوگا، جو اس معاہدہ سے متعلق ہے، جو عبارت ظہری کے ثبت کرنے یا بل یا نوٹ کے لکھنے سے پیدا ہوتا ہے۔

ہر بل کا لکھنے والا، اور ہر بل یا نوٹ، پر عبارت ظہری ثبت کرنے والا، بعد کے آنے والے فریق سے، اس امر کا معاہدہ کرتا ہے، کہ ذمہ داری کی باضابطہ اطلاع وصول ہونے پر، وہ رقم مندرجہ بل یا نوٹ ادا کرے گا؛ اور جس حالت میں، کسی خاص مقام کے طریقوں کی پابندی سے بحث ہوگی، تو ایسی اطلاع کی صحت یا غیر صحت کا اندازہ، معاہدہ کے قانون سے کیا جائے گا۔

دفعہ ۲۷ کے ضمن ۳ کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے، کہ نامنظوری بل کی جو اطلاع، قابض بل کیطرف سے دیجائے، اس کا کافی سمجھا جانا، اس مقام کے قانون پر منحصر ہوگا، جہاں بل مذکور نامنظور کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ — کہ "جہاں یہ فعل عمل میں آیا" — مع اس کے ضمیمہ کے — "یا جہاں نہ عمل میں آیا" — جس کا سمجھا جانا لازم ہے، بظاہر، عذر سے متعلق معلوم ہوتے ہیں۔ جو اصول، اس سے مستنبط ہوتا ہے، وہ دفعہ ہذا کے اصول کے خلاف پڑتا ہے؛ مگر اسی اصول کو، مقدمہ بارنے بنام راکٹ، مندرجہ تحت دفعہ ۲۳۱ میں بصراحت، ہر جج نے اختیار کیا ہے؛ اور وہ بلحاظ اصول کے ایسا مضبوط ہے، کہ اس کو جنبش نہیں ہو سکتی۔ میں نہیں سمجھتا، کہ ایکٹ کی بنا پر، ایسا مستند اصول، باطل کر دیا جائے گا؛ غالباً آسان طریقہ اس نتیجہ سے

محفوظ رہنے کا، یہ ہوگا: کہ ضمن ۔۳۔ کی، یہ تعبیر کیجائے، کہ اس کا تعلق صرف اخیر قابض سے ہے۔ اور یہ پارلیمنٹ کے ایکٹ کے الفاظ کا، ایسا توڑ موڑ ہوگا؛ جیسا بعض اوقات، ضرور، کرنا پڑتا ہے؛ اگر یہ ممکن بھی ہو، کہ الفاظ، جہاں فعل عمل میں آیا ہے کا تعلق، اطلاع نامنظوری سے سمجھا جائے، تو اس سے بھی، کام نہیں چل سکتا؛ کیونکہ ممکن ہے، جس کے نام، عبارت ظہری لکھی گئی ہے، اور جو اپنے سے ما قبل قابض نہیں ہے، اس کو، اپنی عبارت ظہری کے لکھنے والے کے نام، اس قسم کی اطلاع، ایسے ملک میں دینی پڑے، جہاں، عبارت مذکور ثبت ہوئی ہو۔

مقدمہ ہارنی بنام راکٹ میں، ایک اور بحث، جو اب تک پیدا نہیں ہوئی تھی، پیش آئی؛ مگر اس کا فیصلہ نہیں ہوا۔ بحث یہ تھی؛ کہ جب، ایک بل یا نوٹ کی بابت، ایک عبارت ظہری لکھنے والا، باضابطہ طریقہ سے، ذمہ دار ہوجائے؛ اور جو عبارت ظہری، خود اس کے نام لکھی گئی تھی، اس پر جو قانون نافذ ہو، وہ، اس قانون سے مختلف ہو جس کی تحت میں، اس سے قبل کی ایک عبارت ظہری لکھی گئی تھی؛ یا جو بل کے لکھنے سے متعلق ہو؛ اور شخص مذکور، بالواسطہ عبارت ظہری کے لکھنے والے کو چھوڑکر، سابق عبارت ظہری یا بل کے لکھنے والے کو، ذمہ دار قرار دینا چاہے؛ تو اطلاع کے کافی یا ناکافی ہونے کا اندازہ، کس قانون سے کیا جا سکتا ہے؟ اس سوال میں، ان معاہدات کی تعبیر کی بحث آجاتی ہے، جو ایک بل کے لکھنے، اور اس کو جاری کرنے، یا جو بل یا نوٹ پر عبارت ظہری کے لکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

دفعہ ۲۳۳ ایک بل کا لکھا جانا، اور جاری کیا جانا، یا ایک بل یا نوٹ پر عبارت ظہری کا ثبت ہونا، عام طریقہ سے، اس مقام کے قانون کے تابع ہوگا، جہاں بل یا نوٹ پر نویسندہ، یا عبارت ظہری کے لکھنے والے نے دستخط کئے؛ لیکن اگر یہ دستاویز، اس طرح سے دستخط ہونے کے بعد، دوسرے ملک میں، قبول کرنے والے (taker) کے پاس بھیجی جاتی ہے، تو چونکہ معاہدہ، قبول کے بعد ہی مکمل ہوتا ہے، اس لئے اس کا تعلق، اسی مقام کے قانون سے ہو جاتا ہے۔

مقدمہ ہارنی بنام راکٹ (۱۸۷۸)، ۳- کمو- پی- ڈی (۱۸۷۸)

307

۲ - کیو - بی - ڈی، بابت عبارت ظہری - دیکھو! مانٹگومرٹی - برٹ صفحہ ۵۱۵،
— براتویل صفحہ ۵۲۱۔ کاٹن صفحہ ۵۲۳ - ۵۲۴ ڈینیز - ملاحظہ ہو! بیمین
بنام کاٹرل، متذکرہ تحت دفعہ ۲۲۹ کو

دفعہ ۲۳۴ اگر بل آف ایکسچینج نہ سکارے جانے، یا بعد سکارے جانے کے، بروقت مقررہ، رقم ادا نہ ہونے سے، مسترد ہو جائے! تو قابض، اس کا مستحق ہے، کہ — موخر الذکر صورتیں، سکارنے والے — اور، دونوں صورتوں میں، بل کے دوسرے فریق سے، — بحیثیت ضامنوں کے، رقم مندرجہ، بطور ہرجہ مع سود کے، اس وقت سے، جب سے، رقم واجب الادا ہوئی! یا بحالت سکارے جانے کے، واجب الادا ہوئی! — مقامی شرح سود کے حساب سے، خرچہ سمیت، وصول پائے - ممکن ہے، کہ اس کو، اپنے نقصان کی تلافی کی بابت، جدید بل کے اجرا Re-exchange کی ضرورت واقع ہو: یعنے، وہ اس امر کا مجاز ہے، کہ ایک جدید درشنی بل، اس بل کے لکھنے یا سکارنے والے کے نام، اس مقدار رقم کا جاری کرے، جو اگر ایسے مقام پر فروخت کیا جائے، جہاں کہ اصل بل واجب الادا تھا، تو اس سے، مقدار متذکرۂ بالا وصول ہو جائے - جس کے نام، جدید بل، جاری کیا جائے گا، اس کے پاس، سابق بل بھی بھیجدیا جائیگا! اور وہ، مقدم الذکر بل کے ادا کر دینے پر، موخر الذکر بل کا مستحق ہو جائیگا؛ اور اگر قدیم بل کا، کوئی سکارنے والا ہے، تو وہ، اس سے، اسقدر رقم، جو اس نے، خود ادا کی ہے، بطور ہرجہ کے، جو اس کو، بل کی نامنظوری کی وجہ سے، دینی پڑی، وصول کر سکے گا۔ اگر کوئی جدید بل نہ لکھا جائے، تب بھی اس تجدید بل کے اصول سے، اس مقدار کا تعین ہو جاتا ہے، جو قابض، نویسندے، یا عبارت ظہری لکھنے والے، سے — اور جو لکھنے والا، یا عبارت ظہری ثبت کرنے والا، سکارنے والے، سے (اگر کوئی ہو) — وصول کر سکتا ہے؛ یہ فرض کر کے، کہ اس نے، خود رقم ادا کر دی ہے، یا رقم مذکور، اس سے طلب کیجا لی ہے: اور اس کا ادا کرنا، اس پر لازم ہے؛ اگر نویسندہ بل یا عبارت ظہری کے ثبت کرنے والے کا معاہدہ، جس کے مقابلہ میں، قابض کو چارہ کار حاصل ہے، ایسے قانون کا تابع (اس کے متعلق دیکھو! دفعہ ۲۲۳) ہے، جس میں، اصل بل کی مقدار پر، بہ اصول تجدید بل (Re exchange)

308 بجائے جدید بل (Redraft) کی جملہ رقم، یا بجائے کسی جز کے ــــ جو مقدار رقم میں شریک ہو، ایک خاص فیصدی مقرر ہے، تو خواہ، جدید بل، جاری کیا جائے یا نہ کیا جائے، اس قانون سے ــــ نویسندے یا ایسے عبارت ظہری کے ثبت کرنیوالے ــــ اور زاید وصول کرنے کی حالت میں، اس کے سکارنے والے ــــ کی ذمہ داری کا تعین، کیا جائے گا۔

مقدمہ فرانسس بنام رکر (۱۷۶۸) ۱ ملر۔ ۲۶۷۔ بج، کاڈن۔ ومقدمہ ایرول بنام تامس (۱۷۸۷) ۲۔ ٹی۔ آر۔ ۲۱۵۔ بج، آبر۔ وکرامپٹن۔ ومقدمہ واکر بنام ہلٹن (۱۸۰۶) ۱۔ ڈی۔ ایف وجے۔ ۶۰۲۔ بج، کیمبل۔ نائٹ بروس۔ وٹرنر۔ ومقدمہ سوسی بنام پاپی (۱۸۶۰) ۸۔ سی۔ بی سلسلہ جدید ۵۳۸۔ بج، بائیلیس۔ ارل وغیرہ؛ مقدمہ جنرل ساوتھ امریکن کمپنی (۱۸۷۷) ۷۔ چانسری ڈویژن۔ ۶۳۷۔ بج، سیلنس؛ جو فریق، سکارنے والے پر دعوے کرے، اس کیلئے، یہ ضرور نہیں ہے، کہ اس نے، تفاوت تجدید بل پر ادا کر دیا ہو؛ اگر وہ، اس سے طلب کیا جاتا ہے، اور وہ، اس کا ذمہ دار ہے، تو یہ کافی ہے۔ مقدمہ ڈی ٹاسیٹ بنام بارنگ (۱۸۰۹) ۱۱۔ ایسٹ۔ ۲۶۵۔ بج، ایلن برو۔ وغیرہ؛ مقدمہ نبیئر بنام شنیڈر (۱۸۱۰) ۱۲۔ ایسٹ۔ ۴۲۰۔ بج، نامعلوم؛ کی نسبت، یہ سمجھا جا سکتا ہے، کہ وہ صرف ایک دعوی، قابض کیطرف سے، سکارنے والے پر تھا؛ جس میں چارہ کار نہیں ملا؛ اور مقدمہ ویسلے بنام کرافورڈ (۱۸۱۰) ۲ کیمپ۔ ۴۴۵۔ بج، ایلن برو۔ ان دونوں مقدموں میں، کوئی قانونی مسئلہ طے نہیں ہوا؛

جو بل، نامنظور ہوئے، وہ ایک کمپنی نے، ایک ملک سے دوسرے ملک میں، اپنے ہی نام لکھے تھے۔ بل، انہیں فریق کے ہاتھ میں رہے، جن کو، کمپنی نے، پہلے ملک میں، ایسے معاملات کے متعلق دیئے تھے؛ جن میں، انکا ادا کیا جانا، دوسرے ملک میں پیش نظر نہ تھا۔ قابض بل، از قسم تفاوت تجدید بل، کمپنی سے بحیثیت نویسندہ بل کے، ہرجہ پانے کے مستحق نہ تھے: بلکہ صرف اس کے مجاز تھے، کہ بل کو، بطور پرامیسری نوٹ کے، کام میں لائیں:

یا ان حقوق کو استعمال کریں، جو ان کے قبول کی بنا پر ملتوی ہو گئے تھے۔
مقدمہ پیینس بنام ایرس (۱۸۷۷) ۳ - ۱ - اے - بی - کا - ۱۳ - ۱ - نج،
کا قول ہے۔

بمقدمہ گبس بنام فرمونٹ (۱۸۵۳) ۹ - ای ایکس - سی - ایچ - ۲۵ - جج، ایلڈرسن - مارٹن - وغیرہ) - یہ قرار پایا، کہ ایسے بل، کا لکھنے والا، جو نہ سکارے جانے کی وجہ سے مسترد کر دیا گیا ہو، قابض بل کے مقابلہ میں ذمہ دار ہوگا؛ اور اس کو مقام ادائے بل کی شرح کے مطابق، سود دینا پڑے گا۔ بل کو سکارنے، اور نامنظور کر کے رقم نہ دینے میں فرق ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کی گئی؛ اور نہ اس سے انکار کیا گیا، کہ ادا کئے جانے کے مقام پر جو شرح سود کی مقرر ہو، وہی اس کے نقصان کا معاوضہ ہے، جو ایک شخص کو، دونوں صورتوں میں اٹھانا پڑتا ہے۔ مگر اس معمولی اصول کے بجائے؛ کہ نویسندہ، سکارے جانے اور رقم کے ادا کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہ اصول قائم کیا گیا، کہ وہ ادائے رقم کا حکم دیتا ہے، اور اس بات کا معاہدہ کرتا ہے، کہ اگر ایسا حکم نتیجہ مطلوبہ نہ پیدا کرے گا، تو بل کی رقم، بمقام تحریر بل، وہ خود ادا کریگا۔ یہ اصول، اس اصول سے —— جس کی بنا پر تفاوت کی رقم، ذریعہ تجدید بل، حاصل کیجاتی ہے، نہ صرف شرح سود کے جز میں، بلکہ تمام امور میں —— مختلف ہے؛ اور جن دو امور پر راکٹا بنام اورین (دفعہ ۲۳۰) کے فیصلہ کی بنیاد قائم کی گئی ہے، ان میں، پہلے امر کا بھی نقیض ثابت ہوتا ہے تو مقدمہ گبس بنام فرمونٹ کو، فیصلہ کرتے وقت —— عدالت پر اس اصول کے اثر کے لئے، جو مقدمہ ایلن بنام کمبل میں، طے ہوا تھا؛ دیکھو! زیر دفعہ ۲۳۰ - مقدمہ اوریال بنام ہاسس (امریکہ) —— جسٹس گرے نے لکھا، کہ سود، جو تجدید بل کی مقررہ شرح سے دلایا جائیگا، وہ، وہی ہوگا، جو مقام ادا کی شرح کے مساوی ہوگا۔ دفعہ ۲۲۹ کے اصول پر بل آف ایکسچینج کے ایکٹ بابت سنہ ۱۸۸۲ کا کوئی اثر نہیں ہے؛ مقدمہ گلیسپی و مقدمہ بحوالہ روبارٹی (۱۸۸۵)

۱۶۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۲۔ ۷۰۲۔ بج، کیو۔ بی۔ ڈی (۱۸۶۱ء) ۱۸۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۲۸۶۔
بج، ایشر۔ بنام لے دو پیس؛ نیز ملاحظہ ہو بمقدمہ کمرشل بنک ساؤتھ آسٹریلیا
بنام نارتھ، بج ۔۵۲۲۔ چانسری ڈویژن ۳۶ (۱۸۸۷ء)

ذمہ داریاں جو مماثل معاہدات سے پیدا ہوتی ہیں

(Obligations quasi ex contractu)

جو ذمہ داری، مماثل معاہدات (مثل، فعل بیجا (ٹارٹ) سے، پیدا ہو، اس کا باعث، کسی فریق کا کوئی فعل ہوتا ہے؛ گر وہ معاہدہ کی ذمہ داریوں سے، اس لحاظ سے مشابہ ہے، کہ جو فعل، اس کا باعث ہوتا ہے، وہ جائز ہوتا ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں، کہ روما کے قانون میں مماثل معاہدات سے جو ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہیں، ان کے لئے
309 مخصوص عدالت، اس مقام کی عدالت ہے، جہاں سے، اس فعل کا سب سے زیادہ حقیقی تعلق ہے، جو اس کا باعث ہوا ہے؛ اور اس میں مطلق کسی شک کی گنجائش نہیں، کہ ایسی ذمہ داری کا قانون، عام طور سے، اسی مقام سے اخذ کیا جانا چاہئے۔ مثلاً جو ذمہ داری، شوہر پر، اپنی زوجہ کے، قبل از ازدواج کے قرضہ کی بابت، عائد ہوتی ہے؛ وہ ذمہ داری، از قسم مماثل معاہدہ کے ہے۔ جس فعل سے، یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، وہ ازدواج ہے؛ اور اس کا سب سے زیادہ حقیقی تعلق، اس مقام توطن سے ہے، جہاں ازدواج، عمل میں آیا؛ اور نیز اس وجہ سے، کہ اسی مقام کا قانون، ان اثرات کو متعین کرتا ہے، جو ازدواج سے، کم از کم، زوجہ کی جائداد غیر منقولہ پر، پڑتے ہیں۔ قرضہ قبل از ازدواج کی ذمہ داری، شوہر پر، الفاظاً کسی طرح عائد نہیں کی جا سکتی، بجز اس کے کہ اس کے معاوضہ میں، قانون، اس کو، زوجہ کی جائداد میں، کوئی حق عطا نہ کرے۔ اسی قسم کے استدلال سے، معاہدہ کی ذمہ داری میں، قانون مقام معاہدہ کو، بمقابلہ قانون مقام ادا کے، ترجیح دی ہے۔ وہی اس موقعہ پر، مقام انعقاد ازدواج کو ـــــ جہاں وہ فعل، جو مماثل معاہدات کا باعث ہوا، وقوع میں آیا؛ ـــــ بمقابلہ مقام توطن کے، جس سے، اس فعل کو زیادہ تر حقیقی تعلق معلوم ہوتا ہے ـــــ ترجیح دے رہا ہے

دیکھو! مقدمہ دی گریگی بنام ولس (۱۸۷۹) ۴ ۔ سی ۔ پی ۔ ڈی ۲۹۲ ۔ جج، گرتیو دولیتی؛ اس میں، ایک شخص متوطن انگلستان نے، منکوحہ عورت کی جائداد کے ایکٹ سنہ ۱۸۷۰ کے نفاذ کے بعد، انگلستان ہی میں، نکاح کیا تھا؛ قرار پایا، کہ وہ، اس قرضہ کا، جو اس کی زوجہ نے نکاح کے قبل بمقام جرسی لیا تھا، اس اثاثہ سے زیادہ کی بابت، ذمہ دار قرار نہیں پاسکتا، جو اس کو حسب ایکٹ مذکور، اسکی زوجہ کیطرف سے ملا تھا۔ مگر جسٹس، لوپنش کی یہ رائے تھی؛ کہ باوجود انگلستان کے توطن کے، اگر ازدواج، جرسی میں واقع ہوا ہوتا، تو اس کی ذمہ داری، اس سے زیادہ ہوتی؛ جسٹس گرتیو نے، لکھا: کہ ممکن ہے، کہ ایسا ہوتا مگر

310

فصل سیزدہم

وجوبات کا منتقل اور زائل ہونا

یہ قانونی مقولہ کہ "ہر معاہدہ، اسی طرح فسخ ہونا چاہئے، جس طرح وہ منعقد ہوا تھا"، ہمیشہ یہ خیال پیدا کرتا ہے، کہ ان سوالات کا: کہ کونسا قانون، وجوبات کو پیدا کرتا ہے اور کونسا قانون، اس کو زائل کر دیتا ہے، کسی نہ کسی طرح، ایک دوسرے سے متعلق ہونا چاہئے؛ مگر اس تعلق کی نوعیت، اور مقدار، کی نسبت آرا میں بعید انتشار اور اختلاف رہا ہے — اس انتشار کی ایک وجہ، یہ ہے، کہ وجوب، اور اس کے متعلق، حق دعوی میں، امتیاز اور فرق، قائم کرنے کی کوشش کیجاتی ہے؛ گویا کہ ذمہ داری یا رشتۂ قانونی (Vinculum juris) جو معاہدہ یا فعل بیجا (ٹارٹ)، سے پیدا ہوتا ہے، وہ حق دعوی سے جدا ہے۔ حقوق مالکانہ میں، اس نوعیت کا فرق، کم و بیش سمجھ میں آسکتا ہے۔ جن صورتوں میں، مادی قبضہ ممکن ہے، وہاں قانون کو، استفادہ سے بحث کرنی ہوتی ہے، جو بلا تعلق اس کے، بذات خود، ایک علیحدہ وجود رکھتا ہے؛ اور یہ تصفیہ کرنا پڑتا ہے: کہ اس استفادہ کا، بہ بحالی یا بہ عطائے قبضہ، کون شخص، مستحق ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد، مرجح دعویدار کا حق استفادہ، بمقابلہ ہر غاصب کے خواہ وہ کوئی ہو، محفوظ ہوجاتا ہے۔ اب اس حق، اور اس حق دعوی میں، جو اس کو، حقیقی غاصب کے مقابلہ میں، خواہ وہ کوئی ہو، حاصل ہوتا ہے، فرق کیا جاتا ہے! اور یہی حقیقی چارہ کار ہے، جو اس کو، اپنے حق کی حفاظت کیلئے، دیا جاتا ہے بعض اوقات، حق مالکانہ، بلا واسطہ قبضہ سے علیحدہ ہوتا ہے؛ لیکن، اگر اس کے تصورات کی، پوری طور سے تنقیح کیجائے، تو اس کی تہ میں بھی، قبضہ کا تصور ضرور پایا جائے گا؛ جہانتک کہ اس کا تعلق، مادی اشیاء سے ہے؛ خواہ وہ منقولہ ہوں، یا غیر منقولہ۔ اسلئے

جو قانون کسی شے کی ملکیت کے متعلق، میعاد قائم کرتا ہے، اس کی نسبت، یہ کہنا
صحیح ہوگا؛ کہ اس کا مقصد یہ ہے، کہ وہ مانع حق ہو؛ اور جب حق باقی نہیں رہا، تو کوئی
چارہ کار نہیں مل سکتا۔ لیکن ایک معاہدہ یا فعل بیجا کے دعویٰ میں، بلا لحاظ قانون
کے، امید ہوتی ہے؛ اگرچہ استفادہ نہیں ہوتا۔ یہاں قانون کو، یہ غور نہیں کرنا پڑتا،
کہ وہ حق، کس کو دے گا؛ بلکہ صرف یہ سوچنا پڑتا ہے، کہ آیا حق دینا چاہئیے یا نہیں؟ اور
جب حق دیا جاتا ہے، تو وہ، صرف بمقابلہ معاہد، یا فعل بیجا کنندہ کے نافذ ہوتا ہے۔
ان لوگوں کے مقابلہ میں جو حق دیا جاتا ہے، اس میں اور معاملہ متعلقہ کے کسی وسیع تر
حق میں، امتیاز نہیں کیا جاتا؛ اور نہ وہ کسی وسیع تر حق کی حفاظت کے لئے، بطور چارہ کار
کے دیا جاتا ہے؛ بلکہ وہی، بجائے خود، حق ہوتا ہے۔ اس لئے جو قانون، معاہدات
یا فعل بیجا کے دعاوی کے لئے، میعاد مقرر کرتا ہے، اس کی نسبت، عموماً اور صحت کے ساتھ،
یہ کہا جاسکتا ہے، کہ وہ، مانع دعاوی ہے؛ اور جب دعویٰ جاتا رہا، تو کوئی وجوب باقی
نہیں رہتا۔ 311

جب کوئی حق، بربنائے معاہدہ یا فعل بیجا، ایک مرتبہ، دیدیا گیا، تو اسکی نوعیت
جائداد کی ہوجاتی ہے؛ اور وہ، اس شخص کی دولت میں، شمار ہونے لگتا ہے، جس کو، وہ،
دلوایا گیا تھا؛ اور اس حیثیت سے، وہ، بشرط اجازت قانون، منتقل ہوسکتا ہے؛ اور
اس کی فوت ہوجانے پر اسکے ورثاء کو، وراثت میں پہنچ سکتا ہے۔ یہ حق، خواہ فریق
ثالث کے تعلقات میں، جائداد سے، کتنا ہی کیوں نہ مشابہ ہو، مگر وہ، ایک طرف
حقدار اور دوسری طرف معاہد، یا فعل بیجا کنندہ، اور اس کے قائم مقاموں کے
درمیان میں وجوب ہی رہتا ہے۔ ایسے مقدمات میں بھی جیسے کہ پیٹنٹ اور
کاپی رائٹ کے ہیں، جن میں قانون، ایک فریق کے حق میں، یہ حکم دیتا ہے؛ کہ خاص عمل،
اگر کوئی دوسرا شخص کرے گا، تو وہ، مرتکب فعل بیجا متصور ہوگا۔ ایک جائداد پیدا
کردیتا ہے، جو اکثر صورتوں میں نہایت قیمتی ہوتی ہے۔ پہلے فریق کا حق نالش
بمقابلہ دوسروں کے، جائداد کی تحت میں آئے گا؛ نہ صرف اسکی حفاظت کا، ایک
چارہ کار متصور ہوگا۔ مادی اور غیر مادی اشیاء میں، فرق ہونا لازم ہے۔ مادی اشیاء کی
ملکیت، اس استفادہ کا قانونی ضابطہ ہے، جو بلا تعلق قانون کے، موجود ہے:

برخلاف اسکے، غیر مادی اشیاء کی ملکیت میں، یہ تصور شامل ہے کہ وہ شے جس کا یہ یا ضابطہ استفادہ ہے، قانون کی پیدا کی ہوئی ہے؛ اور وہ شے، حق ہے نہ کہ جائداد۔

اس اصول سے، کہ معاہدہ اور فعل بیجا کے مقدمات میں، حق دعوی ایک رشتہ قانونی (Vinculum juris ہی ہے، جو نتیجہ نکلتا ہے، وہ یہ ہے:۔ کہ جب کسی وجوب کی نسبت، یہ کہا جاتا ہے کہ وہ قانون مقام معاہدہ یا مثلاً علاوہ یا قانون مقام ارتکاب فعل بیجا، کے تابع ہے، تو اس کا صرف یہی مطلب ہوتا ہے: کہ اس کا وجود، الہر وقت، ان میں سے کسی ایک قانون پر، محول کیا جا سکتا ہے۔ یہ فرض کرنا، خود ذمہ داری کی نوعیت کے خلاف ہوگا، کہ اس کا ابتدائی وجود، علیحدہ طور سے، اس کے مناسب قانون پر، اس طور سے محول کیا جا سکتا ہے، کہ وہ، اس کے بعد سے، ایک ایسا مستقل وجود متصور ہونے لگے، جس پر، دوسرا قانون دست اندازی کر کے، اس کو منتقل یا نافذ کر سکتا ہے۔ جس صورت میں، قانون مقام دعوی (Lex fori)، ایسی ذمہ داری کو منتقل کرنے کا دعویدار ہو، جس کے وجوب کو وہ، ـــ مثلاً قانون مقام معاہدہ پر محول کرتا ہے، جبکہ خود وہ قانون، ایسے انتقال کی اجازت نہیں دیتا، تو جو کچھ قانون مقام دعوی کرتا ہے، وہ یہ ہے: کہ وہ، منجملہ معاہدین کے، ایک فریق اور منتقل الیہ میں، ایک جدید وجوب پیدا کرا دیتا ہے۔ یا اگر قانون مقام دعوی، ایسے وجوب کے نافذ کرنے کا دعویدار ہے، جس کو، وہ، قانون مقام معاہدہ پر محول کرتا ہے، اور قانون مذکور کی رو سے، وہ وجوب ناقابل نفاذ ہو چکا ہے، تو جو کچھ، فی الحقیقت، قانون مقام کرتا ہے، وہ یہ ہے:۔ کہ وہ مدعی اور مدعی علیہ میں، ایک جدید وجوب پیدا کرا دینے کا باعث ہوتا ہے۔

312 یہ سوال، کہ آیا یہ کارروائی، درست متصور ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ ایسا ہے، جو ممکن ہے، کہ اس قسم کی تشریح اور توضیح سے حل نہ ہو سکے؛ اور نہ اسپر، صحیح طریقہ سے، بحث ہو سکتی ہے: جبتک کہ اس تشریح اور توضیح سے، کارروائی کی صحیح نوعیت کا پتہ نہ چلے۔ صحیح جواب، تو یہی معلوم ہوتا ہے: کہ جدید وجوبات کے پیدا ہونے کی، کوئی کافی وجہ نہیں ہے؛ بلکہ برخلاف اسکے، قانون مقام دادرسی کو ایسے وجوب کے نفاذ کرانے سے انکار کر دینے کے، کافی اسباب موجود ہوتے ہیں، جو قانون مقام

معاہدہ یا فعل بیجا کے ذریعہ سے، نافذ کرائی جا سکتی ہیں۔ مثلاً: - یہ امر ممکن ہے کہ قانون میعاد کی بنیاد داور وسیع غلطی سے خوف پر رکھی جائے؛ دروغ حلفی کو، ایسی حالت میں، کہ جب کہ دعوی کی قدامت کی وجہ سے، اس کی شہادت سے محفوظ رہنے کی بہت کم امید ہو سکتی ہے؛ — زیادہ تر کامیابی کا موقعہ مل سکتا ہے۔ اور ایسی حالت میں، وہ اصول، جو قانون مقام دادرسی کسی خاص مصلحت سے قائم کرتا ہے؛ منصفانہ طریقہ سے، کام میں لایا جا سکتا ہے۔

انتقال وجوبات

دفعہ ۲۳۶ جب حالت میں، کوئی وجوب، اپنے مناسب قانون یا قانون مقام معاہدہ یا قانون مقام ادا یا قانون مقام ارتکاب فعل بیجا، کی رو سے، قابل انتقال ہے، تو منتقل الیہ، اس کی بنا پر، انگلستان میں، دعوی کا مجاز ہو سکتا ہے۔

ہس بنام ٹورناپ (۱۸۰۰) ۸۔ ڈی۔ آر۔ ۵۹۹ مقدمہ دعوے برجہ بربنائے معاہدہ — ایک اسکاٹ لینڈ کی دستاویز کا منتقل کیا جانا، بدل تھا۔ مقدمہ ارکیلا کھاٹ بنام تھومانڈ (۱۸۱۰) ۲۔ ٹانٹ۔ ۲۰۸۔ ایک آئرلینڈ کے فیصلے کے متعلق حق دعوی، اس ملک کے قانون کے مطابق منتقل کیا گیا تھا۔

انگلستان کا ایک پرامیسری نوٹ، جو حامل کو واجب الادا ہو، انگریزی مقاصد کیلئے، دوسرے ملک میں حوالہ کئے جانے سے منتقل ہو جاتا ہے؛ بلا لحاظ اس کے کہ وہ اس ملک کے قانون کی رو سے، قابل انتقال ہے یا نہیں۔ مقدمہ ڈیلا گامٹ بنام بنک آف انگلینڈ (۱۸۳۱) ۲۔ بی وا ایڈ۔ ۳۸۵ منجع، ٹنٹرڈون۔ شکل ذیل۔ پارک۔ پیٹرسن کو

دفعہ ۲۳۷ جب وجوب، اپنے مناسب قانون یعنے قانون مقام معاہدہ یا مقام ادا یا مقام ارتکاب فعل بیجا کی رو سے، ناقابل انتقال ہو، تو

منتقل الیہ اس کی بنا پر، انگلستان میں دعوی نہیں کر سکتا؛ یہ استثنا ان صورتوں کے جن میں کم سے کم، فریق ثانی کیطرف سے، وہ تمام عذرات، پیش ہو سکتے ہوں، جو وہ اصلی فریق کے مقابلہ میں پیش کر سکتا تھا۔ اس حد تک، یہ کہا جا سکے گا کہ کوئی حقیقی انتقال عمل میں نہیں آیا؛ بلکہ صرف اس نام کی بحث ہے جس سے مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔

یہ امر طے ہو چکا ہے کہ انگلستان کی پارلیمنٹ کا وہ ایکٹ جسکی روسے پرامیسری نوٹس، جو حامل یا حکم، پرواجب الادا ہیں، قابل انتقال قرار پاتے ہیں ملک غیر کے نوٹوں سے بھی متعلق ہے۔ مقدمہ ملنی بنام گریہام (۱۸۲۳) ۱۔ بی و سی۔ ۱۹۲۔ (۹) و مقدمہ بنطلی بنام نارتھ ہاوس (۱۸۲۷) مودما۔ ۶۶۔ ریج، ٹنٹرڈن ولیکن ان مقدمات میں، یہ ظاہر نہیں ہوا کہ وہ، اس ملک کے قانون کی روسے، جہاں وہ واجب الادا تھے، ناقابل انتقال تھے؛ اسلئے، اس ذکر کی بنیاد، ایسے اصول پر قائم ہے، جس کی نسبت، بربناے نظائر وغیرہ کوئی اعتراض نہیں ہوا ہے؛ اور استیفنا میں یہ طے ہوا ہے کہ پرامیسری نوٹ پر عبارت ظہری لکھنے والے کو ان تمام اعتراضات کا جواب دینا پڑیگا جو وہاں کے قانون کی رو سے نوٹ کا لکھنے والا بمقابلہ عبارت ظہری لکھنے والے کے پیش کر سکتا ہے؛ اگرچہ لوسینیا نا کے قانون کی رو سے ایسا نوٹ قابل انتقال ہو۔ مقدمہ ٹرسٹے بنام ہنٹر (۱۸۲۹) ۴۔ مارٹن سلسلہ جدید ۲۷۷۔ فیصلہ عدالت صدر لوزیانا

سقوط وجوبات

313 **دفعہ ۲۳۸** اس ذمہ داری کا نفاذ، انگلستان میں، نہیں کرایا جا سکتا؛ جو انگلستان کے قانون میعاد سماعت، سے خارج المیعاد ہو گئی ہو؛ اگرچہ وہ اپنے قانون مناسب کی رو سے، اندرون میعاد ہو۔

برٹش لینن کمپنی بنام ڈرمنڈ (۱۸۳۰) ۱۰۔ بی و سی۔ ۹۰۳۔
ریج، ٹنٹرڈن۔ وہارڈ و بنام ہیکہام (۱۸۶۸) ایل۔ آر۔ ۶۔ ای کیو۔ ۴۸۵۔
ریج، روملی۔ و (۱۸۶۹) ایل۔ آر۔ ۴۔ چانسری۔ مرافعہ۔ ۳۵۷۔ ہیتہ ترلے کا

یہی اصول، بمقدمہ رکمابائی بنام سوتی چند میں، زیر بحث تھا (۱۸۵۲) ۴۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۴۔ ۵۔ مو۔ آئی۔ اے۔ سی۔ ۲۳۴؛ جس میں یہ طے ہوا، کہ اگر وہ انگریزی عدالتیں، جو ہندوستان میں قائم ہوئی ہیں، انگریزی قانون سماعت، ایسے مقدمات میں استعمال کریں، جو ہندوؤں میں معاملات کے متعلق ہوں، تو یہ، اس آئین کے مخالف ہوگا، جن کی رو سے ہندوؤں کے مقدمات، ان کے قانون معاہدہ سے طے ہونے چاہئیں؛ تو مقدمہ ڈان بنام پیپن (۱۸۲۷) ۵۔ سی۔ ایف۔ آئی۔ ج، بروہام؛ میں، اسکاٹ لینڈ کیلئے بھی، دفعہ ہذا کے مطابق، تصفیہ کیا گیا؛ اسکاٹ لینڈ کے مقدمہ کیمبل بنام اسٹین (۱۸۱۸) ۶۔ ڈو۔ ۱۱۶۔ ج، ایلڈن میں، قانون یہ قرار پایا؛ کہ جب دائن سوداگر، انگلستان میں رہتا ہو، اور اس کا مدیون، اسکاٹ لینڈ میں، تو مدیون کو اسکاٹ لینڈ کی خارج المیعادی کا عذر، پیش کرنے کا حق ہے۔ صفحہ ۱۳۴؛ تو مقدمہ ڈان بنام پیپن میں، اس تجویز کی طرف، اشارہ کرکے کہا کہ اسکی کیا وجہ ہے، کہ مدیون کے مقام توطن کے قانون کو، یہ اجازت دیجائے، کہ وہ دائن کے وصول قرضہ میں مزاحم ہو؟ — اسکی وجہ یہ ہے، کہ دائن کو، مدیون کا تعاقب کرنا چاہئے؛ اور اسپر، ایسی جگہ، دعوی کرنا چاہئے، جہاں وہ رہتا ہو؛ اور مقدمہ کی غرض کے لحاظ سے، دائن کو، اسکاٹ لینڈ میں، اس پر دعوی کرنا چاہئے تھا۔ اس لحاظ سے، صورت ہذا میں، قانون مقام ادا اور قانون مقام دادرسی میں، کوئی فرق نہ تھا۔ یو۔ اس صفحہ ۱۹؛ لیکن اسی صفحہ پر، لارڈ بروہام کی نسبت، بیان کیا جاتا ہے، کہ انھوں نے، مقدمہ کیمبل بنام اسٹین کی نسبت، اپنے پہلے بیان کے خلاف، یہ کہا کہ "مقدمہ، اس اصول کے خلاف، پڑتا ہے، کہ قانون مقام ادا سے، قانون کا تعین ہونا چاہئے"؛ اگر یہ امر صحیح ہے، اور اسکی صحت میں کلام نہیں، کہ عام حسابات کے معاملہ میں، جس میں بجز مدیون کے مقام توطن کے، کوئی اور مقام ادا نہو، تو مقام ادا اور مقام توطن، ایک ہوجاتے ہیں؛ اور اس سے بالضرور یہ نتیجہ نکلتا ہے؛ کہ جو

تجویز، ان میں سے کسی ایک پر مبنی ہوگی، وہ، دوسرے کی تجویز کے مطابق ہوگی؛

لیکن ایسی صورت میں، کہ تجویز — اسکاٹ لینڈ میں، ایسی ذمہ داری کے متعلق، جو انگلستان میں، خارج المیعاد ہو چکی ہو! — حاصل کر کے انگلستان میں زیر ججمنٹ ایکسٹنشن ایکٹ ۱۸۶۸ء، درج رجسٹر کرائی جائے، تو ابتدائی ذمہ داری کا خارج المیعاد ہونا، انگلستان میں مانع تعمیل ہوگا۔

مقدمہ لو۔ بلینڈ بنام لو [۱۸۹۴] ا۔ چانسری۔ ۱۴۷۔ نج الندلے۔ ڈیوی۔ واے۔ ایل استھ؛ جنہوں نے جسٹس نارتھ کے فیصلہ کو، منسوخ کر دیا؛

مقدمہ ٹیلر بنام الینڈ [۱۹۰۲] ا۔ کے۔ بی۔ ۶۷۶۔ جج، حلف یہ طے ہوا۔ کہ بربنائے تجویز عدالت ملک غیر کی جزئی وصولیابی حساب میں اس قسم کی ادائی، نہیں شمار ہوگی، جو انگلستان کے قانون میعاد سے اجرا کو، بمقابلہ، ایک انگلستان کے فیصلہ کے، روک سکے؛

دفعہ متذکرہ کی صحت، اس اصول سے اچھی طرح ہو سکتی، جو صفحہ ۳۱۱ پر بیان کیا گیا ہے، یعنی یہ کہ — اگرچہ قانون مقام دادرسی، اس وجوب کے زائل ہو جانے کے بعد، جو معاہدہ یا فعل بیجا سے پیدا ہوا تھا، کوئی جدید وجوب نہیں پیدا کر سکتا؛ تاہم یہ ممکن ہے، کہ وہ، اپنے قانون میعاد کو، اپنی خانگی حکمت عملی کا، ایک مضبوط قاعدہ، تصور کر کے، ایک ایسے وجوب کے نافذ کرانے سے انکار کر دے، جو موجود اور قائم ہو۔ مگر انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کے فیصلے، جو
314 دفعہ ہذا کی تائید میں درج کیے گئے ہیں، اس اصول پر مبنی نہیں ہیں؛ بلکہ اس بعید کمزور اصول پر قائم کیے گئے ہیں، کہ ذمہ داری کی میعاد، ہمیشہ قانون مقام دادرسی پر منحصر ہوتی ہے۔ اس لیے دفعہ آئندہ، — جس کی صحت کا دارومدار، اگر ہے تو صرف اسی اصول پر ہے! — ایسے نظائر پر قائم ہوئی ہے جن کی تردید انگلستان میں نہیں ہوئی۔

دفعہ ۲۳۹ ہر معاہدہ یا فعل بیجا کے متعلق، انگلستان میں، اس وقت تک

دعوی ہوسکتا ہے، جبتک کہ وہ وجوب، جو معاہدہ یا فعل بیجا سے پیدا ہوا، انگلستان کے قانون میعاد سماعت سے خارج المیعاد نہو جائے؛ اگرچہ وجوب مذکور، قوانین متعلقہ: یعنے، قانون مقام معاہدہ یا مقام ادا یا مقام ارتکاب فعل بیجا، سے خارج المیعاد ہوگیا ہو۔

ہیوبر بنام اسٹینر (۱۸۳۵) ۲۔ بنگ (سلسلہ جدید) -۲۰۲-۲-اسکاٹ۔
۴۰-بج، ٹنڈال وغیرہ؛ و مقدمہ ہیرس بنام کوئنی (۱۸۶۹) ایل۔آر
۴-کیو-بی-۶۵۳-بج، کاکبرن، بلیکبرن۔ لوش۔ ہینز۔ دیکھو مقدمہ
لائنس منیک آف شملہ بنام کیرسے (۱۸۸۱) ۵-سی-پی-ڈی-۴۲۹-
بج، لوپس۔ متذکرہ دفعہ ۲۱۰ ع
اس دفعہ کے اصول کے مثل ایک اصول، اسکاٹ لینڈ کے لئے، جسٹس کا ئنج ام نے، بمقدمہ فرگوسن بنام فیف (۱۸۴۱) ۸-سی-الیف-۱۲۱، قایم کردیا تھا: یعنے یہ کہ انگلستان کا قانون میعاد سماعت غیر متعلق ہے (صفحہ ۱۴۰)

یورپ کے قدیم مصنفین میں، اس بارہ میں، بیحد اختلاف تھا کہ میعاد کے بارہ میں، قانون مقام دادرسی یا مخصوص قانون وجوبات معتبر سمجھا جانا چاہئیے؛ —— جو لوگ، قانون ماخوذ الذکر کو، ایسی میعاد کے بارہ میں جس میں، فریقین کسی مقام ادا کی صراحت کردیتے تھے، معتبر سمجھتے تھے، وہ قانون مقام معاہدہ کو اس حیثیت سے کوئی وقعت نہیں دیتے تھے؛ مگر اس کے بعد ایک ایسا زمانہ آیا کہ یورپ کے بڑے بڑے شہروں کی عدالتہائے مرافعہ، آخر اس امر پر متفق ہوگئیں کہ ہر مقدمہ میں، ذمہ داری کی میعاد کو ہر حال میں، اس کے مخصوص قانون پر، محول کرنا چاہئیے؛ خواہ وہ میعاد قانون مقام دادرسی کے قانون سے، چھوٹی ہو یا بڑی۔ یہ مسئلہ، جس کی بڑی تائید، ساوگنی نے کی تھی، یورپ کی عام رائے سے موسوم کیا جاسکتا ہے؛ لیکن اس کے بعد کے یورپ کے فیصلے، پھر مختلف ہوگئے۔ اسٹوری نے، نہایت قوت کے ساتھ، قانون مقام دادرسی کی تائید کی، جس کا وہ، ایسے معاملات میں، جن میں اس کے پیشرو، اس قدر مختلف الآرا رہے ہوں، مطلق عادی نہ تھا۔ اس نے، اس میں، ایک فرق قائم کرنا،

مناسب تصور کیا ہے؛ جو یہاں اس وجہ سے قابل ذکر ہے، کہ جسٹس، ٹنڈل نے، اس کو پسند کر کے اس کا حوالہ، مقدمہ ہیوبر بنام اسٹینز میں دیا ہے۔ اسٹوری لکھتا ہے، کہ: -
"فرض کرو، کہ ایک ملک کا قانون میعاد سماعت، نہ صرف حق دعوی، بلکہ بجائے خود، دعوی یا حق کو، زائل کر دیتا ہے؛ اور ایک مقررہ میعاد کے بعد، اس کو، لاشئے محض قرار دیتا ہے؛ اور فریقین، اس کل مدت میں، انھیں حدود ارضی میں رہے، اور مقدمہ پر، وہ مدت پوری گذر گئی: ایسی حالت میں، یہ سوال، بہت صحیح طریقہ سے پیدا 315
ہو سکتا ہے! کہ آیا یہ میعاد، کسی دوسرے ملک میں، جس میں، بعدہ، فریقین جا کر رہیں، بغرض سقوط یا تبدیل دعوی یا حق، پیش کیجا سکتی ہے"؟ - (اختلاف قوانین دفعہ ۵۸۲)۔
اس فصل کے ابتدائی فقرات میں، یہ بتایا جا چکا ہے، کہ جو فرق حق اور حق دعوی، میں ہے، اس کا تعلق، جائداد سے ہے نہ کہ ذمہ داری سے۔ اور اسٹوری نے امریکہ کے سپریم کورٹ کے، جس مقدمہ سے استناد کر کے، یہ اخذ کیا ہے "کہ ایک قرضہ کے قانونی سقوط کی میعاد، لازم ہے، کہ دوسرے ممالک میں بھی، مستثنی قرار دیجائے" (شیلبی بنام گرے۔ ۱۱۔ وہٹن۔ ۳۶۱) ایک غلام کی ذات پر ملکیت کے متعلق تھا۔
قوانین دیوالیہ کی روسے، بربنائے سقوط وجوبات، جو برائت دیجاتی ہے، اگر اس کی نسبت وہی دلائل، کام میں لائے جائیں، جو میعاد کے متعلق، کام میں لائے گئے ہیں؛ تو یہ ظاہر ہوگا، کہ وجوبات سے، جو برائت، مخصوص عدالت کے قوانین دیوالیہ، یا یوں کہو! کہ خود قانون وجوبات سے دیجائے، وہ ہر جگہ برائت قرار پائی جانا چاہئے۔ اور اس کے لئے بھی، وجوہ پائے جا سکتے ہیں: کہ اگر کوئی ذمہ داری، اس کے مخصوص قانون کے علاوہ بھی، کسی دوسرے قانون سے، ساقط ہو چکی ہے تو اس کی تعمیل نہ کرائی جانی چاہئے۔ مثلاً: مقام عدالت کے قانون دیوالیہ کی برائت، اس میعاد کے گذر جانے کے مطابق ہے، جس میں، از روئے قانون مقام دادرسی دعوی دائر ہو سکتا ہے۔ اگر برائت یا میعاد کو، قانون مقام دادرسی، بصراحت دوسرے قرضوں پر بھی حاوی کر دے، تو عدالت پر، دونوں صورتوں میں، لازم ہوگا کہ وہ ایسے قانون کی پابندی کرے۔ اگر یہ امر زیر غور ہو، کہ آیا قانون کو، ملک غیر کے دعاوی پر حاوی کرنا مقصود تھا، یا نہیں؟ ——— تو ایسے منشاء کا اخذ کیا جانا، معاملہ دیوالیہ میں،

ایسا ہی تو ہی ہوگا، جیسا کہ میعاد کے معاملہ میں دیوالیہ کی جائداد کا۔ جو جماعت انتظام کرتی ہے، اور مدیون کے مالک غیر کی جائداد کو، حتی الامکان، اپنے دائرہ اختیار میں لانا چاہتی اور مالک غیر کے دعاوے کا ثبوت لیتی ہے، وہ انصافاً، مدیون کو، مالک غیر کے دعاوی کی مزید کشمکش سے محفوظ رکھنے سے، انکار نہیں کرسکتی۔ لیکن ایسی صورت میں کیا ہوگا، جبکہ برائت، مدیون کے مقام توطن کے قانون سے، ہو؛ یہ نہ وہ عدالت ہے، جہاں مقدمہ چلا، اور نہ مخصوص عدالت وجوب ہے۔ اگر بین الاقوامی طور سے یہ طریقہ جاری ہوتا، کہ اس دیوالیہ کی کارروائی میں، جو مدیون کے مقام توطن میں ہوتی، اس کی تمام جائداد، — خواہ کہیں واقع ہو، — شریک کرکے، جملہ مساوی طور سے، اس کے قرضخواہوں میں تقسیم کردیجاتی؛ اور دوسری عدالت میں، جو کارروائی دیوالیہ، اس کے مقابلہ میں کیجاتی، اس کا کوئی اثر، اس جائداد پر، نہ پڑنے دیا جاتا، جو اس حدود ارضی سے باہر واقع ہے، تو اس صورت میں، البتہ، یہ امر معقول تھا، کہ جو برائت، 316 مدیون کو، اس کے مقام توطن کے قانون دیوالیہ سے دیجاتی، وہ تعمیمی اور ہر جگہ قابل پابندی ہوتی۔ ہم فصل ششم میں دیکھ چکے ہیں، کہ حقیقی حالت، اس خیالی حالت سے کس قدر مختلف ہے؛ جس طرح، عام خیالات، اس امر کی تائید میں ہیں، کہ دیوالیہ کی جو کارروائی، مقام توطن میں ہو، وہ تعمیمی اور مجموعی ہونی چاہئے: اسیطرح کے خیالات اس برائت کے تعمیمی اور مجموعی ہونے کی نسبت بھی ہیں، جو مقام توطن میں، مدیون کو، کارروائی دیوالیہ میں دیجاتی ہے۔

دفعہ ۲۴ ذمہ داری سے جو برائت، مدیون کو، اس کی مخصوص عدالت یعنی — عدالت مقام معاہدہ یا مقام ادا یا مقام ارتکاب فعل بیجا، سے کارروائی دیوالیہ میں، دیجائے گی، وہ انگلستان میں بھی، اس ذمہ داری سے برائت متصور ہوگی۔

بیلنٹائن بنام گولڈنگ (۱۷۸۳)۔ کک، کا قانون دیوالیہ، آٹھویں طبع، صفحہ ۴۸۷۔ جج اسپنفیلڈ کا؛ و مقدمہ پوٹر بنام براؤن (۱۸۰۴) ۵۔ ایسٹ۔ ۱۲۴۔ جج ایلنبرو۔ لارنس۔ گروز۔ لی بلینک کا؛ و مقدمہ کیولن بنام سومین (۱۸۲۸) ۱ سیمپ۔ ۲۶۶؛ و مقدمہ گارڈنر بنام ہاؤٹن (۱۸۶۲) ۲۔ بی و ایس۔ ۷۴۳۔ جج کاکبرن۔ وائٹمین۔ کرومپٹن۔ بلیکبرن کا۔ ان مقدمات

میں سے، دوسرے مقدمہ میں، لارڈ ایلنبرو نے کہا، کہ پہلے مقدمہ میں، لارڈ مینسفیلڈ نے، یہ بیان کیا ہے: کہ "قرضہ سے جو برائت، اس ملک میں شمار ہوتی ہے، جہاں وہ لیا گیا ہو، وہ ہر جگہ، برائت متصور ہوگی" بقول کنگ اُنھوں نے، جو اصول قائم کیا تھا، وہ یہ تھا: کہ "جب ایک ملک کے قانون سے، برائت ہوگئی، تو وہ دوسرے ملک میں بھی، برائت ہے"۔ جس کا حوالہ عدالت شاہی میں، بمقدمہ پڈلر بنام میک اسٹر (۱۸۰۰) ۸۔ ٹی۔ آر۔ ۶۰۹۔ جج، لی بلینک وغیرہ، میں دیا گیا تھا، مگر عدالت کو، یہ نہ معلوم ہوسکا، کہ لارڈ مینسفیلڈ، فی الحقیقت، کس اصول پر چلے تھے: اور انھوں نے کس بنا پر، ایسا فیصلہ صادر کیا؟ جو دفعہ ہذا کے اصول کے خلاف تھا۔

دفعہ ۲۴۱ لیکن اگر کارروائی دیوالیہ میں، کوئی مدیون، کسی وجوب سے، ایسے ملک میں بری کیا گیا ہے، جو اس کا مخصوص مقام عدالت نہ تھا، تو وہ، انگلستان میں، اس وجوب سے بری نہ متصور ہوگا، جب تک کہ دیوالیہ کی کارروائی، برطانیہ عظمیٰ اور آئرلینڈ کی پارلیمنٹ کے ایکٹ کی تحت میں، نہ عمل میں آئی ہو۔

کوئن بنام کیف (۱۷۹۵) ۲۔ انچ۔ بی ال۔ ۵۵۳۔ جج آئر و بلر۔ و مقدمہ اسمتھ بنام بوکینن (۱۸۰۰) ۱۔ ایسٹ۔ ۶۔ جج کینیان۔ لارنس۔ گروس۔ لی بلینک۔ و لیوس بنام اوون (۱۸۲۱) ۴۔ بی وا ے۔ ایل۔ ۶۵۴۔ و فلپس بنام ایلن (۱۸۲۸) ۸۔ بی و سی۔ ۴۷۷۔ جج ٹینٹرڈن۔ بالرائسٹ۔ لٹل ڈیل: سب، اس امر پر متفق تھے، کہ اگر مدعی نے ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ میں، مدیون کی جائداد کی تقسیم سے، حصہ حاصل کیا ہوتا، تو معاملہ کی صورت، دوسری ہوجاتی۔ و مقدمہ بارٹلے بنام ہاجز (۱۸۶۱) ۱۔ بی و ایس۔ ۳۷۵۔ جج، وٹمین و بلیکبرن:۔ ان تمام مقدمات میں، کارروائی دیوالیہ کی بنیاد، ان حقیقی تعلقات پر مبنی تھی، جو مدیون کو، اس ملک کے ساتھ تھے، جہاں کارروائی عمل میں آئی: لیکن ان میں سے کسی مقدمہ میں یہ نہیں ظاہر ہوا، کہ مدیون کا توطن، اس ملک کا تھا۔ اور مقدمہ بارٹلے بنام ہاجز میں، جسٹس بلیکبرن نے، اس نوآبادی کے قانون کے متعلق، جس کے تحت میں، برائت دیگئی تھی، یہ کہا کہ

(۲) "یہاں، ایسے مقدمہ میں، قابل پابندی نہیں ہو سکتا، جس میں فریقین میں سے کوئی شخص، نوآبادی کا متوطن نہیں ہے۔ دیوالیہ کا توطن، غیر اہم ہے۔ مقدمہ انٹونی گیس و فرزنداں بنام انڈسٹریل سوسائٹی وغیرہ (۱۸۹۰) ۲۵ - کیو۔ بی۔ ڈی، ۳۹۹ - جج ایشر، لنڈلے و لوپس؛

دفعہ ۲۴۲ جو کارروائی دیوالیہ، انگریزی سلطنت کے کسی حصہ میں، 817
برطانیہ عظمی اور آئرلینڈ کی پارلیمنٹ کے مجریہ ایکٹ کے تحت میں، عمل میں آگئی ہو، اس کی نسبت یہ سمجھا جائے گا: کہ پارلیمنٹ کا منشا یہ تھا، کہ جو برائت، اسکی رو سے دیجائے، وہ اس کے تمام حدود و اختیارات میں قابل تسلیم، اور ہر انگریزی عدالت میں نافذ قرار پائے؛ بلا لحاظ اس مخصوص عدالت وجوب کے، جس سے برائت دیگئی ہے۔[1]

وہ مقدمات جن سے قانون انگلستان کی تحت میں جو برائت دیجاتی ہے، اسکی حد ظاہر ہوتی ہے۔ اوڈون بنام فاربس (۱۸۱۷)۔ بک ۵۷۔ فیصلہ پرایوی کونسل ـــ بر بنائے مرافعہ از ڈمیرارا۔ ایڈورڈس بنام رونالڈ (۱۸۳۰) ۱- کناپ - ۲۵۹ - فیصلہ پرایوی کونسل، از تجویز کلکتہ، تجویز جسٹس لینڈ ہرسٹ نے لکھی، ایلس بنام میک ہنری (۱۸۷۱) ایل۔ آر۔ ۶ - سی پی - ۱۸۱ - جج، باول - ولس کیٹنگ - بریٹ؛ جس میں، یہ طے ہوا ـــ کہ جو صلح نامہ (Composition deed) انگلستان کے قانون دیوالیہ کی رو سے، قابل تسلیم ہو، وہ کنیڈا میں، وہاں کے قرض کی بابت پیش کیا جاسکتا ہے؛ لیکن جو برائت، انگلستان کی کارروائی دیوالیہ میں دیجاتی ہے، وہ، نوآبادی سے اس اختیار کو نہیں سلب کر لیتی، جو نوآبادی کی عدالتوں کو — مدیون کو، نوآبادی کے قانون دیوالیہ کی خلاف ورزی کے جرم میں، سزا دینے کے، پہلے سے، ـــ حاصل ہیں۔ جل بنام بارٹن (۱۸۶۸) - ایل۔ آر ۲- پی۔ سی۔ ۱۵۷۔ جج کیلی؛ وہ مقدمات جن میں اس برائت کی حد ظاہر

[1] ایکٹ دیوالیہ، بابت ۱۹۱۴ء کی دفعہ ۲۸ میں یہ حکم ہے: - کہ بجز مخصوص مستثنیات کے، جو برائت دیجانے کی اس مدیون، تمام دیون قابل ثبوت سے بری ہو جائیگا۔ اور دفعہ ۱۲۲ میں، یہ ہدایت ہے: - کہ انگریزی سلطنت کی تمام انگریزی عدالتوں کو، ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہئیے؛

ہوتی ہے؛ جو اس قانون دیوالیہ سے وابستہ ہے، جس کو شاہی پارلیمنٹ دوسرے انگریزی ممالک کے لیے نافذ کرتی ہے۔ مقدمہ گلیوٹس بنام ریڈ (۱۸۱۹ء) ۱۔ بی۔ اے۔ ۲۹۲۔ نج؛ ڈیلاس وغیرہ؛ جو اس قانون کے تحت تھا، جو نیوفاؤنڈلینڈ کے لیے نافذ ہوا تھا؛ اور جس میں بصراحت اس قرضہ سے برأت دی گئی تھی، جو برطانیہ عظمیٰ اور آئرلینڈ میں لئے جائیں؛ مقدمہ سیڈاوے بنام ہے (۱۸۲۴ء) ۳۔ بی۔ سی۔ ۱۲۰۔ نج ایبٹ۔ سی جے۔ جو آئرلینڈ متعلقہ قانون، جو اسکاٹ لینڈ کے لیے جاری کیا گیا تھا؛ اور مقدمہ فرگوسن بنام اسپنسر (۱۸۴۰ء) ۱ ایم و جی آر۔ ۹۸۷۔ نج ٹنڈل۔ بوسانکے وغیرہ؛ متعلقہ قانون جو آئرلینڈ کے لیے جاری ہوا تھا۔ برأت کا قابل نفاذ ہونا؛ بذریعہ استنباط کے اخذ کیا گیا تھا؛ گو نتیجہ دفعہ ہذا کے مطابق تھا۔

قاعدہ ۲۴۔ (الف) کسی ایک انگریزی کمپنی اور اس کے قرضخواہوں میں کمپنیوں کے ایکٹ کے تحت ہیں، جو باہمی قرارداد ہو جائے؛ اس کا پابند؛ عدالت ہائے نوآبادی میں؛ وہ قرض خواہ نہیں ہو سکتا؛ جس کے قرضہ کی مخصوص عدالت انگلستان نہ ہو۔ مقدمہ نیوزیلینڈ لون و مرکنٹائل ایجنسی کمپنی بنام موریسن [۱۸۹۸ء] اے سی۔ ۳۴۹۔ نج؛ واٹسن۔ ہابہاؤس۔ گورچ۔ اور خود (زیرنظر مؤلف) انگریز صادرہ ڈگری؛ ججوں نے لکھا کہ —— "یہ کسی طرح نہیں کہا جا سکتا، کہ کمپنیوں کا قانون؛ تمام و کمال، نوآبادیوں سے متعلق ہے؛ یا اس کا مقصد یہ ہے، کہ اس کی پابندی نوآبادیوں کی عدالتوں میں کرائی جائے۔ نوآبادیوں کو ان مضامین کے متعلق خود قوانین جاری کرنے کا حق حاصل ہے؛ اور انھوں نے اس بارہ میں؛ قوانین جاری کئے ہیں؛ اور یہ امر قرین مصلحت نہیں ہے، کہ انگلستان کا قانون، بے ضرورت، ان نوآبادیوں پر نافذ کر کے، انکے مجریہ قوانین، منسوخ یا محدود کئے جائیں؛ یا ان میں اضافہ کیا جائے۔" اور انھوں نے جسٹس ہالرائیڈ کی اس رائے کا حوالہ دیا، اور اس کو پسند کیا، جو انھوں نے، وکٹوریہ میں ظاہر کی تھی؛ کہ "مرافع کمپنی، جس طرح سنہ ۶۲ کے ارینجمنٹ ایکٹ کی تعبیر کرانا چاہتی ہے" اس سے ایک جدید قانون، ان نوآبادیوں پر عائد ہوتا ہے، جن کو، خود مختارانہ حکومت کا حق حاصل ہے؛ اور جو، انکے حق وضع آئین و قوانین

کی، ایک قسم کی بے توقیری ہے"۔ اس کو، اس انتخاب کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہئیے، جو
ہم نے ۱۹۰۸ء آ ادس کی تجویز کا ...... صفحہ ۱۷۲ پر دیا ہے۔ تجویز مذکورہ انگلستان کے
قانون دیوالیہ کی نوآبادیوں کی اراضی پر، موثر ہونے کے متعلق تھی، اور مقدمہ کیلنڈر
سائیکس و کمپنی بنام سکرٹری نوآبادیات لائیگاس و ڈیوتویز میں صادر ہوئی تھی۔ مقدمہ
نیوزیلینڈ لونس و مرکنٹائل ایجنسی کمپنی بنام مارسین کے فیصلہ سے، جس حد تک، استدلال
اسوقت تک کیا گیا ہے، وہ، خود مختارانہ حکومت والی نوآبادیوں میں، اس برائت
سے، جو انگلستان کے قانون دیوالیہ سے دیجاتی ہے: اسیطرح متعلق ہے۔ لیکن
جوڈیشل کمیٹی نے، موخر الذکر مقدمہ میں، ہماری قائم کردہ دفعہ ۲۴۲ کے مضمون میں،
مستثنیٰ و حاو رقیود قائم کرنے سے، یہہ کہہ کر احتیاط کی ہے کہ "دیوالیہ" اور انفساخ
شرکت کی کارروائی کے اثر میں بڑا فرق ہے؛ مقدم الذکر کارروائی میں، دیوالیہ کی کل جائداد، اس کیلیجاتی ہے؛
برخلاف اسکے موخر الذکر کارروائی میں جائداد، قانوناً اور حقیقتاً کمپنی کی رہتی ہے؛ صرف تصفیہ حساب
وکتاب کے لئے، وہ، انگریزی عدالتوں کے انتظام میں آجاتی ہے۔ جو فیصلہ مقدمہ
ایلس بنام میک ہنری میں ہوا، اس سے بحث کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں ہے، کیونکہ
وہ، ہماری رائے میں، معاملہ ہذا سے متعلق نہیں ہے"۔

دفعہ ۲۴۳ (ب) اسی طرح، وہ قرار داد، جو قرضخواہوں کے ساتھ
آئیرلینڈ میں، آئرلینڈ کے ایکٹ سنہ ۱۸۵۶ء کے تحت کی جائے، انگلستان کے دعوی میں، جو
بعدہ، انگلستان کے قرضخواہوں کی طرف سے، ایسے قرضہ کے بابت دائر ہو، جو انگلستان
میں لیا گیا، اور انگلستان ہی میں واجب الادا ہے؛ جوابدہی نہیں قرار پا سکتی۔

مقدمہ ٹلسن [۱۹۱۸] ۱۰ کے۔ بی۔ ۵۹۰ ہم۔ جج، سی۔ آئی۔ توضیح
یم۔ آر بنیکرنہ ایل۔ جے۔ آیو: جس حالت میں، ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ
میں، مدیون کی کل جائداد، خواہ وہ کہیں واقع ہو، لیکر، تمام قرضخواہوں کے
فائدہ کے لئے خواہ وہ کہیں ہوں، منتظم کے سپرد کر دیجائے، تو انگلستان
کی عدالتیں بھی، کارروائی دیوالیہ سے، برائت کے حکم کو، ویسا ہی موثر
تسلیم کرتی ہیں، جیسا کہ اس مقام میں سمجھا جاتا ہے، جہاں کارروائی دیوالیہ
عمل میں آئی۔ مگر یہہ اصول، صافی نامہ قرار داد باہمی سے متعلق نہیں ہو سکتا، جو

صرف اظہار رضامندی کرنے والے دائنوں پر موثر ہے ۔

دفعہ ۲۴۲ (ج) اگر انگلستان میں کسی ملک غیر کی رعایا کو، کارروائی دیوالیہ میں برائت دیجائے، تو وہ برائت، اس قرضہ کے دعوی کی مانع نہیں ہوسکتی، جو دیوالیہ کی کارروائی سے پہلے لیا گیا تھا؛ اور جس کا اظہار دیوالیہ کی کارروائی میں نہیں کیا گیا؛ بشرطیکہ ملک غیر کے قانون متعلقہ کی روسے، باوجود ایسی برائت کے، قرضہ واجب الادا ہو؛ اور مدیون نے، بعدہ اس کے ادا کرنے کا اقرار کرلیا ہو ۔

مقدمہ بوناسینا [۱۹۱۲] ۲ ۔ چانسری ۔ ۳۹۴ ۔ سی ۔ اے ۔ بج، کوزنس ہارڈی ۔ فارویل ۔ کینیڈی؛ جنہوں نے جسٹس آیو کے فیصلہ کو منسوخ کردیا تھا ۔

صفحہ ۶۸ تو

319

فصل چہاردہم

توطن

توطن کا تعلق قانون سے ۔ انگریزوں کا توطن ہندوستان اور مصر میں انگریزوں کا توطن اور دوسرے اسی قسم کے مقامات میں۔

ہم کو قبل ازیں معلوم ہو چکا ہے، کہ سلطنت روما میں، ہر شخص پر، تمام اس کے ذاتی معاملات کے متعلق، اس کے مقام توطن میں، دعوی ہو سکتا تھا؛ اور ایسے معاملات کے متعلق، کسی شخص پر، بجز اس کی مخصوص عدالت، یا اس شہر کے، جہاں کی باشندگی کے، اس کو حقوق حاصل تھے، کہیں اور دعوی دائر نہیں ہو سکتا تھا: اور ان مقامات میں بھی، دعوی دائر ہونے کے لئے، یہ مزید قیود تھے، کہ وہ، ان مقامات میں فی الحقیقت موجود ہو، یا ذمہ داری کی مخصوص عدالت کی حالت میں، وہاں، اس کی جائداد واقع ہو۔ اس طور سے، توطن کا تصور، شہر روما کے مقامی قانون (Jus Civile) سے نہیں پیدا ہوا جس کا اتباع شہر روما کی باشندگی کے حقوق، حاصل ہونے کی وجہ سے، لوگوں کو کرنا پڑا۔ برخلاف اس کے، توطن کا تصور، شہریت کے تصور سے بالکل علیحدہ تھا؛ اور چونکہ اس کی قانونی اہمیت کی بنیاد، وہ فطری نصفت تھی، جو مدعی علیہم کو، مقدمات کی جوابدہی کے لئے، انکے گھروں سے کھینچ بلوانے کی مانع ہوتی تھی، اس لئے توطن کا تعلق، قانون بین الاقوام Jus gentium سے سمجھا جاتا تھا؛ اور اسی بنا پر، توطن کے تعین میں، جہاں تک ممکن ہوتا تھا، زیادہ تر واقعات، اور کمتر اصطلاح سے کام لیا جاتا تھا۔ اس معاملہ کو، اس نظر سے، دیکھنے میں، زیادہ تر سویٹ اس کا وہ تعلق تھا، جس کی بنا پر، میونسپل اخراجات کی ذمہ داری، عائد ہوتی تھی۔ قانونی مقولہ، یہ تھا، کہ مستقل سکونت کی تبدیلی، واقعات اور افعال سے ظاہر ہوتی ہے، نہ کہ محض بیان سے۔ خلاصہ ۵۰۔۱۔۲۰؛ اسی بنا پر تسلیم کیا گیا تھا، کہ ممکن ہے، کہ

ایک شخص کے دو توطن ہوں۔ خلاصہ ۵۰-۱-۱-۵-۱-۶ و فعلے و ۱-۲۷-دفعہ ۲-
توطن کے قدیم رومی تصور، اور انگلستان کے موجودہ تصور، میں تمیز کرنے کے لئے، بہتر طریقہ یہ ہوگا، کہ قوانین روما کی اصطلاح (Domicilium) کا ترجمہ بجائے Domicile توطن کے، جو انگریزی قانون کی ایک اصطلاح ہوگئی ہے، لفظ Residence باشندگی سے کیا جائے۔

ہم کو یہ بھی معلوم ہو چکا ہے، کہ اس جدید تحریک کے آغاز تک جس کی رو سے، خانگی معاملات میں، ملکی قومیت کو وقعت دی جانے لگی، یورپ کے دوسرے ممالک میں، اس ملکی حدود اختیارات Territorial jurisdiction کا معیار، جس کا تبع، ذاتی طور سے ہر شخص ہوتا تھا، توطن ہی سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے، حق شہریت کے معیار قانون نہ باقی رہنے کے بعد بھی (دیکھو صفحہ ۱۳)، وہی، اس ملکی قانون کا، جس کا کوئی شخص، ذاتی طور سے متبع ہوتا تھا، اصل معیار قائم رہا۔ اور اسی آخر الذکر صورت کا، توطن کے 820
قانونی تصور پر، بڑا اثر پڑا۔ انسان کی قابلیتوں، حقوق، اور فرائض کے تیقن اور تعین پر، چند حدود اراضی میں، مقدمہ کی جوابدہی کی ذمہ داری، یا میونسپل محصولات کے بار، کے عائد ہونے سے، لازمی طور سے کوئی خراب اثر نہیں پڑتا؛ لیکن اگر اسکی قابلیتوں، حقوق، اور فرائض، کے تیقن اور تعین میں، ایک سے زیادہ قوانین سے کام لیا جائے، تو وہ تیقن اور تعین درہم اور برہم ہو جاتا ہے؛ اسی بنا پر وہ مختلف ملکی قوانین، جو قرون متوسط میں شائع ہو گئے تھے، ذاتی قوانین کے پیدا ہونے کے باعث ہوئے، اور اس سے توطن کا زیادہ تر اصطلاحی اور مخصوص تصور، جو پہلے سے مختلف تھا، وجود میں آیا۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہو چکا ہے، کہ انگلستان کے قدیم قانون میں، توطن، عدالتی اختیار کی بنیاد نہ تھا؛ اور نہ اب انگلستان کے اختیارات متعلقہ فرائض کی، باضابطہ بنیاد قرار دیا جاتا ہے۔ انگلستان میں اس کا تصور، یورپ کے دوسرے ممالک سے، ایسے وقت میں آیا، جبکہ وہ قوانین کے مسئلہ میں، ایک تعین کرنے والا جز قرار پا چکا تھا؛ اور یورپ کے دوسرے ممالک سے، مسائل قانونی کی بحث میں، اس کی ضرورت محسوس ہونے لگی تھی۔ بلحاظ تاریخی واقعات کے، یہ کہا جا سکتا ہے، کہ ہم توطن سے اسطرح واقف ہوئے، کہ جب ہم نے، ذاتی قانون کو باہر سے لیا، تو ہم کو معلوم ہوا،

کہ وہ ذاتی قانون کا اصل معیار قرار پا چکا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج تک ان مقاصد کے لئے، جس میں ایک انگلستان کے مقنن کو، توطن سے بحث کرنی پڑتی ہے، قانون کو بہ نسبت حدود و اختیار کے زیادہ تر دخل ہوتا ہے۔ پس انگلستان میں جب توطن سے ہم کو بحث کرنی پڑتی ہے، تو زیادہ تر اس کی اصطلاحی اور مخصوص حیثیت سے بحث کی جاتی ہے۔

"اسمیں کسی شبہ کی گنجایش نہیں، کہ انسان وہیں کا باشندہ سمجھا جاتا ہے، جہاں اس کا گھر بار ہوتا ہے، جس کے معنی ہ اسکے تمام مال ومتاع کے ہیں، اور جس کو، وہ بعد ضرورت کے، عام طور سے نہیں چھوڑتا: اور جہاں وہ دوسرے مقامات پر قیام کے بعد، واپس آجاتا ہے"۔

یہ ایک قدیم مقولہ ہے، اور نہایت خوبی کیساتھ، وطن یا مقام سکونت کے عام تصور کا اظہار کرتا ہے، مگر اسپر مشکل سے تعریف کا اطلاق ہو سکتا ہے: مگر اس وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اہل یورپ کے تصور وطن کے اظہار کیلئے نامناسب ہے، سکونت اور وطن دو بالکل مختلف چیزیں ہیں، تعین قانون کیلئے، اسکی ضرورت ہے، کہ توطن کا تصور موجود ہو، اور توطن کا واقعہ تحقیق کیا جائے: تاکہ یہ متعین کیا جا سکے، کہ فریقین کی دادرسی کے لئے، دو مقامات کے قوانین میں سے کس قانون سے، مدد لی جانی چاہئے۔ ہم کو یہ بخوبی معلوم ہے کہ توریث اور تقسیم کا انحصار، قانون مقام توطن پر ہوتا ہے، اس لئے توطن، ایک قانونی تصور ہے: یہ وہ تعلق ہے، جو قانون، ایک شخص اور ایک مخصوص مقام یا ملک میں پیدا کر دیتا ہے۔ قانون، ہر بالغ شخص کا، ایک توطن تسلیم کرتا ہے، اور اسکی یہ صفت، اسوقت تک قائم رہتی ہے، جبتک کہ ایک جدید اور مختلف صفت اس کو خارج کر کے، اسکی جگہ نہ لے لے"

از لارڈ ویسٹ بری بمقدمہ بل بنام کینڈی (۱۸۶۸) ایل۔ آر۔ ا۔ ایس وڈی۔ اسے ۳۲۰۔ نیز دیکھو اگاوٹ بنام ہیٹن [۱۹۲۲] ا۔ا۔ اے۔ سی ۱۰۵ ء

ایسی حالت میں، ایک انگلستان کے مقنن کو، توطن کا، جو تصور قائم کرنا چاہئے،

وہ کم و بیش حسب ذیل ہونا چاہئے بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں، کہ ان کا تصفیہ، دوسرے امور سے قطع نظر کرکے، ایسے قوانین سے کیا جاتا ہے، جنھیں بلحاظ اشخاص کے منتخب کرنا پڑتا ہے۔ کارروائی کا یہہ طریقہ، ایک زمانہ سے چلا آتا ہے؛ اور مختلف معقول وجوہ پر مبنی ہے؛ مثلاً — اس تمدنی جماعت کی آسائش، جس سے شخص مذکور کا پورا تعلق ہے؛ وہ میلان اور رجحان، جن کی نسبت یہ خیال کیا جاسکتا ہے، کہ خاص تمدنی جماعت کے تعلق کی وجہ سے کسی شخص میں پایا جائیگا؛ اور مختلف، مگر ایک دوسرے سے ملحق تفصیلات کے لئے، ایک عام قاعدہ کے متعین کرلینے کی ضرورت۔ اس لئے ہر شخص، خاص تمدنی جماعت کا رکن اور ایک مخصوص مجموعہ قوانین دیوانی کا متبع سمجھا جاتا ہے؛ اور جب شخص مذکور کے ذاتی قانون کی تلاش ہوتی ہے، تو ایسے مجموعہ قوانین کیطرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ ان تمدنی جماعتوں کے لئے، یہ ضرور نہیں ہے، کہ وہ، ایک ہی ملک میں پائی جائیں۔ روما کے زمانہ میں بھی یہ لزوم نہ تھا؛ اس سلطنت کے زوال کے بعد رومی، فرنگی، برگنڈی، وغیرہم، ایک ہی ملک میں رہنے پر بھی، اپنے اپنے قوانین کے متبع تھے۔ مشرق میں اس وقت بھی ایسا نہیں ہے؛ حکومت خواہ ترکوں کی ہو، یا انگریزوں، چینیوں، یا کسی اور قوم کی، ہم عام طور سے، مختلف قوموں کے، مختلف پولیٹکل قومیت اور مذاہب کے لوگوں کو، مختلف قوانین کے متبع ہوکر، ایک ہی ملک میں رہتے ہوئے دیکھتے ہیں؛ جن کی حفاظت، سفارت خانوں کے معاہدات، یا حاکم اعلیٰ کی رواداری، سے ہوتی تھی۔ مگر مسیحی دنیا میں، ہر تمدنی جماعت، فی الحال زیادہ تر متعلق بملک سمجھی جاتی ہے؛ خواہ اس کا ملک، اس کی پولیٹکل سوسائٹی کے مطابق ہو: جیساکہ فرانس، یا ملک مذکور بہ اشتراک دوسرے ممالک کے، پولیٹکل سوسائٹی میں شامل ہو، جس طرح انگلستان اور اسکاٹلینڈ، انگریزی سلطنت میں شامل ہیں[1]۔ اور وہ تعلق، جس کے ذریعہ سے، ایک شخص، ایک تمدنی جماعت سے متعلق ہوتا ہے، خود توطن ہے؛ یا توطن اسمیں شریک ہے۔

[1] قدیم سلطنت روس اور اسٹرو ہنگری میں نکاح اور وراثت کے مسائل، قانون کے ذریعہ سے طے ہوتے تھے، اور ان کے لئے، ایک مدت تک، مذہبی جماعتوں کی مخصوص عدالتیں قائم تھیں۔

321

مسیحی دنیا میں، ہر شخص، اس ملک کی تمدنی جماعت کا، جہاں اس نے توطن اختیار کیا ہے، ایک رکن ہوتا ہے؛ مشرق میں، ہر شخص، اس تمدنی جماعت کا، جو اس ملک میں موجود ہے، جہاں کہ اس نے توطن اختیار کیا ہے؛ اور جس کا تعین، اس کی ذاتی اور ملکی قومیت، یا مذہب سے کیا جاتا ہے، ایک رکن ہوتا ہے۔ پہلی صورت کی مثال؛ انگلستان، اسکاٹ لینڈ، یا فرانس، کا توطن ہے ـــــ دوسری صورت کی مثال: انگریزوں کا ہندوستان، مصر، یا دوسرے ترکی مقبوضات، میں توطن ہے۔

ہوس آف لارڈز (ہال آوین بنام ٹیلے۔ ڈنیڈن۔ ایٹکنس و فلیمور) نے بمقدمہ کاسڈاگلے بنام کاسڈاگلے ایل۔ آر (۱۹۱۹) اے۔ سی ۱۴۵، حال ہی میں، یہ طے کیا ہے: کہ جو انگریزی رعایا، اپنی مستقل بود و باش، مصر میں کر لیتی ہے، اور واپس جانے کا ارادہ نہیں رکھتی، اس کو مصر میں حق توطن حاصل ہو جاتا ہے؛ اور اس لیے، انگلستان کی عدالتوں کو یہ اختیار باقی نہیں رہتا، کہ وہ فسخ نکاح کا ایسا مقدمہ، جو اسکی زوجہ کی طرف سے دائر ہوا ہو، سماعت کریں ـــ ہوس آف لارڈز نے ـــ اسی مقدمہ میں، وہ تجویز، جو عدالت مرافعہ (ایل۔ آر (۱۹۱۸) صفحہ ۱۰۳۔ ج سوئنفن ایڈی، ایم۔ آر۔ اور وارنگٹن۔ ایل جے، اسکروٹن۔ ایل جے مختلف الرائے) میں ہوئی تھی؛ ـــ اور 322
جسٹس ہل ریٹ؛ اور شیرر ج کی، یہ تجویز، بمقدمہ ٹولالر ہسٹ (دیکھو آئندہ) ہوئی تھی، ان سب کو منسوخ کر دیا۔ اصول تجویز یہ ہے کہ جن امور پر بحث ہو کر سکے، انگلستان کی ایک رعایا کو، مغربی ممالک میں، توطن کا حق پیدا ہو جاتا ہے، انہیں لحاظ سے، ایک مشرقی غیر عیسائی ملک میں بھی، حاصل ہونا چاہیئے؛ اور اگرچہ ایک ایسی انگریزی رعایا کو، جو انگلستان میں پیدا ہوا ہو، ممالک مشرقی میں، توطن حاصل کرنے کے لئے، اپنے ایسے قصد کو پوری طور سے ثابت کرنا پڑیگا؛ مگر اس میں، کوئی امر محال نہیں ہے۔ جو تجویزیں منسوخ ہوئیں، ان میں، اسکے خلاف، رائے قایم ہوئی تھی، لارڈ فنلے، صفحہ ۱۵۵ پر، لکھتے ہیں: کہ "ایک انگریزی رعایا کی نسبت، یہ تسلیم کرنا: کہ اس کو، مصر میں، توطن کا حق حاصل ہو گیا؛ انہیں اصول پر، قابل تحقیقات ہے؛ جن اصول پر، ایسے واقعاتی مسائل کی تحقیقات کیجاتی ہے" مزید برآں، "لارڈ ہالڈین، صفحہ ۱۲۶ پر لکھتے ہیں: کہ "اب اس امر کے تسلیم کیئے جانے میں، کسی تردد کی گنجائش باقی نہیں رہی، کہ جو شخص،

انگلستان کی بود و باش ترک کرکے، دوسرے ملک میں مستقل بود و باش یا اور اپنا
گھر، قائم کرنے کے ارادہ سے جاتا ہے، وہ، اپنے پیدائشی توطن سے دست بردار
ہو جاتا ہے۔"

جو مقدمہ ہاؤس آف لارڈز کے سامنے پیش تھا، وہ طلاق کے متعلق تھا؛
جو مدعی علیہ کی زوجہ نے، انگلستان میں دائر کیا تھا — مدعی علیہ انگلستان میں
پیدا ہوا؛ اور ۲۳ سال کی عمر میں، مصر گیا؛ اس سے دس سال کے بعد، اس کا
نکاح وہیں، تسلیم شدہ کلیسائے مجاز، اور سرکار انگریزی کے سفارت خانہ میں ہوا؛
نکاح کے بعد، وہیں مستقل طور سے رہتا تھا؛ جو وصیت نامہ اس نے لکھا، اس میں،
اس نے، یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ مصر کا متوطن ہے — انھیں وجوہ کی بنیاد پر،
لارڈز نے، یہ طے کیا کہ اس کو، مصر کا حق توطن، حاصل ہو گیا تھا۔ انگریزی سفارت خانہ
میں، جو رجسٹر، انگریزی رعایا کا رکھا جاتا ہے، اس میں اس کا نام درج تھا؛ اور وہ
انگریزی سفارت خانہ کی عدالت کے حدود اختیارات کے اندر تھا؛ مگر اس
عدالت کو، معاملات طلاق میں، کوئی اختیار نہ تھا۔ اس امر کو — کہ انگریزی
رعایا میں سے جو شخص (مشرقی ممالک میں)، انگریزی توطن حاصل کرتا ہے، اس کو،
معاملات طلاق میں، کوئی چارۂ کار حاصل نہیں رہتا — اس سوال سے —
کہ آیا اس کو، قانوناً حق توطن حاصل ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ — کوئی تعلق نہیں ہے۔"
(صفحہ ۷-۱۵۶)۔

بہ اتباع مقدمہ ٹولال ٹرسٹ، عدالت مرافعہ نے، یہ رائے قائم کی کہ وہ
انگریزی رعایا، جو ان غیر عیسائی ممالک میں رہتی ہے، جن کے ساتھ معاہدات
براءت (capitulation) ہیں، ان ممالک کے قوانین سے بری تصور ہوتی ہے؛
اور اس لحاظ سے، وہ، ایسا حق توطن نہیں حاصل کر سکتی، جو اس کو، اس ملک کے
قانون کا پابند کر دے؛ لیکن جو اختیارات، بربنائے معاہدات، حکومت انگلستان،
مصر میں استعمال کرتی ہے، گو وہ، قانون ملک سے براءت دینے والے ہوں، مگر
333 وہ، گورنمنٹ مصر کی رضامندی سے، استعمال کیے جاتے ہیں؛ اور فی الحقیقت
قانون مصر کا ایک جزو ہیں؛ جو ملک غیر کے ایسے لوگوں پر، جو مصر میں متمکن ہوں

رکھتے ہیں، نافذ ہیں۔
ملک غیر کی رعایا کی حیثیت، برائت کی نہیں ہے، اور اگروہ، وہاں مستقل طور پر رہتی ہے، تو اس پر، وہ قانون نافذ ہوگا، جو اس کی قوم کے دوسرے افراد پر نافذ ہوتا ہے "اس کو مصری حق توطن حاصل ہوجاتا ہے، کیونکہ اس نے، مصر کو، اپنا مستقل گھر بنا لیا ہے! ــــ اب یہ امر، غور طلب ہے، کہ قانون مصر کے مطابق، اس کی جائداد پر، کونسا قانون، نافذ ہوگا" (صفحہ ۱۶۰-۱۵۷)۔
انگلستان کی حفاظت میں رہنا، اور انگلستان کی رعایا ہونا، دو مختلف امور ہیں! ــــ انگلستان کی حفاظت کی وجہ سے، ایسا شخص، جو مشرقی ممالک میں رہتا ہے، انگلستان کی تمدنی جماعت کا رکن نہیں ہوجاتا؛ اور اس بناء پر، اس سے، وہ قانون نہیں متعلق کیا جاسکتا، جو اس تمدنی جماعت سے متعلق ہے: البتہ انگلستان کی وہ رعایا، جو انگلستان کی حفاظت میں رہتی ہے، اپنے اس ذاتی قانون کی پابندی کرتی ہے، جو حفاظت میں آنے سے قبل، اس پر نافذ تھا۔ اس طور سے، عبدالمسیح بنام فراہ۔ ۱۸۸۸ء-۱۳ مرافعہ قاہرہ-۴۳۱ کے مقدمہ میں، لارڈ واٹسن۔ ہاب ہاوس۔ سر بارنس پیکاک۔ اور سر جیمس ہنن، کی تجویز سے، جو لارڈ واٹسن نے لکھی تھی؛ ــــ ایک کلدانی رومن کیتھولک کی جائداد منقولہ، زیر بحث تھی؛ شخص مذکور، سلطنت عثمانیہ کی رعایا تھا، اور تمام عمر وہیں رہا تھا؛ ــــ چاہا یہ جاتا تھا: کہ اس انگریزی حق حفاظت کی بنا پر، جو اس کو حاصل تھا، اس کی جائداد منقولہ میں انگلستان کا قانون وراثت، جاری کیا جائے؛ ــــ جوڈیشل کمیٹی نے اس کو، نامنظور کر کے، یہ طے کیا، کہ اس پر، وہ قانون وراثت، جاری ہوگا، جو سلطنت عثمانیہ میں، کلدانی رومن کیتھولک پر جاری ہوتا ہے۔ اہل معاملہ، اس کلدانی کیتھولک تمدنی جماعت کا، ایک ممبر تھا، جو سلطنت عثمانیہ کے اس حصہ میں رہتی تھی، جہاں اس نے، توطن اختیار کیا تھا۔ اسی طرح کا مقدمہ، پیرا پانو بنام ہپازو (۱۸۹۴) اے۔ سی۔ ۱۶۵ ہے؛ جس میں: لارڈز واٹسن۔ ہاب ہاوس۔ میکناٹن۔ شینڈ۔ وسر۔ آر۔ کوچ، جج تھے؛ اور تجویز، لارڈ ہاب ہاوس نے لکھی تھی: اس مقدمہ میں، اہل معاملہ اس رومن کیتھولک جماعت کا ایک رکن تھا، جو سائپرس میں رہتی تھی؛ اور وہیں، اس نے،

توطن اختیار کرلیا تھا۔ اس کی نسبت، یہ طے ہوا؛ کہ کلیسائے رومن کیتھولک کا مذہبی قانون، اس کی توریث سے متعلق ہوگا۔ نیز معائنہ ہو امقدمہ تانو بنام تانو (۹ سائپرس لاء رپورٹ ۹۴)۔ جو فیصلہ بمقدمہ عبدالمسیح بنام فراہ، صادر ہوا، اس کے ایک فقرہ میں، ہندوستان سے توطن کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جو لارڈ ہابہاوس اور سر بارنس پیکاک کے ہندوستانی تجربہ کی بنا پر، غالباً سب سے زیادہ مستند اور قابل وثوق متصور ہوا؛ انھوں نے لکھا: کہ "ہندوستان کا توطن پولیٹکل حیثیت پر منحصر نہیں ہے؛ وہ، ہندوستان کے قیام سے، پیدا ہوتا ہے؛ اور اس کی نسبت، ہمیشہ یہ سمجھا گیا ہے، کہ وہ، قانون ملک کا تابع ہے؛ خواہ قانون مذکور، ملکہ کی حکومت کا ہو، یا اس کے پیشرو، حکام ایسٹ انڈیا کمپنی کا۔ انگلستان کی
324 عدالتیں، توطن کے مقدمات میں، ہمیشہ حکومت مذکور کو، ایک آزاد حکومت
سمجھتی رہی ہیں؛ قانون نافذہ ہندوستان کی رو سے، خاص خاص قومیں اور فرقے، اکثر اہم معاملات میں، اپنے مخصوص قواعد اور رسوم کی تابع ہیں: اس طور سے ہندوستانی توطن کی توریث میں، ممکن ہے، کہ اسلامی یا ہندوؤں کے قوانین سے، مدد لینے کی ضرورت پڑے، لیکن یہ سب قواعد اور رسوم، اس ملکی قانون کے، جس کو، ملک مذکور کی عدالتیں کام میں لاتی ہیں، لاینفک اجزا ہیں۔" ہندوستان کا، یہاں جو نقشہ کھینچا گیا ہے، وہ، زمانہ موجودہ کے لحاظ سے، بالکل صحیح ہے۔ ملک مذکور میں، ایک عام قانون جاری ہے، جس سے، بعض امور میں، بعض قوموں اور فرقوں کو، مستثنیٰ کر دیا گیا ہے؛ لیکن عام قانون اور اس کے مستثنیات، اس معنی میں، ملکی ہیں، کہ وہ، بادشاہ ملک کے عطیہ ہیں؛ نہ اس طور سے، کہ وہ، ملک میں، عام اور فطری طریقہ سے، بغیر کسی امر مفروضہ کے، نافذ ہیں۔ مورخانہ طریقہ سے، مجھ کو، اس امر میں شبہ ہے؛ کہ آیا، میکالے کے آغاز کردہ عظیم الشان سلسلہ وضع آئین و قوانین کے پہلے، ہندوستان میں، کوئی ایسا قانون موجود تھا، جس پر عام کا اطلاق ہو سکے؟ ـــ اس زمانہ سے قبل، بعض اقوام اور فرقوں کے قوانین موجود تھے؛ اور انگریزوں کے فرقے یا جماعت کے لئے، اسی حیثیت اور اسی طرح سے، انگریزی قانون کا وجود تھا، جو بعض مخصوص ایکٹوں سے خفیف سا تبدیل کر دیا

گیا تھا۔ اس فرض کرنے پر بھی، کہ میری یہ رائے صحیح ہے، انگریزی قانون، اور دوسری اقوام اور فرقوں کے قوانین، اسی حیثیت سے ملکی تھے، جس طرح، اس وقت، عام قانون اور اس کے مستثنیات ہیں۔ اور اس رائے سے، مضمون زیر بحث کی حالت میں، کوئی فرق نہیں واقع ہوتا۔ جہاں موصوف الصدر نے، جو حالت، ایک یوروپین متوطن ہندوستان کی بیان کی ہے، اور جس میں، بظاہر اب تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے، وہ یہہ ہے، کہ ایک یوروپین، عام قوانین کا، بغیر کسی تبدیلی کے، ہندوستان کے دوسرے لوگوں کی طرح، ــــ جن کے حق میں، عام قانون ہیں، ان کی قومیت اور فرقہ کے لحاظ سے، استثنا کیا گیا ہے، ــــ پابند ہے۔ یہ حالت بعینہ وہی ہے، جو میرے خیال کے مطابق، ہندوستان کے یوروپین متوطنوں کی قبل از یں تھی، یعنے وہ، انگلستان کے قانون کے متبع تھے، جس میں، ممکن ہے، کہ مخصوص ایکٹوں سے کچھہ تغیر ہو گیا ہو، مثل ان ہندوستانیوں کے، جو ہندوستان میں آباد اور اپنی قومیت اور فرقہ کے قواعد کے، پابند تھے۔ یہ حالت، عام طور سے، "انگریزوں کے ہندوستان میں توطن"، کے نام سے موسوم کیجاتی ہے؛ اور جو فقرہ، میں اوپر لکھہ آیا ہوں، اس سے یہہ نہیں ظاہر ہوتا، کہ جوڈیشل کمیٹی کو، اس نام کے متعلق، کوئی عذر تھا۔

انگریزوں کے ممالک عثمانیہ میں، توطن کے معنی سمجھنے میں، غالباً ایسی حالتیں، کوئی وقت نہ ہو، جبکہ انگریزوں کے، ہندوستان میں، توطن کے معنی، حسب تشریح بالا، سمجھا دیئے گئے ہیں۔ اصل سوال یہ ہے: کہ جو انگریزی رعایا، ممالک عثمانیہ میں آباد ہو گئی ہے، وہ کس قانون کی متبع ہے؟ ــــ آیا وہ، ہر مقدمہ میں، انگریزی قانون ہو گا یا سلطنت انگریزی کے کسی جز کا قانون (خواہ وہ انگلستان کا ہو، یا اسکاٹ لینڈ، یا کسی نوآبادی، یا کسی ماتحت حکومت کا۔) ــــ جہاں رعایا مذکور، یا اس کے آبا و اجداد، اس سے قبل آباد تھے؟۔ آبا و اجداد کا، جو تذکرہ کیا گیا ہے، وہ فضول اور بیکار نہیں ہے؛ کیونکہ بہت سے انگریزی خاندان، لیوانٹ میں، پشتہا پشت سے آباد ہیں! سوال، دوسرے الفاظ میں، یہ ہے: کہ جو انگریزی رعایا، قسطنطنیہ، سمرنا، یا الکزنڈریا، میں رہتی ہے، آیا وہ، ایک ایسی جماعت یا فرقہ قائم کرتی ہے، جس کا ذاتی قانون، انگلستان کا قانون ہے! یا وہ، منفرد اشخاص ہیں، جن میں سے کوئی، انگلستان، اور کوئی، اسکاٹ لینڈ، 325

اور کوئی، اسٹریلیا سے اپنے تعلق اور خصوصیت کا اظہار کرتا ہے، جس کی بنا پر، وہ، اپنی متوفیہ زوجہ کی بہن کے ساتھ نکاح کرنے کی قابلیت؛ بلا وصیت انتقال کی حالت میں تقسیم متروکہ؛ اور جائداد منقولہ کی بابت، برطانیہ عظمیٰ کے محصول وراثت کی ذمہ داری؛ اور دوسرے اسی طرح کے امور ہیں؛ ایک دوسرے سے مختلف ہیں؟ - اس امر کو تسلیم کرلینا، کہ سلطنت عثمانیہ میں، انگریزی توطن، کوئی شے ہے (معنوی طور سے)، ان دو جوابوں میں سے، جن کا یہاں باہم مقابلہ کیا جا رہا ہے، پہلے کو اختیار کرلینا ہے۔ ہندوستان میں، انگریزوں کے توطن کی اصطلاح کے صحیح تطابق کے لحاظ سے سلطنت عثمانیہ کے توطن، اور اسکے ساتھ اس جماعت کی رکنیت کو جس کا ذاتی قانون، باوجود سلطنت عثمانیہ میں رہنے کے، انگریزی قانون ہے، تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح، جن جوابات کا مقابلہ کیا گیا ہے، ان میں سے، دوسرے جواب سے، یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ ضروری نیت کے خلاف قیاس ہونے سے قطع نظر کرکے، سلطنت عثمانیہ یا کسی دوسرے غیر انگریزی مشرقی ملک میں، بہ نیت قیام رہنے سے توطن، قانوناً منتقل نہیں ہوسکتا۔ اس اصول کی تردید، مقدمہ کاسڈ اگلی بنام کاسڈ اگلی میں، بصراحت تمام کی گئی ہے؛ اور اس نے، ان دونوں فیصلوں، اور ٹولل ٹرسٹ [(۱۸۸۳) - ۲۳ - سی - ڈی - ۵۲۲ - نج، چیمبر] کی بنا، تجویز کو، بالکل بدل دیا ہے۔ اس میں یہ طے ہوا تھا کہ "ایک انگریزی رعایا کو، چین میں رہنے سے، کوئی ایسا جدید توطن، حاصل نہیں ہوسکتا، جس کی بنا پر، اسکی موت کے بعد، اس کی ذاتی جائداد منقولہ، انگلستان کے محصول وراثت کے ایکٹ سے مستثنیٰ ہوسکے"۔ اس مقدمہ میں متوفی، ایک انگریزی رعایا تھا، جس کا اصلی توطن، انگلستان کا تھا، مگر وہ شنگھائے میں آکر آباد ہوگیا تھا، اور وہاں مستقل قیام کا ارادہ رکھتا تھا، جو تسلیم کرلیا گیا تھا۔ اور جو بنا، مقدمہ عبدالمسیح بنام فراہ کے فیصلہ میں، پسند کی گئی تھی، وہ، یہ تھی، کہ توطن، ضروری نیت کے خلاف قیاس ہونے سے، قطع نظر کرکے، قانوناً کسی شرقی غیر عیسائی ملک میں، محض قیام سے، جو بہ نیت قیام ہو، منتقل نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ لارڈ واٹسن نے مقدمہ عبدالمسیح بنام فراہ میں کہا تھا، کہ "ملک غیر میں، اس جماعت کے ایک رکن کی حیثیت سے قیام، جو قانون ملک سے بری ہو، اگرچہ اس توطن کا، جو کسی دوسرے مقام کی بودوباش سے حاصل ہوا ہو، ا

زایل کرسکتا ہے؛ لیکن وہ، ایسے جدید توطن کو جس کو وہ چاہتا ہو، پیدا کرنے کے ناقابل ہے"۔ لیکن یہ سب اصول، ایک امریکہ کے مقدمہ (ناتھیر بنام کنگھام ۱۰۵ ۔ مین۔ ۳۲۶) میں باطل کردیئے گئے؛ اور یہ طے ہوا کہ ایک امریکہ کا باشندہ، ملک چین میں توطن حاصل کرسکتا ہے۔ ہوس آف لارڈز کی تجویز سے قبل، جسٹس ایونس ــــــ نے، ایک پرائز کورٹ کے مقدمہ میں، انگلستان میں، (ریوبیس [۱۹۱۵] ۱۔ پرووکول۔ لی سی۔ ۵۰۵، صفحہ ۵۱۵) اور مصر میں جسٹس کا تُرنے، ــــ اسی قسم کے مقدمہ (ڈورفنگر ــــ ۱۔ ایضاً صفحہ ۴۸۹) میں، اس کی صحت کی نسبت، شبہ ظاہر کیا تھا۔

پس یہ سوال، ابتک غیر منفصلہ ہے، کہ آیا ایک انگریزی رعایا، جس نے، بہ رضامندی خود، ایسے مشرقی ملک میں، توطن حاصل کیا ہے، جہاں اس کو، قانون ملک سے برائت حاصل ہے، ان حدود میں، اپنے ذاتی حقوق کے تصفیہ میں، انگریزی قانون کی تابع ہوگی؟ــــ یا اپنے اس اصلی توطن کے قانون کی، جس کا عام اصول کے لحاظ سے، انگریزی قانون، لحاظ کرتا ہے؟ــــ دوسرے الفاظ میں، بر وقت منظوری رعایت، قانون ملک نے، انگلستان کے جس قانون کو، ذاتی حقوق کا تصفیہ کنندہ قرار دیا ہے، کیا وہ انگلستان کا اندرونی قانون ہے؟ــــ یا "رفوائے" کی ایک قسم کے لحاظ سے، اس میں، سلطنت انگلستان کے کسی جزء کے، وہ قوانین بھی شامل ہیں، جن کی رو سے، اگر مقدمہ انگلستان میں پیش ہوتا، تو انگلستان کی عدالت، اس معاملہ کا تصفیہ، اسی قانون سے کرتی؟۔

اس مسئلہ کے متعلق، کوئی فیصلہ موجود نہیں ہے؛ اگرچہ اصول کئی بیان کئے گئے ہیں: مثلاً ــــ مقدمہ عبد المسیح بنام فراہ میں، لارڈ واٹسن نے، اس عذر کو رد کر کے، کہ مصری توطن حاصل ہوگیا، عام طور سے لکھا، کہ سفارتخانوں کے اختیارات کی بنا پر، ایک انگریزی رعایا کی ذاتی حیثیت میں، کوئی فرق نہیں واقع ہوسکتا؛ اور ان اختیارات کے متعلق جو حکم ہے، اس میں جس انگریزی قانون کا حوالہ دیا گیا ہے، اس میں وہ تمام قوانین شامل ہیں، جن پر، ایک انگریزی عدالت توجہ کرسکتی ہے۔ یہ اصول معقول اور قرین عقل ہے، کہ انگریزی قانون، اپنے وسیع معنوں میں لیا جائے؛ جیسا کہ مقدمہ جانسن میں ہوا، جس میں قانون توطن ملک غیر نے، متوفی کی توریث کے معاملہ کو،

قومی (انگریزی) قانون کے حوالے کر دیا تھا۔ انگلستان کی عدالت نے "رنوائے" سے اصلی توطن کا وہ قانون مراد لیا، جو انگریزی اصول کے مطابق، اس سے متعلق ہو گا؛ ایسی صورت میں، اگر ایک اسکاٹ لینڈ کا رہنے والا یا ہند و کسی مشرقی ملک میں متوطن ہو جائے، تو سفارتخانہ کی وہ عدالتیں، جن کے ہاتھ میں، بہ اجازت قانون، ملک متروکہ ہے، انگلستان کے اندرونی قانون وراثت کو کام میں نہ لائنے گی؛ بلکہ اسکاٹ لینڈ یا ہندوؤں کے اس قانون کو برتے گی، جو ایک انگریزی عدالت، بلحاظ فریقین مقدمہ کی حیثیت اور قومیت کے، برتتی۔

یہ بالکل درست ہے، کہ ڈاکٹر لوشنگٹن نے، ایلٹاس بنام ایلٹاس (۱۸۴۴) 827
۱۔ راب ۔ ۶۷ کے مقدمہ میں، ایک وصیت نامہ کے متعلق، — جس کو، ایک ایسی انگریزی رعایا نے، مرتب کیا تھا، جس کی تمام عمر، سمرنا میں بسر ہوئی تھی، مگر اس کے باپ نے، انگلستان میں توطن اختیار کر لیا تھا، — یہ رائے دی: کہ معاہدہ میں جس انگریزی قانون کا حوالہ ہے، اس سے مقصد، انگلستان کا قانون، محدود معنی میں ہے؛ یعنے — وہ، قانون، جو ایسی انگریزی رعایا کی وراثت سے متعلق کیا جاتا ہے، جو سلطنت عثمانیہ میں مر جاتی ہے، معاہدۂ دردانیال بابت ۱۸۰۹ء کی دفعہ ۲۹، یہ ہے: "کہ اگر کوئی انگریز، یا کوئی دوسرا شخص، جو اس قوم کی رعایا ہو، یا اسکے جھنڈے کی حمایت میں دریائی سفر کر رہا ہو، ہمارے ممالک محروسہ میں مر جائیگا، تو ہمارے مالی یا دوسرے عہدہ دار، اس کے وارث کی لاعلمی کی بنا پر، اس کے متروکہ پر، دست اندازی یا زیادتی کر کے، قابض نہ ہو جائیں گے؛ بلکہ وہ کسی ایسے انگریز کے حوالہ کر دیا جائیگا، — خواہ وہ کوئی ہو، — جس کو، وہ، اپنا وصی مقرر کر گیا ہو۔ اگر متوفی، بغیر کسی وصیت کے فوت ہوا ہے، تو جائداد، انگلستان کے سفیر کے حوالے کر دیجائے گی؛ یا اگر کوئی سفیر نہ ہوگا، تو سب سے پہلے روانہ ہونے والے جہاز میں، وہ انگلستان بھیجدی جائے گی۔" یہ شرط، بالکل صاف تھی، کہ ترکوں کا قانون، انگلستان کی عیسائی رعایا کی توریث سے متعلق نہ ہو گا؛ اگرچہ اس نے سلطنت عثمانیہ میں توطن اختیار کر لیا ہو۔ اور ڈاکٹر لوشنگٹن کا خیال یہ تھا، کہ جو قانون، اس کے قائمقام ہو گا، وہ انگلستان کا قانون ہو گا۔ دفعہ (۲۹) مذکور الصدر میں، جو لفظ "وصیت"

واقع ہوا ہے، اس کی نسبت ڈاکٹر صاحب موصوف نے لکھا، کہ "ہمارے نزدیک، یہ امر بالکل صاف اور صریح ہے، کہ اس سے مراد، وہ وصیت نامہ ہے، جو انگلستان کے قانون کے لحاظ سے مرتب کیا جائے"؛ اور الفاظ "بغیر کسی وصیت" سے مراد یہ ہے، کہ "قانون انگلستان کے مطابق، اس نے، کوئی وصیت نامہ نہ مرتب کیا ہو"۔ انگریزوں کے ممالک عثمانیہ میں، توطن کی بنیاد یہی اصول ہے۔۔۔۔ "موخرالذکر اصول کے طرفداروں میں سے، کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے، جس کا یہ خیال ہو، کہ انگلستان کا قانون، ایسے لوگوں سے، جنھوں نے، ممالک عثمانیہ میں توطن اختیار کیا ہے، بغیر اس ملک کے بادشاہ کی صریح یا ضمنی رضامندی کے متعلق کیا جا سکتا ہے؛ جس طرح، ہندوستان میں، کوئی مخصوص قانون، بغیر ایسی اجازت کے، نافذ نہیں ہو سکتا۔ عثمانیہ قانون کے اخراج کی اجازت، سلطان نے؛ اور اس کی جگہ، انگلستان کے قانون کے قیام کی اجازت، انگریزی حکومت نے، اسی معاہدہ کے ذریعہ سے دی ہے، جس کی تعبیر، ڈاکٹر لشنگٹن نے، "قانونی طور سے، قانون انگلستان سے کی ہے"؛ اگرچہ ان کے الفاظ یہ ہیں۔۔۔ "کہ کوئی انگریز یا دوسرا شخص، جو اس قوم کی رعایا ہو"۔

اگرچہ ڈاکٹر لشنگٹن نے، جو اصول، مقدمہ بالٹاس بنام بالٹاس میں قائم کیا، وہی انگریزوں کے توطن ممالک عثمانیہ کی بنیاد ہے؛ مگر اس امر پر بھی کافی طور سے توجہ نہیں کی گئی، کہ انھوں نے اس توطن پر زور نہیں دیا ہے۔ ان کے خیال میں، مسٹر مالٹاس کا توطن، ممالک عثمانیہ کا نہیں، بلکہ انگلستان کا قرار پا سکتا تھا۔ یہ فرض کر لینے کے۔۔۔ کہ انگلستان کا توطن، وہاں نہ موجود ہونے پر بھی قائم رہا، اور اسی سال کی عرصہ مدت میں، باپ سے بیٹے کی طرف منتقل ہوتا رہا (دیکھو اکرمس ۲۳۲ و ۲۳۳)؛ اور یہ بھی، باوجود اتنی بڑی تبدیل حالات کے، کہ بیٹا، ترک تجارت کے بعد بھی، سمرنا ہی میں مقیم رہا (دیکھو ا ۔۔۔ ۱۷)۔۔۔ یہی ہونگے، کہ جب توطن کی نسبت کہا جاتا ہے، کہ وہ، فی الحقیقت تبدیل کر دیا گیا، تو نیت (animus) سے مراد، کوئی ایسی شے ہے، جو مقام تبدل میں قیام کے ارادہ سے بالاتر ہے؛ اور اس میں، اس ملک کے باشندوں، یا ان میں سے کسی ایک مخصوص جماعت کے ساتھ، کسی طرح یا کسی حد تک، واحد ہو جانا شامل ہے۔ ڈاکٹر لشنگٹن نے کہا: کہ 328

”میں، اس کی نسبت، کوئی رائے نہیں دے سکتا، کہ آیا کوئی انگریزی رعایا، ممالکِ عثمانیہ کا توطن حاصل کرسکتی ہے یا نہیں؟ البتہ اتنا میں ضرور کہہ سکتا ہوں، کہ کسی انگریزی عیسائی رعایا کی نسبت، یہ فرض نہیں کیا جاسکتا، کہ وہ بخوشی، بابِ عالی کی حکومت میں، توطن کا ارادہ رکھتی ہے“[1]

اگرچہ یہ حال ہی میں طے ہوا ہے، کہ انگریزی رعایا، مصر یا چینی توطن اختیار کرسکتی ہے؛ مگر یہ قاعدہ، عرصہ دراز سے مسلّم چلا آتا ہے، کہ انگریزی رعایا، ہندوستانی توطن حاصل کرسکتی ہے۔ جو توطن، اس طور سے حاصل ہوتا ہے، وہ، ایک مخصوص قسم کا توطن ہے؛ اس سے، شخص مذکور، ان تمام ملکی قوانین کا تابع نہیں ہوجاتا، جو عموماً باشندگان ملک سے متعلق ہے؛ بلکہ اس کو، صرف اس ذاتی قانون کا اتباع کرنا پڑتا ہے، جو یورپین رعایا ساکن ہندوستان سے متعلق ہے۔ یہ ”انگریزی ہندوستانی“ توطن کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے؛ اور اس کی نسبت، مقدمہ عبد المسیح بنام فراہ میں بیان کیا جاچکا ہے، کہ اس کا انحصار، پولیٹکل حیثیت پر مطلق نہیں ہے۔

یہ صورت، بعض لحاظ سے، اس توطن کے برعکس ہے، جو انگریزی رعایا، مصر میں حاصل کرسکتی ہے ـــــ مصر کے توطن میں انگریزی رعایا کے حقوق کے متعلق، انگریزی قانون کا استعمال، بادشاہ ملک کی اجازت سے ہے؛ برخلاف اس کے، ہندوستانی توطن سے، ملک کا تمام قانون متعلق ہوتا ہے؛ لیکن وہ، قانونِ ملک کے متعدد فرقوں کے ذاتی حقوق کے تصفیہ میں، مستعمل نہیں ہوتا۔ ان کے ذاتی حقوق کا تصفیہ، ان کے مذہبی قوانین، اور رسم و رواج، سے ہوتا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے، کہ اگر انگلستان کی کوئی عورت کسی مسلمان یا ہندو سے عقد کرلے، تو وہ، مرد کے مخصوص ذاتی قوانین کی تابع نہیں ہوجاتی، جبتک کہ وہ، صراحتاً اس کا مذہب نہ اختیار کرے؛ بلکہ وہ، اپنے ذاتی قانون مقام پیدائش کی تابع رہتی ہے۔ اسی بنا پر، مقدمہ بحضرہ میر انور الدین، یو۔ ایس صفحہ ۷۸ - چیف جسٹس ریڈنگ نے کہا، کہ انگلستان

[1] ان اصول کا فیصلہ، ان صریح اصول سے ہوگیا، جو مقدمہ کاسنڈا گیلیے میں قائم کیے گئے ہیں؛ اور جو اس سے مختلف المفہوم ہیں۔

329

کی عورت بذریعہ عقد نکاح کے، اپنے شوہر کا توطن حاصل کر لیتی ہے، اور اس ملک کے قوانین کی پابند ہو جاتی ہے؛ مگر وہ اپنے شوہر کے مذہب کی پابند نہیں ہو جاتی، اور نہ اس کے مذہبی قوانین کا اتباع اس پر لازم ہوتا ہے؛ بہ استثنائے اس حد کے، جو شوہر کا قانون توطن، لازم قرار دیتا ہو، نہ اس سے زیادہ۔"

انگریزوں کے ہندوستانی توطن کے متعلق، جو قواعد انیسویں صدی کے وسط میں قرار پائے تھے، ان پر براہ راست، ان مقدمات کا کوئی اثر نہیں پڑا، جو انگریزوں کے مصر یا چین کے توطن کی نسبت، حال میں طے ہوئے ہیں۔ ان قواعد کی رو سے، ہر انسپر یا سویلین، جو کہ گورنمنٹ ہند کی ملازمت میں ہو، یا ہر انگریز، جس نے، ہندوستان کی مستقل سکونت اختیار کر لی ہو، حق توطن حاصل کر سکتا ہے؛ جس کی بنا، پر، اس کے ذاتی حقوق کا تصفیہ، جب تک کہ وہ اپنے اصلی وطن کو واپس نہ جائے، انگریزی قانون سے ہوگا (اٹرنی جنرل بنام فٹنر جرلڈ۔ ۲۵۔ ایل۔ جے۔ سی۔ ایچ۔ ۳۴۳۔ و کمشنران لینڈ ریونیو بنام مہمان ترکہ گارڈن۔ ۱۲۔ اسیشن کیسس۔ ۷ ۹۵)۔ یہ امر، البتہ مشتبہ ہے، کہ آیا ہندوستان کی موجودہ تبدیل شدہ حالت میں بھی، ان فیصلوں کا اتباع کیا جائے گا؛ جبکہ انگریزی عدالتوں نے، دوسرے مقدمات وراثت میں، بعوض انگریزی کے اُن قوانین سے، جو فریق مقدمہ کے وطن میں جاری ہیں، کام لینا شروع کر دیا ہے؟ —— لیکن یہ مسئلہ، ابتک قطعی تصفیہ کے لئے، کسی مقدمہ میں پیش نہیں ہوا۔

ٹورال کے مقدمہ امانت، اور مقدمہ عبد المسیح بنام فراہ کے فیصلہ جات کے متعلق، جو تنقیحی بحث، ویسٹ لیک نے، اپنی کتاب کی اخیر طبع میں درج کی تھی، اس کا مقصد، یہ ظاہر کرنا تھا؛ کہ یہ دونوں فیصلے، انگریزی توطن کے استثنا کے اصل اصول کے مخالف تھے۔ یہ بحث، اس طرح سے نکال دی گئی ہے، کیونکہ جو معقول بحث، انھوں نے، پیش کی تھی، اس کو، انگلستان کی اعلیٰ عدالت نے، مقدمہ کو سڈ انگلے میں بدل دیا ہے؛ جس سے ان کی حجت کی صحت، بمقابلہ ہر دو قدیم مقدمات کے ججوں کے ثابت ہوتی ہے: اس لئے اب ہم توطن کے قواعد کے بیان کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔

دفعہ ۲۴۳۔ توطن، جس کا لازمی تعلق، قانون یا حدود اختیارات

یا دونوں سے ہے، ہمیشہ کسی ملک میں ہونا چاہیئے؛ اگرچہ اس ملک میں، کسی مخصوص مقام میں ہونا، ضرور نہیں ہے؛ ممکن ہے کہ وہ، انگلستان میں ہو؛ مگر یہہ ضرور نہیں، کہ وہ، پارک یا کسی ایسے ہی دوسرے شہر میں ہو۔ اسیطرح "توطن" ہندوستان میں ہو سکتا ہے، لیکن یہہ ضرور نہیں ہے، کہ وہ، خاص کلکتہ یا کسی دوسرے شہر میں ہو۔ اگر، توطن، ہندوستان کا ہو، جہاں مختلف قومیں یا فرقے، مختلف قوانین کے پابند ہیں، تو توطن کا پوری طرح اظہار، اس وقت تک نہیں سمجھا جائیگا، جبتک کہ اس قوم یا فرقے کی صراحت نہ کی جائے گی، جس میں، وہ شخص، شریک ہے؛ جیسے انگریزوں کا ہندوستانی توطن، یا ایک مسلمان یا ہندو کا ہندوستانی توطن۔ جس صورت میں کہ کوئی انگریزی رعایا، ایسے مشرقی ملک میں توطن اختیار کرے، جو انگریزی حکومت سے خارج ہو، تو اس کے توطن کا اظہار، انگریزی مصری، اور انگریزی اترکی، اور انگریزی چینیا توطن کی اصطلاحات سے کیا جائیگا۔

880 ویسٹ لیک نے، قدیم فیصلوں سے جو بحث کی تھی، اور مشرقی توطن کی نسبت جس رائے کا اظہار کیا تھا، اس کی تائید مسٹر ایف پیگٹ، سابق چیف جسٹس ہانگ کانگ نے ـــــ اپنی کتاب "برائٹ قانون ملک" کی طبع ثانی سنہ ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۲۲۲ میں کی ہے؛ اور مسٹر [illegible] یونیورسٹی کیلیفورنیا کے مسٹر ہیوبرٹ نے ـــــ لا کوارٹرلی ریویو کی جلد ۲۴ میں، جنہوں نے مقدمہ [illegible] کے وصیت نامہ کے فیصلہ کا حوالہ دیا ہے، جو امریکہ کی عدالت متعلقہ چین، شنگھائی ٹرم سنہ ۱۹۰۹ء (بشکل رسالہ) کا تنہا فیصلہ ہے۔ "وصی کا اصلی توطن، جارجیا کا تھا؛ سوال یہ تھا، کہ آیا اس متروکہ کے انتظام میں، جارجیا کے قانون سے کام لیا جائے، یا اس قانون سے، جو کانگریس نے باشندگان امریکہ ساکنین چین کے سے متعلق کر دیا ہے؛ اور عام قانون ہے؟ [illegible] [illegible] نے موخرالذکر قانون کے حق میں فیصلہ کیا، یہہ کہہ کر، کہ ہم اس کی کوئی معقول وجہ نہیں پاتے، کہ ایک شخص، امریکہ کا باشندہ، کیوں چین میں توطن نہیں اختیار کر سکتا"؛

اصلی توطن اور ان لوگوں کا توطن جو عاقل و بالغ نہوں

میں، اس توطن کا — جو کہ اختیارات کی بنیاد ہے (جس سے کافی طور سے عملی نتیجہ پیدا ہوسکتا ہے)، اگر وہ سکونت کے مساوی قرار دیا جائے: اور اس بنا پر یہ تسلیم کیا جائے، کہ ایک شخص، ایک سے زیادہ توطن رکھ سکتا ہے)۔ اور اس توطن کا — جو ذاتی قانون کا معیار ہے، اور جس کا، اس غرض سے، ایک ہونا ضرور ہے، اور جو اس لحاظ سے، سکونت سے، بالاتر ہے، — باہم مقابلہ کرچکا ہوں انگلستان میں، توطن کا تصور، موخرالذکر قسم کا ہے؛ مگر جو ایک ہونے کا خیال، اس سے پیدا ہوتا ہے، اس کو ہم انھیں مواقع تک محدود نہیں رکھتے، جن میں قانون، زیر بحث ہوتا ہے۔ انگلستان میں، جب ہم اس اصطلاح کو، حدود اختیارات کے ضمن میں، استعمال کرتے ہیں — اور اگرچہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں، کہ "توطن" اپنے صحیح مفہوم کے لحاظ سے لازمی نہیں ہے، — تو ہم، یہ کہتے ہیں، کہ اختیارات کی بنیاد، توطن یا سکونت پر قائم ہوسکتی ہے؛ نہ یہ کہ ایک سے زیادہ توطن کا ہونا ممکن ہے۔ کم سے کم، میری رائے میں، اس طرز ادا کا صحیح تر ہونا، اب مسلم ہے؛ اگرچہ ممکن ہے، کہ یہ امر ہمیشہ پیش نظر نہ رہتا ہو۔ ہر شخص کی اس قدر دقیق اصطلاحی صفت کے دریافت کرلینے کے لئے، یہ ضرور ہے کہ اس کا آغاز، اس پیدائشی توطن، سے کیا جائے، جو از روئے قانون، اس پر عائد ہوتا ہے؛ مثلاً، اس شخص کے باپ کا توطن، جس کے بعد، خود اس کی نقل و حرکت سے کی دریافت ہوسکتی ہے —

اس فرضی تسلیم سے، اتنا تو ضرور ہو جائیگا، کہ وہ کسی وقت بھی، بغیر توطن کے نہ رہیگا؛ اگرچہ فی الحقیقت اس کا کوئی مستقل مقام سکونت نہ ہو۔ اس لئے یہ مضمون، ابتدا سے دو اجزا میں منقسم ہو جاتا ہے — ایک، توطن پیدائشی (یا ابتدائی)؛ دوسرا، توطن انتخابی (یا اختیار کردہ)۔ مقدم الذکر، توطن کے متعلق حسب ذیل قواعد ہیں:—

دفعہ ۲۴۴ — قانون انگلستان، ہر شخص کا، بوقت پیدائش، ایک توطن فرض کرتا ہے، جو پیدائشی یا ابتدائی یا اصلی توطن، کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

331 **دفعہ ۲۴۵** جو بچہ، بحالت نکاح، اپنے باپ کے زمانہ حیات میں، پیدا ہوا ہو، اس کا، اصلی توطن، وہی ہے، جو باپ کا، بچہ کی پیدائش کے وقت تھا۔

دفعہ ۲۴۶ جو بچہ، بغیر نکاح کے پیدا ہوا ہو، اس کا اصلی توطن، وہی ہے، جو اس کی پیدائش کے وقت، اس کی ماں کا تھا۔

ڈیسپبرشی: بمقدمہ ساؤنی بنام اُڈنی (۱۸۶۹) ایل۔آر۔آئی۔ایس ڈی۔اے۔ ۴۵۷؛ بمقدمہ سارکھارنٹ بنام سٹیر فیلڈ (۱۸۸۷) ۳۴ چانسری ڈویژن ۶ ۴۵-۳۷۷-سنج، کاٹن۔لنڈلے۔ نوٹس؛

دفعہ ۲۴۷ اگر ایسا بچہ، جو بغیر نکاح کے پیدا ہوا ہو، بعدہ بحالت نابالغی، صحیح النسب کر لیا جائے[1] تو ایسے صحیح النسبی کے وقت، جو توطن، اس کے باپ کا ہوگا، وہی اس کا توطن قرار پائیگا۔

دفعہ ۲۴۸ جس لڑکے کے والدین کا پتہ نہ چلتا ہو، اس کا اصلی توطن، وہی ہوگا، جہاں وہ پیدا ہوا، اگر وہ بھی نہ معلوم ہو، تو جہاں وہ پایا گیا یعنی وہ ملک، جس پر اس بچے کو پالنا، اور تعلیم دلانا لازم ہے۔ اور چونکہ اس پرورش اور تعلیم سے، اس کے ذاتی تعلقات قائم ہوتے ہیں، اس لئے اس کا ذاتی قانون بھی، فطری طور سے، اسی مقام سے متعلق رہے گا۔

متذکرہ بالا، اور توطن اختیاری، کے درمیان میں نابالغوں کے تبدیل توطن کے قواعد ہیں، جن کا تعین، ان اشخاص کے افعال سے ہوتا ہے، جن پر وہ نابالغ منحصر ہوتے ہیں۔ نابالغوں کا، جو توطن، اس طور سے قرار پائے، اس کو اصلی توطن، کے نام سے، موسوم کرنے میں، کوئی ہرج نہیں؛ کیونکہ اس توطن کی طرح، جو پیدائش سے قائم ہوتا ہے، اگرچہ توطن، زمانہ بلوغ تک قائم رہے، تو یہی اصلی توطن، قرار پاکر، اس کے اختیاری توطن، کو میسر کرنے میں، کام دیسکتا ہے؛ اور بعض اوقات، وہ اسی نام سے موسوم کیا جاتا ہے؛ اس کو پیدائشی توطن (Native Domicile)

---

[1] انگریزی قانون کی روسے، ایسا بچہ، جو حرام سے پیدا ہوا ہو، بچہ کی ماں سے، باضابطہ نکاح کر لینے سے، صحیح النسب ہو جاتا ہے۔ مترجم۔

سے موسوم کرنا کچھ زیادہ مناسب نہوگا۔

دیکھو مقدمہ گرگنش و گرگنش بنام ہیوٹ [۱۸۹۲] ۳- چانسری ۱۸۰ - جج چٹی - صفحہ ۱۸۴ - یہ فی الحقیقت ایک قانونی سوال ہے نہ کہ محض اصطلاحی۔ دیکھو دفعہ ۲۶۱ ؎

اس قسم میں، صرف شیرخوار بچے ہی شامل نہیں ہیں، نام کے متعلق، اتنا اور بیان کردینا ضرور ہے، کہ توطن اصلی کو، خواہ کتنا ہی وسیع یا محدود کیا جائے قانون روما کے حق باشندگی (Origo سے کوئی تعلق نہیں ہے؛ جو فی الحقیقت حق باشندگی شہر (Citirzenship) تھا، دیکھو صفحہ ۱۲۔

دفعہ ۲۴۹ ایسے نابالغ کا توطن، جو صحیح النسب ہو، یا صحیح النسب کرلیا گیا ہو، اور جس کا ازدواج نہوا ہو، اور نہ وہ، حضانت سے جدا کیا گیا ہو، اس کے باپ کے توطن کا تابع ہے۔ اور ایسے نابالغ کا توطن کہ جو بغیر ازدواج کے پیدا ہوا اور غیر شادی شدہ ہو اور حضانت سے جدا نہ ہوا ہو، اور نہ صحیح النسب کرلیا گیا ہو — تمام توطن کی تبدیلیوں میں، اسکی ماں کے توطن کا تابع رہیگا۔ حضانت سے خارج ہونے کے لئے، لازم ہے، کہ فریق مذکور کلیتاً اور مستقلاً، والدین کی حفاظت سے نکل گیا ہو۔

مقدمہ سرکار بنام باشندگان روتھر فیلڈ گریز - ۱۸۲۳ - ۱ - بی - سی - آر - ۳۴۵ - 332
جج بیلی - ہوآلرائیڈ ڈیسٹ : یہ مقدمہ، ایک مفلسوں کی آبادی کا تھا، جو توطن سے بالکل مشابہ تھی - ایک مفلس، بحالت نابالغی، بحری فوج میں شریک ہوگیا تھا، اگر وہ، فوج میں، ۲۱ سال کی عمر تک رہتا، تو اسکی حضانت سے علیحدگی کا شمار، بھرتی کی تاریخ سے ہوتا، لیکن اس کا تعلق، سلطنت سے ختم ہوگیا! اور وہ، پھر اپنے والدین کی حفاظت میں آگیا؛ جس کی بنا پر پھر اس کو اس کے باپ کی، مقامی باشندگی کا حق حاصل ہوگیا ؎

دفعہ ۲۵۰ باپ کے مرجانے کے بعد، باپ کے — آخری توطن

؎ بٹی نے بیان کیا ہے، کہ اب تک کوئی ایسی نظیر نہیں ہوئی ہے، جس میں نابالغ کا توطن، خود اسکے افعال سے تبدیل شدہ قرار پایا ہو ؎

کے قانون یا اختیارات کی روسے، اس کے، — ایسے نابالغ بچوں کی، — جو صحیح النسب ہوں، یا صحیح النسب کرلئے گئے ہوں، اور جن کا ازدواج نہ ہوا ہو، اور نہ وہ حضانت سے علیحدہ ہوئے ہیں، — ولایت کا انتظام کیا جائیگا؛ مگر بجز بچوں کی ماں کے، کسی اور ولی کو، — خواہ اس کو بحسب قانون مذکور، باپ نے مقرر کیا ہو، یا وہ خود، ازروئے قانون یا اختیارات، ولی قرار پایا ہو، — یہ اختیار نہوگا، کہ وہ نابالغ کے توطن کو تبدیل کردے؛ بہ استثنا کے اس صورت کے، کہ تقرر ولایت میں، یہ شرط ہو؛ یا جس قانون یا حکم کی روسے، وہ ولی قرار پایا ہو، اسکی روسے، وہ، اس کا مجاز ہو۔ لیکن اگر ماں، ولی قرار پائے، اور جس حکم یا قانون کی روسے، اس کی، یہ حیثیت قائم ہوئی ہے، اس میں، اسکی ممانعت نہوا، تو وہ، — خواہ دوسرا نکاح کرے یا نکرے، — غیر منکوح نابالغ، کو اپنے ساتھ، جہاں چاہے لیجا سکتی ہے؛ بشرطیکہ اس کا تبدیل مقام کرنا، اسکی وراثت کی غرض سے، بدنیتی پر مبنی نہو (اگر تبدیل مقام کے لئے کافی وجہ نہوگی، تو یہ تبدیل، بدنیتی پر محمول کیجائے گی)؛ یا نابالغ کے فوائد کو پیش نظر رکھ کر، ایسا انتظام کرے، کہ نابالغ کا وہ توطن، جس کو، وہ چھوڑ چکی ہے، بحال خود قائم رہے۔ اور جن مقامات میں، ماں کی برائے نام ولایت، عدالت کے زیر ہدایت ہوتی ہے، اور خود عدالت، اپنے آپ کو، اصلی ولی تصور کرتی ہے، جیسا کہ انگلستان کی ہائیکورٹ چانسری ڈویژن میں ہوتا ہے، وہاں، ماں کو، اپنی اولاد کے توطن کے تبدیل کا، یہ محدود اختیار بھی، باقی نہیں رہتا۔ یہ اصول، ان بچوں پر بھی، اسیطرح حاوی ہیں، جو اپنے باپ کے فوت ہوجانے کے بعد، پیدا ہوں، جسطرح، وہ، ان بچوں سے متعلق ہیں، جن کے باپ، انکی پیدائش، یا ان کے صحیح النسب قرار دیئے جانے کے بعد، فوت ہوئے ہوں۔

خیال کیا جاتا ہے، کہ دفعہ ہذا، ان نتائج کے مطابق ہے، جسپر مقدمات ذیل میں، بمجان تذکرہ پہنچے ہیں:- پوٹنگر بنام وٹمین (۱۸۱۷) ۲-میر-۹۷- میں جسٹس گرانٹ۔ اور مقدمہ جانسٹون بنام بیٹی (۱۸۴۳) ۱۰ سی و ایف- ۶۶ میں جسٹس لینڈ ہرسٹ اور کیمبل (صفحہ ۱۲۰-۱۴۰)- اور مقدمہ شارپ بنام کرسپن (۱۸۶۹) ایل-آر-ای پی-ایم ۷ ۶۱۱ میں جسٹس وائلڈ- اور مقدمہ بیومانٹ [۱۸۹۳] ۲-چانسری-۴۹۰ میں جسٹس اسٹرلنگ ایم؛

مقدمہ مختار کراؤن بنام فنچ لوئیس (۱۹۱۰) ایس سی ۴۷۰۔ میں، ایک گیارہ سال کے نابالغ بچہ کو، اس کے باپ کے مرجانے کے بعد، اس کی ماں، اس کے اصلی توطن کے مقام سے اپنے ساتھ لے گئی؛ بچہ ۹ سال تک، اپنی ماں کے ساتھ، اسکاٹ لینڈ میں رہا؛ جہاں، اس کی ماں نے ایک انگلستان کے رہنے والے سے نکاح کرلیا۔ اس کے بعد، بچہ کا نکاح، لندن میں ہوا؛ مگر وہ، پھر اسکاٹ لینڈ واپس آکر رہنے لگا؛ یہاں تک کہ اسکی نسبت، 333
یہ تصدیق کی گئی، کہ وہ دیوانہ ہوگیا ہے۔ اسکی نسبت، یہ طے ہوا، کہ اس نے اپنی ماں کا اسکاٹ لینڈ کا توطن، بحالت نابالغی حاصل کرلیا تھا، اور وہ، بحالت توطن، اسکاٹ لینڈ میں فوت ہوا۔ قاعدہ ہذا میں، ماں کو مخصوص ولایت کا حق دینا، اور باپ کے آخری توطن کے قانون کو، کل معاملہ میں، قابل اتباع تصور کرنا، اور باپ کے فوت کے بعد، جو بچہ پیدا ہوا، اس کا تعلق بقیہ دفعہ سے کرنا، اگر بغور دیکھا جائے، تو نظائر مجولہ سے زائد ہے!

دفعہ ۲۵۰ جو شخص بعد بلوغ کے مجنون ہو جائے اس کا توطن، اسکے محافظ کے تبدیل توطن سے نہیں بدلتا؛ بلکہ وہی رہتا ہے، جو آغاز جنون کے وقت تھا۔

مقدمہ سینڈی بنام ہاسٹیرن (۱۸۹۶) ۲۔ ولس۔ ۱۹۸۔ میں، جسٹس لمبرو نے اس امر کے متعلق، اپنا شبہ ظاہر کیا، کہ آیا جو زمانہ کسی ملک میں، بحالت جنون بسر کیا جائے، وہ، قبل جنون کے زمانہ میں، تعین توطن کے لئے، شریک کیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ مقدمہ شارپ بنام کرسپن (۱۸۶۹) میں جسٹس وائلڈ کا رجحان، قطعی طور سے اس دفعہ کے اصول کی طرف تھا۔ ایل۔ آر۔ آئی۔ پی۔ ایم۔ ۶۱۰؛

مقدمہ ہیپرن بنام اسکرونگ (۱۸۶۱) ۹۔ ڈبلیو۔ آر۔ ۳۷۴۔ جج اسٹوارٹ؛ تماما یہ شبہ پیش ہی نہیں آئی۔ ڈائسی نے "اختلاف قوانین" میں، دفعہ ہذا کے اصول کی تائید کی ہے صفحات ۱۴۲-۱۴۳-۱۵۲-۱۵۳ طبع سوم۔

دفعہ ۲۵۱ لیکن ایسے لڑکے کا توطن، جو بعد بلوغ، کبھی عاقل نہ رہا ہو، اس کے باپ کے تبدیل توطن کا تابع رہے گا؛ اس صورت میں، جو ناقابلیت، بربنائے جنون ہے، وہ، اس ناقابلیت کے سلسلہ میں شمار ہوگی، جو نابالغی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

مقدمہ شارپ بنام کرسپن (۱۸۶۹) ایل۔ آر۔ آئی۔ پی۔ ایم۔ ۶۱۱۔ جج، وائلڈ۔

دفعہ ۲۵۳ اس زوجہ کا توطن جس کا افتراق (a mensa et toro)[1] از روئے قانون، نہ عمل میں آیا ہو، زوج کے توطن کے تابع ہے۔

یہ امر سخت مشتبہ ہے، کہ آیا ایسے عدالتی افتراق کے بعد بھی، زوجہ کو علیحدہ توطن کے قائم کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ شہزادی بائسکو کے مقدمہ میں، جو بحث تھی، اور جس پر یورپ کے دوسرے ممالک میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، مقدمہ ڈالفن بنام رابنسن میں پیش نہیں آئی، مگر جسٹس کرینورتھ کی یہ رائے معلوم ہوتی تھی، کہ زوجہ کو، یہ قابلیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور جسٹس کنگس ڈاون کی، صریح رائے، اس کے خلاف تھی؛ ۱۸۵۹ - ۷ - ایچ - آف - ایل - ۴۱۶ - ۴۲۰ جسٹس کرینورتھ نے، یہاں تک کہا، کہ جب زوج، ملک کو چھوڑ دے، اور اپنی زوجہ سے، بے خبر ہو جائے، اور ملک غیر میں مستقل سکونت اختیار کرے، یا کسی جرم کی بناء پر، ملک سے خارج کر دیا جائے، تو زوجہ کو، علیحدہ توطن قائم کرنے کا حق ہو جاتا ہے۔ ایضاً صفحہ - ۴۱۹ ۔

دفعہ ہذا کے عام اصول سے متفق ہونے میں، جسٹس سوئنفن ایڈی نے، حد مذکور تک، استثنا قائم کرنا ممکن تصور کیا تھا۔ مقدمہ میکنزی ۔ میکنزی بنام اڈیوورڈز ناس [۱۹۱۱] ا۔ چانسری - ۵۹۴ - میں جسٹس فلیمور کا رجحان، زوجہ کے قیام توطن کیطرف تھا؛ خواہ قانوناً شوہر سے جدا کر دی گئی ہو، یا وہ قانوناً جدا کر دیئے جانے یا طلاق دیدیئے جانے کی مستحق ہو: لیکن یہ رائے ایسی بنا پر مبنی تھی، جس میں، توطن اور سکونت کو خلط ملط کر دیا گیا تھا ؛ مقدمہ لاسیور بنام لاسیور (۱۸۷۶) ا - پی - ڈی - ۱۳ میں جس کے لئے، دیکھو صفحہ کتاب ہذا ۹۸ جسٹس موصوف کے اصول کو، ہوس آف لارڈز نے، ایک بعد کے مقدمہ میں، منسوخ کر دیا؛ اور یہ طے کیا، کہ افتراق کی ڈگری کی عدم موجودگی میں، زوج کا وہ طرز عمل جس کی بناء پر، زوجہ کو بحالت

---

[1] اس کے معنی بستر اور میز سے علیحدگی کے ہیں، یہ ایک قسم کی جزئی طلاق ہوتی ہے؛ مگر اس میں عقد نکاح فسخ نہیں ہوتا؛ مترجم۔

دعوی، ڈگری ملسکتی تھی، زوج کے انتقال کے بعد، یہہ ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں تصور ہو سکتا، کہ زوجہ کا کوئی جداگانہ توطن تھا۔ مقدمہ لارڈ ایڈوکیٹ بنام جیفری [۱۹۲۱] ا۔ اے۔ سی۔ ۱۴۶۔ جج، بالڈین۔ فنلے۔ کیو۔ ڈینڈن۔ شا، جنہوں نے، اسکاٹ لینڈ کے سشن کورٹ کے فیصلہ کو، بحال رکھا تھا۔

ایک مقدمہ میں، جو جرمنی سے جنگ کے زمانہ میں دائر ہوا تھا، ایک انگلستان کی عورت کے متعلق، جس کا نکاح، ایک آسٹریا کے رہنے والے سے ہوا تھا، اور جن میں عدالتی طور سے افتراق ہو گیا تھا؛ یہ طے ہوا: کہ زوجہ کا توطن، باغراض وصول رقم، زوج کے توطن سے جدا تھا۔ مقدمہ امانت گر نتھراپ [۱۹۱۸] ڈبلیو۔ این۔ ۱۶۔ جج، آیو۔

ایک انگلستان کی عورت کے متعلق، جس کا نکاح، ایک ملک غیر کے شخص کے ساتھ ہوا ہو، اور جس کو، شخص مذکور نے چھوڑ دیا ہو؛ یہ طے ہوا: کہ زوجہ مذکورہ مجاز ہے، کہ وہ، اپنا اصلی توطن انگلستان کا حاصل کرے؛ تاکہ وہ، اپنے شوہر پر، بطریق انگلستان، طلاق کا دعوی دائر کر سکے۔ دیکھو مقدمہ اسٹاتھاٹس بنام اسٹاتھاٹس [۱۹۱۳] پی۔ ۴۶ صفحہ کتاب ہذا ۸۰۸۔

مقدمات ولیمس بنام ڈاور [۱۸۵۱] افنٹ و [۱۸۵۲] ڈابسن۔ ۲۔ رابرٹسن۔ ۵۰۵ سے یہ مترشح ہوتا ہے: کہ جو عورت، عدالتی طور سے شوہر سے، جدا کر دیگئی ہو، وہ، قانونی طور سے، اس مقام کی ساکن نہیں متصور ہوگی، جہاں، اس کا شوہر رہتا ہے؛ اس غرض سے، کہ وہ، اسی عدالت کے زیر اختیار، متصور ہو، جس میں، شوہر، تنسیخ نکاح کے لئے، بعدہ دعوی دائر کرے۔

توطن اختیاری یا انتخابی

اب ہم، اس فعل سے بحث کریں گے، جس کے ذریعہ سے، ایک عاقل اور بالغ شخص، اپنے لئے کسی خاص توطن کو، منتخب کر سکتا ہے۔ اور چونکہ یورپ کے اکثر ممالک میں، ذاتی قوانین کا معیار، بجائے توطن کے، پولٹیکل قومیت، قرار پا چکا ہے؛

یوں کہو اکہ تمدنی جماعتیں، پولٹیکل جماعتیں، متصور ہونے لگی ہیں! — یہ امر بہتر ہوگا کہ سب سے پہلے، اسپر غور کیا جائے، کہ توطن کی اس قانونی حیثیت پر، جو انگلستان میں اب تک قائم ہے، ایسے اوقات میں کیا اثر پڑتا ہے؟ جبکہ ایسے ملک کی نسبت غور کرنا پڑتا ہے، جس میں وہ قانونی حیثیت، پولٹیکل قومیت کو دیجاتی ہے؛ یا جسمیں سب اجنبی شخص کے توطن اختیار کرنے میں، اس ملک کی حکومت کی اجازت سے اور بلا اجازت کی بنا پر، فرق کیا جاتا ہے۔

دفعہ ۲۵۴ اگر کسی ملک میں، اس طرح قیام کیا جائے، کہ قیام مذکور انگلستان کے قانون سے، وہاں کا توطن قرار پاسکتا ہو، تاہم اس کو، ایسا کوئی اثر وہاں کے قانون سے نہیں دیا جاسکتا، انگلستان کے توطن سے متعلق، نہیں دیا جائیگا۔ دوسرے الفاظ میں، کوئی شخص، کوئی ذاتی قانون، اسی قانون کی خلاف ورزی کرکے، نہیں حاصل کرسکتا۔

کولیر بنام ریواز (۱۸۴۱) ۲ - کر۔ ۸۵۵ - نج جنیر — بریمر بنام فریمن (۱۸۵۶) ڈین - ۱۹۲ - نج، ڈابسن: ان دونوں مقدمات میں، یہ طے ہوا — کہ انگلستان کے اصول توطن کے لحاظ سے، ایک شخص کو، ملک غیر کا توطن، حاصل ہوگیا تھا۔ اگر اس کے وصیت ناموں سے، اس کی، اس حالت توطن میں، انگریزی اصول متعلق کئے جاتے، تو وہ وصیت نامے، باطل قرار پاتے؛ یہہ اس ملک کے قانون کے خلاف تھا! — عدالت نے، ایسا عمل کرنے سے انکار کردیا۔ دیکھو ادفعہ ۹۸ گزشتہ — بریمر بنام فریمن کا فیصلہ مرافعہ میں، منسوخ ہوگیا۔ (۱۸۵۷) ۱ - مو - پی - سی - ۳۰۶ نج، وینس لے ڈیل: طے یہ ہوا — کہ وصیت کا ناجائز قرار دیا جانا، فرانس کے قانون کے خلاف نہ تھا؛ جہاں وصیہ نے، بغیر فرانسیسی حکومت کی اجازت کے، انگریزی اصول کے مطابق، توطن حاصل کرلیا تھا؛ مقدمہ ہملٹن بنام ڈیلاس (۱۸۷۵) ۱ - چانسری ڈویژن - ۲۵۷ - نج، بیکن: میں بھی، انگریزی قانون کے لحاظ سے، فرانس میں توطن، بغیر اجازت وہاں کی حکومت کے، حاصل ہوگیا تھا — اس میں، یہ طے ہوا: کہ اس خاص مقدمہ میں انگلستان

اور فرانس کے قانون میں، کوئی اختلاف نہ تھا ؛

دیکھو بطور خاص، مقدمہ جانسن [۱۹۰۳] ۱۔ چانسری۔ ۸۲۱۔ جج، 335

فارول۔ و مقدمہ بوسس جس سے صفحہ ۳۸ پر بحث ہوچکی ہے ؛

دفعہ ۲۵۵ لیکن اگر انگلستان میں، اس طور سے اقامت کی جائے کہ اس سے، قانون انگلستان کے لحاظ سے، وہاں کا توطن حاصل ہوجائے تو انگلستان میں، وہ توطن، پورے طور سے تسلیم کیا جائیگا؛ اگرچہ وہ ملک، جس کو، اس نے، ترک کیا ہے، اسکی پولیٹیکل قومیت کے بحال خود رہنے کی بنا پر، اس کے ذاتی قانون کے تعین کرنے کا دعویدار ہو۔

میں نے، یہ دفعہ، بربناء اصول قایم کی ہے، بظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی، کہ ایک عاقل اور بالغ شخص، کیوں جدید ذاتی قانون کا پابند نہو سکے، جس کی اجازت اس ملک کا قانون، اپنی حدود میں دیتا ہے؛ اگرچہ اس کا قدیم ذاتی قانون، اس تبدیل پر معترض ہو!

مقدمہ برونل بنام برونل (۱۸۷۱) ایل۔ آر۔ ۱۲۔ اسے دیکھو۔
جج ہیکنس ؛ میں، متوفی نے، وہ تمام شرائط پورے کردیئے تھے، جن کے لحاظ سے، قانون فرانس، بغیر دوسرے ملک میں بود و باش اختیار کر لینے کے، اس کی فرانسیسی حیثیت، زائل ہوجانے کا اعلان کرتا ہے؛ یہ حالت اسکے انگلستان کے توطن حاصل ہوجانے کی، تائید تصور ہوئی ؛

دفعہ ۲۵۶ قانون روما کے لحاظ سے، ایک عاقل اور بالغ شخص، اس کا مجاز تھا! کہ وہ اپنے واسطے، اور اپنی خواہش اور انتخاب کے مطابق، ایک حقیقی توطن، کسی ملک میں حقیقی قیام اور سکونت کی نیت کے ذریعہ سے اقائم کرے۔ انگریزی قانون بھی یہی ہے، مگر اسکے ساتھ، یہ شرط لگی ہوئی ہے، کہ جو سکونت، توطن پیدا کرنیوالی ہے، اس کی ایسی حیثیت ہونی چاہئے، کہ وہ اس سکونت کی حیثیت سے ممیز ہو، جس میں لازمی طور سے، قدیم توطن کے ترک کا خیال نہ تھا: سکونت مذکور، بلحاظ نیت کے، زیادہ تر مستقل، اور دوسری عام سکونتوں پر، ــــ جب تک کہ وہ قائم رہے، ــــ غالب رہنی چاہیے! ــــ جس نیت کا قاعدہ میں

ذکر ہے، وہ بعینہ یہ نہیں ہے۔ اس امر پر، کہ انگریزی قانون کے لحاظ سے، استقلال اور غلبہ کا کیا معیار ہے؟ دفعہ (۲۶۴) وغیرہ میں بحث کیجائیگی۔

لارڈز کرینورتھ اور کنگسڈاون نے، جو اصول، نہایت زور کے ساتھ، مقدمہ مورہاوس بنام لارڈ..... (۱۸۶۳) ایچ۔ آف ایل ۲ ۲۷۲ میں قائم کیا؛ اگرچہ وہ، صاف یہ نہ تھا: مگر اس کے لحاظ سے، اصول متذکرہ بالا کی نسبت، اشتباہ کی گنجائش ہے۔ اصول مقدمۃ الذکر کے لحاظ سے، توطن اختیاری، عیسائی ممالک میں بھی، محض سکونت سے، خواہ کیسی ہی مستقل اور غالب کیوں نہو، حاصل نہیں ہوسکتا؛ جب تک کہ اس شخص کی نیت، یہ نہو، کہ وہ، اپنے آپ، اور اپنی جائداد منقولہ کی وراثت کو، اس ملک کے قانون کے تابع کر دیگا: یا اگر قانون، اس کے پیش نظر نہو، تو کم از کم اس کی یہہ نیت ہو، کہ وہ، اپنے آپ کو، اس ملک کے لوگوں میں، اس طرح ضم کر دیگا، کہ اس ملک کے قانون کا نفاذ، اسپر اور اس کی جائداد منقولہ کی وراثت پر، اس کے خیالات کے مطابق ہوگا۔ ایک زمانہ میں یہ خیال تھا، کہ مقدمہ موڑہاوس بنام لارڈ.....
336 اور مقدمہ وکر بنام ہیوم (۱۸۵۸) ۷۔ ایچ آف۔ ایل۔ ۱۲۴ میں، پولیٹکل قومیت کو بجائے توطن کے، ذاتی قانون کی بنیاد قرار دینا مقصود تھا؛ یا کم از کم یہ منظور تھا، کہ توطن اختیاری، اس وقت تک ذاتی قانون کی بنیاد نہ قرار پائیگی؛ جب تک اس کے ساتھ، ایسے حالات نہ موجود ہوں، جن سے یہہ مستنبط ہوتا ہو، کہ شخص مذکور، اختیار کردہ ملک کی پولیٹکل قومیت کو، ترجیح دیتا ہے۔ لیکن جو تقریریں، معزز لارڈز نے کی ہیں، ان کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ ملک اختیار کردہ کی جس جماعت میں جاتے ہیں، کہ وہ شخص مذکور ضم ہوجائے؛ وہ تمدنی جماعت ہے، نہ کہ پولیٹکل سوسائٹی! علاوہ اس کے، مقدمہ موڑہاوس بنام لارڈ..... کے اصول کا اتباع، حال کے اکثر مقدمات میں نہیں کیا گیا ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ، ہوس آف لارڈز کے مقدمات میں: ونیاس بنام اٹرنی جنرل (دیکھو صفحہ ۴۰۲ کتاب ہذا)۔ وگاسڈا گلے بنام کاسڈا گلے (امریکہ صفحہ ۳۲۱)۔ ومقدمہ اسکاٹ لینڈ کا ریج بنام سمرول (۱ ھ۔ ایس سی۔ ایل۔ آر۔ ۶۔ ۴۰)۔ اور اس لحاظ سے وہ، قدیم اصول کا تبدیل کرنے والا نہیں متصور ہوسکتا۔

قدیم اصول، اس جماعت کے اعتبار اور بہبود کو، اہم قرار دیتا ہے؛ جس میں
ایک شخص، بربنائے سکونت، شریک ہوگیا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا،
کہ اگر شخص مذکور کو، اس سوسائٹی سے، جس میں وہ رہتا ہے، الگ ہوجانے، اور
اس ملک کے قانون سے مستثنے رہنے کی، اجازت دیجائے، تو اکثر صورتوں میں،
اس سوسائٹی کی بہبودی میں، نقصان کا اندیشہ ہوسکتا ہے (فرض کرو۔ کہ توطن، —
طلاق اور محرمات نکاح، کے بارہ میں، — اختیارات کی بنیاد ہے۔ جس ملک
سے بلحاظ سکونت، اس کے تعلقات قوی ہیں، اس کو یہہ اعتراض ہوسکتا ہے، کہ ان
امور میں، اس کا قانون، محض اس بنا پر معطل نہیں کیا جاسکتا۔ کہ وہ، ایسے ملک سے
آیا ہے، جہاں سے، وہ اپنے تمدنی تعلقات قائم رکھنا چاہتا ہے۔ دوسرے اصول
میں، انسان کی آزادی، اور اس کی خواہشات، کا زیادہ تر خیال رکھا گیا ہے! —
اسکی نسبت، یہ کہنا بیجا نہوگا، کہ وہ، ملک غیر کی سکونت کی آزادی ہے؛ جس میں اس سے
باہر رہنے کی آزادی کا، اضافہ ہوگیا ہے۔ (یعنی: ایک ملک میں رہنے، اور بعض معاملات
میں، اس کے قوانین کی عدم پابندی، کی اجازت ہے — مترجم) ایک ایسے شخص کی
صورت فرض کرو! جو اپنے توطن کے ملک کے علاوہ، کسی دوسرے ملک میں، مستقل
طریقہ سے، قیام کرنا چاہتا ہے؛ مگر معاملات وصیت و ازدواج، اور عام دیوانی حیثیت
میں، اسی ملک کا قانون، قائم رکھنا چاہتا ہے، جس کو وہ چھوڑ چکا ہے۔ جسٹس وکینس،
بمقدمہ ڈگلاس بنام ڈگلاس ۱۸۷۱ء ایل۔ آر۔ ۱۲۔ ایکویٹی ۶۴۴ — اگر کوئی شخص کسی
ملک میں، اپنی تمام جائداد کے ساتھ، اس طرح سکونت اختیار کرنا چاہتا ہے، کہ وہ، اس
ملک کی سوسائٹی کا ایک رکن ہو جائے، اور وہاں، بمقابلہ دوسرے مقام کے، اپنا
خاندان قائم کرے، اور پھر یہ چاہے کہ وہ، دوسرے ملک کے قانون کا پابند 847
رہے، تو اس کی مثال، ان لوگوں کی سی ہوگی، جو متضاد اشیا کے آرزومند
رہتے ہیں۔ اور یہ امر یقینی ہے، کہ اس کو، مقدمہ مورہاؤس بنام لارڈز .....
کے اصول سے، مطلق مدد نہیں ملے گی؛ لیکن اگر مسٹر جج وکینس کا، یہ مقصد
سمجھا جائے! کہ وہ، ایسے شخص کی مثال پیش کررہے ہیں، جو صرف اپنی ذاتی سکونت،
مستقل طریقہ سے، اپنے توطن سے علیحدہ، کسی مقام پر قائم کرنا چاہتا ہے؛ مگر

ساتھ ہی اسکے یہ نہیں چاہتا، کہ اس کے خاندانی تعلقات، اس کے مقام توطن سے منقطع ہو جائیں؛ تو ملک غیر کا ایسا قیام، جس میں وہ، اپنے قدیم توطن کا قانون بحال رکھنا چاہتا ہے، جس سے، بغیر وصیت کے فوت ہو جانے کی حالت میں، اس کی جائداد منقولہ، اس کے ایسے رشتہ داروں کو پہنچ سکے، جو غالباً اس وقت تک، اسی ملک میں مقیم ہوں! —— اس صورت میں، البتہ مقدمہ مورہاوس بنام لارڈ..... کے اصول سے مدد ملے گی؛ اگرچہ قدیم اصول، اسکی اجازت نہ دیگا۔

ان دونوں اصول کے تاریخی تعلقات کی نسبت، یہ کہنے کی ضرورت نہیں، معلوم ہوتی؛ کہ مقدمہ مورہاوس بنام لارڈ..... کا اصول، نہ قدیم توطن کے تصور سے پیدا ہوا، اور نہ پیدا ہو سکتا تھا؛ قدیم توطن، صرف سکونت تھا، جس میں، اس سے زیادہ، اصطلاح سے کام نہیں لیا جاتا تھا، جتنا، اغراض اختیارات کے لیئے، ضرور تھا۔ توطن کا دوسرا قدیم تصور، میونسپل محصولات سے ملحق تھا۔ یہ خیال کہ جدید حقیقی سکونت کی بنا پر، وہاں کے محصولات سے، یہ کہہ کر، آزادی ہو جائے گی؛ کہ ہمارا تعلق، اخلاقی طور سے، قدیم توطن سے ہے! —— یہ ڈائجسٹ کے اس فقرہ میں ضمناً، سخت ناپسند کیا گیا ہے، جس کو ہم، صفحہ ۲۱۹ پر، لکھ آئے ہیں۔ چونکہ ہمارے یہاں، قانون کا تعین، توطن سے کیا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ، دو اور شرطیں لگا دی گئی ہیں، اسلیئے میرے نزدیک، کثیر التعداد انسانوں کا، اپنے عادتی طریقہ سے جدا کر دیا جانا، اور ان کی واجبی خواہشوں میں، اصطلاحی قواعد سے، مزاحم ہونا، بطور خاص توجہ کے قابل ہے۔ اور کیا اس حالت میں، انگلستان کے لیئے، یہ مناسب نہو گا، کہ وہ، یا تو، مورہاوس بنام لارڈ..... کے اصول کو اختیار کرے، یا ذاتی قانون کا معیار بجائے توطن کے، پولیٹیکل قومیت کو قرار دے۔ مقدمہ مورہاوس بنام لارڈ: میں، جو خیالات، تبدیل توطن کے متعلق، ظاہر کیئے گئے ہیں، وہ یورپ کے دوسرے ممالک میں، بالکل نہیں پائے جاتے؛ میرے نزدیک، اس کی وجہ یہ ہے، کہ ان ممالک میں، پولیٹیکل قومیت کو، ذاتی قانون کا معیار قرار دینے کی طرف، زیادہ تر رجحان ہو رہا ہے۔ اس طریقہ کا اختیار کرنا، جس سے، ایک شخص، بغیر رعایا بنے، ملک غیر میں رہکر، اپنے قدیم قوانین کی پابندی کر سکتا ہے، زمانہ کی، ان ضروریات کو بھی پورا کرتا ہے، جن کے متعلق،

آجکل، مباحث ہورہے ہیں۔

دفعہ ۲۵۶ کی تائید میں، انگریزی نظائر کا پیش کرنا، بے ضرورت ہے؛ صرف ایک نظیر پیش کرنا، کافی ہے: جو بصراحت تمام ہے، اور جدید اصول کے معرض بیان میں آنے سے، بہت قبل کی ہے۔ مقدمہ ہسکنس بنام میتھوز (۱۸۵۶) ۸۔ ڈی۔ ایم۔ جے۔ ۱۳ میں، جج، ٹرنر نے کہا: کہ میں اس مقدمہ میں، کوئی ایسی شہادت نہیں پاتا، جس سے ظاہر ہوتا ہو، کہ جب مسٹر میتھوز نے انگلستان کو چھوڑا، تو وہ کسی فوری خطرہ میں تھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں، کہ وہ تندرست نہ تھے، اور باہر جانا، علاج اور تبدیل آب و ہوا کی غرض سے تھا۔ مجھ کو اس میں شک نہیں، کہ وہ، انگلستان میں، قیام کرنا پسند کرتے۔ مگر میرے نزدیک، ان کو اٹلی میں قیام کے لئے کسی سخت ضرورت نے مجبور نہیں کیا تھا۔ ان کا وہاں کا قیام، انکی خوشی اور رغبت پر منحصر تھا، نہ کہ کسی ضرورت پر، اسلئے میں، یہ رائے قائم کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا، کہ ایسے حالات میں، توطن نہیں بدلا جاسکتا ہے۔ اگر مقام کے زیادہ صحت بخش ہونے کی بنا پر، توطن تبدیل نہیں ہوسکتا، تو اس رائے کے قیام میں بھی، کوئی امر مزاحم نہیں ہوسکتا، کہ وہ، عادات کے زیادہ تر مؤید بخت ہونے کی بنا پر بھی، تبدیل نہیں ہوسکتا۔ دونوں صورتوں میں 'اخلاقی جبر' ایک حد تک موجود ہے۔' جسٹس نائٹ بروس نے، اس رائے سے اختلاف کیا، مگر وجوہ اختلاف تفصیل نہیں بیان کئے۔ ان کا کہنا، یہ تھا، کہ تمام شہادت پر غور کرنے کے بعد، میرے نزدیک، یہ ثابت نہیں ہے، کہ سنہ ۱۸۳۰ء کے بعد، کسی وقت بھی، مسٹر میتھوز نے، ٹسکینیا کا توطن اختیار کیا، یا اپنے انگلستان کے توطن کو، چھوڑا یا ضائع کردیا، یا ٹسکینیا کے توطن کے حاصل کرنے، یا اپنے انگریزی توطن کو چھوڑ دینے، یا اس سے دست بردار ہوجانے، کا ارادہ کیا۔ تبدیل توطن کا مجرد ارادہ، بے کار ہے، اگر از روئے قانون، اس کے بدلنے کے لئے حقیقی تبدیل سکونت، مع نیت کے لازم ہو۔

سنہ ۱۸۵۵ء میں جسٹس کرینورتھ نے، مقدمہ ویکر بنام ہیوم میں لکھا:

338

کہ "ایسے معاملات میں، یہہ امر کہنا، شاید نامناسب نہو گا، کہ میرے نزدیک، تمام عدالتوں کو، ایسے تبدیل یا توطن ملک غیر کے معاملات کو، بحد اشتباہ اور احتیاط کی نظر سے دیکھنا چاہئیے! یہ امر، بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے، کہ ایک شخص، جو ابتدا اگر اسکاٹ لینڈ میں بحیثیت وہاں کے باشندہ کے رہتا ہے، اس کو چھوڑ کر، انگلستان میں آکر، بود و باش اختیار کرنا چاہتا ہے، یا اسکے برخلاف، لیکن یہ سمجھ میں آنا، اتنا آسان نہیں ہے، کہ وہ، برطانیہ عظمیٰ کو چھوڑ کر ایسے ملک میں مستقل طور سے گھر بنانا چاہتا ہے، جہاں وہ ہمیشہ پردیسی سمجھا جائیگا! اور ایسی مشکلات میں پھنسا رہے، جن کا، ایسے حالات میں پیدا ہونا، اور ایک ملک کے فرائض کا، دوسرے ملک کے فرائض سے، تصادم ہونا، لازم ہے۔ واقعات، اسقدر قوی ہو سکتے ہیں، جن سے، یہ نتیجہ نکالا جا سکے، کہ ایک شخص ہمیشہ کے لئے، اپنے وطن اصلی کو ترک کر دینا چاہتا ہے، مگر یہ نتیجہ، ایسا نہیں ہے، جو موجودہ زمانہ میں، بآسانی نکالا جا سکے، جبکہ سفر میں، اس قدر آسانیاں ہو گئی ہیں: اور لوگ، اکثر تفریح، معائنہ، یا کفایت، کے لحاظ سے، اپنے وطن سے جاکر، دوسرے ممالک میں، عام طور سے، قیام کرنے لگے ہیں"۔ ۔ ایچ آف ایل۔ ۱۵۹ء

جدید اصول کا، اس تمہید کے ساتھ، بصراحت تمام، مقدمہ ہور ہاوس بنام لارڈ.....(۱۸۶۳)۔۱۔ ایچ آف ایل ۲۷۲ میں، اعلان کیا گیا جسٹس کرنیورتھ نے لکھا۔ کہ "مسٹر کا یجرنین نے، آخر کار، کچھ کمرے یا مکان، بغیر فرنیچر کے، کرایہ پر لیکر، رہنا شروع کیا! اور مکان کے لئے، عمدہ اور قیمتی سامان خرید کیا: جس سے، اگر تم چاہو، تو یہ نتیجہ نکال سکتے ہو، کہ انھوں نے، وہاں مستقل قیام کا ارادہ کیا! لیکن یہ، تبدیل توطن کے لئے کافی نہیں ہے۔ تبدیل توطن کے لئے، اس مقولہ کے مطابق، جس کو، میں ایک مرتبہ، استعمال کر چکا ہوں، اور جس کے اعادہ سے، میں محض اس کی بنا پر دست بردار نہیں ہو سکتا: کیونکہ میرے خیال میں صحیح قانون کا اظہار اسی مقولہ سے ہوتا ہے! کہ ایک شخص ہمیشہ کے لئے، اپنا وطن چھوڑ دینے کا

ارادہ رکھتا ہے، اس کے لئے، کسی دوسرے مقام پر،
مکان لینا، اور یہ خیال کرنا، کہ اپنی صحت، یا کسی دوسری غرض سے
غالباً، تم کو، تمام عمر، وہیں رہنا پڑے! کافی نہوگا ——
اس سے مقصود حاصل نہیں ہوسکتا —— بہبودی صحت کے
خیال، یا کسی دوسری غرض سے، کسی جگہ جانے سے، تمھارا
اصلی یا اختیار کردہ توطن، زائل نہیں ہوتا؛ جب تک کہ بلحاظ صحت، یا کسی دوسری
وجہ سے، تمھاری یہ نیت نہو، کہ تم، باشندگی اسکاٹ لینڈ کی چھوڑکر، انگلستان
فرانس، یا جرمنی، کی باشندگی، نہ اختیار کرلو! اس صورت میں، اگر، تم، ان سب
چیزوں سے دست بردار ہوجاتے ہو، جن کو تم، اپنے وطن میں چھوڑ آئے ہو!
اور کسی دوسرے مقام میں، مقیم ہوجاتے ہو! تو، تم، تبدیل توطن کرتے ہو۔ 839
اس زمانہ میں، جبکہ لوگ صحت یا دوسری ضروریات —— مثلاً بچوں کی تعلیم
یا محض خیال، یا لطف، —— کے لئے، دوسرے ممالک میں جانے کے،
اس قدر عادی ہورہے ہیں، یہہ کہنا، نہایت خوفناک ہوگا! کہ تم، دوسرے
ملک میں جاکر رہنے سے، اگرچہ، تم، اپنے وطن کی کل جائداد پر قابض رہے،
اور تمھارا مکان قائم رہا —— جیسا کہ اس شخص کا مکان، کلینینگ میں
قائم رہا، —— تو تم، بجائے اس ملک کے باشندہ کے، ایک پردیسی ہوگئے! ——
یہ توطن کے جدید، اور ترقی یافتہ، تصور کے، صراحتاً خلاف ہے۔" اور کنگس ڈاؤن
نے کہا: کہ "میں، توطن کے مسئلہ میں، صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں، کہ میرے
نزدیک، تبدیل سکونت، خواہ وہ کتنی ہی طویل اور مسلسل کیوں نہ ہو، ایسی
تبدیل توطن، نہیں تصور ہوسکتی؛ جس کا اثر، کسی شخص کی وصیتی کارروائی پر
پڑسکے۔ اگرچہ، سکونت، اس کا ایک ضروری جزء ہے، اور ہوسکتا ہے، اور تبدیل
توطن کی نیت کی قوی شہادت ہے؛ لیکن جبتک، سکونت کے ساتھ، تبدیل
توطن، کی نیت موجود نہو، میرے نزدیک، توطن، میں کوئی تغیر نہیں واقع ہوسکتا"
بمقدمہ شارپ بنام کرسپن (۱۸۶۹) جسٹس وائیلڈ (پینزانس) نے کہا
"اسپر قابلیت اور زور سے بحث کی گئی ہے، کہ جارج نے، اپنی عمر بھر،

نہ کوئی ایسا فعل کیا، اور نہ کوئی بات کہی، جس سے، عدالت، یہ استنباط کرسکے، کہ اس کا، دیدہ و دانستہ یہ ارادہ تھا، کہ وہ، اپنا پرتگال کا توطن چھوڑ کر انگلستان کا توطن اختیار کرے۔ قانوناً، اس کا اصلی توطن، اسی استنباط سے زائل ہوسکتا ہے؛ جیسا، کہ مختلف نظائر سے، ظاہر ہوتا ہے؛ اور جس کی تائید، ہوس آف لارڈز کے فیصلہ سے ہوتی ہے۔ مورہاؤس بنام لارڈز ۔۔۔ ایل۔ آر۔ ا۔ پی و ایم ۔ ۶۱۶؛ اسی سال مقدمہ اڈنی بنام اڈنی میں، جسٹس ویسٹ بری نے کہا ــــ کہ "توطن اختیاری ایک نتیجہ یا استنباط ہے، جو قانون، ایک شخص کے دیدہ و دانستہ، ایک مخصوص مقام پر، غیر محدود زمانہ کے لئے، سکونت اختیار کرنے کے ارادہ سے، اخذ کرتا ہے"۔ ایل۔ آر۔ ا۔ ایس۔ ڈی۔ اے۔ ۴۵۸۔ اسی مقدمہ میں، جسٹس ویسٹ بری نے، اس خیال کی اصلاح کی، جو مورہاوس بنام لارڈ ۔۔۔۔ کے مقدمہ سے، شایع ہوگیا تھا: یعنی یہ کہ ــــ خانگی قانون میں بجائے توطن کے، پولیٹیکل قومیت کو، قائم کرنا مقصود ہے؛

مقدمہ ڈگلاس بنام ڈگلاس (۱۸۷۱) ایل۔ آر۔ ۱۲۔ اے کیو۔ ۶۱۷ میں، جسٹس وکنس نے، دونوں اصول کا باہم مقابلہ کیا؛ مگر وہ، اس امر پر مطمئن نہ ہوسکے، کہ مقدمہ مورہاوس بنام لارڈ ۔۔۔۔ انگلستان کا قانون تھا، اگرچہ وہ، اس کو، انگلستان کا قانون قرار دینا پسند کرتے تھے۔ ان کے نزدیک، اس اصول کے لحاظ سے، توطن میں، کوئی تغیر نہیں واقع ہوسکتا، جب تک کہ اس شخص کے پیش نظر، صریح طریقہ سے، تبدیل قانون نہ ہو۔ اور یہ حالت جہاں تک میں سمجھتا ہوں موجود تھی؛ ممکن ہے، کہ فرق بہت باریک ہو؛ مگر میں عرض کروں گا، کہ فرق ضرور ہے؛ فرض کرو؛ کہ انگلستان کے رہنے والے دو شخص، پرتگال میں قیام کرتے ہیں ـــ ایک شخص، اس انگریزی صحبت میں اٹھتا بیٹھتا ہے، جو پرتگال میں پائی جاتی ہے؛ اور اپنی اولاد میں، انگریزی خیالات، قائم رکھنے کے لئے، ان کو، انگلستان میں تعلیم دلاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ ــــ دوسرا خود اور اس کی اولاد، پرتگال کی سوسائٹی میں، اٹھتی بیٹھتی ہے؛

اور، وہ، اپنی اولاد کو، پرتگالیوں کی طرح تعلیم اور تربیت دینا چاہتا ہے۔
ممکن ہے کہ ان دونوں اشخاص نے، قانون کا، اسوقت تک مطلق نہ خیال کیا ہو، جبتک کہ اسکی ضرورت نہ واقع ہوئی ہو، مگر جب ان کے بچوں کے ازدواج کا مسئلہ پیش ہوتا ہے، تو مقدم الذکر کی خواہش یہ ہوگی ــــ کہ انکے ازدواج کی صحت کا معیار، انگلستان کا قانون قرار پائے، اور موخر الذکر پرتگال کے قانون کیطرف، رجوع کریگا۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں، مور ہاوس بنام لارڈ...... کا اصول، موخر الذکر صورت میں، تبدیل توطن کے تسلیم کرنے سے، انکار نہیں کرسکتا"۔

لارڈ میکناٹن نے، مقدمہ ونیش بنام اٹارنی جنرل [۱۹۰۴] اے. سی. ۲۸۷ - میں، مور ہاوس بنام لارڈ...... کے اصول کو "بظاہر منسوخ کردیا"، جس میں، انھوں نے، انگلستان کے سبینہ توطن کو، ـــــ جو بیان کیا جاتا تھا، کہ امریکہ کو چھوڑ دینے کے بعد، ظہور پذیر ہوا ہے، ــــ نامنظور کیا۔ حالات، اس قدر قوی تھے، کہ عدالت ہائے تحت میں، جسٹس کینیڈی، فلیمور اور کالنس اور اسٹرلنگ اور میتھوز نے، اور عدالت مرافعہ میں، لارڈ لنڈلے نے، توطن کو، منظور کرلیا تھا! ــــ لارڈ ہیلسبری نے، اسپر اپنا اطمینان ظاہر نہیں کیا، اور اپنی فیصل کنندہ رائے، توطن کے خلاف دی: اس بنا پر، کہ اس کا ثبوت، فریق بیان کنندہ کے ذمہ تھا[۱] ــــ سب سے اہم امر یہ ہے، کہ اگرچہ تمام مخالف واقعات کی تردید، یہ کہہ کر ہوسکتی تھی، کہ مسٹر ونیش نے کسی لحاظ سے بھی، "ہمیشہ کے لئے، ترک وطن کا ارادہ نہیں کیا"، مگر لارڈ میکناٹن نے، بطور معیار کے، اس کو نہیں لیا؛ اور نہ مشہور مقدمہ کا ذکر کیا؛ بلکہ لارڈ کرینورتھ کی اس رائے کے ایک جز سے، ــــ جو انہوں نے، مقدمہ سابق، ویکر بنام ہیوم میں ظاہر کی تھی، ـــــ 340

---

[۱] اس امر کا اظہار، قرین انصاف ہوگا، کہ جو نتیجہ، ویسٹ لیک نے، اس فیصلہ سے اخذ کیا ہے، اس سے بعض ماہران فن قانون کو، اتفاق نہ تھا، انکی رائے میں، یہ فیصلہ، اس اصول کا مؤید ہے، جس کو، ویسٹ لیک، اس فیصلہ سے منسوخ قرار دیتے ہیں: اسلئے میں نے، بجائے ان الفاظ کے، کہ وہ "منسوخ سمجھا جانا چاہئے" ــــ جیسا کہ اس کتاب کے اخیر طبع میں درج ہوئے تھے، ــــ "بظاہر منسوخ کردیا" قائم کردئیے ہیں! ــــ میرے نزدیک، جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے، وہ، اس سے بالاتر نہیں جاسکتا ہو

بحث کی، اور خود اپنے معیار کو، ان الفاظ میں ظاہر کیا: "جس امر پر، آپ حضرات کو غور فرمانا ہے، وہ، میرے خیال میں یہ ہونا چاہئیے ـــ کہ آیا یہ امر، صریح اور قابل اطمینان طریقہ سے، آپ حضرات پر، ثابت ہوگیا ہے، کہ مسٹر نسبیت نے، اپنی وفات کے وقت، خاص مقصد، اور تہیہ، اور آخری اور قطعی نیت، یہ کر لی تھی، کہ وہ، امریکہ کے توطن کو ترک کر کے، انگلستان میں آباد ہو جائیں گے؟" ـــ سوال کا یہ رُخ، لارڈ میکناٹن نے، ان الفاظ کی بناء پر، اختیار کیا تھا، جو لارڈ کاٹن ہام[۵۱]۔ جیسفورڈ[۵۲]۔ ویسٹ بری[۵۳] و کیرنز[۵۴] نے استعمال کئے تھے ـــ انھوں نے، اس کو پسند کیا، اور وائس چانسلر وکینس کی تجویز کے ایک فقرہ سے مدد لیکر، لکھا: کہ جس امر پر، یہاں غور کرنا ہے، وہ، یہ ہے، کہ آیا موصی نے، فی الحقیقت کسی وقت، اپنا قطعی اور آخری ارادہ، انگلستان میں بود و باش اختیار کرنے کا ظاہر کیا، یا اس کے طرز عمل یا بیانات سے، یہ یقین کیا جاتا ہے، کہ وہ، ایسے ارادہ کا اظہار کرتا، اگر دونوں ممالک میں سے کسی ایک میں، بود و باش اختیار کرنے کی ضرورت عائد ہوتی[۵۵]۔ پس انگلستان کے مقدمہ کا نتیجہ، فی الحال یہی ہے، کہ توطن اختیاری کے حصول کے لئے، جس نیت (animus) کی ضرورت ہے، وہ عزم بالجزم ہونا چاہیئے، جو شخص زیر بحث نے، قائم کیا ہو، یا جس کی نسبت، یہ یقین ہو، کہ وہ قائم کرتا، اگر بذریعہ سوال کے، اس کی توجہ، اس طرف مبذول کرائی جاتی۔ عزم مذکور، پورے طور سے، اور مستقلانہ قیام سے، جدید توطن حاصل کرنے سے متعلق ہونا چاہیئے، لیکن یہ ضرور نہیں ہے، کہ وہ عزم، اپنے آپ کو، دوسرے نظام قوانین کے متبع، یا اپنے آپ کو، دوسرے ملک کے تمدنی خیالات یا عادات کے پابند کر دینے سے متعلق ہو: اس لئے اگر اس عزم پر دوامی ترک وطن کا خیال ہو سکتا ہے، تو

---

۵۱ مقدمہ منرو بنام منرو (۱۸۴۰) ۷۔ سی۔ ایل و ایف ۸۷۶ ۔

۵۲ اڈنی بنام اڈنی (۱۸۶۹) ایل آر۔ ۱۔ ایچ۔ ایل۔ ایس۔ سی۔ ۴۵۸ ۔

۵۳ مقدمہ بل بنام کنڈی (۱۸۶۸) ایل آر۔ ۱۔ ایم۔ ایل۔ ایس سی ۳۲۱ ۔

۵۴ ایضاً صفحہ ۳۱۱ ۔

۵۵ مقدمہ ڈگلاس بنام ڈگلاس (۱۸۷۱) ایل۔ آر۔ ۱۲۔ ای کیو۔ ۶۴۵ ۔

بہت ہی سرسری طریقہ سے؛ جو ان تمام اخلاقی تصورات سے مبرا ہے؛ جنس سے (oatria) مرکب ہے۔

اسکاٹ لینڈ کے ایک حال کے مقدمہ میں، ایک باشندہ انگلستان کے متعلق، یہ طے ہوا: کہ اس کو انگلستان کا اختیاری توطن بسلسل قیام سے، حاصل ہو گیا ہے؛ اگرچہ اپنے وصیت نامہ میں، جو اس نے لکھا تھا، اس نے اپنے آپ کو، متوطن اسکاٹ لینڈ بیان کیا تھا۔ مقدمہ کو ربرج بنام سمرویلی ۵۱۔ ایس سی۔ ایل آر۔ ۷۰۶ [۱۹۱۴] ۔ ایس سی۔ ۵۵۸۔ ج کولن۔ انشریکلائیڈ۔ جانسٹن میکنزی۔ اسکرینگئن۔ جسٹس اسکرینگین جج نے اس امر پر، افسوس کیا، کہ وہ، یہ رائے قائم نہیں کر سکتے، کہ "توطن اصلی، اس وقت تک نہیں زائل ہو سکتا، جبتک کہ اس کو، ایک شخص نے، دیدہ و دانستہ نہ ترک کیا ہو ا ـــ ان معنوں میں، کہ اس نے، دیدہ و دانستہ، اپنی سول حیثیت، اسکاٹ لینڈ کے باشندہ سے انگلستان یا دوسرے ملک کے باشندہ سے، جیسی صورت ہو، نہ بدل لی ہو"۔ یہ فیصلہ، بہ نسبت تجویز مقدمہ ونئیس بنام اٹارنی جنرل کے جسٹس کرنیو تھم کی رائے کا صریح مبطل ہے۔ اور ہوس آف لارڈز نے، جو فیصلہ، کاسڈ اگلیے کے مقدمہ میں، مشرقی توطن کے متعلق کیا، اس سے، اس اصول کی تائید ہوتی ہے، کہ سول حیثیت میں، بلا لحاظ پولیٹکل قومیت کی تبدیل کے تغیر ہو سکتا ہے ٭

مارکیوئنس نٹلے بنام گاسکل [۱۹۰۶] اے۔ سی۔ ۵۶۔ ج، ہیلسبری۔ رابرٹسن۔ لنڈلے، کے مقدمہ کو لارڈ رابرٹسن نے اس امر کی بیکار کوشش قرار دی: کہ انگلستان کا ایک مسلم مہاجر، اور بڑا زمیندار، اسکاٹ لینڈ کا باشندہ قرار دیا جائے صفحہ ۱۰ ٭

تبدیل توطن کے قواعد

دفعہ ۲۵۷ مرد، غیر منکوحہ عورتیں، بیوائیں، مطلقہ عورتیں، اور غالبا

ایسی عورتیں، جن کا قانونی طور سے، افتراق ہوچکا ہو! (دیکھو! دفعہ ۲۵۳)، بشرطیکہ عاقل اور بالغہ ہوں، نیت اور عمل کے اشتراک سے — جو حقیقی نیت (animo et facto) کے نام سے موسوم ہے — تبدیل توطن کی مجاز ہیں۔ اگر یہ دریافت کیا جائے: کہ آیا ان عورتوں کے لئے بھی، جو عقد نکاح کی بناء پر آزاد ہوچکی ہیں، بلوغ کی شرط لازم ہے؟ — تو جواب یہ ہوگا: کہ اس کا انحصار، ان کے ذاتی قانون پر رہنا چاہئے۔ جو نابالغہ اپنے ملک کے قانون کی رو سے، بربنائے نکاح، ناقابلیت سے خارج ہوچکی ہے، وہ، دوسرے افعال کیطرح، تبدیل توطن کے بھی قابل تصور ہوگی۔ انگلستان کے قانون کے لحاظ سے، نابالغ، بربنائے نکاح، ناقابلیت کی حدود سے خارج نہیں ہوجاتا؛ اور اس لئے، اس کو، تبدیل توطن کا اختیار نہیں ہوتا۔

مقدمہ فاربس بنام فاربس (۱۸۵۴) کے ۲ ایم صفحہ ۳۵۵ جج، وڈ

دفعہ ۲۵۸ تبدیل توطن کے لئے، جو ارادہ، قیام ملک جدید کیلئے، ضروری سمجھا جاتا ہے، وہ، — جیسا کہ مقدمہ وینیس بنام اٹرنی جنرل میں، بحث کرتے وقت بتایا گیا ہے — ایک مستقل عزم، ایک جگہ کی سکونت کو ترک کرنے اور دوسری جگہ کی سکونت کو اختیار کرنے کا ہونا چاہئے؛ مگر اس میں، یہ شرط لگی ہوئی ہے کہ جب ترک کردہ مقام سکونت، خود اختیار کردہ توطن ہو، تو ممکن ہے، کہ ارادہ، صرف اس کے ترک تک محدود رہے؛ کیونکہ اگر ارادہ کسی اور ملک کا نہ کیا جائیگا، تو ضروری واقعات کے پیش آنے کی صورت میں، تارک وطن کا اصلی توطن، عود کر آئیگا؛ جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا — اور ضروری واقعات، یہی ہیں، کہ وہ ملک چھوڑ دیا جائے، جس میں، توطن اختیار کیا گیا تھا۔

نیت کے لزوم سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، کہ توطن، کسی سکونت سے نہیں بدلتا، جو ایسے انتخاب سکونت کا نتیجہ نہ ہو، جسپر فوری عمل کیا جائے؛ یا جو کسی مقصد کیلئے، بخوشی نہ اختیار کیا گیا ہو؛ جیسا کہ دفعہ ۲۷۵ میں ہے۔

نہ کسی جگہ قید رہنے سے؛ مقدمہ برٹن بنام فشر (۱۸۲۸) ملورڈ ۳۰۳-۱۸، جج، رڈکلف؛ نہ، (۲۲) سال تک، دوسرے ملک میں، مختلف ہوٹلوں اور سراؤں وغیرہ میں، بغیر اس صریح نیت کے، کہ وہاں گھر قائم کیا جائے؛ رہنے سے: مقدمہ ہینسن بنام ہین (۱۸۸۵) ۲۹- چانسری ڈویژن۔ ۹۰۶- جج، چِٹی — دیکھو! اس قابل غور مقدمہ کو

جس میں ایک عرصہ دراز کا حقیقی قیام، تبدیل توطن کے لئے، کافی نہیں متصور ہوا؛ وینفیس بنام اٹرنی جنرل [۱۹۰۴] اے۔ سی۔ ۲۸۷؛ ___ نیز دیکھو! ایک حال کا مقدمہ اسالی، مندرجہ اخبار ٹائمس، مارچ ۲۸ سنہ ۱۹۲۰ع، جج، آشٹبری (جس میں، باوجود ہندوستان میں، (۲۳) سال رہنے، اور اس کے بعد، خانہ بدوشی زندگی بسر کرنے کے، اس کا اسکاٹ لینڈ کا اصلی توطن، بحال رکھا گیا؛ اس کے قریب کے رشتہ دار، اس کا کوئی توطن، نہ ثابت کر سکے ___ یہ شخص، فرانس میں پیدا ہوا تھا؛ اس کی ماں اسکاٹلینڈ کی رہنے والی تھی؛ اور اس کی تربیت، زمانہ نابالغی میں، اسکاٹ لینڈ ہی میں ہوئی تھی۔

جس حالت میں، نیت ثابت ہو جائے، تو اس کی وجہ تحریک کی تلاش، غیر ضروری ہے۔

جسٹس ٹریٹر نے، جیسا کہ صفحہ ۳۲۸ پر ذکر ہو چکا، عالیہ کنطار کے مطابق فیصلہ کیا؛ اور اخلاقی مجبوریوں کے متعلق تحقیقات کو غیر ضروری قرار دیا؛ جس صورت میں، امریکہ کے ایک شخص نے جس نے، ازدواجی توطن، انگلستان میں حاصل کر لیا تھا، انگلستان کو چھوڑ کر، پیرس میں رہنا شروع کیا؛ اور وہاں کی رعایا بننے کے لئے، ایک درخواست، اس غرض سے پیش کی، کہ وہ پیرس میں، طلاق کی کارروائی کر سکے ___ قرار پایا: کہ ایسی حالت میں، انگلستان کا اختیاری توطن، زائل ہو گیا۔ مقدمہ ڈرکسل بنام ڈرکسل [۱۹۱۵] ۱۴۰۔ ایل۔ ٹی۔ جے۔ ۱۵۵۔ جج، ایغول؛

دفعہ ۲۵۹ تبدیل توطن میں، جزو اعظم، عام طور سے، صرف قدیم ملک کا چھوڑ دینا ہے؛ لیکن اگر ملک قدیم کا توطن، اصلی توطن ہے، تو جدید ملک میں پہنچنا بھی، اس کا ایک جزو ہے۔ جدید ملک میں حقیقی مدت قیام، بطور ثبوت نیت، کار آمد ہو سکتی ہے؛ لیکن تبدیل توطن کی کوئی قانونی شرط نہیں ہے۔

ملک چھوڑنے کی ایسی کوشش جس میں کامیابی نہ ہو، کافی واقعہ نہیں متصور ہو سکتا۔ مقدمہ ریفنل (۱۸۶۳) ۳ ایس و ٹی۔ ۴۹۔ جج اکرسول، ملک چھوڑنے کا، ارادہ کرنا ہی، کافی نہیں ہے۔ مقدمہ میرٹ چیامرس بنام دنگفیلڈ (۱۸۸۷) ۳۶ چانسری ڈویژن ۵۰۰۔ جج، کاٹن۔ بون۔ دفرائے: جنہوں نے جسٹس اسٹرلنگ کی

تجویز کو، بحال رکھا ہے۔

دفعہ ۲۶۰ دفعات ۲۵۸ اور ۲۵۹ کو ملانے سے مختلف صورتوں کے لئے مفصلۂ ذیل قواعد مستخرج ہوتے ہیں:۔

348 (۱) اصلی توطن سے اختیار کردہ توطن کی تبدیلی: اگر تارک وطن، سمندر میں، یا ملک قدیم سے ملک جدید کو جاتے ہوئے، فوت ہو جائے، تو اس کا آخری توطن، اس کا اصلی توطن قرار پائے گا۔

مجھ کو کوئی ایسی نظیر دستیاب نہیں ہوئی، اگرچہ میں نے، یہ امر، دفعہ ۲۵۹ میں، شریک کر دیا ہے؛ کیونکہ نظائر کے عام رحجان سے یہی ظاہر ہوتا ہے، کہ اس کا فیصلہ اسی طور پر ہوگا۔

(۲) اختیاری توطن کے حاصل ہو جانے کے بعد (اسکو چھوڑ کر)، اصلی توطن کیطرف بالارادہ رجوع کرنے سے، درمیانی عرصہ میں، موت کے واقع ہونے سے، اصلی توطن ہی، آخری توطن متصور ہوگا۔

مقدمہ بیانچی (۱۸۵۲ء) ۲۔ ایس۔ ٹی۔ ۱۹۰۔ ج، کراسول۔

(۳) اگر اختیاری توطن ترک کر دیا جائے، بغیر اسکے کہ کافی طور سے نیت کسی دوسرے ملک کی کیجائے؛ اور بعدہٗ خانہ بدوش زندگی شروع کیجائے: تو ایسی حالت میں توطن اختیاری کو ترک کر دینے کے بعد اصلی توطن عود کر آتا ہے؛ اور خانہ بدوش، زندگی بھر قائم رہتا ہے۔

مقدمہ اڈنی بنام اڈنی (۱۸۶۹ء) ایل۔ آر۔ ۱۔ ایس۔ ڈی۔ آئی۔ ۴۴۱۔ ج، ہیڈ ہٹلے، چیمفورڈ، ویسٹ بری۔ کولنسے؛ اس مقدمہ نے منرو بنام ڈگلاس کے مقدمہ (۱۸۲۰ء) ۵۔ میڈ۔ ۳۷۹۔ ج، لیچ کے مقدمہ کو، منسوخ کر دیا؛ اور اس کا اتباع، مقدمہ کنگ بنام فاکسول (۱۸۷۶ء) ۳ چانسری ڈویژن۔ ۵۱۸۔ ج، جیسل میں کیا گیا۔ نیز دیکھو، مقدمہ ساسالی (امریکہ)۔

(۴) ایک توطن اختیاری کو، دوسرے توطن اختیاری سے، تبدیل کرنا؛ درمیانی عرصہ میں، موت کی صورت میں، آخری توطن، وہ متصور ہوگا جسکی طرف شخص مذکور، سفر کر رہا تھا۔ سرجان لیچ نے جو اصول مقدمہ منرو بنام ڈگلاس میں اختیار کیا ہے وہ یہی ہے۔ (۱۸۲۰ء) ۵۔ میڈ۔ ۴۰۵۔

جسٹس ووڈ نے مقدمہ فارس بنام فارس (۱۸۵۴ء) کے ص ۳۵۴ اس سے اتفاق کیا ہے اور جسٹس پیج کے اُصول کے اس جزیر، مقدمہ اوڈلی بنام اوڈلی میں بھی، کوئی گرفت نہیں کی گئی ہے۔ یہ صورت نمبر ۳ سے مختلف بہت ہی شاذ صورتوں میں، واقع ہوگی، اور اگر واقع بھی ہو، تو فی الحال، اسکے فیصلہ کی وہی صورت اختیار کی جائے گی، جو نمبر ۳ کے لئے اختیار کی جاتی ہے ــــ شک کی حالت میں، توطن اصلی کی طرف رجوع کرنے کا رجحان بہت زیادہ قوی ہوگیا ہے۔

دفعہ ۲۶۱ جب کسی شخص کا توطن، ــــ زیر دفعات ۲۴۷ - ۲۴۹-۲۵۰، ۲۵۲ یا ۲۵۳ اس کی پیدائش، اور اس تاریخ کے درمیان میں جس میں کہ اس کو پہلی مرتبہ اپنے لئے خود انتخاب توطن کا حق حاصل ہوا ــــ پیدا کیا گیا ہو، تو دفعات ۲۴۸، ۲۵۵ اور ۲۶۰ کو کام میں لانے کیلئے از روئے قانون، اس کا وہی توطن، جو مذکورہ بالا تاریخ پر تھا، اس کا اصلی توطن سمجھا جائے گا۔

جہاں اصلی توطن بصراحت بیان کیا گیا ہے، وہاں اس کا مفہوم اس سے زیادہ نہیں سمجھا جائیگا، جو اس توطن سے سمجھا جاتا ہے، جو از روئے قانون، بروقت پیدائش قرار پاتا ہے، جیسا کہ دفعہ ۲۴۴ میں ہے۔ لیکن وہ اصول، جو نظائر سے قائم ہوتے ہیں، اور جن پر دفعات ۲۵۸ اور ۲۵۹ مبنی ہیں، بظاہر یہ چاہتے ہیں، کہ لفظ توطن اصلی کے جو طور سے، ان نظائر میں مستعمل ہوا ہے، اسکے معنی میں وسعت دی جائے۔ یہ بحث مقدمہ گرگنش بحوالہ دفعہ ۲۴۸ میں ہوئی تھی، مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

دفعہ ۲۶۲ ایک عاقل و بالغ کے توطن کی بحث میں، چونکہ ہمیشہ ایک توطن شروع میں موجود ہوتا ہے، اس لئے جو شخص، اس کا بدلا جانا بیان کرتا ہے، اس کا بار ثبوت، اسی کے 344
ذمہ ہوتا ہے۔

دیکھو لارڈ ہالسبری، مقدمہ ونسیس بنام اٹارنی جنرل، متذکرہ سابق، صفحہ ۴۴۰۔

دفعہ ۲۶۳ اگرچہ جدید توطن، قدیم توطن سے بلحاظ ملکی تعلقات (Politically) کے، علیحدہ ہے، تو اس کے ثبوت میں اتنی دقت نہ واقع ہوگی، جس قدر، اس صورت میں، واقع ہوگی، جب بحث، دو ایسے ممالک میں ہو، جو دونوں، انگریزی حکومت میں، واقع ہوں۔

جسٹس کرینورتھ، مقدمہ بحر بنام ہوم متذکرہ صفحہ ۳۲۸ ــــ یہ مقدمہ

جیسا کہ صفحہ مذکور پر بیان کیا گیا ہے، یہ شکل، اصول کے مطابق ہے، بجز اس کے کہ اسپیر مور، ہاؤس بنام لارڈ کے مقدمہ کے اصول سے انحراف کیا جائے، مگر عملی طور سے، غالباً وہ صحیح تصور ہوگا۔

دفعہ ۲۶۴ جو نیت، جدید توطن کے حصول کے لئے، ضروری ہے، وہ، اس واقعہ کے خیال کی مانع ہے، جس کے ظہور میں آنے پر، سکونت ختم ہو جائے گی۔

انگلستان کا قدیم اصول یہ تھا کہ اگر وہ واقعہ، جس پر واپسی منحصر ہوتی تھی، بالکل یقینی یا غیر یقینی اور بعید، سمجھا جاتا تھا، تو قدیم ملک میں، واپسی کی خواہش یا اس کا ارادہ، ممنوع نہیں متصور ہوتا تھا۔ اس طور سے، توطن میں تبدیلی، بیرون ملک، میں بغرض صحت رہنے سے ہو سکتی تھی، یا اگر ایسی صحت، جو اس کو، واپسی کے قابل کردے، بعید از قیاس ہو — باوجود اس ارادہ کے، کہ بصورت صحت یابی، واپسی عمل میں آئیگی — یا بحیثیت تاجر، دوسرے ملک میں، اس ارادہ کے ساتھ رہنے سے، کہ کثیر منافع کما کر، واپسی عمل میں آئیگی، — توطن تبدیل ہو سکتا تھا۔

جسٹس تھرلو بمقدمہ بروس بنام بروس (۱۷۹۰) ۲۔ باس و پال۔ ۲۳۰۔ نوٹ؛ جسٹس ویسٹبری بمقدمہ اٹارنی بنام ڈے پیوولی (۱۸۵۴) ۹۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۳۳۴؛ جسٹس کیمپبل بمقدمہ ایکین بنام ایکین (۱۸۶۱) ۳۔ میک۔ ۵۰؛ مگر موجودہ زمانہ کا رجحان یہ ہے، کہ قدیم اصلی توطن کو، واپس ہو جانے کا صریح ارادہ، نیت قیام کا مانع (Animus Manendi) متصور ہوتا ہے۔ مقدمہ جیمس بنام جیمس۔ ۹۰۸۔ ایل۔ ٹی۔ ۳۳۰۔ ہج عدالت: اس مقدمہ میں، ایک موصی جس کا اصلی توطن، ویلز میں تھا، اور جہاں وہ، (۴۰) سال رہ چکا تھا، طبی مشورہ کے مطابق، جا کر جنوبی افریقہ میں رہا، اور وہیں فوت ہوگیا! — قرار پایا، کہ اس کا اصلی توطن، قائم رہا، کیونکہ وہ، اپنے خطوط میں، برابر وطن جانے کا ذکر کرتا رہا تھا؛ بمقدمہ ووسٹ بنام جیوہیگان۔ ۹۔ چانسری ڈویژن۔ ۱۴۴۔ ہج، میلانس ۱۸۸۵ء جبکہ ۱۸۸۷ء میں جسٹس جیسل جیمس اور بریٹ نے بحال رکھا، ایک فرانسیسی کے متعلق، طے ہوا، کہ اس نے، انگلستان کا توطن حاصل کرلیا ہے، باوجود اس کے کہ اس نے، ایک موقعہ پر، اثنائے گفتگو میں، اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا، — کہ وہ، کافی طور سے دولتمند ہو جانے کے بعد، اپنے ملک فرانس، کو واپس جانا چاہتا ہے، لیکن اس مقدمہ سے زیادہ تر ایک

اس امر کی ہوتی ہے، کہ ایسے بیانات، انسان کی زندگی کے افعال، اور اسکی تکمیل کردہ دستاویزات، کے مقابلہ میں، کوئی وزن نہیں رکھتے! —— اگر اس کا یہ ارادہ، —— کہ وہ، دولت کمانے کے بعد، واپس جانا چاہتا تھا —— کافی طور سے، ثابت بھی ہو جاتا، تب بھی وہ، تبدیل توطن میں، مانع نہیں ہو سکتا تھا۔ دیکھو! مقدمہ کالرج بنام سمرویلی (صفحہ ۲۴۱)، جسمیں موصی نے، اپنے وصیت نامہ میں لکھا تھا، کہ وہ اسکاٹ لینڈ کا متوطن ہے؛ مگر قرار یہ پایا: کہ اسکی اس تحریر سے، اسکے قانونی اور اختیار کردہ توطن پر، جو مسلسل انگلستان میں رہنے سے حاصل ہو گیا تھا، کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ؛

دفعہ ۲۶۵ باوجود اس کے، تجارت کے لئے، ہندوستان میں قیام سے، جس کی مدت، 345
پہلے سے نہ مقرر کر لی گئی ہو، انگلو انڈین، توطن قائم ہو سکتا ہے؛ اگرچہ ایسی صورتوں میں، عام طور سے، ارادہ یہ ہوتا ہے کہ ہندوستان میں قیام، اس وقت تک رہے گا، جبتک کہ دولت جمع ہو جائے: اور اسکے بعد، یورپ چلے جائیں گے۔ یہ قاعدہ، ابتداءً، اس قدیم اصول پر قائم ہوا تھا، جس کا ذکر آخر دفعہ کی تحت میں کیا جا چکا ہے؛ اور وہ، جدید اصول کے استثناء کی حیثیت سے، قائم ہے! —— یہ خیال کرنا، کہ اس مسئلہ کو، —— کہ آیا، ہندوستان پر، انگریز، براہ راست، اپنے سیاسی عہدہ داروں کے ذریعہ سے، حکمران ہیں؛ یا بالواسطہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے، حکومت کرتے ہیں؛ —— انگلو انڈین توطن سے کوئی تعلق ہے؟ توطن کے صحیح مفہوم سے بعید ہے!

خود کرینورتھ اور جیمسٹیفورڈ نے، مور ہاؤس بنام لارڈ کے مقدمہ میں، ایک اسکاٹ لینڈ کے باشندہ کا، انگلو انڈین توطن، تسلیم کر لیا تھا، جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت میں، ہندوستان گیا تھا۔ ۱۰ - ایچ۔ ایل۔ ۲۷۲-۲۸۱ —— اگرچہ اسکی خط و کتابت سے ظاہر ہوتا تھا، کہ وہ، کبھی ہندوستان میں، اس سے زیادہ عرصہ تک، رہنا نہیں چاہتا تھا، کہ اسکی مالی حالت درست ہو جائے، اسکے بعد، وہ، اسکاٹ لینڈ میں جا کر رہیگا؛ جیسا کہ وی۔ سی۔ کنڈرسلی نے، ایسے شخص کے متعلق، الارڈائیس بنام اون سلو (۱۸۶۴) ۱۰ - جر۔ سلسلہ جدید ۲۵۲ - صفحہ ۲۵۳ میں کہا تھا ؛

اس میں شک کی گنجائش نہیں، کہ ایسی صورتوں میں، انگلو اینڈین توطن کے موجب آسانی ہوسکنے کے لئے، قوی دلائل موجود ہیں؛ کیونکہ انگلو اینڈین قانون تقریباً وہی ہے، جو انگلستان یا آئرلینڈ کا قانون ہے۔ قانون مقدم الذکر کے حق میں، فیصلہ کرنے سے بشرطیکہ اصلی توطن انگلستان یا آئرلینڈ کا ہو، کوئی فرق، بجز اسکے نہیں ہوتا، کہ اس کی جائداد، اس محصول وراثت سے مستثنے ہوجاتی ہے، جو اصلی وطن میں، اسپر عائد ہوتا۔ اسکاٹ لینڈ کے اصلی توطن ہونے کیحالت میں سوداگر، بضرورت و بسبی یورپ باسانی ممکن ہے کہ انگلینڈ یا اسکاٹ لینڈ میں قیام کرے؛ برخلاف اسکے، اگر اس کا توطن، اسکاٹ لینڈ کا قرار دیا جائیگا، تو اسکاٹ لینڈ کا قانون، ہندوستان میں نافذ کرنے کی ضرورت واقع ہوگی؛ جو قانون مذکور کو، خود انگلینڈ میں، نافذ کرنے سے زیادہ دشوار ہوگا! — ہندوستان میں اسکاٹلینڈ کے صحیح قانون سے واقفیت کے ذرائع اور زیادہ کم ہیں۔

دفعہ ۲۶۶ جب توطن کے مسئلہ کا انحصار نیت پر ہو، اور وہ، متنازعہ فیہ ہو، تو شخص مذکور کا بیان، خواہ وہ زبانی ہو یا خانگی، تحریر یا قانونی کاغذات میں، بطور شہادت کے داخل ہوسکے گا۔ اگر شخص مذکور زندہ ہے، تو وہ، بطور گواہ کے، اپنی نیت کے متعلق، اظہار دے سکتا ہے۔ ایسے اظہار یا شہادت کی صحت، یا مظہر کے ارادہ کے یاد رکھنے کی قوت کے متعلق، اعتراض ہوسکے گا؛ لیکن اسپر غور کرلینا لازم ہے کہ آیا جس ارادہ کا، بذریعہ بیان یا شہادت ثابت کیا جانا منظور ہے، وہ، فی الحقیقت اہم ہے؟ اس طور سے، صاف اور صریح ارادہ، 346
قدیم توطن کو قائم رکھنے کا، — خواہ اس کے معنی، بیان کنندہ کے ذہن میں، کچھ ہی کیوں نہ ہوں! — اس کے، اس ارادہ کے ثبوت سے کہ وہ، اپنی زندگی کے بقیہ ایام، دوسرے ملک میں، بسر کرنا چاہتا تھا؛ — باطل ہوجاتا ہے۔

جو صورت، یہاں بیان ہوئی ہے، وہ، مقدمہ اسٹیر (۱۸۵۸) ۳۔ ایچ۔ این۔ ۵۹۴۔ جج پلاک۔ براموئیل۔ وائٹس میں پیش آئی؛ ارادہ کے اظہار کے لئے، دیکھو! مقدمہ کروک انڈلن بنام فلر (۱۸۵۹) ۱۔ ایس۔ ٹی۔ ۴۴۱۔ جج، کراسول؛ اور مقدمہ دوسٹ بنام جوگیھان، متذکرہ صفحہ ۳۴۲؛ دکار برج بنام سمرویل، متذکرہ صفحہ ۳۴۱؛ دکاسڈا اگلے بنام کاسڈا گلے، متذکرہ ۳۲۱؛ و مقدمہ میکیسول بنام میلکور (۱۸۶۰) ۲۔ میک۔ ۸۵۲۔ ۶۔ جر (سلسلہ جدید) ۷۰۴؛ و مقدمہ گرگنیش و گرگنیش بنام ہیوٹ (۱۸۹۲) ۳۔

چانسری - ۱۰۸ - جسٹس پارچٹی ؛ و مقدمہ ولسن بنام ولسن (۱۸۷۲ء) ایل - آر - ۲ - پی - ایم - ۴۳۵ : میں جس شخص کا توطن ، زیربحث تھا ، اس کا اظہار ، اس کے ارادہ کے متعلق ، لیا گیا تھا ؛ اس میں جسٹس وائیلڈ نے ، اقرار کیا ، کہ فریق مقدمہ کے اظہار سے ، انہوں نے ، توطن کے متعلق ، ایسی رائے قائم کی ، جو فریق مذکور کی عدم موجودگی کی صورت میں ، کسی طرح نہ قائم ہو سکتی - زیادہ تر یہ سوال نہیں ہے ، کہ آیا ، اس کا ، انگلستان میں قیام ، اس کے انگریزی توطن کے ثبوت کی طرف ، راجح ہے یا نہیں ؟ بلکہ قابل تصفیہ یہ ہے ، کہ "جب شخص مذکور ، حلف سے ، یہ بیان کرتا ہے ، کہ اس کا ارادہ انگریزی توطن قائم کرنے کا تھا ، تو آیا ، اس کے خلاف ، ایسے واقعات موجود ہیں ، کہ عدالت ، اس کے حلف پر لحاظ نہ کر کے ، اسکے بیان کو ، غلط باور کرے ؟ " حوالہ حسب سابق صفحہ ۵۴۴ ؛ مقدمہ اسپیروے بنام اسپیروے [۱۸۹۴] ۱ - آئی - آر - ۲۴۵ : میں ، جج پورٹر - ایم - آر - وسی واکر نے ، اس سرکاری بیان کو ـــ کہ وہ شخص ، فرانس میں ، توطن قائم کرنا چاہتا تھا ، ـــ وہاں کے توطن کی ، قوی شہادت قرار دیا ؛

دفعہ ۲۶۷ جن افعال سے کسی توطن کا اختیار کیا جانا ، ظاہر ہوتا ہے ، وہ ، اسی پایہ کے سمجھے جاتے ہیں ، جیسے زبانی یا تحریری بیانات : مثلاً ، نکاح یا وصیت ، اس طور سے کرنا ، کہ وہ ، اسی صورت میں صحیح متصور ہو سکیں ، جبکہ توطن ، ایک خاص ملک کا قرار دیا جائے -

مقدمہ دوسٹ بنام جوگیہان (۱۸۷۰ء) ۹ - چانسری ڈویژن ۴۴۱ - جج ، جیسل وہمیس ؛

اب ہم ، اس معیار سے بحث کرینگے ، جس سے ، یہ دریافت ہو سکے ، یا اسکی دریافت میں مدد ملے ، کہ منجملہ دو مقام سکونت کے ، ایسے ارادہ کا رجحان ، جو مقدمات توطن میں ، اہم سمجھا جاتا ہے ، کس مقام کی طرف تھا ؟ تبدیل توطن کے ثبوت میں ، جو نفسہ وقتیں موجود ہیں ، اس سے ، یہ معیار ، مستثنیٰ نہیں ہو سکتا ؛ خصوصاً ایسی حالت میں ، جبکہ وہ توطن ، جس کا بدلا جانا بیان کیا جاتا ہے ، اصلی توطن ہوتا ہے -

دفعہ ۲۶۸ ایک شخص کی بیوی اور بچوں کا قیام ، اس کے توطن کے ظاہری معیاروں میں ، سب سے اہم ہے ، مگر ہمیشہ قطعی نہیں سمجھا جاتا -

مقدمہ فارسن بنام فارسن (۱۸۵۴ء) کے - ۲۴۱ - جج ، ووڈ ؛ و مقدمہ پیٹ بنام

اڑلی جنرل نیوساؤتھ ویلیز (۱۸۷۸) ۳۔ مرافعہ جات۔ ۳۳۶۔ جج پیکاک ۔ مقدمہ ڈی اگیگائن بنام ڈی اگیگائن (۱۸۸۸) ۱۳۔ پی۔ ڈی۔ ۱۳۲۔ جج ہینن ۔ اس معیار کی وقعت میں، اس وجہ سے کوئی فرق نہیں واقع ہوتا، کہ وہ زوجہ کی خواہش پر اختیار کیا گیا تھا، اور وہ اپنی زوجہ کا دست نگر تھا۔ مقدمہ ایگین بنام ڈکسن (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۱۰۔ ۱۔ یکیو۔ ۵۰۹۔ جج جیمس ۔

347 **دفعہ ۲۶۹** ایک سوداگر کا شہر کا مکان، اس کے گاؤں کے مکان سے، قوی تر معیار ہے، مگر ایک زمیندار کا گاؤں کا مکان بمقابلہ اس کے شہر کے مکان کے، زیادہ تر قوی معیار ہے۔

جسٹس اڈل (لارڈ اسٹویل) بمقدمہ سمرویل بنام سمرویل (۱۸۰۱) ۵۔ وس۔

۲۸۹

دفعہ ۲۷۰ اگر کوئی شخص، کوئی پولیٹکل یا میونسپل اختیار کسی مقام پر کام میں لاتا ہے، اس سے، ایسے مقام کے مقابلہ میں، جہاں پر اسکو ایسے اختیارات حاصل نہیں ہیں، یا وہ ان کو استعمال نہیں کرتا، ایک قوی دلیل قائم ہوتی ہے۔

جسٹس کنڈرسلے بمقدمہ ڈریوک بنام ڈریون (۱۸۶۴) ۳۴۔ ایل۔ جے۔ سلسلہ جدید۔ چانسری۔ ۲۷۔ مقدمہ نیکسول بنام میکلوری (۱۹۰۱) میں جسٹس کیمبل نے اس استدلال کا منجملہ اور دلائل کے عدالت سشن کے فیصلہ کی بحالی میں، حوالہ دیا جس کے ذریعہ سے توطن کا قرار داد دفعہ ۲۶۸ کے اصول کے خلاف کیا گیا تھا۔ ۶۔ جر (سلسلہ جدید) ۸۰۴۔ ۳۸ میک۔ ۹۵۹۔

دفعہ ۲۷۱ اس پر زیادہ لحاظ نہیں کیا جاتا، کہ آدمی، خود اپنے مکان میں رہتا ہے، یا دوسرے کے ساتھ (in lodging) اس کے مکان میں۔

جسٹس لینگڈیل بمقدمہ ویکر بنام ہیوم (۱۸۵۱) ۱۳۔ بیو۔ ۲۹۵۔ جسٹس کرینورتھ بمقدمہ مذکورالصدر (۱۸۵۸) ۷۔ ایچ۔ ایل۔ ۱۵۷۔

دفعہ ۲۷۲ مندرجۂ ذیل معیار، اہم متصور ہوتے ہیں:—

طویل اور مسلسل قیام۔

جسٹس ٹرنگٹن بمقدمہ ہاڈسن بنام بیو چیمپنی (۱۸۵۸) ۱۲۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۳۳۰۔

دوسرے ملک کی رعایا بن جاتا۔

اسٹلی بنام برنس (۱۸۲۰) ۳ بینگ ۲۷۰ ؛ (۱۸۳۱) ایضاً صفحہ ۴۴ منفصلہ علی الترتیب ۔ جسٹس نکلس و وکلا سلطنت کے مقدمات میں یہی امر ایسا تھا، جو ارادہ ، و اسپی کی شہادت پر غالب آگیا ؛

و مقدمہ ورنگیل بنام ورنگیل (متذکرہ صفحہ ۲۴۲) ؛ و مقدمہ ہارن گولڈ بنام ہارن گولڈ اجنرل نیوز ۱۹۴ صفحہ ۲ ؛

وہ ملک جس میں ، ایک شخص ، بغیر مخصوص وجہ انتخاب کے ، اپنے بچوں کو تعلیم دلا رہا ہے۔

جسٹس کنڈرسلے بمقدمہ ڈیریوٹ بنام ڈیریون (۱۸۶۴) ۳۴۔ ایل۔ جے (سلسلہ جدید) چانسری۔ ۱۲۹ ؛

لڑکی کا نکاح کرنا ، لڑکے کو کار آموز بنانا ، اور جدید ملک میں ، اسکے لئے تجارت میں شراکت کا خرید کرنا۔

مقدمہ اسٹیونسن بنام میس (۱۸۷۳) ایل۔ آر۔ ۱۷۔ ا ے کیو۔ ۸۰۔ بنج ، بیکمن ؛

جدید ملک میں ، متوفی اولاد کی نعش کو منتقل کرنا۔

جسٹس جیمس بمقدمہ ہالڈین بنام اکنورڈ (۱۸۶۹) ایل۔ آر ۸۔ اے کیو۔ ۴۴۳ ؛

جس ملک میں موصی ، اپنی رقم لگانے کی ہدایت کرتا ہے ، اور جس ملک سے وہ ، اپنے وصی ، اور اپنے بچوں کے ولی منتخب کرتا ہے۔ 348

جسٹس کنڈرسلے نے ، مقدمہ ڈیریون بنام ڈیریون (۱۸۶۴) ۳۴۔ ایل۔ جے (سلسلہ جدید) چانسری۔ ۱۲۹ : میں لکھا ہے کہ اس نے ، اپنی وصیت میں ، اپنی جائداد ، انگلستان کے منتظمین کے سپرد کی ، تاکہ اس کا اہتمام ، انگریزی قانون کے مطابق ہو۔ اور جسٹس چیوٹک ، بمقدمہ اٹرنی جنرل بنام واسٹاٹ (۱۸۶۴) ۳ ایچ اینڈ سی۔ ۲۰۰ ؛

دفعہ ۲۶۲ ۔ [illegible] ایک شخص کا ارتکاب جرم کر کے ، سزا سے بچنے کیلئے ، بھاگ جانا ، اہم ہے یا ہو سکتا ہے۔ مقدمہ ہارٹن ورشالن بنام ورشالن (۱۹۰۰) پی۔ ۲۱۱ صفحہ ۲۳۲ میں ؛

لارڈ لنڈھلے نے، یہ رائے قائم کی، کہ اگر شخص مذکور، بعد ختم میعاد، اپنے قدیم ملک کو واپس آسکتا ہے، تو اس کے مفرور ہونے سے، یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا، کہ اس نے، اس ملک میں آنے کا ارادہ قطعی ترک کردیا تھا؛ اور اس لئے، اسکے توطن کی نسبت، یہ سمجھا جائیگا، کہ اس میں، کوئی تبدیلی نہیں ہوئی؛ جبتک کہ دوسرے، اس قسم کے حالات موجود نہوں، جن سے، اسکے خلاف نتیجہ نکالا جاسکے۔ میں یہ نتیجہ نہ نکالتا، اگر شخص مذکور، تمام عمر کے لئے، مفرور ہوتا (بہ استثنائے اس صورت کے کہ اسکو کسی وجہ سے معافی دیدیجاتی)؛ مثلاً، ایک انگلستان کا رہنے والا، اپنے ملک کے قانون سے بچنے کیلئے بھاگتا! یہ امر، کہ وہ، ایک مدت معین کے بعد، اپنے ملک کو، بلاخوف وخطرہ واپس آسکتا ہے، میرے نزدیک نہایت اہم ہے۔ مقدمہ زیر بحث میں جسٹس جیمس، صدر نشین پروبیٹ ڈویزن، اور لنڈلے۔ ایم۔ آر نے، یہ طے کیا، کہ جس مجرم کے خلاف، میعادی حکم ہے، اس کا توطن نہیں بدلتا؛ اور جسٹس رگبے، اور لارڈ چیف جسٹس بگھیان و کیمس نے، یہ طے کیا کہ اس سے اس کا توطن بدلجاتا ہے۔

دفعہ ۲۷۴ سلطنت برطانیہ کے کسی جزو کا توطن، سلطنت مذکور کی ملازمت سے، خواہ وہ فوجی ہو یا بحری یا ملکی، نہیں بدلتا؛ اگرچہ ملازمت مذکور کی وجہ سے، اس کو کسی دوسرے ملک میں رہنا پڑے: بہ استثنائے ہندوستان کے، جس کا بیان دفعہ ۲۷۵ میں کیا گیا ہے۔ برخلاف اسکے، ایسی ملازمت، مانع حصول توطن نہیں ہوسکتی؛ بشرطیکہ توطن مذکور، ملازمین کے فرائض منصبی کے خلاف نہ ہو۔

اگر توطن کی بحث، دو ایسے مقامات سے ہو، جو دونوں سلطنت انگریزی میں واقع ہوں، تو قواعد ہذا کا ماخذ، یہ امر قرار پاتا ہے کہ سرکاری ملازمت کی وجہ سے، کوئی ملازم سلطنت کے کسی مقام کا، بمقابلہ دوسرے مقام کے، پابند نہیں ہو جاتا۔

باوجودیکہ سلطنت کا فوجی ملازم، دوسری جگہ رہا؛ مگر اس کا انگلستان کا توطن، قائم رکھا گیا۔ مقدمہ ڈلہوزی بنام میکڈول (۱۸۴۰ء)، ۷ سی اینڈ ایف ۸۱۷۔ جج، کاٹن ام و برو ہام ہو و مقدمہ میکرائٹ و پیٹن بنام میکرائٹ (۱۸۸۵ء)، ۳۰ چانسری ڈویزن ۱۶۵۔ جج پیرسن ہو و مقدمہ لینڈرز بنام پیرج (۱۸۸۵ء)، ۱۰ مرافعہ جات ۶۹۲ و ۷۰۲، جج سلبورن، بلیکبرن، واٹسن، برآمویل، فرٹز جیرلڈ، اور مقدمات بحیطہ ڈنگھام و ریل (۱۸۸۴ء)، ۱۲ کیو بی ڈی ۸۱۰، جج ایچنسے کاٹن، اور لنڈلے میں بھی، ایسا ہی قرار پایا، انگلستان کا توطن، مقدمات ذیل میں

بھی قائم رکھا گیا، اگرچہ ملازم سلطنت کی بحری خدمت، دوسری جگہ اوا کرتا رہا تھا۔ بروون بنام اسمتھ (۱۸۵۲) ۱۵۔ بی۔ ۴۴۴۔ بی؛ رو ملے بنام مقدمہ سٹین (۱۸۶۰) ۲۔ جر (سلسلہ جدید) ۱۵۱۔ بی، کراستول؛ اور مقدمات اٹارنی جنرل بنام رو (۱۸۶۲) ۱۔ ایچ و سی۔ ۳۱۔ بی، پولک۔ بر آمول دو ائلڈ آ - اگرچہ ملکی ملازمت، دوسرے مقامات کی تھی۔

ملازمت سرکاری کی حالت میں ایک انگریزی توطن، دوسرے انگریزی توطن سے، تبدیل کر دیا گیا۔ بمقدمہ ماڈمی بنام لنڈسے (۱۸۱۳) ۱۔ ڈو۔ ۱۴۳۔ بی، ایلڈن (فوجی)؛ بمقدمہ رابرٹسن۔ ۳۳۲۔ بی، فسٹ (ملکی)۔

جب مقامات زیر بحث میں سے، ایک مقام پولیٹکل حیثیت سے ملک غیر ہو، اور کوئی شخص، انگریزی سلطنت کی ایجنسی (Consular) یا سفارتی (Diplomatic) ملازمت کے سلسلہ میں، وہاں رہے، تو یہ قاعدہ ہے کہ پہلا انگریزی توطن، لازمی طور سے، زائل نہیں ہوتا۔ اس صورت سے بھی متعلق ہوتا ہے۔ اگر ملازمت کا تعلق، سفارت سے ہے، تو ممکن ہے کہ ملک غیر کے توطن کا حصول، اسکے فرائض منصبی کے منافی متصور ہو۔ دیکھو دفعہ ۲۷۱۔ لیکن اگر کوئی شخص ایجنٹ ہو، اور وہ، اسی ملک میں، توطن اختیار کرنا چاہے، جہاں وہ، بحیثیت ملازمت کے مقیم ہے، تو اسکے ایسے حصول میں، کوئی امر مانع نہیں معلوم ہوتا۔ عام طور سے، یہ بات دیکھی جاتی ہے، کہ ایک ملک میں، اسی ملک کے باشندے بطور ایجنٹ (Consul) کے مقرر کر دیئے جاتے ہیں۔

"میرے نزدیک، یہ امر بالکل صاف ہے کہ جو شخص، انگلستان کا متوطن ہو، اور وہ، بہ حیثیت سفیر یا ایجنٹ کسی ملک غیر میں بھیجا جائے، تو اس کے وہاں کے قیام سے، اس کا توطن، زائل نہیں ہو جاتا، لیکن اگر شخص مذکور، ایسے ملک کا متوطن اور باشندہ ہو، تو اس کا کسی ملک غیر کی ایجنسی کو قبول کر لینا، اسکے توطن کے زوال کا سبب نہیں ہو سکتا۔" جسٹس وائلڈ بمقدمہ شارپ بنام کرسپن (۱۸۶۹) ایل۔ آر۔ آئی۔ پی و ایم۔ ۶۱۳۔ ۶۱۷؛ نیز ملاحظہ ہو جسٹس لوشنگٹن بمقدمہ اٹناسس بنام مالٹاس (۱۸۴۴) ۱۔ رابرٹسن۔ ۷۹؛ جسٹس فسٹ بمقدمہ گاوٹ بنام زیمرمن۔ ۵۔ این۔ آف سی۔ ۴۴۵۔

دفعہ ۲۷۴ اور نہ وہ توطن جو کسی شخص کو، حکومت انگریزی کے کسی ملک میں، حاصل تھا، لازمی

طور سے کسی ملک انگریزی میں، ملک غیر کی طرف سے، سفیر یا ایجنٹ مقرر ہونے سے متاثر ہو سکتا ہے۔

مقدمہ ہیتیہ بنام سیمن (۱۸۵۱) ۱۴۔ ہیو۔ ۱۴۴ منج، رتولے ۱۹۰ و اٹرنی جنرل بنام کنٹ (۱۸۶۲) ۱۔ ایچ وسی۔ ۱۲۔ منج، پولکٹ۔ تارٹن۔ براسویل۔ وُالدّہ
یہ دونوں مقدمات، ملازمت سفارت کے متعلق ہیں؛ اور موخرالذکر مقدمہ سے، یہ ثابت ہوتا ہے، کہ اس کا تسلیم کیا جانا، اس امر کا مانع نہیں ہے، کہ اس کے فوت ہو جانے پر، اس کی منقولہ جائداد پر، بشمول اس شخص کے، جس نے انگلستان میں توطن اختیار کر لیا ہے، محصول وراثت عائد کیا جائے۔

دفعہ ۲۷۵ لیکن ہندوستان کا قیام، — مخصوص ہندوستانی شاہی ملازمت کے لئے یا ایسٹ انڈیا کمپنی کے لئے، جیسا کہ پہلے تھا، خواہ وہ بصیغہ فوج بری ہو یا بحری؛ یا ایسی ملکی ملازمت کیلئے ہو، جو بطور پیشہ کے، اختیار کیجاتی ہے، — ایسا توطن پیدا کر دیتا ہے؛ جو "انگلو انڈین"، کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

دفعہ ۲۷۳ کے عام قاعدہ کا استثنا، اس استثنا کے مشابہ ہے، جو دفعہ ۲۶۴ کے عام قاعدہ کا، دفعہ ۲۶۵ سے کیا گیا ہے؛ دونوں، اس قدیم اصول کی یادگار ہیں، کہ بیرون ملک، غیر محدود
350 اور طویل مدت کے قیام سے، توطن تبدیل ہو جاتا ہے؛ اگرچہ صاف طور سے، واپسی کا خیال بھی ہو۔ اور ان دونوں کی محرک، وہ آسانی ہے، جس کا ذکر صفحہ ۴۴۵ پر کیا جا چکا ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی بحری تجارتی ملازمت میں، انگلو انڈین توطن نہیں حاصل ہوتا تھا؛ کیونکہ اس ملازمت میں، ایسٹ انڈیز میں مستقل قیام مشروط نہ ہوتا تھا؛ بلکہ عام طور سے، معاہدہ، سفر کے ساتھ ختم ہو جاتا تھا۔

مقدمہ ایکین بنام ایکین (۱۸۹۱) ۲ بیک۔ ۵۵۰۔ منج کیمبل پر ۵۰۰۔ منج، وسٹلے ڈیل ۔

اور نہ عمر کا معتدبہ حصہ گزر جانے کے بعد، ہندوستان کی کسی اعلیٰ خدمت کے قبول کر لینے سے، انگلو انڈین، توطن حاصل ہو جاتا ہے۔

اٹرنی جنرل بنام پوٹر (۱۸۶۲) ۱۔ ایچ۔ سی۔ ۳۱۔ منج، پولکٹ۔ براسویل۔ و المدّہ

دفعہ ۲۷۶ جو افسر حسب دفعہ (۲۷۵)، انگلو انڈین توطن حاصل کرنے کے بعد، اس درجہ کو پہنچ جائے کہ وہ، جہاں چاہے قیام کر سکے؛ تو یہ امر کہ وہ تا قیام پنشن، اس کا مستوجب ہے کہ اس کو ہندوستان میں واپسی کا حکم دیا جائے، مانع تبدیل توطن کا کم از کم، ایک انگریزی ملک سے، دوسرے

انگریزی ملک میں، مانع نہیں تصور ہو سکتا۔

جسٹس وڈ بمقدمہ فاربس بنام فاربس (۱۸۵۴) کے ۲۵۹ ہ کو و مقدمہ اٹرلی جنرل بنام پوٹنگر (۱۸۶۱) ۶۔ ایچ اینڈ این ۷۳۳ جسٹس پولاک۔ مارٹن۔ برامویل ہو

لیکن اگر وہ ہندوستان سے رخصت فرلو پر گیا ہے، تو وہ اپنا توطن نہیں تبدیل کر سکتا، اگرچہ اس کو یہ امید ہو، کہ ختم رخصت سے پہلے وہ، اس درجہ کو پہنچ جائے گا، جس میں اس کو جہاں وہ چاہے، قیام کی اجازت ہو جائیگی۔

مقدمہ کرنیجی بنام لیون (۱۸۴۳) ۳ کرٹینر۔ ۴۳۵۔ جج، فسٹ ہو

دفعہ ۲۷۷ یہ سوال :۔ کہ آیا، وہ انگلو انڈین افسر — جس کو جہاں وہ چاہے، رہنے کی اجازت ہے؛ — ایسے ملک کا توطن، اختیار کر سکتا ہے جو انگریزی حکومت کے تحت نہ ہو! اور جس کی دفعہ ۲۷۶ میں، کوئی صراحت نہیں ہے! — ہندوستان کے دوسرے، ایسے عہدہ داروں سے بھی متعلق ہے، جن کے فرائض منصبی، ایسے ہیں کہ وہ، ان کے قیام بیرون ملک میں، مانع نہیں ہوتے؟ ان سب صورتوں میں، یہ سوال پیش آتا ہے کہ آیا حقیقی قیام کے ساتھ، بغرض حصول توطن، مستقل قیام کی نیت، کافی طور سے موجود تھی یا نہیں؛ خواہ وہ قیام، ملک غیر کا ہو، یا دوسرے انگریزی ملک کا؟ — اور اس کے ساتھ ہی، ان امور پر بھی لحاظ کرنا پڑتا ہے، کہ اس کا، دوبارہ ادائی فرض منصبی کے لئے طلب کیا جانا، قرین قیاس تھا یا نہیں؟ — اور ایسی طلبی کی حالت میں، اس نے کیا طرز عمل اختیار کیا؟ مثلاً۔ بجائے تعمیل حکم کے، خدمت سے دست بردار ہو گیا؛ یا تعمیل حکم کی صورت میں، بال بچوں کو، جدید اختیار کردہ ملک میں، جلد واپس آجانے کے خیال سے، چھوڑ آیا؟ وغیرہ وغیرہ۔ ممانعت، بطور عام اصول کے، ایسی صورت میں 351
قرار پا سکتی تھی، جب یہ تسلیم کر لیا جائے، کہ حصول توطن کے لئے، ملک اختیار کردہ کی نسبت، ایسے خیالات کے موجود ہونے کی ضرورت ہے، جو قیاس قطعی سے، ایسے شخص سے منسوب نہیں کئے جا سکتے، جو اس وقت تک حکومت انگلستان کی ملازمت میں ہو۔ دفعہ ۲۷۳ میں جو کچھ، ایجنسی یا سفارت کی خدمات کے متعلق، لکھا جا چکا ہے، اس کا یہاں مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، کہ ملک غیر کے توطن کے اختیار کرنے میں، قوی تر مزاحم، خدمت سفارت ہوتی ہے۔ قدیم زمانہ میں واقعات کی تائید میں، جو نیت سے کم درجہ نہیں رکھتے؛ یہ مفروضہ پیش کیا جاتا تھا، کہ سفیر کا مقام قیام، خود اس کے ملک کا ایک جز ہے۔ لیکن، اگر

یہ سوال، اب پیش آئے، تو اس کا فیصلہ، واقعات پر کیا جائے گا، نہ کہ مفروضات پر۔

مقدمہ ہاڈسن بنام ڈی بچو سینئے (۱۸۵۸) ۱۲۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۲۱۹ میں جج ٹونگٹن نے کہا، کہ اس مقدمہ کے تصفیہ کے لئے ہم بطور عام قاعدہ کے، یہ طے کرنا نہیں چاہتے، کہ جو شخص، ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج کی رجمنٹ کا کرنل، اور شاہی فوج کا جنرل ہو، وہ ملک غیر کا توطن حاصل نہیں کر سکتا۔ اس مقدمہ کے تصفیہ کیلئے، اس حد تک جانے کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن ہم، یہ ضرور کہیں گے، کہ ایسے شخص کا، ان حالات میں، انگلستان کا توطن ترک کر کے کسی دوسرے غیر ملک کا توطن اختیار کرنا، قانونی قیاس کے خلاف ہے ۔

برطانیہ عظمی کا ایک امیر، پارلیمنٹ یا دوسری ملکی خدمت کی بنا پر، ایسے ملک میں توطن کے اختیار کرنے سے، جو حکومت انگریزی سے خارج ہو، ممنوع نہیں ہے مقدمہ ہیملٹن بنام ڈلاس (۱۸۷۵) ۱۔ چانسری ڈویژن ۲۵۷۔ جج بیکن ۔

دفعہ ۲۷۸ جب کوئی ایسا شخص جس کا توطن انگریزی نہ ہو، حکومت انگلستان کی ملازمت میں داخل ہوتا ہے، تو وہ محض اس بنا پر تبدیل توطن نہیں کرتا؛ لیکن یہ ممکن ہے، کہ وہ، اس انگریزی ملک کا متوطن ہو جائے جس میں، بلحاظ فرائض منصبی، اس کو رہنا پڑے؛ بشرطیکہ وہ، اس نیت کا اظہار کرے، جو مقصد کے لئے، ضرور ہے ــــ یہ اس صورت میں ہوگا، جبکہ وہ ملازمت جس میں وہ داخل ہوا ہے، بقیاس غالب مستقل ہونے والی ہو، اور وہ، اس میں قیام کے ارادہ کا اظہار کرے ۔

مقدمہ ارکوہارٹ بنام بٹر فیلڈ (۱۸۸۷) ۳۷۔ چانسری ڈویژن، ۳۵۷-۳۷۷ جج کاٹن۔ لنڈلے۔ لوپیس ۔

مقدمہ بکیلر فہ کنگھام متعلقہ ملازمت فوج بری و بحری۔ و مقدمہ مچل (۱۸۸۴) ۱۳۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۴۱۸ میں جسٹس کاٹن نے نہایت احتیاط کے ساتھ، یہ کہا ــــ کہ ہمیں کوئی شک نہیں، کہ اگر ملک غیر کا باشندہ، انگریزی فوج میں بھرتی ہو کر انگلستان میں قیام کرتا ہے، تو اس کا توطن، انگلستان کا قرار پائیگا؛ صفحہ ۴۲۳ ــــ یہ دفعہ ہذا کے مضمون کے مخالف نہیں ہے، مقدمہ مذکور الصدر میں جسٹس بیگلے نے بطور اصول قانون کے یہ لکھا، کہ ملاحظہ

کی رعایا، جو سلطنت غیر کی بری یا بحری فوج میں بھرتی ہوتی ہے، اس سلطنت کے ملک کا توطن حاصل کرلیتی ہے"۔ صفحہ ۱ ۲ ۴۔ مگر اس کی کوئی سند نہیں بتائی گئی، اور اس کو عملی صورت میں کارآمد بنانے کے لئے ایک ایسے قاعدہ کی ضرورت ہوگی، جسکی رو سے ایک ملک غیر کا باشندہ، جو انگلستان کی بری یا بحری فوج میں بھرتی ہو، بلحاظ نیت کے مخصوص انگلستان کا توطن حاصل کرسکتا ہے۔ اور ایسی حالت میں کہ اس کو، بلحاظ فرض منصبی کے، حکومت انگلستان کے کسی دوسرے حصہ میں رہنا ہو، یہ کہنا، کہ اس کا توطن، انگلستان کا تھا، نہایت مشکل ہو جائے گا۔ بمقدمہ پریسیڈنٹ ریاستہائے متحدہ امریکہ بنام ڈریمنڈ (۱۸۶۴) ۳۳ بیو۔ ۴۴۹۔ جسٹس روملے نے ایک ایسے شخص کی نسبت، جو مجہول الحال تھا، یہ کہا، کہ "اس نے انگلستان کی فوج میں کمیشن حاصل کیا، جسکی بنا پر اس کا توطن انگلستان قرار پائے گا"۔ یہ حالات حاضرہ میں تسلیم کیا جاسکتا ہے، مگر اس سے، بقیاس غالب، یہ مطلب نہیں ہے، کہ وہ اور صورتوں سے بھی متعلق کیا جا سکے ۔ 352

دفعہ ۲۷۹ ایک پولیٹیکل پناہ گزیں کا قدیم توطن، قائم رہتا ہے، بجز اس حالت کے، کہ وہ، واپسی کا خیال ترک کرکے جدید ملک میں، آباد ہو جائے۔

مقدمہ ڈی بونیول بنام ڈی بونیول (۱۸۳۸) ۱۔ کرٹ۔ ۸۵۶۔ بنظر جینر کو، ومقدمہ ڈی اوزینس (۱۸۹۹) ۱۔ ایس۔ و ٹی ۳ ۲۵۴۔ بنظر گرسل، اور دیکھو دفعہ ۲۷۲ (الف)۔

تجارتی توطن بحالت جنگ

طالب علم کو چاہئے کہ وہ، اس فصل کے متذکرہ توطن کو، اس تجارتی توطن سے نہ ملتبس کردے جس کے ذریعہ سے اغراض جنگ کے لحاظ سے، جائداد کے شامل جنگ (belligerent) یا خارج از جنگ (neutral) ہونے کا تصفیہ کیا جاتا ہے۔ ان دونوں میں جو فرق ہے، ڈاکٹر لوشنگٹن نے بمقدمہ ہارمن بنام ڈی ہوسن (۱۸۵۴) ۱۲ مو۔ پی سی۔ ۳۱۳

فرق کیا ہے۔ اظہار فرق کے لئے، یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ ایک شخص کا کاروبار تجارتی، دو مختلف ملکوں میں ہو، اور اگر وہ دونوں ملکوں میں بحیثیت تاجر کے کام کرتا ہے، تو ان تجارتی معاملات میں، جو ان ممالک میں پیدا ہوں، وہ دونوں ممالک کی رعایا سمجھا جانا چاہیے۔" سر ڈبلو اسکاٹ نے مقدمہ جانچی کا اسپنار (۱۸۰۴) ۵۔ سی۔ راب۔ ۳۰۲، کہا: کہ فرق کی حیثیت، اسی وقت سے بدلجاتی ہے، جب وہ پہلی مرتبہ اپنے قدیم توطن کو ترک کرنے اور جدید توطن حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔" جسٹس بوسنکٹن، مقدمہ بالیٹیکا (۱۸۵۵) سپنکس او م۔ ۲۹۷۔ لارڈ لنڈلے نے، اس فرق کو، مقدمہ جانسن بنام ڈرائی فونٹین کانسولیڈیٹڈ مائینز (۱۹۰۲) اے۔ سی صفحات ۵۰۵، ۵۰۶ میں تسلیم کرکے کہا: کہ "ایسا شخص، جو ایسے ملک کی رعایا ہو، جو ہماری سلطنت سے برسرجنگ ہے، مگر جو اپنا تجارتی کاروبار، کسی اس ملک یا دوسرے غیر جانبدار ملک میں کرتا رہے، وہ اس سلطنت کا، جو برسرجنگ ہے، رعایا نہیں متصور ہوگا؛ اور اسکے معاہدات کا جواز، اسکی قومیت اور نیز اس کے اصلی توطن پر منحصر ہوگا؛ بلکہ اس مقام یا مقامات پر منحصر ہوگا، جہاں وہ اپنا کاروبار چلا رہا ہے۔" اس کے لئے انہوں نے، مقدمہ ونیز بنام بیمر (۱۸۰۰)۔ ۸۔ ٹرم ۲۸۲۔ ۱۔ اسماک۔ ۶۴ کا حوالہ دیا۔ اسی قاعدہ کی تائید ان بہت سے مقدمات میں کی گئی، جو جنگ کے شروع ہونے کے وقت [۱۹۱۴-۱۹۱۸] دشمن سے متعین کئے جانے کے متعلق فیصل ہوئے۔ خاص طور سے ملاحظہ ہو: مقدمہ پورٹر ویدیری [۱۹۱۵] ۱ کے۔ بی، ۸۵۷، سی۔ اے۔ چیف جسٹس ریڈنگ۔ گورنمنٹ آف روس بنام بیلجیم کینیڈین [illegible]
سوکشن [illegible] کمپنی [illegible] اور مقدمہ سیمبیا [۱۹۱۶] ۱۱۶ ایل۔ ٹی۔ آر۔ ۲۰۔

353

اس موقعہ پر، اس قسم کے توطن تجارتی پر مزید بحث نہیں کیجائے گی؛ کیونکہ اس کا تعلق عام قانون بین الاقوام سے ہے۔ یہاں، صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ ایک توطن سے دوسرے توطن پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے؛ اور اسکے متعلق جو کچھ لکھا گیا، وہ کافی ہے۔

354

فصل پانزدہم

انگریزی قومیت

انگلستان میں، خانگی قانون بین الاقوام کے، جو معنی لئے جاتے ہیں، اور جس طرح اس کا استعمال ہوتا ہے اسکے لحاظ سے پولیٹکل قومیت، اگرچہ زیادہ اہم نہیں ہے؛ مگر ان قواعد کو، جن پر اس کا انحصار ہے، ہمارے مضمون سے ایک دلچسپ تعلق ہے؛ کیونکہ یورپ کے دوسرے ممالک میں، عام رجحانات اس طرف ہو رہا ہے، کہ ذاتی قانون اور اختیارات کا معیار، بجائے توطن کے، پولیٹکل قومیت، قرار پانی چاہئے۔

افسوس ہے! کہ یہ قواعد تمام ممالک میں یکساں نہیں ہیں؛ ہر جگہ یہ قواعد — (عہد وسطی کے اصول اتباع (Feudal principle of allegiance) جن کا تعین، اس سرزمین پر پیدائش سے کیا جاتا تھا؛ — اور روما کے، اس اصول شہریت کے تصادم سے؛ — پیدا ہوئے ہیں جن کا تعین نسل سے ہوتا تھا؛ لیکن یہ دونوں اصول جس تناسب، اور جس طور سے، باہم ملائے گئے ہیں، ان میں اختلاف ہے۔ اس موقعہ پر ہم کو، صرف ان مروجہ قواعد کا اظہار کر دینا کافی ہے؛ جن کی رو سے برٹش قومیت، حاصل، اور زائل، ہو جاتی ہے! — بار بار، لفظ "پولیٹکل" کا اعادہ، غیر ضروری ہے؛ اگر محض الفاظ "قومیت" یا "حیثیت" سے کوئی شبہ باقی رہ جائے گا، تو وہ، لفظ "برٹش" سے رفع ہو جائے گا؛ کیونکہ سول حیثیت، یا انگریزی ہوگی، یا اسکاٹ لینڈ، یا دوسرے مقام کی؛ مگر وہ "برٹش" نہیں ہو سکتی؛ کیونکہ ان سب مقامات کے لئے، ایک مشترک سول قانون موجود نہیں ہے۔

برٹش قومیت کا جو قانون تھا، اس میں، ان دو آئین سے، جو زمانہ جنگ میں نافذ ہوئے، بڑا تغیر ہو گیا ہے؛ یعنی (۱) برٹش قومیت اور باشندگان ممالک غیر کے ایکٹ سنہ ۱۹۱۴ء (۴ و ۵ جارج پنجم

فصل ۱۷) اور (۲) ایکٹ بغرض ترمیم آئین مذکور الصدر مجریہ سنہ ۱۹۱۸ء (۸ و ۹ جارج پنجم فصل ۳۸) — اصل ایکٹ، تمام آئین کا مجموعہ متصور ہوتا ہے، جس کی رو سے — اکثر قدیم ایکٹ، بشمول برٹش قومیت کے، ایکٹ بابتہ سنہ ۱۷۳۰ء اور سنہ ۱۷۷۲ء اور حقوق باشندگان ممالک غیر کے ایکٹ بابتہ سنہ ۱۸۷۰ء و سنہ ۱۹۱۴ء منسوخ کردیے گئے ہیں، اور جس سے — عام قانون کے اس اہم اصول میں، کہ جو شخص، بادشاہ کی سلطنت کے حدود کے اندر پیدا ہو، وہ برٹش رعایا ہے، بڑا تغیر ہوگیا ہے، اگرچہ جدید ایکٹ میں، نہ تمام قواعد، عام قوانین کے شامل کرلئے گئے ہیں، اور نہ سب خارج کردیئے گئے ہیں، اور نہ اس دفعہ سے جس میں سرکار انگلشیہ کی سلطنت میں پیدا شدہ اشخاص کی تعریف کی گئی ہے، ان لوگوں کی حیثیت میں، کوئی فرق آتا ہے، جو یکم جنوری سنہ ۱۹۱۵ء سے پہلے، پیدا ہوچکے تھے، اس طور سے تاریخ مذکور الصدر سے پہلے، جن لوگوں کو قدیم قانون کی رو سے، برٹش قومیت کے حقوق حاصل ہوچکے تھے، وہ بدستور قائم ہیں، اس لحاظ سے ہم کو، قومیت کے
355 سوال پر، نہ صرف موجودہ قانون، بلکہ قانون غیر موضوعہ اور قدیم قوانین، کے لحاظ سے کبھی غور کرنا پڑے گا۔

سلطنت انگلشیہ میں پیدا شدہ (Natural-born) رعایا

روئے قانون عمومی

دفعہ ۲۸۰ سلطنت انگلشیہ میں پیدائش سے برٹش قومیت قائم ہوتی ہے، باستثناء اس صورت کے، — کہ بچہ، سرکار مذکور کے دشمن کا، ایسے مقام میں پیدا ہوا ہو، جس پر اثنائے جنگ میں سرکار مذکور قابض ہوگئی ہو، — یا پیدا شدہ بچہ کسی ملک غیر کے بادشاہ، یا ممالک غیر کے سفیر یا سفارتی ایجنٹ، کا ہو۔

قانون عام میں، برٹش حیثیت، نہ صرف قبول کیلئے پیش کیجاتی تھی، بلکہ شخص پر عائد کردی جاتی تھی؛ مقدمہ انیاس میکڈانلڈ (۱۷۴۷ء) ۱۸۔ اسٹیٹ ٹرائیلس ۸۵۷، جے، ٹی۔ اس میں، قیدی ایسا شخص تھا، جو بچپن میں بغرض پرورش فرانس پہنچادیا گیا تھا، وہاں، عرصہ تک رہنے کے بعد، وہ انگلستان واپس آیا، اور زیر کمیشن فرانسیسی سنہ ۱۷۴۵ء کی بغاوت میں شریک ہوا — اس زمانہ میں، ان دونوں سلطنتوں میں جنگ تھی؛ اسپر بغاوت بابسرکار کا الزام ثابت قرار دیا گیا؛ مگر بعدہ، بعض خاص اغراض پر

معاف کردیا گیا ہو۔

"اگر دشمن، بادشاہ کے ملک کے کسی حصہ میں آکر کسی قلعہ یا گڑھی پر، بحالت جنگ، قابض ہوجائیں، اور وہاں، ان کی اولاد ہو تو وہ، بادشاہ کی رعایا نہ متصور ہوگی؛ اگرچہ وہ، بادشاہ کے ملک میں پیدا ہوئی ہے؛ کیونکہ وہ، بحالت اطاعت واتباع، بادشاہ کے نہیں پیدا ہوئی ہے"۔ مقدمہ کالون - ۷ - کوک - ۱۸ - اے ملہ

دفعہ ۲۸۱ "اگر بادشاہ کے کسی سفیر متعینہ اقوام غیر کے یہاں، انگلستان کی منکوحہ عورتوں سے اولاد ہو، تو وہ، انگلستان کے عام قانون کی رو سے سرکار انگلشیہ کی رعایا متصور ہوگی"۔ مقدمہ کالون - ۷ - کوک ۱۸ - اے - یہ شرط، کہ عورت، انگلستان کی ہونی چاہئے؛ اب بیکار ہے - دیکھو دفعہ ۲۹۴ - اور یہ بھی مشتبہ ہے کہ آیا، اس کی ضرورت کوک کے وقت میں بھی تھی؟ - مقدمہ بیکن بنام بیکن (۱۶۴۱) کروکار ۱۶۰۱ - جج براسٹن - کروک وچ تکلے - یہ اصول قانون موضوعہ کے لحاظ سے، سپاہیوں اور ملاحوں کے ان بچوں سے متعلق نہیں ہے؛ جو بحالت ملازمت بیرون ملک پیدا ہوئے ہوں - مقدمہ ڈی گیر بنام انسٹون (۱۸۴۲) ۲۲ - چانسری ڈویژن ۲۴۳ - جج ہسٹے -

ڈائسے نے، اپنی رپورٹوں کے ایک نوٹ میں صفحہ ۲۲۴ الف پر یہ لکھا ہے، کہ مقدمہ ۷ - اے ۲ - میں یہ طے ہوا، کہ رعایا کے، وہ بچے، جو بحالت ملازمت سمندر پار پیدا ہوئے ہوں، مستحق وراثت ہوسکتے ہیں؛ لیکن یہ غلطی ہے - میں نے مسٹر سلیائے کی عطوفت آمیز امداد سے مثل کو معائنہ کیا؛ اور ہم کو، یہ معلوم ہوا، کہ ڈائسے سے لاطینی عبارت کے پڑھنے یا سمجھنے میں، غلطی ہوگئی ہے - الفاظ مذکور کے معنی، یہ ہیں؛ کہ ایک شخص، جان - ایل - بوٹیلر نامی، جو ایڈورڈ کا لڑکا بیٹا تھا، اس زمانہ میں، سمندر پار رہتا تھا؛ نہ یہ کہ وہ، سمندر پار پیدا ہوا تھا۔

سلطنت انگلشیہ کی پیدا شدہ رعایا روئے آئین مجریہ

دفعہ ۲۸۲ سنہ ۱۹۱۴ء کے ایکٹ ۱ کی، دفعہ (۱) اور ایکٹ سنہ ۱۹۱۸ء میں، یہ کوشش کی گئی ہے، کہ سلطنت انگلشیہ کی پیدا شدہ رعایا کی تعریف، بطریق ذیل کیجائے:-

356 (۱) الف - جو شخص، بادشاہ کے ملک میں، اور انکی اطاعت میں پیدا ہوا ہو۔

ب - وہ شخص، جو بادشاہ کی مملکت کے باہر ایسے زمانہ میں پیدا ہوا ہو، جبکہ اس کا باپ سلطنت انگلشیہ کی رعایا تھا یا بادشاہ کی اطاعت میں پیدا ہوا تھا؛ یا اس کو صد اقتنامہ، رعایا بن جانے کا عطا ہوا تھا؛ یا کسی ملک کے قبضہ میں آجانے سے سرکار انگریزی کی رعایا ہو گیا تھا؛ یا بچہ کی پیدائش کے وقت سلطنت کی ملازمت میں داخل تھا۔[۱]

ج - جو شخص، انگریزی جہاز پر پیدا ہوا ہو، خواہ جہاز، غیر سلطنتوں کے سمندر میں ہو، یا نہ ہو، رعایا انگلشیہ کا بچہ، خواہ وہ، اس ایکٹ کے نافذ ہونے سے پہلے، پیدا ہوا ہو، یا بعد، بادشاہ کی اطاعت میں پیدا شدہ متصور ہوگا: اگر وہ، ایسے مقام میں پیدا ہوا، جہاں، بذریعہ معاہدہ، اقرارنامہ یا ضابطہ منظوری عملدرآمد، رعایت، یا دوسرے جائز ذرائع سے، بادشاہ کو، رعایا انگلشیہ پر اختیارات حاصل ہیں۔

(۲) جو شخص، ملک غیر کے جہاز پر پیدا ہوا ہو، وہ، محض اس وجہ سے کہ جہاز، بروقت پیدائش انگلستان کے سمندروں میں تھا، انگریزی رعایا نہ سمجھا جائے گا۔

(۳) اس دفعہ سے بجز اسکے کہ اس کا بصراحت ذکر کیا گیا ہو، کسی ایسے شخص کی حیثیت پر، کوئی اثر نہ پڑے گا، جو اس ایکٹ کے نفاذ، یکم جنوری ۱۹۱۵ء سے پہلے پیدا ہو چکا ہے۔

دفعہ (۱) کے ضمن (ب) کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ، انگریزی قومیت کے اس بچہ پر منتقل ہونے کو، جو ملک غیر میں، انگریز والدین سے پیدا ہوا ہو، صرف ایک پشت تک، محدود کر دیتی ہے۔ آئین بابتہ ۱۷۷۲ء - ۱۳ - جارج سوم فصل ۲۱، کی رو سے ایسا بچہ، جو سلطنت انگلستان کے باہر پیدا ہوا، مگر جس کا باپ یا دادا، سلطنت مذکور میں پیدا ہوا تھا، وہ سلطنت انگلشیہ کی رعایا سمجھا جاتا تھا، بشرطیکہ اس کا باپ، اسکی پیدائش کے وقت تک، انگریزی رعایا ہونے سے خارج نہ ہو گیا ہو، لیکن جدید ایکٹ کی رو سے جملہ ایسے بچے جن کے باپ پیدائشی انگریزی رعایا نہ ہوں، اور جو یکم جنوری ۱۹۱۵ء کے بعد سلطنت انگریزی کی حدود کے باہر پیدا ہوتے ہیں؛ انگریزی رعایا نہ سمجھے جائیں گے؛ جب تک کہ وہ، ایسے مقام میں، نہ پیدا ہوئے ہوں؛ جہاں سلطنت انگلستان

---

[۱] جن الفاظ کے نیچے خط کھینچا گیا ہے، وہ اصل ایکٹ کی عبارت میں، بذریعہ ایکٹ بابتہ ۱۹۱۸ء اضافہ کئے گئے ہیں۔

ذریعہ معاہدہ، اقرارنامہ یا ضابطہ، وغیرہ...... انگریزی رعایا پر، اختیارات کا استعمال نہ کرتی ہو۔ آخر شرط، ان تمام انگریزوں کے بچوں پر، حاوی ہو جائے گی:— جو ان ممالک میں پیدا ہوں، جو انگلستان کی حفاظت یا ذمہ داری میں ہیں: مثلاً فلسطین، یا عراق یا عرب — اور نیز وہ ممالک، جہاں مخصوص رعایت کے اقرار نامے، ابتک نافذ ہیں: مثلاً ٹرکی و مصر وغیرہ۔ لیکن انگریز باپ کی اولاد، جو ملک غیر میں پیدا ہو، مثلاً جنوبی امریکہ کی ریاستوں میں، وہ سلطنت انگلشیہ کی رعایا نہ متصور ہوگی، 357
جب تک کہ ان کا باپ، خود سلطنت انگریزی کی سرزمین پر، نہ پیدا ہوا ہو۔ قانون میں، جو تبدیلی ہوئی، اس پر بجید نکتہ چینی کی گئی ہے؛ اور قیاس غالب یہ ہے، کہ قدیم قانون کو کسی قدر تبدیل کے ساتھ، دوبارہ نافذ کرنے کی تجویز، شاہی اور مقبوضات کی پارلیمنٹوں میں، پیش کی جائے گی۔ آئین ۱۹۱۴ء سے، ان اشخاص کی قومی حیثیت پر بھی، کوئی اثر نہیں پڑتا، جو ۱۹۱۵ء سے قبل، تولد ہو چکے ہیں؛ اسلئے، جو اولاد، اس تاریخ سے قبل، بیرون ملک، ایسے واداؤں سے پیدا ہوئی، جو سلطنت انگلشیہ کی رعایا تھے، وہ سلطنت انگلشیہ ہی کی رعایا رہے گی۔

برخلاف اسکے ضمن (د ب) کے ذریعہ سے، ایسا شخص، جس نے، انگریزی رعایا بننا قبول کر لیا ہے، آئندہ، اپنی اس اولاد پر، جو بعد ایسے قبول کے، بیرون ملک پیدا ہو، انگریزی قومیت کو، اسطرح منتقل کر سکیگا، گویا کہ وہ سلطنت انگلشیہ کی پیدا شدہ رعایا تھا۔

یہ امر مشتبہ تھا، کہ آیا، رعایا بننے کے ایکٹ ۱۸۷۰ء کی رو سے، ایک ایسا شخص، جس نے، رعایا بننا قبول کر لیا ہے، اپنی ایسی اولاد پر، جو بعد ایسے قبول کے، ملک غیر میں پیدا ہوئی ہو، اپنی قومیت کو منتقل کر سکتا ہے، یا نہیں؟ مقدمہ بوربیبی (۱۸۹۱ء) ۱۸۔ سی۔ ڈی۔ ۳۱۰۔ نیج، کے۔ کاٹن۔ لنڈلے۔ بوئن، و بمقدمہ سرکار بنام سینٹ البنی، پولس اسٹیشن سپرنٹنڈنٹ (مقدمہ کارلی بیک [۱۹۱۵] ۲۔ کے۔ بی۔ ۱۶۷) ڈویژنل کورٹ نے، یہ طے کیا، کہ ایسے شخص کو، جس نے، خود رعایا بننا قبول کیا، یہ حق حاصل نہ تھا؛ اور اسلئے، اس کی جو اولاد، بیرون ملک پیدا ہوئی، وہ، پردیسی متصور ہوگی۔— عدالت نے، اس استدلال سے کام لیا، کہ کسی صریح قانون سے، ایسی صورتوں میں، انگریزی قومیت نہیں حاصل ہوتی؛ اور اسلئے عمومی قانون کا اصول (Jus soli) منطبق کیا جائے گا۔ جدید قاعدہ، صرف اس اولاد سے

متعلق ہوتا ہے، جو بیرون ملک، بعد ۱۹۱۵ء کے ایسے اشخاص سے پیدا ہوئی ہو، جنھوں نے انگریزی رعایا بننا قبول کر لیا تھا؛ اور جو فیصلہ مقدمہ مذکورۃ الصدر میں رہا وہ، ہر اس اولاد سے متعلق ہوگا، جو ایسے اشخاص سے بیرون ملک ۱۹۱۵ء سے پہلے پیدا ہوئی ہو: پس اولاد مذکور جب تک وہ خود رعایا بننا قبول نہ کرے، پردیسی رہے گی۔

دفعہ ۱ (ب) کے آخر کے، یہ الفاظ: کہ "یا کسی ملک کے قبضہ میں آجانے سے سرکار انگریزی کی رعایا ہو گیا تھا؛ یا بچہ کی پیدائش کے وقت سلطنت کی ملازمت میں تھا" — عام قانون کے احکام کو وسیع کر دیتے ہیں۔ اور انگریزی قومیت، ان بچوں کو، خواہ وہ کہیں پیدا ہوئے ہوں، حاصل ہو جاتی ہے؛ جو ایسے لوگوں کی اولاد ہوں، — جو الحاق کے ذریعہ سے انگریزی رعایا ہو گئے ہوں: جیسے جنوبی افریقہ میں بوئرس، — یا جو بیرونی ہونے کے باوجود، بچہ کی پیدائش کے وقت، انگریزی فوج میں کام کر رہے ہوں: جیسے، وہ روسی، جو جنگ عظیم میں، انگریزی فوج میں شریک تھے۔

دفعہ ۲۸۳ وہ بچے جن کے آباد اجداد سلطنت انگریزی میں نہیں پیدا ہوئے، وہ، پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ سے، انگریزی رعایا نہیں قرار دیئے گئے ہیں۔

۱۹۰۵ء میں فریڈرک کرسچین رنھارٹ، جو گورٹ ڈی جنکل اول ارل ایتلون کا پوتا تھا، آئرلینڈ کے ہاؤس آف لارڈز میں، شریک کر لیا گیا؛ حالانکہ اس خاندان میں سے کوئی شخص بھی سلطنت متحدہ میں پیدا نہیں ہوا تھا: لیکن یہ نہیں ظاہر ہوتا ہے کہ اٹارنی جنرل نے اس بارہ میں، کوئی رپورٹ پیش کی تھی۔ آئرلینڈ کے ہاؤس آف لارڈز کی رپورٹ، مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء؛ و شہادت رائٹ آنریبل سی۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ ڈی، روبروئے کمیٹی تجنہ ہاؤس آف کامنس متعلقہ قانون موثر غیرملکیان ۱۸۴۳ء صفحہ ۹۶-۲ لاج کی پیرایج آف آئرلینڈ، ۱۵ — یہ نظیر جیسی کچھ ہے، دفعہ ۲۸۳ کے خلاف ہے۔ اور کمیٹی مذکور الصدر کی رپورٹ کے صفحہ ۱۰ پر، یہ بیان کیا گیا ہے، کہ ایک اجنبی کی حیثیت کی بحث میں، ملک کے پانچ مشہور اور معروف ججوں کی رائے، ایک طرف؛ اور پانچ کی رائے دوسری طرف تھی۔ بہر حال دفعہ ۲۸۳ کے اصول کی تائید میں مقدمہ ڈی گیر بنام انسٹون ۲۲ ۱۷۸۸ ۲ — جانسری ڈویژن ۲۴۳ — جج، کے فیصلہ ہو گیا ہے۔

رعایا بننا. ذریعہ فرمان کے رعایا قرار پانا اور انگریزی قومیت کا دوبارہ اختیار کرنا-

دفعہ ۲۸۴ انگریزی قومیت، یا تو رعایا بننے (Naturalization) سے حاصل ہوتی ہے، جو پارلیمنٹ کے مخصوص ایکٹ، یا قومیت کے ایکٹہائے سنہ ۱۹۱۴ء اور سنہ ۱۹۱۸ء یا رعایا بننے کے ایکٹ سنہ ۱۸۷۰ء کے تحت میں ہوتی ہے، یا بذریعہ فرمان، رعایا قرار پاتے (Denization) سے۔ جس شخص کو، رعایا بننے کا سند اشناسہ سکریٹری آف اسٹیٹ کیطرف سے دیا جاتا ہے، وہ بشرائط مندرجہ ایکٹ ہذا، ان تمام ملکی حقوق، اختیارات، اور مراعات کا مستحق اور ان تمام فرائض، ذمہ داریوں اور خدمات کا پابند ہوتا ہے، جو سلطنت انگلشیہ کی پیدا شدہ رعایا کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور رعایا بننے کی تاریخ سے، ہر مقصد کے لیے، اس کی حیثیت سلطنت انگلشیہ کی پیدا شدہ رعایا کی ہو جاتی ہے۔ سٹلمنٹ ایکٹ کی دفعہ ۳ سے جس کی رو سے بعض عہدے پالیسی کے لوگ باوجود رعایا بنجانے کے نہیں حاصل کر سکتے ہیں — کا اثر یہ ہوگا، کہ گویا الفاظ — "جو لوگ رعایا بننا قبول کرتے ہیں یا کئے" وہاں سے خارج کر دیئے گئے ہیں۔ (برٹش نیشنلٹی اینڈ اسٹیٹس ایکٹ بابتہ سنہ ۱۹۱۴ء دفعہ ۳)

زمانہ حال کے ایکٹ میں، جو الفاظ ہیں، وہ سنہ ۱۸۷۰ء کے ایکٹ سے زیادہ تر صریح، اور معین ہیں۔ سنہ ۱۸۷۰ء کے ایکٹ میں بصراحت یہ نہ تھا، کہ ملک غیر کا شخص جس نے، رعایا بننا قبول کر لیا ہے، وہ سلطنت انگلشیہ کی پیدا شدہ رعایا کے مساوی ہوگا۔ تاہم، بمقدمہ سرکار بنام اسپیر (۱۹۱۶ء) ۲۔ کے۔ بی۔ ۸۵۸ (ججز کوزنس ہارڈی، فلیمور، بنکیز — جنہوں نے جسٹس ریڈنگ۔ اوری اور لش کے فیصلہ کو بحال رکھا (۱۹۱۶ء) ۱۔ کے۔ بی۔ ۵۹۵ء) — یہ بحث کی گئی تھی: کہ موخر الذکر ایکٹ میں سٹلمنٹ ایکٹ کے حوالے نے، اس نااہلیت کو زندہ کر دیا، جس کی بنا پر ایکٹ مذکور کی رو سے، ملک غیر کا شخص پرائیوی کونسل کا ممبر نہیں ہو سکتا۔ مگر عدالت نے یہ طے کیا، کہ اگرچہ قانون کے الفاظ، صاف نہیں ہیں، اگر ایسی تعبیر کی جائے تو دفعہ سابق کے صریح احکام کے بالکل مخالف ہوگی، جس کی رو سے ملک غیر کے شخص کو، جس نے انگلستان کی رعایا بننا قبول کر لیا ہے، جملہ ملکی حقوق دیئے گئے ہیں، جو سلطنت انگلشیہ کی پیدا شدہ رعایا کو حاصل ہوتے ہیں؛ اور اس لئے، مخصوص اس بحث کو نامنظور کیا۔

جدید ایکٹ سے، ایک طرف تو، ایسے شخص کی حیثیت جس نے، انگریزی

رعایا بننا قبول کر لیا ہے، سلطنت انگلشیہ کے پیدا شدہ شخص کے مساوی کر دی گئی ہے؛ مگر دوسری طرف، ۱۹۱۴ء کے ایکٹ (مرمہ ایکٹ ۱۹۱۸ء) سے، انگلستان کی رعایا بننے کے حالات میں، بہ نسبت نیچرلائیزیشن ایکٹ ۱۸۷۰ء کے، تغیر عظیم ہو گیا ہے، جو شخص مذکور کے حق میں مفید نہیں کہا جا سکتا۔ ایک اہم تغیر جو عمل میں آیا، یہ ہے: کہ جو صداقت نامہ رعایا بننے کا دیا جاتا ہے، وہ، قابل انفساخ ہے، اگر شخص مذکور سے، کافی طور سے، اظہار وفاداری نہیں ہوتا، یا وہ بدچلن ہے، یا وہ اپنی جدید قومیت کی پروا نہیں کرتا۔ جس کا اظہار اسطرح ہوتا ہے کہ سات سال تک مسلسل یا اس سے زیادہ عرصہ تک، انگریزی ممالک سے باہر رہتا ہے۔ اور اس عرصہ میں مستقل تعلق، ممالک انگریزی سے نہیں رکھتا" (بی۔ این۔ اے۔ ۱۹۱۴ء دفعہ ۷ و بی۔ این۔ اے۔ ۱۹۱۸ء دفعہ ۱)۔ 359

انفساخ کے اختیارات وسیع اور ایک حد تک غیر معین ہیں، اور قومیت کا یہ تصور، کہ وہ نیک چلنی، اور ممالک انگریزی کیساتھ، تعلقات رکھنے کے ساتھ، وابستہ ہے، انگریزی قانون میں بالکل جدید ہے: اور تجربہ سے، یہ معلوم ہو گا، کہ آیا اس نوعیت کی قومیت کو، مستقل طور سے قائم رکھنا، مناسب ہو گا یا نہیں؟ –

دفعہ ۲۸۵ سلطنت مجاز ہے، کہ وہ کسی شخص کو، رعایا ہو جانیکا صداقت نامہ عطا کرے۔

اس میں، اور رعایا بننے میں، جو فرق ہے، وہ یہ ہے: کہ جس شخص کو صداقت نامہ دیا جاتا ہے، وہ صداقت نامہ کی عطا کی تاریخ سے، انگریزی رعایا ہوتا ہے، نہ کہ تاریخ پیدائش سے۔ برخلاف اسکے، وہ شخص، جو انگریزی رعایا بنتا ہے وہ، سلطنت متحدہ میں، سلطنت انگلشیہ کی پیدا شدہ رعایا کے، مساوی ہو جاتا ہے؛ جیسا کہ گزشتہ دفعہ میں بتایا گیا ہے۔ یہ فرق، اسوقت تک، نہایت اہم تھا، جبتک کہ ملک غیر کے باشندے، ارضی لینے اور اسپر قابض رہنے، کے مجاز نہ تھے۔ جو شخص، ذریعۂ صداقت نامہ، رعایا بنایا جاتا تھا، چونکہ اس سے، توریث (ملک غیر) کا مادہ زائل نہیں ہوتا تھا، اس لئے، وہ (انگلستان میں)، ارضی کا وارث نہیں ہو سکتا تھا؛ اور نہ اسکی ایسی اولاد، جو قبل از رعایا بنائے جانے کے، پیدا ہوئی تھی، اس کا ورثہ پا سکتی تھی۔ اب جو کچھ عملی فرق رہ گیا ہے، وہ، صرف اسقدر ہے، کہ جو شخص، ممالک انگریزی کی حدود سے باہر پیدا ہوا ہے؛ – اگرچہ وہ بذریعۂ صداقت نامہ رعایا بنا لیا گیا ہو، اس وقت تک، – پرائیوی کونسل کا رکن، یا پارلیمنٹ کے کسی ہاؤس کا ممبر، نہو سکے گا؛ – نہ سررشتہ ملکی یا فوجی میں، کوئی معتبر عہدہ پا سکے گا؛ – نہ اس کو، اور نہ اسکے لئے، بطور امانت، کسی شخص کو سلطنت کیطرف سے، کوئی ارضی، مکان یا قابل ارث جائداد، عطا ہو سکے گی؛ – جب تک اس کے والدین، انگریزی قوم سے

نہ ہوں"۔ آئین ۱۲ و ۱۳۔ ڈبلیو ۲ فصل ۲ دفعہ ۳ ایکٹ بابتہ ۱۹۱۴ء دفعہ ۲۵ میں، صریح اجازت ایسے صداقت نامہ کے عطا کرنے کی موجود ہے۔

دفعہ ۲۸۶ ایکٹ ۱۹۱۴ء میں، رعایا بننے کیلئے، جو شرائط قرار دیئے گئے ہیں، وہ یہ ہیں، کہ باشندہ ملک غیر، پیشی درخواست سے آٹھ سال قبل، یا تو بصراحت تذکرہ کم از کم پانچ سال ممالک محروسہ انگلستان میں رہا ہو، یا کم از کم پانچ سال سلطنت کی ملازمت کی ہو، اور رعایا بننے کے بعد یا تو انگلستان کے ممالک محروسہ میں قیام کا ارادہ رکھتا ہو، یا ملازمت سرکاری میں داخل ہونا، یا اس میں قائم رہنا چاہتا ہو، اور نیز یہ کہ وہ نیک چلن ہو، اور انگریزی زبان سے، کافی طور سے واقف ہو۔ جس قیام کا اوپر ذکر ہوا، اس پر یہ بھی آئین ہے، کہ قبل پیشی درخواست، کم از کم ایکسال کا قیام سلطنت متحدہ میں، اور باقی چار سال کا قیام سلطنت متحدہ یا سلطنت انگریزی کے کسی حصہ ملک میں، قبل پیشی درخواست، آٹھ سال کے اندر ہونا لازم ہے۔ [بی۔ این۔ اے ۱۹۱۴ دفعہ ۲ ضمن (۱) و (۲)]۔ 369

دفعہ ۲۸۷ ایک بیوہ، جو ازدواج کے قبل سلطنت انگلشیہ کی پیدا شدہ رعایا ہو، اور بعد وزیر دفعہ ۲۹۴، ملک غیر کی باشندہ ہوگئی ہو، وہ، انہیں شرائط کے ساتھ پھر انگریزی قومیت حاصل کر سکتی ہے جو رعایا بننے کے لئے ضروری ہیں؛ بجز اس کے کہ قیام کے شرائط اس سے متعلق نہ ہونگے۔ اسکے علاوہ، سکریٹری آف اسٹیٹ مخصوص صورتوں میں، بے مجاز ہیں، کہ وہ کسی شخص کو، رعایا قرار دینے کا صداقت نامہ عطا کریں، اگرچہ چار سال کا قیام، یا پانچ سال کی ملازمت پیشی درخواست سے آٹھ سال کے اندر نہ واقع ہوئی ہو۔

[دفعہ ۲ ضمن (۵)]

دفعہ ۲۸۸ ممالک محروسہ انگلستان کے ہر ملک کی مجلس آئین و قوانین، یا حکومت، کو از روئے قانون، رعایا بننے کے صداقتنامے دینے کا، اسیطرح اختیار حاصل ہے، جس طرح سکریٹری آف اسٹیٹ کو حاصل ہے؛ اور وہی تمام شرائط، اسکے عطا، اور انفساخ سے متعلق ہوتے ہیں؛ البتہ بجائے انگریزی کے کوئی دوسری زبان، جو اس ملک میں، انگریزی زبان کے مساوی متصور ہوتی ہو، قائم کیجا سکتی ہے۔ جو صداقت نامہ، رعایا بننے کا مقبوضات انگریزی سے عطا کیا جائے گا، اس کا وہی اثر ہوگا، جو انگلستان کے عطیہ صداقت نامہ کا ہوتا ہے۔ اس ایکٹ کا وہ جز جس کا تعلق رعایا بننے سے ہے، انگلستان کے ایسے ممالک سے متعلق نہ ہوگا، جن کو خود مختار حکومت کا اختیار حاصل ہے؛ جب تک کہ وہاں کی مجلس وضع آئین و قوانین، اس کو اختیار نہ کرے۔ (بی۔

این۔ اے ۱۹۱۴ء دفعات ۸ و ۹) ممالک کینیڈا، نیو فاونڈلینڈ، اور آسٹریلیا نے شاہی ایکٹ کے اس جز کو منظور کرلیا ہے۔

> یہ جدید انتظامات سنہ ۱۸۷۰ء کے رعایا بننے کے ایکٹ کی دفعہ (۱۶) کے قائم مقام ہیں، جس کی رو سے ہر انگریزی مقبوضہ ملک کے — جس میں اب، خود مختار انگریزی ممالک بھی شریک ہیں — مقننین کو، یہ اجازت تھی: کہ "وہ ایسے قوانین بنائیں، جن کی رو سے، وہ کسی شخص کو، اپنے حدود ممالک میں، رعایا کے جملہ یا کوئی خاص حق، عطا کرسکیں"۔ ایک مقدمہ میں، جو جنگ کے زمانہ میں، دائر ہوا تھا، زیر دفعہ ہذا، یہ طے ہوا: کہ جو صداقت نامہ رعایا بننے کا، آسٹریلیا میں، ایک جرمن کو، جو وہاں رہتا تھا، دیا گیا تھا، اس سے ایسے شخص کی حیثیت میں، جو انگلستان کی رعایا بن گیا ہو، کوئی فرق نہیں پڑسکتا؛ ایک شخص، جو بلحاظ پیدائش کے، جرمنی تھا، وہ، باوجود آسٹریلیا کی رعایا بن جانے کے، انگلستان میں، ملک غیر کا باشندہ ٹھہرا؛ اور قرار پایا: کہ وہ صرف مقامی اتباع تھا۔ مقدمہ مارکوالڈ بنام اٹارنی جنرل (۱۹۲۰) ا۔ کے۔ بی۔ سی ۱۰ اے۔ ججز اسٹرنڈیل، وارنگٹن، ینگر، جنہوں نے جسٹس ڈارلنگ، لارنس اور برے کے فیصلہ کو بحال رکھا (۱۹۱۸) کے۔ بی۔ ۶۱۷؛ "یہ ممکن ہے، کہ کوئی شخص، کسی حصہ ملک میں، بادشاہ کا متبع ہوجائے؛ اگر وہ اتباع، تمام ممالک محروسہ کے لئے، نہ متصور ہوگا؛ اور جس ملک میں، وہ رعایا نہ ہوگا، وہاں وہ باشندہ ملک غیر سمجھا جائیگا"۔ (رائے جسٹس ڈارلنگ (۱۹۱۸) ا۔ کے۔ بی۔ صفحہ ۶۲۲)۔

سنہ ۱۹۱۴ء کے ایکٹ نے اس "ادھورے اتباع" اور "جزئی باشندگی" کا خاتمہ کرکے، یہ قرار دیا: کہ جو صداقت نامہ رعایا بننے کا، انگریزی مقبوضات کے کسی حصہ سے دیا جائے؛ وہ تمام ممالک محروسہ میں موثر ہوگا؛ برخلاف اس کے، جو شاہی صداقت نامہ باشندگی کا عطا کیا جاتا ہے، اسکے پورے اثر میں، اس وجہ سے نقص واقع ہوتا ہے، کہ وہ قابل انفساخ ہے۔

361 عام طور سے، اس امر کا فیصلہ، کہ آیا ایک شخص، انگریزی رعایا ہے، یا ملک غیر کا باشندہ — انگلستان کے قانون سے ہونا چاہئے؛ لیکن اگر وہ، ملک غیر کا باشندہ قرار پائے تو خود اس کے حقوق، یا دوسروں کے حقوق، کا تصفیہ، جو اس واقعہ سے متاثر ہوتے ہیں، اس حد تک،

اور اس طریقہ پر کیا جائیگا، جو اس حصہ ملک کے قانون میں معین اور مقرر ہے۔ مقدمہ ڈونیگانی بنام ڈونیگانی (۱۸۳۵) ۳۔نیپ۔۶۳۔ بج شانڈول۔ ومقدمہ اڈوم (۱۸۲۷) ۱۔مو۔پی سی۔۰۔۴۶۔ بج، ارسکن۔

اعلانِ غیریت (alienage) ودست برداری ازاتباع (Expatriation)

دفعہ ۲۸۹ "ہر ایسا شخص، — جو سلطنت انگلستان کے ممالک محروسہ اور اس کی حالت اتباع میں، یا انگریزی جہاز پر، پیدا ہونے کی وجہ سے، انگلستان کی اصلی رعایا ہو، مگر اپنی پیدائش کے وقت، یا اپنے نابالغی کے زمانہ میں، کسی ملک غیر کے قانون کی روسے، اس ملک کی رعایا بھی ہو گیا ہو، اور اس وقت بھی، اسی ملک کی رعایا ہو"۔ اور نیز "ہر ایسا شخص، — جو اگرچہ انگریزی ممالک محروسہ انگلستان کے باہر پیدا ہوا ہو، مگر انگلستان کی پیدائشی رعایا ہو"۔ مجاز ہے کہ وہ اپنی غیریت کا اعلان کرے، بشرطیکہ وہ بالغ ہو [اور نابالغ، مجنون، اور مخبوط الحواس، یا منکوحہ عورت نہ ہو]: اس اعلان کے وقت، اور اسکے بعد سے، وہ انگریزی رعایا نہ باقی رہیگا"۔ بی۔این۔اے دفعہ ۱۴۔ جو الفاظ قوسین میں ہیں، وہ دفعہ ۲۷ سے لئے گئے ہیں۔

دفعہ ۲۸۹ (الف) اگر جس شخص کی دو قومیتیں ہوں، وہ زمانہ جنگ میں، اعلان غیریت کا مجاز نہیں ہو سکتا؛ کہ وہ، ان ذمہ داریوں سے بری ہو جائے، جو اس پر بحیثیت، انگریزی رعایا کے عائد ہوتی ہیں؛ خواہ وہ قومیت، جس کو، وہ قائم رکھنا چاہتا ہے، غیر جانبدار ملک کی ہو، یا دشمن کے ملک کی۔

مقدمہ گیسٹونڈ بنام ہنٹنگٹن [۱۹۱۸] ۲۔ کے۔بی۔۲۰۰۔۴۴۔ بج، ایوری شیرمین ڈ ومقدمہ بکیلر فرنر بیرگر [۱۹۱۷] ۲۔ کے۔بی۔۱۲۹۔ ۱ بج، سونفن اینڈ ی۔ برے مر ودج بنام ٹیلر [۱۹۱۷] ۱۱۶۔ ایل۔ٹی۔۴۴۴۔ بج، ریڈنگ۔ رڈسے۔ رولٹ:
ان مقدمات میں، عدالتوں نے ان فیصلہ جات کا اتباع کیا، جو بوئرز کی لڑائی میں (سرکار بنام لنچ [۱۹۰۳] ۱۔ کے بی۔۴۴۴) ہوئے تھے، جن میں، یہ طے ہوا تھا — کہ انگریزی رعایا، ایسے وقت میں، کہ انگریزی قوم، برسرِ جنگ ہو، اس کی

مجاز نہیں ہو سکتی، کہ وہ، اپنے آپ کو، انگریزی قومیت سے سبکدوش کر کے، دشمن کی رعایا بن جائے۔

لڑائی کے زمانہ میں، اس شخص پر، جو دو قومیتیں رکھتا ہے، دونوں قوموں کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اور وہ اس کا مجاز نہیں ہو سکتا، کہ ان میں سے کسی ایک ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے۔ برخلاف اس کے، جس صورت میں، ایک پیدائشی انگریزی رعایا نے، زمانہ جنگ میں، جرمن کا صداقت نامۂ رعایا بننے کا، حاصل کر لیا تھا؛ انگریزی عدالت نے، یہ طے کیا، کہ وہ جرمن کے معاہدہ صلح کے شرائط کی تعمیل کے مقاصد کیلئے جرمنی رعایا تھا، اور حسب شرائط صلحنامہ اس کی جائداد، واقع انگلستان، قابل ضبطی تھی۔ مقدمہ چیمبرلین سٹلمنٹ ۱۹۲۱ (۱۔ کے۔ بی ۷۳۰۔ پی۔ او جسٹس لارنس) عدالت کا رجحان، اس طرف ہے، کہ جو شخص، لڑائی کی حیثیت میں، وفاداری کے بارے سبکدوشی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ جو اسپر پیدائش یا قیام کی بنا پر عائد ہوتا ہے، اسپر دونوں ممالک کی ذمہ داری کا سخت ترین بار ڈالا جانا چاہیئے۔

دفعہ ۲۹۰ جو انگریزی قومیت، رعایا بننے سے حاصل ہوتی ہے، وہ بھی، اعلان غیریت سے

362 زائل ہو جاتی ہے، جب کہ انگلستان اور شخص مذکور کے اصلی ملک میں، یہ معاہدہ ہو، کہ جو شخص اس ملک کا، انگریزی رعایا بنا ہو، وہ اس حیثیت سے سبکدوشی حاصل کرنے کا مجاز ہے (بی۔ این۔ اے ۱۹۱۴ دفعہ ۱۵)۔

دفعہ ۲۹۱ ہر شخص، جو بچہ، مجنون، مخبوط الحواس، یا منکوحہ عورت نہیں ہے، برضامندی خود ملک غیر کی رعایا بن جانے سے، انگریزی رعایا نہیں رہتا؛ جب تک کہ وہ ملک غیر میں موجود رہتا ہے۔ بی۔ این۔ اے۔ ۱۹۱۴ دفعہ ۱۲۔

دفعہ ۲۹۱ (الف) لیکن وہ، انگریزی قومیت کی ذمہ داریوں سے، ایسے وقت میں کہ سلطنت انگریزی کسی ملک سے برسر جنگ ہو، دشمن کے ملک کی رعایا بن کر سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ مقدمہ سرکار بنام نیچ (امریکہ)۔

دفعہ ۲۹۲ اگر کوئی شخص، جس میں انگریزی اور غیر انگریزی، دونوں قومیت کی حیثیتیں موجود ہوں، اپنے طرز عمل سے اس امر کا ثبوت دیتا ہے کہ وہ، ملک غیر کی قومیت کو مرجح سمجھتا ہے — اگرچہ اس نے، اپنی غیریت کا اعلان نہیں کیا، یہ فرض کرے کہ اس کو ایسے اعلان کا حق حاصل تھا: اور اگر ملک غیر نے، بغیر باضابطہ رعایا بنائے، اس کو، اس طور سے اپنی رعایا ہونا تسلیم کر لیا،

کہ دفعہ ۲۹۱ اس سے متعلق نہیں ہو سکتی، ـــــ تو ایسی حالت میں، عام قانون بین الاقوام کے مقاصد کے لئے اس کو، ملک غیر کی رعایا قرار دینا، نامناسب نہ ہوگا۔

مقدمہ لورینڈ متعلقہ تصفیہ کمیشن سلطنت و مادی رعایائے انگریزی بمقابلہ فرانس (۱۸۴۴) ۲ نیپ ۲۹۵ - جج مشاڈول دیکھو مقدمہ کاونٹیس ڈی کانوے، تصفیہ متذکرہ بالا پر (۱۸۴۴) ۲ نیپ ۳۶۴ - جج پارکے ان حالات کے متعلق جن میں ایک انگریزی رعایا کے حقوق حفاظت کا، ایسا شخص دعویٰ کر سکتا ہے، جو صحیح معنوں میں انگریزی رعایا نہیں ہے، تاہم وہ اپنی اولاد پر انگریزی رعایا کی حیثیت کو، زیر دفعہ ۲۸۲ منتقل کرنے کیلئے، انگریزی رعایا متصور ہوگا۔

پنج بنام ویبر (۱۸۴۷) ۶ - ۱۵ - جج، دیگر آمر

دفعہ ۲۹۳ انگریزی قومیت کے زائل ہو جانے سے وہ، ذمہ داریاں زائل نہیں ہو جاتیں، جو ان افعال سے عائد ہوتی ہیں، جن کا ارتکاب، اس زوال سے پہلے کیا گیا تھا۔

خانگی تعلقات کے اثر قومیت پر

دفعہ ۲۹۴ "جو مرد، انگریزی رعایا ہو، اسکی زوجہ، انگریزی رعایا، اور جو شخص، ملک غیر کا ہو، اسکی زوجہ، ملک غیر کی باشندہ سمجھی جائے گی، لیکن اگر کوئی شخص بزمانہ قیام تعلقات زناشوئی، انگریزی رعایا سے خارج ہو جائے تو اسکی زوجہ کو یہ اختیار ہوگا، کہ وہ اس امر کا اعلان کرے، کہ وہ انگریزی قومیت کو برقرار رکھنا چاہتی ہے: اور اسپر وہ، انگریزی رعایا متصور ہوگی" بی - این - اے سنہ ۱۹۱۴ دفعہ ۱۰ -

سنہ ۱۹۱۸ کے ایکٹ میں، یہ حکم ہے: کہ ـــــ جو عورت، پیدائشی انگریزی رعایا ہو، اور جو بربنائے ازدواج، ملک غیر کی باشندہ سمجھی جانے لگے اس کو یہ اختیار ہوگا، ـــ کہ وہ تا یہ استدعا 368
کرے، کہ وہ پھر انگریزی قومیت میں داخل ہونا چاہتی ہے، ـــــ تو اگر اسکا شوہر ایسے ملک کی رعایا ہے، جو انگلستان کے بادشاہ سے برسر جنگ ہے، تو اس کو ایسی استدعا پر، رعایا بننے کا صداقت نامہ دیدیا جائے گا۔

دفعہ ۲۹۴ (الف) جو عورت، بربنائے نکاح اپنے شوہر کی قومیت میں داخل

ہو گئی ہو، وہ محض بیوہ ہو جانے سے، اپنی اصلی قومیت کیطرف عود نہیں کرآتی۔ بی۔ این۔ اے سنہ ۱۹۱۴ء دفعہ ۱۱۔

زمانہ جنگ میں، اگرچہ انگریزی رعایا کو تبدیل قومیت کا اختیار حاصل نہیں ہے؛ مگر یہ قاعدہ، انگلستان کی اس پیدائشی رعایا عورت سے متعلق نہیں ہے، جس نے ملک غیر کے باشندے سے نکاح کر لیا ہو؛ اگر یہ شخص مذکور، ملک دشمن کا باشندہ ہو۔ حال ہی میں یہ طے ہوا: کہ جب زمانہ وقفہ جنگ میں — مگر معاہدہ صلح پر دستخط ہونے سے پہلے — ایک پیدائشی انگلستان کی رعایا عورت نے ایک جرمن کے ساتھ عقد کر لیا، تو وہ تاریخ نکاح سے جرمن ہو گئی؛ اور اسکی جائداد، دوسرے جرمنوں کیطرح مستوجب ضبطی ہو گئی۔ مقدمہ فینیٹ مار بنام ٹرزنی جنرل [۱۹۲۱] ڈبلیو۔ این۔ ۲۴۶، جج رسل ہو۔

دفعہ ۲۹۵ ”ایک باشندہ ملک غیر کو، رعایا بننے کے صداقت نامہ دیئے جانے کی صورت میں، سکرٹری آف اسٹیٹ مجاز ہے، کہ اگر وہ مناسب تصور کرے، تو باشندہ ملک غیر کی درخواست پر، صداقت نامہ میں، اس کی ایسی اولاد کا نام بھی درج کر دے، جو صداقت نامہ کی تاریخ سے پہلے، پیدا ہو چکی ہو اور نابالغ ہو۔ اس عمل کے بعد، اولاد مذکور، اگر وہ پہلے سے پیدائشی انگریزی رعایا نہیں ہے، تو انگریزی رعایا میں داخل ہو جائے گی۔ لیکن ایسی اولاد کو سن بلوغ تک پہنچنے کے بعد ایک سال کے اندر، یہ اختیار ہوگا کہ وہ، اپنی غیریت کا اعلان کر دے؛ اور اس اعلان کی بنا پر، وہ پیدائشی انگریزی رعایا سے خارج ہو جانے کی۔“ بی۔ این۔ اے۔ ۱۹۱۴ دفعہ۔ ۵۔ (۱)۔

سنہ ۱۸۷۰ء کے رعایا بننے کے ایکٹ میں، ایک ضمن اس مضمون کی موجود ہے، کہ جس شخص کو صداقت نامہ رعایا بننے کا دیا جائے، اسکی اولاد — جو بچپن میں انگلستان کے ملک محروسہ میں، اپنے والدین کیساتھ رہتی ہو — وہ انگلستان کی بنی ہوئی رعایا متصور ہوگی۔ ایک مقدمہ میں یہ طے ہوا، کہ کسی ایسے شخص کی اولاد، جو اس اولاد کی پیدائش سے قبل، انگریزی رعایا بن گئی ہو، ایسی صورت میں انگلستان کی بنی ہوئی رعایا نہیں متصور ہوگی جبکہ اولاد مذکور، اپنے والد کے انتقال کے قبل تک انگلستان سے باہر رہی ہو، مگر اس واقعہ کے بعد اسکی ماں، اسکو انگلستان میں لائی ہو۔ بچہ اسوقت بھی نابالغ تھا، اور خود ماں کو رعایا بننے کا صداقت نامہ نہیں ملا تھا؛

اس بنا پر، بچہ، اس ایکٹ میں داخل نہیں سمجھا گیا۔ (جیف بنام کیل [۱۹۱۴]
ا۔ کے۔ بی۔ ۲۶۴۔ ج، وارنگٹن۔ ایورسی و بارنج) کو

دفعہ ۲۹۶ جب کوئی انگریزی رعایا، بربنائے اعلان غیریت، یا کسی دوسرے طریقے
سے، انگریزی رعایا نہیں رہتی، تو اس کی ہر نابالغ اولاد بھی، انگریزی رعایا سے خارج ہوجاتی ہے؛ مگر
یہ اسی صورت میں ہوتا ہے، جبکہ ایسی اولاد شخص مذکور کے انگلستان کی رعایا سے خارج ہوجانے کے
بعد، کسی دوسرے ملک کے قانون کی رو سے، اس ملک کی بنی ہوئی رعایا نہیں ہوجاتی"۔ مگر شرط یہ
ہے کہ جس صورت میں، کہ انگلستان کی رعایا میں سے کسی بیوہ نے ملک غیر کے باشندہ کیساتھ نکاح
کرلیا ہو، تو اس کی جو اولاد، پہلے شوہر سے ہوگی، وہ محض اس کے نکاح کی بنا پر، انگریزی رعایا
سے خارج نہ ہوجائے گی، خواہ شوہر ثانی انگلستان کے ممالک محروسہ میں رہتا ہو، یا اس سے 364
باہر"۔

دفعہ ۲۹۷ جو رعایا اس طرح سے انگریزی رعایا سے خارج ہوجائے، وہ سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد، ایک سال کے اندر، یہ درخواست کرسکے گی، کہ وہ پھر انگریزی قومیت کو اختیار کرنا چاہتی ہے۔ اور ایسی درخواست کے پیش ہونے پر، وہ پھر انگریزی رعایا میں شامل کرلیجائے گی"۔ بی۔ این۔ اے۔ دفعہ ۱۲۔

ایک انگلستان کا باشندہ، امریکہ کی رعایا بن گیا تھا، اسکے بچہ کی نسبت، طے ہوا، کہ اس کو امریکہ کا توطن، اس صورت میں کہ وہ اپنے باپ کے رعایا بنجانے کے بعد، چند سال انگلستان میں رہا تھا، حاصل نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ امریکہ کے قانون کی رو سے، باپ کا رعایا بننا، صرف اسی وقت سے نابالغ بچوں کو متوطن امریکہ قرار دے سکتا ہے، جب سے، بچوں کا قیام مستقل طریقہ سے، امریکہ میں شروع ہو۔ عدالت نے، یہ قرار دیا، کہ والدین کے رعایا بننے کے بعد، بچوں کا مستقل طریقہ سے قیام کرنا، لازم ہے کو

ایٹکنسن بنام ریکروٹنگ افسر بر سنٹ ہیلمنڈز (۱۹۱۷) ۱۱۶۔ ایل ٹی۔ آر۔ ۳۰۵۔ ج، ریڈنگ۔ رولاٹ۔ کولرج کو

انتقال قومیت بصورت دستبرداری

دفعہ ۲۹۸ حکومت انگلستان کا، کسی ملک مقبوضہ سے دست بردار ہوجانا، یا اس کی خودمختاری

کو تسلیم کر لینا، ایسے تمام اشخاص کو، جو ان ممالک میں متوطن ہوں، تاریخ دست برداری یا تسلیم سے، انگریزی قومیت سے خارج کر دیتا ہے۔

ڈو بنام انکلیم (۱۸۲۴) ۲۔ بی سی۔ ۴۷۹۔ جج، ایبٹ وغیرہ کو

دفعہ ۲۹۹ بشرطیکہ وہ لوگ، اپنا توطن کسی ایسے ملک میں، زمانہ معینہ معاہدہ کے اندر، اور اگر کوئی زمانہ معین نہ ہوا ہو، تو فوراً، نہ منتقل کر دیں: جو انگریزی قبضہ میں رہ جائے۔

مقدمہ ڈو بنام ملکاشر (۱۸۲۶) ۵۔ بی سی۔ ۷۷۱۔ جج، ایبٹ۔ بیلی۔

ہولڑو ڈ کو ڈو بنام ارک رائٹ (۱۸۳۲) ۵۔ سی۔ بی۔ ۵۷۵۔ جج، پارک کو

جیفسن بنام ریرا (۱۸۳۵) ۳۔ کن۔ ۱۳۰۔ جج، ارسکن کو

مقدمہ برونس (۱۸۴۲) ۲۔ سی و جے۔ ۴۳۶۔ ۲ مائیسر ۴۷۵۔ جج، لیبی لینڈ ہرسٹ، میں جو تجویز صادر ہوئی، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدالت کا خیال یہ تھا کہ جو لڑکا امریکہ کی خودمختاری کے تسلیم کئے جانے کے وقت، (۱۹) سال کا تھا، وہ مجاز تھا کہ خواہ وہ اسی وقت، یا بعد دو سال کے سن بلوغ کو پہنچکر اپنے لئے کوئی قومیت منتخب کر لیتا، معاہدہ صلح میں، کوئی خاص میعاد قرار نہ پائی تھی۔ اسکی صحت، بشکل تسلیم کیجا سکتی ہے، اور جو مسئلہ اس مقدمہ میں پیش تھا اس میں، یہ فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا۔

قومیت، ایسی حالت میں، کہ دو سلطنتیں، ذاتی طور سے ایک ہو جائیں یا ایسا الحاق زائل ہو جائے۔

دفعہ ۳۰۰ "جس حالت میں، دو سلطنتیں، ایک شخص کی ذات میں، جمع ہو جائیں، تو دونوں سلطنتوں کی رعایا، دونوں ممالک میں، رعایائے ملک غیر نہیں متصور ہوگی" لیکن جب ہنوور اور انگلستان میں، ذاتی اتحاد نہ باقی رہا، تو ہنوور کے وہ رہنے والے جو پیدا ہو چکے تھے، وہ سب انگلستان میں، باشندہ ملک غیر قرار پائے!۔

335 ایزکسن بنام ڈورنٹ (۱۸۸۶) ۱۷۔ کیو بی۔ ڈی۔ ۵۴۔ جج، کولرج (جنھوں نے، خود اپنی تجویز صادر کی) وا کنس ولیتھو: یہ انتخاب، تجویز کے صفحہ ۵۹ کا ہے! مگر وہ اس شرط سے محدود ہونا چاہئیے تھا جس کو فاضل جج، بصراحت سمجھے ہوئے تھے: کہ باشندگان متذکرہ صدر، دونوں سلطنتوں کے، ایک شخص کی ذات میں، جمع ہو جانے کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ یہی فیصلہ کالون کے مشہور مقدمہ، رپورٹ کک

جز، صفحہ ۱۱۱ میں ہوا تھا۔

اختلافِ قومیت و عدمِ قومیت

اصولاً قومیت صرف ایک ہونی چاہئے، لیکن جب حالتیں، ایک رعایا کے متعلق، دو حکومتیں برِ بنائے (Jus soli) قانونِ ملکی یا (Jus sanguinis) قانونِ قومی یا کسی دوسری وجہ سے، دعویدار ہوتی ہیں، اس وقت اس کے کامل اتباع کی نسبت، دو متضاد دعاوی پیش ہوتے ہیں جہاں تک کہ ان سلطنتوں میں ان دعاوی کا تصفیہ بذریعہ عدالتوں کے ہوگا، اس کی تعمیل اس سلطنت کے قانون کے مطابق، اس کی قومی حیثیت کے مقابلہ میں کرائی جائے گی، لیکن جب دعوی سے انتظامی عہدہ داروں کا تعلق ہوگا: جیسے اس مسئلہ میں، ـــ کہ آیا قانونی بغاوت کا جرم اس بنا پر معاف ہو سکتا ہے، کہ مجرم، دوسری سلطنت کے تعلقات کی بنا پر، ایسے طرزِ عمل کا مجاز تھا؟۔ یا یہ کہ آیا قانونی رعایا، جو بیرونِ ملک ہو، اس کی حفاظت سلطنت پر لازم ہے؟ ـــ تو وہ، تمام حالات موجودہ پر نظر ڈال کر، حسبِ مناسب کارروائی کرنے میں آزاد رہیں گے۔ اس طور سے یہ قاعدہ تقریباً مسلم ہے، کہ کوئی سلطنت، اپنے ان ہم قوموں کی حفاظت نہ کرے گی، جو دوسری ایسی سلطنت میں رہتے ہیں، جس کو برِ بنائے قانونِ ملکی یا قومی، یا رعایا بننے وغیرہ کے، اسکے ہم قوم ہونے کا دعوے ہے۔ اس سے جو نتیجہ مستخرج ہوتا ہے، وہ یہ ہے: کہ رعایا بننے کے ایکٹ سنہ ۱۸۷۰ کی دفعات میں، جو اوصاف، رعایا بننے کے بیان کئے گئے ہیں، وہ رعایا بننے کے حصول کو، فی الحقیقت انہیں پر منحصر اور محدود نہیں کر دیتے؛ بلکہ صرف ان امور کا اظہار کرتے ہیں، جو انگریزی عملدرآمد کے لحاظ سے، اس کامل رعایا بننے کا نتیجہ ہوگا، جسکی منظوری دیجا سکتی ہے۔ اور یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے، کہ یہ اوصاف، انگریزی قومیت کے ایکٹ سنہ ۱۹۱۴ء میں قائم نہیں رکھے گئے ہیں؛ اگرچہ ایکٹ مذکور میں، بصراحت یہ بیان ہوا ہے، کہ رعایا بننے سے، انگریزی قوم کے تمام حقوق، حاصل ہو جاتے ہیں؛ یہاں تک کہ ان کے جو بچے، بیرونِ ملک پیدا ہوتے ہیں، ان کو بھی، وہ، اپنی انگریزی قومیت منتقل کر سکتے ہیں ـــ جس طرح کہ پیدائشی انگلستان کی رعایا، اپنی اولاد سے متعلق کر سکتی ہے۔

یورپ کی جنگ نے، ایسے لوگوں کا مسئلہ بھی پیش نظر کر دیا، جن کا تعلق کسی قوم

نہ تھا: مثلاً، جرمنی کی پیدا شدہ رعایا، جو انگلستان میں رہتی تھی، جو حتی الامکان جرمنی کی
اتباع سے دست بردار ہو چکی تھی، لیکن اس وقت تک انگریزی رعایا نہیں بنی تھی۔ —— جرمنی
قانون قومیت، جو ۱۹۱۳ء میں جاری ہوا، اپنی ایسی رعایا پر، جو بیرون ملک رہتی تھی، ایسی حالتیں
بھی، کہ وہ جرمن کی اتباع سے دست برداری کا اعلان کر چکی ہو، بعض حقوق کے قائم رکھنے کا
دعوی کرتا ہے۔ اسی بنا پر، اکثر مقدمات میں، انگریزی عدالتوں نے، یہ طے کیا، کہ جو جرمن الاصل 366
اشخاص، انگلستان میں رہتے ہیں، اور انگریزی رعایا نہیں ہو گئے ہیں، ان کو، جرمن ہی سمجھنا چاہیے؛
اگرچہ ان کو، اس امر پر شبہ تھا، کہ آیا انگلستان کے قانون کی رو سے، کسی شخص کا لاقوم رہنا
قابل تسلیم ہے یا نہیں (مقدمہ ویبر [۱۹۱۶] ا۔ کے۔ بی۔ ۲۸۰ میں لارڈ جسٹس سوئنفن ایڈی۔ فلیمور۔ اور
بینکس، جنہوں نے [۱۹۱۶] ا۔ اے۔ سی۔ ۴۲۱۔ میں، بک ماسٹر۔ لاربرن۔ اٹکنسن کی تجویز کو بحال رکھا،
یہ بیان کیا گیا تھا (دیکھو تجویز بک ماسٹر صفحہ ۴۲۶) کہ جب تک کہ کوئی شخص، اپنی پیدائشی قومیت
کو زائل کر کے، دوسری قومیت، نہ اختیار کرے، اس وقت تک اس کی پیدائشی قومیت، برقرار رہتی ہے۔
مقدمہ سمر کار بنام سپرنٹنڈنٹ وائن اسٹریٹ پولیس اسٹیشن و مقدمہ لیب مین [۱۹۱۶] ا۔ کے۔
بی۔ ۲۶۸۔ صلح ہو جانے کے بعد، اس مسئلہ پر دوبارہ غور ہوا؛ اور مقدمہ اسٹاک بنام پبلک ٹرسٹی
[۱۹۲۱] ۲۔ چا۔ ۶۷ میں، جج رسل نے، یہ طے کیا، کہ انگریزی قانون میں، عدم قومیت کا وجود
تسلیم کیا جا سکتا ہے؛ اسلئے اس عملدرآمد کو، جو زمانہ جنگ میں قائم ہو گیا تھا، صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ اسکے
ذریعہ سے، اسی متروک اصول کا پھر زندہ ہو جانا، کہ کوئی شخص، اپنا اصلی وطن ترک نہیں کر سکتا،
قوم کی برہمی مزاج پر محمول کرنا چاہیے، جو کہ جنگ کی سختیوں کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی؛
—— یہ اصول اور عملدرآمد دوبارہ غور کئے جانے کی حالت میں، قائم نہیں رہ سکتا ہے۔

فصل شانزدہم 367

انجمن و جماعت ہائے عام

(Corporation and Public Institution)

حقیقی اشخاص، کے علاوہ، جن سے ہم، اس وقت تک بحث کرتے رہے ہیں، قانون بین الاقوام کو، ان فرضی اشخاص سے بھی بحث کرنی پڑتی ہے، جن کے اصطلاحی وجود کو، ہر ملک کا قانون تسلیم کرتا ہے: انہی ایک قسم، انجمنوں پر مشتمل ہے، جسمیں حقیقی اشخاص، جو ارکان کے نام سے موسوم کیئے جاتے ہیں، اور انکے جانشین، ایک ایسی جماعت بناتے ہیں، جس کو قانونی وجود، اور دوامی جانشینی کا حق ہوتا ہے۔ قانون روما کے عام اصول کے لحاظ سے، بظاہر انجمن کے قیام کیلئے، تین ارکان کی ضرورت سمجھی جاتی تھی۔ "نراٹیس پرسکیس کا خیال تھا کہ ایک انجمن کیلئے تین ارکان کی ضرورت ہوتی ہے، اور اسی قاعدہ کا اتباع کیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے"۔ خلاصہ ۵۰، ۱۶، ۸۵۔ لیکن کوئی انجمن، اس بنا پر شکست نہیں ہو جاتی تھی، کہ اسمیں، صرف ایک رکن رہگیا ہے۔ "اگر انجمن میں صرف ایک رکن رہگیا ہے، تو یہ مسلم ہے کہ وہ کاروبار کے جاری رکھنے کا مجاز ہے، اور تمام ارکان کے حقوق، اسی ایک ذات میں جمع ہو جاتے ہیں: اور ایسی حالت میں بھی، ایسی انجمن کا اطلاق ہوگا" (خلاصہ ۴-۴-۷-۲) انگلستان میں، ہم کو ایسی انجمنیں ملتی ہیں، جن کے ارکان کی تعداد کبھی ایک سے زیادہ نہیں ہوتی؛ یہ انجمن ہائے مفرد (Corporation sole) انجمن ہائے مرکب (Corporation aggregate) سے ممیز ہیں۔ قانون روما میں، فرضی اشخاص کی، ایک دوسری جماعت پائی جاتی تھی؛ اور اکثر ممالک میں، اس کا وجود اب بھی، مقاصد عام کی جماعتوں کے ذریعہ سے نظر آتا ہے: مثلاً مدرسے یا شفاخانے، جن کا قانونی وجود، بغیر ایک رکن کے بھی مانا جاتا ہے، اور اس بنا پر، وہ (Personae vice fungi) کے نام سے موسوم کیئے جاتے ہیں۔ انگلستان میں، ہم ایسے فرضی شخص نہیں پاتے، ایسی جماعتوں کی جائداد، ہمیشہ انجمنوں یا امنا کے قبضہ میں ہوتی ہے، جن پر انجمن کا اطلاق نہیں ہو سکتا: ان دونوں اقسام سے ایک ہی

اصول قانون بین الاقوامی متعلق ہوتا ہے۔ ہر فرضی شخص کے ذاتی معاملات، اور اگر اس کے ارکان ہوں تو اسکے اور اس کے ارکان کے باہمی تعلقات کا دارومدار اس قانون پر ہوتا ہے، جس سے شخص مذکور کا وجود قائم ہوا ہے۔ اگر وہ دوسرے ممالک میں بیرونی جماعتوں سے معاملہ کرنا چاہتا ہے تو پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ آیا وہ اپنی فرضی حیثیت میں اُن ممالک کے قانون کے لحاظ سے ایسے عمل کا مجاز ہے؟ اگر اس کو ایسی اجازت ہے، تو اسکے معاملات کی بیرونی فریق کے ساتھ وہی حالت ہوگی، جو ملک غیر کے حقیقی اشخاص کیساتھ ہوتی۔ اور اگر اسکی فرضی شخصیت اس مقصد کیلئے
368 کافی تسلیم نہیں کیجاتی، تو کوئی حقیقی شخص اسکے ساتھ معاملہ کرنے میں بسبب معاملہ مذکور کا تعلق مختاری یا شراکت داری سے نہ ہو، ذمہ دار نہیں قرار پا سکتا۔ اور ان وجوہ سے بحث کرتے ہوئے، یہ امر پیش نظر رکھنا چاہئے کہ ارکان سے اگر کوئی ہوں، انجمن کا ترکیب پانا صرف اسی قانون کی بنا پر ہو سکتا ہے، جو کہ انجمن کے مقام تشکیل کا ہو، نہ کہ کسی دوسرے مقام کا۔

ایک کمپنی جس کا دفتر رجسٹری اسکاٹلینڈ میں ہے اور جو وہیں کی متوطن ہے اور عام طور سے وہیں اپنا کام کرتی ہے وہ قانون تعلقات ۱۸۸۳ء قاعدہ انیمن دہم (د) میں داخل ہے۔ مقدمہ جونس بنام اسکاٹش و سیڈنٹ انشورنس کمپنی لمیٹیڈ (۱۹۰۹ء) ۱۷ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۴۲۱ نیز دیکھو۔ بولک کیو کا مقدمہ وہمبر بنام اسکاٹش امپیریل انشورنس کمپنی (۱۸۹۱ء) ۲۲ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۲۰۵ بج اسٹیفن۔ نیز دیکھو گزشتہ صفحہ ۸۳

جو سوالات اہتمام جائداد و دیوالیہ کے متعلق پیدا ہوتے ہیں، ان سے ایک جگہ بحث کیا جانا مناسب خیال کر کے ہم نے، ان اصول کے بعض متعلقات سے دفعہ ۱۳۱ سے لیکر دفعہ ۱۳۳ تک میں بحث کی ہے، ان اصول سے بلا واسطہ جو نتیجہ مستخرج کیا جا سکتا ہے، وہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ جو کمپنی اپنی انجمنی حیثیت یا دوسرا قانونی درجہ انگلستان کے قانون کے علاوہ کسی دوسرے قانون سے حاصل کرتی ہے، اس کا انضباط انگلستان کی عدالت میں نہیں ہو سکتا، اگرچہ ایسے انضباط شراکت کی بعض سابق کارروائیاں، انگلستان میں اس غرض سے عمل میں آئی ہوں کہ انگلستان کی جائداد اور اس کے قرضہ کے لئے دستیاب ہو سکے۔

جنگ کی وجہ سے انگلستان اور دوسرے غیر ممالک میں ان اصول پر دوبارہ غور کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے جس سے کہ تجارتی انجمنوں کی قومیت، اور توطن کا

تعین ہونا چاہئے۔ اس سے قبل انگلستان میں یہ تسلیم کر لیا گیا تھا، کہ انجمن کی شخصیت، اس کے ارکان کی شخصیت سے علیحدہ متصور ہونی چاہئے، اور اس کی قومی حیثیت کا تعین، اس کے قیام کے قانون سے کیا جانا چاہئے۔ مگر یورپ کے بعض ممالک میں یہ رائے قبول نہیں کی گئی تھی، اور انجمنوں کا قانون، عام طور سے، اس ملک کا قانون سمجھا جاتا تھا، جہاں اس کا صدر انتظامی مرکز ہوتا تھا۔ اور اگر کسی دوسرے ملک کے قانون کی رو سے اس کو قانونی شخصیت حاصل ہو جاتی تھی، تب بھی ممکن تھا کہ وہ شخصیت، اس ملک میں، جہاں وہ کاروبار کرتی تھی، تسلیم نہ کی جائے، اور وہاں اسکے ارکان، ذاتی طور سے ذمہ دار قرار پائیں۔ دوسرے ممالک میں، اگرچہ اس کے قیام کے قانون سے، اس کو قومی حیثیت حاصل ہو جاتی تھی، اور اس طور سے اس کا قیام اور انفساخ، قانون مذکور کے اختیار میں ہو جاتا تھا، لیکن اس مقام کا قانون، جہاں اسکے کاروبار کا مرکز ہوتا تھا، اسکی دیوالیہ حیثیت کا تعین کرنے والا متصور ہوتا تھا، اور حقیقی شخص کی حیثیت کی طرح، اسکی حیثیت کا تعین، اسکے قومی قانون سے نہیں کیا جاتا تھا۔ انگلستان میں، ادائی محصول آمدنی، اور قانونی طلب نامجات کی تعمیل، کی اغراض سے، انجمن کا "صدر مقام کاروبار" اہم ہو گیا تھا، لیکن غیر ذاتی حیثیتوں، مثلاً تصفیہ حسابات، وغیرہ — کے اغراض کے لئے، انگریزی یا بیرونی 869
ہونے کا تصفیہ، اسکے قانون قیام سے کیا جاتا تھا۔

لیکن جنگ کے زمانہ میں، اس معاملہ پر ازسرنو غور کیا گیا، اور کانٹیننٹل ٹائر کمپنی بنام ڈیملر کے مشہور مقدمہ ا ۔ کے ۔ بی ۔ ۲ ۔ ۹۰ ۔ میں، مرافعہ کے اجلاس کامل چیف جسٹس، ریڈنگ ۔ کوزنس ہارڈی ۔ کنیڈی، فلیمور، پکفورڈ ۔ بکلے (مختلف الرائے) نے اس پر بحث کی، اور بعدہ ہاؤس آف لارڈز کی جوڈیشیل کمیٹی میں [۱۹۱۶] ۲ ۔ اے ۔ سی ۔ ۳۰۷ ۔ ارل ہالسبری ۔ مرسی ۔ کنیر ۔ ایٹکنسن ۔ شا ۔ پارکر سمنر و پارمور نے بحث کر کے بالاتفاق یہ قرار دیا: کہ جماعت متحدہ کا توطن، اس مقام کا سمجھا جائیگا، جہاں اس کا انتظامی مرکز ہوگا، یعنے وہ مقام جہاں اس کے مہتمم، عام طریقہ سے، اجلاس کرتے ہیں۔ اور یہ توطن، اس قومی حیثیت پر، جو کہ قانون قیام جماعت سے حاصل ہوتی تھی، زمانہ جنگ میں تجارت کرنے کی قابلیت، یا عدم قابلیت، کے تصفیہ میں غالب رہا۔

عدالت مرافعہ کے تمام ارکان، بجز بکلے اور ہوس آف لارڈز کے ارکان، بجز لارڈ شا و پارمور، کی یہ رائے تھی، کہ قانونی شخصیت، صرف اسی حالت میں، دشمن قرار دیجا سکتی ہے،

جبکہ اس کا قیام، دشمن کے ملک میں ہوا ہو ــ یعنی جماعت متحدہ کی قومیت "اور توطن" اس
ملک پر منحصر ہے، جہاں وہ قائم ہوئی ہے۔ لیکن ہاؤس آف لارڈز نے "ڈیملر" (جس میں ٹائر کر
ٹلکنس، مرمی ــ ممبر اور کمپنیہ، شریک تھے) یہ طے کیا، کہ ایک انجمن یا جماعت، جو انگلستان میں
قائم ہوئی ہو، وہ بھی دشمن کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے؛ اگر اس کے ایجنٹ، یا اس کے حقیقی منتظم
دشمن کے ملک میں رہتے ہوں، یا دشمن سے ملے ہوئے ہوں: خواہ وہ کہیں رہتے ہوں۔
شرکا، انجمن کی انفرادی حیثیت کا کوئی اثر، انجمن کی حیثیت پر نہیں پڑسکتا اگر اس سوال پر،
کہ ــ آیا انجمن کے ایجنٹ دشمن سے ملے ہوئے ہیں، یا نہیں؟ ــ اس کا ضرور اثر پڑیگا۔
لارڈ ہالسبری نے، بہ اتباع بگلے، یہ قرار دیا: کہ ایک انجمن کا توطن، اسی مقام کا ہوگا، جہاں اس کا
انتظامی مرکز ہے ــ یعنی وہ مقام، جہاں اس کے منتظم، جن کے ہاتھ میں اس کا نظم و نسق ہے،
عام طور سے اجلاس کرتے ہیں۔

مقدمہ پولزتیہ [۱۹۱۶] اپی۔ ۱۱۲۰۔ ج، بارگر یوڈین میں بھی جسکی تائید، سوفن ایڈی
فلیمنگ اور منکیز صفحہ ۱۸۱ نے کی، یہی معیار قرار پایا، اس میں ایک انگریزی جہاز کی ملکیت کی بحث
تھی ــ وہ جماعت، جس کا یہ جہاز تھا، انگلستان میں قائم ہوئی تھی: مگر اس کا انتظام،
جرمنی ڈائرکٹروں کے ہاتھ میں تھا۔ اس صورت میں یہ قرار پایا، کہ انجمن مذکور، انگریزی انجمن نہیں
قرار دی جاسکتی؛ اور اس کا جہاز، بحق سرکار قابل ضبطی ہے۔

ہاؤس آف لارڈز کے فیصلہ سے، ہنوز پوری طور سے نتائج نہیں نکالے گئے ہیں؛ اور
870 معلوم نہیں ہوتا، کہ آیا دوسرے مسائل میں، جن میں، ایک انجمن کی قومیت، یا توطن کی بحث ہو،
اس سے کام لیا جائیگا یا نہیں؟ ــ یعنی یہ کہ انجمن کی قابلیت معاہدہ "اور وراثت" کا سوال
کس قانون سے طے ہوگا؟ ..... اس فیصلہ سے قیاس غالب یہ ہوتا ہے کہ آیندہ انگریزی
عدالتیں، انجمنوں کے توطن کے تصفیہ میں، انجمنوں کے انتظام کے واقعات کو، ضروری خیال
کرینگی؛ اور جو توطن، اس طور سے متعین ہوگا، اس کو متحدہ اشخاص سے اسیطرح متعلق کرینگی جسطرح
حقیقی اشخاص سے متعلق کیا جاتا ہے۔ یہ امر تعجب سے خالی نہ ہوتا، اگر انگریزی قانون، جو
حقیقی شخصیت کے ذاتی قانون کے لئے، توطن پر اسقدر زور دیتا ہے، قانونی شخصیت کیلئے
اسی معیار کو ناقابل قبول قرار دیتا ــ خصوصًا ایسی حالت میں، کہ دوسرے ممالک، جو حقیقی شخصیت
کی حیثیت کے تعین میں، قومی قانون پر زور دے رہے ہیں! ــ وہ خود، جماعتوں کے

حقوق کے تعین میں، اصول توطن سے کام لیا ۔۔۔ زیادہ تر مناسب خیال کرنے لگے ہیں۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ انجمنوں کو محصول آمدنی کا مستوجب قرار دینے میں، انگریزی عدالتوں کے حال کے فیصلہ جات کا رجحان، اس طرف ہے کہ حقیقی مقام کاروبار، نہ کہ ان کے قائم ہونے کا مقام، معیار تجویز قرار دیا جائے؛ اور بجائے قانونی صورت کے حقیقی واقعات پیش نظر رکھے جائیں۔

زمانہ جنگ میں، فرانس کی عدالتوں نے بھی اس اصول کی نظر ثانی کی، جسکی وجہ سے اب تک وہاں تجارتی جماعتوں کا توطن، اسکے انتظامی مرکز پر منحصر سمجھا جاتا تھا؛ انھوں نے بھی انگلستان کی اعلیٰ عدالت کیطرح، یہ طے کیا، کہ ایک انجمن کا توطن، اسکی استعداد، اسکی رضامندی کے ذرائع، اسکے منتظمین کی ذات اور اسکے حقیقی مقاصد کی کارروائیوں پر منحصر ہونا چاہیے۔ قدیم طریقہ کار کا ترک، اس اصول پر مبنی تھا، کہ جنگ کی حالت میں ملکی قانون کے اصول پر عام قانون کو ترجیح دیجانی چاہیے۔

(۵) جہانتک کہ انجمنوں کا تعلق ہے، انکی ظاہری قومیت زیادہ تر قابل لحاظ نہیں ہوتی؛ وہ قانونی صورت جسمیں انجمن قائم ہے، اور وہ مقام جہاں اس کا انعقاد ہوا، اسکے ارکان، ڈائرکٹروں، اور شیئروں کی قومیت: خلاصہ یہ کہ وہ تمام امور، جو خانگی قانون میں، ایک انجمن کی قومیت کی دریافت میں، قابل لحاظ ہوتے ہیں، ان سب سے قطع نظر کیجاتی ہے، جب عام قانون کی رو سے، کسی انجمن کی حقیقی حیثیت دریافت کرنے کی ضرورت لاحق ہوجاتی ہے۔"

فرضی اشخاص سے مزید بحث کرنے میں، ہم پہلے ایک ایسی دفعہ سے شروع کرینگے، جس کا تعلق ان کار خیر کی عام جماعتوں (Public Institution) سے ہوگا، جو اکثر ممالک میں، ایسے ہی اشخاص سے یا ایسے اشخاص کے ذریعہ سے قائم ہوتی ہیں؛ اور بقیہ فصل خاص طور سے، جماعتہائے متحدہ سے متعلق رہے گی۔

دفعہ ۳۰۱ — جب کسی انگریزی عدالت کو اہتمام وصیت کی کارروائی میں، معلوم ہو، کہ جو رقم، کار خیر کے لئے دیگئی ہے، اس کا مصرف، بیرون ملک قرار دیا گیا ہے تو اس کو 871
اس امر کا اطمینان دلایا جانا چاہئے، کہ ملک مذکور میں، وہ مقصد بطریق جائز پورا ہوسکتا ہے؛ اس اطمینان کے بعد عدالت، رقم مذکور، انکو یا دوسرے اشخاص کے، جن کو موصی نے بتایا ہو، حوالے کریگی، تاکہ وہ لوگ، اس ملک کے قانون، اور اختیارات، کی پابندی کے ساتھ

اس کو صرف کر سکیں۔ ممالک غیر کے کارہائے خیر کے انتظام کے لئے عدالت کوئی خود تجویز نہیں کرے گی۔

مقدمہ پرووسٹ آف ایڈنبرا بنام آبری (۱۷۵۴) ایمبلر۔۲۵۶۔ جج، ہارڈوک، و مقدمہ اولیفینٹ بنام ہنڈری (۱۷۸۴) ۱۔ برو۔ سی۔ سی۔ ۵۷۱۔ جج، تھرلو، مقدمہ اٹرنی جنرل بنام لی پائن (۱۸۱۸) ۲۔ ایس ڈبلیو۔ ۱۸۱۔ ۱۔ وس سی۔ ۱ ایچ۔ ۵۔ ۶۴۵۔ جج، ایلڈن: جنہوں نے جسٹس گرانٹ کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا، جس میں جسٹس گرانٹ نے ۱۸۱۵ء میں ایک انتظام تجویز کیا تھا۔ ۱۹۔ وس۔ ۲۰۹۔ و مقدمہ منٹ بنام سیمی (۱۸۱۹) ۱۔ رس۔ ۱۱۲۔ نوٹ، جج، پلومر، و مقدمہ ایمبری بنام لی (۱۸۲۶) ۱۔ رس۔ ۱۱۲۔ جج، گیفرڈ، و مقدمہ میور اف لائنز بنام ایسٹ انڈیا کمپنی (۱۸۳۶) ۱۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۱۷۵۔ ۱۔ مو۔ آئی۔ اے۔ سی۔ ۱۷۵۔ جج، بروہام، و مقدمہ اٹرنی جنرل بنام اسٹرینج (۱۸۵۴) ۱۹۔ بیو۔ ۵۹۷۔ جج، رومیلی، و مقدمہ میو بنام بوناکر (۱۸۶۷) ایل۔ آر۔ ۴۔ اکیو۔ ۶۵۵۔ جج، لانش، و مقدمہ میور اف لائینز بنام ایسٹ انڈیا کمپنی میں جسٹس بروہام نے کہا کہ چند سال سے عدالتیں لارڈ ہارڈوک کی تجویز سے تجاوز کر رہی ہیں، جنہوں نے مقدمہ پرووسٹ آف اینڈنبرا بنام آبری میں یہ تجویز کیا تھا: کہ دہ تقسیم رقم کے متعلق کوئی ہدایت نہیں دے سکتے۔ ۱۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۲۹۵۔ ۱۔ مو۔ آئی۔ اے۔ سی۔ ۲۹۲ — مگر یہ تجویز مقدمہ اولیفینٹ بنام ہنڈری کی غلط فہمی پر مبنی تھی۔ اور مقدمہ اٹرنی جنرل بنام لی پائن میں جس کی بحث، ماسٹر آف رولس کے مواجہ میں ہوئی تھی، ایک مخصوص مقدمہ کرنڈل بنام گرانٹ کا حوالہ دیا گیا تھا۔ اور ایک عجیب مقدمہ اٹرنی جنرل بنام سٹی آف لنڈن (۱۷۹۰) ۳۔ برو۔ سی۔ سی۔ ۱۷۱۔ ۱۔ وس۔ جونئر۔ ۲۴۳۔ کی تجویز میں، جج، تھرلو۔ بروہام نے اس عام قاعدہ کی وجہ اس طرح بیان کی ہے کہ ملک غیر کے کار خیر کے اہتمام کے مقدمات میں، عام طور سے عدالت کا دخل دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ حقیقی طور سے اس کام کو انجام دیتے ہیں، وہ اس ملک کی عدالتوں کے حد اختیار سے باہر ہوتے ہیں، اور جو لوگ اس ملک کی عدالتوں کے حدود اختیارات میں ہوتے ہیں، وہ اس کے جوابدہ ہوتے ہیں؛

اس فرض کو کوئی شخص بآسانی اپنے ذمہ نہیں لے سکتا، اور نہ ان فرائض کو قابل اطمینان طریقہ سے ادا کر سکتا ہے، شخص مذکور کو بہ نسبت اس عدالت کے، جس کا وہ جوابدہ ہے، مقامی لوگوں یعنی مقامی عہدہ داروں پہ زیادہ تر بھروسا کرنا پڑیگا"

۱۔ سو۔ پی۔ سی۔ ۷۰۔ ۲۹۔ ۱۔ سو۔ آئی۔ اے۔ سی۔ ۲۹۵ ؎

البتہ اٹارنی جنرل کو، اسکی اجازت دیجا سکتی ہے کہ وہ ممالک غیر کی عدالتوں سے تجویز کی غور و داد کی درخواست کرے۔ مقدمہ شیٹ بنام فرنیڈ ۱۸۸۲، ۲۲۔ چانسری ڈویژن ۲۷۰۔ جج فرائی ؎

دفعہ ۳۰۲ انگریزی عدالتیں، بیرونی جماعتوں کے اندرونی تنازعات میں، کوئی مداخلت نہ کریں گی۔

مقدمہ سڈاون بنام ڈچ رہنیش ریلوے کمپنی (۱۸۵۵) ۲۱۔ بیو ۴۳ میں جج رومیلی نے کہا، کہ جو کچھ عدالت، مدعی کیلئے کر سکتی ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ اسکے حق کا استقرار کردے، اگر وہ اس ملک میں جہاں انجمن قائم ہوئی ہے بےکار ہوگا ؎

مقدمہ کیوس بنام بالڈون (۱۸۴۸) ۱۱۔ بیو ۱۸۲۔ جج لینگ ڈیل، میں عرضی دعوی میں ایسے امور کا بھی ذکر تھا، جو آئرلینڈ کی ایک انجمن کے اندرونی معاملات کے علاوہ تھے، اور عدالت کو اختیار تھا کہ مقدمہ کی مزید تحقیقات میں، ان امور کا تصفیہ کرے؛ جن کا تعلق اندرونی معاملات سے تھا۔ مقدمہ بیکرائنگ بنام اسٹیفنسن (۱۸۶۲) ایل۔ آر۔ ۱۴۔ اکیو۔ ۲۲۲۔ جج، ونسن، میں اگرچہ انجمن ترکی تھی، مگر اسکا انتظام انگلستان میں ہوتا تھا، اور یہ سختی سے زور نہیں دیا گیا تھا، کہ اسکی سماعت کی، صرف ترکی عدالت مجاز تھی ـــــ انجمن کے اعتبار کے خیال سے، شاید اس قسم کی بحث مناسب نہیں خیال کی گئی تھی، تاہم یہ طے ہوا، کہ اس سے ترکی قانون متعلق ہے ؎

دفعہ ۳۰۳ جو انجمن، بیرون ملک قائم ہوئی ہو، وہ "بحیثیت ایک شخص باشندہ سلطنتہائے 372
متحدہ" کے مستوجب ادائی محصول آمدنی نہیں ہے :- (الف) محض اس بنا پر، کہ انجمن مذکور کے کاروبار کی ایک شاخ، لندن میں واقع ہے۔ یا، (ب) اس وجہ سے، کہ اسکے شرکاء کے باضابطہ اجلاس، لندن میں ہوتے ہیں۔ (ج) البتہ اس صورت میں وہ مستوجب ادائی محصول آمدنی

ہے جبکہ اسکا حقیقی صدر دفتر — خواہ وہ اس نام سے موسوم کیا جاتا ہو، یا نہ کیا جاتا ہو — سلطنتہائے متحدہ میں واقع ہو؛ اور اس سے ہر صورت میں، اُس منافع پر محصول آمدنی وصول کیا جائیگا، جو اس کاروبار سے حاصل ہوگا، جو سلطنت ہائے متحدہ میں کیا جائیگا، جیسا کہ ایک حقیقی شخص سے وصول کیا جاتا، جو بیرون ملک رہتا ہوتا- (د) اور کاروبار کا کرنا، اسوقت سمجھا جائیگا، جبکہ ایک انجمن یا شخص معاہدات عادتاً، ایک مقررہ مقام پر، اندرون حدود واضعی عمل میں لاتا ہے، اور ہر مرتبہ ملک غیر کی انجمن سے ہدایت کا طالب نہیں ہوتا۔

(الف) مقدمہ اٹارنی جنرل بنام الگزنڈر (۱۸۷۴) ایل۔ آر۔ ۱۰۔ ۱۰۰ ایکس سی۔ ایچ، کیتھے کلیسانی۔ اسفلٹ کو (ب) گوارزو کمپنی بنام لب [۱۹۰۴] ۲۔ کے۔ بی۔ ۱۳۹ اے جے سی ایل کو (ج) فریکن بنام لاسف (۱۸۸۹)، کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۱۲۔ ایچ، لنڈلے۔ و اکن بیتیس میتھو ا جیکو [۱۸۸۱] ۸۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۱۳۳ ایچ، جیسل۔ برتیٹ۔ کاٹن نے بحال رکھا؛ و مقدمہ ڈی بیرس کانسولیڈیٹڈ مائنز لمیٹڈ بنام ہو [۱۹۰۵] ۲ کے۔ بی۔ ۶۱۲، ایچ فلیمور، جن کے فیصلہ کو منظور کونسل میتھو اور کورنس آر ڈی، نے بحال رکھا؛ (۱۹۰۶) اے۔ سی۔ ۴۵۵۔ ایچ، لوربرن میکناٹن جیمبس آف ہیرفورڈ۔ رابرٹسن۔ اٹکنسن؛ و مقدمہ یاکوہاما اسپیسی بنک لمیٹڈ بنام ویلیس (۱۹۱۵) ۳۱۹۔ ایل۔ ٹی۔ ۸۶۱۔ ایچ، رولٹ؛ و سانسبری گرس لمیٹڈ بنام ٹمفارمر [۱۹۱۰] ۲۔ کے۔ بی۔ ۲۵؛ نیز دیکھو انگلیسن بنام فرگوسن (۱۸۷۹) ۵۔ ایکس۔ ڈی۔ ۷۵، ایچ، ہڈلسٹن و پولک — کے مختلف الرائے؛ اس کی پوری تائید (۱۸۸۱) ۷۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۵۶۲ میں جسٹس براموبل۔ برتیٹ، اور کاٹن نے کی۔ .... یہ ایک مخصوص مقدمہ متعلقہ محصول آمدنی اُس منافع کا تھا، جو ملک غیر کی انجمن مخصوص کے حصص پر انگلستان میں ادا کیا گیا تھا؛ نیز دیکھو! مقدمہ میسن و نیگیٹ ڈ کمپنی بنام ان لینڈ ریونیو [۱۹۱۸] ۲۴۔ ریلیٹی ۹۲۹ صدر نشین رابرٹسن۔ گیفیر کو

جس حالت میں، ایک انجمن بیرون ملک قائم ہوئی تھی؛ مگر اس کا اہتمام، ان لوگوں کے ہاتھ میں تھا، جو انگلستان میں رہتے تھے؛ اور اس کی معمولی بضاعت بھی انگلستان ہی میں تھی؛ اس کی نسبت، قرار پایا۔ کہ وہ انگلستان کی باشندہ ہے؛ اگرچہ وہ کاروبار وہاں نہیں کرتی تھی؛ اور نہ کوئی کھاتہ لین دین کا، وہاں تھا۔ امریکہ تھرو کمپنی بنام

جوسی [۱۹۱۳] ۱۰۸ ایل۔ ٹی۔ ۳۰۲ ج، انگ۔ ایل۔ ہالڈین
السبری۔ اٹکنسن۔ کنیڈی۔ مرتی ججہوں نے، کوزنس ہارڈی۔ موسٹن۔ بکلے اور ہملٹن
کے فیصلہ کو بحال رکھا۔

(ح) ہٹیس ومری انشورنس کمپنی بنام سوسائٹی دی نیوگیشن وغیرہ [۱۹۱۴] ۱۱۱۔
ایل۔ ٹی۔ آر۔ ۷۰۹ ج، کوزنس ہارڈی بکلے اپنیل۔

دفعہ ۴۰۴ انگلستان، اسکاٹ لینڈ، اور آئرلینڈ کی جماعت متحدہ بحیثیت شخص باشندہ سلطنتہائے متحدہ کے، محصول آمدنی کے ادا کرنے کی مستوجب ہے، اگرچہ اس کا تمام کاروبار بیرون ملک ہوتا ہو، اور بعد قیام کے اس کی رجسٹری بھی ملک غیر میں ہوئی ہو، ——— وہ بپابندی قواعد، اپنے منافع کے اس حصہ پر محصول آمدنی ادا کرنے کی مستوجب ہوگی، جس پر ایک حقیقی شخص، باشندہ سلطنتہائے متحدہ سے محصول لیا جاتا ہے۔

جو انجمن، سلطنتہائے متحدہ میں قائم ہو، اور جو حقیقی شخص، سلطنتہائے متحدہ میں رہتا ہو، اس پر بلحاظ وصول محصول آمدنی، ایک ہی اصول کا کام میں لایا جانا تسلیم کرلیا گیا ہے، اگر اس کی نسبت یہ کہا جائے کہ ایک انجمن کا ایک مقام پر قائم ہونا اس کی وہاں کی باشندگی کا ثبوت نہیں ہے: 878
تاہم یہ بات پائی جائیگی، کہ اس کی باشندگی، ان حالات سے مستنبط کیجائے گی، جو قیام کے لوازمات میں سمجھے جاتے ہیں۔ ——— کاروبار کرنا، یقیناً باشندگی سے زیادہ تر محدود ہے، اور اس کا اثر انجمن کی آمدنی کے اس حصہ پر پڑتا ہے، جو قابل وصول محصول ٹھہرایا جاتا ہے۔ انجمن اور حقیقی شخص کے، واحد ہونے کے اصول کے قائم ہوجانے کے بعد، اس معاملہ میں، جو قواعد ہوجاتے ہیں، ان کا تعلق، بہ نسبت کتاب ہذا کے محصول آمدنی سے زیادہ تر ہے، مگر مفصلہ ذیل مقدمات متعلقہ انجمن کا، یہاں تذکرہ کیا جاسکتا ہے:۔

سیسینا سلفر کمپنی بنام نکلسن، کلکتہ جوٹ مل کمپنی بنام نکلسن (۱۸۷۶)
۱۔ اے ایکس ڈویژن ۴۲۸، الگزنڈریا واٹر کمپنی بنام مسگریو (۱۸۸۲) ۱۱ کیو۔ بی۔
ڈی ۱۷۴۔ ولنڈن بنک آف میکسیکو و ساوتھ امریکہ بنام امیتھارن [۱۸۱۹]
۱۔ کیو۔ بی۔ ۳۸۲ [۱۸۱۹] ۲۔ کیو۔ بی ۴۷۸، دبار تھلومے بریونگ کمپنی
(ونچسٹر) بنام واٹ۔ ونزول ڈینیا اسٹیٹ ٹرسٹ کمپنی بنام واٹ [۱۸۹۳]
۲۔ کیو۔ بی۔ ۴۹۹، سین پالو (برازیلین) ریلوے کمپنی بنام کارٹر [۱۸۹۵]

ایکیو۔ بی۔ ۰۰ ۵ [۱۸۹۹] ا ے۔ سی۔ ۳۱۰ ڈوگرٹیم لائف انشورنس سوسائٹی بنام ڈنبپ [۱۹۰۱] ا ے۔ سی۔ ۱۵۲ پادشاہ بنام کمشنران انکم ٹیکس برائے گرینڈ [۱۹۰۱] ا کے۔ بی۔ ۹۰۰ نوٹک لمیٹیڈ بنام کلارک [۱۹۰۲] ا کے۔ بی۔ ۰۰ کمشنران انکم ٹیکس نیو لمیٹیڈ بنام اسپرن بکسنشا۔ اسٹروس وادیجنا ئیلبرات کمپنی لمیٹیڈ [۱۹۰۵] ا ے۔ سی۔ ۲۲۵ نیز ادیوی ہگراس فوات لمیٹیڈ بنام سٹنلی [۱۹۰۶] ۲ کے۔ بی۔ ۵۹۰ نیز ماشنٹ ہو مچلی بنام انگلش ہنر لمیٹڈ [۱۹۱۵] ا ے۔ سی۔ ۱۰۲۲۔ نیز پارسو۔ لورتبرن۔ پارکر۔ ٹمرو

874 ان حالات پر جبکہ ملک غیر کی ایک کمپنی، ادائی محصول کیلئے، باشندہ انگلستان نہیں خیال کی گئی تھی یہ مقدمہ مدگرین وڈ بنام ایف۔ ہ دسٹرہ کمپنی [۱۹۲۲] ۹۱ ایل۔ جے صفحہ ۲۴۹ ایچ۔ ایل امیسا مزید غور کیا گیا۔ نیز بات لیسٹر۔ اٹکنسن۔ ربنرٹی۔ کارسن۔ ٹیمبرل نے ۱۳ سی۔ ۱۰ ے۔ اسٹرن ڈولیہ کلنکن بنیکر [۱۹۲۱] ۳ کے۔ بی۔ ۴۸۵۰۔ اور اپیل [۱۹۲۰] ۳۔ کے۔ بی۔ ۱۲۷۵ کے فیصلہ کو بحال رکھا۔

دفعہ ۳۰۵ ملک غیر کی جماعت متحدہ، یا دوسرے فرضی اشخاص کیطرف سے انگلستان میں دعوے کے دائر کئے جانے میں کوئی اصطلاحی عذر نہیں ہو سکتا ــــــ وہ دعوی دائر کرنے کے مجاز ہیں۔ صرف سوال یہ رہجاتا ہے کہ آیا اس مقام کا قانون جہاں معاملہ ہوا ان کو بحیثیت جماعت متحدہ، یا دوسری فرضی حیثیت سے ایسی کارروائی کی اجازت دیتا ہے یا نہیں ہے۔

ڈچ ویسٹ انڈیا کمپنی بنام موزیجیس (۱۷۲۴) ا اسٹرینج ۶۱۲۔ سی۔ پی نو (۱۷۲۸) اسٹرینج ۰۰ ۸ ۔ نیز لارڈ رے ۳۲۲ ۵ بی۔ آر (۱۶۳) اسٹرینج ۰۰ ۸ ۔ لارڈ رے (۱۷۲۵) ایچ آف ایل ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی بنام موزیجیس (۱۷۲۸) گلس رپورٹ آف پی آر سی ۴۴ ان۔ سی۔ پی۔ ۴۴ نیشنل بنک آف سینٹ چارلس بنام ڈی برناس (۱۸۲۵) ا سی۔ بی۔ ۵۶۹۔ ر ا ے و مون ۱۹۰۔ نیز ابتدائیہ اول اور سوم ستنہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس صورت میں جماعت متحدہ کے نام سے بحث ہوا وہاں جماعت متحدہ کی تعین شخصیت کا معاملہ ایک واقعاتی سوال ہوگا۔ اس دفعہ کی تائید میں نہ کی نظائر کا پیش کرنا بے ضرورت ہے، لیکن یہ امر قابل بیان ہے کہ جو مقدمات میرے علم میں ہیں، وہ سب جماعتہائے متحدہ سے متعلق ہیں؛ تاہم شفا خانے

اور ہر سے جو (Personae vice funge) کے نام سے موسوم ہوتے ہیں،
وہ سب اسی اصول کے تحت میں، داخل ہوجاتے ہیں۔ انگریزی قانون کا یہ حکم،
کہ جماعت متحدہ کو "دستاویز" اپنی عام مہر سے تکمیل کرنی چاہیے، ملک غیر کی،
ان جماعتوں سے متعلق نہیں ہے، جو انگلستان میں کاروبار کرتی ہیں۔ کانونیل
گولڈ فیلڈ کمپنی بنام فری اسٹیٹ کمپنی (۱۹۱۴) ۱۔ چانسری۔ ۲۰۲۔ جج سارجنٹ ؒ

دفعہ ۳۰۶ ضرورت اجازت | میں، یہ سوال پیدا ہوسکتا تھا، کہ سلطنتہائے متحدہ کے قانون سے، ایسی جماعتیں، جو اپنا فرضی وجود، ملک غیر یا نو آبادیات کی اجازت سے حاصل کرتی ہیں، انگلستان میں کس حد تک کاروبار کرنے کی مجاز ہیں؟ —— اس طور سے کہ ان کو ان معاہدات کے متعلق، جو اثنائے کاروبار میں کئے جائیں، دعوے دائر کرنے کا حق حاصل ہوجائے۔

ایسی اجازت کی تائید میں، یہ امر قابل بیان ہے، کہ بعض کاروبار ایسے ہیں، جن کی حیثیت، لازمی طور سے بین الاقوامی ہے، مثلاً —— دو ملکوں کے درمیان میں باربرداری مال! —— فرض کرو، کہ ایک ریلوے یا اسٹیم بوٹ کمپنی، اس مقصد کیلئے منجملہ ان دو ممالک کے، ایک ملک میں، قائم ہوتی ہے، اگر اس کو دوسرے ملک میں دفتر رکھنے، یا اپنے مقاصد کیلئے معاہدات کرنے کی اجازت نہ دیجائے، تو وہ اپنا کام ہی نہیں چلا سکتی۔ جن سلطنتوں میں، حکومت کو یہ اختیار دیا گیا ہے، کہ وہ اپنے ملک میں، ملک غیر کی جماعتہائے متحدہ کو، اس طور سے کاروبار کرنے کی اجازت دیں، یا نہ دیں! —— وہاں، یہ ممکن ہے کہ ایسی جماعتوں کو بھی، جو اس ملک سے، دوسرے ملک میں، مال لانے اور بیجانے کا کام کرنا چاہیں، اجازت دینے سے، انکار کردیا جائے لیکن انگلستان میں، ایسا اختیار، حکومت کو نہیں دیا گیا ہے، صرف عدالتیں، عام اصول کے مطابق، کارروائی کی مجاز ہیں۔ اگر وہ ممانعت کا کوئی قاعدہ بنائیں، تو وہ سخت تکلیف کا باعث ہوگا! اور عام ہونے کی بنا پر وہ ایسی تجارتوں پر موثر ہوگا، جن کا عمل، دو ممالک میں جاری ہے! —— اس کا نتیجہ یہ ہوگا، کہ ان ممالک کی حکومتیں بھی، انگریزی جماعتوں کیساتھ، جو ان کے ملک میں، اسی حالت میں ہونگی، اس کا معاوضہ کریں گی۔

بخلاف اسکے، سنہ ۱۸۶۲ء کے کمپنیوں کے ایکٹ میں، یہ حکم ہے، کہ آئندہ سے کوئی مہاجنی کمپنی، دس اشخاص سے، یا دوسرے کاروبار کے لئے، بیس اشخاص سے، زیادہ کی، قائم نہ ہو سکے گی، جبتک —— کہ وہ بحیثیت کمپنی کے، اس ایکٹ کے تحت میں، درج رجسٹر نہ ہوجائے، یا —— وہ پارلیمنٹ

کے کسی دوسرے ایکٹ، یا فرمان شاہی کی رو سے، نہ قائم ہوئی ہو، یا ـــــ ایسی کمپنی نہو، جو زیر اختیارات، و بہ تحت عدالتہائے نگران، پہلے سے، کان کھودنے کا کام نہ کرتی ہو"۔ دفعہ ۔ اس سے قبل بھی، اسی قسم کے احکام موجود تھے!..... کیا یہ فرض کیا جا نا ممکن ہے کہ پارلیمنٹ ـــــ جو ایک طرف تو غیر متحدہ جماعتوں کو محدود کرنے کی کوشش کرتی ہے، اور دوسری طرف، اپنے ملک کی متحدہ جماعتوں کے لئے، سختی کے ساتھ، قواعد بناتی ہے! ـــــ یہ چاہتی ہے کہ انگریزی تجارت کا تمام میدان، بغیر کسی قاعدہ کے، ان انجمنوں کے لئے کھلا رہے، جو ملک غیر میں قائم ہوئی ہوں؟ ـــــ اگر ایسا نہیں ہے، تو کیا پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ میں، ایسی قابلیت او ... لا یچ سوجھ ... ہے کہ اس نے ان دونوں میں کوئی تمیز قائم ہونے دی ہے ... الفاظ ـــــ سے تو ان تجارتوں میں، ـــــ جن کا کاروبار کا دائرہ، قانونی طور سے، دو ممالک پر حاوی ہے ـــــ اور دوسری تجارتوں میں کوئی فرق نہیں پیدا کیا جا سکتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ عدالتوں کو قانونی طریقہ سے، ان میں فرق کرنے کا اختیار حاصل ہے، تو یہ سوال ہو سکتا ہے کہ آیا، وہ فرق، بغیر پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کے، کافی طور سے، محدود اور عملاً یقینی ہو سکتا ہے؟ ۔

حقیقت حال یہ ہے کہ ملک غیر اور نو آبادیات کی جماعت ہائے متحدہ کو، پارلیمنٹ اور ریاست کی بلا اجازت، اور بے روک ٹوک، انگلستان میں کاروبار کرتے ہوئے، اس قدر زمانہ گزر گیا ہے کہ وہ، ایک قدیم عملدرآمد ہو گیا ہے، اور وہ فیاضی کی ایک غیر معمولی نظیر ہے۔ کمپنیوں کے (کنسالیڈیشن) ایکٹ بابت ۱۹۰۸ء میں، ملک غیر کی ایسی جماعتوں سے، جنہوں نے سلطنتہائے متحدہ میں کوئی مقام کاروبار کے لئے قائم کیا ہے، یہ چاہا جاتا ہے کہ وہ رجسٹرار کے سامنے، اس شخص کا نام، اور اس کا پتہ، پیش کریں، جس پر قانونی اطلاع نامجات کی تعمیل ہو سکے، صرف اس شرط کے ساتھ، ان کو، اس ملک میں، قانونی شخصیت کے تمام حقوق، حاصل ہو جاتے ہیں۔

375

مقدمہ نیو باؤنسا مدان اون دکولٹ سنڈیکیٹ نام اپرسن نیو فلمپر نگ کمپنی (۱۸۷۲) ایل۔ آر۔ ۷ کیو۔ بی۔ ۲۹۲ جج، کاکبرن۔ بلیکبرن قیلور۔ کوئینز، ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ایک جماعت کو، جو انگلستان میں، ایک انگلستان کی جماعت کی طرح، کاروبار کرتی تھی، اس معاہدہ پر دعویٰ دائر کرنے کی اجازت دی گئی، جو اس نے، اس قسم کے کاروبار کے اثنا میں کیا تھا ـــــ جسٹس بلیکبرن نے، عدالت کا فیصلہ صادر کرتے وقت کہا، کہ اس مقدمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کم از کم امریکہ کی

ایک جماعت نے اپنے کاروبار کی ایک شاخ یہاں کھولی ہے اور غالباً اس کی
عنقریب اور شاخیں بھی کھل جائیں گی" —— تاہم جن امور پر مقدمہ میں بحث اور
توجہ ہوئی وہ یہ تھے کہ ملک غیر کی جماعت پر انگلستان میں دعویٰ نہیں ہوسکتا اور اگر
ہوسکتا ہے تو مدعی علیہ جماعت پر صحیح طریقہ سے طلب ناموں کی تعمیل نہیں ہوئی۔
یہ امر قابل بیان ہے کہ مدعی علیہ جماعت اس کاروبار کے جواز سے انکار نہیں کرسکتی
تھی جو وہ اس ملک میں کر رہی تھی —— ان کاروبار کے جواز کی بحث کسی بنا پر کیوں
رد کیا جاتا، جبکہ تبدیل شدہ صورتوں کو تسلیم کیا جا چکا ہو اور اس کا خیال کیا گیا تھا کہ ظاہر
کر رہا ہے کہ اس کی شہرت مجموں کو کسی قسم کا شبہ نہ تھا۔ اسی طرح مقدمہ کالونیل جنرل
لائف انشورنس سوسائٹی (۲۱ ... ۲۱۱ - چانسری ڈویژن ۲۴۸) میں جو جماعت
جو نو آبادی وکٹوریا میں قائم ہوئی تھی اور جو جانوں کے بیمہ کا کام انگلستان میں کرتی
تھی، بالکل بلا ضابطہ منسوخ ہوئی، اگرچہ اس مقدمہ میں ایسے معاہدہ کی تعمیل کے متعلق
کوئی کارروائی نہ تھی جو جماعت مذکور نے انگلستان میں کیا تھا۔ انگریزی گورنمنٹ نے
مختلف بیرونی ممالک، مثلاً —— فرانس، بلجیم سے ۱۸۶۲ء میں اور اٹلی سے
۱۸۶۳ء میں —— معاہدات کئے ہیں ...... ہم اسپین کے معاہدہ سے بعض اجزا
نقل کرتے ہیں، ایسی شرائط بعینہ دوسرے معاہدات میں بھی پائے جاتے ہیں "مشترکہ
سرمایہ والی جماعتیں، اور دوسری تجارتی جماعتیں اور صنعتی انجمنیں جو فریقین معاہدہ
میں سے کسی ایک فریق کے ملک کے قوانین کے مطابق قائم ہوئی ہوں، دوسرے
فریق کے ملک میں اپنے تمام حقوق سے استفادہ حاصل کرنے کی مجاز ہوں گی، اور
اس ملک کی عدالتوں میں، دعوے دائر کرنے یا جواب دہی کے لئے حاضر ہوسکیں گی بشرطیکہ
اس شرط کے ساتھ کہ وہ ان حقوق کے استعمال کرنے میں اس ملک کے قوانین اور
رسم و رواج کی پابندی کریں گی" لندن گزٹ مورخہ ۲۹ فروری ۱۸۸۳ء صفحہ ۱۰۹۳ ایسے
معاہدات کا بغیر پارلیمنٹ کی تائید یا منظوری کے عمل میں آنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گورنمنٹ
کو یہ بتایا گیا ہوگا کہ بیرونی جماعت اس زیر بحث کو انگلستان میں یہ حقوق پہلے سے
حاصل ہیں اور ان الفاظ کی صرف تشریح سمجھا اور امور کے اسی جاری ہوگی کہ ——
"وہ انگلستان میں کاروبار [illegible]

میں، یہ امر تسلیم کرلیا گیا تھا، کہ ملک غیر کی قائم شدہ جماعت متحدہ کو، کاروبار سے ممنوع کردینا، معاہدات بین الاقوام کے خلاف ہوگا ۔ ۶۔ مرافعہ کنیڈا ۲۹۱۔ جوڈیشل کمیٹی کی نسبت، یہ سمجھنا مشکل ہے کہ اس کو یہ معلوم ہوگا، کہ ملک غیر کی متحدہ جماعتوں کو، کاروبار کرنے کی صریح اجازت ہے؛ اسلئے، غالباً اسکے یہ معنی ہونگے کہ چونکہ مقدمات زیر بحث میں، ایسی مخصوص اجازت کا، مغربی آسٹریلیا کی مجلس وضع آئین و قوانین سے دیا جانا نہیں پایا جاتا؛ اسلئے نوآبادی مذکورہ کے قانون کی، اس طرح تعبیر کرنا، کہ اس سے
376 کسی طرح ممانعت نکلتی ہو، خلاف معاہدات بین الاقوامی متصور ہوگا ــــ یہ دلیل، اگر صحیح ہے، تو وہ، انگلستان سے بھی متعلق ہوگی ۔ نیز دیکھو اوہ مقدمات، جو زیر دفعہ (۲۱۰) نقل کیے گئے ہیں ۔

برخلاف اس کے، مقدمہ بنک آف مونٹریل بنام ہیتھون (۱۸۴۶) ۱۰۴ ۔ اپر کنیڈا کے ۔ بی ۔ ۲۴۱ میں، جسٹس رابنسن، شروڈ ۔ دمیکا نے ــــ اور مقدمہ جینیسی میوچل انشورنس کمپنی بنام وسٹیلن (۱۸۵۲) ۸ ۔ اپر کنیڈا کیو ۔ بی ۔ ۴۸۷ ۔ میں، رابنسن ۔ برنس اور ڈریپر نے ــــ یہ طے کیا؛ کہ جو بنک، لوور کنیڈا، اور جو انشورنس کمپنی، نیویارک میں، قائم ہوئی ہو وہ، ان معاہدات کی بنا پر دعوی کی مجاز نہیں ہوسکتی، جو اس نے، وہاں اثنائے کاروبار میں کیے ہیں ۔

دونوں مقدمات میں، یہ خیال کیا گیا، کہ کمپنی نے، اس سند سے جو اسکو دیگئی تھی متجاوز ہوکر کام کیا؛ اس سند کی صحیح تعبیر کے لحاظ سے کمپنی کا کاروبار، اسی ملک تک محدود رہنا چاہئے تھا؛ جہاں کیلئے سند مذکور دی گئی تھی ۔ لیکن رابنسن اور شروڈ نے، بصراحت تمام یہ رائے دی، کہ اس امر کے علاوہ، انگلستان کا عمومی قانون، جو کہ اپر کنیڈا کے قانون کی حیثیت رکھتا ہے، ملک غیر کی جماعتوں کو، اندرون ملک، کاروبار کرنے کی اجازت دینے سے انکار کرتا ہے ۔

دفعہ ۳۰۷ انگلستان میں، ملک غیر کی متحدہ جماعتیں، یا فرضی اشخاص بھی، ایسے ذاتی حقوق سے ــــ جنہیں انگلستان میں بحیثیت فرضی شخص کے، کارروائی کرنے کے اختیار سے، کوئی بحث نہ ہو، یقیناً اسیطرح مستفید ہوسکتے ہیں، جسطرح ملک غیر کے حقیقی اشخاص،

مستفید ہوتے ہیں۔

مقدمات حق حفاظت نشان تجارت

کانسل کمپنی بنام براؤن (۱۸۵۶) ۳ کے۔ جے ۲۲۳؛ نج وڈ؛ کانسل کمپنی بنام پوس (۱۸۵۸) ۴ جر (سلسلہ جدید) ۵۶۸۔ نج اسٹوریٹ؛ فرانس سے قدیم لاگرینڈی چارٹرس کے راہبوں کے حقیقی و نشانات تجارت بحال رکھا گیا تھا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ ایک خاص قسم کی شراب خود انکی ذاتی بنائی ہوئی ہے اگرچہ قانون فرانس کی رو سے انکی تمام جائداد، ایک مہتمم کے ہاتھ میں انکی آگئی تھی؛ مقدمہ رے بنام لیکوٹیر (۱۹۰۸) ۲ چانسری ۔ ۱۵؛ نج اسٹون۔ ... و کینیڈی جیکو [۱۹۱۱] اے۔ سی۔ ۲۶۲۔ میں میگناٹن ۔ اٹکنسن ۔ کانسس ۔ شاف ونفرم لائن ۔ اور لوبرن نے بحال رکھا۔

مقدمات حفاظت اسمائے تجارتی

سوسائٹی انیاتومی ... بنام پہارڈ لوریسر موٹر کمپنی [۱۹۰۱] ۲ چانسری ۵۱۳؛ نج فارویل۔

دفعہ ۲۰۸ جس حالت میں کہ ایک متحدہ جماعت کے ارکان، اس قانون کی رو سے جس سے جماعت مذکور کا ذاتی وجود قائم ہوتا ہے، منفرداً اسکے افعال کے ذمہ دار نہوں، تو ان پر انگلستان میں بھی، ایسے افعال کی بابتہ، کوئی دعوی نہیں ہوسکتا، جو ایسے مقام میں عمل میں آئے ہوں جہاں انکا بحیثیت جماعت متحدہ عمل میں آنا جائز تھا۔

جنرل اسٹیم نیویگیشن کمپنی بنام گیلو (۱۸۴۳) ۱۱ ایم۔ ڈبلیو۔ ۸۷۷؛ نج انجر۔ ایلڈرسن۔ پارک۔ گرنے؛ مقدمہ شبین بنام سروس (۱۸۸۱) ۶ ۔ ۱۰ اے ۔ بی۔ سی۔ ۱۰ اے۔ ۲۸۶۔ نج کوریتی؛ مقدمہ رسٹن ایرن ولاکیو موٹیو ورکس بنام فرلسن (۱۹۰۵) ۱ کے۔ ب۔ ۲۰۴؛ نج کینیڈی؛ جیکو (۱۹۰۶) ۱۔ کے۔ ب۔ ۴۹ میں جسٹس کانس۔ رومر۔ اور ... نے بحال رکھا۔

دفعہ ۲۰۹ ایک ملک غیر کی جماعت متحدہ پر مثل ایک ملک غیر کے حقیقی شخص کے بیرون حدود ارضی حکمنامہ کی تعمیل ہوسکتی ہے۔

مقدمہ ... بنام ... (۱۸۷۶) ۱۔ ای۔ ایچ۔ ڈی۔

۲۳۷۔ جج کلیٹے۔ بارٹول۔ ایکیٹ ؛ مقدمہ اسکاٹ بنام رائل ویکس کینڈل
کمپنی (۱۸۷۶) ا کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۴۰۴۔ جج کاکبرن۔ کوئین۔ یوناٹ ؛
قاعدہ جدیدہ (۸) الف مکوررحکم ۹ مصدرہ سنہ ۱۹۲۰ء مندرجہ صفحہ ۱۲۴۲ ان
کمپنیوں کے مختاروں سے انگلستان میں متعلق ہوتا ہے، جو بیرون حدود اراضی
کاروبار کرتی ہیں؛ اور ایسے معاہدات کے مقدمات میں، جو مختاروں نے کئے ہوں،
یا ان کے ذریعہ سے ہوئے ہوں، ان پر حکم نامہ جات کی تعمیل ہو سکتی ہے ؛

877 **دفعہ ۱۳۱** ملک غیر کی متحدہ جماعت پر حدود اراضی کے اندر حکمنامہ کی تعمیل ہو سکتی ہے،
اگر وہ وہاں کاروبار براہ راست یا بذریعہ کسی مختار کے کرتی ہو؛ اور وہاں اس کا کوئی عہدہ دار
"بحیثیت صدر مختار کے" رہتا ہو جس کا علم، جماعت متحدہ کا علم متصور ہو گا؛ اور جس پر حکمنامہ
کی تعمیل ہوئی ہو۔ دیکھو آر۔ ایس۔ سی۔ حکم ۹ قاعدہ ۸۔

مقدمہ نیوبائی بنام وان اوپن و کولٹ فایر آرمس کمپنی (۱۸۷۲) ایل
آر۔ ۷ کیو۔ بی۔ ۲۹۳۔ تجویز جج ممیلر اور کاکبرن چیف لاد کوئین کی ہے جو بلیک برن
نے صادر کیا تھا۔ دفعہ ہٰذا میں جو انتخاب ہے، وہ تجویز کے صفحہ ۲۹۲ سے اخذ کیا گیا ہے ؛
مقدمہ ڈیکسن فاؤنٹین و کمپنی بنام ہانگ کانگ و شنگھائی بینکنگ کارپوریشن (۱۸۸۶)
۲۲۔ چانسری ڈویژن۔ ۴۴۶۔ جج ایکین ؛ مقدمہ اگن بنام ٹمپلٹیو پرسیشن وسیسن
ویری بنام کمپنی مذکورالصدر (۱۸۸۹) ۲۲ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۵۱۹۔ جج کاٹن فرائی
ولوپیس؛ جنہوں نے جسٹس فیلڈ اور کیو کے فیصلہ کو بحال رکھا؛ مقدمہ لا بر گوگنی
(۱۸۹۹) پی۔ آئی۔ جج ہینن جیکوا ے۔ ایل اسمتھ اور کلنسی نے بحال رکھا۔
اور دیکھو مقدمہ سوسو کمپنی جنرل ٹرانسلانٹیک بنام ٹامس لاؤ کمپنی (۱۸۹۹) ا ے۔ سی
۱۴۴ میں جسٹس پالسبری میکناٹن سوسس شنینڈ نے اس کی مزید تائید کی ؛ و مقدمہ
ڈنلاپ نیومیٹک ٹائر کمپنی بنام ایکٹینگ فاربوزرکنڈل کمپنی (۱۹۰۲) ا کے۔ بی۔
۳۴۲۔ جج الکاسٹن۔ رومر۔ اور میتھو، جنہوں نے جسٹس جنیل کے فیصلہ کو بحال رکھا ؛
و مقدمہ لوگن بنام بنک آف اسکاٹ لینڈ (۱۹۰۴) ۲۔ کے۔ بی۔ ۴۹۵ جج کالنس
واسٹرلنگ؛ ۔ یہ ایک واقعاتی سوال ہے کہ آیا فلاں کمپنی اپنا کاروبار عدالت کے
حدود اراضی میں بذریعہ مختار کے کرتی ہے یا نہیں؟ ۔۔۔ ایک حال کے مقدمہ میں

معیار، یہ قرار دیا گیا تھا، کہ آیا مختار، ایک غیر کی کمپنی کیطرف سے، معاہدات کرتا ہے، یا نہیں؟ ــــ یا خود اپنے کاروبار کے ضمن میں، معاہدات کو، ایک غیر کی کمپنی کے ہاتھ فروخت کرتا ہے؟۔ دیکھو مقدمہ نیس ہومر انشورنس کمپنی بنام سوسائٹی ڈی نویگیشن کمپنی [۱۹۱۴] ۱۱۱۔ ایل۔ ٹی۔ آر۔ ۷۰۹۔ سی۔ اے۔ ج، کوزنس ہارڈی۔ بکلے، صنیلیق۔ نیز دیکھو اکورا کمپنی بنام فاربیکا کمپنی [۱۹۱۴] ۱۔ کے۔ بی۔ ۱۵، ج، بکلے۔ فلیمور۔ ریڈیوے، ؛ مقدمہ مشکرین کارپوریشن کمپنی بنام گمپک غیر کی کمپنی [۱۹۱۱] ۲۰ کے۔ بی۔ ۱۵۱۶، ج، واگھن ولیمس، موئٹن، فارول ؛ مقدمہ انشل کابٹ ہرمس بنام گرانڈ ٹرنک پیسفک ریلوے کمپنی [۱۹۱۲] ۱۔ کے۔ بی۔ ۲۲۲۔؛

دفعہ ہذا میں یہ تسلیم کرلیا گیا ہے، کہ جماعت متحدہ پر، حدود اراضی کے اندر، دعوی ہوسکتا ہے۔ اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کی جماعت ہائے متحدہ، اس بنا، پر حسب حکم (۱۱) باتبہ سنہ ۱۸۸۳ء قاعدہ ۱۔ (ہ) کے مرتبہ قواعد کی تابع ہیں۔ ــــ ان کیلئے دیکھو مقدمات متذکرہ صفحہ ۲۴۸ ؛

جس کمپنی کی رجسٹری، اسکاٹ لینڈ یا آئرلینڈ میں ہوئی ہو، اسپر تعمیل، اس کے دفتر میں ہونی چاہیئے، نہ کہ انگلستان کی موقوعہ شاخ میں۔ (دفعہ ۱۱۹) کمپنیوں کا ایکٹ (سنہ ۱۹۰۸ء) ــــ مقدمہ کیرن آئرن کمپنی بنام میکلارن (۱۸۵۵) ۵۔ ایچ۔ ایل۔ ۴۱۶۔ ج، کرینورتھ۔ بروہام سینٹ لیونارڈ، مختلف الرائے ؛ اسی مقدمہ کو، ــــ میکلارن بنام اسٹینٹن (۱۸۵۲) ۱۶۔ بیو۔ ۲۷۹۔ ج، رومیلے، ــــ انھیں ججوں نے منسوخ کردیا۔ اور مقدمہ میکرتھ بنام گلاسگو وساوتھ ویسٹرن ریلوے (۱۸۶۳) ایل۔ آر۔ ۵۰۰ آکسیچیج ۱۴۹، ج، پیراول، کلنباے، پولک : میں تعمیل، غیر کافی قرار پائی ؛ ــــ سوال، واقعات کے متعلق یہ تھا، کہ آیا جو کاروبار انگلستان میں تھا، اور جو عہدہ دار، وہاں رہتا تھا، وہ کافی طور سے، اہم قرار دیئے جانے کے قابل تھا، یا نہیں؟ ــــ ان میں سے اول الذکر مقدمہ میں جسٹس کرینورتھ نے، اس مسئلہ پر بحث بھی نہیں کی، جسٹس بروہام کیطرح یہ خیال کرکے کہ اگر تعمیل صحیح بھی تسلیم کرلیجائے، تب بھی، حکم زیر مرافعہ کا دیا جانا، خارج الاقتدار تھا ــــ اس حکم کے ذریعہ سے، اسکاٹ لینڈ کی ایک جماعت متحدہ کو، اسکاٹ لینڈ میں، ایک مدیون تحوفی

کی جائداد کے خلاف، کارروائی کرنے کی ممانعت کی گئی تھی؛ اس بنا پر، کہ
متوفی کے وصیت نامہ کے اہتمام کی ایک ڈگری، انگلستان میں جہاں 378
متوفی متوطن تھا، مرتب ہو چکی تھی۔ دیکھو دفعہ ۱۰۷ نیز ملاحظہ ہو مقدمہ بامر
بنام کلیڈونین ریلوے کمپنی [۱۸۹۲] کیو۔ بی۔ ۶۰۷ ۔ ۲۲ جج، کا نسبت کہ
جس کو حسب صراحت سابق ۲۲۸ جسٹس اسٹرلنگ نے۔ اپیل نے منسوخ کر دیا تو
مقدمہ بنڈ کاک بنام کمبرلینڈ گیپ پارک کمپنی [۱۸۹۲] ۱۔ چانسری
۳۶۲ جج، اسٹرلنگ؛

دفعہ ۳۱۰ (الف) پارلیمنٹ کے ایکٹ میں، الفاظ "انشورنس کمپنی" سے مراد، وہ کمپنی ہے، جو کہ زیر قوانین سلطنت متحدہ قائم ہوئی ہو؛ جسٹس لوالکت، بمقدمہ کالکیمان بنام ہیڈن (۱۸۹۰) ۲۴ ۔ کیو ۔ بی ۔ ڈی ۔ ۷۹ مرافعہ میں، جسٹس اشر نے، اس سے اتفاق کیا؛ مگر جسٹس فرائی مختلف الرائے رہے ۔ ۲۵ ۔ کیو ۔ بی ۔ ڈی ۔ ۱۳۵ ۔ ۱۴۰؛ ــــ یہ امر فیصلہ کے لئے ضروری بھی نہ تھا ۔

فصل ہفدہم

379

ملک غیر کے فیصلے اور کارروائیاں

دفعہ ۲۱۱ — ملک غیر کی مقتدر عدالت کے فیصلہ پر، جس میں، ایک فریق کو، ذاتی طور سے، ایک معین رقم ادا کرنے کی تجویز ہو چکی ہو، جدید بنائے دعویٰ قرار دے کر، دعویٰ ہو سکتا ہے؛ اس کی نوعیت، اس معاہدہ کی قرار پائے گی، جو معاہدات سادہ کے نام سے، موسوم کئے جاتے ہیں۔ سابق کا مفروضہ اصول یہ تھا، کہ مدعی علیہ، رقم کے ادا کرنے کا وعدہ کر چکا ہے؛ اور فیصلہ، اس وعدہ کا کافی بدل متصور ہوتا تھا: مدعی علیہ کو، اس مفروضہ اصول پر، اعتراض کرنے کا کوئی حق نہ تھا: بشرطیکہ تمام ضروری حالات، فیصلہ کو، کافی بدل قرار دینے کے مؤید ہوتے تھے۔ لیکن اب عرضی دعوے پر، اتنا اندراج کافی متصور ہوتا ہے:۔

"مدعی کا دعویٰ آلف پونڈ کا، بر بنائے فیصلہ مصدرہ .... عدالت سلطنت روس ہے" ایکٹ سپریم کورٹ آف جوڈیکیچر بابتہ ۱۸۷۵ء۔

بنا بر علیہ پہلے کا مقدمہ بابت قرضہ یا قرضہ سادہ بغیر دستاویز کے ہونا چاہئے۔
مقدمہ واکر بنام وٹیر (۱۷۷۰) ۱، ڈاک ۱۰، نج، سمیفیلڈ۔ ولز۔ ایشہرسٹ۔

تمبر ۲: کارروائی ہذا، ضابطہ کے قاعدہ متعلقہ معاہدہ کی تحت میں آجاتی ہے، اس بنا پر کہ "مدعی علیہم کی ذمہ داری، اس معنوی معاہدہ سے پیدا ہوتی ہے کہ وہ، ملک غیر کے فیصلہ کی رقم ادا کریں گے"۔ مقدمہ گرانٹ بنام ایسٹن (۱۸۸۳) ۱۳ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۳۰۲۔ نج، بریٹ۔ بیگلے۔ بوین: "یہ مقدمہ، ایک انگریزی فیصلے کی بنا پر، دائر ہوا تھا؛ جو جرسی کے فیصلے کے حاصل ہونے تک، اس ملک میں، مطالبات قرضہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا"۔ مقدمہ ہکسفورڈ بنام کیفرڈ (۱۸۸۶) ۱۱ سافوہ۔ سی۔ اے ۱۲۲۔ نج، ہرشل صفحہ ۱۲۸ کو

اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کی کمپنیوں کے انفساخ کے ضمن میں، جو مطالبات اصطلاحی طریقہ پر کئے جائیں، ان کی تعمیل، ان شرکاء پر، جو انگلستان میں رہتے ہوں، جسطرح کی جاسکتی ہے؛ اس کے لئے، دیکھو استغاثہ ہولیفورڈ کا پریمائیننگ کمپنی (۱۸۶۹) ایل۔ آر۔ ۵۔ چانسری۔ مرافعہ جات۔ ۹۳۰ ۔ ج، گیفورڈ ؛ و مقدمہ بینک آف گلاسگو بینک (۱۸۸۰) ۱۴۔ چانسری ڈویژن ۶۲۸ ، جج ، جیسل ؛

سلطنت متحدہ اور اس کے دوسرے ممالک محروسہ میں جسطرح باہم فیصلہ جات کی تعمیل ہوتی ہے، اس کے لئے، دیکھو اڈمنسٹریشن آف جسٹس ایکٹ (۱۰ و ۱۱ جارج فصل ۵۔ ۸۱) دفعات از ۹ تا ۱۴، صفحہ ۴۹۰ ؛

نان و نفقہ کے احکام کی، سلطنت متحدہ (باستثنائے اسکاٹ لینڈ) ۔۔ اور ممالک محروسہ کے دوسرے اجزا، ۔۔ میں جس طرح تعمیل ہوتی ہے وہ، اسی سال کے ایک دوسرے آئین (۱۰ و ۱۱ جارج بفصل ۵۔ ۳۳) میں مندرج ہے؛ ۔۔ یہ آئین، کونسل کے حکم کی بناء پر، ممالک محروسہ کے ان حصص پر بھی عادی کردیا گیا ہے، جہاں کے مقامی واضعان آئین قوانین نے، نان و نفقہ کے ان احکام کی باہمی تعمیل کے قواعد، وضع کرلئے ہیں، جو انگلستان اور آئرلینڈ سے صادر ہوتے ہیں۔ نان و نفقہ کے احکام میں، بجز حکم قرار داد صحیح النسبی، وہ تمام احکام شامل ہیں، جو زوجہ یا دوسرے لواحقین کی بسربرد کے لئے، ایک موقت رقم کے ادا کرنے کے متعلق ہوں ؛

دفعہ ۳۱۲ یا بغیر ذاتی دعویٰ دائر کرنے کے، سادہ قرضہ معاہدہ، جو
380 ملک غیر کے فیصلہ سے پیدا ہوا ہو، انگلستان میں، انگریزی قرضہ کی طرح، جائداد پر عائد کیا جاسکتا ہے۔

ڈبلیو سام ڈسن لون (۱۷۰۹) ۲۔ ورن۔ ۴۸۵ ۔ جج، کوپر ؛

دفعہ ۳۱۳ اور ہائیکورٹ کے محکمۂ امیر البحری میں، (جسطرح سابق میں عدالت امیر البحری میں) ملک غیر کی ان عدالتوں کے فیصلہ جات متعلقہ استقرار

حیثیت عام (in rem) جنمیں عدالتہائے امیر البحری کے اختیارات یا ایسے اختیارات حاصل ہوں، جو وہاں اُن اختیارات کے مماثل متصور ہوتے ہیں، عام طور سے نافذ کئے جاتے ہیں۔ اور اگرچہ حکمنامہ ذاتی حکم کے طور سے مرتب ہوا ہو، تاہم اس کا نفاذ، عمومیت کے ساتھ (in rem) ہو سکیگا؛ اگر یہ ظاہر ہو، کہ ملک غیر کی کارروائی بحری کفالت (Maritime lien) کی بنا پر تھی، جس کا لازمی نتیجہ عام حکم (Sentence in rem) ہونا چاہئے۔

نظائر کی بنا پر، یہ امر طے شدہ ہے: "کہ ایک جج کو عدالتی روبکار و درخواست (Letter of request) پر ملک غیر کے جج کے فیصلہ کی تعمیل سے انکار نہ کرنا چاہئے؛ اگر وہ اشیا یا اشخاص، جن کے متعلق حکم ہے، اس کے حدود ارضی میں موجود ہوں۔ اگر جج انکار کرے، تو عدالت فوق کو لازم ہے کہ وہ جج مذکور کو اسپر مجبور کرے؛ اگر ایسا نہ ہوا، تو یہ ملک ہٰذا کے خلاف بطور معاوضہ اسیطرح کی کارروائی کرنے کے لئے، کافی وجہ قرار پائے گی" سر لیولائن جنکنس ۱۶۶۷ مندرجہ سوانح عمری جنکنس مولفہ وینن جلد ۲ صفحہ ۷۶۲؛ مقدمہ جریڈو بنام گرانگری (۱۶۷۰)۔ ونٹرس۔ ۲۳۲، بعینہ عدالت شاہی، بحث کرتے ہوئے جسٹس ... جج نے، — جو بعد و لارڈ ڈونانگ نام ہوگئے — منظوری عدالت یہ کہا: کہ جس حالت میں، ملک غیر کی عدالت امیر البحری سے، ایک حکم حاصل کرلیا جائے، تو اس کی تعمیل کے لئے، اس ملک میں درخواست پیش ہو سکتی ہے؛ کیونکہ یورپ کی تمام عدالت ہائے امیر البحری، قانون دیوانی کی پابند، اور ایک دوسرے کی موید اور مددگار ہیں؛ اگرچہ معاملہ ایسا ہو، جو ابتداءً، اس ملک کی عدالت امیر البحری میں تصفیہ نہ پاسکتا تھا" سر۔ آرفلیمور نے، بہ حیثیت جج ہائی کورٹ صیغہ امیر البحری، یہ کہا: کہ "میری رائے یہ ہے، کہ اس عدالت کا فرض ہے کہ وہ عدالت پرتگال کی مددگار کی طرح کارروائی کرے، اور اس انصاف کی تکمیل کرائے، جو جہاز کی روانگی کی وجہ سے، پرتگال کی عدالت کسی طرح عمل میں نہیں لاسکتی تھی۔ دوسرے الفاظ میں، یہ میرا فرض ہے کہ میں انگریزی عدالت کو، پرتگال کی عدالت کا قائم مقام قرار دوں، اور درانحالیکہ عدالت مذکور سے، مدعی علیہم کے

خلاف، حکم صادر ہو چکا ہے"۔ مقدمہ جہاز موسومہ سٹی آف کر (۱۸۷۹)
۵- پی- ڈی- ۴۸ صفحہ ۲۲: میں جسٹس ٹکلنس اور فینچ کی رائے، اور قدیم
نظائر سے بحث ہوئی ہے۔ اِس مقدمہ میں، پرتگال کی عدالت، ایک تجارتی
عدالت تھی، جب یہ معلوم ہوا، کہ جو کارروائی پرتگال میں ہوئی وہ بحری کنٹرکٹ
سے متعلق نہ تھی، تو تجویز منسوخ کر دی گئی۔ (۱۸۸۱) ۶- پی- ڈی- ۱۰۶-
نجی جسیل- ریگلے- کوشش ۶

یورپ کے اکثر ممالک میں، ملک غیر کے فیصلے جدید بنائے دعاوی نہیں قرار دیئے جاتے؛ بلکہ تعمیل کی غرض سے، لے لیئے جاتے ہیں؛ یا اس مقصد کے لیئے، مخصوص کارروائی کے بعد، تعمیلی قرار دیئے جاتے ہیں۔ جسٹس ٹکلنس اور فینچ نے، جو الفاظ استعمال کیئے ہیں، اُن سے ظاہر ہوتا ہے، کہ انگلستان کی عدالت امیر البحری کا قدیم طرز کارروائی، ملک غیر کے احکام کی نسبت تقریباً یہی تھا۔ مختلف ممالک کی عدالت سے، دیوالیہ کی قدیم باہم امداد کی نسبت، جو کچھ قبل ازیں، صفحات ۴۶ ۱ و ۴۵ ۱ پر لکھا جا چکا ہے، اس کا، اس سے مقابلہ کرنا چاہئے۔ انگلستان کے عمومی قانون اور نصفت کی عدالتوں نے، کبھی بصراحت، اس باہمی امداد کے طریقے کو، عدالتہائے ملک غیر کے ساتھ نہیں برتا؛ اگرچہ انکے اس اصول سے، کہ ملک غیر کی عدالتوں کے فیصلے بنائے دعاوی پیدا کرتے ہیں، وہی نتائج پیدا ہوئے، جو بڑی حد تک، ان نتائج کے مماثل تھے۔ اور ہر طریقہ عمل میں، یہ سوال پیش آتے ہیں، کہ آیا عدالت ملک غیر کا فیصلہ، جائز ہے، اور آیا، اسکی بواسطہ یا بلا واسطہ تعمیل کے، قبل، اسکی جانچ کا حق یا فرض عائد ہوتا ہے یا نہیں؟-

381

دفعہ ۳۱۴ ملک غیر کی تخصیصی تجویز جو حسب صراحت بالا، بنائے دعویٰ ہو سکتی، یا جسکی تعمیل کرائی جا سکتی ہے، ایسی ہونی چاہئے، کہ اس سے مدعی علیہ پر، فی الحال رقم ادا کرنے کا فرض عائد ہوتا ہو۔ اگر تجویز مذکور کی، اپنے ملک میں، اس مدت کے اندر، جو مرافعہ کے لئے دیگئی ہے، یا بہ انتظار تصفیہ مرافعہ، تعمیل نہیں ہو سکتی، تو وہ انگلستان میں بھی، اس عرصہ مدت میں، تعمیل نہیں پا سکتی؛ لیکن اگر اپنے ملک میں، تعمیل کو اس طرح ملتوی کرنا ضرور نہیں ہے، تو مرافعہ کا زیر کارروائی ہونا، انگلستان میں، دعویٰ دائر کرنے کا مانع نہ ہوگا؛ اگرچہ انگلستان کی عدالتوں کو، اپنے حکمنامجات کے بیجا استعمال

اور روکنے کے لئے، بلحاظ انصفت دست اندازی، اور مناسب شرائط پر تعمیل کو روک دینے کا حق ہو سکتا ہے۔

ملک غیر کی تجویز کی بنا پر دعوی نہیں ہو سکتا، جبکہ بہ انتظار تصفیہ مرافعہ، خود اس ملک میں، اسکی تعمیل رک گئی ہے؛ البتہ اس شرط کے ساتھ دعوے ہو سکتا ہے کہ اس امر کی ضمانت دیجائے کہ اگر فیصلہ مرافعہ میں منسوخ ہو جائے گا، تو رقم وصول شدہ واپس دیجائے گی۔ مقدمہ ٹرک بنام شیڈن (۱۸۵۳) ۲۔ اے۔ بی۔ ۱۴۱۔ بنچ کمشتل۔ ڈیمن۔ کرامپٹن؛ جب اس ملک میں، جہاں تجویز ہوئی، مرافعہ کا کوئی اثر ظاہر نہ کیا جائے، تو مرافعہ مانع نہیں ہو سکتا؛ البتہ حسب ہدایت بالا بربنائے نصفت، دست اندازی ہو سکتی ہے۔ مقدمہ اسکاٹ بنام پلکنٹن (۱۸۶۲) ۲۔ بی و ایس ۱۱۔ کاکبرن۔ کرامپٹن۔ بلیکبرن؛ نیز ملاحظہ ہو الیمون بنام فرنیوال (۱۸۳۴) ۱۔ سی۔ ایم و آر۔ ۲۹۷، بنچ، پارک۔ وغیرہ۔

اسپین کی غیر مختتم (Remate) تجویز، جو اسی عدالت میں مقدمہ کی دوبارہ دریافت کی اجازت دیتی ہو، وہاں قابل تسلیم ہے، آخری اور قطعی تجویز نہیں متصور ہو سکتی، کہ اسکی بنا پر انگلستان میں دعوی دائر ہو سکے۔ مقدمہ ہینڈرسن نومیاں بنام فرینین (۱۸۸۹) ۱۵۔ مرافعہ ہی۔ آئی ۱۔ بنچ ہرشل۔ براموِیل۔ ایشبرن؛ جنہوں نے ایس۔ سی (۱۸۸۷) ۳۲۔ چانسری ڈویژن۔ ۳۴۴۔ بنچ، کاٹن۔ لنڈلے۔ بوین، کی تجویز کو بحال رکھا، جب سے۔ ایس۔ سی (۱۸۸۷) ۳۵۔ چانسری ڈویژن ۳۰۰ بنچ، تارتھ کی تجویز منسوخ ہو گئی۔ ملاحظہ ہو مقدمہ جینیٹ بنام فیورسٹ [۱۹۰۸] ۲۵۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۲۴۵۔ بنچ برنے؛ نان و نفقہ کی ایسی تجویز، جو کہ بچہ کے حالات کے لحاظ سے تبدیل ہوتی رہے، مختتم اور قطعی تجویز نہیں قرار پاسکتی۔ مقدمہ میکارٹنے [۱۹۲۱] ۱۔ چانسری۔ ۵۲۲۔ بنچ، ایسٹبری۔

اسیطرح، زوجہ کے نان و نفقہ کی تجویز، جس کی ادائی باقساط ہوتی ہو، اور جسمیں عدالت کو، اپنی تجویز کے رد و بدل اور تنسیخ کا اختیار رہا، مختتم اور قطعی نہیں قرار دیجا سکتی۔ مقدمہ ہیردیپ بنام ہیردیپ [۱۹۴۰] ۲۔ کے۔ بی۔ ۲۸۶ بنچ ہسینکی۔

دفعہ ۳۱۵ نیز جو فرض ادائی رقم کا، مدعی علیہ کے ذمہ عائد کیا جائے، اس کا بنائے دعویٰ کے تصفیہ کے متعلق ہونا لازم ہے۔ ملک غیر کی عدالت کا یہ حکم — کہ ایک معین رقم، عدالت میں داخل کر دی جائے، جو حسب تجویز آئندہ صرف ہو سکے گی؛ — انگلستان میں تعمیل نہیں کرایا جا سکتا۔

مقدمہ ایم ڈال بنام ایم ڈال [۱۹۲۱] ۲-اے-آر۱۴۸۰-جج، لون-گاراٹن-بہم مختلف آرائے — اس مقدمہ میں، عدالت ملک غیر کی اس تجویز کی نسبت، — کہ ایک زوجہ کے نان ونفقہ کی رقم، تا حکم ثانی، عدالت میں داخل ہوتی رہے؛ — یہ قرار پایا، کہ "وہ غیر مختتم اور قطعی نہ تھی، اور اس کی تعمیل آئرلینڈ میں نہیں ہو سکتی"۔ پال بنام رائے (۱۸۵۲) ۱۵-بیو-۴۳۵-جج، روملے۔

382 **دفعہ ۳۱۶** ملک غیر کے ضمنی حکم، متعلقہ ادائی خرچہ کی تعمیل، انگلستان میں نہیں کرائی جا سکتی۔

مقدمہ شیہی بنام پروفشنل لائف انشورنس کمپنی (۱۸۵۷) ۲ سی-بی (سلسلہ جدید) ۲۱۱-جج کرسول-کاکرن-کروڈر۔

دفعہ ۳۱۷ اگرچہ ملک غیر کے ایسے فیصلہ کے خرچہ کی، جو بعد تصفیہ بنائے دعوے، خرچہ دلائے، تعمیل ہو سکتی ہے۔

مقدمہ رسل بنام اسمتھ (۱۸۴۲) ۹-ایم و ڈبلیو ۸۱۰-جج، ابنگر-پارک، ایلڈرسن-رالف۔ اس میں، ملک غیر کے مقدمہ تلاق کا خرچہ دلایا گیا تھا۔

دفعہ ۳۱۸ ملک غیر کا فیصلہ، ایک معین رقم کے متعلق ہونا چاہئے۔

اس لئے اگر رقم مجوزہ عدالت سے کوئی رقم خرچہ منہا ہونے کے قابل ہو، تو اس کی بابت، عدالت ملک غیر میں حصول کا ادا کیا جانا لازم ہے؛ قبل اس کے، کہ اس کی بنا پر دعویٰ دائر ہو سکے۔ مقدمہ سیڈلیر بنام رابنسن (۱۸۰۰) ۲ کیمپ۔ ۲۵۲-جج، ایلنبرو۔ گروز۔ لی بلینک۔ چیلی۔

چونکہ انگلستان میں اصل بنائے دعویٰ، عدالت ملک غیر کی تجویز سے ساقط نہیں ہو جاتا، اس لئے اگر تجویز نہ کورہ ایک معین رقم کے متعلق ہو، اور اس میں

مدعی علیہ کو اپنا عکسی دعویٰ پیش کرنے کی آزادی نہ دی گئی ہو تو یہ انگلستان میں مدعی کے حق میں مفید شہادت متصور ہوگا؛ اگرچہ مدعی علیہ کو اس غرض سے کارروائی کو ملتوی رکھنے کی درخواست کرنے کا حق ہوگا کہ وہ اپنا عکسی دعویٰ حسب حق محفوظہ عدالت بیرون ملک میں پیش کر سکے۔ مقدمہ

ہال بنام اوڈیبر (۱۸۰۹) ۱۱۔ ایسٹ ۱۱۸۔ بیج، بر حوالہ تذکرہ بالا۔

دفعہ ۳۱۸ (الف) اور وہ بحیثیت تمادی قانون معاہدہ کے، انگریزی قوانین میعاد کے لحاظ سے خارج المیعاد نہ ہونا چاہیئے۔

مقدمہ روچی بنام تلدجی (۱۸۹۴) ۱۱۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۲۰۴۔

دفعہ ۳۱۸ (ب) اور فیصلہ ملک غیر کارروائی فوجداری میں نہ صادر ہوا ہو، کیونکہ اس کی تعمیل، بالآخر اس قاعدہ کے خلاف پڑے گی کہ — "کسی ملک کی عدالت، دوسرے ملک کے قوانین فوجداری کی تعمیل نہیں کرائے گی" — اس قاعدہ کے مقاصد کے لئے، قانون فوجداری کا معیار یہ ہے کہ تاوان (Penalty) حکومت، یا ایسے مجاز عہدہ دار کی استدعا، پر جو حکومت کی طرف سے، اس کام کیلئے مقرر ہو، یا عامہ خلائق میں سے کسی شخص کی درخواست پر، جس کی حیثیت عام مخبر کی ہو، وصول کیا جا سکتا ہو، اور وہ عدالت جس میں، اس فیصلہ کی بنا پر، دعویٰ دائر ہوا ہو، اندرون قاعدہ، عدالت صادر کنندہ فیصلہ کی فوجداری حیثیت کی پابند نہ ہو۔

ہنگٹن بنام اٹرل (۱۸۹۳) اے۔ سی۔ ۱۵۰۔ بیج، میں خود۔ و لارڈز بالسبری۔ براموِل۔ واٹسن۔ مارس۔ شینڈ تھے۔ فیصلہ جسٹس الٹسن نے، صادر کیا تھا۔

جو تجویز ہرجہ کے متعلق، بطور فریق دیوانی شامل ہونے کی بنا پر، ایک فرانس کے فوجداری مقدمہ میں، حاصل کی گئی ہو، وہ، تجویز فوجداری سے جدا کر کے، انگلستان میں، تعمیل کرائی جا سکتی ہے۔ مقدمہ رالن بنام فشر (۱۹۱۱) ۲۔ کے۔ بی۔ ۹۳۔ بیج، ملاحظہ۔

دفعہ ۳۱۹ دفعہ ۳۱۱ میں، جو شرط "متقدرہ" کی لگائی گئی ہے؛ اب ہم اس سے بحث کرنا چاہتے ہیں؛ سب سے پہلے یہ امر قابل لحاظ ہے، کہ یہاں جب اقتدار

سے ہم کو بحث ہے، وہ خانگی نہیں، بلکہ بین الاقوامی اقتدار ہے؛ کیونکہ ایک تجویز کا ملک غیر میں تعمیل کرانا، اس اقتدار کے سوال سے مختلف ہے، کہ آیا وہ اندرونی مقاصد کیلئے معقولیت پر مبنی ہے یا نہیں؟ لارڈ ہالسبری نے، مقدمہ آشبری بنام ایلیس (۱۸۹۳) اے۔ سی۔ ۳۱۹ صفحہ ۳۲۴ میں، جوڈیشل کمیٹی کا فیصلہ صادر کرتے وقت، جو کچھ کہا تھا، وہ دیکھنا چاہئے۔ ــــ نیز اسی بنا پر، جس اقتدار سے یہاں بحث کیجا رہی ہے، اس کو، ان قوانین سے کوئی تعلق نہیں، جس کے ذریعہ سے "مقدمات" اسی ملک کی مختلف عدالتوں میں تقسیم ہوتے ہیں؛ مثلاً عدالت ہائے تجارت، اور ان عدالتوں میں، جو فرانس میں، سول ٹربونلس (civil tribunals) کے نام سے موسوم ہوتی ہیں؛ اگر ملک غیر کا مقدمہ، اسی ملک کی ایسی صحیح اور مناسب عدالت میں پیش نہیں ہوا تھا، جو بین الاقوامی طور سے اسکی مجاز تھی، ــــ تو، یہ ایک ایسا عذر تھا، جو اسی عدالت میں پیش کیا جانا چاہئے تھا۔ مقدمہ دانیکولن بنام لارڈ (۱۸۶۳) ۱۵۔ سی۔ بی۔ این۔ ایس۔ ۳۴۱ صفحہ ۳۵۰۔ ۱۲ فقرہ۔ ۲۶۸ ازل و ۴۰، ۲۔ کیٹنگ۔ ــ عذر، انگلستان میں، فریق مقدمہ کیطرف سے نہیں پیش ہو سکتا۔

دفعہ ۳۱۹ (الف) جس عدالت کے حدود ارضی میں، مدعی علیہ نے، توطن، بصراحت اس غرض سے اختیار کرلیا ہے، کہ وہ کسی معاملے کے متعلق، عدالتی کارروائی کر سکے، تو عدالت مذکور، اس کارروائی کے لئے عدالت مقتدر ہے۔ 383

مقدمہ دیلی بنام ڈیبرگ (۱۸۴۹) ۴۔ اے۔ ایکس۔ سی۔ اتیگ ۔ ۲۹۰ بنچ، ایلڈرسن۔ بوکات۔ رالف۔ پلیٹ۔ یہ صورت ہذا کا، ایک مخصوص مقدمہ ہے؛ اگر مدعی علیہ کسی ایسی دستاویز کا فریق ہوگیا ہے، جس کی بنا پر، اس کا توطن، ان فرائض کی وجہ سے، جو اس دستاویز سے پیدا ہوتے ہوں، ایک خاص مقام قرار پاتا ہے؛ مگر شرط یہ ہے کہ اس نے اور ان توطن اختیار کرلیا ہو۔ کوپن بنام ڈیبٹ (۱۸۰۴) ایل۔ آر۔ ۹۔ اے فائیکس سی ایچ۔ ۲۴۵۔ بنچ، کیلی۔ ایملنڈ۔ اینٹ تو (۱۸۰۵) ۱۰۔ اے ایکس۔ ڈی۔ ۱۷۔ بنچ، کیرنس، بلیکبرن ویبرنٹ تو مقدمہ فیرک بنام سیرڈ (۱۹۰۲) ۱، ۱۔ ایل۔ جے۔ کے۔ ۵۰۹۔ بنچ، والٹن تو مقدمہ جیناٹ بنام فیوریسٹ (۱۹۰۸) ۲۵۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۴۴ بنچ، برتے ہو ــــ یہی اثر نہ ہوگا، اگر مدعی علیہ ایک کان کا، ایسے ملک میں شریک

نے کہا، کہ انصاف کے ہر اصول کے لحاظ سے یہ امر بالکل صاف ہے، کہ تم کو ثابت
کرنا چاہیے کہ فریق کی طلبی عمل میں آئی؛ یا کم از کم، وہ کبھی اس جزیرہ میں آیا تھا۔
جو مقدمہ لارڈ مینسفیلڈ کے سامنے پیش تھا، اس میں، اس کا ثبوت موجود
تھا، کہ جو شخص، جزیرہ سے چلا گیا ہے، وہ اپنی طرف سے، ایک مختار کارروائی
کرنے کے لئے چھوڑ گیا ہے؛ یہاں بھی یہ تسلیم نہیں کیا ہے کہ الفاظ، جو "اس
زمانہ میں جزیرہ میں تھا" کی جگہ، یہ نہ پڑھے جائیں کہ جو ایک زمانہ میں رہتا تھا"۔
مقدمہ بیکیٹ بنام میکارتھی (۱۸۳۱) ۲- بی- اینڈ- اے ۹۵۱ نج لینڈرڈن۔ 385
پارک وغیرہ —— ممالک غیر کے قانون میں یہ حکم ہے کہ اطلاع نامہ کی تعمیل،
سرکاری عہدہ دار پر ہونی چاہیے؛ مگر اسکے متعلق کوئی حکم نہیں ہے،
کہ وہ غیر حاضر فریق کو اطلاع دے؛ اگر یہ کافی متصور ہوا، کیونکہ یہ تسلیم کرنا ضرور
ہے" کہ عہدہ مذکور، وہ کارروائی کرے گا، جو اسکے عام فرائض منصبی کی انجام دہی
کے لحاظ سے ضرور ہے"۔ مقدمہ ڈال بنام ہوپ (۱۸۳۷) ۵- سی- اینڈ ای
میں جسٹس بروام نے کہا، کہ "بیکیٹ بنام میکارتھی کا مقدمہ قانون
کی انتہائی حد پر ہے؛ مگر اس مقدمہ کا مدعی علیہ ایسی نوآبادی میں، جہاں ابتداً
اس کے مقابلہ میں، دعوی ہوا تھا، عہدہ دار سرکاری تھا۔ اور اب
اسپر اتفاق ہو گیا ہے، کہ مقدمہ ہذا، باشندگی کے فرائض پر، جو اسی معنوی
استدلال سے پیدا ہوتے ہیں، مبنی ہے۔ ایمینوایل بنام سائمن [۱۹۰۸]
۱۔ کے۔ بی۔ ۳۰۲: نج۔ الورسٹن۔ بکلے۔ کینیڈی ج
مقدمہ ایوینی بنام ٹرنگ (۱۸۲۲) ۸- بی ۳۳۵: میں اٹلی کی عدالت
امیر البحری نے، بخلاف گرفتار شدہ، ایک جہاز کے، جو گرفتار کر کے واپس لایا گیا
تھا، ہرجہ اور خرچہ دلایا! —— بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہاز، بعد گرفتاری،
عدالت میں تصفیہ کیلئے نہیں پیش کیا گیا؛ ثبوت ناقص تھا؛ لیکن عدالت، اور
گا تسلے نے، یہ رائے قائم کی، کہ گرفتار کنندہ کے نام حقیقی تعمیل اطلاع نامہ
کے ثبوت کی ضرورت نہیں؛ کیونکہ اسکا یہ خود فرض تھا، کہ وہ، مقدمہ کو عدالت میں
پیش کرتا ؟

مقدمہ ڈگلاس بنام فارسٹ (۱۸۲۸) ۴۔ بنگ۔ ۶۸۶۔ جج بسٹ وغیرہ میں بظاہر، یہ طے ہونا سمجھا جاتا ہے، کہ جائے توطن اصلی، جائز عدالت ہے؛ جبکہ مدعی علیہ، وہاں جائداد برقرار رکھتا ہے؛ بعد اس کے، کہ اس نے کسی دوسرے مقام پر توطن اختیار کرلیا ہو! ـــــ اور شاید یہ شرط بھی ہو، کہ دین متدعوۃ وہاں حاصل کیا گیا تھا۔" ہم اپنی تجویز؛ اسی صورت تک محدود رکھتے ہیں، جسمیں فریق مقدمہ، بربنائے پیدائش، اس ملک کا تابع تھا؛ جہاں، تجویز اسکے خلاف صادر ہوئی؛ اور صدور تجویز کے وقت، اس ملک کا قانون، اس کی جائداد کا محافظ تھا؛ دین، ایسے ملک میں لیا گیا تھا جسمیں تجویز صادر ہوئی ہے؛ اور مدعی علیہ، اس زمانہ میں وہیں رہتا تھا۔" یہی صحیح ہے۔ ـــــ اگرچہ اتباع کا ذکر کیا گیا ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ اس کا مقصد، ضرور توطن تھا؛ کیونکہ مقدمہ زیر بحث میں، تجویز، اسکاٹ لینڈ میں، ایک اسکاٹ لینڈ کے رہنے والے کے خلاف، حاصل کی گئی تھی؛ جو ہندوستان میں جاکر رہنے لگا تھا؛ پس اس کا، انگریزی حکومت کا تابع ہونا ـــــ ہندوستان کی انگریزی عدالتوں کو چھوڑ کر ـــــ اسپر اسکاٹ لینڈ میں، دعوے کرنے کیلئے کافی وجہ نہ تھی۔ مقدمہ گسن بنام گسن [۱۹۱۳] ۳۔ کے۔ بی۔ ۳۷۹، جج اٹکن، میں دلیل متذکرۂ بالا، ناپسند کی گئی تھی؛ اور یہ طے ہوا، کہ جو شخص، ایک انگریزی نوآبادی میں پیدا ہوا ہو، وہ، اس نوآبادی کی ایسی رعایا نہیں ہو جاتا، کہ جو فیصلہ اس کی غیر حاضری میں، نوآبادی مذکور کی عدالت سے حاصل کیا جائے، وہ یہاں قابل تعمیل قرار پائے۔ اتباع کا ایک ایسا یکساں سلسلہ ہے جسمیں تمام ایسے لوگ، جو بادشاہ کے ممالک محروسہ میں پیدا ہوئے ہیں، منسلک ہیں؛ ممالک محروسہ کے کسی خاص جز کا اتباع، ایسا نہیں ہو سکتا کہ اسپر اقتدار کی بنیاد، قائم کیجا سکے۔

توطن اور اسکے ساتھ ملک میں جائداد کا ہونا، ملک غیر کی عدالت کی تجویز کے جواز کے لئے، کافی وجہ متصور ہو سکتی ہے۔ مقدمہ گوان بنام بریڈ وڈ [۱۹۴۰] ۱۔ ایم۔ و جر۔ ۲۰۲۔ ۲۰ ایس سی۔ ایل۔ آر۔ ۱۲۸؛ میں تمام ججوں کی یہی رائے معلوم ہوتی تھی ؎

مقدمہ رینالڈ بنام فنٹن (۱۸۴۶) ۳۔ سی۔ بی۔ ۱۸۷، جج ٹنڈل

وکرتسول: میں جو امر اہم سمجھا گیا تھا، وہ صرف یہی تھا، کہ آیا مدعی علیہ کو، ملک غیر کی عدالت کے مقدمہ میں، جواب دہی کا موقع تھا یا نہیں؟ اس موقع کا نا کافی ہونا، انگلستان میں تعمیل کیلئے، جہاں بین الاقوامی جواز کا کوئی اور طریقہ موجود نہ ہو، مقدمہ ٹرنر بنام واکر [1892] 67 ایل۔ ٹی 676۔ بیچ دراثت ۔۔۔ اور مقدمہ سردار گوردیال سنگھ بنام راجہ آف فرید کوٹ [1894] اے سی 670۔ بیچ دراثت۔ اور ب۔ بیکانن بنام روبنسن تنفیذ ۔۔۔ ہائی کورٹ جس کا فیصلہ ملبورن ۔۔۔ نے صادر کیا، ثابت قرار پا چکا ہے۔

قاعدہ ۲۲ عدالت مخصوص ذمہ داری (Forum special obligationis) کے متعلق بھی، یہ امر ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے، کہ روما کے اصول کے لحاظ سے بھی، جو ایک حد تک قبولیت عام کا مستحق متصور ہو سکتا ہے، اس عدالت 386
کی بنیاد، صرف ذمہ داری پر قائم نہیں ہے؛ بلکہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے، کہ یا تو خود مدعی علیہ، ملک میں موجود ہو، یا وہاں، اس کی کوئی جائداد، واقع ہو۔ دیکھو صفحہ ۲۲۱۔ برخلاف اس کے، انگلستان میں، جہاں ابتداءً ان مخصوص عدالتوں کا پتہ نہ تھا، مگر بعد، پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے ذریعے سے، ایک زمانہ تک ان مدعا علیہم پر، جو ملک میں موجود نہ ہوتے تھے، اور نہ وہاں ان کی جائداد واقع ہوتی تھی، ایسے معاہدات کے معاملہ میں، جو انگلستان میں کئے جاتے تھے، اور ان کے ایسے نقض اور ہرجہ کے متعلق، جو اندرون ملک واقع ہوتے تھے، اختیارات، کام میں لائے جاتے رہے۔ اور اب انگریزی عدالتیں، ان مدعا علیہم پر، جو ملک سے باہر ہوں اور جن کی جائداد بھی اس ملک میں نہ واقع ہو، ان معاہدات کے نقض کے متعلق ہیں، جنکا شرائط مندرجہ معاہدہ کے لحاظ سے انگلستان میں عمل میں آنا، لازمی ہو، اقتدارات کا استعمال کرتی ہیں۔ دیکھو صفحہ ۲۴۴ ۔۔۔ اس بنا پر، یہ امید کی جا سکتی تھی، اور واقعات بھی اس کے مؤید تھے، کہ انگلستان کے قدیم نظائر، عدالت مخصوص ذمہ داری کے متعلق، فراموش رہیں گے: اور نظائر مذکورہ عدالتہائے ملک غیر کے جواز کی بنیاد، نہ قرار پائیں گے، اور اس سے بعد کی نظائر میں گو وہ ایک درجہ تک قبول کئے جائیں گے۔ مگر ان حدود پر، جو قانون روما میں مقرر تھے، زور نہ دیا جائیگا؛ اور نہ اس ۔۔۔ کار

اس ملک میں، فن قانون کی ترقی کے ساتھ، یہ اصول، بین الاقوامی جواز کی بنیاد کی حیثیت سے، بالکل بیکار اور فضول ہو جائیگا۔" ایسے مدعی علیہ پر اختیارات کے استعمال میں، جو دوسرے طریقہ سے، اس ملک کی عدالتوں کا، جہیں بنائے دعویٰ پیدا ہوئی ہو، یا (معاہدات کی صورت میں) مقام ادا کی عدالتوں کا تابع نہ ہو، کوئی استثنا نہیں کیا گیا ہے۔ ان صورتوں اور نیز ایسی تمام صورتوں میں، جہاں ذاتی مقدمہ ہو، اس ملک کی عدالتیں، جہیں مدعی علیہ رہتا ہے، مجاز ہیں، اور انصاف کے لیئے، انہیں میں رجوع ہونا چاہئیے۔" مقدمہ سردار گرودیال سنگھ بنام راجہ آف فرید کوٹ [١٨٩٤] اے۔ سی۔ ٦٧٠ بحسب تجویز لارڈ سلبورن صفحہ ٦٨٤۔

اس سے مقدمہ شبانی بنام ویسٹنہولز کا یہ اصول بدیا تا ہے: کہ " اگر ذمہ داری کا معاہدہ کرنے کے وقت، مدعی علیہ ملک غیر میں تھا، مگر مقدمہ کے دائر ہونے سے پہلے، وہاں سے چلا گیا، تو ہماری رائے کا رجحان، اس طرف ہوگا، کہ اس ملک کے قوانین (مقصد عدود اختیارات سے ہے)، اس پر نافذ ہونگے؛ اگرچہ اس امر کا قطعی فیصلہ کرنے سے پہلے، ہم، اس پر بحث سماعت کرنا پسند کرینگے۔" ایل۔ آر۔ ٦ کیو۔ بی۔ ١٦١ —— اس مقدمہ میں، مدعی علیہم کی کوئی جائداد، اس ملک میں نہ تھی، جہاں کی عدالت نے فیصلہ صادر کیا تھا۔ کہ یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا ایسی صورت میں، وہاں کی عدالت معاہدہ (Forum Contractus) بھی، اس ملک میں قرار پاسکتی تھی۔ اگرچہ مدعی علیہم، اتفاقیہ طور سے، وہاں آگئے تھے، اور انھوں نے معاہدہ کر لیا تھا؛ ہر چند وہ لوگ، جو مقام انعقاد معاہدہ کے سختی کے ساتھ طرفدار ہیں، سوال صدر کا جواب، اثبات میں دینگے۔ مقدمہ روزیلان بنام روزیلان (١٨٨٠) ١٤ ۔ چانسری ڈویژن ٣٥١ میں بھی، مدعی علیہم کی کوئی جائداد، اس ملک میں نہ تھی، جہاں کی عدالت نے فیصلہ صادر کیا تھا۔ جسٹس فرائی نے، اس فیصلہ کی تعمیل کرانے سے انکار کر دیا، جو فرانس، مقام انعقاد معاہدہ میں حاصل کی گئی تھی؛ بغیر اس کے کہ مدعی علیہ کو اطلاع دیجائے۔ اور انھوں نے، اس امر کو، بہت اہم تصور کیا، کہ معاہدہ، اگرچہ فرانس میں ہوا تھا، مگر اس کی تعمیل، بظاہر، انگلستان میں مقصود تھی۔ صفحہ ٢٥٧ —— اس نامہ

بھی فیصلہ، ان حالات کے بغیر بھی یہی ہوگا۔ دیکھو اسپنول بنام سائمن [۱۹۰۰]
ا۔ کے۔ بی۔ ۳۰۲، مندرجہ تحت دفعہ ۳۱۹ (الف)۔ و مقدمہ جیفری بنام ویسٹر
[۱۹۰۸] ۲۵۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ج، بحکمل تر

دفعہ ۳۲۳ روما کی مخصوص عدالت ذمہ داری کے فیصلہ کے اجرا کے لئے، ملک میں جائداد کے علی سبیل البدل مشروط ہونے کے متعلق، مقدمہ شبالی بنام کیلین ہولز (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۶۔ کیو۔ بی ۱۴۲، ۱۶۲ کا، ایک دوسرا فقرہ نقل کیا جاسکتا ہے "ہم کو یہ بتادینا بھی ضرور ہے، کہ اگرچہ ہمارے نزدیک، کسی شخص کو، ملک غیر کی عدالت کے فیصلہ کے پابند کرانے کی، ان وجوہ کے علاوہ، جو مقدمہ ڈگلاس بنام فارسٹ میں بیان ہوئی ہیں، دوسری وجوہ بھی ہوسکتے ہیں، مگر ہم کو، اس میں، بہت شبہ ہے: کہ آیا، ایسی جائداد کا قابض ہونا، جو اس ملک میں واقع، اور وہاں کے قانون کی حفاظت میں ہو، پابندی کی ایک وجہ قرار پاسکتی ہے؟ ــــ جو امر متبادر ہوتا ہے، وہ یہ ہے: کہ اگرچہ ہر عدالت، بطور جائز، اس کا اختیار رکھتی ہے، کہ وہ، اس جائداد پر، جو اس کے حدود ارضی کے اندر واقع ہے، اطلاعنامہ کی تعمیل کرائے، مگر ایسی جائداد کا موجود ہونا ــــ جو ممکن ہے کہ بہت قلیل ہو، اس جائداد کے پردیسی مالک پر، تعمیل فیصلہ کے فرض، اور ذمہ داری، کو عائد کرنے کے لئے، کافی وجہ نہیں متصور ہو سکتا۔"

مقدمہ کیوان بنام اسٹورٹ متذکرہ تحت دفعہ ۳۲۱، بمقابلہ مقروض مدیون ڈگری (Garnishee) عدالت ملک غیر، دائر ہوا تھا، اور اس مدیون ڈگری کے مقروض کو، بمقابلہ دائن کے، اس جواب دہی کی اجازت نہیں دی گئی کہ اس کو مجبور کر کے، اس مقدمہ میں، رقم وصول کیجا چکی ہے، اس لئے، وہ دفعہ ہذا کے مضمون کے مخالف ہے۔

دفعہ ۳۲۴ جب کسی ملک کے واضعان قوانین، عدالت عمل (Forum actoris) قائم کرتے ہیں، تو ان اختیارات کی بنیاد، ایسے حالات پر قائم ہوتی ہے، جن کا تعلق، نہ مدعی علیہ کی ذاتیات سے ہے، اور نہ ذمہ داری سے، بلکہ مدعی کی ذاتیات سے ہوتا ہے (جیسا کہ نپولین کوڈ کی دفعہ ۱۴ میں کیا گیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۴۳۳ ــــ تو وہ، کافی اور موثر وجہ، ایسے فیصلہ کی تعمیل کی، انگلستان میں نہیں قرار پاسکتی۔

مقدمہ شیلسبری بنام پریسٹن ہولز (۱۸۰۰ء) ایل۔ آر۔ ۶ کیو۔ بی۔ ۱۵۵۔

نیز، بیلکبرن تیلور برشش سیٹنین۔

فرض کرو، کہ ملک غیر کی جس عدالت میں، فیصلہ صادر ہوا، وہ، ان وجوہ میں سے کسی وجہ کے لحاظ سے بھی، جن کا ذکر ہو چکا ہے، بین الاقوامی طور سے، مجاز نہیں متصور ہوتی ہے؛ تاہم فیصلہ مذکور کے، اس فریق کے مقابلہ میں، جس کے کسی طرز عمل سے، مقدمہ مذکور میں جواز پیدا ہو گیا ہو، انگلستان میں تعمیل ہو سکے گی۔

دفعہ ۳۲۵ "ہمارے نزدیک، یہ امر اصولاً بالکل صاف ہے، کہ اگر کوئی شخص بحیثیت مدعی کے، اپنے دعوے کیلئے، ملک غیر کی ایک عدالت کو منتخب کرتا ہے، تو وہ بعدہٗ اس عدالت کے فیصلہ کی نسبت، یہ کہنے کا مجاز نہیں ہو سکتا، کہ وہ اس کا پابند نہیں ہے۔" مقدمہ شیبائی بنام ویسٹن ہولز جیسا کہ دفعہ ۳۲۱ کے تحت میں لکھا جا چکا ہے۔ ایل آر۔ ۶ کیو۔ بی۔ ۱۹۱۔

388

ایک مقدمہ میں، مدعی علیہ کیطرف سے، یہ بحث کی گئی: کہ ملک غیر کا فیصلہ مدعیوں کے لئے، قطعی طور سے، قابل پابندی تھا! — جسٹس پارک نے، اپنے اور جسٹس اینگر ایلڈرسن اور گرنی کی طرف سے، فیصلہ صادر کیا؛ اور اس میں بتایا: کہ "مدعیوں نے، بیرونی عدالت کا انتخاب نہیں کیا تھا — اگر ایسا ہوتا، تو وہ، اس کے پابند کئے جا سکتے تھے؛ وہ محض پیرویی تھے؛ اور انہوں نے، ایک عکسی مقدمہ میں، مدعی علیہ کی غفلت کو، ایک غیر ملک میں پیش کیا، جس کے قوانین کی پابندی، ان پر لازم نہ تھی۔" مقدمہ جنرل اسٹیم نیویگیشن کمپنی بنام گیلو (۱۸۴۳) ۱۱ ایم۔ ڈبلیو۔ ۴۹۴۔

دفعہ ۳۲۶ "لیکن سوال یہ ہے: کہ کیا مدعی علیہ ملک غیر کی عدالت کے مقدمہ میں، حاضری اور جواب دہی سے، اپنے آپ کو پابند کر لیتا ہے؟ — ہم اس سوال کو غیر منفصل ہی رکھنا، مناسب سمجھتے ہیں؛ اور مدعی علیہ کی حاضری کے اثر کے متعلق، کسی رائے کا اظہار نہیں کرتے: بشرطیکہ اسکی حاضری، اس حد سے زیادہ، برضا و رغبت نہ ہو، کہ وہ، ایک ایسی جائداد کو، جو ملک غیر کی عدالت کے ہاتھ میں ہے، بچانے کی کوشش کرتا ہو اگر ساتھ ہی

اس کے، یہ ظاہر کر دینا بھی ضرور ہے، کہ جو فیصلہ، مقدمہ ڈی کاس بر بریک بنام راتھ لولن میں ہوا (۵)، قابل استناد ہے؛ جسمیں یہ قرار پایا: کہ جب مدعی علیہ برضامندی حاضر عدالت ہوتا ہے، اور اپنے حقمیں، فیصلہ ہو جانے کی توقع سے، مستفید ہوتا ہے، تو وہ، پابند ہو جاتا ہے؛ مقدمہ شلبیائی بنام ویسٹن ہولز مندرجہ دفعہ ۴۲۱۔ ایل۔ آر۔ ۶۔ کیو۔ بی۔ ۱۶۲، سے یہی ظاہر ہوتا ہے؛ کہ اگر مدعی علیہ، صرف مشروطی طور سے، حاضر ہو کر، اس اطلاع نامہ کی منسوخی کی استدعا کرے جس کی تعمیل، اسپر حدود اراضی کے باہر ہوئی، تو جو فیصلہ اسکے خلاف، عدالت ملک غیر سے صادر ہو، وہ جائز، اور یہاں، قابل تعمیل متصور ہوگا۔ مقدمہ ہیرس بنام ٹیلر (۱۵ ۱۹ [۲]۔ کے۔ بی۔ ۵۸۰۔ ج، سکلیے تجویز ڈ۔ بنکیز: جنہوں نے جسٹس برے کی تجویز کو، بحال رکھا۔ اس کتاب کی آخر طبع میں، ویسٹ لیک نے لکھا تھا: کہ اگر امر غیر منفصلہ کا فیصلہ، لارڈ بلیکبرن، اور انکے ساتھیوں کے رجحان، کے مطابق نہ ہوتا، تو مدعی علیہ کو، بمجبوری، اپنی جائداد موقوعہ ملک غیر سے، دست برداری کرنی پڑتی؛ اس غرض سے، کہ وہ، اپنی انگلستان کی جائداد کو، ایسی ملک غیر کی عدالت کے دستبرد سے محفوظ رکھ سکے: جس کو، بربنائے اصول مفروضہ، مقدمہ میں، کوئی بین الاقوامی اختیار حاصل نہیں ہے؛ اگر عدالت نے، ایک بعد کے مقدمہ میں، یہ طے کیا: کہ اگر مدعی علیہ برضامندی، ایسی حالت پیدا کر لیتا ہے، کہ ملک غیر کی عدالت کی تجویز کا پابند ہونا، اسپر فرض ہو جاتا ہے، تو ایسے فیصلہ کی تعمیل، اس کے خلاف، اس ملک میں ہو سکے گی۔ (ایل او سی۔ سی۔ انی کی صفحہ ۵۸۰)۔

(۵) مقدمہ ڈی کاس بر بریک بنام راتھ لولن (۱۸۶۱) ۶۔ ایچ و این۔ ۳۰۱۔ ج، مارٹن جیلین۔ وائلڈ؛ میں یہ بحث کی گئی تھی، ــــ کہ مدعی علیہم، اس ملک میں، جس کی عدالت سے فیصلہ صادر ہوا، جائداد کے مالک تھے، جو بحالت عدم حاضری ضبط ہو سکتی تھی؛ اور وہ، اپنی جائداد کو محفوظ رکھنے کے لئے، عدالت میں حاضر ہوئے؛ اور جواب دہی کی ــــ مگر یہ بحث منظور نہیں کی گئی ؛ مقدمہ وایونٹ بنام ہیرٹ۔ ۵۵۔ ایل جے (سلسلہ جدیدہ) کیو۔ بی۔ ۴۹: میں مدعی علیہم، ایک فرانس کے مقدمہ میں، اس وجہ سے حاضر ہوئے تھے، کہ انکا کاروبار، ایک فرانسیسی کارخانہ کے ساتھ تھا؛ اور وہ، عموماً ایسی حالت میں تھے، کہ عدالت فرانس کا فیصلہ ان کی جائداد موقوعہ فرانس کے مقابلہ میں، تعمیل ہو سکتا تھا! ــــ

389 جسٹس ایشٹر۔ کاٹن اور بوون نے، اس مقدمہ اور ایسے مقدمہ میں، جس میں جائداد مدعی علیہ کی حاضری سے پہلے ضبط کر لی گئی تھی، تمیز کی، اور مدعی علیہم کو پابند قرار دیا۔ —— اس عمل سے انھوں نے جسٹس وِلس ۴۵۔ ایل۔ جے۔ کیو۔ بی۔ ۵۲۱، کی تجویز کو، منسوخ کر دیا، جنہوں نے، یہ رائے قائم کی تھی: کہ "عدم حاضری کی حالت کی تجویز کی تعمیل میں، دوسری جائداد کو، بچانے کی کوشش کرنا ... تقریباً اسی قسم کی قرقی ہے: جو ایسی حالت میں ہوتی ہے، جس میں حاضری، اس جائداد کی حفاظت کے لئے، عمل میں آتی ہے، جو عدالت کے قبضہ میں ہوتی ہے"۔

تاہم ایسی صورت میں، کہ ملک غیر کی عدالت میں، فیصلہ، بعدم حاضری، ایک باشندہ انگلستان کے خلاف صادر ہوا تھا: اس نے، بعدہٗ، اپنے مال کی حفاظت کے لئے، جو عارضی طور سے، قرق کر لیا گیا تھا، عذر کیا، منظوری عذر کے بعد وہ، بطور مرافعہ علیہ کے، ملک غیر کی عدالت مرافعہ میں پیش کیا گیا: عدالت مذکور کا فیصلہ، اس کے خلاف، جائز قرار پایا، اور، اس کی تعمیل، انگلستان میں کرائی گئی: اس بنا پر، کہ اس کی حاضری، عدالت فرانس میں، برضامندی سمجھی گئی [۱]

مقدمہ گیوارڈ بنام ڈی کلرمونٹ [۱۹۱۴] ۳۔ کے۔ بی۔ ۱۴۵۔ جج لارنس

انگلستان کے ایک مدعی علیہ کے لئے، جس پر ملک غیر کی ایسی عدالت میں دعویٰ، کیا جائے، جس کے اختیارات کے متعلق، اس کو اعتراض ہو، محفوظ طریقہ یہ ہے: کہ اختیارات کے متعلق، عذر کر کے خاموش ہو جائے، جب تک کہ فیصلہ کی تعمیل کے لئے، انگلستان میں درخواست نہ پیش کی جائے۔ اس شکل میں، یہ ممکن ہے، کہ اس کی جائداد موقوعہ ملک غیر، اس کے ہاتھ سے نکل جائے، لیکن ملک غیر کے فیصلہ کی تعمیل، اس کی جائداد موقوعہ انگلستان کے متعلق، نہ ہو سکے گی۔ برخلاف اس کے، اگر وہ، کسی طرح، ملک غیر کی عدالت کے اختیار کو تسلیم کر لیتا ہے، تو یہ اختیار اس کے ہاتھ سے جاتا رہتا ہے! —— یہ اصول: کہ رضامندی کے ساتھ حاضری سے، اختیار پیدا ہو جاتا ہے، مقدمہ بھیرو کمپنی بنام بروکنہ و کمپنی (۱۸۸۹) ۶۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۸۵، جج کیو میں، قائم رکھا گیا —— اس میں، مدعی علیہم کو ملک غیر کے فیصلہ پر، اختیارات وغیرہ واقعات کی بنا پر، عذر تھا، اور اسی طرح

مقدمہ گارک بنام ہین کاک (۱۸۹۵) ۱۲۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۵۹۔ بنچ، رسل آف کلون۔ اور مقدمہ گیبرڈیو بنام مکسول وکمپنی (۱۹۰۸) دی ٹائمس نیوز پیپر ڈیمبر ۱۲۔ بنچ ایکنورڈ، میں ہوا ہے۔

قدیم نظائر میں، مقدمہ ملون بنام گنس (۱۸۱۰) ۲۔ کیمپ ۵۰۲۔ بنچ المنبرو، میں یہ واقعہ ــــ کہ مدعی علیہ، ملک غیر کی عدالت میں بذریعہ مختار، حاضر ہوا، مگر اس نے، کوئی عذر نہیں کیا ــــ اسکے خلاف، تعمیل فیصلہ کے لئے، کافی وجہ قرار پایا تھا لارڈ ایلنبرو، جو مقدمہ کیوان بنام اشورٹ، مندرجہ تحت دفعہ ۳۲۱، میں صرف اس ثبوت کو، کافی تسلیم کرلینے کے لئے آمادہ تھے، کہ فریق کی طلبی عمل میں آئی تھی، اسکے حاضری کے ثبوت کو، بدرجہ اعلیٰ، کافی تصور کرتے ہونگے! ــــ ان ججوں کی نسبت بھی یہی کہا جاسکتا ہے، جنھوں نے، مقدمہ رینالڈز بنام فنٹن مندرجہ تحت دفعہ ۳۲۱ کا فیصلہ کیا۔ برخلاف اسکے، دیکھو اجنرل اسٹیم نیویگیشن کمپنی بنام گیلو تحت دفعہ گزشتہ ہو۔

مقدمہ دی چلینج ڈرک ڈی آئل (۱۹۰۴) پی۔ ۴۱۔ بنچ اگورل بارنس، میں فریقین کی نسبت، قرار پایا: کہ وہ، بلجیم میں، حاضری کی بنا پر، فرانس کی عدالت کے پابند نہیں قرار دئے جاسکتے! ــــ بلجیم میں، ان کا جہاز، بہ انتظار فیصلہ عدالت فرانس، گرفتار کرلیا گیا تھا؛ اگر کسی شخص کو، عدالت ملک غیر میں، حاضری کا موقعہ ہو، اور وہ، بجائے اسکے عذر کیساتھ، رقم داخل کردیتا ہے، تو وہ، رقم ادا شدہ، بعدہ وصول نہیں کرسکتا۔ مقدمہ کلائیسڈیل اینک لمیٹڈ بنام شرودر وکمپنی (۱۹۱۳) ۲۔ کے۔ بی۔ ای ــــ دیکھو، صفحہ ۱۹۹ ہا

دفعہ ۳۲۶ (الف) جب ملک غیر کی عدالت کا فیصلہ بالتعیم کسی حیثیت پر موثر ہو، یا اسکے ضمن یا تائید میں، ذات کے متعلق ہو، اور عدالت صادر کنندہ کے قانون کے مطابق، حسب ضابطہ صادر ہوا ہو! تو وہ، انگلستان میں، انگلستان کے ایسے باشندہ کے مقابلہ میں بھی، جو نہ اس ملک کا متوطن اور نہ مقیم ہو، بحال رکھا جائے گا! کم از کم ایسی حالت میں، کہ صادر کنندہ اور تعمیل کنندہ، ایک بادشاہ کی عدالتیں ہوں۔

جسٹس اسکرڈٹن نے، مقدمہ فلپس بنام بیتھو (۱۹۱۳) ۳ - کے - بی - ۲۵ میں، ان جدید اقسام مقدمات کا ذکر کیا؛ جن میں، انگریزی عدالتیں، ملک غیر کی عدالتوں کی تجاویز کی تعمیل کرائیں گی۔ اس خاص مقدمہ میں، ہندوستان کی ایک عدالت کی تجویز کی تعمیل کرائی گئی: تجویز متعلقہ، برخلاف ایک انگلستان کے باشندہ کے مقابلہ میں تھی، جو طلاق کے مقدمہ میں، شریک مدعی علیہ تھا؛ اگرچہ نہ اس کا توطن، ہندوستان کا تھا، اور نہ وہاں، اسکی کوئی جائداد تھی۔ اسپر اطلاع نامہ کی تعمیل، بذریعہ رجسٹر خط کے ہوئی تھی! ــــ عدالت نے یہہ طے کیا: کہ ہندوستان کی عدالتوں کا اختیار، غیر حاضر شریک مدعی علیہ پر، اسی اصول کی بنا، پر قابل تسلیم تھا، جس اصول کے لحاظ سے انگلستان کی طلاقی عدالتیں، ملک غیر کے شریک مدعی علیہ پر، اپنے اختیارات کا نفاذ کرتی ہیں۔ دیکھو مقدمہ رینٹ واسٹورٹ صفحہ ۹۸ ــــ اور چونکہ طلاق کی تجویز ایک حیثیتی ڈگری (Decrec in rem) ہے جو ہر جگہ جائز متصور ہوتی ہے؛ اس لئے، جو ذاتی تجویز، اس کے ضمن میں، بمقابلہ شریک مدعی علیہ صادر ہوگی، وہ بھی یہاں جائز خیال کیجائے گی! ــــ جج کا رجحان، اس طرف معلوم ہوتا ہے؛ کہ اگر عدالت ملک غیر کی بھی ہو، اور ایک بادشاہ کے تحت نہ ہو تب بھی، اسکے اختیارات، قابل تسلیم اور تجویز قابل تعمیل ہے ــــ مگر یہ فیصلہ، فی الحقیقت انہیں مقدمات تک محدود ہے، جو ایسے ممالک کی عدالتوں سے صادر ہوں، جو ایک بادشاہ کی حکومت میں ہوں۔

دفعہ ۳۲۶ (ب) سالہ ۱۹۱۱ کی شاہی کانفرنس سے؛ یہہ سفارش ہوئی تھی؛ کہ سلطنت انگریزی کے مختلف حصص کی عدالتوں کے فیصلوں کی باہمی تعمیل میں، آسانی پیدا کئے جانے کا انتظام ہونا چاہئے ــــ اس تجویز کے مطابق، انتظام عدالت کے ایکٹ سنہ ۱۹۲۰ء (۱۰ و ۱۱ جارج پنجم فصل ۸۱)، جو عمل کیا گیا؛ اور اس کے حصہ دوم میں، سلطنت متحدہ میں، ان فیصلہ جات کی تعمیل، اور انکے اندراج، کا انتظام کیا گیا، جو سلطنت مذکور کی دوسرے حصص کی اعلیٰ ترین عدالتوں سے صادر ہوئے ہوں۔ جو فیصلہ جات درج رجسٹر ہوسکتے ہیں، وہ، ایسے فیصلہ جات ہیں، جو کسی دیوانی عدالت سے صادر ہوئے ہوں،

اور جن کی رو سے کوئی رقم واجب الادا قرار پاتی ہے۔ اس میں، فیصلہ جات ثالثی بھی شامل ہیں؛ مگر ایسے فیصلہ جات، اس سے خارج ہیں، جو ذاتی معاملات میں، صادر ہوئے ہوں؛ مثلاً — طلاق، وغیرہ۔ اس قانونی انتظام کا نتیجہ یہ ہے، کہ سلطنت انگلشیہ کی عدالتوں کے فیصلہ جات، جو درج رجسٹر ہو سکتے ہیں، ان کی تعمیل، انگلستان میں اسطرح ہو گی جسطرح، خود انگلستان کی عدالتوں کے فیصلہ جات کی ہوتی ہے؛ اور ڈگری دار کو، اس امر کی ضرورت باقی نہ رہے گی، کہ وہ، صادر شدہ فیصلہ کی بنیاد پر، انگلستان میں، ازسرنو کارروائی شروع کرے۔ مگر یہ امر پیش نظر رکھنا ضرور ہے، کہ مقدمہ کو، درج رجسٹر کرنا، عدالت کے اختیار تمیزی پر منحصر ہے؛ اور اس بنا پر، جو ضابطہ، اس موقعہ پر، اختیار کیا جاتا ہے، وہ، اس ضابطہ سے مختلف ہے، جو اسکاٹلینڈ یا آئرلینڈ کی عدالتوں کے فیصلہ جات کی تعمیل کے متعلق انگلستان میں اختیار کیا جاتا ہے، جن کا، ہر صورت میں، درج رجسٹر کیا جانا، لازم ہوتا ہے[1]۔

اسی ایکٹ کی دفعہ ۹ (۲) میں، ان صورتوں کی صراحت، موجود ہے، جن میں 391
فیصلہ جات کو، درج رجسٹر کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ "جس سے ان اصولی شرائط کا پتہ چلتا ہے، جن کی بنا پر، ملک غیر کے فیصلہ جات تسلیم نہیں کیے جاتے"۔

کوئی ایسا فیصلہ، درج رجسٹر نہیں ہو سکتا، جو کہ فریب سے حاصل کیا گیا ہو؛ یا اس کا مرافعہ دائر ہو؛ یا دائر ہونے والا ہو؛ یا اس کا بنائے دعویٰ ایسا ہو، جس کا رجسٹر پر درج ہونا، کسی مصلحت عامہ کے خلاف ہو؛ یا اگر عدالت ابتدائی نے، بلا اختیار کے کام کیا ہو۔

اور نہ کوئی ایسا فیصلہ، درج رجسٹر ہو سکتا ہے: اگر مدیون ڈگری:۔

(الف) ایسا شخص ہے، جو نہ عدالت ابتدائی کے حدود اراضی میں، عام طور سے رہتا، اور نہ کاروبار کرتا ہے؛ اور نہ خود، برضامندی، حاضر عدالت ہوا؛ اور نہ اس نے کسی دوسرے طور سے، عدالت مذکور کے اختیار کو تسلیم کیا۔ یا —

(ب) بحیثیت مدعی علیہ، اسپر عدالت ابتدائی سے، باضابطہ طور سے، اطلاع نامہ کی تعمیل نہ ہوئی، اور نہ وہ حاضر عدالت ہوا؛ اگرچہ وہ، عام طور سے، عدالت مذکور کے حدود اراضی میں رہتا، اور کاروبار کرتا تھا؛ یا عدالت مذکور کے

[1] دیکھو، پروفیسر کیتھ کا مضمون، رسالہ کمپیریٹو لیجسلیشن ۱۹۲۱ء، سلسلہ سوم، جلد ۳، صفحہ ۲۱۰۔

اختیارات پر رضامند ہو گیا تھا۔ اس سے، جو کچھ ظاہر ہوتا ہے، وہ یہ ہے: کہ اگر مدیون ڈگری، اس ملک میں، کاروبار کرتا یا رہتا ہے، جو سلطنت انگلشیہ کا ایک جز ہے، تو عدالت کو، اسپر اختیار حاصل ہے؛ اگرچہ اس کا توطن، وہاں کا نہیں ہے، اور نہ وہ "وہاں کاروبار کرتا ہے: مگر اس نے، باضابطہ تعمیل اطلاع نامہ کے بعد، عدالت کے اختیار کو تسلیم کر لیا ہے، تو فیصلہ، جائز متصور ہوگا۔ جو اصول مقدمہ ہیرس بنام ٹیلر (امریکہ)، اور مقدمہ گیوارڈ بنام ڈی کلرسنٹ (دیکھو صفحہ ۲۰۹ ایضاً)، قائم کیا گیا تھا، وہ، اسی کے مطابق ہے؛ اور اس سے، رضامندی کی ماضری کے قدیم اصول کو، ہر قسم کی تسلیم تک وسعت ہو جاتی ہے۔

دفعہ ۲۲۷ ایک عجیب صورت، جس کو، غالباً اصول جواز سے متعلق کرنا، غلط نہ ہوگا، اسوقت پیش آتی ہے، جبکہ ایک کمپنی کے، ملک توطن کے قانون کی رو سے، اس کے شرکا، اس کے معاہدات کے، ذاتی طور سے ذمہ دار ہوتے ہیں؛ اور ایک فیصلہ، جو اس کے خلاف، حاصل کیا جاتا ہے، وہ، اسکے ہر شریک پر، تعمیل کرایا جا سکتا ہے، اگرچہ وہ، انفرادی طور سے، مقدمہ میں فریق نہ تھے۔ ایسا فیصلہ، انگلستان میں، بذریعہ کارروائی عدالتی، کسی ایک شریک کے مقابلہ میں، تعمیل پا سکتا ہے: گویا وہ فیصلہ، ایک ایسی عدالت نے، صادر کیا تھا، جس کے جواز کو، اس نے، کمپنی مذکور میں، حصہ خرید کر، تسلیم کر لیا تھا۔ ملک غیر کے مقدمہ کی نسبت، یہ متصور ہوگا: کہ وہ، فی الحقیقت ہر شریک کے مقابلہ میں، مجموعی نام سے، دائر ہوا تھا؛ اور اس لحاظ سے، انگلستان میں، اس کا مقابلہ کسی ایک شریک کے تعمیل پانا، بالکل اصول جواز کے مطابق، سمجھا جائیگا۔

892 مقدمہ بنک آف آسٹریلیشیا بنام ہارڈنگ (۱۸۵۰) ۹ سی۔ بی۔ صفحہ ۶۶۱، وانڈ۔ آل۔ کرسول۔ بالنوز ڈیلی و مقدمہ بنک آف آسٹریلیشیا بنام نیاس (۱۸۵۱) ۱۶ کیو۔ بی۔ ۷۱۷، صفحہ ۷۱۷ ایضاً بہشتن۔ کالرج۔ و یٹمن۔ لیکن جب کمپنی کا توطن، انگلستان کا ہو، تو اس کا ملک غیر میں، اس غرض سے، رجسٹر ہونا، کہ وہ، وہاں بھی کاروبار کر سکے، اسکے شرکا، کو، اس کا مستوجب نہیں قرار دے سکتا۔ مقدمہ رسٹرن آئرن واکو موشیدور کس بنام فرنس (۱۹۰۶) ا۔ کے۔ بی۔ ۴۹، صفحہ کنیڈی۔ کالنس۔ رومر متفق ہو۔

دفعہ ۳۲۷ (الف) جب بین الاقوامی جواز ثابت ہو جائے تو ملک غیر کی عدالت میں، بے ضابطہ کارروائی کئے جانے کا عذر، اس فیصلہ کے متعلق، انگلستان میں پیش نہیں کیا جا سکتا؛ جب تک، کہ مقدمہ کی کارروائی، انگلستان کے نقطہ خیال سے حقیقی انصاف کے خلاف نہ ہو۔

مقدمہ میرٹن بنام ہیوز [۱۸۹۹] ا۔ چانسری ۱۸۰۔ جج، لنڈلے۔ رگبائی۔ واگھان ولیمس؛ جنھوں نے جسٹس کیکوچ کے فیصلہ کو، منسوخ کر دیا۔ دیکھو ا۔ جو کچھ، فطری انصاف کے متعلق، ملک غیر کی عدالت کے باضابطہ عمل کے سلسلہ میں، بمقدمہ برسروکمپنی بنام بروکر وکمپنی [۱۸۹۹] ۶۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۵۰۸۔ جج کیو؛ کہا گیا ہے، وہ دو جدید مقدمات میں، اس اصول کی تائید کی گئی؛ اور یہہ عذر، کہ ملک غیر کی عدالت کا فیصلہ خود فطری انصاف کی نفی پر مبنی ہے، ناقابل سماعت قرار پایا۔ مقدمہ اسکاٹ بنام اوٹفلڈ [۱۹۱۱] ۲۷۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۵۰۹۔ جج، لارنس۔ ومقدمہ ریمنسن بنام فیر [۱۹۱۳] ۳۰۔ ٹی۔ ایل۔ ۲۵۰۔ جج جنیل؛ ان دونوں مقدمات میں، ملک غیر کے ضابطہ پر اعتراض، بربنائے ادخال شہادت کے تھا۔ انگریزی عدالتوں نے، یہ قرار دیا، کہ اس سوال کے متعلق، جو اصولی اختلاف تھا، اس کی نسبت، یہ نہیں کہا جا سکتا، کہ وہ حقیقی انصاف کا معاملہ تھا۔

فرض کرو، کہ یہ ثابت ہو گیا، کہ ملک غیر کی عدالت مجاز تھی؛ یا یہ کہ مدعی علیہ، انگلستان میں، اسکے جواز پر اعتراض کرنے سے ممنوع ہے۔ اسکے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ملک غیر کے فیصلہ کا اثر، بطور امر فیصل شدہ Res judicata) کے ہوگا یا نہیں؟ یورپ کے دوسرے ممالک میں، ملک غیر کی تجویز کو قابل تعمیل قرار دینے کے مسئلہ میں، اس سوال کی یہ صورت ہو جاتی ہے: کہ آیا، قابل تعمیل قرار دینے سے پہلے، تجویز کو، اس نظر سے جانچنا چاہئے، کہ وہ بلحاظ واقعات اور قانون کے، درست ہے یا نہیں؟ انگلستان اور امریکہ میں، تجویز عدالت ملک غیر کی بنا پر، دعوی دائر کرنے میں، سوال کی شکل یہہ ہو جاتی ہے: کہ آیا تجویز مذکور، دعوے ڈگری شدہ کا قطعی ثبوت ہے، یا صرف قیاسی؛ جس کو مدعی علیہ اس کی واقعاتی یا قانونی غلطی، ثابت کر کے، رد کر سکتا ہے؟ دیکھا

کی کانگریس میں، جرمنی جماعتوں نے، باہمی تسلیم (Reciprocity) کا طریقہ اختیار کرلیا؛ اس طور سے، ریاست ہائے جرمنی، اور صرف ان ریاستوں کی تجویزیں، جو جرمن کی ریاستوں کی تجاویز کو، امرِ فیصل شدہ قرار دیتی تھیں، بغیر کسی جانچ اور پڑتال کے قابلِ تسلیم قرار پائیں۔ سلطنت جرمنی کے ضابطہ کی دفعات ۶۶۰ اور ۶۶۱ کی رو سے، جو سنہ ۱۸۷۷ء
393 میں نافذ ہوا، عدالت ملک غیر کی کوئی تجویز، قابل تعمیل نہیں ہے؛ جب تک اس خاص ملک کی عدالتیں، اسی طرح، جرمنی عدالتوں کی تجاویز کی تعمیل کی عادی نہ ہوں یہی عملدرآمد، عام طور سے، تمام یورپ میں رائج ہے؛ مثلاً سوئٹزرلینڈ اور سارڈینیا اور یورپ کی ریاستوں میں اور اسپین میں ترمعاہدہ نہ ہونے کی وجہ سے، باہمی تعمیل کا رواج، دیکھنا پڑتا ہے؛ وہاں بھی عدالت ملک غیر کی تجویز کی تعمیل ہو سکتی ہے؛ اگر ایسے نظائر موجود نہ ہوں، جن سے باہمی تعمیل کا انکار ظاہر ہوتا ہو۔ فرانس میں، بعد رد و بدل کے، آخر عملدرآمد یہ قرار پایا ہے؛ کہ ملک غیر کی عدالت کی ہر تجویز کی جانچ ہونی چاہئے؛ اگرچہ اس عملدرآمد پر، جو مجموعہ قوانین کی تعبیر، اور آئین سنہ ۱۶۲۹ء کی دفعہ ۱۲۱ کے احکام کو بحال رکھنے پر مبنی ہے؛ ایک عرصہ تک بحث ہوتی رہی۔ بلجیم اور رہنیش پروشیا میں، چونکہ یہ مسئلہ، فرانس کے مجموعہ قوانین کے نفاذ پر منحصر تھا جس کے ساتھ سنہ ۱۶۲۹ء کا آئین جاری نہیں ہوا تھا؛ اس لئے ملک غیر کی تجاویز کو، امر فیصل شدہ کا رتبہ دیا گیا ہے؛ البتہ بلجیم میں، قانون مجریہ ۹ ستمبر سنہ ۱۸۱۴ء کی رو سے، فرانس کی عدالتوں کی تجویزیں، اور رہنیش پروشیا میں، بربنائے نظائر، وہ فیصلے، جو پروشیا کے باشندگان کے خلاف، ایسے ممالک میں صادر ہوئے ہوں، جو پروشیا کی عدالتوں کے فیصلوں کو بغیر جانچ کے نہ قبول کرتے ہوں، اس سے مستثنیٰ رہیں۔

دفعہ ۳۲۸۔ انگلستان میں، بڑے تذبذب کے بعد، اب یہ قرار پایا ہے؛ کہ ملک غیر کی عدالت مجاز کا فیصلہ، عام طور سے، اس دعوے کا جو اس سے ڈگری ہوا، قطعی ثبوت ہے۔ لارڈ ڈینمن نے مقدمہ ہنڈرسن بنام ہنڈرسن (۱۸۴۴) میں اپنا اور جسٹس ولیمس، کالرج اور وائیٹمن کا فیصلہ صادر کرتے ہوئے کہا: کہ "اس امر کے متعلق، کہ مدعی علیہ کے ساتھ، نیو فاؤنڈلینڈ کی عدالت چانسری سے، انصاف نہیں ہوا؛ مختلف عذرات پیش کئے گئے ہیں۔ یہ کبھی قیاس نہیں کیا جا سکتا؛ بلکہ قیاس ہمیشہ اس کے خلاف قائم کیا جاتا ہے؛ جب تک کہ صاف طور سے یہ نہ ظاہر ہو، کہ ملک غیر کا قانون

یا کم از کم ملک غیر کی عدالت کی کارروائی کا کوئی جز، فطری انصاف کے خلاف ہے،
اور انھیں کی نسبت ہماری یہاں کی عدالتوں میں، بار بار دریافت عمل میں آئی ہے۔ مگر یہ
عمل، مقدمہ کی اس تحقیقات سے بالکل جدا ہے، جو واقعات مثبتہ کی صحت پر مبنی ہو؛
کیونکہ جو امر جواب دہی میں داخل ہے، وہ اسی عدالت میں پیش کیا جانا چاہیے تھا" ۶۔ کیو
بی ۔ ۲۹۰۔ جو امر یہاں فطری انصاف کے خلاف کہا گیا ہے، اسکا زیادہ تر تعلق، اس
بحث سے ہے، کہ آیا ملک غیر کی عدالت نے، غیر حاضر مدعی علیہ کی طلبی کے لئے جو طریقہ
اختیار کیا تھا، وہ صحیح تھا؟ — قبل اسکے کہ عدالتہائے ملک غیر کے جواز کے جانچنے کے لئے،
اختیارات کا معیار، اس طرح قائم ہو، جیسا کہ اس وقت قائم ہو گیا ہے، اسی قسم کے مباحث عام طور
سے پیش ہوا کرتے تھے جبکہ جواز کی بنیاد، عدالت مدعی علیہ یا عدالت مقام وقوع پر قائم
ہو؛ اس وقت، غیر حاضر مدعی علیہ کی اطلاع دہی کیلئے، اصطلاحی ذرائع کا کام میں لایا جانا
ضرور ہے؛ بعض اوقات، ایسی صورتیں بھی پیش آسکتی ہیں، کہ یہ ذرائع حقیقی اطلاع دہی کیلئے
کافی نہ ہوں؛ مگر باوجود اس کے، انصاف، مقدمہ کے التوا کا بھی مقتضی نہ ہو۔ یہ امر قرین 394
قیاس نہیں، کہ ایسے مہذب ممالک ہیں، جن میں خانگی قانون بین الاقوام کے قواعد نافذ
ہوں، ان میں، اطلاع دہی کے مصطلح ذرائع، صراحتاً ایسے ناقص ہوں، کہ ان کی بنا پر،
مدعی علیہ غیر حاضر کے مقابلہ میں، ایسی عدالت کے فیصلہ کی تعمیل سے، انگلستان میں انکار
کیا جا سکے، جو مسلمہ اصول کے لحاظ سے اسکے صادر کرنے کی مجاز ہو۔ اس سے مطلق انکار
نہیں کیا جا سکتا، کہ ایسی صورتیں پیش آسکتی ہیں، اور نہ یہ امر نظر انداز کیا جا سکتا ہے، کہ جو
مستثنیات، عدالت نے، مقدمہ ہنڈرسن بنام ہنڈرسن میں قائم کئے، ان کا استعمال،
دوسرے طریقہ پر، ایسی تجاویز میں ہو سکتا ہے، جن میں، ملک غیر کا قانون مندرجہ تجاویز مذکور،
انگلستان کے صحیح معیار اخلاق یا مصلحت عامہ کے خلاف ہو؛ اور زیادہ تر ایسی صورتیں،
جنہیں ایسے ملک کی عدالتوں کے قانون اور اختیارات سے بحث ہو، جو اس قدر
مہذب نہ ہوں، کہ وہ خانگی قانون بین الاقوام کے دائرہ ارتباط میں، داخل ہو سکیں؛ مگر
باوجود ان تمام امور کے، یہ مسلم ہے کہ یورپ یا امریکہ کی کسی ریاست کی معمولی عدالت
مجاز کی تجویز پر، انگلستان میں بر بنائے واقعاتی یا قانونی غلطی کے، کوئی اعتراض
نہیں ہو سکتا۔

یہ لارڈ ناٹنگھام کا اصول ہے، جنھوں نے، ایک شریک کو، دوسرے شریک پر، اس قسم کا بار عائد کرنے کی اجازت دی؛ جو اس نے، مشترکہ قرضہ کی بابتہ حسب تجویز عدالت ملک غیر ادا کی تھی۔ انھوں نے کہا: کہ اس کی صحت اور غیر صحت کی جانچ، یہاں نہیں ہوسکتی"؛ مقدمہ گولڈ بنام گینہام (١٦٧٩) ماخوذ از نسخہ قلمی ناٹنگھام، مندرجہ ٢- ایس۔ ڈبلیو۔ ٣٢٥۔ ایس۔ سی۔ ا۔ سی۔ اے۔ چانسری۔ ٣١١؛ مقدمہ کاٹسکٹن (١٦٧٨) نسخہ قلمی متذکرہ بالا مندرجہ ٢- ایس۔ ڈبلیو۔ سے یہ ظاہر ہوتا ہے: کہ اس فاضل جج نے، یہ اصول، اس وقت کی بنا پر اختیار کیا تھا، جو ازدواجی مقدمات میں، ملک غیر کی عدالتوں کی تجاویز کو دیجاتی ہے۔ اور جو عملدرآمد ملک غیر کی عدالتہائے امیر البحری کی تجاویز کی تعمیل کا جاری ہے، جس کے متعلق، ملاحظہ ہو صفحہ ٢٨٠؛ مقدمہ سنکلیر بنام فریزر میں، اسکاٹلینڈ کی عدالت سیشن نے ایک فریق کو، اس مطالبہ کی بابتہ دوبارہ ثبوت پیش کرنے کا حکم دیا، جس کے متعلق وہ جمیکا میں فیصلہ حاصل کرچکا تھا۔ ہوس آف لارڈز نے، یہ تجویز کی، کہ جمیکا کی اعلیٰ ترین عدالت کا فیصلہ، قرضہ کے بادی النظر ثبوت میں قبول کیا جانا چاہئے؛ یہ امر مدعی علیہ کے ذمہ ہوگا، کہ وہ، اس کی واجبیت پہ معترض ہو، یا یہ ثابت کرے، کہ وہ بے ضابطہ یا ناواجبی طریقہ سے حاصل کیا گیا ہے"۔ ١٧٧١-١۔ ڈوگ۔ ٤۔ اے۔ ٢٠۔ اسٹیٹ ٹرائلیں۔ ٤٦٨۔ جو جیہ اس میں کہا گیا ہے، اس سے، ملک غیر کی عدالتوں کے فیصلہ جات کے اعتبار کی نسبت، کوئی ایسا نتیجہ نہیں مستخرج ہوتا، جو مقدمہ ہنڈرسن بنام ہنڈرسن کے مستثنیات میں شامل نہ ہو، مگر اسوقت یہ سمجھا گیا، کہ اس سے غیر محدود جانچ کی اجازت مستنبط ہوتی ہے"۔ اور جسٹس مینسفیلڈ نے، مقدمہ واکر بنام وٹر میں بیان کیا، کہ "ملک غیر کی عدالتوں کے فیصلہ جات ہر جگہ بنائے دعویٰ ہوسکتے ہیں؛ مگر انکی جانچ ہوسکتی ہے"۔ (١٧٧٨) ١۔ ڈاک۔ ٦؛ مقدمہ گلبرتیہ بنام نیول (١٧٨٩) ١۔ ڈاک۔ ٦ میں، یہ دونوں اصول، بصراحت ایک دوسرے کے مقابل لائے گئے۔ جسٹس کینان نے یہ رائے دی، کہ "جو اصول، مقدمہ واکر بنام وٹر میں قائم

کیا گیا ہے"۔ یعنی یہ کہ ملک غیر کی عدالتوں کے فیصلہ جات یہاں قابل پابندی نہیں تھے۔ اس کی صحت کی نسبت مجھ کو بیحد شبہ ہے"۔ برخلاف اس کے جسٹس بلر نے کہا کہ "جو اصول، مقدمہ سنکلیر بنام فریزر میں قائم ہوا، وہ اسوقت سے ابتک صحیح سمجھا جاتا رہا ہے۔ یعنی یہ کہ ملک غیر کی عدالتوں کے فیصلہ جات، قرضہ کے بادی النظر میں ثبوت متصور ہونگے؛ اور اسوقت تک قطعی سمجھے جائینگے، جب تک کہ فریق ثانی کیطرف سے انکی تردید نہ کیجائے"۔

جسٹس میسفیلڈ اور بلر کی تقلید، مقدمہ فلپس بنام ہنٹر (۱۶۹۵) ۲۔ ایچ بی ایل ۔ ۴۱۰ ۔ میں جسٹس ایر؛ اور مقدمہ مارٹین بنام مارٹین میں جسٹس بیلی نے کی۔ آخر الذکر مقدمہ معاہدہ تحفظ نقصان کی نسبت تھا، جس کا تعلق، ایک ملک غیر کی عدالتی کارروائی سے تھا جس میں مدعی کے خلاف فیصلہ ہوا تھا۔ (۱۸۱۵) ۴۔ ایم و ایس ۱۴۴۔ جسٹس رو تیلی نے بھی، مقدمہ ریمیسس بنام ڈروجی (۱۸۵۷) ۲۲۔ بیو۔ ۵۰۱، میں ایک حد تک انکی پابندی کی پر برخلاف 395 اسکے مقدمہ مارٹن بنام نکلاس (۱۸۳۰) ۳۔ یم ۔ ۴۵۸ میں جسٹس شادویل، نے جسٹس ٹنکھام اور کنیان کا اصول اختیار کیا، اور مقدمہ مولٹ بنام ڈونگال (۱۸۳۴) ۸۔ بی ایل۔ این۔ آر۔ ۱۲۱۔ ۲۔ سی و ایف۔ ۴۷۰۔ اور ڈوان بنام سیمین (۱۸۳۷) ۵۔ سی و ایف ۔ ۱۲ میں برٹو ہام کے اصول سے کام لیا؛ اگرچہ وہ، اس سے پہلے ملک غیر کی تجاویز کے قابل جانچ ہونے کے، اسطرح طرفدار تھے؛ کہ یہ امر اشتباہ سے خالی نہیں، کہ آیا ان کے خیال میں، جواز یا مدعی علیہ کی اطلاع دہی، کے کافی یا ناکافی ہونے، یا ایسے اختلافات کے، جو اسلامی اور عیسائی ممالک کے قوانین میں پائے جاتے ہیں، کوئی اور امر قابل تنقیح تھا؛

جسٹس ہنکھام اور کنیان کا اصول، بالآخر مقدمہ ہنڈرسن بنام ہنڈرسن مندرجہ صفحہ ۔۔۔ سے قائم ہوگیا؛ دیکھو! مقدمات بنک آف آسٹریلیا بنام نیاس (۱۸۵۱) ۱۶۔ کیو۔ بی۔ ۷۱۷؛ ۲۰ ج ۔ اکسپل ۔ چیتس بیدہ ۔ کالم ۲ ۔ ومیج؛ ڈیکاش بریز یک بنام راتھہ بورن (۱۸۶۱) ۶۔ ایچ و این ۔ ۳۰۱۔ ۳۰ ج؛ مارٹن جمنیل۔

وائلڈ)۔ ــــ ویکولن بنام ہوارڈ (۱۸۶۳) ۱۵۔ سی۔ بی (سلسلہ جدید) ۳۴۱۔ جج، ارل۔ ولیمس کینگ۔ اگرچہ دو آخر الذکر مقدمات میں، تجاویز زیر بحث قطعی طور سے ملک غیر کی تجاویز تھیں، اور دو اول الذکر میں، نوآبادیات کی۔ مگر ہر مقدمہ میں، عدالت نے، جو الفاظ استعمال کئے، اس سے قطعی طور سے ملک غیر کی تجاویز، اور نوآبادیات کی تجاویز کی حیثیت مساوی ہو گئی۔ اور اس طور سے جس شبہ کا امکان، مقدمہ ہنڈرسن بنام ہنڈرسن (۱۸۴۳) ۲۔ آئی اے۔ ۱۰۰۔ دیکھو صفحہ ۱۱۷۰ و ۱۸۰۔ جج، وگریم سے ہوسکتا تھا، وہ رفع ہو گیا؛ یعنی، یہ کہ آیا نوآبادیات کی عدالتوں کی تجویزیں، زیادہ تر اعتبار کی مستحق تھیں، اس بنا پر کہ انکا مرافعہ اسی ملک میں سنا جاتا ہے؟۔

جو تجویز سزا، ملک غیر کی مجاز عدالت بعینہٖ فوجداری صادر کرے، وہ انگلستان میں، دیوانی کارروائی میں، انھیں واقعات کی بنا پر قطعی نہیں متصور ہو سکتی۔ مقدمہ کین بنام پلیس اسٹیم شپنگ کمپنی [۱۹۰۷] ۱۔ کے۔ بی۔ ۶۷۰۔ جج، لارنس۔ لوشن۔ کوزنس ہارڈی، وفارول

ملک غیر کی تجویز متعلقہ ذات کی تعمیل نہ ہو سکے گی، اگر اسکے ذریعے حرامی اولاد، جو باپ کے مرنے کے بعد پیدا ہوئی ہو، بعینہٖ باپ کی جائداد سے دوامی نفقہ کی مستحق قرار پاتی ہو، کیونکہ یہ تجویز انگلستان کی مصلحت عامہ کے خلاف ہے، اور انگلستان میں، یہ دعوے کی بنا نہیں ہو سکتی ہے۔ بمقدمہ میکارٹنی [۱۹۲۱] ۱۔ چانسری ۵۲۲۔ جج، اسٹبری کو

دفعہ ۳۲۹ کہا جاتا ہے، کہ جب ملک غیر کے مقدمہ کی تجویز کیلئے انگلستان کے قانون کو صحیح طریقہ سے، کام میں لانا ضرور ہو، اور ملک غیر کی عدالت نے قانون مذکور کو، غلط سمجھا ہو، تو انگلستان کی عدالتوں کو، اس کی تعمیل سے انکار کر دینا چاہئے، اور یہی نتیجہ، اس تجویز کا بھی ہونا چاہئے جسمیں ملک غیر کی عدالت نے پیش شدہ مقدمہ کے تصفیہ کے لئے، ایسا قانون منتخب کیا ہو جو خانگی قانون بین الاقوام کے ان اصول کے مطابق، جو انگلستان میں تسلیم کئے جاتے ہیں، صحیح نہ ہو لیکن یہ خیالات اسیقدر کمزور ہوتے جاتے ہیں جسقدر یہ خیال قوی ہوتا جاتا ہے، کہ ملک غیر کی عدالت

کی تجویز کو تسلیم کرنے کا لزوم، عدالت کے مجاز ہونے پر منحصر ہے؛ اور صحیح طور سے، جو امر تحقیقات طلب ہوتا ہے، وہ کلیتاً یہ نہیں ہوتا: کہ مقدمہ کی ہر ہیئت کی کارروائی حقیقی انصاف کے مطابق ہو؛ تاکہ اس کی بنا پر، مدعی علیہ پر ذمہ داری عائد کی جائے۔ جن غلطیوں کا اوپر ذکر ہوا، ان کو بہ نسبت دوسری واقعاتی اور قانونی غلطیوں کے، انگریزی عدالتیں ہی، زیادہ تر آسانی سے، دریافت کرسکتی ہیں، بہ لحاظ روئداد مقدمہ کی صحت کے لحاظ سے، یہ غلطیاں، دوسری غلطیوں سے مختلف نہیں ہوسکتیں۔

مقدمہ ارنات بنام رڈفرن (۱۸۲۵) ۲ سی۔ پی۔ ۸۸ میں، 396
بسٹ کی رائے، مقدمات مورہ سپرد (Nise prius) میں، ایسے فیصلہ جات زیر بحث ملک غیر کی تعمیل کے خلاف تھی، مگر جو بحث، بہ تائید حفاظت کی گئی، اس میں، یہ امر غیر اہم ثابت ہوا۔ مقدمہ نولی بنام ریٹی [(۱۸۳۱) ۲۔ بی۔ اے ڈی۔ ۷۵۷، بی۔ ج اشر ڈون وغیرہ میں]، مدعی علیہ، فیصلہ فرانس کی بنا پر، جو انگلستان کے قانون کی غلط فہمی پر مبنی تھا، بری الذمہ نہیں قرار دیا گیا؛ مگر جسٹس بلیکبرن نے، مقدمہ کاسٹریک بنام امری (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۴۔ ای و آئی۔ اے۔ ۴۲۵۔ میں بتایا، کہ اس مقدمہ میں، دوسرے امور سے بحث ہوکر، انہیں پر فیصلہ ہونا چاہیئے تھا؛ جسٹس ریولے کا مقدمہ ریلرس بنام وروس (۱۸۵۷) ۲۳ بیو۔ ۱۵۶۔ میں، اسطرف میلان تھا، کہ ملک غیر کا ایسا فیصلہ، جو خانگی قانون بین الاقوام کی غلط فہمی پر مبنی ہو، قابل تعمیل ہونا چاہیئے؛ مگر امر زیر بحث اہم نہ تھا۔ مقدمہ گوڈارڈ بنام گرے (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۶۔ کیو۔ بی۔ ۱۳۹۔ میں جسٹس بلیکبرن اور ملور نے، انگریزی قانون کی غلط فہمی کو، بطور عذر قبول کرنے سے انکار کیا؛ مگر جسٹس ہینن، اس فیصلہ کے لیئے آمادہ تھے، کہ ایسی غلطی، جو ملک غیر کی روئداد مقدمہ میں، بصراحت نظر آتی ہو، ایسے فریق کی طرف سے، جس نے اس کارروائی میں، انگریزی قانون کے متعلق، مناسب شہادت پیش کی ہو، بطور عذر کے نہیں پیش ہوسکتی۔ یہی فیصلہ، بہ تحفظ بحث پیشکردہ ہینن، مقدمہ ٹروفورٹ ولاموزو بنام بلیک (۱۸۸۷) ۳۶ چانسری ڈویژن ۶۰۰ ج،

اسٹرلنگ میں ہوا ہو۔

مقدمہ میر بنام ریلے (۱۸۷۶) ۱۔ سی۔ پی۔ ڈی۔ ۲۵۶۔ نج اہتمام لارڈ کا آرج و کردہ ہیں، فریقین اس امر پر متفق تھے، کہ ملک غیر کی عدالت نے خود اپنے قانون کے متعلق غلطی کی تھی، اور اس بنا پر اس کا فیصلہ مسترد کر دیا گیا۔ مقابلہ کرو، مقدمہ گارنٹی ٹرسٹ کمپنی بنام ہینری کمپنی [۱۹۲۰] ۲۔ کے۔ بی۔ ۶۲۴ — دیکھو، صفحہ ۷، ہم آئندہ ہو۔

دفعہ ۲۳۰ ملک غیر کی تجویز، فی الحقیقت ایسی حالت میں نا قابل تعمیل قرار پائے گی، جب یہ ثابت کر دیا جائے، کہ فریق تعمیل خواہ نے، اس کو فریب سے، حاصل کیا ہے۔

مقدمہ سنکلر بنام فریزر، مندرجہ صفحہ ۶۴۴ — وبلیک بنام اسمتھ (۱۸۱۰) ۸۔ یم۔ ۳۔ ۲۰۴۔ نج، ایلڈن، — وبوس بنام اور (۱۸۳۵) ۱۔ وائی ۔ وسی ۔ اکوینچ ۔ ۴۶۴۔ نج، ابنجر، — وپرائس بنام ڈیوہرسٹ (۱۸۳۷) ۸۔ سم ۔ ۲۷۹۔ نج، شاذ و نادر ہی ایسے فیصلے سے متعلق کیا گیا ہے، جس کو ان لوگوں نے اپنے حق میں صادر کیا تھا، جو اس معاملہ سے غرض رکھتے تھے ہو۔

واڈ سبین بنام ٹیلر (۱۸۷۳) ۔ ایل۔ آر۔ ۸۔ چانسری مرافعہ جات۔ ۶۹۵۔ نج، سلبورن و سیلش، جنہوں نے جسٹس سیلنس کے فیصلہ کو بحال رکھا، و مقدمہ میچ بنام کرش (۱۸۸۹) ۵۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۲۷۱۔ نج، اوٹین و سیفنسن، ہو۔

انگلستان کی عدالتوں کی تجاویز کی وقعت میں، جو فرق، انکے بفریب حاصل کئے جانے سے پڑ جاتا ہے، وہی حالت ملک غیر کی تجاویز کی ہے۔ دیکھو، وہ نظائر، جو مقدمہ ابزنبام مچل (۱۸۵۷) ۴۔ ٹی۔ ۲۔ ۱۰۱۔ میں اتریو کے نوٹ میں درج ہیں، لیکن وہ فیصلہ، جو ایسے معاہدہ کے متعلق ہو، جو فریب سے کرایا گیا تھا، اس بنا پر باطل نہیں قرار دیا جا سکتا۔ مقدمہ رابنسن بنام فنز [۱۹۱۳] ۲۔ کے۔ بی۔ ۵۰۸ ہو۔

ڈگری متعلقہ استقرار حیثیت عام پر (in rem) جیسی طلاق کی ڈگری شامل ہے، — خواہ وہ انگلستان کی ہو یا ملک غیر کی، جبتک کہ وہ منسوخ نہو جائے،

کوئی اعتراض، ایسے شخص کیطرف سے نہیں پیش ہو سکتا، جو اس میں فریق نہ ہو، اس عذر کے ساتھ کہ وہ فریب سے حاصل کی گئی ہے، بشرطیکہ اس کا اثر، اختیارات تک نہ پہنچتا ہو۔ مقدمہ کاشریک بنام بھرنس (۱۸۶۱) ۳۰۔ ایل جے کیو۔ بی۔ ۱۲۳۔ اتفاق جج، کاکبرن۔ ولیمز۔ کرومپٹن۔ بلیکبرن؛ ــــ و مقدمہ بیٹر بنام بیٹر۔ ننج اگار ل بارنس، جسکو جسٹس سکالنس۔ رومر۔ کوزنس ہارڈی نے [۱۹۰۶] پی۔ ۲۰۹ میں بحال رکھا ہو۔

یہی اصول، اس صورت میں بھی متعلق ہوگا، گو کہ فریب ثابت کرنے کے لئے روداد مقدمہ کی دوبارہ تحقیقات کی ضرورت واقع ہو۔

ایک روسی تجویز کے متعلق، کارروائی میں یہ جوابدہی ہوئی کہ مدعیہ نے، براہ فریب، روسی عدالت سے، اس امر کو پوشیدہ رکھا کہ جس مال کے متعلق، فیصلہ صادر ہوا تھا، وہ پہلے ہی سے، اس کے قبضہ میں تھا! ــــ جواب وہی تسلیم کر لی گئی، کیونکہ یہ تنقیح ــــ کہ مال، اسکے قبضہ میں تھا ــــ بجنسہ یہ تنقیح نہ تھی، ــــ کہ آیا اس نے، مال کے قبضہ کی بناء پر، عدالت کو فریب دیا تھا؟ اگرچہ دونوں امور کی شہادت ایک ہی ہو۔ مقدمہ ایلاف بنام اوپنہیمر [۱۸۸۲] ۱۰ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۲۹۵ جج، ککا کرج۔ بیگلیے۔ بریٹ؛ جنہوں نے، جسٹس متیھو اور کیو کے فیصلہ کو بحال رکھا۔ اس کا اتباع، مقدمہ وڈا بنام ناورڈ [۱۸۹۱] ۲۵ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۳۱۰ جج، لنڈلے و بوون میں کیا گیا ہو۔

دفعہ ۳۳۱ جبکہ ملک غیر کی تجویز، اقبال یا ایسے تصفیہ ثالثی پر، صادر ہوئی ہو، جس کا تسلیم کیا جانا، عدالت کے توسط سے پیش نظر ہو، اور جواز اور اثر فیصل شدہ کے وہ مسائل جن پر اس فصل میں بحث ہو چکی ہے، پیش نہ آتے ہوں، تب بھی یہ دیکھ لینا ضرور ہے، کہ تجویز کے متعلق، باضابطہ طور سے، اقبال کیا گیا ہے، یا وہ اقرار ثالثی کے مطابق ہے۔ ــــ اس تجویز کی بناء پر، جو دعوی کیا جائے گا، وہ فی الحقیقت دعوی بربنائے معاہدہ سمجھا جائے گا۔

مقدمہ ہنلے بنام سوپر (۱۸۲۸) ۸۔ بی و سی آر۔ ۱۶۔ جج، لارڈ ٹنٹرڈن۔ بیلی۔ ہولیرائڈ۔ لٹل ڈیل؛ ــــ و مقدمہ ایوال بنام فرنیوال (۱۸۲۴) ۱۔ سی۔

ایم۔ آر۔ ۷۷۔ ۲۔ ۴ تا ئیر۔ ۱۵۷۰ءج، پارکے وغیرہ۔ یہہ تصفیہ ثالثی کی تجویزیں ہیں۔

ڈرنک لینڈ بنام ایمرگسٹی (۱۸۳۰) ۱۔ نیپ ۴،۲۷۔ ۲۔ ج، لیچ۔ یہہ تجاویز برنائے اقبال تھیں، مگر اقبال پوری طرح ثابت نہو سکا۔

دفعہ ۳۴۱ (الف) ملک غیر کی ثالثی کا فیصلہ، ایسا فیصلہ نہیں ہے، جسکی تعمیل، بطور ملک غیر کے عدالتی فیصلہ کے کرائی جاسکے؛ ثالثی فیصلہ کی بنا پر، جدید دعوی دائر کرنا چاہئے۔

پیرنفیلڈ بنام لیورپول کاٹن ایسوسیئشن۔ ۱۹۱۵ء۔ ایل۔ ٹی۔ ۹۰ ۔ج، آیوکو

دفعہ ۳۴۲ اس دعوی کی نسبت جس کی تجویز، ملک غیر سے صادر ہو چکی ہو، یہ نہیں کہا جاسکتا، کہ وہ امر فیصل شدہ ہو گیا؛ (transit in rem judicatam) اسکے متعلق، مدعی کو، اختیار ہے، کہ وہ، انگلستان میں، اصلی بنائے دعوی، یا ایفائے فیصلہ محصلہ تک، اس فیصلہ کی بنا پر دعوی کرے؛ عدالتی ایکٹ کے نفاذ سے پہلے کے مقدمات میں، دونوں مدات دعوی کا اظہار کیا جانا عام تھا۔

مقدمہ ہال بنام مرے (۱۷۹۰) ۷۔ ٹی۔ آر۔ ۷۴؛ ____ و مقدمہ ہال بنام اوڈبر (۱۸۰۹) ۱۱۔ ایسٹ ۱۱۸۔ ج، الینبرو۔ گراس۔ لابلانک۔ بیلی؛ و مقدمہ اسمتھ بنام نیکلاس (۱۸۳۹) ۵۔ بی۔ این۔ سی۔ ۲۰۸۔ ج، ٹنڈل۔ بوسانکے و ارسکین۔ دکھائی' پورے طور سے مختلف الرائے نہ تھے؛ بنک آف آسٹریلیسیا بنام ہارڈنگ (۱۸۵۰) ۹۔ سی۔ بی۔ ۶۶۱۔ ج، وائلڈ۔ کرسول بالفورڈ ____ ان کو اشتباہ تھا؛ و بنک آف آسٹریلیسیا بنام نیاس (۱۸۵۱) ۱۶۔ کیو۔ بی۔ ۷۱۷۔ ج، کیمپبل ۔ ٹیمپین۔ کالرج۔ دکھئیے ____ مقدمہ ٹولینڈ بنام ہارس میں (۱۶۶۱) ۲۔ چانسری ہیمی۔ اے۔ ا۔ ورن۔ ۲۱؛ پہلی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے، کہ اس امر پر بحث نہیں ہوئی کہ ملک غیر کے حکم سے، اختیار سلب ہو گیا؛ بلکہ بحث یہ تھی، کہ اس کی کیا وقعت ہے؟ اگر جسٹس ماتکھام نے یہ خیال کیا، کہ ملک غیر کے کامل فیصلہ کے بعد، اصلی بنائے دعوی پر مقدمہ نہیں چل سکتا، جیساکہ ورنن کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے، تو یہ امر مشتبہ نظر

رکھنا چاہیئے کہ ملک غیر کا حکم، عدالت امیر البحری کا حکم تھا۔

جب مدعی علیہ کیطرف سے، ملک غیر کی عدالت کے فیصلہ کا ایفا ہو جائے، تو وہ، اس دعوی کا انفصال متصور ہو گا جسکی بنا پر فیصلہ مذکور صادر ہوا تھا، اور یہ اسکے مساوی شمار ہو گا، کہ فیصلہ اسکے حق میں صادر ہوا — جسکے متعلق دیکھو! دفعہ ۳۴۱ شق ۵۔ مقدمہ بار بنام لیپ (۱۸۶۰) ۸۔ سی۔ بی (سلسلہ جدید) ۹۵۔ جج، آرل۔ ڈرن۔ بائلیس کوئینگ ایٹ۔

دفعہ ۳۳۳ ملک غیر کی عدالت مجاز کا فیصلہ، جو ایسے شخص کے حق میں 398
صادر ہوا ہو، جو انگلستان کی کارروائی میں مدعی علیہ ہو، اگر خود اپنے ملک میں قطعی ہے تو وہ، انگلستان میں بھی، اس معاملہ کو، دوبارہ پیش کئے جانے کی کوشش کا قطعی مانع ہو گا۔

مقدمہ بیروز بنام جمینو (۱۷۲۶) ۲ اب انڈراج صفحہ ۴۲۰۔ مقدمہ مذکور ۴۸۴۔ نج کنگٹ۔ اس میں، جس فریق پر، انگلستان میں اسکھارے کی بنا پر دعوی ہوا، وہ ملک غیر کی عدالت میں اسکھارے کی تنسیخ کے لئے مدعی تھا۔ ومقدمہ پلومر بنام ووڈبرن (۱۸۲۵) ۴۔ بی وسی۔ ۶۲۵۔ جج، ایبٹ، بیلی وغیرہ، عدالتہائے نو آبادیات کی تجویز قطعی نہیں، کیونکہ یہ ممکن ہے، کہ وہ صرف از قسم حکم اخراج مقدمہ ہو، کو ریکارڈز بنام گارسیاس (۱۸۴۵) ۱۲۔ سی۔ ایف۔ ۳۶۸۔ جج، لینڈ ہرسٹ۔ بروہام و کیمبل کو، دفعہ ہذا کے مضمون کی حد تک، اپنے مقدمہ کی، اس تجویز سے اختلاف نہ تھا، جو جسٹس شاڈول نے صادر کی تھی، (۱۸۴۴) ۱۴ سیم۔ ۲۶۵۔ سوسائٹی جنرل ڈی پیرس بنام ڈریفس برادران (۱۸۸۷) چانسری ڈویژن ۲۱۵۔ جج، کاٹن۔ لنڈلے۔ لوپس، اگر ملک غیر کی عدالت کی کارروائی متعلق بہ ذات ہو (In personam) تو جو فیصلہ اسکے خلاف صادر ہو گا، وہ مدعی کو انگلستان میں، دعوی استقرار حقیت عام (in rem) دائر کرنے میں، کچھ کم مانع نہ ہو گا۔ جج، نوسٹلمن، بمقدمہ گرنفیو الڈ (۱۸۵۹) سا بی۔ ۲۳۵۔ — نیز ملاحظہ ہو اجنرل اسٹیم نیویگیشن کمپنی بنام گیلو مندرجہ تحت دفعہ ۲۲۵ و ۲۳۶، — اس مقدمہ میں، ممانعت کا کافی ہونا اگر

اسپر صحیح طریقہ سے بحث بھی ہوتی، ججوں کی رائے میں مشتبہ تھا؛ اس بنا پر کہ عدالت ملک غیر اس مقدمہ کے مدعی علیہ کو، پابند کرنے کی مجاز نہ تھی؛ اور اس لحاظ سے، وہ کسی دوسرے شخص کو بھی، اس فریق کا پابند نہیں کرسکتی تھی ۔

دفعہ ۳۲۴ اسیطرح انگریزی عدالتیں، مدعی علیہ کے حق میں، قطعی فیصلہ کرنیکے بعد، بذریعہ حکم امتناعی، مدعی کو، دوسرے ملک میں، اسی معاملہ کے متعلق، دعوے دائر کرنے سے باز رکھیں گی۔

بوتھ بنام لیسٹر (۱۸۳۷) ا کین ۔ ۵۷۹ ۔ ۰ ۔ مع ۔ لینگڈیل ۔

دفعہ ۳۲۵ لیکن ملک غیر کی اس تجویز کی نسبت جس سے مدعی علیہ استدلال کرے، وہی اعتراضات، عدالت کے مجاز یا غیر مجاز ہونے، اور انہیں وجوہ پر (جہاں تک کہ وہ متعلق ہوسکتے ہیں) ہوسکیں گے؛ جن کی بنا پر، ملک غیر کی اس تجویز پر ہوسکتے ہیں، جو مدعی کی بنائے دعوی ہے ۔

"اگر نیو فاونڈلینڈ کی اعلی ترین عدالت کی ڈگری، ایک فریق کے حق میں قطعی ہے، تو میں سمجھتا ہوں، کہ اس کا دوسرے فریق کے حق میں بھی قطعی ہونا، لازم ہے؛ اگر وہ، دونوں کے حق میں قطعی نہیں ہے، تو وہ کسی کے حق میں بھی قطعی نہیں ہوسکتی"

بیج اور گریم؛ مقدمہ ہنڈرسن بنام ہنڈرسن (۱۸۴۳) ۳ ۔ ہئر ۔ ۱۱۷ ۔ ۱۰۰

دفعہ ۳۲۶ اور اگر مدعی کو ملک غیر میں کوئی خاص دادرسی نہ دیجائے، تو اس سے یہ نتیجہ مستخرج ہوتا ہے کہ وہ، انہیں واقعات کی بنا پر، انگلستان میں کوئی اور دادرسی پانے کا مستحق نہیں ہے۔

مقدمہ کالیڈنا بنام بریج (۱۸۴۲) ۴ ایم ۔ و جی ۔ آر ۔ ۶۴ ۔ ۵ ۔ ای ۔ سی ۔ این ۔ آر ۔ ۹۰۲ ۔ بیج ۔ لنڈل ۔ کوشین ۔ ارگٹ ۔ کرسول ۔ اگر ملک غیر میں، تنسیخ معاہدہ کی دادرسی دینے سے، انکار کردیا گیا ہو، اسپر بھی مدعی انہیں واقعات کی بنا پر، انگلستان میں ہرجہ دلاپانے کا دعوی کرسکتا ہے ۔

دفعہ ۳۲۷ بجز مخصوص صورتوں کے، امر فیصل شدہ کا عذر، نہ صرف انہیں امور کی نسبت ہوسکتا ہے، جو فریقین نے فی الحقیقت عدالت کے سامنے اظہار رائے اور تصفیہ کے لئے پیش کئے ہوں؛ بلکہ ہر اس امر کی نسبت بھی ہوسکتا ہے، جسکا تعلق

صحیح طرز سے مضمون دعویٰ سے ہو؛ اور جس کو فریقین معقول کوشش کرکے، اُسی وقت پیش کر سکتے تھے"۔ جج، ویگریم۔ مقدمہ ہنڈرسن بنام ہنڈرسن (١٨٤٣) ٣ ایچ اے۔ ١١٥۔

"برخلاف اسکے، یہہ بالکل درست ہے، کہ جو دعوے، دوسرے عرضی دعویٰ سے (انگلستان میں) قائم ہوا، اس کی نسبت، یہ تسلیم کرنا پڑے گا، کہ اس سے مدعی، پہلا دعویٰ دائر کرنے کے وقت (یعنی ساوتھ ویلز میں) واقف تھا؛ اور اس کا فرض تھا: کہ وہ اس کو، اسی وقت پیش کرتا؛ اور اس لحاظ سے یہہ کہا جا سکتا ہے کہ اب اس کو ممنوع لینا چاہیئے۔ مگر مقدمات دیوانی میں، ایسے عمل کی بابت، کوئی سند نہیں پاتا، اور نہ وکلا کی طرف سے، کوئی ایسی نظیر پیش ہوئی؛ اور نہ میں خود، کوئی ایسی نظیر پا سکا، جس میں پہلے، عرضی دعوے کا اخراج، ایسے جدید دعویٰ کے ارجاع کا مانع ہو، جس میں اسی دادرسی کی استدعا کی گئی ہو؛ — مگر جس میں بنائے دعویٰ، مختلف قرار دیا گیا ہو؛ جس سے مختلف شہادت کی ضرورت پیدا ہوئی ہو"۔ جسٹس ویسٹبری، مقدمہ مچل بنام اسٹورٹ (١٨٦١) ٣١- ایل۔ جے۔ چانسری ٣٤٦: جنہوں نے جسٹس وڈ- ١- ایچ و ایم ٣٢٦، کی تجویز کو منسوخ کر دیا؛ جسٹس وڈ نے جسٹس ویگریم کا اتباع کیا تھا، جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ جو امر یہاں خاص طور سے قابل غور ہے، وہ یہہ ہے کہ جسٹس ویگریم اور جسٹس وڈ، ایک طرف، اور جسٹس ویسٹبری دوسری طرف، اس سوال کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں؛ خواہ وہ فیصلہ، جو قطعی قرار دیا جاتا ہے، انگلستان کا ہو یا ملک غیر کا۔ یہہ بھی ظاہر ہے کہ اس مقدمہ میں، جو لارڈ ویسٹبری کے سامنے تھا، ایک ہی دادرسی کی مختلف واقعات پر استدعا کی گئی تھی؛ جو دفعہ ٣٣٦ کی عکسی صورت ہے؛ جس میں مختلف دادرسی، ایک ہی واقعات پر چاہی جاتی ہے۔

ملک غیر کی عدالت امیر البحری کا یہ فیصلہ، کہ فلاں جہاز، دشمن کی ملک ہے؛ ضامنوں کے حق میں، بمقابلہ اقرار غیر جانبداری کے قطعی ثبوت ہے۔ گیئر بنام آگولر (١٧٩٨) ٧۔ ٹی۔ آر۔ ٦٨١۔ جج، کینیان، ایشہرسٹ، گراس۔ لارنس۔ یہ بلحاظ اصول امر فیصل شدہ، کسی قدر عجیب ہے؛ مگر اس سے، اس امر کے متعلق یکساں عمل کئے جانے کا اظہار ہوتا ہے؛ خواہ تجویز مستدعیہ انگلستان کی ہو یا ملک غیر کی؛

دفعہ ۲۴۸ مسئلہ دوران مقدمہ۔ جبکہ مدعی نے، جو انگلستان میں موجود ہے، اسی بنائے دعوی پر قبل ازیں دوسرے ملک میں، کارروائی شروع کردی ہے، جو زیر تصفیہ ہے، تو یہ عام قاعدہ نہیں ہے، کہ اس کا یہ عمل، بطور عذر، انگریزی عدالت کی کارروائی کے جواب میں پیش کیا جا سکے۔" ایسی صورتوں میں، مناسب طریقہ یہ ہے، کہ یہاں درخواست دی جائے، کہ دونوں میں سے کسی ایک مقدمہ کی کارروائی روک دی جائے؛ ایسی درخواست کے پیش ہونے پر، عدالت کیلئے یہ امر کچھ دشوار نہ ہوگا، کہ مدعی سے بعض شرطیں کرائے" جسٹس پارکر، بمقدمہ (وسٹل بنام لی پیج (۱۸۵۱) ۵۔ ڈی۔ جی۔ ایس۔ ۱۰۶۔ دیکھو ایسی مقدمہ (۱۸۵۲) ۲۔ ڈی۔ ایم۔ جی ۹۲۔ جج نائٹ بروس وکرینورتھ: مدعی نے کلکتہ میں، حساب فہمی کی ایک ڈگری حاصل کی تھی؛ لیکن ایسی ڈگری، جبتک کہ اسکے ذریعہ سے حساب فہمی نہ ہو جائے، صرف دوران مقدمہ کی ایک کارروائی متصور ہوگی، نہ کہ تجویز۔" تکلیف کے لحاظ سے، اتنا لکھنا کافی ہے ـــ کہ ان مشکلات پر نظر کرکے، جو ایسے فریقین کی دادرسی میں پیش آتی ہیں، جو وقتاً فوقتاً مختلف حدود ارضی میں منتقل ہوتے رہتے ہیں، ـــ میرے 400
نزدیک، فریقین کو، ہر ممکن عدالت کے تابع رکھنا ضرور ہے، جبکہ وہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں سفر کرتے ہوں)، اور دو دو جگہ مقدمات چلنے کی خرابیوں کے انسداد کی، حتی الامکان کوشش ہونی چاہیئے؛ اسطرح کہ ہر ملک کو، یہ اجازت دیجائے کہ وہ شاہی ممالک محروسہ کے کسی حصہ کی جملہ کارروائی سے مستفید ہو سکے۔" جسٹس کیمڈن، بمقدمہ سلی بنام ایڈورڈس (۱۷۹۲) ۳۔ ایس ڈبلیو۔ ۱۱۷۔ مرافعہ از جمیکا۔

"اس قسم کی درخواستوں کے متعلق، عدالتوں کو، جن اصول پر عمل کرنا چاہیئے (یعنی: مدعی کو حکم دیا جائے، کہ وہ، انگلستان یا ملک غیر کی کارروائیوں میں سے، ایک کارروائی کو منتخب کرے۔) انسے ہم مقدمہ میک ہنری بنام لیوس (۱۸۸۲) ۲۲۔ چانسری ڈویژن۔ ۳۹۷۔ جج ہیسل۔ کاٹن۔ بوئن، میں کامل طور سے بحث کر چکے ہیں۔" ججان مذکور نے جسٹس چٹی، (۱۸۸۲) ۲۱۔ چانسری ڈویژن ۲۰۲ کے فیصلہ کو بحال رکھا تھا؛ جس میں مدعا علیہ کی درخواست یہ تھی، کہ انگلستان کی کارروائی، اس بنا پر روک دی جائے، کہ بیرون ملک اس کے متعلق کارروائی ہو رہی ہے۔ ۱۱، جسٹس لنڈلے نے کہا: کہ "ہمارے

نزدیک، یہ فیصلہ قابلِ قدر ہے؛ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں، اس کا ماحصل یہ ہے: کہ جب مدعی، ایک ہی معاملہ کے متعلق، یہاں اور نیز بیرونِ ملک میں کارروائی کر رہا ہو، اور درخواست اس امر کی پیش ہو، کہ وہ، ایک مقام کو منتخب کرنے پر مجبور کیا جائے، تو درخواست گزار کو، صرف یہی نہیں دکھانا چاہئے کہ ایک ہی معاملہ کے متعلق دو کارروائیاں ہو رہی ہیں؛ بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھکر، یہ ظاہر کرنا چاہئے کہ اس میں فی الحقیقت زحمت ہے: اور مدعی علیہم کو، دہری کارروائیوں سے، زحمت میں ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مزید براں میرے نزدیک، عدالت کو بہت سوچ سمجھکر، ایسے مقدمات میں دست اندازی کرنی چاہئے؛ اس وجہ سے کہ یہاں کی عدالتیں، ان فوائد سے ناواقف ہوتی ہیں، اور نہ ہو سکتی ہیں؛ جو ملک غیر میں، دعوی چلانے سے کوئی شخص حاصل کرنے کی امید کر سکتا ہے۔[1] مقدمہ پرویں گالو کمپنی بنام باکو وائلڈ ۲۳ء چانسری ڈویژن۔ ۲۲۵ جج صاحبان۔ لنڈلے و بوون ۱۸۸۳ء جنہوں نے جسٹس بیکن کے فیصلہ کو بحال رکھا۔

دیکھو! مقدمہ ڈیلان بنام الورس (۱۷۹۸ء) ۴۔ وسی۔ ۲۵۷۔ جج، لوبرو۔ ایلے بنام ایکنسن (۱۸۰۲ء) ۲۔ ایسٹ۔ ۲۲۵۔ جج، ایلنبرو وغیرہ۔ ومقدمہ فلپورلٹ بنام ایگارڈ (۱۸۲۸ء) ۲۔ وائی وجے۔ ۹۰۔ جج، گارو۔ بلک۔ واگھان۔ ومقدمہ کاکس بنام میچل (۱۸۵۹ء) ۷۔ سی۔ بی (سلسلہ جدید)۔ ۵۵۔ جج، آرل۔ ولیمس کروڈر بائیلس۔ مقدمہ اسکاٹ بنام سیمور (۱۸۶۲ء) ۱۔ ایچ وسی۔ ۲۱۹۔ جج، پولک۔ مارٹن برآمول وائلڈ۔ وٹیمن۔ ولیمس۔ کرامپٹن۔ ولز۔ بلیکبرن ومقدمہ مالی آف (۱۸۶۹ء)۔ ایل۔ آر۔ ۲۔ ۱۔ ے وائی۔ ۲۵۶۔ جج، کلیسبی۔ ومقدمہ ولسن بنام فرنچ (۱۸۷۱ء) ایل۔ آر۔ ۱۳۔ ای کیو۔ ۳۶۲۔ جج، مالنس۔ ومقدمہ کیتھرینا چیارٹیکی (۱۸۷۶ء) ۱۔ پی ڈی۔ ۳۶۸۔ جج، فلیمور؛ ومقدمہ کریجنس بوری (۱۸۸۵ء) ۱۰۔ پی۔ ڈی۔ ۱۴۱۔ جج صاحبان جیس کو بیگلے اور ایرٹنے

[1] چارڈیمی کی یہ رائے ہے کہ دوران مقدمہ کا استفسار ایک ناجائزی کا اشتباہ ہے؛ اور بیرون ملک کا دوران [illegible] میں مقدمہ کی کارروائی کو روک دینے کی وجہ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو اس کا مضمون رسالہ ریو سالانہ جلد دوم ص [illegible]

بحال رکھا؛ اور جسٹس ایشر نے اختلاف کیا؛ و مقدمہ تھارنٹن بنام تھارنٹن (۱۸۸۶)
۱۱ ۔ پی ڈی ۔ ۱۷۶ ۔ ۱ ۔ نج، کالٹن ۔ بوٹن ۔ و فرائی، جنہوں نے جسٹس بٹ کے فیصلہ
کو بحال رکھا تھا؛ و مقدمہ مٹرمی بنام بینی (۱۸۸۷) ۲۵ ۔ چانسری ڈویژن ۔
401 ۔ ۹۱۴ ۔ نج، کالٹن ۔ لنڈ نے و لوپس، جنہوں نے جسٹس نارتھ کے فیصلہ کو منسوخ
کر دیا؛ مقدمہ ڈیلان الوارس ۔ و ڈکس بنام مچل کے متعلق؛ مقدمہ میک ہنری
بنام لیوس میں ابحث ہو کر یہ قرار پایا : کہ مقدمہ کے دو جگہ چلنے کی زحمت انتہائی
آسانی کے ساتھ، اس وقت ثابت ہو جاتی ہے، جب دوسرا مقدمہ اسکاٹلینڈ
یا آئرلینڈ، اور غالبا انگریزی حکومت کے کسی دوسرے حصہ میں چل رہا ہو؛
بہ نسبت اسکے کہ وہ کسی ایسے ملک میں دائر ہو، جو حکومت غیر میں واقع ہے ۔
لیکن مقدمہ کوہن بنام راتھ فیلڈ (۱۹۱۹) ۱ ۔ کے ۔ بی ۔ ۴۱۰ ۔ سی اے میں
جسٹس اسکروٹن و ایٹ نے جسٹس شیرمین کی تجویز کو منسوخ کر دیا؛ اور عدالت
نے ایک مدعی کو جو انگلستان میں تنہا حکم التوائے کارروائی دینے سے
بمقابلہ ایسے مدعی علیہ کے انکار کر دیا جس نے، اسکاٹلینڈ میں مدعی پر،
دعوی دائر کر رکھا تھا ۔ عدالت کو، اس امر کا اطمینان نہ دلایا جا سکا کہ مقدمہ کو زیر
کی مسلسل پیروی، موجب پریشانی یا زحمت تھی ۔ جسٹس اسکروٹن نے، صفحہ
۴۱۵ پر لکھا : کہ مقدمہ خواہ انگریزی سلطنت کے کسی حصہ میں ہو، یا ملک غیر میں،
اس سے، ضابطہ کا ایک ہی اصول متعلق ہوتا ہے ۔ اور مقدمہ ملین بنام زامشٹین
[۱۹۱۷] ۲۳ ۔ ٹی ۔ ایل ۔ آر ۔ ۴۸۳ ۔ نج، اشبری میں، اس مدعی کو، جو انگلستان
میں تھا، بمقابلہ ایک امریکن مدعی علیہ کی کارروائی امانت انگریزی کے چلانے کے
بذریعہ حکم امتناعی، اس وقت تک کیلئے روک دیا، جبتک اس کا تصفیہ نہو جائے؛
اسلئے جو حمیرا، انگریزی حکومت کے اجزا، اور ملک غیر کی کارروائی میں کیجائی
ہے وہ، باقی رکھے جانے کے قابل نہیں نظر آتی ۔

ملک غیر کی کارروائی کے مدعی علیہ ایسے معاملات کے متعلق، ۶۰
ان سے قریب کا تعلق رکھتے ہوں، جب انگلستان میں کارروائی شروع
کریں، تو کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا؟ ــــــ اس کے لئے دیکھو مقدمہ ٹرالش

اٹلانٹک کمپنی بنام ٹیروٹی (۱۸۶۰) جونس۔ ۳۔ ۶۰۴۔ نج، ٹو ٹو۔ ومقدمہ لا بنام گیرٹ (۱۸۷۸) ۸۔ چانسری ڈویژن ۲۶۔ مج، بیکن : جیکی تائیٹ سٹس بنگلیے۔ جمیس تھیسیگر نے کی۔ ومقدمہ منار (۱۹۰۳) پی۔ ۹۵۔ نج، بک نیل : دوسرے مقدمہ سے ظاہر ہوتا ہے، کہ جو معاہدہ کسی معاملہ کو ملک غیر کی عدالت میں پیش کرنے کا کیا جائے، وہ از روئے کامن لا یا رو ہیمر ایکٹ ۱۸۸۹ء دفعہ ۱۸ کے سپرد ثالثی کا معاہدہ متصور ہوگا؛ اور معناً، اس کی پیروی، مقدمہ کروجینر و کمپنی بنام گرویان (۱۹۰۹) ۱۔ چانسری ۲۱۴۔ نج، آیو۔ ومقدمہ کیپ ملینکو (۱۹۱۳) پی۔ ۱۳۰۔ نج، ایونس۔ پی میں کی گئی، جس میں انگلستان کی کارروائی روک دی گئی تھی؛ کیونکہ جہاز کی ٹلٹی میں، ایک شرط یہ تھی: کہ امر نزاعی کا فیصلہ ہیمبرگ میں، جرمنی قانون کے مطابق کرایا جائے گا۔ اور نیز، مقدمہ چانسبری مینوسپل کونسل بنام اسٹورٹ ایچ۔ ایل (۱۹۰۹) ڈبلیو۔ این۔ ۱۶۱۰ میں، جس میں ایک ایسے معاہدہ کی کارروائی، اسکاٹلینڈ میں روک دی گئی، جو اسکاٹلینڈ میں ہوا تھا؛ اور جس کی تعمیل جنوبی افریقہ میں قرار پائی تھی: مگر اس خیال سے، کہ انگلستان کی کارروائی مسلسل، بلا وقفہ چلتی رہے، تصفیہ انگریزی قانون کی رو سے ٹھہرا تھا۔ نیز ملاحظہ ہو ایمپنیا کو برا ٹینز لمیٹیڈ بنام را یونفو لمیٹیڈ (۱۹۱۲) ۱۰۵۔ ایل۔ ٹی ۸۴۶۔ سی۔ ۱۰۱۔ نج، کوزنس ہارڈی میر منشی فارول ؛ ایک مقدمہ استقرار حیثیت کے مدعی علیہ نے، جو انگلستان کے تابع ملک میں چل رہا تھا، انگلستان میں، ذاتی مقدمہ کی کارروائی شروع کی؛ بربنائے اختیار تمیزی، اس کی کارروائی روک دی گئی۔ مقدمہ پشاور (۱۸۸۳) ۸۔ پی۔ ڈی۔ ۲۲۰۔ نج، ہیلیمورہ

اگر انگلستان میں کارروائی شروع کرنے کے وقت، بیرون ملک کا مقدمہ زیر تصفیہ ہو، تو جو فیصلہ، بیرون ملک انگلستان کی کارروائی کے دوران میں صادر ہوگا، اس میں، امر فیصل شدہ عارض نہ ہو سکے گا۔ چاہئے یہ تھا، کہ انگلستان کی عدالت سے درخواست کی جاتی، کہ دونوں کارروائیوں میں سے، ایک کارروائی کو منتخب کرنے کے لئے زور دیا جائے۔ مقدمہ ڈی ٹولا وی ارمینیانا سکولو

(١٨٧٦) ا۔ پی۔ ڈی۔ ٣٠٢٩ ۔ نج فلیمور ؒ

یہ بھی ظاہر ہے، کہ دوران مقدمہ ذاتی بیرون ملک مدعی کو انگلستان کے مقدمہ متعلقہ حیثیت میں، انتخاب پر مجبور کرنے کے لئے، کافی وجہ نہیں ہوسکتی۔
مقدمہ بولڈ بکلا (١٨٥١) ٧ مور۔ پی۔ سی۔ ٢٦٧ ۔ نج، جرووس لو

بیرون ملک کے مقدمہ کے دوران میں، جو کارروائی، جائداد موقوعہ انگلستان کی حفاظت کے لئے کیجاتی ہے، اسکے لئے دیکھو مقدمہ کورک شپنگ بنام روبارٹس (١٨٢١) ٦ ۔ نم ١٠ ۔ ن ڈ، لیچ۔ ومقدمہ ٹرانسیلٹنک کمپنی بنام شیردی بٹ حسب سابق ؒ

مقدمہ مینہم (١٨٩٧) پی۔ ٣١ ۔ نج گورل بارنس میں، بیرون ملک اس امر کے متعلق ضمانت کا دیا جاتا، کہ جو کچھ عدالت مجاز سے تجویز ہوگی، اسکا ایفا کیا جائیگا، ملک غیر میں کارروائی آغاز کرنے کے مساوی نہیں متصور ہوگا ؒ
حدود ارضی سے باہر تعمیل سمن کی درخواست پر، ملک غیر کے مقدمہ کے دوران کا جو اثر ہوگا، اس کے لئے دیکھو مقدمہ وی ہگن (١٩٠٨) پی۔ ٩٨ ۔ نج، اور سٹوٹن۔ فارول: جنہوں نے باگر ڈوپن کے فیصلہ کو منسوخ کردیا

402

دفعہ ٣٣٩ جب انگلستان کی کارروائی پہلے شروع ہو جائے، تو اس میں شک نہیں، کہ عام قاعدہ کے لحاظ سے فریقین ممنوع ہیں، کہ وہ، اسی مقصد کے لئے جس کے واسطے وہ عدالت ہٰذا میں کارروائی کر رہے ہیں، کسی دوسری عدالت میں — خواہ وہ اس ملک کی ہو یا دوسرے ملک کی — کوئی کارروائی شروع کریں؛ لیکن اگر کسی فریق کو یہ خیال ہو، کہ اس کے مقدمہ میں، کوئی امر ایسا ہے، جس سے اس عام قاعدہ کا استثنا قائم ہوتا ہے، تو میرے خیال میں اسکے لئے صحیح طریقہ یہ ہوگا، کہ وہ بطور خود کسی دوسری عدالت میں کارروائی شروع نہ کرے؛ بلکہ ایسی کارروائی کرنیکے لئے عدالت سے اجازت چاہے۔ جسٹس کاٹنہام مقدمہ ووڈبرن بنام ووڈبرن (١٨٩٠) ٤ ۔ ایم وسی آر۔ ٥٩٦ جن اصول پر، اس کا تصفیہ ہوگا، کہ آیا دو دو جگہ مقدمہ چلانے کی اجازت دیجائے؟ وہ وہی ہیں، جو دفعہ ٣٣٨ میں بیان ہو چکے ہیں۔ مقدمہ پردین گینو کمپنی

بنام کولرٹ، مندرجہ تحت دفعہ مذکور ہیں، انگلستان کی کارروائی پہلے شروع ہو چکی تھی۔ ملاحظہ ہو! مقدمہ ارم اسٹورنگ بنام ارم اسٹورنگ [۱۸۹۲] پی۔ ۹۸۔ جج، جینیُن۔

مفصلۂ ذیل مقدمات میں، دوسری کارروائی مدعی علیہم نے، جو انگلستان میں تھے، شروع کی تھی؛ اور عدالت نے، حالات کا موازنہ، اپنے اختیار تمیزی سے کیا۔

مقدمہ ہیمن بنام ہیلم (۱۸۸۳) ۲۴۔ چانسری ڈویژن۔ ۵۳۱۔ جج، برٹ۔ کاٹن۔ و بوِن؛ جنہوں نے جسٹس چٹی کی تجویز کو بحال رکھا؛ اس میں مدعی علیہ نے جو انگلستان میں تھا، ملک غیر میں کارروائی شروع کی تھی۔ قرار پایا کہ اس کو روکنے کیلئے، مخصوص طریقہ سے، زحمت ثابت ہونی چاہئے؛ و مقدمہ ڈاکنس بنام سمونٹی ۵۰۔ ایل۔ جے۔ پی۔ ۳۰۔ جج ہیسل۔ کاٹن۔ و لنڈلی؛ جنہوں نے جسٹس سٹرلنگ کی تجویز کو بحال رکھا؛ و مقدمہ حبیب (۱۸۹۶) ۱۲۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۲۷۵۔ جج، جیین؛ و مقدمہ وارڈ پرنوب بنام وارڈ ویل [۱۹۰۹] ۲۵۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۵۱۸۔ جج کوزنس ہارڈی، بکلے، کینیڈی؛ جنہوں نے جسٹس بگھام کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا تھا۔ اس میں زوج نے توطن ملک غیر اختیار کر لیا تھا؛ زوجہ نے عدالتی تفریق کیلئے انگلستان میں کارروائی شروع کر دی تھی؛ اور زوج کو اپنے ملک توطن کی عدالتوں میں طلاق کی کارروائی کرنے کی ممانعت نہیں کی گئی۔

ایک وارث جو ایک انتظام وصیت کے مقدمہ کی ڈگری لیکر ماسٹر کے سامنے آیا تھا وہ اسی وصیت کی بابت اسکاٹ لینڈ میں اس کارروائی کے کرنے سے جو اس نے بعدہ شروع کی تھی، روک دیا گیا۔ مقدمہ میک ہنری بنام سیکسول (۱۸۴۹) ۱۰ ذیم و جی ۱۸۔ جج، کاٹن ہام؛ جنہوں نے جسٹس شیڈول کی تجویز کو بحال رکھا — ملاحظہ ہو ہیمن بنام کانسٹن (امریکہ) صفحہ ۲۰۱ لو

ایک سکنڈ ہا بجر جو لندن نے لیکاشیر پالاٹن کی عدالت میں کارروائی شروع کی تھی؛ حالانکہ اسکو اطلاع مل چکی تھی کہ ایک ایسی کارروائی ہائیکورٹ میں شروع ہو چکی ہے؛ اسکو کارروائی سے روک دیا گیا۔ مقدمہ گنولی برادران لمیٹیڈ و دو بنام گنولی برادران لمیٹیڈ [۱۹۱۱] ۱۔ چانسری۔ ۳۰۰۔ جج، کارکوزنس ہارڈی۔ موٹن۔ بکلے۔

دفعہ ۲۲۰ — ملک غیر کی تجویز استقرار حیثیت متعلقہ ملکیت (in rem)

جائداد منقولہ کی وقعت سے، دفعہ ۱۴۹ میں، اور ملک غیر کی تجویز طلاق کی وقعت سے، دفعات ۱۵۰ و ۱۵۱ میں بحث ہو چکی ہے۔ انگلستان میں، ملک غیر کی تجویز جواز نکاح کی
403 وقعت کے متعلق، اب تک پورے طور سے کبھی بحث نہیں ہوئی ہے؛ جسٹس آرڈوک نے، مقدمہ راک بنام کارولث (۱۸۴۷) ۱۱ ۔ ویسین ۔ ۱۵۹ میں کہا تھا: کہ ایسی تجویز، اگر با اختیار عدالت سے صادر ہو، تو وہ قطعی متصور ہوگی لیکن اس امر کی تفصیل کی نوبت نہیں آئی، کہ با اختیار عدالت کیا ہے؟ جسٹس فنچ (ناٹنگھام) نے، جو کچھ کانگٹن کے مقدمہ (۱۸۷۷) ۲ ۔ ایس ڈبلیو ۔ ۲۲۹ میں کہا، وہ اس سے کچھ کم مبہم نہیں ہے؛ اور جب ملک غیر کے فیصلے کے متعلق یہ کہا گیا تھا، وہ طلاق کا فیصلہ تھا۔ جسٹس سمسٹن نے، اسکرم شائر بنام اسکرم شائر (۱۷۵۲) میں، مقام تعمیل معاہدہ پر بڑا زور دیا تھا۔ ۲ ہیگ کونسٹ۔ ۴۰۸ و ۴۱۹ سے؛ اور جسٹس اسکاٹ (اسٹول) نے، مقدمہ سنکلر بنام سنکلر (۱۷۹۸) ۱ ۔ ہیگ کانسٹ ۲۹۷ میں بھی یہی عمل کیا، مگر نہ جسٹس سمسٹن کی طرح، عدالت کے مفروضہ مجاز؛ بلکہ اس بنا پر کہ "نکاح کا جواز، بڑی حد تک، اس ملک کے قواعد پر منحصر ہوتا ہے، جہاں وہ منعقد ہوتا ہے"۔ اور اس کو وہیں کی عدالتیں بہتر طریقہ سے سمجھ سکتی ہیں — جسٹس موصوف نے یہ بھی لکھا: کہ "وہ یہ کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں، کہ ایک تیسرے ملک کی عدالت کا فیصلہ ایسے نکاح کے جواز میں، جو نہ اسکے ملک میں منعقد ہوا ہو، اور نہ اسکے ملک کی رعایا کے مابین تھا، عام طور سے، تمام عالم میں قابل قبول متصور ہوگا"۔ مقابلہ کرو مقدمہ کیز بنام کیز (۱۹۲۱) پی ۔ ۲۰۴ ۔ جج ہارویک ۔ پی کے ساتھ، جس میں انگلستان کی عدالت نے اس امر کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، کہ ہندوستان کی عدالتوں کو، ان لوگوں کے نکاحوں کی تنسیخ کا اختیار حاصل ہے، جن کا توطن، ہندوستان کا نہ ہو؛ اگرچہ نکاح وہیں منعقد ہوا ہو؛ اور فریقین وہیں رہتے ہوں۔

فصل ہیجدہم 404

ضابطہ

دفعہ ۳۴۱ انگلستان کی عدالتوں کا ضابطہ، کلیتاً انگریزی قانون کا تابع ہے۔ خانگی قانون بین الاقوام کے اس مسئلہ پر، کہ ضابطہ، قانون مقام عدالت کا تابع ہے، اصولاً کبھی کوئی اعتراض نہیں ہوا ہے؛ اگرچہ بعض صورتوں میں، اسکے متعلق کئے جانے کی نسبت شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ بارٹولس کہتا ہے: کہ "مقدمہ کے ضابطہ کارروائی سے متعلق سوال کیا جاسکتا ہے"۔ یہ امر ناممکن ہے کہ کسی عدالت میں ہر ایسے مقدمہ کے لئے، جسمیں ملک غیر کے امور یا افعال زیر بحث ہوں، جدید ضابطہ کارروائی اختیار کیا جائے؛ کیونکہ نہ وہاں اسکے ذرائع، اور نہ اس کا تفصیلی علم پایا جاسکتا ہے، اور نہ اس کی خواہش کرنے کی کوئی وجہ ہوسکتی ہے؛ کیونکہ ملک غیر کے حقوق کی تعمیل کے — خواہ وہ بربنائے رعایت باہمی ہو، یا بربنائے انصاف، — اس سے بڑھکر نہیں ہوسکتی، کہ ان کو وہی وقعت دیجائے، جو خود اس ملک کے حقوق کو دیجاتی ہے؛ اور فریق مقدمہ کو اسی دادرسی کا مستحق قرار دیا جائے؛ اور اس سے، انہیں قواعد کی پابندی کرائیجائے، جو اس دادرسی کے حصول کے لئے ضروری ہیں۔ البتہ اس امر میں بعض اوقات شبہ ہوسکتا ہے کہ قانون مقام عدالت کا کوئی مخصوص قاعدہ، اصلی قانون کا جزو ہے، یا قانون اجرائی (ضابطہ) کا؟ — اس سوال کا فیصلہ فطری طور سے، قانون مقام عدالت کی رو سے کیا جائے گا۔

قانون فریب کی دفعہ (۴) جسمیں بعض معاہدات کے متعلق یہ حکم ہے: کہ ان کی بابت دعوی نہیں ہوسکے گا، — ایک حکم متعلق بہ ضابطہ ہے۔ مقدمہ لیروکس بنام براؤن (۱۸۵۲) ۱۲ سی۔ بی۔ ۸۰۱۔ میں بحیثیت ہمنگ

ایکٹ مجریہ ۱۸۲۵ء اور سنہ ۱۸۹۲ء کی سمجھی جاتی ہے۔ مقدمہ مولس بنام
اون [۱۹۰۷ء] ۱۔ کے۔ بی۔ ۴۶، صفحہ ۵۳۷۔ بنچ، کا آئینز ٹولیسکن
منی لنڈرس کی ایکٹ بابتہ سنہ ۱۹۰۰ء کا یہ حکم، — کہ عدالت میں کارروائی
شروع کرنے کے بعد، خاص قواعد متعلق نہوں گے، — ضابطہ کا حکم
نہیں ہے۔ مقدمہ سریجنیڈ کمپنی بنام لوکن [۱۹۰۹ء] ۲۲۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔
۲۴۵۔ بنچ، ر ڈیلے ؀

اب صرف بعض مقولہ جات قانونی کے استعمال، اور انکے استعمال میں
جو غلطیاں کیجاتی ہیں، ان سے محفوظ رہنے کے متعلق، لکھنا باقی رہجاتا ہے ؀

دفعہ ۲۴۲ اس کا فیصلہ، قانون مقام عدالت سے کیا جاتا ہے، کہ دعوی کس کے نام سے دائر ہوگا؟ — اس حد تک، کہ یہ مسئلہ حق متدعویہ سے، جدا کیا جاسکتا ہو۔ (دیکھو! دفعہ ۱۳۵؛ اور مقدمات، ان ناموں کے متعلق، جن کے ساتھ، ملک غیر کی حکومت جمہوری کو، زیر دفعہ ۱۹۲، دعوی دائر کرنا چاہیے۔ نیز ملاحظہ ہو! مقدمہ ولف بنام اوکسہا مر (۱۸۱۷) ۶۔ ایم و ایس۔ ۹۲۔ صفحہ ۹۹؛ جسمیں فیصلہ، عدالت ہنگس البنز و نے صادر کیا تھا ؀

405 **دفعہ ۲۴۳** ذاتی دعاوی کی میعاد، (Prescription) انگلستان میں، قانون مقام عدالت پر منحصر سمجھی جاتی ہے؛ لیکن یہ مسئلہ تمام دنیا میں یکساں طور سے نہیں تسلیم کیا جاتا؛ اور اصولاً بھی قابل اعتراض ہے۔ دیکھو! دفعات ۲۲۸ و ۲۲۹۔ مگر جائداد غیر منقولہ کی میعاد، قانون مقام وقوع پر منحصر ہوتی ہے۔ دفعہ ۱۷۱۔ سامان ذاتی کے مقدمات کے لئے، دیکھو! صفحات ۱۸۸ و ۱۸۹۔

دفعہ ۲۴۴ قانون مقام عدالت ہی سے اس کا بھی تصفیہ کیا جاتا ہے کہ آیا کسی خاص قسم کے دعوی، مثلاً ہنڈی وغیرہ، — کے لئے کسی مخصوص ضابطہ سے استفادہ کی اجازت دی جاسکتی ہے یا نہیں؟۔

دفعہ ۲۴۵ قانون مقام عدالت ہی سے اس کا تصفیہ کیا جاتا ہے؛ کہ آیا ذات پر، کوئی جبر جائز رکھا جائے گا؟ — مثلاً قید، یا یہ حکم، کہ کوئی شخص، ملک سے باہر نہ جانے پائے (Ne exeat regno)۔

ایک زمانہ میں یہ فرض کیا گیا تھا کہ ایسے معاہدہ کے متعلق، جس کے صحیح قانون سے، ایسا ضابطہ مستنبط نہ ہوتا ہو، قیدہ نہ ہونی چاہئیے۔ مقدمہ ٹیلیریٹیڈ بنام بولانکر (۱۷۹۷) ۳۔ ویس۔ ۲۴۴۔ بج، لوتبرو کو و مقدمہ میلان بنام فوربیس (۱۷۹۷) ۱۔ بوس و پال۔ ۱۴۸۔ بج، آیر۔ روک بمقابلہ جسٹس ہیتہ کے، جنھوں نے صحیح اصول قائم کئے تھے۔

ان صحیح اصول کو جسٹس ایلنبرو نے، مقدمہ تیلے بنام الفسین (۱۸۰۲) ۲۔ ایسٹ ۴۵۵۔ میں قائم رکھا۔ اور نیز جسٹس ٹنڈن ونڈن وغیرہ نے، مقدمہ وی۔ لاویگا بنام ویانا (۱۸۳۰) ۱۔ بی وایڈ ۲۸۴ء۔ اور جسٹس ٹنڈل و ٹیکمان نے، مقدمہ برٹیلاٹ بنام سینڈوز (۱۸۳۷) ۴۔ اسکاٹ۔ ۲۰۱ء۔ اور جسٹس چیمسفورڈ نے، مقدمہ لیورپول میرین کریڈٹ کمپنی بنام ہنٹر (۱۸۶۸) ال۔ آر۔ ۳۔ چانسری مرافعہ جات، ۴۷۹ء میں۔

دفعہ ۴۴۶ قانون مقام عدالت ہی سے اس کا بھی تصفیہ ہوگا: کہ آیا دعویٰ کے جواب میں مجرا واشت (set-off) کا عذر پیش ہو سکتا ہے؟ — یہ ان دوسرے عذرات سے، جو دعوے کے جواب میں پیش ہو سکتے ہیں، جدا ہے۔

مقدمہ ایلن بنام کیمبل (۱۸۴۸) ۶۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۲۱۴۔ بج، کا کرتن نے جسٹس ہیرٹن لیہ کے بیان کی — جو انھوں نے مقدمہ راکے بنام اورین (۱۸۷۵) ال۔ آر۔ ۱۰۔ کیو۔ بی۔ ۵۴۱ء۔ اور جسٹس و لز نے، مقدمہ میر بنام ٹوریسر (۱۸۶۴) ۱۶۔ سی۔ پی۔ (سلسلہ جدید) ۴۹۶ء میں — صفحہ ۶۵۵ کیا تھا، — توضیح کی ہے۔

لیکن جس حالت میں قانون دیوالیہ کی رو سے، امناء — یا جس نام سے وہ لوگ موسوم کئے جاتے ہوں، جو کہ قرضخواہوں کی طرف سے جائداد کا انتظام کر رہے ہوں، — اور جائداد کے مدیون میں، جو کہ شخص دیوالیہ کا دائن بھی ہو، مجرا واشت کا قاعدہ جاری ہو، تو امنائے مذکور، اس قاعدہ کے پابند رہیں گے؛ خواہ وہ کہیں دعویٰ کریں، کیونکہ وہ مدیون کی جائداد کو، اس پابندی کے ساتھ لیتے یا اسکی نمایندگی کرتے ہیں۔

مقدمہ میکفرلین بنام نارس [۱۸۶۲] ۲۔ بی وایس۔ ۷۸۳۔ نج، کاکبرن، وٹیمن، بلیکبرن، کرامپٹن ج ج

دفعہ ۳۴۷ — جس حالت میں، معاہدہ کے صحیح قانون سے، جو ایک غیر متحدہ جماعت (Un in corporated firm) کے ساتھ کیا جائے، اس کا ہر شریک، بااتباع کسی ضابطہ کے، کل کا ذمہ دار قرار پاسکتا ہو، تو اس کا تصفیہ، قانون مقام عدالت کریگا؛ کہ آیا کسی شریک پر، منفرداً دعویٰ دائر ہوسکتا ہے، قبل اسکے کہ دوسرے شرکاء پر دعویٰ کیا جائے؟

مقدمہ بک بنام کیرڈ (۱۸۷۵) ایل۔ آر۔ ۱۰ کیو۔ بی۔ ۲۷۶ نج، بلیکبرن۔
سیلور۔ فیلڈ: اس اصول سے، ایک متوفی شریک کی جائداد کے اہتمام میں، کام لیا گیا۔
مقدمہ ووشش وتیھن بنام لڈرک [۱۸۹۶] ۲۔ چانسری۔ ۸۲۶ نج، ستومر ج

دفعہ ۳۴۸ — کسی خاص قسم کی شہادت کے ادخال، اور اس کی وقعت کا اندازہ، مقام عدالت کے قانون سے کیا جائے گا۔ دیکھو دفعات ۱۲۴ و ۲۰۷ تا ۲۰۹، 406
ان سوالات کے لئے، جو اس قاعدہ کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں۔

مقدمہ ٹولا بنام ہارٹلے (۱۸۴۱) ۱۔ وائی و سی۔ چانسری۔ ۱۱۴ نج، نائٹ بروس کا، جو خلاصہ حاشیہ پر دیا گیا ہے، وہ غلطی میں ڈالنے والا ہے۔
اندراج اور تحریر، قانون مقام وقوع کے لحاظ سے، صحیح دستاویز انتقال، سمجھی جاتی تھی؛ اور اسی قانون کے لحاظ سے اس کا تصفیہ ہونا صحیح تھا: اور اس بنا پر، انگلستان کے قانون شہادت کی خلاف ورزی نہیں ہوئی تھی ؏

شہادت میں، بعض دستاویزات کے ادخال کی نسبت، جس سے موصی کا یہ ارادہ ظاہر ہوتا تھا، کہ وہ وصیت نامہ کے ذریعہ سے، تقرر کے اختیار کو عمل میں لائیگا؛ یہ طے ہوا، کہ اس سے قانون انگلستان، جو قانون مقام عدالت تھا، متعلق ہوگا؛ اگرچہ موصی کا توطن، فرانس کا تھا۔ مقدمہ شولفیلڈ [۱۹۰۵] ۲۔ چانسری ۴۰۸۔ نج، کیکوچ ج؛ عام امور کے متعلق، دیکھو مقدمہ ایسٹ ہیولٹ و فرنس جنکشن ریلوے کمپنی (۱۸۵۱) ۳۔ ایچ۔ ایل۔ سی۔ ۱ نج، بروہام لو؛ ایبٹ بنام ایبٹ (۱۸۶۰) ۲۹۔ ایل جے (سلسلہ جدید) پی۔ ایم واے

۵۷- جج، کرانسول ہی و فیلے بنام فیلے (۱۸۶۲) ۳۱-ایل- جے (سلسلہ جدید)
پی- ایم- اے- ۱۴۹- جج، کرانسول ہی

دفعہ ۳۴۹ انگلستان کے قانون کا وہ قاعدہ، جس کی رو سے مقدمہ کا کوئی فریق یا گواہ، ایسے مجبور نہیں کیا جا سکتا، کہ وہ کسی ایسے امر کا اظہار کرے، جس سے وہ کارروائی فوجداری یا ضبطی جائداد کا مستوجب ہو جائے؛ ان صورتوں سے بھی متعلق ہوتا ہے؛ جن میں شخص مذکور، بیرون ملک، کارروائی فوجداری یا ضبطی جائداد کا مستوجب ہوتا ہو، بشرطیکہ عدالت، ملک غیر کے اس قانون سے، کافی طور سے آگاہ کیجائے؛ جسکی رو سے ایسا عمل ہو سکتا ہے۔

یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ بنام میکرے (۱۸۶۷) ایل- آر- ۳- اے کیو- ۳۲۷- جج، ہٹو ٹو ہا ۳- چانسری مرافعہ- ۹، ۷- جج، جیمسفورڈ جنہوں نے مقدمہ بادشاہ جزائر صقلین بنام ولکاکس (۱۸۵۱) ا سم سلسلہ جدید- ۳۰۱- جج، کو نیوز تھیہ کے عام اصول کو منسوخ کر دیا، اگر بعد کے فیصلوں میں، اسکی صحت تسلیم کیجانے لگی؛ کیونکہ اسوقت قانون ملک غیر کے متعلق کافی آگاہی نہ تھی ہی

دفعہ ۳۵۰ مقدمہ کی کارروائی کو، اس غرض سے روک دینے کے متعلق، کہ ملک غیر کے قانون یا کسی دوسرے امر کا تصفیہ، ملک غیر کی عدالت سے ہو جائے؛ جو اختیار تمیزی، عدالتوں کو حاصل ہوتا ہے!۔ اسکے لئے، دیکھو! تجویز لارڈ سلبورن، بمقدمہ فاسفیٹ سیوج کمپنی لمیٹیڈ بنام مولسین (۱۸۷۶) ا- مرافعہ- کینیڈا- ۷۸۰!۔ و مقدمہ لوولینڈ و بنام لو (۱۸۹۴) ا- چانسری- ۱۴۷- جج، نارتھ، صفحہ ۱۵۰-

دفعہ ۳۵۰ (الف) برعکس اسکے، انگریزی عدالتیں، ایسے مقدمات کو لیں گی؛ جن میں، ملک غیر کی عدالتوں کو کسی امر کے تصفیہ کے لئے، انگریزی قانون کی توضیح کی ضرورت ہو۔

مقدمہ کارنٹی ٹرسٹ کمپنی بنام ہنتی (۱۹۱۵) ۲- کے- بی- ۵۳۶-
جج، پکفورڈ۔ بنکیز، جنھوں نے جسٹس بلیکبرن کی تجویز کو بحال رکھا، بکلے نے
اختلاف کیا ہی و مقدمہ ہوپ بنام ہوپ (۱۸۵۴) ۷- ڈی- ایم و جی- جج،
کرنیورتھ ہی

407

دفعہ ۳۵۱ قانون مقام عدالت ہی کے ذریعہ سے، اس تقدم کا تصفیہ ہوگا، جو کسی متروکہ کے اہتمام میں، خاص قسم کے دائنوں کی جماعت یا غیر کفالتی قرضہ کو دیا جائے گا۔ سب سے پہلے متروکہ، تمام کفالتوں سے سبکدوش ہونا چاہئے؛ کیونکہ کفالت کا معاملہ متعلق بہ جائداد ہے۔ دیکھو دفعات ۱۱۰۔۱۱۱؛ ماخر الذکر ان مستثنیات میں ہے، جن کی نسبت کہا جاتا ہے، کہ وہ قاعدہ کو ثابت کرتے ہیں۔ یہ مقدمات، ایسا قانون کے تابع رہتے ہیں، جو اہتمام متروکہ کا صحیح قانون سمجھا جاتا ہے، نہ کہ حقیقی عدا کے قانون کے۔ اور نیز دیکھو دفعہ ۱۴۸، اور اس قاعدہ مندرجہ دفعہ ۲۱۱ کو، کہ ملک غیر کی عدالت کا فیصلہ، انگلستان میں قرضہ کے سادہ معاہدہ کے مساوی متصور ہوتا ہے۔

امیر البحری کے صیغہ میں، جو کارروائی، عام استقرار حیثیت کے لئے کیجاتی ہے اس میں مراہن اور ناخدا کے دعویٰ اجرت اور تقسیم میں بھی، تقدم کا تصفیہ، قانون مقام عدالت سے ہوتا ہے۔ مقدمہ جہاز نگیس ۱۹۰۳ء ۱ پی۔ ۴۴ بج فلیمور ۵

دفعہ ۳۵۲ مرافعہ کی میعاد کا تصفیہ بھی، قانون مقام عدالت سے کیا جاتا ہے۔

مقدمہ لوپز بنام برسلم ۱۸۴۴ء ۴ مو۔ پی۔ سی۔ ۳۰۰ بج کیمبل ۶

ثبوت قوانین ملک غیر

چونکہ ملک غیر کے قوانین کا ثابت کرنا، ضابطہ کا ایک جز ہے، اس لئے، اس کا انحصار، قانون مقام عدالت پر ہوتا ہے، لیکن اس کے متعلق، جو قواعد، انگلستان میں جاری ہیں، ان کا یہاں درج کردینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

دفعہ ۳۵۳ ملک غیر کے قانون کی نسبت، یہ فرض کرلیا جاتا ہے، کہ وہ، وہی ہے، جو انگلستان کا قانون ہے؛ بجز انگلستان کے قانون کے ان اجزا کے، جو مخصوص آئین اور مخصوص عمل کے ساتھ مہیا کئے گئے ہیں؛ مثلاً عدالت وِیوالیہ وغیرہ۔

یہ امر کہ ملک غیر میں بھی، ایسا آئین موجود اور کار فرما ہے، اور دوسری حیثیت سے بھی، انگلستان اور ملک غیر کے قوانین میں، اختلاف ہے، کسی فریق کیطرف سے، خواہ وہ مدعی ہو یا مدعی علیہ، ——— بیان ہونا، اور ثابت کیا جانا ضرور ہے۔ اگر فریق بیان کنندہ اس کو ثابت نہیں کر سکتا، تو انگلستان کا قانون، کام میں لایا جائیگا۔

براؤن بنام گریسی (۱۸۲۱) ڈو ورسے - این - پی - ۴۱ نوٹ - جج، ایسٹ، وغیرہ نیز اسمتھ بنام گولڈ (۱۸۴۲) ۴ - مو - پی - سی ۲۱ کیمپبل ——— جسٹس ولز نے، عدالت کا فیصلہ، مقدمہ لائیڈ بنام گلبرٹ - ایل - آر - آئی کیو - بی صفحہ نمبر ۱۲۹، صادر کیا تھا۔

ملک غیر کا قانون، انگریزی عدالت کے لئے ایک متعلقہ واقعات ہے، اور جو فیصلہ، عدالت ملک غیر، اپنے قانون کے متعلق کرے، اس کا تسلیم کرنا انگلستان کی عدالت پر لازم نہیں ہے۔ وہ واقعات کے متعلق، ایک ماہر فن کی رائے ہے، جو قابل وقعت ہے، مگر وہ، لازمی طور سے قطعی نہ تصور ہوگی، مقدمہ گارنٹی ٹرسٹ کمپنی بنام ہینی وکمپنی (۱۹۲۰) ۲ - کے - بی - ۶۶۳ - جج، وارنگٹن اسکروٹن۔ یکونا؛ جنھوں نے جسٹس بیل ہیک کی تجویز کو منسوخ کر دیا۔

اس مقدمہ میں جسٹس بیل ہیک نے یہ تصفیہ کیا تھا، کہ جب کسی دستاویز کی تعبیر کے متعلق، ملک غیر کے جج کی صریح رائے موجود ہو، تو انگلستان کی اس عدالت کو، جسے دستاویز مذکور کی تعبیر، ملک غیر کے قانون سے کرنی پڑے! ملک غیر کی تجویز کا اتباع کرنا لازم ہے۔ ——— عدالت مرافعہ نے، یہ طے کیا، کہ انگلستان کی عدالت کو، بطور واقعہ، اسپر غور کرنا چاہیئے، کہ آیا ملک غیر کے جج کا فیصلہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کا تصفیہ، اس شہادت سے کرنا چاہیئے، جو اس کے سامنے پیش ہو۔

بار ثبوت ان اشخاص پر عائد ہوتا ہے، جو یہ بیان کرتے ہیں، کہ ملک غیر کا قانون، انگلستان کے قانون سے مختلف ہے۔ مقدمہ ڈانا ایٹ اے - جے بنام ایسو تشو کمپنی (۱۹۱۸) اے - سی - ۳۰۱ - جج، پارکر، انگلستان کے فاضل جج، اس مرافعہ میں، جو اسکاٹلینڈ سے ہوگا، قانون

انگلستان کے متعلق، اپنی ذاتی واقفیت سے کام لیے گئے، اور اس شہادت کے پابند نہ ہونگے، جو قانون مذکور کے متعلق، عدالت تحت میں پیش ہوئی تھی۔ ڈگلاس بنام براؤن [۱۸۳۱] ۲۔ ڈو و سی ایل۔ ۱۷۱۔ نج، بروہام تو، مقدمہ کوپر بنام کوپر (۱۸۸۸) ۱۳۔ اے سی۔ ۸۸۔ 408
نج، ہالسبری۔ واٹسن و میکناٹن ؟

دفعہ ۳۵۴ جو شہادت، ملک غیر کے قانون کی نسبت پیش کیجاتی ہے، اسکے اثر کا تصفیہ اب صرف حاکم عدالت کرتا ہے، جوری کو اس میں، کوئی دخل نہیں ہوتا۔ دیکھو دفعہ ۱۵۔ اڈمنسٹریشن آف جسٹس ایکٹ بابتہ سنہ ۱۹۲۰ء جس نے، اس قدیم عمل درآمد کو بدل دیا، جسکی رو سے، ملک غیر کے قانون کے مسائل، برنبائے واقعہ مقدمہ ہونے کے، جوری کی رائے پر چھوڑ دیئے جاتے تھے، اگر جوری ہوتی تھی، اور وہی اسکے ثابت اور ناثابت ہونے کا فیصلہ کرتی تھی۔

قانون ملک غیر، جس سے، مدعی علیہ استدلال کرتا تھا، جوری کے نزدیک قابل اطمینان طریقہ سے ثابت نہ ہوا، اس لئے انگلستان کا قانون کارمند ہوگیا، اور مدعی مقدمہ جیت گیا۔ مقدمہ ڈول ناک ڈپی لا یونین بنام اٹیکن [۱۹۱۱] ۶۔ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۲۷۰۔ جج، ہالسبری، ماتیشر، فرائے، جنہوں نے، جسٹس رائٹ کے فیصلہ کو، بحال رکھا ؟

دفعہ ۳۵۵ اس لحاظ سے، کہ ملک غیر کا قانون، یا اس کا، یا انگلستان کے قانون کا اختلاف، مقدمہ کا ایک واقعہ ہوتا ہے، ہر موقعہ پر، جب اس سے کام لیا جائے، اس کا، از سر نو ثابت کرنا لازم آتا ہے، خواہ عدالت، دوسرے مقدمات میں، شہادت پیش شدہ کے لحاظ سے، اس امر سے، پوری طرح سے، واقف ہی کیوں نہ ہو۔

مقدمہ میکارک بنام گارنٹ (۱۸۵۴) ۵۔ ڈی۔ ایم۔ جے۔ ۲۸۰۔ جج، نائٹ بروس۔ و ٹرنر تو

اس میں شک نہیں، کہ اس امر کا فرض کرلینا خطرہ سے خالی نہ ہوگا، کہ ملک غیر کے قوانین، بعد کے قوانین یا انتظامات سے، تبدیل نہیں ہوگئے ہیں۔

دفعہ ۲۵۶ ملک غیر کا قانون ہمیشہ ماہرینِ فن کی شہادت سے ثابت کیا جانا چاہیے۔ اس حالت میں بھی، کہ بحث کسی مجموعہ یا قانون سے ہو، محض اس کا پیش کر دینا کافی نہیں ہے؛ اور نہ جب اس کا حوالہ ماہر فن دے، تو اس کو مہیا کرنا ضرور ہے۔

"ماہرین فن کی رائے کو، ان کے فن کے واقعات کی نسبت، قابل ادخال قرار دینا چاہیئے؛ یہی اصول، قانون پیشہ اصحاب کی شہادت سے متعلق ہے۔ اور میرے نزدیک وہ ایسے قانون ہی تک محدود نہیں ہے، جو ضبطِ تحریر میں نہ آیا ہو؛ بلکہ ضبطِ تحریر میں آئے ہوئے قوانین سے بھی؛ جس سے واقف ہونا، ان کے لئے لازم ہے، اسیطرح متعلق ہونا چاہیئے۔ حقیقتاً اس قسم کی شہادت کا منشاء یہ نہیں ہے، کہ ضبط تحریر میں آئے ہوئے قوانین کا مضمون بیان کر دیا جائے؛ بلکہ ان کے اثر اور اس قانونی نتیجہ کا بیان کرنا مقصود ہے: جو ان سے مستنبط ہوتا ہے۔ محض مضمون کے بیان کر دینے میں، اکثر ایسے لوگوں کو غلط فہمی ہو سکتی ہے، جو اس نظام قانون سے، واقف نہ ہوں، اس لئے، گواہ سے جو چاہا جاتا ہے، وہ یہ ہے، کہ وہ، اس حکم کو بیان کرے، جو اس قانون سے نکلتا ہے۔ میرے نزدیک، یہ سلطنتوں کے باہم معاہدات سے متعلق نہیں ہے؛ کیونکہ کوئی جماعت اس مضمون سے، اس حیثیت سے واقف نہیں ہو سکتی: کہ ایسے ماہر فن کا اطلاق کیا جائے۔"

لارڈ ڈینمن بمقدمہ بیرن ڈی بوڈی (۱۸۴۴ء) ۸ کیو۔ بی۔ ۲۵۰۔ "ہمارے لئے، جو امر غور طلب ہے، وہ یہ نہیں ہے، کہ قانون منضبط کے الفاظ، کیا ہیں؟ — بلکہ یہ، کہ بہ وجود قانون کیا ہے؛ جس کا اظہار، توضیح، تعبیر اور فیصلہ جات سے ہوتا ہے"؟ — جسٹس کالرج۔ اسی مقدمہ میں، صفحہ ۲۶۵۔ 409

جسٹس کاٹن ہام۔ بر ٹو ہام۔ ڈینمن کیمبل، اور لینگ ڈیل نے، اسی مقدمہ سیسکس پیریج (۱۸۴۴) ۱۱۔ سی۔ ایل۔ و۔ ایف ۸۴۔ ۱۱۷، میں یہی رائے دی تھی، تحریر شدہ دستاویزات میں، ملک غیر کے مندرجہ قوانین کے ثبوت کے متعلق، اس سے پہلے مختلف رائے قائم ہوئی تھی۔ قدیم نظائر، مقدمہ بیرن ڈی بوڈی میں، پیش ہوئی ہیں، اور ان سے بحث کی گئی ہے۔

مقدمہ نلسن بنام بر ڈلیرٹ (۱۸۴۵) ۸۔ بیو۔ ۲۷ میں، جو تجویز — لارڈ لینگ ڈیل نے، ثبوت قانون ملک غیر کے، اس دفعہ اور دوسری دفعات

کے متعلق سے صادر کی ہے، وہ، پوری توجہ کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہے۔

دفعہ ۳۵۶ (الف) لیکن عدالتوں کا چند سال سے اس طرف رجحان معلوم ہوتا ہے، کہ نوآبادیات کے قوانین نکاح کے ثبوت کے واسطے، بغیر کسی ماہر فن یا بیان حلفیہ کے، قوانین مذکور کی مصدقہ نقول کے پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

مقدمہ بونن ہاٹ بنام بونن ہاٹ [۱۹۱۷] ایل۔ ٹی۔ جرنل۔ ۱۴۹۔ صفحہ ۱۲۵ بج، ڈیوک۔ پی؛ و مقدمہ روبنسن بنام ر (۱۹۱۷) ۱۱۵۔ ایل۔ ٹی۔ ۹۲، بج، شیرتین ؛ و مقدمہ گبسن بنام گبسن (۱۹۲۱) ڈبلیو۔ این۔ ۱۲۔ بج، ڈیوک ؛

مقدمہ براؤن بنام براؤن (۱۹۱۷) ۱۱۶۔ ایل۔ ٹی۔ ۷۰۲، میں۔ بج، ہل کی یہ رائے تھی، کہ ایسے مقدمات میں، قانون کو ثابت کرنے کیلئے، ماہر فن گواہ، کا طلب کیا جانا ضرور ہے؛ مگر انکی رائے کا اتباع نہیں کیا گیا؛ اسکاٹ لینڈ کے نکاحوں کے ثبوت کے متعلق، دیکھو، مقدمہ ڈرو بنام ڈرو (۱۹۱۲) پی۔ ۱۷۵، بج، ایوانس۔ پی ؛

دفعہ ۳۵۷ جس ماہر فن کی شہادت سے ملک غیر کا قانون ثابت کیا جائے، اس کے لئے، یہ ضرور نہیں ہے، کہ وہ ناظم عدالت یا ایسا قانون پیشہ ہو، جو اپنا کام کرتا ہو؛ گواہ کی معقول حیثیت ہے؛ اور وہ، سرکاری اہم اور ذمہ داری کی خدمات انجام دے رہا ہے، اور انسے تعلق رکھتا ہے؛ اور ان کو عمدہ طریقے سے انجام دینے کے لئے، اسپر لازم ہے، کہ وہ قانون نکاح کے اس جزو سے واقفیت حاصل کرے؛ ایسی حالت میں، اس کی شہادت کی حیثیت، وہی ہوگی، جو ایک ناظم عدالت کی شہادت کی ہوتی۔ یہ کہنا، ناممکن ہے، کہ وہ، ناقابل ہے۔" جسٹس لینگ ڈیل، بمقدمہ سکس پیریج (۱۸۴۴) ۱۱۔ سی ایل وایف۔ ۱۴۴۔ "وہ ماہر بلحاظ عہدہ (Peritus virtutes officü) کی مدمیں داخل ہے۔" جسٹس کاٹنہام، بمقدمہ مذکورالصدر۔

متذکرہ صدر مقدمہ میں، انگلستان کے ایک رومن کیتھولک پادری

کی شہادت، جو مذہبی اختیارات کام میں لایا کرتا تھا، روما کے مذہبی قانون
کے ثبوت میں، قبول کی گئی تھی۔

ایک ملک کے قنصل اعلیٰ یا اسکے سفیر کا صداقت نامہ اس ملک کے قانون کے
ثبوت میں قبول کرلیا گیا تھا۔ مقدمہ ڈارمور (۱۸۳۲) ۳ ہیگیٹ ایکلا ۷۶۷۔ جج
نکول؛ و مقدمہ کلنگیمین (۱۸۶۲) ۳ ۔ ایس ۔ ٹی ۔ ۱۸ ۔ جج کریسول؛ و مقدمہ پرنس پی
جی اولڈنبرگ (۱۸۸۴) ۹ ۔ پی ۔ ڈی ۔ ۲۳۴ ۔ جج بٹ؛ اور یہی حال
سفارتخانہ کے معتمد کے بیان حلفی کا ہے، جس کو بلحاظ اپنے فرض منصبی کے
اپنے ملک کے قانون سے واقفیت لازم تھی۔ و مقدمہ دوست علی خاں
(۱۸۸۰) ۶ ۔ پی ۔ ڈی ۔ ۶ ۔ جج ہینن؛ اور علی ہذا القیاس ایک
رجسٹرار کا بیان، جو ملک غیر کے قانون زیر بحث کے مطابق، کاغذات
اور دستاویزات، مرتب کرنے کا عادی تھا۔ مقدمہ وائٹ لاک
(۱۸۹۹) پی ۔ ۲۶۷ ۔ جج گورل بارنس؛ اور "شک کے ساتھ"
ایک نوآبادی کے سابق گورنر کا بیان، جو یہ کہتا تھا کہ وہ انگریزی رعایا
کے قانون سے، پوری طرح واقف ہے؛ جواز نکاح کا مسئلہ زیر بحث تھا۔
مقدمہ کورٹنگ بنام کورٹنگ (۱۹۰۰) پی ۔ ۶۵ ۔ جج گورل بارنس؛ 410
اسیطرح، انجمن تعلیم قانونی کے ایک معلم رومن ڈچ قانون، کی
شہادت قبول کرلی گئی، جس نے ان لوگوں کو تعلیم دینے کے لئے، جو
ان نوآبادیات میں، وکالت کرنا چاہتے تھے، جہاں رومن ڈچ قانون
نافذ تھا، قانون مذکور بطور خاص پڑھا تھا۔ مقدمہ بریلے بنام
روڈیسیا کانسولیڈیٹڈ لمیٹڈ (۱۹۱۰) ۲ ۔ چانسری ۔ ۹۵ ۔ جج وارنگٹن؛
عدالت نے، قانون یوروگوا کے متعلق، ایک ڈاکٹر کی شہادت کو منظور
کرلیا، جو انگلستان اور اسپین کا بارسٹر تھا؛ اور جسکو، درخواست کرنے پر
یوروگوا میں، وکالت کی اجازت مل سکتی تھی۔ مقدمہ بارفورڈ بنام
بارفورڈ (۱۹۱۸) پی ۔ ۱۴۰ ۔ جج ہارج؛ لیکن مفصلہ ذیل اشخاص کی
شہادت، ناقابل قبول ہے:-

ایک سوداگر کا ــــ مقدمہ کلاک بنام لیوی (۱۸۱۲) ۳ کیمپ ۱۶۶۔
مع الینبرو ج؛ ایک معمولی شریف آدمی کی؛ ــــ جس کو جسٹس وائٹن نے
مقدمہ سرکار بنام ونٹ (۱۸۴۳) ۱۔ کار وکر۔ ۹۷ میں منظور کر لیا تھا۔
اس مقدمہ کی نسبت جسٹس کالٹن آم نے کہا ــــ کہ ایسا عمل نظمائے عدالت
اور ممبران ہاوس آف لارڈز کی عام رائے کے بالکل خلاف تھا۔ مقدمہ
سسکس پیرج (۱۸۴۴) ۱۱۔ سی ایل وایف۔ ۱۳۴ کو
ایسے شخص کی؛ ــــ جس کا علم اس ملک کے قانون کے متعلق؛
ایک دوسرے ملک کی یونیورسٹی میں پڑھنے کی بنا پر حاصل ہوا ہو۔ مقدمہ
برسٹو بنام سکول (۱۸۵۰) ۵۔ ا پینج ۲۷۵۔ نزج؛ پولک۔ ایلڈرسن۔
رولف۔ پلیٹ۔ ومقدمہ بول (۱۸۷۵) ۱۔ پی۔ ڈی۔ ۶۹۔ نزج اہتین
مقدمہ ٹرزرویلڈنگ بنام نیچ کلف [۱۹۰۶] ڈبلیو این۔ ۲۷۔ نزج کیکوچ کو

دفعہ ۵۸۳ ماہرین فن کی شہادت ختم ہوجانے کے بعد جو کام عدالت کا رہجاتا ہے اس کو، لارڈ لینڈک ڈیل نے بیان کیا ہے؛ "اگرچہ ایک ناظم عدالت کے متعلق یہہ نہیں فرض کیا جاتا، کہ وہ، ملک غیر کے قانون سے واقفیت رکھتا ہے؛ مگر تم اسکی نسبت، یہ ضرور فرض کر سکتے ہو، کہ وہ، عام فن استدلال سے اسقدر واقف ہے کہ وہ، وکلا کی اعانت سے یہ دریافت کر سکتا ہے؛ کہ بقیاس غالب، مغالطہ کہاں کہاں واقع ہوا ہے۔ اور کس جگہہ زیادہ تر محتاط! اور کس جگہ، کمتر محتاط اشہادت کی ضرورت ہے؟ ــــ اگر ہر صورت میں، بیحد سختی کے ساتھ احتیاط کیجائے، تو اکثر صورتوں میں، انصاف رسانی محال ہوجائے گی۔ اور میں، یہہ کہنے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ ایسی صورتیں پیش نہیں آسکتیں، جن میں، ناظم عدالت، ملک غیر کے قوانین کے الفاظ کی، تعبیر اور صورت زیر بحث سے انکے متعلق کرنے کا فرض، بطرق مناسب نہیں ادا کر سکتا! خصوصاً ایسی حالت میں، جبکہ شہادت مختلف اور غیر صریح ہو۔ مقدمہ لنڈد بنام بلیسار یو (۱۷۹۵) ا۔ ہیگ کانس ۲۱۶، میں جس میں شہادت، بند سوالات کے ذریعہ سے لی گئی تھی، اور صاف وصریح نہ تھی؛ لارڈ اسٹول نے کہا ــــ کہ وہ، اپنے خیال میں، اپنے فرائض منصبی سے تجاوز نہ کرینگے اگر وہ، شہادت سے آگے بڑھجائیں؛ لیکن

نہ ایسی شہادت سے، جو بطریق مناسب ادا ہوئی ہو۔ اور مقدمہ لنٹ بنام ملبیاربو۔ اور مقدمہ ڈارسپل بنام ڈارسپل (۱۸۵۱) ۲۔ ہیگ۔ کرنس (۴۸۵) میں، جہاں تک میں سمجھتا ہوں، انھوں نے کسی ایسی نظیر، رائے، یا فقرہ سے بحث نہیں کی، جس کا حوالہ صریح طریقہ سے گواہ نے نہ دیا تھا۔ اور اس طور سے انھوں نے، اس شہادت سے جس کا وہ بطریق مناسب ادا ہونا سمجھتے تھے، تجاوز نہ کیا۔ البتہ جن نظائر کا حوالہ دیا گیا تھا، ان کے اثرات کا، اپنے واسطے، اندازہ قائم کرنے کے لئے، انھوں نے شہادت سے تجاوز کیا؛ "تاکہ ان کو، ایسے تصورات کے قائم کرنے کا موقع ملے، جن کی مدد سے، وہ بہتر طریقہ سے، مختلف شہادتوں، اور گواہ کے مشتبہ بیان، کا فیصلہ کر سکیں"۔ مقدمہ نلسن بنام برڈپورٹ (۱۸۴۵) ۸۔ بیو۔ ۵۲۷۔ 411

جب یہ امر مسلم ہو چکا، کہ قانون ملک غیر، ایک واقعہ متقدمہ ہے، جو گواہوں سے ثابت کیا جانا چاہئے، تو یہ امر یقینی ہے، کہ اکثر مقدمات میں، اس کے متعلق جو شہادت پیش ہوگی، وہ غیر صریح اور مختلف ہوگی؛ اور ان صورتوں میں، اس سے چارہ نہیں، کہ نظائر عدالت، اس شہادت کے استعمال میں، اس اختیار تمیزی کو کام میں لائیں، جس کا دعویٰ بیان کیا گیا ہے۔

جسٹس چمسفورڈ نے، مقدمہ ڈی سور ابنا م فلپس (۱۸۶۳) ۱۰۔ ایچ۔ ایل۔ ۴۶۔ میں کہا: کہ پریوی کونسل نے، مقدمہ بریمر بنام فریمن (۱۸۵۷) ۱۰۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۳۰۶۔ میں، وہی عمل کیا، جس عمل کے حق کا، جسٹس لینگ ڈیل نے، یہ دعویٰ کیا ہے۔ مگر انہوں نے اس احتیاط پر بھی زور دیا، جس کی طرف سے جسٹس لینگ ڈیل نے، اشارہ کیا تھا یعنی۔ جن فقرات کا، گواہوں نے، حوالہ دیا ہے، انکے سوائے کوئی اور ذریعہ علم، نہ قرار دیا جانا چاہئے۔ ایسا ہی عمل، مقدمات کالاہان بنام موریا ڈی سوراسیاھر کا مکا (۱۸۸۹) ۴۔ چانسری ڈویژن ۴۴۲۔ ۵ میں جسٹس کاٹن۔ لنڈلے اور لوپس نے کیا تھا۔

دفعہ ۲۵۹ سنہ ۱۸۵۹ع کے ایکٹ، آئین ۲۲ و ۲۳ وکٹوریا فصل ۶۳ کی رو سے، انگلستان کے ممالک محروسہ کی ہر عدالت، مجاز ہے، کہ مقدمہ کو، اپنے سے بالاتر

عدالت میں، جو ممالک محروسہ مذکورہ میں کہیں واقع ہو — بھیجکر، یہ رائے طلب کرے، کہ واقعات مندرجہ مقدمہ سے متعلق، وہاں کا کیا قانون ہے۔ فریقین مجاز ہیں، کہ جس عدالت سے رائے طلب کی گئی، اس سے استدعا کریں: کہ ان کو، بحث کا موقعہ دیا جائے۔ اور جب یہ رائے آجائے، تو عدالت طلب کنندہ رائے پر لازم ہے، کہ وہ، اس کے مطابق عمل کرے؛ البتہ اس کو یہ اختیار ہے؛ کہ اس رائے کو، اگر وہ، قبل تحقیقات حاصل کی گئی ہے، — بشمول دوسرے واقعات مقدمہ کے بطور معمولی شہادت کے؛ یا حسب ضوابط یہ خود، قانون ملک غیر کی نسبت، بطور شہادت قطعی کے، — جوری کے سامنے پیش کرے۔ لیکن بحالت مرافعہ، ہاؤس آف لارڈز، یا پریوی کونسل، کسی ایسی عدالت کی محصلہ رائے کی پابند نہوگی؛ جنکی تجاویز پر، ان دونوں کو، علی الترتیب نظر ثانی کا حق حاصل ہے۔

دفعہ ۳۶۰ — سنہ ۱۸۶۱ کے ایکٹ آئین ۲۴ و ۲۵ وکٹوریا فصل ۱۱ کی رو سے، ممالک محروسہ انگلستان کی ہر اعلیٰ عدالت، اس کی مجاز ہے، کہ وہ، کسی مقدمہ کو، ایسے ملک غیر کی اعلیٰ عدالت کے پاس، — جس سے اس مقصد کے لئے، بادشاہ انگلستان سے معاہدہ ہوچکا ہو، بطریق مندرجہ معاہدہ، — بھیجکر اس قانون کی نسبت رائے طلب کرے؛ جو واقعات مندرجہ مقدمہ سے متعلق ہوتا ہے۔ لیکن عدالت طلب کنندہ رائے، اس کی پابند نہوگی؛ اور مجاز ہوگی، کہ اس کو بلا ترمیم یا بعد ترمیم کے، مزید رائے کے لئے واپس کرے؛ یا سلطنت مذکور کی دوسری اسی قسم کی عدالت سے، وقتاً فوقتاً مشورہ کرے۔ اسیطرح انگریزی عدالتوں کو علم ہے، کہ وہ، ایسے مقدمات کا: باہر سے وصول ہوں، جواب دیا کریں۔

متفرقات

12 اس موقعہ پر، مختصراً بعض ضوابط کے مضامین کا ذکر کردینا، مناسب ہوگا؛ جن کی تفصیل، قانون اور ضابطہ کی کتابوں میں ملے گی:-

دفعہ ۳۶۱ — مفصلہ ذیل امور کے طریقہ ثبوت کے لئے، دیکھو آئین

۱۴ و ۱۵ وکٹوریہ، فصل ۹۹، دفعہ ۷۔

۱۔ اعلانات، معاہدات سرکاری، یا ملک غیر کے، — یا انگریزی نوآبادی کے، — قوانین ۔

۲۔ تجاویز، ڈگریاں، احکام یا دوسری عدالتی کارروائی، — کسی ملک غیر کی، — یا، انگریزی نوآبادی کی ۔

۳۔ بیانات حلفی، عرضی دعاوی، اور دوسری قانونی دستاویزات، جو ایسی عدالتوں میں داخل کی جائیں، یا لکھوائی جائیں۔ دیکھو آئین ۱۴ و ۱۵، وکٹوریا فصل ۹۹، دفعہ ۷۔

دفعہ ۳۶۲ انگریزی عدالتوں کے، ان اختیارات کے متعلق، جو ان کو ایسے مقدمات میں شہادت لینے کے متعلق حاصل ہیں، جو انگریزی سلطنت کے دوسرے حصوں کی عدالتوں میں، دائر ہیں۔ دیکھو آئین ۲۲، وکٹوریا، فصل ۲۰؛ — و مقدمہ کیمپبل بنام اٹارنی جنرل (۱۸۶۷) ایل آر۔ ۲۔ چانسری مرافعہ۔ ۵۷۱۔ جج، ٹرنر و کیرنس۔ اور منشاء آئین ۶ و ۷، وکٹوریا، فصل ۸۲، دفعہ ۵ کے لئے، دیکھو مقدمہ بچارڈ بنام سیکنڈ لین، خصوصاً تجویز جسٹس ٹنڈل (۱۸۹۱) ۲۔ کیو۔ بی۔ ۲۴۱۔

دفعہ ۳۶۳ اس امر کے متعلق، کہ جب ملک غیر کی عدالت سے کوئی انگریزی عدالت، گواہوں کو طلب کر سکے، انکی شہادت قلمبند کرنے کی درخواست کرے، تو اس کو کیا کارروائی کرنی چاہیئے؟۔ دیکھو مقدمہ جینس بنام جینس (۱۸۶۶) ایل۔ آر۔ ۱۔ پی و ایم ۳۔ ۱۵۲۔ جج، پینزانس۔

اگر کارروائی مقدمہ کی انگلستان میں چل رہی ہے، تو گواہوں کے جو بیانات، ملک غیر میں ہونگے، ان میں سوال اور جواب کے ادخال، یا ناقابل ادخال شہادت ہونے کا تصفیہ انگلستان کے قانون سے کیا جائے گا۔ مقدمہ وسیلا بنام فلس (۱۸۷۹) ۴۰۔ ایل۔ ٹی۔ ۴۲۳۔

دفعہ ۳۶۳ (الف) ملک غیر میں، قلمبندی شہادت کے لئے، جو وجوہ، انگریزی عدالتوں میں قابل لحاظ متصور ہوتے ہیں، ان کے لئے، دیکھو مقدمہ براؤن بنام گرین وڈ (۱۸۸۰) ۲۰۔ چانسری ڈویژن۔ ۷۶۴۔ نوٹ۔ جج، بیگلے و کاٹن

ومقدمہ بوائز کرافٹن بنام کرافٹن (۱۸۹۲) ۲- چانسری ڈویژن - ۶۰ - جج ، فرائے ؛ --- ولاسن بنام وکٹوریہ پریک کمپنی (۱۸۹۴) ۲- چانسری ڈویژن - ۲۷ - جج ، بیگلے - کاٹن - لنڈلے ؛ جنہوں نے جسٹس بیکن کی تجویز کو بحال رکھا ؛ --- وکوچ بنام الکاک کمپنی (۱۸۸۸) ۲۱- کیو - بی - ڈی - ۱۷۸ - جج ، ایشر - لنڈلے - ولوپیس ؛ جنہوں نے جسٹس فیلڈ اور وولز کی تجویز کو بحال رکھا ؛ --- وویسٹ بنام لارڈ سیکولی [۱۹۰۳] ۲- چانسری - ۲۷۸ ، --- اس میں شہادت کو دوامی کر دینے کی خواہش کی گئی تھی ؛ --- جج ، ویگھان ولیمس - رومر - واشر لنگ ؛ جنہوں نے جسٹس کیکوچ کی تجویز کو منسوخ کر دیا ؛ --- اور نیز دیکھو ا جونسن ڈائیورس ل (۱۸۹۹) اے - سی - ۴۸۴ ، --- کمیشن کی درخواست ، جو مدعی علیہ کی طرف سے پیش ہوگی ، وہ ا بہ نسبت مدعی کی درخواست کے ، زیادہ تر آسانی سے منظور ہو سکیگی ؛ جسے انتخاب عدالت کا حق حاصل تھا -

مقدمہ راس بنام ووڈفورڈ [۱۸۹۴] ۱- چانسری - ۳۸ - جج ، چٹی ؛ ---
دینو بنام برنس [۱۸۹۴] ۴۳ - ڈبلیو - آر - ۱۰۲ - جج ، لنڈلے - ۱۷ -
ایل - اسمتھ ؛ جنہوں نے جسٹس ڈے کی تجویز کو منسوخ کر دیا ؛

دفعہ ۳۶۴ جہاں مقامی قانون کی رو سے ، انگلستان کے سفرا
113 کو حلف دینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو ، وہاں بیانات حلفی کی تصدیق ، مقامی عہدہ داروں کے روبرو ہو سکتی ہے -

مقدمہ فاکس (۱۸۸۴) ۹ - پی - ڈی - ۱۴۱ - جج ، ہنفین ؛

دفعہ ۳۶۵ اس کارروائی کی تائید کے لئے ، جو ملک غیر میں جاری کیا ہو ، کوئی مقدمہ محض انکشاف واقعات کے لئے ، دائر نہیں کیا جا سکتا -

ڈرنفیس بنام پروین گانو کمپنی (۱۸۸۹) ۴۱ - چانسری ڈویژن - ۱۵۱ - جج ، کے ؛

دفعہ ۳۶۵ (الف) ضمانت خرچہ - عام قاعدہ یہ ہے کہ جو مدعی ، ملک غیر میں رہتا ہو ، اس کو خرچہ مقدمہ کے متعلق ضمانت داخل کرنی چاہیے مقدمہ پرسے بنام ایڈمس (۱۸۸۶) ۱ - ٹی - آر - ۲۶۷ - جج ، ایرلے ؛ --- دیکھیں ، بمقدمہ

پرسی وکیلی نکل کو بالٹ دکر وم آئرن مائننگ کمپنی ۲۔ چانسری ڈویژن۔ ۳۱ ۵۔
"لیکن جب مدعی کا دعویٰ، تجویز عدالت، یا حکم، یا ہنڈی، یا دوسرے قابل بیع و شرا
دستاویز، پر مبنی ہو، تو عدالت کو اختیار تمیزی حاصل رہتا ہے۔ رحکم ۳۵۔ قاعدہ
بی۔ آر۔ ایس۔ سی۔ مجریہ سنہ ۱۹۲۰ء)۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مقدمہ ملک غیر
کی ایسی تجویز پر مبنی ہے؛ جس میں مدعی علیہ موجود تھا۔ مقدمہ کرونٹ بنام
پروگڈن (۱۸۹۴) ۲۔ کیو۔ بی۔ ۳۰۔ نج، لوپس وڈویجی، بمقابلہ کالنز کے — یا،
یہ کہ مدعی کا دعویٰ، ایسے منقسم جائداد کے مقابلہ میں ہے؛ جو عدالت کی حدود
ارضی کے اندر واقع ہے۔ مقدمہ ویلان بنام اردن (۱۹۰۹) ۱۔ آئی۔ آر۔
۲۹۴۔ نج، میریڈتھ۔ ضمانت کا دینا، ایسی حالت میں ضرور نہیں ہے؛ کہ شریک
مدعی، انگلستان میں رہتا ہوا (ڈی ہرسکر بنام گرے (۱۸۸۲) ۱۰۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔
۱۳)۔ گر اسوقت ایسا ہو سکے گا؛ جبکہ زمرۂ مدعیاں میں، انگلستان کا کوئی وکیل،
اسغرض سے شامل کر لیا گیا ہو، کہ ضمانت نہ دینی پڑے۔ مقدمہ جونس بنام گرینے
(۱۹۱۳) ڈبلیو۔ این۔ ۲۰۷۔ نج، سوانفن اڈی۔ جس صورت میں دعویدار، عام
دریافت کی ضمن میں حاضر ہو (اس کے لئے، دیکھو مقدمہ پیٹور یا پٹرس برگ
ریلوی کمپنی (۱۹۰۴) ۲۔ چانسری۔ ۳۵۹۔ جب ملک غیر کا دائن، اپنی کارروائی
دیوالیہ کے مشکروہ ثبوت کی منظوری یا نامنظوری سے، مرافعہ کرے (اس کے
لئے، دیکھو اسمنز ایس مقدمہ بیگیٹ یکطرفہ (۱۸۹۴) ۱۔ کیو۔ بی۔ ۱۵۔ نج، ایشر
لوپس۔ کے؛ — و مقدمہ پلٹنگ —؛ — و مقدمہ یکطرفہ چیپین (۱۹۰۶) ڈبلیو۔
این۔ ۹۹۔ نج، بگھام۔ مدعی علیہ کے عکسی دعویٰ کے خرچہ کی ضمانت کے متعلق،
دیکھو مقدمہ نک بنام سٹیلر (۱۸۹۳) کیو۔ بی۔ ۵۶۰؛ — و جمیس وشال (۱۹۰۵) ا
بی۔ ۲۹۴؛ — و مقدمہ فینکس کمپنی میڈرڈ و بنام جنرل ایکسیڈنٹ فایر۔۔۔
کارپوریشن لمیٹڈ (۱۹۱۱) ۲۔ کے۔ بی ۶۱۹؛ — نج، دیگھان و کیس ہولڈن۔
فاروں، جنہوں نے جسٹس لارنس کی تجویز کو منسوخ کر دیا۔ اس کے لئے کہ کس قدر
ضمانت کافی ہوگی؟ — دیکھو مقدمہ الڈرج بنام برٹش گریفن آئرن۔۔۔ کمپنی (۱۹۰۴) ۲۔ کے۔
بی۔ ۸۵۰۔ ضمانت غیر ضروری ہے — دیکھو مقدمہ ایولیسر کمپنی کانستان تجارت (۱۸۹۱) ۱۔ چانسری ۱۔

414

فصل نوزدہم

خاتمہ

کتاب ہذا کے مضمون سے متعلق، جو کچھ انگلستان کی نظائر سے ملسکتا تھا، اس کو ہم نے لکھدیا ہے۔ اب جو کچھ باقی رہ گیا ہے، وہ فوجداری اختیارات اور تحویل ملزمین کے متعلق ہے، جسکو ہم، دیباچہ میں خانگی قانون بین الاقوام کا ایک جز بتا چکے ہیں؛ لیکن اس کو، انگریزی مقاصد کے لحاظ سے، اس مضمون کے دیوانی حصہ میں شامل کردینے سے، کوئی آسانی نہیں پیدا ہوسکتی۔ علاوہ اس کے، تحویل ملزمین کے بارہ میں، سر ایڈورڈ کلارک، تفصیل تمام لکھ چکے ہیں؛ تاہم ملک غیر کے فوجداری قوانین کا جو اثر، جائداد اور ذاتی حیثیت پر پڑتا ہے؛ اسکے نظائر، ہم ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔

دفعہ ۳۶۶ مقدمہ فولیاٹ بنام اگڈن (۱۷۸۹) ۱-ایچ-بی-ایل ۱۳۵، میں، عدالت کا فیصلہ صادر کرتے ہوئے، لارڈ لوبرو نے کہا: کہ ملک غیر کے فوجداری قوانین سے، کوئی ایسی ذاتی ناقابلیت نہیں عارض ہوتی، کہ وہ، اس مقدمہ میں مانع دعوی ہو! ان کا اثر، انہیں اشیاء تک محدود رہتا ہے، جو اُن کے اختیار سے فرق ہوسکتی ہیں؛ اور جو شخص، ان قوانین سے بچنے کے لئے مفرور ہو، وہ، انگلستان میں، اپنے تمام دوسرے حقوق کے متعلق، دعوے کرنے کا مجاز متصور ہوسکتا ہے۔ اس اصول کا جسٹس بلر نے اگڈن بنام فولیاٹ کے مرافعہ (۱۷۹۰) ۳- ٹی-آر-۷۳۳ ــــ اور جسٹس ایلن برو نے ــــ مقدمہ ولف بنام اوکسھام (۱۸۱۷) ۶-ایم و ایس- ۹۹ ــــ میں، عدالت کا فیصلہ صادر کرتے وقت اعادہ کیا۔ پس اس کو، انگلستان کا مسلمہ اصول تصور کرنا چاہئیے؛ اور دفعہ ۱۶ میں

اسی طرف، اسی حیثیت سے، اشارہ کیا جا چکا ہے۔ لیکن جسٹس گروس، مقدمہ اگڈن بنام فولیاٹ ۳۔ ٹی۔ آر۔ ۳۵، ۷۔ میں، اصول مذکور کو، زیادہ تر معقول حدود میں لے آئے ہیں؛ یہ کہہ کر، کہ "ایک ملک کے قوانین فوجداری، دوسرے ملک کے قوانین، اور وہاں کے باشندوں کے حقوق پر، موثر نہیں ہو سکتے"۔ نیز ملاحظہ ہو، مقدمہ رے بنام لاکورٹیر ۱۰ (۱۹۱۰) ۱ اے سی۔ ۲۶۲؛ جس میں یہ طے ہوا ۔۔۔ کہ فرانس کا وہ قانون جس کی رو سے، مذہبی جماعتوں کی جائدادیں ضبط کیجاتی ہیں، ان جائدادوں پر موثر نہیں ہو سکتا؛ جو فرانس سے باہر واقع ہوں۔ (بذریعہ لارڈ میکناٹن صفحہ ۲۶۵)۔ و مقدمہ فرائیڈ کرب (۱۹۱۱) ۱۔ چانسری ۱۸۵۔ نج ہینگر؛ جس میں وہ قانون، ۔۔۔ جو جرمنی نے، زمانہ جنگ میں جاری کیا تھا، اور جس میں، اس قرضہ کے سود کی ذمہ داری، جو انگلستان کی رعایا کو، جرمنی رعایا سے، ملتا تھا، ساقط کر دیگئی تھی؛ ۔۔۔ انگریزی عدالتوں میں ناجائز قرار پایا۔ یہ قانون، ہیگ کے قوانین جنگ بری کی دفعہ ۲۳ (ایچ) کی، اس تعبیر کے بھی خلاف تھا، جو خود جرمنی میں کی گئی تھی؛ اور تمام قوموں کے عملدرآمد سے جدا تھا؛ اور اس لئے، اس کا کوئی اثر، انگلستان میں تسلیم نہیں کیا گیا۔ بظاہر اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی، کہ ملک غیر کے قانون فوجداری کا اثر، خود اس ملک کی رعایا کی نسبت کیوں نہ تسلیم کیا جائے؛ بشرطیکہ وہ، ہمارے قومی انصاف کے تصورات کے لحاظ سے، نفرت انگیز نہ ہو؛ مثلاً ۔۔۔ مذہبی عقائد کے متعلق نہ ہو؛ یا ایسے امر کی تعمیل، جس سے، لازمی طور سے، ملک غیر کے ملکی معاملات میں، کسی ایک فریق کی طرفداری مستنبط ہوتی ہو۔ ایسے اصول کو تسلیم کر لینے کے بعد بھی یہ امر خلاف مصلحت عامہ کے متصور ہوگا، کہ ایسا شخص؛ جو اپنے ملک کے قانون فوجداری سے بھاگ کر، حکومت انگلستان کے حدود میں، پناہ گزین ہو! اور کسی وجہ سے اس کی تحویل نہ ہو سکتی ہو، بلطریق جائز، عقد نکاح کے انعقاد کے ناقابل قرار دیا جائے۔ 415

جو کچھ اب تک لکھا جا چکا ہے، اس پر اگر ایک عام نظر ڈالی جائے، تو یہ ظاہر ہوگا؛ کہ انگلستان کے علم خانگی قانون بین الاقوام کا تصور یہ ہے؛ کہ ان حقوق کے حصول کے لئے، جن پر، موجودہ تمدن کا انحصار ہے، تمام مہذب دنیا

ایک ہے؛ اور حقوق مذکور، خواہ کہیں اور کسی نظام قانون کے ذریعہ سے، حاصل کئے گئے ہوں، جب وہ ہماری عدالتوں کے سامنے آئیں، وہ، بحال اور برقرار رکھے جائیں۔ اور یہی تصور، فی الحقیقت، ہر مہذب ملک کے نظام قانون کا ہے؛ اگرچہ اسکی تعمیل کی صورتیں مختلف ہیں۔ اور اس لحاظ سے (بحوالہ مضمون مندرجہ دیباچہ صفحہ ۱۲)، یہ کہنا نادرست نہو گا، کہ اگر انگلستان میں، کسی زمانہ میں، تعمیل قانون ملک غیر بربنائے ارتباط (Comity) کا تصور، انصاف رسانی کے تصور سے جدا تھا، تو وہ حالت، اب باقی نہیں رہی؛ اور وہ دونوں مل ملاکر، ایک ہوگئے ہیں۔ اور اختلاف قوانین کے قدیم تصور، کا قائمقام، اس امر کا تعین ہوگیا ہے، کہ معاملۂ زیر بحث سے، کس ملک کا قانون متعلق کیا جانا چاہیئے؛ اور یہ اختلاف، قابل اطمینان طریقہ سے اس طرح رفع ہوسکتا ہے، کہ ہر ایک کا دائرہ اثر متعین اور مقرر کردیا جائے۔ اس حیثیت سے، اس مضمون کا رجحان، قدیم شکل کیطرف معلوم ہوتا ہے؛ مگر دوسری حیثیت سے، جو شکل قدیم شکل سے جدا قائم ہوگئی ہے، اس کو کم از کم برقرار رکھنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ اس وقت، یہہ خیال کرنا، کہ اس مضمون کے متعلق، ایسے قانونی مقولوں سے، جو دنیا بھر میں مسلم ہوں، کام چل جائے گا! ایسا ہی، بلکہ شاید اس سے زیادہ، مہمل ہے؛ جیسا کہ قدیم زمانہ میں تھا؛ جب تک کہ ہم ایسے غیر متعین اور مجمل مقولوں سے کام لینے پر، اکتفا نہ کریں، جو عملی مقاصد کے لئے بیکار محض ہیں۔

ابھی بھی، قدیم زمانہ کیطرح، کوئی امید نہیں ہوسکتی، کہ اصولی کتابوں کی تصنیف سے، کوئی حقیقی بین الاقوامی، اتفاق تیار ہوسکے گا[1]۔ جن ذرائع سے، اس نتیجہ کے برآمد ہونے کی امید کیجاسکتی ہے، وہ تاریخی یا اصولی ہوسکتے ہیں۔ تاریخی ذریعہ، جو اختیار 416
کیا جاسکتا ہے، وہ، قانون رومائی کا ہوسکتا ہے؛ نہ اس طور سے کہ وہ مجموعہ اختیار کرلیا جائے۔

---

[1] دیکھو ہالینڈ کے پروفیسر جیٹا کا انٹرنیشنل پرائیوٹ لا (ہارلم ۱۹۱۵)؛ اور ان کا حال کا مضمون (۱۹۱۹)؛ جس میں انہوں نے، خانگی قانون بین الاقوام کے، ایسے اصول قائم کرنے کی کوشش کی ہے، جنکو تمام قومیں، قابل قبول تصور کرسکیں۔

کیونکہ وہ، ایک ایسی سلطنت سے متعلق تھا جسمیں عملی طور سے، ایک قانون کا رواج قائم ہوگیا تھا۔ بلکہ انکی صورت یہہ ہونی چاہیئے، کہ حدود اختیارات کے قواعد سے شروع کیا جائے؛ اور جب ہر مقدمہ کا مقام تحقیقات، دریافت ہوجائے، تو وہاں کے قانون کا مقدمہ مذکور سے متعلق کرنا تسلیم کرلیا جائے۔ اس زمانہ میں، اکثر ممالک کے واضعان قانون کا رجحان، اسطرف ہے، کہ حدود اختیارات میں وسعت پیدا کیجائے۔ اس سے، ذرائع دادرسی میں، یقیناً آسانی ہوجانے کی امید کیجا سکتی ہے؛ مگر جو اندیشہ ہوسکتا ہے، وہ یہہ ہے، کہ کہیں حدود اختیارات قانون کی مسلمہ بنیاد، نہ سمجھی جانے لگیں۔ حالانکہ وہ اصولی ذریعہ، جو آجکل خاص طور سے، قابل عمل تصور ہوتا ہے، صرف یہی ہے، کہ ہر معاملہ کے صحیح قانون کا تعین، شاہی تصور کے ساتھ کیا جانا چاہیئے۔ یہ، بہت زیادہ، قانون قومی کی، اس تجزی (Analysis) سے مشابہ ہے، جو آسٹن نے کی ہے؛ لیکن جسقدر، ان معاملات پر، جو عدالت کو فیصلہ کرنے پڑتے ہیں، غور کیا جاتا ہے؛ اسیقدر، یہ امر مشتبہ ہوتا جاتا ہے: کہ آیا وہ تصورات، خواہ وہ، اظہار حالات کے لئے، کیسے ہی موثر اور مکمل کیوں نہ ہوں، ایسے امور کے فیصلہ میں، مدد دے سکتے ہیں، جو اب تک اصول قانون کے دائرہ واقعات میں، داخل نہیں ہوئے ہیں؟۔

ایک ایسے شخص کے لئے، جو انگلستان میں وکالت کرتا ہے، اصولی تحریرات کے ذریعہ سے، بین الاقوامی متفقہ اصول کا محنت کرکے دریافت کرلینا، کچھ کارآمد نہیں ہوسکتا؛ اسوجہہ سے کہ ہمارے نظام قانونی میں، نظائر، قابل اتباع ہیں: اور نظائر، اس مضمون کے بڑے حصے پر، حاوی ہوگئے ہیں۔ تاہم اس سے انکار نہیں ہوسکتا، کہ اصول کا متفق نہونا، تجارت اور دوسرے بین الاقوامی تعلقات کی راہ میں، سخت مزاحم ہے۔ اس کے رفع کے لئے، انگلستان سے، جس دوسری تدبیر کی توقع کیجا سکتی تھی، وہ یہی ہوسکتی تھی؛ کہ بین الاقوامی معاہدات کئے جائیں؛ اور حسب ضرورت، انکی توثیق، ملکی قوانین کے نفاذ سے ہو۔ اس بناء پر، یہ امر قابل افسوس ہے، کہ یورپ کے دوسرے ممالک نے اس ضرورت کو محسوس کرکے، اس طریقہ کو اختیار کرلیا؛ مگر انگلستان، اسوقت، ان کا ہمنوا

اور معاہدات سے الگ رہا ہے؛ جنکے نتائج، ہم صفحہ ۲۳ پر درج کر چکے ہیں۔ اگر ہم
ان میں شریک ہوتے، تو اس میں شک نہیں، کہ ہم کو، ان قواعد میں سے
جن کو، ہمارے متقین عرصے لئے چلے آئے ہیں، کچھ قواعد، بربنائے رعایت باہمی،
ترک کر دینے پڑتے؛ لیکن ہمارے نظام قانون کی صفت، اس نوعیت کی ہے:
کہ میرے خیال میں، ہم کو، اپنے قواعد، دوسری اقوام سے زیادہ تر مقدار میں،
ترک کرنے کی ضرورت، نہ واقع ہوتی۔

تمت

اشاریہ

(الف)

اہتمام جائداد ذاتی بحالت موت

ب

	دفعہ	صفحات کتاب انگریزی مندرجہ حاشیہ

پ

ت

تجاویز ملکِ غیر	دفعہ	صفحات کتاب انگریزی مندرجہ حاشیہ
〃 ذمہ دار ہوتے ہیں	۳۲۷	۳۹۲ - ۳۹۱
〃 بیرون ملک کے قطعیات انگلستان میں ایسے ہی سمجھے جاتے ہیں	۳۳۳	۳۹۸
جرائم فوجداری کی سزا قطعی نہیں ہے نہ اس کی تعمیل ہوسکتی ہے۔	۳۳۰ ۳۱۸ (ب)	۳۹۵ - ۳۸۲
〃 ادائی خرچہ	۳۱۷ - ۳۱۶	۳۸۲
〃 تخفیف قرضہ میں بربنائے دین	۹۷	۱۲۷
〃 اثر انگلستان میں		۳۹۸ - ۳۹۲
〃 ممالک محروسہ انگریزی میں اس کی تعمیل	۳۲۶ (ب)	۳۹۰
〃 بمقابلہ کمپنی	۳۲۷	۳۹۱
〃 طریقہ تعمیل	۳۱۱ - ۳۱۳	۳۸۱ - ۳۷۹
〃 کن تجاویز کی تعمیل ہوگی	۳۱۸ - ۳۱۵	۳۸۲ - ۳۸۱
〃 انگلستان کے قانون کا غلط استعمال	۳۲۹	۳۹۶ - ۳۹۵
〃 قابل تعمیل کس بنا پر قرار دی جاتی ہیں		۳۸۰
〃 فریب ایک جواب ہی ہوسکتی ہے	۳۳۰	۳۹۶
〃 طریقہ ثبوت	۳۶۱	۴۱۲
〃 امر فیصل شدہ کی حد	۳۳۷	۳۹۹ - ۳۹۸
〃 حکم بغرض امتناع کارروائی مزید	۳۳۴	۳۹۸
〃 تجاویز عام متعلق حیثیت	۳۱۲ - ۱۴۹	۳۸۰،۱۹۷ - ۱۹۵
〃 تجاویز متعلق بذات	۳۱۴	۳۸۱
〃 سود تجاویز پر		۲۹۹
〃 بے ضابطگی کا اثر تجاویز کے جواز پر نہیں پڑتا	۳۲۷ (الف)	۳۹۳ - ۳۹۲
〃 جدید بنائے دعویٰ ہے	۳۱۱	۳۷۹
〃 تجویز بربنائے اقبال یا منظوری	۳۳۱	۳۹۷
〃 تجویز کی صحت کی کہاں تک دریافت انگلستان میں ہوسکتی ہے		۳۹۷ - ۳۹۲

توطن

ش

ج

ش

ص

ض

ط

ع

ف

ق

گ

ل

م

معاہدات

ن

ی

تمت

غلطنامہ شخصی قانون بین الاقوام

نمبر	حوالہ		غلط	صحیح	
	صفحہ	سطر			
1	2	3	4	5	6
1	13	9	تمیسل	تکمیل	
2	23	2 حاشیہ	سائنیس	سینوس	
3	112	9	نکاح وقت	نکاح کے وقت	
4	118	2	خواہش کو پیروی	خواہش کی پیروی	
5	168	4	دو	وہ	
6	202	22	ازکار	انکار	
7	238	25	عذلت	عدالت	
8	313	7	مشترلہ	مشترکہ	
9	314	14	دوان لولوں کا	وہ ان لوگوں کا	
10	390	16	نجح ہوتہ	نجح پڑتہ	
11	392	18	اختیار کے تمام	اختیار تمام	
12	573	17	دوداخل ہواسے	وہ داخل ہواہے	
13	641	14	جسمیں	جنھیں	
14	667	19	کا باہر	کا جو باہر	

تمت